ہندوصنمیات

ڈاکٹر مہر عبدالحق

پروفیسر خلیل صدیقی
ریسرچ لائبریری شعبہ اردو
بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

بیکن بکس گلگشت، ملتان

894.5
[illegible]

پروفیسر سہیل صدیقی ریسرچ لائبریری
شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان
اندراج نمبر 5210
سیکشن نمبر 116

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ،

بارِ اوّل: ـــــــــــ ۱۹۹۲ء
مطبع: ـــــــــــ ندیم شفیق پرنٹنگ پریس
قیمت: ـــــــــــ ۴۵۰ روپے

مشمولات

فہرست تصاویر IV ، V دیباچہ XI تا IXXX مقدمہ ۱ تا ۳۰

حصۂ اوّل : ویدوں کے دیوتا

پہلا باب — وید ۲۳
دوسرا باب — ویدک دیوتا (بالعموم) ۳۷
تیسرا باب — دیَوس اور پرِتھوی ۴۱
چوتھا باب — اَدِتی اور آدِتیہ ۴۵
پانچواں باب — اگنی ۴۹
چھٹا باب — سورج اور روشنی کے دیوتا۔ ۵۹
۱۔ سوریہ
۲۔ پُشَن ۶۳
۳۔ مِترا اور وَرُونا ۶۵
۴۔ اَسوِن ۷۱
۵۔ اُوشا ۷۴
ساتواں باب — بادوباراں کے طوفانی دیوتا
۱۔ اندرا ۷۷
۲۔ اندرانی ۸۷
۳۔ پرَجنیا ۸۷
۴۔ وایُو ۸۸
۵۔ مارُوت ۹۰

شعبہ اردو

آٹھواں باب ـــــ سوما ۹۴
نواں باب ـــــ تَوَسترِی یا وِشوَکَرمَ ۹۹
دسواں باب ـــــ یَمَ ۱۰۳

حِصّہ دُوم : پُرانوں کے دیوتا

گیارہواں باب ـــــ پُران ۱۱۵
بارہواں باب ـــــ بَرَہمَ ۱۱۹
تیرہواں باب ـــــ بَرَہما ـــــ سَراسوَتی ۱۲۲
چودھواں باب ـــــ وِشنو ـــــ لکشمی ۱۳۹
پندرھواں باب ـــــ وِشنو کے اَوتار ۱۵۷
۱۔ مَتسیا یا مچھَ اَوتار ۱۵۷
۲۔ کوُرما یا کچھوا اَوتار ۱۶۵
۳۔ وَراہَ یا سُوّر اَوتار ۱۶۷
۴۔ نَرِی سنگھا یا نصف آدم نصف شیر اَوتار ۱۷۰
۵۔ وامَنَ یا بونا اَوتار۔ ۱۷۵
۶۔ پرسُورامَ اوتار ۱۸۱
۷۔ رامَ چندَر اَوتار ۱۸۸
۸۔ کرشنَ اَوتار ۲۱۷
۹۔ بالرامَ اَوتار ۲۳۷
۱۰۔ بُدھ اَوتار ۲۴۱
۱۱۔ کلکی اوتار ۲۵۴

جگن ناتھ ۲۵۶
چیتنیا ۲۶۱
کامَ دیو ۲۶۲
سولھواں باب —— شِوا ۲۶۹
پنچانَن ۲۸۶
سترھواں باب —— اُوما ۲۸۷۔ پاروتی ۲۹۰۔ درگا ۲۹۶
دُرگا کی مختلف صُورتیں ۳۰۶
۱۔ دُرگا ۳۰۶
۲۔ دَس بھُوجا ۳۰۶
۳۔ سِنگھا داہنی ۳۰۶
۴۔ مہیشا مار دنی ۳۰۶
۵۔ جگدھاتری ۳۰۷
۶۔ کالی ۳۰۷
۷۔ مکتا کیسی ۳۱۴
۸۔ تارَ ۳۱۴
۹۔ چِنامستکا ۳۱۴
۱۰۔ جگدگوری ۳۱۴
۱۱۔ پِرَت نیگرا ۳۱۴
۱۲۔ اَنَّ پُورنا ۳۱۵
۱۳۔ گنیش جَننی ۳۱۶
۱۴۔ کرِشن کرورَ ۳۱۶
اُٹھارہواں باب —— شِوا اور پاروتی کے بیٹے ۳۱۷
۱۔ گنیشَ ۳۱۷

۲. کرتی کے یا ۳۲۲

حصہ سُوم : کمتر درجے کے دیوتا

○

اُنیسواں باب ـــ فوق البشر یا اُلوہیاتی مقام کے رِشی
۱. بھرگو ۳۳۳
۲. پُلَستیا ۳۳۷
۳. پُلہَا ۳۳۸
۴. کرَتوُ ۳۳۹
۵. انگیرس ۳۳۹
۶. مریچی ۳۳۹
۷. اَترِی ۳۴۰
۸. دَکشا ۳۴۲
۹. وَشِشتھا ۳۴۹
۱۰. نارَدَ ۳۵۱
بیسواں باب ـــ کوُبیرا ۳۵۵
اکیسواں باب ـــ رامائنَ کے نیم دیوتا ۳۶۱
۱. سُگریو ۳۶۱
۲. ہنُومان ۳۶۷
۳. نَلَ ۳۷۰
۴. نیلا ۳۷۳
۵. سُوشینَ ۳۷۳

بائیسواں باب —— مہابھارت کے نیم دیوتا ۳۷۷
تیسواں باب —— سیّارے ۳۹۳
۱۔ روی یا سوریہ ۳۹۴
۲۔ چندر یا سوما ۳۹۴
۳۔ منگل ۳۹۴
۴۔ بدھ ۳۹۴
۵۔ ورہسپتی ۳۹۵
۶۔ شکر ۳۹۵
۷۔ سنی ۳۹۶
۸۔ راہو اور کیتو ۳۹۷
چوبیسواں باب —— اسورہ ۳۹۹
جلندھر ۴۰۲
پچیسواں باب —— مقدّس جانور اور پرندے ۴۰۹
گرودا ۴۱۰
جٹایوس اور سمپاتی ۴۱۳
چھبیسواں باب —— گنگا ۴۱۷
ستائیسواں باب —— مقدّس درخت ۴۲۱
اٹھائیسواں باب —— متفرق چھوٹے دیوتا ۴۲۳
۱۔ اشیتل ۴۲۳
۲۔ منسا ۴۲۴
۳۔ سستی ۴۲۶
۴۔ شال گرام ۴۲۷

۵۔ ڈھینکی ۴۲۸
۶۔ کا یا کون ؟ ۴۲۹
اُنتیسواں باب ——— وہ ہستیاں جو فوق البشر ہیں لیکن اُلوہیاتی وجود نہیں رکھتی۔ ۴۳۱
۱۔ اَپسرا اور گندھرو ۴۳۱
۲۔ راکشش ۴۳۳
۳۔ جَینی دیوتا ۴۳۶

حصّۂ چہارم

تیسواں باب ——— تخلیقِ کائنات کے بارے میں پُرانوں کا بیان ۴۴۱
اکتیسواں باب ——— پُرانوں کی رُو سے "وقت" کی تقسیم ۴۵۱

حصّۂ پنجم

بتیسواں باب ——— بدھ مت ۴۶۱
تینتیسواں باب ——— جین مت ۵۱۱
چونتیسواں باب ——— اُپنشد ۵۲۳
پینتیسواں باب ——— ہندو فلسفہ اور اخلاقیات ۵۲۵
——— کتابیات ——— ۵۶۵
——— اشاریہ ——— ۵۶۷

فہرستِ تصاویر

۱۔ اگنی ۵۰
۲۔ سُوریہ ۶۰
۳۔ وَرُونا ۶۶
۴۔ اِندرا ۷۷
۵۔ وایُو ۸۸
۶۔ یَمَ ۱۰۳
۷۔ برہما ۱۲۳
۸۔ سرسوَتی ۱۳۱
۹۔ وِشنُو ۱۳۹
۱۰۔ لکشمی ۱۴۹
۱۱۔ مَتسیا یا مچھ اَوتار ۱۵۷
۱۲۔ کُورما اوتار ۱۶۵
۱۳۔ نرسنگھا اَوتار ۱۷۰
۱۴۔ وامن اَوتار ۱۷۶
۱۵۔ پرسُورامُ اَوتار ۱۸۲
۱۶۔ رام چندرَ اَوتار ۱۸۸
۱۷۔ راونَ ۲۰۳
۱۸۔ کرشنَ اَوتار ۲۱۷
۱۹۔ کرشنَ بکاسُرا کو قتل کر رہا ہے۔ ۲۲۴

۲۰۔ کرِشنؔ گووَدھنؔ پہاڑ کو چھنگلیا پر اُٹھائے ہوئے ہے۔ ۲۲۶
۲۱۔ کرِشنؔ "کالی دیوی" کا رُوپ دھار کر رادھا کے خاوند کو غلط فہمی ۲۲۸
میں مبُتلا کر رہا ہے۔
۲۲۔ بالرَامؔ ۲۳۷
۲۳۔ بُدھؔ ۲۴۲
۲۴۔ کلکی اَوتار ۲۵۴
۲۵۔ جگن ناتھ ۲۵۷
۲۶۔ کامؔ دیوَ ۲۶۴
۲۷۔ شِوا، کامؔ دیوَ کو بھسم کر رہا ہے۔ ۲۶۵
۲۸۔ شِوا ۲۶۹
۲۹۔ ہَرؔ ہَری۔ ۲۸۰
۳۰۔ شِوا ایک آسُورہ کو قتل کر رہا ہے۔ ۲۸۲
۳۱۔ پنچانَنؔ ۲۸۶
۳۲۔ شِوا اور پاروَتی ۲۹۱
۳۳۔ پاروَتی لِنگا پوجا کر رہی ہے۔ ۲۹۴
۳۴۔ دَسا بھُوجا ۳۰۰
۳۵۔ جگدھاتری ۳۰۶
۳۶۔ کالی ۳۱۰
۳۷۔ کالی شِوا پر ناچ رہی ہے۔ ۳۰۸
۳۸۔ اَنّ پورنا ۳۱۵
۳۹۔ گنیش ۳۱۷
۴۰۔ کَرَتی کیا۔ ۳۲۴
۴۱۔ دکَشا۔ ۳۴۳
۴۲۔ سُگریو۔ ۳۶۱
۴۳۔ بندر لنکا کا پُل بنا رہے ہیں۔ ۳۶۴
۴۴۔ ہنُومان۔ ۳۶۸
۴۵۔ اَرجنؔ مچھلی پر تیر چلا رہا ہے۔ ۳۸۳
۴۶۔ گرُوَ۔ ۴۱۰
۴۷۔ جتایُوس۔ ۴۱۴
۴۸۔ گنگا۔ ۴۱۷
۴۹۔ شتیلا۔ ۴۲۳
۵۰۔ مَنسَی۔ ۴۲۴
۵۱۔ سستی۔ ۴۲۶
۵۲۔ سوما۔ ۹۳
۵۳۔ تُلسی۔ ۴۲۲

دیباچہ

عرش صدیقی رجسٹرار بہاءالدین زکریا یونیورسٹی۔ ملتان

مولوی عبدالحق نے اپنی "سٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری" میں مائیتھالوجی کا ترجمہ "خرافات" کیا ہے اور ملتان کے مہر عبدالحق نے اس "خرافات" کو علم و شعور کا خزانہ جان کر ہندو مائیتھالوجی کو ہمارے لئے مرتب کیا ہے کچھ لوگ کہیں گے یہ دونوں بزرگ حضرات اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ کچھ لوگ ان دونوں میں سے کسی ایک کو درست قرار دیں گے۔ مجھے جہاں یہ کہنا ہے کہ مہر عبدالحق نے ایک بہت ضروری اور اہم علمی کارنامہ سرانجام دیا ہے وہاں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ مجھے مولوی عبدالحق کے ترجمے پر شدید اعتراض ہے۔ اگر یہ ترجمہ ایک بار ہوتا تو شاید اعتراض بھی شدید نہ ہوتا لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ انہیں اس ترجمے کی صحت پر کوئی شبہ نہیں تھا اس لئے جہاں بھی لفظ متھ Myth آیا انھوں نے دوسرے مقبول اور رائج ترجموں کے ساتھ اپنی لغت میں "خرافات" کا لفظ ضرور لکھا۔ جیسا کہ درج ذیل سطور سے ظاہر ہے، جو انکی لغت سے نقل کی گئی ہیں :

اسطور، دیوتاؤں کی کہانی۔ خرافات۔ جناتی قصہ یا فسانہ	1. Myth
خرافاتی	2. Mythical
خرافات کی طرح	3. Mythically
.... خرافات کا رنگ دینا	4. Mythicise
خرافات پرستی	5. Mythicism
.... خرافات پرست	6. Mythicist
.... خرافات	7. Mytho
علم الاساطیر، علم الاصنام۔ دیومالا۔ خرافات	8. Mythology
.... خرافات نگار	9. Mythologer
.... خرافات سے متعلق	10. Mythological
از روئے خرافات	11. Mythologically

12. Mythologist	......خرافات دان
13. Mythologise	......خرافات کے انداز میں پیش کرنا
14. Mythus	...... خرافات ۔ اسطور

اُردو لغات میں "خُرافات" کے معنی یوں ملتے ہیں : بے ہودہ باتیں، فضول بکواس، یادہ گوئی، ہنسی کی باتیں، گالی گلوچ وغیرہ۔ دوسرے لغت نگاروں نے "اَساطیر" کو قصّے کہانیاں تو کہا ہے اور بجا طور پر کہا ہے لیکن ان میں سے کسی نے انہیں بے ہودہ خرافات اور یادہ گوئی کا نام نہیں دیا۔ انگریزی کی مستند لغات میں مائیتھالوجی اور متھ کے یہ معانی درج ہیں :

Mythology:(i) Study or science of Myths (Oxford)

(ii) The scientific study of Myths; symbolical meaning (Chambers)

Myth:(1) Story, handed down from olden times, containing the early beliefs of a race (especially explanations of natural events, such as the seasons) (Oxford)

(ii) An ancient traditional story of gods or heroes, esp. one offering an explanation of some fact or phenomenon: a story with a veiled meaning. (Chambers)

ہم مولوی عبدالحق اور آکسفورڈ اور چیمبرز کی ڈکشنریوں میں درج معانی کے فرق کو آسانی سے محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ فرق اپنے اپنے ماحول کے زیرِ اثر رویوں کا فرق ہے۔ یہ فرق قوموں کے مزاج اور انکی عزیز اور مقبول روایات کا فرق ہے اور بے خبری اور کشادگیٔ علم و شعور کا فرق ہے۔ ہم اہلِ مغرب کو بُرا کہتے ہوئے تھکتے نہیں لیکن تمام جدید علوم کے لئے بلکہ تمام قدیم و جدید علوم کے لئے خوشہ چینی انہی کے خوانِ علم سے کرتے ہیں اور ایسا کرنے پر مجبور ہیں اور چونکہ ہماری اپنی زبانوں کے حُسن اور قوّتِ انجذاب کے باوجود ہم نے ہمیشہ اپنے آپ کو "خود کفیل" جانا اور اپنی کسی زبان کو علوم اور سائنس کی زبان نہیں بنایا۔ ہمارا انگریزی اُردو لغت کا سب سے بڑا مرتب بضد ہے کہ MYTH اور اس لفظ سے متعلق ہر بات ہر رویہ خرافات ہے، بکواس ہے، یادہ گوئی ہے۔ لیکن انگریزی کی دونوں بے حد اہم

لغات میں مائیتھالوجی کو نہ صرف ایک علم قرار دیا گیا ہے بلکہ اسے قدیم داستانوں کے سائنسی مطالعہ کا نام دیا گیا ہے اور اس میں قدیم انسانوں کے معتقدات اور مظاہر فطرت کی ابتدائی تفہیم کو تلاش کیا گیا ہے۔ مائیتھالوجی کو خرافات کہنے سے جہاں مولوی عبدالحق کی جلد بازی اور جستجو اور تحقیق سے احتراز کا پتہ چلتا ہے وہاں بلند تر سطح کے حوالے سے نظر اور علم کے محدود اور یکطرفہ ہونے کا ثبوت بھی واضح طور پر مل جاتا ہے۔ مولوی عبدالحق نے اُردو کے لئے جو کام کیا ہے میں اسے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں لیکن مجھے یہ بات کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ انہوں نے بیسویں صدی میں سانس لیتے ہوئے بے خبری کا ثبوت دیا۔ میں نے مولوی عبدالحق کی لغت میں یہ ترجمہ اُن دنوں دیکھا جب میں بی اے کے اِمتحان کی تیاری کر رہا تھا۔ مولوی صاحب سے عقیدت کی وجہ سے میں کئی ماہ تک مائیتھالوجی کے مطالعہ سے بیزار سا رہا اور اس علم سے نفرت کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی اس کوشش میں ناکام رہا اگر ایسی صورت کہیں ابتداء میں یعنی انٹر سے پہلے پیدا ہو جاتی تو شاید میں ہمیشہ کے لئے اس علم سے متنفر ہو جاتا اور اور آج مہر عبدالحق کی کاوش کو سراہنے کے حوصلے اور اہلیت سے محروم رہتا۔ مولوی عبدالحق نے اپنی لغت کے پیش لفظ میں لِکھا ہے کہ اصولِ ترتیب میں کنسائز آکسفورڈ کی پابندی کی گئی ہے لیکن دوسری جدید انگریزی لغات سے بھی مدد لی گئی ہے۔ کاش وہ مائیتھالوجی ایسے الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے ان ڈکشنریوں میں دیئے گئے معانی کو سامنے لا سکتے۔ مولوی عبدالحق کی بے خبری کا یہ روّیہ ہمارے معاشرے کے ایک بہت بڑے طبقے کا سرمایہ حیات ہے۔ ایک ایسی ہی تکلیف دہ صورت مولوی عبدالحق والی غلط اور تنگ سوچ رکھنے والے بہت سے اساتذہ کرام کے اثرات کی وجہ سے مجھے ۱۹۷۵ میں اس وقت پیش آئی تھی جب مجھے ملتان یونیورسٹی کے شعبہ انگریزی کا چیئرمین مقرر کیا گیا تھا۔ میں نے اپنے پہلے لیکچر میں اپنے طالب علموں کو جو کتابیں پڑھنے کی ہدایت کی تھی وہ یہ تھیں:

۱- یونانی مائیتھالوجی

۲- رومن مائیتھالوجی

۳- یونانی ڈرامہ بالخصوص سافوکلیز، ایسکی لس، یوری پی ڈیز اور ارِسٹوفینیز کے ڈرامے
۴- پکت ہال کا قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ
۵- بائیبل - انگریزی

ابھی مجھے لیکچر دیتے ہوئے چند روز ہی گزرے تھے کہ اخبارات میں یہ شکایت شائع ہوئی کہ عرش صدیقی یونیورسٹی کے طالب علموں میں گمراہی پھیلا رہا ہے اور طالبعلموں کو 'بضد ہوکر' یونانی دیومالا کے بے ہودہ قصے اور بائیبل پڑھنے پر مجبور کر رہا ہے جبکہ اس نے نصاب کی کتب کو ابھی چھیڑا بھی نہیں۔ گو یہ شکایت بعض طلبہ کے حوالے

سے شائع ہوئی تھی لیکن اس میں چند پردہ نشین ظلمت پسندوں کا ہاتھ پوری طرح کارفرما تھا۔ مائیتھالوجی کو خرافات سمجھنے والے علماء کے معتقدین اور متاثرین سے اس قسم کے رویّہ پر مجھے زیادہ حیرانی نہیں ہوئی۔ افسوس اس بات کا تھا کہ طالب علموں کو تنگ نظری کا یہ تحفہ بعض اساتذہ کی طرف سے مل رہا تھا۔ میں نے اسی سلسلہ میں طالب علموں اور ان میں سے بعض کے بزرگوں اور چند اہم شہریوں سے مذاکرات کئے اور خدا کا شکر ہے کہ میں انہیں ہم خیال بنانے میں کامیاب رہا میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ اگر طالبعلموں کو وید، رامائین مہابھارت وغیرہ کے مطالعہ کی ہدایت کی جاتی تو شاید ردِعمل شدید تر ہوتا حالانکہ برصغیر کی تہذیب کو سمجھنے کے لئے ہندو مائیتھالوجی کا مطالعہ لازمی ہے۔ ایک بار چند ایسے حضرات سے میری گفتگو ہوئی جنہوں نے قرآن کریم کا سرسری مطالعہ تو کیا تھا لیکن دوسری کسی مذہبی کتاب کو نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ان مذاہب کے پیشواؤں کی زندگی کی تفصیلات کا انہیں علم تھا۔ میں اصرار کر رہا تھا کہ انہیں دوسرے مذاہب کی کتابوں اور انکے پیشواؤں کی زندگی کا علم حاصل کرنا چاہیئے اور وہ میری بات ماننے کو تیار نہیں۔ جب میں نے اصرار کیا کہ میں ان دوسرے مذاہب کے مطالعے کو لازم سمجھتا ہوں تو انہوں نے مجھ سے کچھ سوال کئے اور جواب مانگے۔ یوں:

س : کیا آپ قرآن حکیم کو عظیم ترین اور مکمل ترین کتاب مانتے ہیں؟

ج : جی ہاں! مانتا ہوں۔

س : کیا آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑا پیغمبر مانتے ہیں؟

ج : جی ہاں! مانتا ہوں۔

س : بتایئے کہ یہ ماننے کے باوجود کہ قرآن سب سے اہم کتاب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے پیغمبر ہیں۔ کیا دوسرے مذاہب اور انکے پیغمبروں کی طرف رجوع کرنا آپ کے ایمان اور عقیدے کی کمزوری کا ثبوت نہیں ہے؟

ج : نہیں! آپ کا خیال غلط ہے۔ میں محض اس لئے مسلمان نہیں ہوں کہ میں ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا۔ میں محض عقیدے کی بنیاد پر بھی مسلمان نہیں ہوں۔ میں سوچ سمجھ کر شعور کی بنیاد پر مسلمان ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ کس بات کی کیا اہمیّت ہے، جب کہ آپ نہیں سمجھتے۔

س : کیا ہمارا عقیدہ ہمارے لئے کافی نہیں ہے؟ اور کیا آپ کا ایمان کمزور نہیں ہے؟

ج : جی نہیں! عقیدے کی اپنی اہمیّت ہے لیکن عقیدے کو عقل اور سائنس کے حوالے سے بھی ماننا دوسری بات ہے۔ چلیئے تھوڑی دیر کو میں مان لیتا ہوں کہ میرا ایمان کمزور ہے اور خاکم بدہن میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم مکمل راہ نما کتاب نہیں ہے یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل راہبر نہیں ہیں؟

یا یوں کہیے کہ آپکو اُن لوگوں کو قائل کرنا ہے جو اسلام کو نہیں جانتے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے آپ ان کو کیونکر قائل کریں گے؟ کیا آپکو یہاں دوسرے اَدیان سے مقابلہ نہیں کرنا ہوگا؟

میرے اس سوال اور اس دلیل کا اُن کے پاس کوئی جواب نہیں تھا وہ مجھے یہ نہ بتا سکے کہ اس عقیدے میں جس کے وہ مقلد ہیں کیا بات ہے جو دوسروں میں نہیں ہے۔ آخر دوسرے لوگ ان کے عقیدے کو کیوں قبول کریں۔ اس پر میں نے اُن سے کہا کہ پھر سنئے میں ثابت کرتا ہوں۔

تب میں نے رام چندرجی، کرشن مہاراج، گوتم بدھ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگیوں سے حوالے دیکر بتایا کہ کہاں کہاں کیا کمی ہے۔ مثلاً میں نے کہا کہ میرا راہبر اُس ہستی کو ہونا چاہیئے جسے سفرِ زندگی کی اُن تمام راہوں اور دشواریوں اور آسانیوں کا علم ہو جن سے ہمارا واسطہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور نیکی مسلّم ہے لیکن اُنہیں خانگی زندگی، جنسی زندگی، حکومت، تجارت، جنگ اور زندگی کے دوسرے پہلوؤں کا تجربہ نہیں تھا۔ جب کہ پیغمبرِ اسلام کو زندگی کے ہر شعبہ کا بلا واسطہ اور مکمّل تجربہ تھا اور راہ نمائی ایسی ہی ہستیوں کو بہتر طور پر زیب دیتی ہے اسی طرح میں نے رام چندرجی، کرشن مہاراج اور گوتم سے مقابلہ کیا۔ میں نے اپنے بیٹے کو یہ تمام دلائل تفصیل سے حفظ کروائے تھے اور جب اس نے یہ تمام باتیں لازمی اسلامیات کے پرچے میں درج کردیں تو اُس کے استاد نے اُسے صرف پاس ہونے کے نمبر دیئے اور ساتھ اس بات پر ڈانٹا کہ اُس نے پرچے میں بہت سی فضول اور بے ہودہ اور لایعنی حوالوں سے باتیں کیوں لکھی تھیں۔

یہ وہ صورتحال ہے جس میں ڈاکٹر مہر عبدالحق نے پاکستان کے اُردو داں طبقے کے لئے ہندو مائیتھالوجی پر ایک نہایت عمدہ کتاب شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ میری نظر میں یہ کام ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اس سے پہلے کہ مائیتھالوجی کو خرافات سمجھنے والے معترض ہوں میں یہ واضح کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمیں اسلام سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے اور مائیتھالوجی کی کہانیوں، اُن کے دیوی دیوتاؤں کو آج سوائے متعلقہ قوم کے چند افراد سے زیادہ کوئی بھی حقیقت نہیں مانتا۔ لیکن یہ حقیقت سب مانتے ہیں کہ انسانی شعور اور تہذیب کے ارتقاء کی موجودہ صورت کو سمجھنے کے لئے مائیتھالوجی کا سائنسی مطالعہ اور علمی تجزیہ بُنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا میں انسانی شعور اور تہذیب کے ارتقا کی منزلیں ملتی جلتی ہیں اور ان کا مطالعہ خود اپنی تہذیب کے ارتقاء اور معانی کی تفہیم میں ہمارا معاون ثابت ہوتا ہے۔ ہمارا آج کا اُردو اَدب اور تاریخ اور تہذیب کا سنجیدہ طالب علم اس حقیقت سے واقف ہے اور وہ قدیم برّصغیر ہی نہیں بلکہ یونان کی دیو مالاؤں کے مطالعے کو بھی اپنی تعلیم کا حصّہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک بار مجھ سے انگریزی اَدب کے چند اُستاد اس بات پر ناراض ہوگئے تھے کہ میں نے اصرار کیا تھا اور یہ بات

میں نے طالب علموں اور اساتذہ کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہی تھی کہ پاکستان میں انگریزی ادب کا اچھا استاد بننے کے لئے انگریزی کے ساتھ ساتھ اُردو اور پاکستان کی دوسری زبانوں کے قدیم اور جدید ادب اور تہذیب سے واقف ہونا ضروری ہے اور ہر ملک میں کسی بھی باہر کی زبان اور ادب کو پڑھانے کیلئے یہ ایک لازمی شرط ہے۔ انگریزی ادب کے یہ اساتذہ یونانی مائیتھالوجی کو ایک ضروری حد تک پڑھتے تھے اور اب بھی اس حد تک پڑھتے ہیں۔ لیکن پاکستان کے قدیم و جدید ادب اور فن اور تہذیب کے علم کو انگریزی ادب پڑھانے کے لئے ضروری نہیں سمجھتے۔ انہیں مرتے دم تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوگا۔ حیرانی کی بات نہیں اگر یونیورسٹیوں سے زیادہ تر ذہنی اور علمی کشادگی سے محروم لوگ سندیں حاصل کر لیتے ہیں۔ صحیح عالمانہ اور حقیقت پسندانہ اور اعلیٰ انسانی رویّہ ردّ و قبول کے تمام دروازے کھلے رکھتا ہے لیکن اگر ردّ و قبول کی صورت ہی نہ پیدا ہونے دی جائے اور صرف قبول پر زور ہو تو نتیجہ معلوم۔ دنیا میں آج بھی ایسے بہت لوگ ہیں جو بعض مخصوص اور متعیّن فکری اور معاشرتی حدود سے اِدھر اُدھر دیکھنا بھی گناہ سمجھتے ہیں حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ ہر فکر اور خیال کو پرکھا جائے اور پھر جس خیال کی دماغ اور دل تائید کریں اُسے قبول کر لیا جائے اور یہی حق ہر دوسرے شخص اور معاشرے کو بھی دیا۔ ایسا کرنے سے گمراہی کا نظریہ بدل کر رہ جائے گا اور صورتحال خود بخود بہتر ہو جائیگی۔ بیشتر وہ حضرات جو دوسروں کو جبراً صرف اپنا خاص نظریہ قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں ذہنی طور پر پست ہوتے ہیں اور اعلیٰ تر اور اقدارِ حیات سے بےخبر ہوتے ہیں اور دوسروں کی رہنمائی کی اہلیت نہیں رکھتے لیکن زبردست کا ٹھینگا سر پر کے مصداق ایسا کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس بات کو زیرِ بحث لانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آخر یہ لوگ کامیاب کیوں ہو جاتے ہیں۔

ہماری علمی پسماندگی کے بعض اور اسباب کے ساتھ ہمارا متذکرہ رویّہ بھی شامل ہے۔ ایسے بےخبر مگر اعلیٰ سند یافتہ حضرات ہمارے ہاں بہت ہیں جو ہر وقت ان لوگوں کو انگریز کی غلامی کا طعنہ دیتے رہتے ہیں جو ذرا بھی عزت سے انگریز قوم کا ذکر کریں۔ انگریز ہو یا اور کوئی قوم۔ دنیا میں کوئی بھی باضمیر شخص کسی کی غلامی کو وہ جسمانی ہو یا روحانی پسند نہیں کرتا۔ لیکن ہمیں حقائق کو تسلیم ضرور کر لینا چاہیئے۔ اپنی خامیوں کو تسلیم کرنا اور انہیں دُور کرنا چاہیئے اور دشمن بلکہ بدترین دشمن کے ساتھ بھی انصاف کرنا چاہیئے۔

جیساکہ میں نے پہلے بھی اشارہ کیا ہے ہم قدیم و جدید تمام علوم کے لئے مغربی ممالک کے خوانِ نعمت کے خوشہ چینی کرنے پر مجبور ہیں۔ میں اسے باعثِ شرم نہیں سمجھتا کیونکہ قبیلوں اور قوموں اور مذہبوں میں تقسیم ہونے کے باوجود اس دنیا میں جو کچھ ہے وہ پوری انسانیت کا بھی ہے۔ کیا یہ بات حقیقت نہیں کہ ہمیں

مشرق کے تمام علوم و فنون کے تفصیلی مطالعے کے لئے بھی یورپ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے؟ ہمارے ہاں کسی بھی دوسری زبان کے علم اور ادب کو کبھی باقاعدہ تنظیم کے ساتھ اپنی کسی زبان میں منتقل کی روایت قائم ہی نہیں کی گئی انگریزی زبان میں تمام اہم اور بعض غیر اہم زبانوں کا ادب و علم کا ذخیرہ یوں محفوظ ہے کہ خود ان قوموں کے پاس بھی نہیں ہے ہمارے ہاں تو عربی اور فارسی کا بھی (جو ہماری اپنی زبانیں ہیں) اور دوسرے مسلم ممالک کا ادب اور علم بھی ترجمے میں نہیں ملتا۔ قرآن کریم احادیث اور تفاسیر کے بارے میں خدا کا شکر ہے کہ صورتحال بہتر ہے لیکن باقی تمام علوم و فنون ہمارے ہاں ناپید ہیں فردوسی اور بعض دوسرے اکابرین کے تراجم حتیٰ کہ مولانا روم کی مثنوی کے تراجم بھی عموماً درسی ضرورت پوری کرنے کے لئے کئے گئے ہیں۔ الف لیلہ کا جو مائیتھالوجی ہی ہے کوئی ایسا ترجمہ نہیں جسے ہم فخر کے ساتھ پیش کر سکیں۔ انگریزی میں یہ سب کچھ موجود ہے ہمارے ہاں جو ترجمے ہوئے وہ اکا دکا ہیں۔ کلیات کا ترجمہ کرنے کی طرف ہماری توجہ کبھی نہیں گئی۔ کیا یہ بھی حقیقت نہیں ہے کہ ہمیں عربی، فارسی، فرانسیسی، جرمنی، یونانی، اطالوی، روسی، چینی۔ جاپانی اور قدیم ہندوستانی اور دوسری بہت سی زبانوں کے علم و ادب کے سرمائے سے واقفیت عام طور سے انگریزی ہی کے ذریعے ہوتی ہے؟ ایسی صورتحال میں کیا وہ بند ذہن جو انگریزی کے ہر حوالے پر سو سو نشتر طعن و تشنیع کے چھوڑتے ہیں یہ ثابت نہیں کرتے کہ وہ خود ہی دراصل جہالت کی تاریکی کے اسیر ہیں۔ ایک تازہ حوالہ ہائیکو کا اور دتیا چلوں میرے علم میں نہیں ہے کہ ڈاکٹر محمد امین کے علاوہ اور کون لوگ ہیں جنہوں نے جاپانی زبان میں ہی ہائیکو کا مطالعہ کیا اور اردو میں ہائیکو نگاری کی۔ ڈاکٹر محمد امین نے براہ راست جاپانی زبان سے ترجمے کئے لیکن دوسرے بیشتر لوگوں نے جو ترجمے کئے وہ انگریزی کے تراجم سے کئے۔ برِّ صغیر کی دیومالا اور قدیم داستانوں کے بارے میں بھی ہمارے ہاں یہ صورت ہے کہ انہیں پڑھنے والے بہت ہیں لیکن ان میں سے بیشتر نے ان کا علم انگریزی کے ذریعے حاصل کیا ہے۔ ہمارے ہاں دو نام سیّد سبطِ حسن اور مرزا ابنِ حنیف کے بھی نہیں۔ سیّد سبطِ حسن نے شاید ہندی زبان سے فائدہ اُٹھایا ہو لیکن ان کا زیادہ علم بھی اور مرزا ابنِ حنیف کا تمام علم انگریزی ہی کے ذریعے ان تک منتقل ہوا۔ عام طور سے لوگ ہندو مائیتھالوجی کے کھلم کھلا ذکر اور اس کے اردو تراجم پیش کرنے سے اس لئے بھی ہچکچاتے رہے ہیں کہ کوئی فتویٰ نہ لگ جائے۔ اس بارے میں عرض ہے کہ ظلمت پسندوں نے یہ کارروائی تو ہمیشہ کی اور اگر سرسید، اقبال اور قائداعظم کے خلاف بھی ایسے فتوے دئے گئے تو انکی حیثیت اور صداقت کہاں رہ گئی ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اربابِ علم و دانش و دین اس نکتے کو سمجھنے لگے ہیں کہ ہم میں سے کوئی کسی بھی مائیتھالوجی کو اور دیوی دیوتاؤں کو حقیقی نہیں سمجھتا۔ لیکن انسانی شعور اور تہذیب کے ارتقا کو سمجھنے کے

لئے ان کا اور ان تمام تہذیبوں کا جو آج معدوم ہو چکی ہیں مطالعہ اور تجزیہ ضروری ہے۔ یہ علمی روّیہ ہے اور صرف یہی علمی روّیہ ہے۔ اندھیرے کو مسترد کرنے یا اُسے بُرا ثابت کرنے کے لئے پہلے اس کے وجود کو تسلیم کرنا لازم ہے اور پھر استرداد کی کارروائی دلائل اور بُراہین پہ ہو گی۔ اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے اسلام سے پہلے والی بت پرستی کا تجزیہ کر کے اسے غلط ثابت کرنا ضروری تھا اور اب بھی یہ کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر مہر عبدالحق نے کئی برس پہلے یہ سوچا تھا کہ اُردو میں دوسری زبانوں کی دیومالاؤں کا ذخیرہ منتقل ہونا چاہیئے۔ اِکا دُکا اور الگ الگ کہانیاں تو اِدھر اُدھر بکھری ہوئی بہت سی ملتی ہیں لیکن کسی بھی دوسری زبان کی دیومالا پاکستانی زبان میں ہمارے ہاں یکجا میّسر نہیں تھی انہوں نے ہندو دیومالا کو اُردو میں منتقل کرنے کا جو منصوبہ بنایا اور پھر اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا وہ ایک دانشمندانہ فیصلہ تھا کیونکہ یہ تہذیب جو بھی تھی جیسی بھی تھی اس کا بہت گہرا تعلق خود پاکستان کی قدیم معاشرت سے تھا قدیم ہندو تہذیب کی اہم ترین کتاب رگ کا زیادہ حصّہ پاکستان ہی کے علاقے میں تخلیق ہوا تھا اور قدیم تر ہندوستان کی سب سے بڑی تہذیب یعنی وادیٔ سندھ کی تہذیب کا گہوارہ بھی پاکستان ہی کی سرزمین تھی جہاں موہنجوڈارو اور ہڑپہ کے باقیات آج بھی موجود ہیں۔ ہمیں ان باقیات کی، ان کھنڈروں اور ان میں موجود یا یہاں سے ملنے والے بتوں کی پرستش نہیں کرنا لیکن انکے علمی حوالے اور مطالعے سے یہ ضرور جاننا ہے کہ ہم کہاں سے کہاں اور کیسے پہنچے۔ کہاں لغزش کھائی، کہاں عافیت میں رہے کہاں غلط تھے اور کہاں درست۔ وہ لوگ جو اپنا ہر آئندہ قدم تاریخ سے روشنی حاصل کر کے اٹھاتے ہیں کبھی ٹھوکر نہیں کھاتے۔ مہر عبدالحق صاحب نے نہایت اعلیٰ اسلوب میں ہندو مائیتھالوجی کو یکجا کر کے ایک جامع کتاب کی صورت میں اُردو زبان کو ایک علمی تحفہ عطا کیا ہے جس کے لئے اُردو دان طبقہ کو اُن کا ممنون ہونا چاہیئے۔ میں اس کارنامے کو ایک بڑی علمی اور تہذیبی خدمت سمجھتا ہوں۔ مائیتھالوجی میں میری دلچسپی محض کوئی امتحان پاس کرنے کے لئے نہیں تھی بلکہ میں نے مائیتھالوجی میں دھڑکتے ہوئے نظریات اور افکار کو اپنی ذات میں تجربے اور تجزیے کی بھٹی سے گزار کر سمجھا ہے۔

ہندو دیومالا میں میری دلچسپی بہت پرانی ہے اور میں میٹرک پاس کرنے سے بہت پہلے ہندو دیومالا کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کر چکا تھا۔ میری زندگی کے ابتدائی سولہ سترہ سال کوہ شوالک کی وادی اور ضلع کانگڑہ کے مختلف شہروں میں بسر ہوئے۔ زیادہ عرصہ جوگندر نگر اور دھرم سالہ میں گزرا۔ یہ علاقے فطرت کے حسن سے مالا مال ہیں اور اگر شوجی نے ہمالیہ کے اس حصّے کو اپنی رہائش کے لئے منتخب کیا تھا تو بات

سمجھ میں آتی ہے ۔ میں جوگندر نگر کے گورنمنٹ مڈل سکول کا طالب علم تھا جہاں اُردو کے ساتھ ساتھ ہندی بھی لازمی مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی تھی یہ کہنا درست ہوگا کہ یوں ہندی مجھے مجبوراً سیکھنا پڑی ۔ یہ بات اس صدی کی چوتھائی دہائی کی ہے ۔ اس سکول کی ساتویں جماعت سے سنسکرت کو بطور اختیاری مضمون کے پڑھایا جاتا تھا اور مسلمان بچوں پر اس کا پڑھنا لازم نہیں تھا ۔ مجھے آج تک اس بات کا افسوس ہے کہ میں ایک خالی پیریڈ کی کشش سے مغلوب ہوکر سنسکرت پڑھنے سے محروم رہ گیا ۔ بہرحال رامائین اور مہابھارت کے مختصر ایڈیشن ہندی زبان میں میں نے اس اسکول میں قیام کے دوران پڑھے اور ان کا قدرے تفصیلی مطالعہ بعد میں کیا ۔ قدرے اس لئے کہ مکمل تفصیلی مطالعے کا امکان اس عمر میں نہیں تھا اور کتابیں دونوں بہت بڑی بڑی ہیں ۔ رامائین میں کوئی چوبیس ہزار اشعار ہیں اور مہابھارت میں چوراسی ہزار ، یہ دونوں رزمیہ داستانیں دنیا کی تمام بڑی اور قدیم رزمیہ کہانیوں کی طرح نظم میں ہی لکھی گئی تھیں نثری صورت انہیں بعد میں ملتی رہی ۔ رامائین اور مہابھارت کے وسیلے سے میری دلچسپی ہندو دیو مالا میں بڑھی ۔ جب مجھے بچپن میں بتایا گیا کہ رام چندر جی اور کرشن مہاراج ایک عظیم دیوتا وشنو کے اوتار تھے تو بات اس وقت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی اور یہ بعد میں پتہ چلا کہ کسی دیوتا اوتار وہ انسان ہوتا ہے جس کی شخصیت میں خود وہ دیوتا اس دنیا میں جنم لیتا ہے ۔

دھرم سالہ پنجاب کا وہ شہر ہے جہاں سب سے زیادہ سالانہ بارش (۱۱۱۶ انچ) ہوتی ہے یہاں کے قدرتی مناظر کی دلکشی ناقابلِ فراموش ہے ۔ اس شہر اور علاقے کے پس منظر میں ہی اوپندر ناتھ اشک نے اپنا مشہور ناول "ستاروں کے کھیل" لکھا تھا اور میں اس شہر اور یہاں کی فضا کے اثرات کو اپنے ایک افسانے " اِک جہاں سب سے الگ " میں پس منظر کے طور پر پیش کر چکا ہوں ۔ اوپندر ناتھ اشک کے ناول کا دھرم سالہ دوسری جنگِ عظیم سے پہلے کا شہر ہے اور اس کا پس منظر زیادہ تر میکلوڈ گنج اور اس کے آس پاس کا بلند حصہ ہے جب کہ میرے افسانے میں دھرم سالہ کا شہر اور نیچے کی طرف کا وہ علاقہ ہے جہاں اٹلی کے قیدیوں کو رکھا گیا تھا اور اس کا نام یوئیل کیمپ تھا ۔ سردیوں میں جب چاروں طرف برف پڑنے لگتی تو ہمارے ابا جان ہمیں (یعنی بیوی بچوں کو) گورداسپور بھیج دیتے جو میری ننھیال کا شہر تھا ۔ گرمیوں میں واپسی کبھی جلدی ہوتی اور کبھی دیر سے اور کئی بار ایسا ہوا کہ ہم واپس اتنی تاخیر سے آتے کہ سکول میں داخلہ مشکل ہو گیا یا اتنی جلدی آ گئے کہ ہفتوں انتظار کرنا پڑا ۔ ان فارغ دنوں اور ساتھ ہی اسکول کی مصروفیتوں سے ملنے والے فارغ دنوں میں میں سارا سارا دن کوہ شوالک کے جنگلوں میں گھومتا رہتا ۔ میں نے سن رکھا تھا کہ شیو جی پاروتی کے ساتھ جس کیلاش پربت پر رہتے تھے ۔ وہ اسی

وادی شوالک میں کہیں تھا۔ میں بڑی بڑی دشوار گزار وادیوں میں گیا اور پہاڑیوں پر چڑھا اس اُمید پر کہ شوجی اور پاروتی سے ملاقات ہو جائیگی یہ خواہش تو پوری نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی تھی لیکن یہ ضرور ہوا کہ اس آوارہ گردی نے مجھے فطرت کے اتنا قریب کر دیا کہ بارہا میں نے اسکو اپنی ذات کا اور اپنی ذات کو اس کا حصّہ محسوس کیا اور جب بعد میں میں نے ورڈز ورتھ کا مطالعہ کیا اور افلاطون کے نظریات سے شناسائی ہوئی تو میں نے ان دونوں کو آسانی سے سمجھ لیا اور فطرت کے ساتھ اپنی پرانی وابستگی کے معانی بھی مجھ پر کھل گئے جس طرح خواجہ فریدؒ نے مناظرِ فطرت سے ہم آہنگ ہو کر قلب و نظر کی جلا پائی تھی۔

میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا جب مجھے چند ماہ کے لئے ضلع حصار کے شہر بھوانی میں اپنے تایا کے پاس رہنے کا موقع ملا۔ مجھے بھوانی کے گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل کر دیا گیا۔ یہ وہی اسکول تھا جہاں مجھ سے چند برس پہلے مرزا مسرت بیگ (مرحوم) بھی طالب علم رہ چکے تھے۔ میرے تایا حبیب الرحمٰن اور ان کے صاحبزادے محبوب الرحمٰن اعلیٰ ذوق کے مالک تھے اور ان کے گھر میں ایک بہت عمدہ لائبریری تھی۔ گو مجھے یہ واضح طور پر ہدایت کر دی گئی تھی کہ میں لائبریری کی طرف زیادہ توجہ نہ دوں اور اپنے نصاب سے تعلق رکھوں لیکن پابندی سخت نہیں تھی۔ پہلی دلچسپ کتاب جو اتفاقاً میرے ہاتھ لگی وہ طلسم ہوشربا کا ایک حصّہ تھا میں اس کتاب کی اہمیت سے واقف نہیں تھا لیکن اس نے مجھے ایسا مسحور کیا کہ میں نے اسے مکمل طور پر ایک ایک لفظ پڑھ ڈالا۔ مزید براں اس لائبریری سے میں نے فسانۂ آزاد اور داستانِ امیر حمزہ کا مطالعہ کیا۔ میرا تخیل ان دنوں جتنا متحرک تھا پھر کبھی نہیں ہوا۔ ان کتابوں نے میرے دل و دماغ میں رامائن مہابھارت اور ہندو دیومالا کی دوسری کہانیوں کی یاد تازہ کر دی۔ پھر کچھ عرصہ بعد جب میں نے سندباد جہازی اور رستم و سہراب کی کہانیاں اور پھر ٹرائے کے گھوڑے اور ایک آنکھ والے دیو سائی کلوپ کی کہانیوں سے متاثر ہو کر۔ یونانی دیومالا الف لیلہ اور شاہنامہ فردوسی میں دلچسپی لینا شروع کر دی، تو میں جیسے ایک نئی دنیا میں داخل ہو گیا۔ مجھے ان سب داستانوں میں بہت سی باتیں مشترک نظر آتی تھیں اور محسوس کرتا تھا کہ ان کا مطالعہ نہ صرف شعور اور تہذیب کے ارتقاء بلکہ انسانی نفسیات کی تفہیم میں مدد کرتا ہے۔ میرا یہ احساس بعد میں ایک حقیقت کے طور پر مجھ پر منکشف ہوا۔ اور میں یہ بھی ہمیشہ سوچتا رہا کہ آخر پاکستان میں اُردو زبان مختلف زبانوں کے قدیم علم و ادب کے ترجموں سے کیوں محروم ہے جبکہ آج سب پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں کہ جس طرح ہر ملک کا لوک ادب اس ملک کے مزاج کی تفہیم کے لئے بنیاد فراہم کرتا ہے اسی طرح آج کی متمدن زندگی، مذاہب اور علوم کو سمجھتے ہیں، مائیتھالوجی کا مطالعہ انسان اور فطرت کے رشتوں

کے شعور کے ساتھ ساتھ مظاہر فطرت کو سمجھنے اور زندگی کو بامعنی بنانے میں ہماری مدد کرتا ہے، واقعات کو معانی عطا کرکے انسان کو باطن کو روشن کرتا ہے اور زندہ رہنے میں اسکی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس خیال کو تقویت پہنچاتا ہے کہ تمام علوم زندگی اور کائنات کو سمجھنے کا مقصد پورا کرتے ہیں۔ قدیم داستانیں ہمیں بتاتی ہیں کہ عام معنوں میں حقیقی اور درست نہ ہونے کے باوجود وہ زندگی کی اہم صداقتوں کی طرف انسان کی راہ نمائی کرتی رہی ہیں اور ہمیں پتہ چلتا ہے کہ واقع کو محض واقعہ سمجھنا باشعور انسان کے لئے کافی نہیں وہ تو اس واقعہ کی بنیاد یا پس منظر میں کارفرمائی معانی، نظریات اور فلسفے کو اہمیت دیتا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد اجمل:

" انسانی ذہن محض واقعات سے کبھی تشفی حاصل نہیں کرتا۔ اسے معانی اور رموز، اہمیتوں اور لازم کے ایسے احساس کی بھی ضرورت ہوتی ہے جسے ہست کا ادراک ہو۔ ہست اور لازم، بنیادی سطح پہ ایک دوسرے کے ساتھ متعلق ہیں۔ ایک اصل لازم ایسا بھی ہے جو قلب سے ابھرتا ہے کی صرف اسی امر کی ہے کہ ہست کا احساس کریں اور اسکی باطنی تفاصیل سے بہرہ ور ہوں۔ وہ فلسفہ جو قلب کے لازم کو دبا دیتا ہے انسانوں سے باطن بینی کے خزانے چھین لیتا ہے "

(ترجمہ شہزاد احمد)

ڈاکٹر محمد اجمل نے یہ باتیں حصولِ روحانیت میں باطنی آگہی کی شدید ضرورت کے سلسلہ میں کہی ہیں اور میں نے انکا حوالہ اس لئے دیا ہے کہ حصولِ روحانیت اور باطنی آگہی کے ادراک میں اپنے اپنے زمانے میں مائیتھالوجی کی اہمیت دنیا میں ہر جگہ بنیادی اور لازمی رہی ہے اور آج جو صورت ہمارے سامنے ہے وہ مائیتھالوجی کے واقعات پر نہیں بلکہ ان واقعات میں کارفرما احساسات اور خیالات پہ ہے۔ دیومالاؤں کا مطالعہ انسان کے شعور پہ کائنات کے مظاہر میں ایک جہانِ معنی کی تصویر دکھاتا ہے اور انسان ان کے حوالے سے اپنی ذات اور اپنے باطن سے آگاہی حاصل کرنے کے قابل بھی ہو جاتا ہے۔

آج کا انسان اسی طرح مہذّب اور متمدن زندگی گزارنے پر مجبور ہے جس طرح قدیم انسان جنگلوں اور غاروں میں رہنے پر مجبور تھا ہم آج کے انسان کی حیثیت کو اُس وقت تک پوری طرح سمجھ ہی نہیں سکتے جب تک ہم جنگل اور پتھر کے زمانے کے انسان کو نہ سمجھ لیں اور یہ نہ جان لیں کہ انسان تہذیب اور معاشرت کی ہر نئی منزل میں جہاں کائنات کو تسخیر کر رہا تھا، اور اس کی وسعتوں اور معنوی گہرائیوں کو دریافت کر رہا تھا وہاں اپنے باطن کی وسعتوں، گہرائیوں اور اس کے امکانات کا شعور بھی حاصل کر رہا تھا طویل ارتقاء کے بعد جنگل سے نکل کر انسان متمدن دنیا میں داخل ہو چکا ہے اور اب اس کے لئے واپس جنگل میں مستقل طور پر جانا ممکن نہیں رہا لیکن وہ باطنی آگہی کے طفیل یہ جانتا ہے کہ جنگل سے اس کا رشتہ مستقلاً ٹوٹ نہیں سکتا۔ چنانچہ اس کے باطن میں درختوں، پہاڑوں، بارشوں، سیلابوں اور بلاؤں والا جنگل بھی محفوظ ہے اور آرزوؤں، اُمنگوں اور

سپنوں کا جنگل بن آباد ہے۔ وہ اپنے گھروں میں چھوٹے چھوٹے باغیچے اور شہروں میں بڑے بڑے پارک بنا کر جنگل سے رشتے اور مستقل تعلق کے ثبوت فراہم کرتا رہتا ہے۔ گویا اس کے باطن میں انسان کے "کل" سے آگہی موجود ہے اور اس "کل" میں ارتقار کی ہر منزل کے انسان کی تصویر ہی نہیں مکمل کردار اور نفسیات محفوظ ہے اس لئے انسان کے لئے یہ کسی بھی صورت میں ممکن نہیں کہ وہ فراموش کردے کہ آج سے تین ہزار یا دس ہزار برس پہلے اسکی حیثیت کیا تھی وہ ارتقار کی کس منزل میں تھا اور وہ اپنی امنگوں کی تشفی کیوں کر کرتا تھا۔ گزرے ہوئے زمانوں کی تاریخ، تمدن، معاشرت، تہذیب اور ادب و فن کا تحفظ اور انکے مطالعے سے باطن اور خارج کی آگہی کا حصول اور آئندہ اقدام کی منصوبہ بندی اس دنیا میں رہنے کے لئے دنیا کی ایک مستقل اور کبھی تبدیل نہ ہونے والی علمی روایت ہے جس کا ہمیں ابھی تک پورا احساس نہیں ہوا ہے۔ ہمیں ایک علمی حقیقت کے طور پر یہ جان لینا چاہیئے کہ دیوی دیوتاؤں کی کہانیاں دل بہلاوے اور فنون لطیفہ کے طور پر تخلیق نہیں کی گئی تھیں۔ یہ کہانیاں غیر حقیقی ہمارے لئے ضرور ہیں لیکن قدیم انسان کے لئے ان میں حقیقت موجود تھی اور آج ہمارے لئے ان میں نفسیاتی اور کائناتی حقائق کا ذخیرہ تلاش کرنے میں دشواری نہیں ہونا چاہیئے۔ گنگا ہمالیہ کی بیٹی تھی، قدیم انسان کے لئے اس رشتے کے معنی آج سے مختلف صرف اُن داستانوں کے حوالے سے تھے جو گنگا سے منسوب ہوگئے۔ اور اس زمانے میں بہت بامعنی تھیں ورنہ اس بیان میں آج ہم ایک واضح مادی حقیقت دیکھتے ہیں اور گنگا کو ہمالیہ کی بیٹی کہنے میں جو استعاراتی معانی موجود ہیں ہمیں ان کے ادراک میں قطعاً کوئی دشواری پیش نہیں آتی اور ہم ہرگز ہرگز ہمالیہ کو کوئی دیوتا اور گنگا کو دیوتا کی بیٹی، ایک لمحے کے لئے بھی تصور نہیں کرتے اس انداز میں سوچا جائے تو یہ بات بھی واضح ہونے لگتی ہے کہ قدیم انسان پہلے مظاہر فطرت کو اور پھر اپنے ہی ہاتھ سے بت بنا کر ان کو خدا یا دیوتا کیوں کہتا تھا اور اُنکی پرستش کیوں کرتا تھا۔ "علامت"، "تشبیہ"، اور "نشانی" کے حوالوں سے غور کیا جائے تو غیر ترقی یافتہ انسانوں کے وہ تمام رویے واضح ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے ہم انہیں غیر مہذب قرار دیتے ہیں۔ دیومالائیں "علامت" "تشبیہ" اور "نشانی" کے معانی اور انکی اہمیت کو جاننے کا بہترین اور قدیم ترین ذریعہ ہیں۔ اسی لئے دنیا کے کسی بھی ملک میں یہ ممکن نہیں ہوسکا کہ جدید تہذیب، ادب اور فن اور علوم اپنی مائیتھالوجی اور قدیم داستانوں سے مکمل طور پر صرف نظر کرسکے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ جن زبانوں نے زیادہ ترقی کی ہے اور یوں انکے قدیم ادب و تہذیب اور معاشرت کا سرمایہ دوسرے ممالک تک پہنچا ہے اُن میں سے ہر ملک کی مائیتھالوجی کے مطالعے سے ہمیں تمام ملکوں کی قدیم تہذیبوں اور داستانوں میں خوشگوار اور حیرت انگیز مشابہتیں ملتی ہیں۔ اور سب سے اہم بات یہ ملتی ہے کہ ان میں سے

بیشتر میں آغاز کے وقت خدائے واحد کا تصور واضح طور دیکھا جا سکتا تھا۔ بعض جگہوں پر مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ دیوی دیوتاؤں کی حیثیت ان مخفی قوتوں کی سی ہے جنہیں خدائے کائنات میں بعض مخصوص ذمہ داریاں سونپ رکھی ہیں۔ مثال کے طور پہ ملک الموت اور ہیڈیز Hades کے نام پیش کئے جا سکتے ہیں۔ فرشتہ کا تصور، دیوی دیوتاؤں کے بہت بعد میں آتا ہے۔ "فرشتہ" کا لفظ بھی فارسی کے فرستادہ ہی کی ایک شکل ہے۔ اور اسے گویا شعور کے ارتقاء کی ایک ترقی یافتہ دور کی عطا کہا جا سکتا ہے۔ ہمیں جس بات پر زیادہ اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ یہ خدائے واحد اولاد رکھتا ہے اور یوں اسکی وحدانیت ختم ہوجاتی ہے اسکی قوت اسکی اولاد میں تقسیم ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی اس کا عہدِ حکومت بھی انجام کو پہنچ جاتا ہے اور بالآخر وہ مذہب جو آغاز میں ایک خدا رکھتا تھا خداؤں کے ایک خاندان اور سلسلے سے منسلک ہوجاتا ہے۔ ایک دلچسپ بات یہ بھی سامنے آئی ہے کہ کئی ملکوں میں خدائے واحد کی حیثیت ختم ہونے کے بعد تین بڑے دیوتا ظہور میں آتے ہیں جنہیں "تری مورتی" کا نام دیا جاتا ہے۔ رِگ وید کے دور میں اگنی، وایو، اور سوریہ جو آدِتی (خلا) کی اولاد تھے۔ تری مورتی کے طور پر سامنے آئے۔ رِگ وید کے بعد کی تری مورتی برہما، وشنو اور شِوا سے بنتی ہے۔ یونان میں زیوس، پوسائیڈان اور ہیڈیز کی تثلیث ہے اور جدید دور کی تثلیث عیسائیت سے وابستہ Father, Son, Holy Ghost کی تثلیث ہے۔ بعض ملکوں میں تین بڑے دیوتاؤں کی حکومتوں کی حدود میں بھی مشابہت ہے۔ مثلاً ہندو اور یونانی تری مورتی کے دیوتاؤں میں۔ ہندو مائیتھالوجی میں پرجاپتی کا نظریہ خدائے واحد کے نظریہ کی تائید کرتا ہے۔ ایک اُپنشد بری ہادارنیاکا میں شاگرد استاد سے پوچھتا ہے کہ کل کتنے خدا ہیں اور جب جواب ملتا ہے کہ خدا تو صرف ایک ہے تو وہ مزید سوال کرتا ہے کہ وہ اگنی، ہوا، روح، برہما، شِوا، وِشنو کو یا کسی اور خدا کو دھیان کا مرکز بنائے تو جواب ملتا ہے کہ ہر چیز کو دھیان کا مرکز بنایا جا سکتا ہے کیونکہ وہ سب ایک ذاتِ واحد و یکتا ہی کے مظہر ہیں۔ ایک دوسرے اُپنشد تیتریا اُپنشد میں لکھا ہے:

"اُسی کے ڈر سے آگ جلتی ہے۔ اُسی کے ڈر سے سورج چمکتا ہے، اسی کے ڈر سے ہوائیں آندھیاں بادل اور موت اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔" منداکا اُپنشد میں لکھا ہے کہ: چاند اور سورج اس کی آنکھیں ہیں۔ فلک کی چار اطراف اس کے کان ہیں، ہوا اسکی سانس ہے وہ سب کچھ ہے۔"

From 'An Introduction to Ethel Beswick's tales of Hindu gods and heroes'

اتھرو وید میں کیا لکھا ہے اور کیا خوب لکھا ہے کہ:

کچھ نہیں تھا
نہ چمکدار آسمان تھا نہ آسمان کی پھیلی ہوئی لامحدود چادر تھی
کس پردے میں سب کچھ تھا؟ سب کچھ کہاں پنہاں تھا؟
کیا کہیں پانیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں تھا سب کچھ؟
فنا نہیں تھی
لیکن بقا بھی تو نہیں تھی
رات اور دن کی سرحدیں نہیں تھیں۔ کچھ نہیں تھا
بس ایک ذاتِ واحد ۔ صرف ایک ذات
اپنے آپ میں زندہ تھی اور سانس لے رہی تھی
اس ذات کے علاوہ نہ کبھی کچھ تھا نہ اب کچھ ہے
یہی ذاتِ واحد سب کچھ ہے
ہاں۔ اندھیرا تھا اور اس گہرے اندھیرے میں سب کچھ پنہاں تھا۔
ایک سمندر تھا نظر نہ آنے والا
تخمِ زندگی (اندر کی) گرمی سے پھوٹا۔ اور محبت پیدا ہوئی
شاعروں کے دلوں میں اور انکے دماغوں میں اس نے گھر بنالیا
اور یہ شاید اُن چیزوں میں رابطے تلاش کرنے لگے جو تخلیق کر دی گئیں تھیں۔
اور جو تخلیق نہیں کی گئی تھیں۔
یہ شعلہ، تخلیق، یہ شعلہ کہاں سے لپکا؟ یہ شعلہ ہمہ گیر زمین سے نکلا یا آسمان سے آیا؟
(کوئی نہیں جانتا)
پھر بیج بوتے گئے۔ بڑی بڑی طاقتیں پیدا ہوئیں۔
نیچے فطرت تھی اور اُوپر ایک قوت کی مرضی!
کون اس راز سے واقف ہے؟
کون جانتا ہے کہ یہ ہزار رنگ کائنات یہاں سے، وہاں سے یا کہاں سے آئی؟
وہ ذات۔ ذاتِ یکتا ہے جس نے تمام کائنات کو تخلیق کیا
یہ اسکی رضا تھی یا اس کا حکم تھا یا اسکی خاموشی تھی
جس نے کائنات کو تخلیق کیا تھا۔

ہر بات صرف وہی جانتا ہے
وہ جو یکتا ہے۔ جس کا مقام عرشِ عظیم ہے۔
صرف وہی جانتا ہے۔

یا شاید
شاید وہ بھی نہیں جانتا!

یہ اتھرو وید کے میکس ملر کے انگریزی ترجمے کا جو میں نے Ethel Beswick کی کتاب سے لیا آزاد اردو عکس ہے۔ اس ٹکڑے میں سوائے ایک آخری سطر کے کہیں بھی ایسی بات نہیں ہے جو ہمیں بڑے ادیان یعنی موسیٰ، عیسیٰ، ابراہیم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ادیان کی کسی بات سے متصادم دکھائی دے اگر اتھرو وید خدا کی وحدانیت کو اس عمدہ اور دلنشین پیرائے میں ذکر کرتا ہے تو ہمیں کیوں نہیں یہ سوچنا چاہیئے کہ وحدانیت کو کثرت میں تقسیم کرنے والے کون سے محرکات اور اسباب تھے اور انکی کیا کیا توجیہات کسی نہ کسی صورت میں نیم جلوہ گری کے انداز میں دعوتِ فکر دیتی ہیں۔ ہیروں کی کان میں پڑا ہر پتھر ہے لیکن جو ہیرا کہیں مٹی میں، کہیں ریت میں پڑا ہے وہ بھی ہیرا ہے اور انکی قدر و قیمت میں فرق نہیں آتا اس بات سے کہ وہ کہاں پڑا ہے۔ یہی صورت جزوی صداقتوں کی ہوتی ہے اور یہ بات کہ "خدا نے چاہا کہ وہ اپنا نظارہ کرے تو اس نے کائنات کو تخلیق کیا" ہر دور میں اور ہر جگہ کارفرما نظر آتا ہے۔

آریاؤں سے پہلے وادیٔ سندھ کی کیا تہذیب تھی اس پر ابھی مزید بہت سا کام ہونا باقی ہے لیکن جو کچھ وادیٔ سندھ کی قدیم تہذیب کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے اسکی موجودگی میں اس میں شک نہیں ہونا چاہیئے کہ یہاں بہت بڑی تہذیب موجود تھی۔ فردوسی کی بیان کردہ جمشید بادشاہ اور ضحاک بادشاہ کی کہانیوں میں ہندوستان کا ذکر ایک شاندار اور پُراسرار دنیا کے طور پر آتا ہے اس زمانے کا تعیّن عام طور سے نہیں کیا گیا۔ لیکن عین ممکن ہے کہ یہ دور آریاؤں سے پہلے کا ہو۔ شِو جی کا عروج آریاؤں کے ویدک دیوتاؤں کے بعد ہوتا ہے لیکن کئی موقعوں پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شِو یا شِو سے ملتا جلتا کوئی دیوتا آریاؤں سے پہلے بھی ہندوستان میں موجود تھا۔ آریاؤں سے پہلے ہندوستان میں مائیتھالوجی کی کیا شکل تھی یہ بات ابھی واضح نہیں ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ رامائن اور مہا بھارت گو تیسری صدی قبل مسیح اور دوسری صدی بعد مسیح کے آس پاس لکھی گئیں لیکن انکے واقعات آریاؤں کی آمد سے قبل رونما ہو چکے تھے جس کا مطلب یہ ہوا کہ رام چندر جی اور کرشن مہاراج آریہ نہیں تھے اور اس خیال کو

اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ کرشن مہاراج سانولے رنگ کے تھے لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ رام چندر جی اور کرشن مہاراج وشنو کے اوتار تھے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یا تو وشنو ہی نہیں بلکہ برہما وشنو اور شوا کی تری مورتی آریاؤں کی آمد سے پہلے سے موجود تھی یا رام چندر جی اور کرشن مہاراج کا جنم آریاؤں کے آنے کے بعد ہوا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ برہما، وشنو اور شوا آریاؤں کی آمد سے پہلے کے دیوتا ہوں لیکن آریاؤں کے عروج حاصل کرنے کی وجہ سے یہ دیوتا پس منظر میں چلے گئے ہوں اور آریاؤں کے اپنے دیوتا یعنی اگنی، وایو، اندرا اور سوریہ پیش منظر میں آ گئے ہوں اور پھر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے۔ پہلے تو برہما، وشنو اور شِو پیش منظر میں آ گئے اور بعد میں ویدک تری مورتی اور تخلیقی تری مورتی اور ان دونوں سے متعلّق دیوی دیوتاؤں کی کہانیاں آپس میں یوں مل گئیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ کرنا مشکل ہو گیا۔

آریہ ایران میں ہندوستان سے پہلے آباد ہوئے۔ ہندوستان کے آریاؤں کو ایرانی آریاؤں کا عم زاد کہا گیا ہے۔ اس بیان کی صحت میں بہت سے شواہد ملتے ہیں۔ قدیم ایران کے بارے میں معلومات کے دو سرچشمے ہیں زرتشت اور فردوسی۔ زرتشت نے ساتویں صدی قبل مسیح میں اپنی کتاب لکھی اور فردوسی نے دسویں صدی بعد مسیح شاہ نامہ تصنیف کیا۔ اگرچہ خیر و شر کی جنگ دنیا کی ہر مائیتھالوجی کا حصّہ ہے لیکن ایرانی مائیتھالوجی کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ زندگی میں خیر و شر کی ایک لامتناہی جنگ جاری ہے یوں ایرانی مائیتھالوجی میں شروع ہی سے دو قوتیں آمنے سامنے ہیں ایک طرف آہورا مزدا (یزداں) جو لافانی ہے اور لامحدود ہے اور ہر نیکی اور اچھی چیز اور ہر خیر کا خالق ہے اور دوسری طرف اہرمن (یا انگرا مانیو) اور اسکے دیو ہیں جو بدی یا شر کے پاسبان ہیں۔ ایرانی مائیتھالوجی میں شروع ہی سے واضح طور پر دیوتا خیر یا شر کی تجسیم بنے ہیں۔ زرتشت نے لکھا ہے کہ خیر و شر کی جنگ دنیا میں جاری رہے گی یہاں تک کہ ایک نجات دہندہ شاہانہ وقار کے ساتھ آئیگا اور بدی کو شر کو ختم کر دیگا۔ ایران میں اسلام ساتویں صدی بعد مسیح میں آیا۔ ایران میں اسلام کے پھیلنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ خود زرتشت کی تحریر میں اسلامی نظریات کی تائید شامل تھی۔ اسلام میں ابلیس بھی خدا ہی کی تخلیق ہے لیکن وہ ایک طرف خدا کے سامنے اور اس کے نیک بندوں کے بالمقابل صف آرا ہے۔ تعجب کی بات نہیں اگر ہمارے ادب میں یزداں اور اہرمن کے نام اور انکے علامتی حوالے بے تکلفی سے آتے ہیں۔ ان حوالوں کا استعمال یوں ہوا ہے کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ انکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ کہ ایران اور ہندوستان کے آریہ ایک دوسرے کے

عم زاد تھے۔ ان بہت سے قدیم ناموں سے بھی ظاہر ہے جو دونوں ملکوں میں مشترکہ نظر آتے ہیں یا ایسا نظر آتا ہے کہ وہ ایک دوسرے جیسے ہیں انگرا مائینو، آہورامزدا، دروج، آمیشا سپنتا، ورشتا، مترا، وارا، یی ما، ویواگھت ایسے نام ہیں جو ہندی آریائی ناموں سے ملتے ہیں۔ یاما اور یامی ہندو مائیتھالوجی میں بہن بھائی ہیں اور آدم اور حوا کی طرح پہلا مرد اور پہلی عورت ہیں ——— اُدھر زرتشت نے لکھا ہے کہ (یزداں) آہورامزدا کے بیان کے مطابق پہلا انسان یی ما تھا جو ایک گڈریا تھا۔

ایرانی دیوتا مترا کے نام کا ایک دیوتا ہندی مائیتھالوجی میں بھی موجود ہے۔ آگ کی اہورا مزدا کے نزدیک بڑی اہمیت تھی اور ہندی آریاؤں کا اہم ترین دیوتا بھی اگنی دیوتا تھا۔ کچھ مشابہتیں یونانی دیومالا کے ساتھ بھی ہیں۔ ایک تو تری مورتی کا نظریہ ہے۔ ایک دائیوس پاترا اور Zeus Pater کی مماثلت کہ دونوں آسمانوں کے دیوتا تھے۔ نام بالکل ایک ہیں پاتریا Pater کے معنی باپ یعنی Father کے ہیں Zeus Pater یا دائیوس پاتر، جائیوس پاتریا جوپی ٹر Jupiter بہت آسانی سے بن جاتا ہے۔ اگنی Agni دیوتا آگ کا دیوتا ہے اور رومن لفظ Ignis ہمیں رومن مائیتھالوجی میں اپنی آریائی اثرات کی یاد دلاتا ہے جو ہندوستان بھی پہنچے اور آگ جو اہورا مزدا کے لئے ایران میں مقدّس تھی، ہندوستان میں اگر عظیم دیوتا کے روپ میں ظاہر ہوئی۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آگ کی عظمت کا احساس آریاؤں میں ایران اور ہندوستان میں آباد ہونے سے پہلے سے موجود تھا۔ ان مشابہتوں کے باوجود ہندوستان کی مائیتھالوجی اگر ایرانی مائیتھالوجی سے بہت مختلف ہے تو میرا خیال ہے کہ اسکی وجہ یقیناً وادیٔ سندھ اور وادیٔ گنگا اور جمنا کی آریاؤں کی آمد سے پہلے کی تہذیبیں ہو سکتی ہیں۔ جیسا کہ نام ہی سے واضح ہے فردوسی کا شاہنامہ ایران کے قدیم بادشاہوں کی داستانیں پیش کرتا ہے۔ اور آغازِ داستان ایران کے پہلے بادشاہ سے کرتا ہے جو آتش پرستی کے مذہب کے آغاز سے بھی بہت پہلے کی بات ہے۔ کیونکہ فردوسی کے مطابق آگ کی دریافت دوسرے بادشاہ ہوشنگ سے وابستہ ہے۔ فردوسی جمشید، ضحاک، فریدوں، سام اور زال سے ہوتا ہوا رستم تک پہنچتا ہے۔ رستم میں انسانوں اور دیوتاؤں کی خوبیاں یکجا کر دی گئی ہیں۔ وہ تین سال کی عمر میں گھوڑ سواری کرتا تھا اور آٹھ برس کی عمر میں پورے جوان آدمی کی قوت حاصل کر گیا تھا۔ ایرانی مائیتھالوجی میں خدائے واحد کا تصوّر صاف طور سے تو نہیں ہے لیکن اگر اہرمن کو الگ حیثیت دیدی جائے جیسے ابلیس کو حاصل ہے تو وہاں یزداں خدائے واحد کی صورت میں نظر آنے لگتا ہے اور خیر و شر کا فلسفہ عین اسلامی فلسفے کے مطابق لگتا ہے ایک

اور بات جو ایران میں اسلام کے جلد پھیلنے کا سبب بنی ہوگی یہ دلچسپ حقیقت ہے کہ یزداں نے بہت سی مخلوق اور طاقتور دیوتا تخلیق کئے لیکن وہ خود صاحبِ اولاد نہیں تھا۔ وہ نہ کسی سے پیدا ہوا تھا اور نہ کوئی اس کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جیسا میں ایک بار پہلے بھی کہہ چکا ہوں "یزداں" ہمارے ہاں آج بھی خدا کے لئے ہے اور بے تکلفی سے استعمال ہوتا ہے۔ میں نے اُپنشدوں اور زرتشت کی تحریروں اور یونانی دیومالا میں خدائے واحد کے تصوّر کو تلاش کرنے کی جو کوشش کی ہے میں اس سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ ڈاکٹر مہر عبد الحق نے اپنی کتاب کے ابتدائیہ کے آخر سے دوسرے پیرے میں لکھا ہے :

> "اس کتاب میں ہندو مائیتھالوجی کو بلا تنقید و تبصرہ غیر جانبدارانہ انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔"

اس "ابتدائیہ" کے وسط سے ذرا آگے جاکر مہر عبد الحق ایک جگہ لکھتے ہیں :

> "اگرچہ ورونا کے بارے میں دھندلا سا یہ تصوّر موجود ہے کہ وہ خالقِ کائنات ہے اور کبھی کبھی اندرا کو بھی یہ فریضہ سرانجام دیتے ہوئے ظاہر کیا گیا ہے تاہم رگ وید کے پورے متن میں کہیں خالق دیوتا کا کوئی واضح تصور نہیں دیا گیا۔ رگ وید کے زمانے کے خاتمے پر البتہ یہ تصوّر کسی حد تک پیدا ہو چکا تھا کہ کوئی ایک خدا ایسا بھی ہونا چاہیئے جو پوری کائنات کا خالق ہو۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تصوّر براہمنوں کی اپنی سوچ کا نتیجہ تھا یا غیر آریہ مذاہب سے مستعار لیا گیا ہے۔ بہرحال اس خدا کو پرجاپتی کہا گیا جو بعد میں "برہما" سے بدل گیا اور تصوّر یہ قائم کیا گیا کہ پرجاپتی دراصل پہلا انسان (پرش) تھا جو کائنات وغیرہ سے بھی پہلے موجود تھا۔"

مہر عبد الحق نے گو کہ کتاب کے مختلف حصّوں میں تنقید و تبصرہ سے احتراز کیا ہے لیکن ابتدائیہ میں انہوں نے مائیتھالوجی کی اہمیت اور معنویت بیان کرتے ہوئے بڑے عالمانہ پیرائے میں اظہارِ خیال کیا ہے اور اُنکی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ اس تالیف کا محرک صداقت کی تلاش کا وہ جذبہ ہے جو ہر باشعور انسان کے باطن میں چراغ کی طرح ہمیشہ روشن رہتا ہے۔ انہوں نے دوسرے ملکوں اور زبانوں کی مائیتھالوجی کے حوالے نہیں دیئے لیکن ان کے نام لیکر انکی اہمیت کی طرف اشارے ضرور کئے ہیں۔ آریائی تہذیبوں یعنی یونانی اور ایرانی مائیتھالوجی کا ذکر لازمی حوالوں کے طور پر اس لئے آیا ہے کہ اُن کا کچھ نہ کچھ تعلق ہندوستان کی قدیم آریائی تہذیب سے بنتا اور ملتا ہے جو تہذیبیں آریائی تہذیب سے دور بھی تھیں اور مختلف بھی ان کا ذکر انہوں نے نہیں کیا یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ آریائی اثرات والی مائیتھالوجی میں دیوی دیوتاؤں کا شجرہ نسب اور اختیارات سمیری اور دوسری مائیتھالوجیوں سے خاصے مختلف نظر آتے ہیں ۔ مثلاً مصر کی مائیتھالوجی

میں 'Neb-er-tcher' لامحدود عقل کا مالک ہے جس نے خود اپنا نام لے کر اپنے لئے جگہ بنائی اور سورج دیوتا کی شکل میں اپنے سائے سے مجامعت کی اور یوں کائنات کی تخلیق کا عمل شروع ہوا اسے اخناتون کے واحدانیت کے نظریہ سے ملا لیا جائے تو یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ قدیم مصر میں خدا کی وحدانیت کا نظریہ ایک حد تک موجود تھا لیکن دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ مصریوں کے ذہنوں پر مابعدالموت کا خوف سوار تھا اور انکی بیشتر قدیم تہذیب اور ترقی اسی خوف کی مرہونِ منت تھی۔ مصر ان ممالک میں سے ہے جنہیں ایک بڑے دریا کی رفاقت یوں نصیب ہے جیسے سر پر خدا کا سایہ۔ زرخیزی اور شادابی اور سیاسی و جغرافیائی تحفظ زندگی سے تو آدمی کو بے فکر کردیتا ہے لیکن موت کے بعد کا خوف اس پر طاری ہوجاتا ہے۔ بابلی مائیتھالوجی اپنی اصل میں سمیری ہے لیکن وہ مصری تہذیب سے بھی مختلف ہیں اور آریائی، ایرانی اور ہندی تہذیبوں سے بھی۔ سُمیر کے علاقے میں اگرچہ دو دریا دجلہ اور فرات بہتے تھے لیکن وہاں کے لوگوں کو کبھی تحفظ کا وہ احساس حاصل نہیں ہو سکا تھا جو مصر کو حاصل تھا مصر کی سرحدیں عام طور سے خاصی محفوظ رہیں۔ گو کر تومس کو دنیا کے اولین فاتحین میں شمار کیا گیا ہے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ فارسی سلطنت اور مسلم سلطنت عثمانیہ اور رومن ایمپائر یا کامن ویلتھ کی طرح مصریوں نے ملک سے باہر جاکر ہوس ملک گیری کا ایسا مظاہرہ نہیں کیا کہ مصریوں کو دنیا کا مالک بنا دیا جائے۔ سمیری علاقوں میں صورتحال بالکل مختلف تھی۔ یہاں لاتعداد لڑائی جھگڑے ہوتے۔ فاتحین پر دوسرے فاتحین آتے رہے۔ اس علاقے کو مدت تک کوئی فطری سرحد نصیب نہیں ہوئی اس لئے کسی طرف سے بھی تحفظ کا احساس یہاں نہیں تھا۔ مصری عام طور سے صلح پسند رہے اس لئے طویل مدت تک کنزرویٹو نظر آتے ہیں۔ بابلیوں کے ہاں خانہ بدوشوں کی طرح اندیشوں اور پریشانیوں کا غلبہ رہتا ہے۔ مسلسل بدلتی ہوتی سیاسی صورتحال نے یہاں انسان کو اطمینان کے ساتھ فکر کرنے کا موقع بہت کم دیا اس لئے یہاں کی مائیتھالوجی میں خدائے واحد کا تصوّر تلاش کرنے میں بھی دشواری پیش آتی ہے۔

چین کی مائیتھالوجی میں Taoism میں خدائے واحد کا تصوّر ملتا ہے Tao کے معنی کائنات کی روح کے ہیں۔ Tao نے مثبت اور منفی کو پیدا کیا یعنی ین Yin اور Yong یانگ کو پیدا کیا یا نر اور مادہ کو پیدا کیا اور یوں زندگی بڑھی یوں کائنات عظیم Tao یعنی کائنات کی روح کی تخلیق ہے۔ یہ نظریہ بڑی حد تک الہامی مذاہب کے نظریۂ تخلیق کائنات کے قریب ہے۔

Taoism کے خالق لاؤزے Lao-Tze کے بارے میں کہا گیا ہے کہ کوئی چھ سو برس قبل مسیح پیدا ہوا تھا لیکن وہ پیدا ہی سفید بالوں والا دانا بوڑھا ہوا تھا کیونکہ وہ ستر برس تک رحم مادر زندہ رہا

تھا۔ یہ کہانی دراصل اسکی دانائی کی توثیق کرتی ہے اور اس بنیاد پر یہ یقین بھی قائم کیا گیا کہ اس نے جو کچھ کیا وہ دانائی سے پُر اور درست تھا لیکن یہاں ایک بات بیشتر آریائی اور سمیری تہذیبوں سے الگ نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ آغاز ہی سے مائیتھالوجی کی بنیاد، شعور اور دانائی پر رکھی گئی۔ جاپان میں بھی خدائے واحد کا تصوّر موجود تھا۔ جاپان کی مائیتھالوجی دو مقدس کتابوں Kojiki کوجی کی اور Nihongi نی ہونگی میں محفوظ ہے۔ دیوتاؤں کا ذکر Kojiki کوجی کی میں ہے۔ اس کے مطابق آغازِ کائنات روشنی اور تاریکی کی قوتوں میں آویزش سے ہوا۔ جاپان میں سورج ایک دیوتا نہیں بلکہ دیوی ہے اور اسکا بھائی طوفانِ بادوباراں ہے۔ سورج روشنی ہے اور طوفان باراں اسکی روشنی کو ڈھانپ کر تاریکی لاتا ہے۔ سورج زندگی کا نشان بنتا ہے۔ پھر سورج کی گرمی سے جاپان کے جزیرے پیدا ہوتے ہیں جو دنیا کا مرکز ہے یہاں ایران کی طرح خیروشر کی قوتوں کے وجود کو محسوس کیا جاتا ہے اور اگر شر کو ابلیس کی طرح، اور اہرمن کی طرح جگہ دی جائے تو یہ نظریہ بھی بڑے مذاہب کے نظریئے کے قریب ہوجاتا ہے۔

میں نے صرف چند بڑی اور زیادہ جانی پہچانی تہذیبوں اور اُنکی اساطیر کا حوالہ دیکر یہ بتانا چاہا ہے کہ آج کا انسان تقریباً ہر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملک میں اساطیرالاصنام کو استعاراتی اور علامتی اور فلسفیانہ مفاہیم کی وجہ سے اہمیت دیتا ہے نہ کہ اساطیر کے واقعات کی ظاہر صُورت کی وجہ سے مزید براں یہ کہ دنیا میں ہر جگہ آغاز میں کسی نہ کسی شکل میں خدائے واحد کا تصوّر موجود تھا اور اکثر جگہوں پر آج بھی ہے اور ہمارے لئے اس موضوع پر آمادۂ پیکار رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ جب انسان کی تاریخ کی ابتداہی مائیتھالوجی سے ہوتی ہے تو اسے نظرانداز کرنا ممکن نہیں کہ یوں ہم انسان کے اجتماعی فکری نظام کی بنیاد سے محروم ہوجاتے ہیں اپنے ملک کی ہی نہیں بلکہ دوسرے ممالک کی مائیتھالوجی کا مطالعہ تاریخ وتہذیب کے اور علم کے ارتقا سے شناسائی حاصل کرنے اور انسان کو بحیثیت مجموعی سمجھنے میں مدد دیتا ہے اور اس ضمن میں اپنے ملک کی مائیتھالوجی کا مطالعہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔

اُردو زبان جیسا کہ میں نے کہا دنیا کے علمی سرمائے سے محروم ہے ہمیں قدیم اور جدید، اپنے اور دوسروں کے تمام علوم کو انسان کا مشترکہ سرمایہ قرار دیکر انکا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے پاکستان میں ابھی تک ہندو مائیتھالوجی پہ یا یوں کہیئے کہ پاکستان کی اپنی قدیم اساطیری تہذیب پر کوئی مکمل کتاب، تالیف یا تصنیف، شائع نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق کی کتاب "ہندو مائیتھالوجی ہمارے ہاں منظرِ عام پر آنے والی اس ضمن میں پہلی کتاب ہے اور اسکی اہمیت کا اندازہ اس گفتگو سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے جو میں ان صفحات میں کر چکا ہوں۔ یہ کتاب ہر لحاظ سے مکمل نہیں ہے۔ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

کر الیا کرنے کیلئے کم سے کم دو ہزار ۲۰۰۰ صفحات درکار ہوتے۔ تاہم اس حقیقت سے اِنکار ممکن نہیں کہ ڈاکٹر مہر عبدالحق صاحب نے اس کتاب میں مناسب جامعیت اور اختصار کے ساتھ ہندو دیومالا کو یکجا کر دیا ہے۔

دیومالائیں یا انکی کہانیاں محض تفریح طبع، فنی حظ یا جذبات کی تطہیر کیلئے تخلیق نہیں ہوتی تھیں اور مقصود بالذات نہیں تھیں۔ ہمارے ہاں چونکہ "حظ" اور "تفہیم" میں فرق نہیں کیا جاتا رہا اور اکثر یہی سمجھا جاتا رہا ہے کہ "حظ" ہمیشہ فن کی "تفہیم" کا نتیجہ ہوتا ہے اس لئے عام طور سے "حظ" کو اہمیت حاصل ہو گئی اور "تفہیم" غیر ضروری قرار پائی۔ یہ درست ہے کہ "حظ" "تفہیم" کا ثمر ہوتا ہے لیکن زیادہ لوگ فن سے "تفہیم" کے بغیر ہی "حظ" حاصل کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں "حظ" کے لئے تفہیم ضروری نہیں گو یہ تفہیم کا لازمی ثمر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ دیومالاؤں میں جلوہ گر فلسفے کو سمجھنے کیلئے ہمیں عام سطح کے قاری یا سامع سے، جو تفہیم کی ضرورت سے بے خبر ہے، بلند ہونا پڑتا ہے تاکہ ہم جان سکیں کہ دیومالا کی ہر کہانی کس طرح تخلیقِ کائنات، کائنات اور انسان کے رشتے اور انسانی اخلاقیات کے مخصوص فلسفے کی مظہر قرار پاتی ہے بجا کہ یہ فلسفہ محدود ہے اور نامکمل ہے لیکن ہمارا آج کا فلسفہ بھی نامکمل ہے کہ کُن فیکوُن کا عمل تو ابد تک جاری رہنے والا ہے۔ تاہم یہ محدود فلسفہ انسانی شعور اور معاشرت کے اِرتقار کی بُنیاد ہے اور اُسکی تفہیم آج کے ترقی یافتہ انسانی شعور اور علم کی تفہیم کیلئے لازمی ہے۔ اس حوالے سے ہندو دیومالا کی معنویت اور اہمیت کو ڈاکٹر صاحب نے کتاب کے آخری باب "ہندو فلسفہ اور اخلاقیات" میں تفصیل کیساتھ واضح کر دیا ہے۔ اس باب میں بھی ڈاکٹر صاحب نے اختلافی مسائل سے گریز کیا ہے لیکن وہ تمام حوالے جو اس ضمن میں ضروری ہو سکتے ہیں اس باب میں موجود ہیں۔ یہ باب کتاب کا مشکل ترین حصہ بھی ہے کیونکہ اسکی تفہیم کیلئے ہندو دیومالا اور قدیم ہندو فلسفے کے منابع یعنی وید، اُپنشد، پُران، مہابھارت اور رامائن کا مطالعہ لازمی ہے۔ اس باب کے بغیر بھی یہ کتاب ہمارے لئے ایک اہم دستاویز ہوتی لیکن اس آخری باب نے کتاب کی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔ یہ کتاب پاکستان میں ہندو مائیتھالوجی کے بارے میں اُردو زبان میں شائع ہونے والی پہلی اور بہت اہم کتاب ہے جو ہندو مائیتھالوجی قدیم ہندو مذہب، معاشرت، فلسفہ، تاریخ اور تہذیب کے لئے بنیادی حوالوں کی کتاب کے طور پر ایک بہت بلند مقام کی حامل ہے۔

ملتان - ۱۵ر اکتوبر ۱۹۸۰ء

* * *

مَرا بر صُورتِ خود آفریدی
برون از خویشتن آخر چه دیدی

مُقدّمہ

ہندو دیو مالا :

قدیم ترین انسان نے دنیا اور مافیہا کو، اپنی تفہیم کی سطح کے مُطابق، جس انداز سے معانی پہنانے کی کوشش کی ہے اس کے واضح نشانات ہمیں اُن اَساطیر الاوّلین میں ملتے ہیں جن میں مختلف قبائل نے اپنے آباء و اجداد یا ہیروز یا فوق البشر ہستیوں کے مفروضہ یا نیم حقیقی کارناموں کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔ یہ کارنامے، اچھے یا بُرے، اعلیٰ یا ادنیٰ، کردار و عمل کے ایسے اَنمٹ نقوش ہیں جو ہزاروں سالوں سے سینہ بہ سینہ اور نسلاً بعد نسلٍ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں۔ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ روایتی کہانیاں حقیقی تھیں یا ان میں حقیقت کم اور تخیّل کا آمیزہ زیادہ تھا، یا یہ بالکل فرضی اور مُبالغہ آرائی کی پیداوار تھیں، کیونکہ بعض ٹھوس تاریخی واقعات کو بھی عقیدتمندی کے غلوُ نے اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے کہ وہ تاریخ کی حدود سے نِکل کر افسانوی ادب کا حصّہ بن گئے ہیں۔ اِن روایتی کہانیوں کو اصطلاح میں "دیو مالا" یا "مِتھ" کہا جاتا ہے اور وہ عِلم جو اِن کہانیوں کا خصوصی مُطالعہ کرتا ہے "مائیتھالوجی" کہلاتا ہے ــــــــ

ہر قدیم چیز کے ساتھ کچھ نامعلوم قسم کا خوف، پُراسراریت، تقدّس، عقیدتمندی اور تحیّر کے عناصر لازماً شامل ہو جایا کرتے ہیں۔ اس لئے ان دیو مالائی کہانیوں سے اُس قوم کا ادب بہت زیادہ اثر قبول کرتا ہے جس کے کلچر، مذہبی رسوم اور تہذیبی عوامل میں ان کہانیوں کے ہیروز اور اُنکے اعمال و کردار قابلِ تقلید نمونہ سمجھے جاتے ہیں، یا جس کے جذبات اور احساسات میں یہ فخر و تعلّی کی حد تک دخیل رہتے ہیں۔ یونانی اور لاطینی مائیتھالوجی نے یورپ کے مَرد و زن کے شعور کو اس حد تک متاثر کیا ہے کہ اِن کا آرٹ اور لِٹریچر بلکہ اندازِ فکر بھی اس کی گرفت سے آزاد نہیں ہوسکا۔ فردوسی نے شاہنامہ لکھ کر ایرانی دیو مالا کو محفوظ کرلیا اور اپنے

کلچر کے رشتے ادب کے ساتھ جوڑ دیئے۔ عربوں کی قبل از اسلام اصنام پرستی عہدِ جاہلیت کی شعر و شاعری کا جزو لاینفک اور طرۂ امتیاز ہے۔ اسی طرح چین، جاپان، روس مصر، شام، عراق، غرض ہر علاقے کے دیومالائی قصوں نے متعلقہ اقوام کے انفرادی اور اجتماعی کردار کو، جنگ اور امن دونوں مواقع پر متأثر کیا ہے۔ تاہم ہندوؤں کا دیومالائی ادب اسلئے منفرد اور اہم ہے کہ ایک تو یہ تقریباً تین ہزار سال سے مذہبی تقدّس کے لبادے میں ملبوس اور ملفوف ہو کر آرہا ہے، دوسرے یہ ہندوؤں کے عقائد، فلسفے، مذہب، طرزِ زندگی، اندازِ فکر، کلچر، تمدّن، اخلاقیات، قومی سیرت و کردار اور معاشی و سیاسی زندگی کے ہر پہلو کا واحد منبع اور مآخذ ہے۔

تاریخی اعتبار سے ہندو مائیتھالوجی کا تعلّق ویدوں اور پرانوں سے ہے جو ۱۵۰۰ق۔م اور ۵۰۰ ق م کے دوران لکھے گئے ہیں، اگرچہ انکی تصنیف کئی صدیاں پہلے کی بتائی جاتی ہے۔ بھارت کے مشہور سیاسی لیڈر بل گنگا دھر تلک (۱۹۲۰ء ——— ۱۸۵۶ء) نے ۱۹۰۳ء میں ایک کتاب " دی آرکٹک ہوم اِن دی ویداز " شائع کی تھی جس میں یہ نظریہ پیش کیا گیا تھا کہ شمالی برِّصغیر ہند و پاکستان کے کوہستانی علاقوں میں بسنے والے لوگ (جنھیں وہ آریا کہتا ہے) قطب شمالی کے برفانی علاقوں سے نقل مکانی کر کے آئے تھے۔ اُس نے اپنے دلائل کی بُنیاد ویدوں کی اُن روایات پر رکھی ہے جن میں دس بارہ ہزار سال پہلے کے اَدوارِ بُرودت و انجماد کا ذکر ہے۔ تلک نے ویدوں کی روایات کو علم الارض، علم النجوم، اور موسمیات کے اصولوں سے تطبیق دینے کی کوشش کی تھی۔ تاہم رُوس کے ایک ماہرِ ارضیات و آثار، جی۔ ایم بونگارڈ لیوِن نے تلک کے مذکورہ نظریئے کا سائنسی اور لسانی پہلو سے بھرپور جائزہ لیکر یہ ثابت کیا ہے کہ ویدوں کی مذہبی، دیومالائی اور نیم جغرافیائی باتیں، ویدوں کی تصنیف سے بہت پہلے، دوسری اقوام میں بھی مشہور تھیں، خاص طور پر اُن لوگوں میں تو عام تھیں جو آریاؤں کے ساتھ بلکہ ایک مُشترکہ علاقے سائیتھیا میں رہتے تھے۔ سائیتھیا میں مختلف اقوام کے مل جل کر رہنے کا ثبوت اِس طور سے ملتا ہے کہ ویدوں کے اشلوک، پُران، مہابھارت اور رامائن کی رزمیہ نظموں اور ہندوؤں کی دوسری قدیمی مذہبی کتابوں میں جو علاقائی زبانیں استعمال ہوئی ہیں انھی کی بنیاد پر برِّصغیر ہند و پاکستان

بنگلہ دیش اور سری لنکا کی زبانیں مثلاً ہندی، اُردو، بنگالی، سنہالی، مراٹھی، گجراتی، سندھی اور سرائیکی وغیرہ ترقی کر کے موجودہ صورت میں آئی ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے لسانی خاندانوں میں سے ایک خاندان ہند یوروپی زبانوں کا بھی ہے جس میں سلوانک، جرمانک، رومانس، کیلٹک، لتھوانیئن اور بہت سی دوسری زندہ اور مُردہ زبانیں شامل ہیں۔ ان زبانوں میں اشتراکات آج بھی موجود ہیں، تاہم چند صدیاں پہلے یہ اشتراکات وسیع تر تھے۔ اس سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ ہند یوروپی زبانیں بولتے ہیں وہ قدیم زمانے میں ایک ہی قبیلے یا گروہ سے تعلّق رکھتے تھے۔ اور ایک ہی زبان بولتے تھے، یا ان کا رہن سہن بہت ہی قریبی تھا جس کی وجہ سے ان زبانوں میں مشترکہ الفاظ کی کثرت اور لسانی ہم آہنگی پیدا ہوگئی تھیں۔ برِصغیر ہند و پاکستان کے شمالی پہاڑوں کی سمت بڑھنے والے قبائل کا تعلّق لسانی اور ثقافتی اعتبار سے ایرانی گروہ کے ساتھ زیادہ تھا۔ انھوں نے ایران میں قیام کے دوران اپنا نام آریا رکھ لیا تھا۔ اور ایرانی تہذیب و عقائد کے بہت سے عناصر کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ طلوعِ تاریخ کے وقت یہ دونوں قبائل یعنی آریائی اور ایرانی ایک ہی دیوتاؤں کی پُوجا کرتے تھے، نیز اپنے سورماؤں کے ایک ہی قسم کے دیومالائی قصے بیان کرتے تھے، ایک ہی طرح کے بھجن گاتے تھے اور مذہبی رسومات یا جشن آرائی کے دوران سوما بُوٹی سے نشہ آور مشروب تیار کر کے پیتے تھے۔ انکے جنگی اور تفریحی مشاغل بھی ایک جیسے تھے اور اُنکا معاشرتی ڈھانچہ بھی ایک جیسا تھا۔ دونوں نے کائنات کو تین حصّوں میں تقسیم کر رکھا تھا، یعنی ۱۔ زمین۔ ۲۔ آسمان۔ ۳۔ ان دونوں کے درمیان ہوائی کُرّہ۔ ان تینوں سے متعلّق ان کے دیومالائی تصوّرات بھی ایک ہی تھے۔ لسانی اعتبار سے ہندوؤں کے وید اور ایرانیوں کی اَوستا بھی ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔

رِگ وید کی سنسکرت اور لاطینی و یُونانی زبانوں کے اشتراکات کی نشاندہی سب سے پہلے فرانسیسی مشنری 'کوئے اروادکس' (۱۷۶۷ء) اور سر ولیم جونز (۱۷۸۶ء) نے کی۔ یورپ کے مُستشرقین نے انکی تحقیقات کو آگے بڑھایا اور لسانی اصول و قواعد کے اشتراک کی بناء پر یہ ثابت کیا کہ ان تینوں زبانوں کے بولنے والے ہزاروں سال پہلے کسی

ایک ہی نسلی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ آج ہم یونانی اور لاطینی دیو مالا، ایرانی دیو مالا اور ہندو دیو مالا کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں، تو بہت سے افکار، تصوّرات اور واقعات کے علاوہ بعض دیوتاؤں کے نام تک ایک جیسے پاتے ہیں۔ اس سے اس نظریئے کو مزید تقویت ملتی ہے کہ یہ تمام لوگ عرصۂ دراز تک وسط ایشیا میں اکٹھے رہے ہیں اور پھر مختلف حالات کے تحت یہیں سے مختلف سمتوں کی طرف روانہ ہو کر یہ جنوب مشرقی ایشیا کے آخری سرے تک پھیل گئے ہیں ——

آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے بڑی جانفشانی اور کُنج کاوی کے بعد جو انکشافات کیے ہیں وہ قبائلی نقلِ مکانی کا ایک اور رُخ بھی پیش کرتے ہیں۔ بحیرۂ اسود کے نواح سے جو لوگ جنوب کی طرف مصر اور بابل وغیرہ کے ملحقہ علاقوں میں پہنچے انہیں غیر سامی النّسل قرار دیکر سُمیرین کا لقب دیدیا گیا۔ انگریزی زبان میں اس لفظ کے معنی غیر سامی النّسل لوگ ہیں۔ یہ لوگ بحیرۂ اسود کے علاقہ سائیتھیا سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے، اس لئے انھیں سائیتھین بھی کہا گیا ہے۔ سائیتھ کا لفظ عربی زبان میں زط اور سندھی اور سرائیکی میں جت اور جٹ ہو گیا سا کیہ بھی یہی لوگ ہیں اور جرمنی کا لفظ جیتی یا گیتی بھی اسی قوم کی طرف اشارہ کرتا ہے سُمیریالوجی کے ماہرین نے علم الآثار کے ناقابلِ تردید شواہد پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ جس زمانے میں "آریہ" خانہ بدوش بن کر قبائلی زندگی گزار رہے تھے اور گھاس پھونس کی اِکّا دکّا الگ الگ جھونپڑیاں بنا کر رہتے تھے اس وقت سُمیرین بڑے بڑے شہروں کی بنیاد ڈال چکے تھے۔ انھوں نے دُنیا کو متمدن زندگی سے روشناس کرایا، بحری تجارت کو فروغ دیا، شاہراہیں دریافت کیں، اینٹیں پختہ کرنے کا فن ایجاد کیا، اپنی یادداشتوں کو تختیوں پر لکھ کر محفوظ کیا اور علم و ادب کو ترقی دی۔ جیسا کہ اُوپر بیان ہوا ہے۔ ایریَن اور سُمیریَن اور بہت سے دوسرے قبائل جو بعد میں یونانی، اِطالوی یا جنوبی ایران کے باشندے کہلائے اور مختلف سمتوں میں منتشر ہو گئے ابتدا میں اکٹھے رہتے تھے، لیکن وطن کا اشتراک، زبان و ثقافت کی ہم آہنگی، دیومالائی قصّے کہانیوں کی یکسانی اور رسوم و رواجات کے مشترکہ عناصر بھی ان "آریائی۔ ایرانی" اور "سیتھین۔ سندھی" قبائل کو زیادہ دیر تک یکجا نہ رکھ سکے۔ ایریَن اور سُمیریَن یعنی آریاؤں اور سیتھین یا سُمیریَن

میں جو اختلافات پیدا ہو گئے تھے وہ قربانی اور اسکی تقسیم کے طور طریقوں سے متعلّق تھے ۔ دونوں کے مذہبی پیشواؤں نے ان اختلافات کو اتنا شدید بنا دیا تھا کہ بالآخر ان گروہوں کو ایک دوسرے سے جُدا ہونا پڑا ۔ پھر اس جدائی اور دونوں کے علیحدہ علیحدہ سمتوں کو روانہ ہو پڑنے کے کئی صدیوں بعد بھی جب آریا برّصغیر کے شمالی پہاڑوں پر پھیل گئے اور انکے حریف سیتھئین دریائے سندھ کے دائیں بائیں کنارے پر شہر بسا کر آباد ہو گئے تو بھی ان کے مذہبی اختلافات بدستور قائم رہے ۔ آریاؤں کا مذہبی پیشوا وِشوامترا اپنے "قُربانی کے عقائد" میں سخت تھا تو ان عقائد کو رَد کر دینے والا موہنجو داڑو کا "پجاری ۔ بادشاہ" اور بھی زیادہ سخت تھا ۔ ویدوں میں اُسے اس کے پیرو کاروں بلکہ وادیٔ سندھ کے میدانی علاقے کے تمام باشندوں کو سخت بُرے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے ۔ عقائد و عمل کی یہ جنگ صدیوں تک جاری رہی اور مسلّح تصادمات کی صورت بھی اختیار کرتی رہی ۔ کوروؤں اور پانڈوؤں کی مشہور لڑائی میں سندھ کے راجاؤں کی شمولیت اس حقیقت پر شاہد ہے ۔

ان تمام واقعات میں ، جن کا مختصر سا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے ۔ تاریخی کم اور معاشرتی ثقافتی ، مذہبی اور نفسیاتی عوامل کی کارفرمائی زیادہ واضح طور پر نمایاں ہے ۔ قوموں کے عروج و زوال اور باہمی تعلقات کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے ان عوامل کا مطالعہ نہایت ضروری ہے ۔ تاہم یہ عوامل اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتے جب تک دیومالائی ادب سامنے نہ ہو کیونکہ اس کے اندر جذبات اور عقیدتمندیوں کا وہ سمندر بند ہوتا ہے جس کی طلاطم خیزیاں بین الاقوامی سیاست تک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے ۔ آج آمد و رفت ، رسد و رسائل اور ابلاغِ عامہ کے ذرائع اتنی ترقی کر چکے ہیں کہ دنیا سمٹ سمٹا کر ایک بڑے کنبے کی حیثیت اختیار کر چکی ہے ۔ اب کوئی قوم دوسروں سے بے تعلّق ہو کر کسی ایئر ٹائٹ کمپارٹمنٹ میں بند ہو کر نہیں رہ سکتی ۔ اس لئے ایک دوسرے کے مزاج ، عقائد ، اندازِ فکر اور نفسیاتی عوامل کا سمجھنا ناگزیر بن چکا ہے ۔ ہمارے صوفیائے کرام نے بھی اپنے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کے لئے افہام و تفہیم کا یہی راستہ اختیار کیا تھا اور اسی کے ذریعے وہ کامیاب بھی ہوئے تھے ۔ ہندو مائیتھالوجی میں وہ تمام نفسیاتی عوامل موجود ہیں جو صدہا سال سے ہندو قوم کے اذہان

پر مُرتسم ہو چکے ہیں اور جن کی قوت افراد و جماعت کے ہر عمل کیلئے مُحرک بنی ہوئی ہے۔ ایک بہت بڑے فلسفی اور ماہرِ تعلیم " جان لاک " نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر آپ مجھے صرف اتنا بتا دیں کہ کسی قوم کا خدا کے بارے میں کیا عقیدہ اور کیا تصورات ہیں تو میں اُس قوم کے اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور نفسیاتی رویوں اور افعال و کردار کی ایک ایک تفصیل آپکو بتا دوں گا۔ وہ جو کہتے ہیں کہ ہم کسی خدا کو نہیں مانتے تو وہ سراسر غلط بیانی سے کام لیتے ہیں کیونکہ اُنکے ہاں بھی، عملی زندگی میں، کسی نہ کسی نظریئے، خیال، تصور یا نظام کو وہی مقام دیا جاتا ہے جو خُدا پرست " خُدا " کو دیتے ہیں۔ لہذا ' جان لاک کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ " اجتماعی مزاج " کا جائزہ لینے کے لئے ہمیں سب سے پہلے اُسی قوم کے " خُدا کے بارے میں تصوّرات " کا تجزیہ کرنا چاہیئے۔ مثلاً جو کام خدا کرتا ہے اس کا پجاری کیسے نہیں کریگا؟ پرستش اور پُوجا پاٹ کا تعلق عقیدتمندی سے ہے اور عقیدہ کہتے ہی اُس سخت گرہ کو ہیں جو کسی طرح بھی نہ کھُل سکے۔ انسان 'یقین کی صورت میں' اپنے بعض تصورات کے رشتوں میں ایسی گرہ لگا دیتا ہے جو پھر کسی بھی ناخنِ تدبیر سے نہیں کھل سکتی بلکہ کوئی اگر اس عقیدے کو ذرا سا چھیڑ دے تو لوگ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

علمی نقطۂ نظر سے بھی ہندو مائیتھالوجی نہ صرف انتہائی دلچسپ موضوع ہے بلکہ اس کے مطالعے سے انسانی سوچ کی ابتداء اور اس کے اندر تغیرات یا استحکام و ثبات کے کے عوامل کی کارفرمائی کا اور ان ارتقائی مراحل کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے جن میں سے گزر کر ویدانت کا فلسفہ یا ہندوؤں کے دوسرے مکاتبِ فکر منظم و مرتب ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ عناصر بھی واضح ہو کر سامنے آجاتے ہیں جنہوں نے دنیا کے دوسرے مذاہب کو، سمجھوتے کی راہیں نکال کر کسی نہ کسی رنگ میں متاثر کیا ہے۔ سمجھوتے کی راہیں نکالنا ہندومت کا بہت بڑا ہتھیار ہے جس کے آگے بڑے بڑے مضبوط باغی مذاہب مثلاً بدھ مت، جین مت چارواک وغیرہ بھی نہیں ٹھہر سکے۔ بنارس یونیورسٹی کی کورٹ کونسل اور سینٹ کے ممبر مسٹر گوروند اس اپنی کتاب " ہندوازم " کے صفحہ ۴۵ پر لکھتے ہیں کہ ہندوازم کی کوئی بیانیہ تعریف اڈیفی نیشن، ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اس کی حدیں آج تک مقرر نہیں کی گئیں۔ اس مت یا

دھرم کی بنیاد دراصل علم الانسان پر رکھی گئی ہے۔ جسے بدقسمتی سے مذہب کا نام دے دیا گیا ہے۔ ویدوں سے شروع ہوکر اور چند رسوم و رواجات کو لیکر یہ آگے بڑھا۔ پھر برف کے گولے کی طرح لڑھکتے لڑھکتے یہ اپنا جسم بڑھاتا چلا گیا اور جس جس قوم یا قبیلے سے اس کا واسطہ پڑا یہ اسکی رسوم اور خیالات کو اپنے اندر جذب کرتا چلاگیا اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ یہ مذہب ہر چیز پر حاوی اور محیط ہونے کی وجہ سے ہمہ گیر بھی بن گیا ہے یعنی ہر ایک کو اپنے اندر جذب کر لینے والا، ہر ایک کو مطمئن کر دینے والا اور ہر ایک کے ارشادات کی تعمیل کرنے والا مذہب ہے"۔

برہمنیت کے خلاف ازمنۂ قبل مسیح سے لیکر آج تک بڑی بڑی طاقتور تحریکیں اُٹھی ہیں لیکن اسکی قوتِ انضمام نے ان تحریکوں کے قائدین کو دیوتا اور اَوتار بنا کر مندروں میں مُورتیوں کی صُورت میں بٹھا دیا ہے اور ہر تحریک کو اپنے اندر اس طرح جذب کر لیا ہے کہ اس کا علیحدہ وجود تک باقی نہیں رہا۔ اسلام سے پہلے وادیٔ سندھ (موجودہ پاکستان) میں بُدھ مَت پھیلا ہوا تھا جو ترکِ علائق کے فلسفے کی بنا پر تصوّف کے زیادہ قریب تھا۔ نویں صدی عیسوی میں جب مسلمانوں کی فتوحات دُور دراز کے علاقوں تک پھیل گئی تھیں تو ایران کے راستے سے یونانی اور لاطینی فلسفے نے بھی مسلمان مفکرین کے سامنے عقلی علوم کی بہت سی راہیں کھولدی تھیں۔ ایرانی تصوّف، یونانی تصوّف، ہندوؤں کے فلسفۂ الٰہیات، عیسائیوں اور بُدھ مَت کے مسلکِ خانقاہی میں پہلے ہی بہت سی باتیں مشترک تھیں۔ اسلام نے ظن و تخمین یعنی سپیکولیٹو فلاسفی کو مسترد کر کے علم و حکمت کی یقینی راہیں دکھائیں تو دیو مالائی قصے کہانیوں کا دروازہ بند ہوگیا۔ تاہم اسلام نے رواداری، دوسرے مذاہب کا احترام بلکہ انکی پرستش گاہوں تک کی تحفظ کی ذمہ داری مسلمانوں پر ڈالکر اُخوّت و مُساوات کا بھی درس دیا اس سے بعض غیر اسلامی لیکن بظاہر بے ضرر عناصر بھی مقامی نو مُسلموں کے طور طریقوں میں داخل ہوتے چلے گئے۔ پھر مختلف قوموں کے باہمی اختلاط کے ذریعے وہ "عجمیات" بھی شامل ہوگئے جو ایرانی، لاطینی، یونانی، ہندو اور بُدھ مَت کے فلسفۂ الٰہیات سے تعلق رکھتے تھے ان عناصر میں سے بعض کو مقامی ثقافت کا حصہ سمجھ کر قبول

کرلیا گیا۔ بعض میں مناسب ترمیم کرکے یا ان کا نام بدل کر انھیں مشرّف بہ اسلام کرلیا گیا۔ پھر انتہا یہ ہوئی کہ اُن عقائد کے لئے، جو صدیوں سے نومسلموں کے ذہنوں پر مُرتسم چلے آتے تھے، تائید اور توثیق کی سند قرآن حکیم اور احادیث شریفہ سے ڈھونڈ نکالی گئی اور اِس طرح سمجھتے کا وہ مزاج جو اہلِ ہند کا طُرّۂ امتیاز تھا تصوّف کا کارنامہ بن گیا۔ ہندو پاکستان میں، جہاں کے مسلمانوں کی نوّے فی صد سے زائد آبادی ہندو مت بدھ مت اور جَین مت کی پیرو کار تھی اسلام ہندوازم میں جذب ہونیکی بجائے ایک طرح کی مُتوازیت قائم کرلینے میں کامیاب ہوگیا۔ جن عناصر کی طرف سطورِ بالا میں اشارہ کیا گیا ہے اور جو یہاں کے مسلمانوں کے عقائد میں، رسوم ورواجات میں، ثقافت میں، تہذیب اور تمدن میں اور عام رویّوں میں، بلکہ شعر وادب میں، قومی اور علاقائی زبانوں کے محاورات اور ضرب الامثال تک میں، شعوری اور لاشعوری دونوں طرح سے، داخل ہوچکے ہیں، اُنکی تفصیل ہندو مائیتھالوجی کے سِوا اور کہیں سے نہیں مل سکتی۔

اعلیٰ تہذیب یافتگی اور بلند ترین علمیّت "مقرون" کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو کر مجرّد حقائق کی طرف آگے بڑھتے رہنے کا نام ہے۔ یہ وہ باہمگی اور بے ہمگی ہے جو بشریت کو اُلوہیت کی سرحد پر لاکھڑا کرتی ہے۔ لیکن "مقرون" کے اندر ایک ایسی زبردست کشش ہے جو لطیف سے لطیف تجرید کو بھی تجسیم کا لباس پہنا دیتی ہے۔ انسانی ذہن زمان ومکان کی حدود وقیود کے اندر اِس بُری طرح سے گرفتار ہے کہ اُس کے قلعے کی دیواروں میں سے سوراخ کرکے باہر جا ہی نہیں سکتا جب تک اُسے وہ "سُلطان" حاصل نہ ہو جائے جس کا نظارہ چشمِ فلک نے میدانِ کربلا میں کرلیا تھا۔ انسانی ذہن تجسیم کے بغیر اعلیٰ اور ارفع قدروں تک بڑی محنت، عُلوئے ہمّت ایثار اور خود ضبطی کے بعد پہنچتا ہے۔ پھر یہاں پہنچ کر بھی تجرید سے واپس مقرون کی طرف پلٹ آنے کا خطرہ ہر قدم پر لاحق رہتا ہے۔ اِس نکتے کو سمجھنے کے لئے کہ ذہنِ انسانی پر تجسیم کی گرفت کتنی مضبوط ہے، ہندو مائیتھالوجی کا مطالعہ بیحد ضروری ہے۔

وادیٔ سندھ کے قدیم اصلی باشندے ایک "ماتا دیوی" اور ایک "زرخیزی کے سینگدار دیوتا" کی پرستش کرتے تھے۔ اِن کے بعض درخت اور حیوانات بھی مقدس تھے۔ انکی

مذہبی زندگی میں رسماً نہانے دھونے کو بھی خاص اہمیت حاصل تھی۔ انکے مذہب کے بارے میں مزید باتیں وثوق کے ساتھ اُس وقت تک نہیں کہی جا سکتیں جب تک ہڑپائی دور کی تحریریں پڑھی نہ جا سکیں۔ تاہم دو تین ہزار سال بعد یہ مذہب نئی صورت میں پھر اُبھرا اور باہر سے آنیوالے خانہ بدوش قبائلی لوگوں نے، جو بعد میں آریہ کہلائے، اُسے اپنا لیا۔ ایسا کیوں اور کیسے ہوا اس کا جواب ہمیں اُن اختلافات کا جائزہ لینے سے مِل جاتا ہے جنہیں مؤرخین نے وادیٔ سندھ یعنی ہڑپہ، موہنجو دڑو، دریائے سندھ کے مغربی کنارے کی شہری آبادیوں کے قدیم باشندوں اور وسط ایشیا سے آنے والے خانہ بدوش قبائلیوں کے طریق بود و باش کے سلسلے میں بیان کئے ہیں۔ مثلاً دی ونڈر دیٹ واز انڈیا کے مصنّف باشم لکھتے ہیں کہ رِگ وید کی اوّلین تصنیف کے زمانہ میں آریہ مکمل جنگلی اور وحشی تو نہیں تھے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ تمدّن کے کنارے پھر رہے تھے۔ (صفحہ ۳۳) یہ بالکل اَن پڑھ تھے، مویشی پالنے والے لڑاکے لوگوں کی طرح قبائلی زندگی بسر کرتے تھے۔ مویشی چوری انکا محبوب مشغلہ تھا۔ گویا نیم وحشی اور غیر متمدّن تھے۔ دہلی سے ڈاکٹر ہنس راج کی ایک کتاب ۱۹۸۵ میں "ہسٹری آف اینشنٹ اِنڈیا" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں اور باتوں کے عِلاوہ یہ بھی لِکھا ہے کہ :۔

① وادیٔ سندھ کے لوگ شہروں میں رہتے تھے اور انکی تہذیب اعلیٰ معیار کی شہری تہذیب تھی جبکہ آریہ بنیادی طور پر دیہاتی لوگ تھے۔ وادیٔ سندھ کے لوگ خوبصورت شہر بساتے تھے جبکہ آریہ سرکنڈے اور بانس کے بنے ہوئے چھپروں اور گارے کے کچے مکانوں میں رہتے تھے۔

② وادیٔ سندھ کے لوگ بہت بڑے تاجر تھے اور اندرون ملک کے علاوہ دنیا کے بڑے بڑے تجارتی مراکز تک اُنکے مال بردار جہاز پہنچتے تھے۔ آریہ سمندر اور کشتی رانی کے فن سے ناواقف تھے اور چرواہوں والی زندگی گزارتے تھے۔

③ وادیٔ سندھ میں کپاس کی عام کاشت تھی اور لوگ سوتی کپڑے پہنتے تھے جبکہ آریاؤں سمیت باہر کی ساری دنیا پشم پوش تھی۔

④ وادیٔ سندھ کے لوگ بہادر لیکن امن پسند تھے لیکن آریہ بڑے لڑاکے تھے جیسا کہ مویشی پالنے والے اور انکی چوری کرنے والے ہوتے ہیں۔

⑤ وادیٔ سندھ کے لوگ سوم رس کو نہیں جانتے تھے۔ جبکہ آریہ اس نشہ آور بُوٹی کے رسیا تھا۔

⑥ وادیٔ سندھ کے لوگ فنِ تحریر سے بخوبی واقف تھے، آریہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔

⑦ سب سے بڑا فرق یہ تھا کہ وادیٔ سندھ کے لوگ آریاؤں کے پُوجا پاٹ کے طریقوں اور "یَجنا" یعنی قربانی کے مسلک کے مخالف تھے۔ ظاہر ہے کہ ہمیشہ اعلیٰ تہذیب غیر متمدن لوگوں کو مہذّب بناتی ہے اور ہمیشہ شہری لوگ دیہاتیوں کو مہذّب زندگی کی روشنی دکھاتے ہیں۔ آریاؤں کی آمد کے وقت دریائی راستوں کی غیر معمولی تبدیلی کیوجہ سے ہڑپائی تہذیب دم توڑ رہی تھی۔ تاہم اس کے بچے کھچے آثار بھی ان نیم وحشی چرواہوں کی آنکھوں میں خیرگی پیدا کرنے کیلئے کافی تھے۔ مسٹر باشم لکھتے ہیں کہ ہڑپائی مذہب ابھی زندہ تھا اور نچلے طبقے کے لوگ خاموشی سے اس پر عمل کر رہے تھے۔ یہ مذہب آریائی رسومات سے خلط ملط ہو کر بالآخر اتنا قوی ہو گیا کہ کچھ عرصے کے بعد آریاؤں کے ہاں دوبارہ ظاہر ہو گیا۔

رگ وید دنیا کی قدیم ترین مذہبی کتاب مانی جاتی ہے اور ابھی تک مقدّس سمجھی جاتی ہے۔ اس کے ۱۰۲۸ بھجنوں سے ابتدائی آریاؤں کے مذہب پر خاصی روشنی پڑتی ہے رگ وید ۱۵۰۰ ق م اور ۹۰۰ ق م کے دَوران تصنیف ہوا ہے۔ یہ اُن بھجنوں کا مجموعہ ہے جنہیں اُونچے طبقے کے آریا پرستش کے دوران قربانی پیش کرتے ہوتے پڑھتے تھے۔ اس کے بعد کے تین وید یعنی سام وید، یجُروید اور اَتھروَ وید مختلف انداز کے ہیں سام وید تو مؤرخین کے کام کا نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں رگ وید کے بعض اشعار اجتماعی جاپ کے مقصد کے لئے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ یجروید رگ وید کے ایک دو صدی بعد میں تصنیف ہوا ہے۔ اس میں منظوم اور نثری انداز میں ایسے کُلیات دیئے گئے ہیں جنہیں "اَدھ وریُو" یعنی وہ پجاری جو قربانی کے مخصوص طور طریقوں کو جسمانی شکل میں اَدا کرتا ہے

بھینٹ چڑھانے کے دوران پڑھتا ہے۔ یہ وید مختلف حصوں میں منقسم ہے۔ انھیں سَمہتا کہتے ہیں ان کی مزید دو قسمیں ہیں؛ ایک سفید سَمہتا دوسرے سیاہ ہیں۔ سیاہ سَمہتاؤں میں نشان زدہ ہدایت کے ساتھ ساتھ فارمولے بھی دیئے گئے ہیں اور سفید سَمہتاؤں میں طویل ضمیمے کی صورت میں، جسے براہمنا کہا جاتا ہے، مزید تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں۔ اتھروَ وید زیادہ تر جادو ٹونے کے منتروں پر مشتمل ہے۔ یہ وید یقیناً رگ وید اور یجر وید کے بعد تصنیف ہوا ہے تاہم اس کے سارے ماحول پر یہ عقیدہ چھایا ہوا ہے کہ مظاہرِ فطرت، غیر ذی حیات اشیاء اور حیوانات سب کے اندر ایک غیر مادی روح موجود ہے۔ رگ وید میں جو منتر دیئے گئے ہیں اُنکے مقابلے میں اس وید میں کمتر ثقافتی سطح کے جادو ٹونے کی باتیں ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آریاؤں کے نچلے طبقے کے لئے تصنیف کیا گیا ہے۔ اس پر غیر آریائی عناصر بھی چھائے ہوئے ہیں۔ بھاری بھرکم "براہمنا" جنہیں ویدوں کے ضمیمے کہا جاتا ہے، پُراسرار باطنیت پر مبنی "آرن یکا" اور "اُپنشد" جو براہمنا کے بھی ضمیمے ہیں، ملکر ویدک ادب شمار ہوتے ہیں۔ براہمنا کا زمانۂ تصنیف ۸۰۰ ق۔م سے ۶۰۰ ق۔م ہے۔ سب سے پہلے اُپنشد مضامین کے اعتبار سے سب سے آخر میں لکھے جانے والے براہمنا کے مضامین پر چھایا ہوا ہے۔ تاہم بعض اُپنشد یقیناً بعد کے زمانے کے ہیں۔ جو لوگ اس سارے ادب کے مُرتبین یا مُصنفین ہیں اُنکا مذہب وہ نہیں تھا جو بعد کے ہندوؤں نے اختیار کر لیا۔ محققین آج کے ہندومت کو اس سے الگ سمجھنے کیلئے اسے براہمنیت یا ویدک مذہب کہتے ہیں۔

رگ وید کے اکثر حصے کو آج پوری طرح نہیں سمجھا جاتا۔ اسکی تشریحات پر سب سے پہلے لکھی جانیوالی کتاب کا نام "زِرُکتا" ہے جو غالباً ۵۰۰ ق۔م میں لکھی گئی ہے۔ اسے "یَسکا کی زِرُکتا" کہتے ہیں۔ اس میں الفاظ کے ماخذ دیئے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانہ میں ہی آریا براہمن بہت سے متروکات کے معنے بھول گئے تھے جسکی وجہ سے اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ تاہم رگ وید والے مذہب کے نمایاں خدوخال صاف طور پر سامنے آجاتے ہیں۔ جن چیزوں کی پُوجا کی جاتی ہے انھیں "دیوا"

کہا جاتا ہے ۔ دِوْ اس لفظ کا مادہ ہے جس کے معنے چمک اور روشنی کے ہیں ۔ دیوا سے مراد روشنی کے اجسام ہیں۔ لاطینی زبان میں یہ لفظ دیئُوس بولا گیا ۔ یونانی میں زیئُوس ہو گیا ۔ آریاؤں کے ابتدائی دیوتا یونانیوں کے دیوتاؤں کی طرح آسمان سے تعلق رکھتے تھے اور ان میں سے اکثر مذکّر تھے ۔ رگ وید میں مؤنث دیویوں میں سے صرف دو چار کا ذکر کیا گیا ہے ۔ مثلاً پرتھوی جو زمین کی مبہم اور بہت کم ذکر کی جانے والی تجسیم ہے یا آدِتی جو دیوتاؤں کی پُراسرار، نازک اور کمزور سی ماں ہے۔ اسی طرح اُوشا یا اشش شفق کی دیوی ہے جس کی تعریف میں بہت سے گیت لکھے گئے ہیں۔ اسی طرح راتڑی کا ذکر ہے جو رات کی دیوی ہے۔ اسے رُوحِ شب کہا گیا ہے۔ اور پھر اَرَن یانی کا ذکر ہے جو جنگلات کی رانی اور فطرت کی دیوی قرار دی گئی ہے لیکن اس کی تعریف میں معمولی سا ایک بھجن ہے۔ ان تمام مؤنث دیویوں کو مذہبی رسومات میں کوئی اہم مقام نہیں دیا گیا ۔

نقل مکانی کرکے ادھر آنے والوں کے آباؤ اجداد کا مذہب اور اُنکے ساتھ مشترکہ بود و باش رکھنے والے ساتھیئن لوگوں کا مذہب اگر ایک ہی نہیں تھا تو ایک جیسا ضرور تھا ۔ مختلف سمتوں کو بکھر جانے کے بعد یہ لوگ ایرانی، رومن، جرمن، سَلَو اور کیلٹ بن گئے تاہم جب آریا ایران اور افغانستان سے ہوتے ہوئے شمالی پہاڑی علاقوں میں مقیم ہو گئے تو ان کے مذہب میں نمایاں تبدیلی آ گئی اور یہ پہلے والے انڈو یوروپین مذہب سے بہت دور چلے گئے ۔ انڈو یوروپین مذہب کا "پتا دیوتا" جو یونان میں زیئوس اور روما میں جوپیٹر تھا آریاؤں کے ہاں دَئی اوس پترا تھا جسے یہ سب آسمانوں کا باپ سمجھتے تھے۔ مگر یہاں آکر اس بچارے کی قسمت کا ستارا ڈوب گیا۔ آسمان کے اس باپ کو دوسرے دیوتاؤں کا والد سمجھا جاتا تھا مگر اب اسکی اولاد نے ہی اُسے گرہن لگا دیا ۔ اسکی تعریف میں بہت تھوڑے بھجن ملتے ہیں ——

آریاؤں کے جنگجو طبقے کے نقطۂ نظر سے سب سے بڑا دیوتا " اندرا " تھا یہ جنگ کا بھی دیوتا تھا اور موسموں کے دیوتا کے فرائض بھی سرانجام دیتا تھا ۔ کبھی آریا فوجوں کا رہنما بن کر داسوں کے قلعے توڑتا پھوڑتا دکھائی دیتا ہے تو کبھی برائی کے دیوتا اژدھا وِرِترا کو قتل کرتا نظر آتا ہے

جس نے بارشوں کو روک رکھا ہے اس کے ہاتھ میں بجلی کا تیر ہے جس سے یہ دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ پھر اسے کھلنڈرا خوش باش، کھانے پینے اور عیش اڑانے والا شوقین دیوتا بھی دکھایا گیا ہے جو شراب کے نشے میں دُھت بڑھکیں مارتا ہے۔ اس حالت میں شاید یہ اپنے پجاری کی نمائندگی کر رہا ہے جس نے سوم رس کے پیالے بھر بھر پی رکھے ہیں۔ آسمانی راستوں پر اندرا کے ساتھ طوفانی اَرداج کی ایک فوج بھی ہوتی ہے جس کے سپاہی رزمیہ اشعار گاتے رہتے ہیں۔ اِندرا کے اژدہا کو قتل کرنے کی کہانی سُمیریَن دیومالا سے ماخوذ ہے۔

سُورج سے تعلق رکھنے والے دیوتاؤں کا پورا ایک گروہ آریاؤں کے مجمعٔ خداوندان میں شامل ہے۔ سُورج کے لئے عام لفظ سُوریہ ہے۔ یہ اپنی شعلہ بار رتھ میں بیٹھ کر آسمان کا سفر طے کرتا ہے۔ سَوِتر بھی سورج دیوتا ہے جو عقل کو تیز اور روشن بناتا ہے۔ ویدوں کے تمام اشعار میں سے اس دیوتا کی تعریف میں کہے گئے اشعار کو بہت مقدس مانا جاتا ہے۔ ان اشعار کو گاتیری کہتے ہیں۔ پُشن بھی ایک سورج دیوتا ہے جس کا کام اپنی روزانہ آسمانی گشت کے دوران شاہراہوں کی، چرواہوں کی اور گلّے سے بچھڑنے والے مویشیوں کی حفاظت کرنا ہے۔ وِشنو، جس کا جزوی تعلق قُربانی سے ہے، سورج کے چند خصائص بھی رکھتا ہے اس نے تین قدم بھر کر زمین اور آسمان کو طے کر لیا، اس کی یہ صفت بعد کے ہندومت میں برقرار رکھی گئی ہے۔ اور بعد کے ہندومت میں اس دیوتا کی اہمیّت بہت بڑھا دی گئی ہے سورج دیوتاؤں کے گروہ میں ایک نام سورج دیوتا کی بیٹی سُوریا کا بھی آتا ہے۔ اسکی پرستش کبھی نہیں کی گئی تاہم اس کا ذکر اس کے دو اَسوِن یا گھُڑ سوار خاوندوں کا تعلّق سورج کے ساتھ جوڑنے کے سلسلے میں آتا ہے۔ ان کا نام نَاسَتیہَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی تین پہیوں والی گاڑی میں بیٹھ کر آسمان میں گھومتے رہتے ہیں۔ بھجنوں میں ان کو فطرت کے زیادہ قریب نہیں دکھایا گیا۔ یہ انسان کے مددگار ہیں۔ لنگڑوں کو ٹانگیں عطا کرتے ہیں۔ غرق ہو جانے والی کشتیوں کے ملاّحوں کو بچاتے ہیں اور عمر رسیدہ کنواریوں کے لئے خاوند ڈھونڈتے ہیں۔

اگنی دیوتا قدیم ترین باطنیت کا مرکز و محور تھا۔ اگنی کے معنی آگ کے ہیں۔ لاطینی

میں اِگنس تھا جس سے انگریزی کے الفاظ اِگنیٹ اور اگنیشن وغیرہ بنے ہیں۔ یہ اُن پجاریوں کا دیوتا تھا جو آگ والی قربانیوں کے دوران اس کے مخصوص گیت گاتے ہیں۔ چونکہ یہ گھر کی پتھاریوں پر بھی رہتا تھا اس لئے یہ گھریلو دیوتا بھی تھا۔ اسی حیثیت سے اسے زمین کے انسانوں اور آسمانوں کے دیوتاؤں کے درمیان رَوابط پیدا کرنے کا ذریعہ اور واسطہ بھی سمجھا جاتا تھا۔ یہ بھینٹ چڑھائی گئی چیزوں کو ہڑپ کر کے دیوتاؤں کو پہنچا دیتا تھا دیوتا بھینٹ کی چیزیں کھا کر خوش ہو جاتے تھے اور بھینٹ دینے والے کی مرادیں پوری کر دیتے تھے۔ آسمان سے اس دیوتا کی رہائش پانی سے لدے ہوئے بادلوں میں بجلی کی صورت میں تھی لیکن زمین پر اس کے کئی رُوپ تھے۔ یہاں وہاں ہر جگہ اگنی دیوتا کا مسکن تھا۔

اس کے بعد سوما دیوتا کو بہت بڑا مقام دیا جاتا ہے۔ اصل میں تو یہ ایک پودا تھا جس کا رس نچوڑ کر اور دودھ ملا کر خاص طریقے سے ایک نشہ آور مشروب بناتے تھے اس کے پی لینے سے غیر معمولی طاقت، جوانی، سرور اور نشہ حاصل ہوتا تھا۔ ایران کے زرتشتیوں کے ہاں بھی سوم رس کے استعمال کا رواج تھا۔ وہاں اسے ہوما کہتے تھے۔ رِگ وید کے مصنفین کے نزدیک سوما دیوتا کی اتنی زیادہ اہمیت تھی کہ انھوں نے رِگ وید میں سے وہ تمام بھجن نکال لئے جو سوما کی تعریف میں تھے اور انھیں ایک علیحدہ کتاب کی صورت میں ترتیب دیدیا جس کا نام منڈلا تھا۔ رِگ وید کی دس کتابوں میں یہ نویں کتاب ہے!

اہمیّت کے اعتبار سے اِندرا کے بعد وَرُونا کا نام آتا ہے۔ بعض محققین اسے یونانی دیوتا یورے نس کا متبادل و مماثل کہتے ہیں۔ ایران میں زرتشت نے روشنی کے عظیم دیوتا کو اَہورا مزدا کہا تھا۔ جب ایران میں کچھ عرصہ مقیم رہنے کے بعد ایک ٹولا آگے چل پڑا تو اس نے اپنے سابقہ دیوتا کو یاد رکھا اور اسے اَسورہ کا نام دے دیا۔ لیکن بعد میں جب اَسورہ سے مُراد کمتر دیوتا لئے جانے لگے تو یہ دیوتا بھی اپنی عظمت کھو بیٹھا۔ تاہم چند صدیوں تک اس کا احترام قائم رہا۔ وَرُونا ابتداء میں ایک طاقتور اور باوقار بادشاہ تھا اور آسمان کے ایک محل میں رہتا تھا۔ بہت سے دیوتا اس کے درباری تھے۔ ان درباریوں میں سب سے اہم مِترا دیوتا تھا جس میں سورج دیوتا کی کچھ خصوصیات تھیں۔ مِترا زرتشتی مجمعٔ خداوندان میں بھی

شامل ہے۔ سلطنت روما کے لوگ بھی اسے "یونانی۔ ایرانی" نام "متھرس" کے تحت پُوجتے تھے وُرُونا کے اِردگرد اس کے جاسوس سپاہی (سپاش) بھی جمع رہتے تھے جو اُڑتے رہتے اور سارے جہان کی خبریں شاہی دربار میں پہنچاتے رہتے تھے۔ یہ خبریں فانی مخلوق کے بارے میں ہوتی تھی —

وُرُونا کو نظامِ تکوین کا محافظ بھی کہا گیا ہے۔ یہ تصوّر رِگ وید کے مُصنّفین کے تخیّل کی سب سے اُونچی اُڑان سمجھی جانی چاہیئے۔ اس بلندی تک پہنچکر اگر آریا لوگ تجسیم کی پستیوں کی طرف نہ گرجاتے تو آج یہ دنیا میں سب سے بڑے توحید پرست ہوتے۔ رِگ وید میں نظامِ تکوین (کاسمک آرڈر) کو "رتا" کہا گیا ہے۔ یہ کائنات اپنے راستے پر ایک خاص قاعدے اور قانون کے تحت چل رہی ہے۔ رات کے بعد دن اور ایک موسم کے بعد دوسرا موسم آجاتا ہے۔ اس اٹل قانون کو رَتّا چلاتا ہے۔ انسان کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی "رَتّا" کے قوانین کے تحت گزارے۔ کچھ عرصے کے بعد "اَن رَتّا" کا لفظ عام ہوگیا اور اس کے معنے "جھوٹ" یا عدم صداقت کے لئے جانے لگے اور اسے گناہ قرار دیا گیا۔ رَتّا کا انحصار وُرُونا پر تھا جسے رَتّا کا بنانے والا سمجھا جاتا تھا۔ گویا یہ خدائے تخلیق تھا۔

آریاؤں کے تمام دیوتاؤں میں وُرُونا ہی، بلحاظ اخلاقیات، سب سے زیادہ بلند ہے یہ ہر جگہ موجود رہنے والا دیوتا انسانوں کے تمام اعمال سے واقف ہوتا تھا۔ یہاں اُلوہیت کا یہ تصوّر وحدت الوجود کے مسلک سے ہٹ کر خالص موحّدانہ بن جاتا ہے۔ لکھا ہے: "دو آدمی، خواہ وہ کہیں بھی چھُپے ہوئے یا زمین کے آخری سرے پر پہنچکر کوئی خفیہ تدبیر کر رہے ہوں تو ان میں تیسرا وجود "وُرُونا" کا بہرصورت موجود رہیگا۔" پجاری "وُرُونا" کی پرستش بڑے سنجیدہ، باوقار اور محتاط طریقے سے کرتے تھے۔ حالانکہ ان کے تمام دوسرے دیوتا کھلنڈرے اور خوش باش قسم کے تھے۔ چونکہ یہ چڑھاووں کی چیزیں وصول کرتے رہتے تھے، اس لئے یہ خوفزدہ کرنے والی ہستیاں نہیں رہتے تھے۔ انکے برعکس "وُرُونا" بالکل بےلوث اور پاک صاف دیوتا تھا جو محض قربانیوں اور چڑھاووں کی چیزوں سے خوش نہیں ہوتا تھا بلکہ اُسے صرف نیک عملی کے ذریعے راضی کیا جاسکتا تھا کیونکہ اُسے گناہوں سے سخت نفرت تھی

اورگناہ کے معنی، جیسا کہ اُوپر بتایا جا چکا ہے، رَتا یعنی قوانین فطرت کی خلاف ورزی ہے۔ گناہ کے اس مفہوم میں مذہبی احکام کی تعمیل نہ کرنا بھی شامل تھا اور زیادہ زور اس بات پر دیا جاتا تھا کہ پرستش کے مقررہ قواعد اور رسوم و رواجات کی بلاچون وچرا پیروی کی جائے۔ تاہم گناہ کی تعریف میں جھوٹ بھی شامل تھا کیونکہ یہ قانونِ فطرت کیخلاف ہے۔ جھوٹ سے وَرُونا اور مِترا دونوں کو نفرت تھی۔ اس کے علاوہ غصّے کی حالت میں سرزد ہونے والے افعال، شراب نوشی جوا بازی اور مکّاری سے بھی نفرت تھی۔ ایسے سخت اور سنجیدہ دیوتا کے سامنے بیٹھ کر جب پجاری اس کی پرستش کرتا تھا تو وہ ٹاٹ کے کپڑے پہن کر اپنے جسم پر راکھ مَل لیتا تھا اور اس کے حضور خوف سے کانپتے ہوئے گڑگڑاتے اور عاجزی کرتے ہوئے اپنی معروضات پیش کرتا تھا۔ پُجاری جانتا تھا کہ وَرُونا گناہ کی بڑی سخت سزا دیتا ہے۔

آریاؤں کے اور بھی بہت سے دیوتا تھے جن کا ذکر اس کتاب میں آئیگا تاہم کسی محقق نے ان دیوتاؤں کے مکمل نسب نامے مرتب نہیں کئے۔ انکی آپس کی رشتہ داریاں عام طور پر مبہم ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر دیوتا کے علیحدہ اور مخصوص پُجاری اور معتقدین تھے۔ چنانچہ رِگ وید مختلف مکاتب فکر کے باہمی اختلافات کو دور کرنے اور کثیر قبائلی رسوم ورواجات کے درمیان متفقہ اعتقادات پیدا کرنے کی ایک نامکمل سی کوشش ہے۔ ویدک بھجنوں کی گہرائیوں میں اُتر کر ایک غیر جانبدار شخص یہی محسوس کرتا ہے، کہ تمام دیوتاؤں کو یا تو بالکل مُساویانہ مراتب دیکر اکٹھا کر دیا گیا ہے یا پھر ان کے جوڑے بنا دیئے گئے ہیں اور پجاری پریشان ہوکر پوچھتا ہے کہ ان سب میں کس کو سب سے بڑا دیوتا مانا جائے۔ اس اہم سوال نے بعض پنڈتوں کو اتنا بے چین کردیا کہ انھوں نے ایک دیوتا "کا" کے نام سے ایجاد کر لیا جس کے معنی ہیں "کون" یعنی نامعلوم۔ پنڈتوں کا ایک خاص بھجن میں اسی نامعلوم دیوتا کو مخاطب کیا گیا ہے۔

نوٹ: (انگریزی کا لفظ ہُو 'WHO' بمعنی کون سوال ہے تو عربی کا لفظ ھُوَ بمعنی "وُہ" اس کا جواب ہے ان تین لفظوں کے ہجا بھی غور طلب ہیں)

آریائی مذہب کا مرکز ومحور بھینٹ دینا اور چڑھاوے چڑھانا تھا۔ عربی زبان کا لفظ قُربانی، جو قُرب سے نکلا ہے، اس مفہوم سے ملتا جلتا ہے۔ آگ کے گرد سارے کنبے کا جمع ہوکر

بیٹھ جانے کا رواج عہدِ عتیق سے چلا آ رہا ہے۔ یہ رواج ہند یوروپین لوگوں میں بھی تھا۔ چھوٹی موٹی گھریلو قسم کی قربانیاں کنبے کا سربراہ پیش کرتا تھا۔ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے کوئی چیز آگ میں ڈال دی جاتی تھی اور خیال کر لیا جاتا تھا کہ کام ٹھیک ٹھاک ہو جائیگا۔ بھینٹ چڑھانے سے متعلق جو اوّلین اشعار ہمیں ملتے ہیں انھیں "گرھیا سُوترا" کہا جاتا ہے، تاہم یہ بہت بعد کا اضافہ ہے۔ رِگ وید میں صرف ان بڑی بڑی قربانیوں کا ذکر ہے جو اُمراء رؤساء، قبائلی سردار یا دولتمند لوگ پیش کرتے تھے۔ ان قربانیوں کی رسومات بہت پیچیدہ تھی اور انکے لئے خاص اہتمام ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ان پیچیدہ رسوم کی ادائیگی کیلئے خاص تربیت یافتہ پجاریوں کا ہونا بہت ضروری تھا۔ ان قربانیوں میں جانور اور کبھی کبھی انسان بھی قتل کئے جاتے تھے۔

بھینٹ دینے اور چڑھاوے چڑھانے کا مقصد دیوتاؤں کو خوش کر کے اُن سے مُرادیں اور نعمتیں حاصل کرنا تھا۔ تصوّر یہ باندھ لیا جاتا تھا کہ دیوتا آسمانوں سے اُتر کر قربانی کے میدان میں بچھائی گئی تنکوں کی چٹائی پر آ گئے ہیں، پجاریوں کے ساتھ مل کر کھا پی رہے ہیں اور پھر انھیں لڑائیوں میں فتح، اَولاد، مویشیوں میں کثرت، لمبی عمر، اور اس قسم کی دوسری کامیابیاں عطا کر رہے ہیں۔ گویا یہ سارا دھندا "کچھ دو، کچھ لو" کے اصول پر چلتا تھا۔ البتہ وَرُونا اور رُدرا دیوتا ان قربانیوں سے بالاتر تھے۔

بھینٹ دینے کی رسومات میں خوف اور تحیّر بہرحال شامل رہتے تھے۔ پُجاری سوما رس کے نشے میں دُھت ہو کر دیوتاؤں کے عجیب و غریب، رُوپ مشاہدہ کرتے تھے۔ انھیں اپنے اندر بے پناہ قوّت کا احساس ہوتا تھا، یہاں تک کہ یہ آسمان کو بھی چھُو سکتے تھے پھر یہ بھی کہ غیر فانی ہو کر وہ گویا وہ خود دیوتا بن جاتے تھے۔ وہ رسومات جن کے ذریعے دیوتاؤں کو آسمان سے زمین پر نیچے اُتارا جا سکتا تھا صرف پجاریوں کو معلوم تھیں اور صرف یہی خاص لوگ انھیں ادا کر سکتے تھے۔ لہٰذا اُن پجاریوں نے اپنے آپ کو مخفی اسرار و رموز کا واحد مالک و مختار بنا رکھا تھا۔

رِگ وید میں اکثر ایک نہایت پُراسرار وجود "براہمن" کا ذکر آتا ہے بعض حوالوں سے

معلوم ہوتا ہے کہ "براہمن" سے مراد منتروں کے مقدس بولوں میں چھپی ہوئی ساحرانہ قوت ہے لیکن بہت سے مقامات پر اس لفظ کو وسیع تر معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مافوق الفطرت چیز بجلی کی قسم کی کوئی قوت ہے۔ اس پر قبضۂ قدرت رکھنے والے قبائلی پجاریوں اور ساحروں کو براہمن کہا گیا ہے۔ ویدک عہد کے اواخر میں براہمن اور اس کے منہ سے نکلے ہوئے بامعنی یا بے معنی الفاظ کے رشتے اور زیادہ مضبوط ہوتے چلے گئے۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آگیا کہ براہمن کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ جادو اثر سمجھا جانے لگا۔ ویدوں کے الفاظ اور اصوات و حروف پر غور و فکر کیا جانے لگا اور انھیں خاص قوتیں عطا کر دی گئیں۔ اگرچہ وید ابھی تک تحریر میں نہیں آئے تھے تاہم انکے حروف کو مجسم صورت دیکر انھیں دیوتا بنا دیا گیا تھا۔ ویدوں کے اشعار میں جو عروضی اوزان استعمال ہوئے ہیں وہ بھی دیوتا بن گئے اور پھر آخر میں بعض خاص صوتی اجزا کو الوہیاتی تقدس دیدیا گیا۔ خاص طور پر لفظ "اوم" کے بارے میں یقین کر لیا گیا کہ ویدوں کی تمام الوہیت سمٹ کر اس لفظ کے اندر آگئی ہے اور اس میں بے پناہ قوت اور پُراسرار تاثیر ہے۔

رگ وید کے اکثر بھجنوں میں ایک اور عقیدے کا بھی واضح اشارہ ملتا ہے۔ قربانی کے دوران یہ یقین کر لیا جاتا تھا کہ بھینٹ دینے والا شخص، بھینٹ چڑھنے والی چیز اور دیوتا تینوں پُراسرار طور پر ایک ہو جاتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں رہتا۔ یہ تصور ابتدائی قدیم مذاہب میں بھی پایا جاتا تھا تاہم رگ وید نے اسے اتنا پختہ کر دیا کہ اس عہد کے اواخر میں یہ کہہ دیا گیا کہ خود کائنات کی تخلیق بھی قربانی ہی کا نتیجہ ہے۔

اگرچہ وَرُونا کے بارے میں یہ دھندلا سا تصور موجود ہے کہ وہ خالقِ کائنات ہے اور کبھی کبھی اِندرا کو بھی یہ فریضہ سرانجام دیتے دکھایا گیا ہے تاہم رگ وید کے پورے متن میں کسی خالق دیوتا کا کوئی واضح تصور نہیں دیا گیا۔ البتہ اس کے آخری دنوں میں یہ تصور کسی حد تک پیدا ہو چکا تھا کہ کوئی ایک خدا ایسا بھی ہونا چاہیئے جو پوری کائنات کا خالق ہو۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تصور براہمنوں کی اپنی سوچ کا نتیجہ تھا یا غیر آریائی مذاہب سے مستعار لیا گیا تھا۔ بہرحال اس

خدا کو پرجاپتی کہا گیا جو بعد میں "برہما" (براہمن کی مذکر صورت) سے بدل گیا۔ تصور یہ قائم کیا گیا کہ پرجاپتی دراصل پہلا انسان (پُرش) تھا جو کائنات سے پہلے بھی موجود تھا۔ اس انسان نے اپنے ہی حضور اپنے آپ کی قربانی پیش کی۔ دیوتاؤں نے، جو اس کے نیچے تھے، اسے بھینٹ چڑھا دیا، پھر اس بھینٹ چڑھ جانے والے انسان کے مقدس جسم سے کائنات وجود میں آ گئی۔

اس تصور کے بعد قربانی کے عقیدے پر پختگی کا ایک اور رنگ چڑھ گیا اور قربانی بلند تر پُراسراریت کی شکل اختیار کر گئی۔ پجاریوں نے اس ابتدائی قربانی کو نئے نئے انداز دیکر کئی کئی صورتیں پیدا کر لیں اور دنیا نے ایک نئی کروٹ لی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ مذہبی فکر کے اندر ایک نیا اضافہ ہو گیا۔ اب عقیدہ یہ راسخ ہو گیا کہ اگر قربانیاں پیش نہ کی جائینگی تو دیوتا خوراک نہ ملنے کی وجہ سے نڈھال ہو جائینگے، نڈھال ہونے کے باعث نظامِ کائنات نہ چلا سکیں گے لہذا یہ ساری دنیا تتر بتر ہو جائیگی، کائنات کا نظم و نسق بگڑ جائیگا اور ہر چیز انتشار کا شکار ہو جائیگی۔ قربانی کو اس حد تک اہمیت دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب فطرت کا سارا نظم و نسق دیوتاؤں کے ہاتھوں سے نکل کر براہمنوں کے ہاتھوں میں آ گیا۔ بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھکر یہ یقین پیدا کر دیا گیا کہ قربانی کی ساحرانہ طاقت سے براہمن دیوتاؤں کو قابو میں رکھ سکتے ہیں اور انھیں مجبور اور تابع فرمان بنا سکتے ہیں۔ پس اب براہمن کسی سلطانِ ارضی سے کم نہ تھا اور نہ کسی دیوتا سے کم تھا۔ وہ قربانی کی رسوم کو صحیح طریقے سے ادا کر کے ہر چیز کو درست اور قائم و برقرار رکھ سکتا تھا، پس وہ سب سے زیادہ اور بلند پایہ سماجی خدمت گار بھی تھا۔ اس کے علاوہ اس کی قوّتوں کی تاثیر میں یہ بات بھی تھی کہ منتروں جنتروں کے ہیر پھیر سے جس کو چاہے تباہ بھی کر سکتا تھا۔ اس اعتبار سے وہ خطرناک ترین دشمن بھی بن سکتا تھا۔

ہندو پاکستان کے شمالی پہاڑی علاقوں میں اکثر آریائی قبیلوں کے اعتقادات ۹۰۰ ق۔م تک یہی تھے۔ اس کے بعد ہندومت منظّم ہوا تو بھی براہمنیت کے اس عروج میں کوئی فرق نہ آیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب رِگ وید کے اکثر قدیم دیوتاؤں کی عظمت ختم ہو گئی تھی اور نسبتاً یہ غیر اہم سمجھے جانے لگے تھے۔ اب انکی جگہ نئے دیوتا ابھرنے لگے۔ خاص طور پر وِشنو اور رُدرا کی مقبولیت میں بہت اضافہ ہو گیا۔

رِگ وید میں دو ٹوک فیصلہ دیدیا گیا تھا کہ مرنے کے بعد ہم یا تو اپنے آباؤ اجداد کی دنیا کو

لوٹ جائیں گے، یا ہمارا ٹھکانہ ہمارے مٹی کے گھر میں ہوگا۔ اس وید کی تصنیف کے آخری دنوں کا البتہ ایک شعر ہے جس میں ہلکا سا اشارہ یہ ملتا ہے کہ ہم یا تو پانیوں کی طرف بڑھ جائیں گے یا پھر پودوں میں ہی اُٹکے ہی رہ جائیں گے۔ یہ غیر واضح اشارہ غالباً تناسخِ ارواح کے عقیدے کی طرف تھا جو قدیم زمانے سے چلا آ رہا تھا کہ مرنے والوں کی رُوحیں دوبارہ انسانی جسم میں پیدا ہونے سے پہلے جانوروں، پودوں اور دوسری اشیائے فطرت میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ براہمنا لٹریچر میں، جواب رِگ وید کی رَجائیت سے دُور ہو چکا تھا، یہ بھی تسلیم کر لیا گیا تھا کہ بہشت میں بھی مَوت کا امکان ہے

"بُرِاہدآرن یکا اُپنشد" میں تناسخِ ارواح کی پہلی صورت دی گئی ہے یعنی جن لوگوں نے اس دنیا کی زندگی قربانی، سخاوت اور سادگی کے اصولوں کی پیروی میں گزاری ہے انکی روحیں بعض غیر واضح سفری مراحل طے کرنے کے بعد اپنے آباؤ اَجداد کی دنیا یعنی یَم کی بہشت میں چلی جائینگی۔ یہاں عیش و مسرت کا کچھ عرصہ گزار کر پھر یہ چاند کی طرف منتقل کر دی جائینگی۔ پھر کچھ مدت کے بعد چاند سے نکالکر انھیں خلاؤں میں بھیج دیا جائیگا۔ پھر خلاؤں سے بارش کی شکل اختیار کر کے یہ زمین پر واپس آ جائیں گی اور اشیائے خوراک میں داخل ہو جائینگی، پھر خوراک کے ذریعہ "مردوں کی آتشین قُربان گاہ میں داخل ہو کر عورت کی آتشین قُربان گاہ میں جنم لیں گی"۔ لیکن گناہ گاروں کی رُوحیں کیڑے مکوڑوں اور پرندوں وغیرہ کی صورت میں دوبارہ پیدا ہونگی۔ تناسخِ ارواح کا یہ عقیدہ اس قدیم ترین خیال پر مبنی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ پھلوں ترکاریوں کے اندر بچہ رُوحیں ہوتی ہیں۔ جب مرد اور عورت یہ پھل اور ترکاریاں کھا لیتے ہیں تو عورت حاملہ ہو جاتی ہے۔ اس قدیم عقیدے کو یہاں نئے اور انوکھے انداز میں از سرِ نو پیش کیا گیا، لیکن اُپنشدوں کے زمانۂ تصنیف تک اسے عالمگیر شہرت حاصل نہ ہو سکی۔ مہاتما بدھ کے زمانے میں بھی شاید آواگون کے اس عقیدے کو ہر شخص تسلیم نہ کرتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی ساتویں صدی ق م میں یہ عقیدہ بڑی تیزی کے ساتھ پھیل چکا تھا۔ الغرض تاریخی اعتبار سے یہ زمانہ اس لئے خاص اہمیّت رکھتا ہے کہ ابتدائی اور قدیم انسانوں کے مبہم سے تصوّرات منطقی ارتقا

حاصل کرتے کرتے اس وقت تک ڈو پختہ عقیدوں کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ ایک سمسار یعنی تناسخِ اُرواح کا عقیدہ جسے آواگون بھی کہتے ہیں اور دوسرا کرم کا عقیدہ جس کی رُو سے ایک زندگی کے اعمال دوسری زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس دوسرے عقیدے کی بنیاد اینی مزم کے نظریئے پر رکھی گئی تھی جس کے مطابق فطرت کی ہر چیز کے اندر رُوح موجود ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انتہائی قدیم انسان کے ذہن میں بھی اخلاقیات کے عناصر موجود تھے جو ابھی صاف اور زیادہ واضح نہیں ہوئے تھے۔

عالمگیر سطح پر تو نہیں لیکن عام خیال یہی تھا کہ رُوحوں کے اندر ان تبدیلیوں کا تعیُّن اعمال کرتے ہیں۔ جو کوئی شخص موجودہ زندگی جس انداز سے گزاریگا اسی کے مطابق اسکی آئندہ زندگی کی نوعیت متعیّن ہوگی۔ یہ نوعیت بلند سطح کی بھی ہو سکتی اور پست سطح کی بھی ہو سکتی ہے، خوشگوار بھی ہو سکتی ہے۔ اور اذیت ناک بھی ہو سکتی ہے۔ کرم کا یہ عقیدہ بہت جلدی ذہنوں میں پختہ ہو گیا۔ عملی زندگی میں اس کا فائدہ یہ ہُوا کہ لوگ اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں کو اپنے اعمال کا منطقی نتیجہ سمجھ کر برداشت کرنے لگ گئے اور آئندہ اپنی زندگی کی سطح بلند کرنے کیلئے نیک عملی کی طرف راغب ہو گئے۔ سیاسی طور پر فائدہ یہ ہُوا کہ آریائی معاشرے میں جو طبقاتی ناہمواریاں پیدا کر دی گئی تھیں انھیں صبر و شکر کے ساتھ سابقہ زندگی کے اعمال کا نتیجہ سمجھ کر قبول کر لیا گیا تھا ——

تناسخِ ارواح کا عقیدہ جن مراحل سے گزر کر آگے بڑھا ہے ان مراحل میں یہ یقین ہر سطح پر شامل رہا ہے کہ رُوحیں ایک زندگی سے دوسری زندگی تک پہنچنے کیلئے کئی راستوں سے گزرتی ہیں۔ رُوحوں کے یہ راستے یا تو ابدیت تک طویل ہوتے ہیں یا ناقابلِ فہم، دورانیوں پر محیط ہوتے ہیں۔ اس خیال نے زندگی کی تمام صورتوں کو ایک ہی نظام کے ساتھ منسلک کر دیا تھا۔ خود دیوتا بھی مر جاتے تھے اور انکی جگہ دوسرے دیوتا آ جاتے تھے۔ جونہی ایک اِندرا مر گیا۔ اسکی جگہ دوسرا اِندرا آ گیا۔ مر جانے والوں کی رُوحیں کو، جلدی یا دیر کے ساتھ دوسرے مقامات کی طرف بہرطور جانا ہوتا تھا۔ حیوانات، کیڑے مکوڑے بلکہ پودے بھی اسی قانون کے تحت تھے۔ بعض مفکرین کی نازک خیالی تو یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ انھوں نے پانی، گرد و غبار

اور ہَوا کے بارے میں بھی یہ کہہ دیا کہ انکے اندر نہایت باریک جاندار ہیں اور ان جانداروں میں روحیں ہیں۔ لہٰذا اصلیتِ تخلیق کے اعتبار سے ان میں اور انسانوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ انکی اور انسانوں کی روحیں ایک ہیں اور یہ ساری دنیا روحوں کی بے شمار تبدیلیوں میں سے گزر رہی ہے۔

عام آدمی کے لئے یہ عقیدے ناخوشگوار نہیں تھے۔ انکا تیزی کے ساتھ پھیل جانا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عقیدے اس زمانے کے لوگوں کی روحانی ضروریات پوری کر رہے تھے اور پیشوائیت، ملوکیت اور مُترَفِین کے مقاصد بھی پورے ہو رہے تھے۔ سَمسارا کا عقیدہ رُوح کے لئے نئے نئے تجربے حاصل کرنے کے لامحدود امکانات کی راہیں کھول رہا تھا۔ ادنیٰ ترین سطح کی مخلوق اور بدکار سے بدکار انسان کو بھی اصلاح اور ارتقاء کی اُمید کا آسرا مل گیا تھا۔ اور اس اعتبار سے یہ عقائد روایتی بہشت اور دوزخ کے جامد اور فیصلہ کن تصوّر سے زیادہ پُرکشش تھے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بلند تر سوچ رکھنے والوں کو تناسخ کا چکّر پسند نہ آیا۔ موت کو ہمیشہ سے ایک خوفناک چیز سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا بار بار اور بے شمار مرتبہ مرنا کوئی خوش کن تصوّر نہیں ہے۔ موت کے خوفِ مبہم کے تحت جینا بھی کیا جینا ہوا۔ اس جینے میں آلام و مصائب نہ بھی ہوں تو بھی زندگی سپاٹ، بے مزہ اور اُکتاہٹ پیدا کرنے والی جبریت بن جاتی ہے۔ اسی طرح بار بار پیدا ہونے کی بات بھی بیزاری پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ تناسخ اَرواح کے عقیدے نے قنوطیت پیدا کر دی۔ بہشت میں دوبارہ پیدا ہونے کا تصور بھی ناکافی ثابت ہوا۔ ضرورت محسوس ہونے لگی کہ بار بار کی موت و حیات کے چکر سے نکلا جائے اور کوئی نیا راستہ تلاش کیا جائے۔ بالآخر گہرے تفکر اور ذہنی کاوش کے بعد فراریت کا راستہ ڈھونڈ لیا گیا اور اس کا نام ترکِ دنیا رکھ دیا گیا۔ علائقِ دنیوی سے قطع تعلق کر کے دھیان گیان میں گم ہو جانا اس نئے مسلک کا خصوصی پیغام تھا جو نظریات کی بجائے عمل پر زور دیتا تھا اور اسی وجہ سے زیادہ قابلِ قبول تھا۔

رِگ وید کے زمانۂ آخر کا ایک بھجن ہے جس میں لوگوں کے ایک ایسے گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جو براہمنوں کے طبقے سے مختلف ہے۔ یہ لوگ چپ سادھ لینے والے مُنی تھے جو

ہَوا کا کمر بند باندھے خاموشی کی مستی میں رہتے تھے، ہوا کے دوش پر سوار ہو کر پرندوں اور نیم دیوتاؤں کے راستوں پر گامزن رہتے تھے۔ مُنّی کو تمام دوسرے انسانوں کے خیالات کا علم تھا۔ کیونکہ اس نے رُدرا کے جادُوئی پیالے سے شراب پی رکھی تھی، یہ وہ شراب ہے جو عام فانی انسانوں کیلئے زہر ہے۔ اَتھرَوَ وید میں بھی ایک جماعت کا ذکر ملتا ہے جس کے افراد وَراتیا کہلاتے ہیں۔ بعد میں اس لفظ کے معنوں میں وُسعت پیدا کر لی گئی اور اس سے مراد وہ آریا لیا گیا جو برہمنوں کے مذہب کو چھوڑ کر آزاد ہو جاتا تھا اور ویدوں کا احترام نہیں کرتا تھا۔ لیکن اَتھرَوَ وید میں یہ لفظ غیر آریائی پجاریوں کیلئے استعمال ہُوا ہے۔ وَرائیتا دراصل زرخیزی کے دیوتا کے پجاری تھے۔ زرخیزی کے دیوتا کی پوجا وادئ سندھ کے نچلے حصے میں کی جاتی تھی اور یہاں کے لوگوں کے ساتھ آریاؤں کی دشمنی صدیوں سے آ رہی تھی۔ رِگ وید کے کہنے کے مطابق یہ پجاری ایک بیسوا عورت کے ساتھ ریڑھے میں بیٹھ کر جگہ جگہ پھرتا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک گوّیا بھی ہوتا تھا جو مذہبی رسومات کے دوران گاتا تھا۔ ورائیتا کے سماجی مقام اور اہمیت کے بارے میں معلومات ابھی تک واضح نہیں ہیں۔ چونکہ ویدوں میں وادئ سندھ کے باشندوں کے خلاف جی بھر کر زہر اُگلا گیا ہے کیونکہ یہ لوگ آریاؤں کے مسلکِ قربانی کے خلاف تھے اس لئے یہ تفصیل جو ورائیتا کے بارے میں دی گئی ہے قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ وادئ سندھ کے لوگ نہ صرف براہمنیت کے دشمن تھے بلکہ انکے اور آریاؤں کے درمیان سیاسی، معاشی اور معاشرتی اختلافات بھی شدید تھے۔ تاہم یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ آریائی براہمن سخت زور لگاتے رہے کہ کسی طرح وادئ سندھ کے لوگ ان کا آریائی مذہب قبول کر لیں (دیکھئے باشم صفحہ ۲۴۴) اور کوشش کرتے رہتے تھے کہ انکے روایتی مذہب میں ان غیر آریاؤں کیلئے کوئی مقام پیدا ہو جائے۔ ورائیتا کا طبقہ جدید رسُوم و رواجات پر عمل پیرا ہونے والے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ طاقتور اور براہمنوں کے حق میں زیادہ مفید اور مددگار بن سکتا تھا۔ لیکن ایسا نہ ہوا تاہم غیر آریائی رہبانیت آریائی فکر کو متاثر کر گئی۔ اُپنشدوں کے زمانے تک رہبانیت وسیع پیمانے پر پھیل چکی تھی۔ چنانچہ نئی تعلیمات کا ارتقاء اور انکی نشر و اشاعت قربانی والے کٹر روایتی مذہب کے

پجاریوں کی بجائے انہی راہبوں کے ذریعے ہوئی۔ ان راہبوں میں سے بعض تنہائی پسند سائیکوپیتھ (نفسیاتی مریض) بھی تھے جو گھنے جنگلوں میں رہتے تھے، خود عائد کردہ اذیتوں میں مبتلا رہتے تھے اور گرمی سردی کی شدّت کے علاوہ بھوک پیاس کا عذاب سہتے رہتے تھے۔ بعض راہبوں نے شہروں کے نواح میں اذیت گاہیں بنا رکھی تھیں۔ ان میں یہ لوگ سخت دھوپ میں یا آگ کے شعلوں کے درمیان کئی کئی پہروں تک بیٹھے رہتے تھے۔ چھُریوں اور کانٹوں کے بستروں پر سوتے تھے یا درختوں کی شاخوں کے ساتھ اُلٹے لٹک جاتے تھے یا سر کے اُوپر بازو سیدھے کر کے انھیں اس حد تک بے حرکت بنا دیتے تھے کہ خون کا دوران بند ہو جانے کی وجہ سے یہ سوکھ کر اکڑ جاتے تھے۔

تصوّرات کے اندر جن لوگوں نے جدّت اور ارتقاء پیدا کیا وہ ان راہبانوں سے قدرے کم شدید قسم کے سادھو تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی مشقیں ذہنی تفکر اور روحانی دھیان گیان یعنی مراقبوں تک محدود تھیں۔ ان میں سے بعض سادھو شہروں اور قصبوں کے نواحی علاقوں میں رہتے تھے اور تنہائی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ بعض کسی بڑی عمر والے سادھو کی رہنمائی میں جھونپڑیوں کے اندر رہتے تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو بڑے بڑے گروہ بنا کر پھرتے رہتے تھے یا بھیک مانگ کر گزارا کرتے اور جو کوئی انکے نظریات کو سُننا چاہتا اُسے، وعظ و تلقین کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے مخالفین سے مناظرے بھی کرتے تھے۔ بعض بالکل ننگے رہتے تھے اور بعض مختصر سا لباس پہنتے تھے۔

ہندو رہبانیت کا اصل مقصد ساحرانہ یا غیر معمولی قوّتیں حاصل کرنا تھا۔ براہمن پہلے ہی ان قوّتوں کے دعویدار تھے لیکن ان کا دعویٰ اعلیٰ نسبی اور پرستش کے طریقوں میں خصوصی مہارت رکھنے پر مبنی تھا۔ تاہم انکا زور توڑنے والوں نے کہا کہ قوّتوں کی اور قسمیں بھی ہو سکتی ہیں اور انکے حصول کے اور بھی ذرائع ہو سکتے ہیں۔ اُپنشدوں کے زمانے تک یہ عقیدہ زوال پذیر ہو چکا تھا کہ قربانی کا تعلق کائنات کے نظم و نسق سے ہے۔ شاید خود براہمنوں کو بھی اس پر یقین نہیں رہا تھا۔ قربانی کے محور پر گھومنے والا تصوّف پوری طور پر تو ختم نہ ہو سکا تاہم اسکے مقاصد کی نوعیت میں تبدیلی ضرور ہو گئی۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ نظامِ کائنات اس

پر مبنی ہے اب اسے خوشحالی، طوالتِ عمر اور بہشت میں جانے کا ذریعہ سمجھا جانے لگا۔ اگرچہ رہبانوں کی اذیتیں بہت سخت تھیں، پھر بھی انھوں نے قربانیوں کے مسلک والے براہمنوں کا مرتبہ کم کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ جب کبھی کوئی رہبان اپنے آپ کو زخمی کر لیتا تو نہ صرف اُسے خود اطمینان حاصل ہو جاتا تھا بلکہ لوگ بھی اس کی عزت کرنے لگ جاتے تھے، اُسے شہرت دیتے تھے اور اسکی تمام دنیاوی ضروریات پوری کر دیتے تھے۔ یہ وہ چیزیں تھیں جو عام انسانوں کو مشکل سے دستیاب ہو سکتی تھیں۔ گویا اس قسم کی رہبانیت کا ایک مادّی پہلو بھی تھا جو رہبانوں کے عروج اور براہمنوں کے زوال کا باعث بنا۔ ہندوؤں کے مذہبی لٹریچر میں ضروریاتِ زندگی سے فارغ ہو جانے کے احساس کو گھر بار اور ملکیتوں سے چھٹکارا حاصل کر کے ذمہ داریوں کا بوجھ اُتار دینے کے مترادف سمجھا گیا ہے۔ لیکن رہبانیت کی طرف رغبت دلانے والی چیز کچھ اور تھی۔ راہب جوں جوں اپنی مشقتوں میں پختہ ہوتا گیا اُسے ارتکازِ توجّہ کی بدولت ایسی قوتیں حاصل ہوتی گئیں، جو عام انسانوں کے بس میں نہیں ہوتیں۔ ان مشقتوں سے حاصل شدہ نفسیاتی قوتوں کی بدولت تارک الدّنیا راہب حال، ماضی اور مستقبل میں جھانک سکنے کا دعویدار بن گیا، وہ آسمانوں پر چڑھ سکتا تھا، دیوتا اس کا بڑے ادب سے استقبال کرنے لگ گئے تھے بلکہ جب کبھی دیوتا زمین پر اُترتے ان رہبانوں کی جھونپڑیوں میں ضرور حاضری دیتے۔ اب رہبان خارقِ عادت شعبدے بھی دِکھا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے سمندر میں ڈال سکتا تھا۔ کچھ ترقی یافتہ نفسیاتی قوّتیں، کچھ شعبدے اور ہاتھ کی صفائی کے کرتب، کچھ عام لوگوں کی مبالغہ آرائی اور ضعیف الاعتقادی ان تمام چیزوں نے ملکر ان کے اختیارات کو بے پناہ وسعتیں دیدی تھیں۔ عقیدہ یہ قائم کر لیا گیا کہ اگر کوئی اسے ناراض کر دیگا تو یہ انھیں اپنی غضبناک نگاہ سے بھسم کر دیگا یا ساری بستی کی فصلوں کو اُجاڑ دیگا۔ اگر اسے عزّت دی گئی تو اس کی ساحرانہ قوّتیں بڑے بڑے شہروں کی بھی حفاظت کر سکتی ہیں، خوشحالی میں اضافہ کر سکتی ہیں، قحط سے بچا سکتی ہیں اور حملوں اور وباؤں سے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ پہلے یہ تمام باتیں اور ساحرانہ قوّتیں قربانی اور اسکی رسوم ادا کرنے والے پجاریوں کے ساتھ منسوب

تھیں اب انھیں رہبانیت کیساتھ جوڑ دیا گیا تھا۔ کچھ وقت کے بعد وہ پرانا عقیدہ کہ کائنات کو قربانی کا مسلک سنبھالے ہوئے ہے پس منظر میں چلا گیا اور اسکی بجائے یہ عقیدہ اُبھر آیا کہ کائنات اور اسکے نظم ونسق کا دار ومدار عظیم دیوتا شِوا کے مجاہدات اور ریاضتوں اور خود اختیاری اذیتوں پر ہے جو ہمالیہ کی بلند اور مضبوط چوٹیوں پر بیٹھا دائماً استغراق میں ہے یا پھر اُن انسانوں پر ہے جو اسکی پیروی میں مسلسل اذیتوں میں سے گزر رہے ہیں۔

کم روحانیت رکھنے والے لوگوں کے لئے رہبانیت میں جو کشش تھی وہ مُندرجہ بالا قوتوں کے حاصل کرنے کے شوق تک محدود تھی۔ لیکن جو لوگ حقیقت کے متلاشی تھے یا جو اذیتناک زندگی خالص مذہبی نقطۂ نظر سے گزارنا چاہتے تھے۔ انکے لئے وجہِ کشش کچھ اور چیز تھی۔ سختیاں برداشت کرتے کرتے انکی نفسیاتی قوتوں میں اضافہ ہو گیا تھا جسکی وجہ سے انکی بصیرت اتنی تیز ہو گئی تھی کہ الفاظ اسے بیان نہیں کر سکتے۔ نظام کائنات کا کھوج لگاتے لگاتے انکی تیز نگاہیں اس ظاہری چمک دمک والے آسمان سے بھی آگے نکل کر ان پُراسرار اقالیم میں پہنچ چکی تھیں جہاں بڑے بڑے دیوتا اپنی نورانی شان وشوکت کے ساتھ رہتے ہیں۔

حقیقت کے ان متلاشیوں نے تہ در تہ ظلمتوں سے گزر کر اب ایک ایسا راز پا لیا تھا جو ہر راز واسرار سے بالاتر تھا۔ ان اذیت کش تارک الدنیا زاہدوں میں سے ایک بلند سیرت شخص نے اس سے بھی ایک قدم آگے رکھا اور اپنی اصلیّت کو بھی پا لیا اور فطرت کی اصلیت کا راز بھی معلوم کر لیا۔ اس نے بہت اچھی طرح پہچان لیا کہ انسان کے دکھ درد کی حقیقت کیا ہے، اس کا حل کیا ہے اور یہ کائنات کیا ہے۔ اب وہ حیات وموت کی دنیا سے نکل کر صداقتوں اور مسرتوں کی دنیا میں جلوہ افروز ہو چکا تھا۔ جہاں نہ خوشیاں ہیں نہ غم ہیں، نہ نیکی ہے نہ بدی ہے۔ اس ماورائی علم کے حاصل ہوتے ہی اب اسکے دل میں یہ احساس بھی اُبھرنے لگا کہ وہ تو مطلقاً آزاد ہو چکا ہے اور اسکی آزادی نے بالآخر اُسے "نجات" یعنی دنیا پر رُوح کی آخری فتح عطا کر دی ہے۔ یہ تارک الدنیا زاہد اور راہب جو اپنی مقصودہ تلاش تک پہنچ گیا تھا تمام فاتحین سے بڑا فاتح تھا اور ترکِ دنیا وعلائق کے مسلک کی یہ آخری منزل تھی۔

رہبانیت کے باطنی علوم کی مابعد الطبیعاتی تشریح فرقے فرقے میں مختلف تھی حالانکہ بنیادی تجربہ سب کا ایک ہی تھا۔ پھر یہ تجربہ بھی یونانی، یہودی، عیسائی اور مسلمان صوفیوں کے تجربے سے چنداں مختلف نہ تھا۔ البتہ ہندو تصوّف حالتِ وجد کے اُبھارنے کی تکنیک اور اسکی وضاحت میں منفرد ہے۔ اس کے عِلاوہ اس صوفیانہ تجربہ کو جو معنے پہنائے جاتے ہیں اور معنوں کی بنیاد پر جو مابعد الطبّیعاتی نظام قائم کر لیا جاتا ہے وہ بھی اپنی جگہ پر منفرد ہے یہ تجربات اگر واقعی عِلم کی تعریف میں آتے ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ اوّل تو سَراسر انفرادی ہیں دوسرے انھیں دوسرے عُلوم کی طرح آگے منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا بحیثیت مجموعی ان سے انسانیت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

ہندو مُعاشرے میں تصوّف اور ترکِ علائق کے مسلک کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہونے لگی تو زمین کی مٹی اور مادّیت کی آلائش سے چھٹی ہوئی براہمنیت کے لئے بھی یہ ناممکن ہوگیا کہ اسکی جانب سے آنکھیں بند کر لے۔ چنانچہ آریاؤں کے سماجی نظام میں دنیا تیاگ دینے والے لوگوں اور دربدر پھرنے والے سادھوؤں کے لئے بھی جگہ نکالنی پڑی۔ اس کے لئے انھوں نے زندگی کے چار مَدارج کا اصول وضع کر لیا اور اسے دھرم سوتر کے نام سے پہلی دفعہ دنیا میں پیش کر دیا۔ بعض ابتدائی زمانے کے صوفیوں کی تعلیمات، مباحثات اور اقوال کو جمع کر کے انھیں براہمنا کے ساتھ بطورِ ضمیمہ لگا دیا گیا اور انکا نام اُپنشد رکھ دیا گیا۔ مزید وقفے کے بعد تصتوف کی عملی تربیت کیلئے کچھ جسمانی ورزشیں تجویز کی گئیں اور انکا نام "یوگا" (ملاپ) رکھا گیا۔ چند صوفیانہ نوعیت کی نظمیں بھی اُپنشدوں میں شامل کر لی گئیں اور اس طرح یوگا ایک الگ فکری نظام کے طور پر تشکیل پا گیا۔ قدامت پرست کٹر ہندو نظام نے اسے بھی اپنا ایک جزُو مان لیا۔ اس طرح ہندو مت نے گویا ایک نئی سمت اختیار کر لی تھی اور یہ — بُدھ مَت اور جَین مَت کی سمت تھی !

ہُندو مَت، ہندو فلسفے اور ہندو تصوّف نے کائنات کی تخلیق کے بارے میں کیا کیا مفروضے قائم کئے، علمی سطح پر اس کا مطالعہ بڑا دلچسپ ہے۔ ابتدائی اُپنشد اور بُدھ مَت اور جَین مَت کی مذہبی کتابیں واضح طور پر یہ ظاہر کرتی ہیں۔ کہ تخلیقِ کائنات سے متعلق ہندو ذہن

انتہائی پریشان خیالی کا شکار رہا ہے۔ اس نے نہ صرف تخلیقِ کائنات بلکہ روح کی نوعیّت اور دوسرے متعلقہ مسائل کے سلسلے میں بھی کئی مفروضے قائم کر رکھے تھے۔ ان تمام مفروضات کی بنیاد ظن اور تخمین پر رکھی گئی تھی، تاہم بعض مفروضات کو کسی نہ کسی مکتبِ براہمنیت نے تسلیم کر لیا تھا اور انھیں اپنے کٹر عقیدوں میں بھی شامل کر لیا تھا۔ بہت زیادہ قدامت پسند اور بے لچک تعلیمات میں بتایا گیا ہے کہ کائنات کی تخلیق اوّلین "شخص پُروشس" یا پرجاپتی کی خودشعوری کا نتیجہ ہے۔ پرجاپتی کو خوفِ تنہائی اور ساتھی کی ضرورت کا احساس ہوا تو اُس نے اپنے آپکو تقسیم کر دیا اور اس طرح اپنے لئے بیوی پیدا کر لی۔ پھر اس جوڑے نے مختلف جانوروں اور انسانوں کے رُوپ بدل بدل کر ساری کائنات کو جنم دیدیا۔ تکوینی جنسی عمل کے ذریعے تخلیقِ کائنات کے تصوّر نے بعد کے ہندومت کو بے حد متاثر کیا ہے۔ ویدک لٹریچر میں یہ موضوع، مختلف اسالیب سے بار بار دہرایا گیا ہے۔ ترکِ دنیا کے عمل سے جو قوّت پیدا ہوتی ہے اسے تپَس کہتے ہیں۔ عملِ تخلیق کیلئے تپَس کو ویدوں کے بعض حصّوں میں لازمی جُزو قرار دیا گیا ہے۔ یہ گویا ایک اہم اور نمایاں انحراف ہے۔ اس قدیم نظریئے سے جس میں یہ کہا گیا تھا کہ دنیا کے نظام کا انحصار قربانی پر ہے !

کچھ ایسے معلمین نے جو قدامت پرست نہیں تھے تخلیقِ کائنات کے ایسے نظریئے بھی پیش کئے ہیں جن میں خدا کا کوئی تصوّر نہیں ہے اور جو فطری عوامل کو اہمیّت دیتے ہیں۔ بعض فلسفیوں کا عقیدہ تھا کہ دنیا کی ابتداء پانی سے ہوئی ہے۔ بعض نے آگ اور بعض نے ہَوا کو ماخذ بتایا۔ ایک جگہ "آکاش" یعنی ایتھر کو بھی کائنات کی بنیاد بتایا گیا ہے۔ بعض مفکرین کے نزدیک کائنات کی بُنیاد نہ کسی اُلوہیاتی دیوتا پر ہے اور نہ کسی اہم شخصیت یا غیر شخصی وجود پر ہے بلکہ اسکی بنیاد ایک "اُصول" پر ہے جس کے چار عناصر ہیں :-

(۱)۔ تقدیر (نیتی.) (۲)۔ وقت (کال) (۳)۔ فطرت (سوابھاوا) اور
(۴)۔ اتفاقیہ مواقع (سمگتی)

تصوّر یہ پیش کیا گیا کہ دنیا کسی دیوتا کی مُداخلت سے یا اپنے آپ سے باہر کی یعنی خارجی قوّتوں کے عامل ہونے سے وجود میں نہیں آئی بلکہ اپنے اندر کے عملِ ارتقا کے زور

سے یعنی عملِ پختگی (پَرِینامَ) کے اصول پر پیدا ہوئی مہاتما بُدھ جیسے عظیم معلّم نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ سببِ اوّل کے بارے میں خیالی گھوڑے دوڑانا عبث اور ضیاعِ وقت ہے۔ چھٹی ساتویں صدی قبل مسیح میں ہندوستان کی عقلیت اتنی پُر بہار اور ترو تازہ شگوفوں سے بھری ہوئی تھی کہ اس پر بارش کے بعد کے جنگل کی شگفتگی کا گماں ہوتا تھا۔ کچھ دانشور ایسے بھی تھے جو اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ علمِ صحیح تک رسائی حاصل کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ بعض مادہ پرست "رُوح" کے وجود سے بھی انکاری تھے۔ بلکہ یہ تو کسی بھی غیر مادّی وجود کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ انکے علاوہ منکرین کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو کہتا تھا کہ دنیا غیر فانی جوہروں سے بنی ہے۔

ان تمام خیالات اور نظریات کو جن لوگوں نے پھیلایا وہ سب کے سب تارک الدُّنیا زُہداء تھے۔ البتہ ایک دو بادشاہوں کے نام بھی آتے ہیں جنہوں نے ان خیالات میں دلچسپی لی۔ ان فلسفی بادشاہوں میں وِدیہا کا راجہ جَنک اور بنارس کا راجہ اجاتَشترُو کا نام سرِفہرست ہے۔ یہ دونوں راجے غالباً ساتویں صدی ق م میں تھے۔ جنگلوں میں رہنے والے سادھوؤں (وانَ پَرَشتھا) نے ویدوں کی قدیم روایتی تعلیمات سے بہت تھوڑا انحراف کیا ہے۔ لیکن پھرتے رہنے والے سادھوؤں (پَرِیوْراجک) نے متنوّع اُصول اور طور طریقے پیش کئے ہیں۔ تاہم اُپنشدوں کی تالیف کا ذمہ دار پہلا طبقہ ہے۔

آج دنیا کی ہر دانش گاہ میں عالمی مذاہب کا تقابلی مطالعہ ضروری سمجھا جاتا ہے علمی سطح پر بھی یہ جاننا ضروری ہے کہ مذہبی فکر کے مختلف عناصر کس طرح سینکڑوں سالوں کی نشوو ارتقا، ترمیم و تنسیخ اور رَدّ و قبول کے عمل سے گزر کر ہم تک پہنچے ہیں۔

مختلف مذاہب کے تقابلی مطالعے کو ہمارے ہاں ابھی تک وہ اہمیّت نہیں دی گئی جس کا یہ مستحق ہے ابتدائی انسان نے تخیّل کی بلند پروازی سے کام لیکر اُلُوہیت کے کیا کیا پیکر تراشے، انھیں کیا کیا قوتیں عطا کیں اور انکے بارے میں کیا کیا قصّے تصنیف کئے، اس کا مطالعہ بجائے خود ایک دلچسپ اور معلومات افزا موضوع ہے تہذیب و تمدّن کے ابتدائی نقوش کو عام طور پر دس ہزار سال ق م کے زمانے اور وسط ایشیا

میسوپوٹیمیا اور مصر کے علاقے سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مذہب کی ابتداء بھی، تاریخی نقطۂ نظر سے، تہذیب و تمدّن کے ہم رکاب ہوئی جب مرکزی مستقر چھوڑ کر مختلف قبائل دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلنے لگے تو انکے پاس سب سے قیمتی سرمایہ 'روایات و قصص' کا تھا۔ اس عظیم سرمائے کو مائیتھالوجی (دیومالا) کا نام دیا جاتا ہے۔ یونانی، رومی، عراقی و عرب کی، ایرانی اور ہندو مائیتھالوجی کا عالمی ادب میں بہت بڑا مقام ہے۔ اس کتاب میں ہندو مائیتھالوجی کو بلا تنقید و تبصرہ غیر جانبدارانہ انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔

توقع کی جاتی ہے کہ اس کے بغور مطالعہ سے وہ مقاصد بھی حاصل ہوں گے جن کی طرف سطورِ بالا میں اشارے دیئے گئے ہیں اور مذہب اور دین کا فرق بھی سمجھ میں آجائے گا، نیز اُن عناصر کا کھوج لگانے میں بھی آسانی ہوگی جو کئی کئی بھیس بدل کر "دین" میں داخل ہوتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اخلاقیات پر مبنی دُو بڑے مذاہب بُدھ مَت اور جَین مَت کی تفاصیل بھی پیش کی گئی ہیں تاکہ مذہبی فکر کی جولانیوں کی تمام سمتیں سامنے آجائیں اور مادّہ پرستی کے رُجحانات کا بھی پتہ لگایا جاسکے۔

5210

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے ساتویں آٹھویں صدی ق۔م تک آریاؤں کا فلسفہ اپنے عروج پر تھا۔ اس فلسفے کو جسے ہندُوؤں نے اپنے مذہبی عقائد کی روشنی میں پروان چڑھایا ہے ویدانت کہتے ہیں۔ یہ ویدانتی فلسفہ سارے کا سارا اُپنشدوں کے اندر محفوظ ہے اور اسے دوسرے مذہبی ادب کی طرح مقدّس سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ ویدانت نے دُنیا کے اعلیٰ مذاہب کو بھی کسی نہ کسی صورت میں متأثر کیا ہے اس لئے اس کتاب میں اُپنشدوں کی تعلیمات کا بھی مختصر سا جائزہ لیا گیا ہے۔

جن اعلیٰ علمی مقاصد کو سامنے رکھکر یہ کتاب پہلی مرتبہ اُردو زبان میں پیش کی جارہی ہے۔ وہ موجودہ دَور کے تقاضوں کو کس حد تک پُورا کرتے ہیں اس کا اندازہ دانشور مفکرین ہی صحیح طور پر لگا سکتے ہیں۔ اس انتہائی مشکل کام کے سرانجام دینے میں جن عظیم شخصیات نے میری حوصلہ افزائی کی ہے اُن سب کا میں تہِ دِل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ملتان ـــ یکم ستمبر ۱۹۸۷ء ★ ـــ ڈاکٹر مہر عبدالحق ـــ

حصہ اوّل

ویدک مائیتھالوجی

پہلا باب

وید

کہا جاتا ہے کہ لفظ "وید" کا مادہ "وِد" ہے جس کا معنٰی جاننا ہیں۔ لہذا وید کے معنے ہوئے علم۔ تاہم یہ وہ علم ہے جو سُنا سُنایا ہے یا سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہا ہے کیونکہ صدیوں تک یہ معرضِ تحریر میں نہیں لایا گیا۔ وید کسی ایک شخص کی تصنیف بھی نہیں ہیں۔ انکے بارے میں عام عقیدہ یہی ہے کہ انکے مشمولات بہت سے رشیوں پر القاء ہوئے جو انھوں نے آگے اپنے شاگردوں تک پہنچا دیئے۔ ویاس جی ان سب کو ترتیب دینے والا یعنی مُرتّب یا ایڈیٹر ہے۔

ان تحریروں کے اندر جو "ہدائیت" یا "تعلیم" ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ خود خدا کی سانس ہے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس طرح آگ سے دھواں اُٹھتا ہے اسی طرح خدا کی طرف سے یہ تعلیم جاری ہوتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وید اربعہ عناصر سے پھُوٹے ہیں ان اختلافات کے باوجود یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ وید خدا کی طرف سے انسان کو براہِ راست تحفتہً عطا ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے انہیں انتہائی مقدس سمجھا جاتا ہے۔ تاہم یہ برہمنوں کی خاص ملکیت ہیں۔ منوسمرتی کے زمانے میں، جو ایک قانون کی کتاب کا مصنّف یا مؤلف ہے اور جو ویدوں کے زمانے سے دو تین صدیاں بعد میں گزرا ہے (اگرچہ بعض لوگ اسے ۵۰۰ ق م سے پہلے کا نہیں مانتے) ویدوں کا ایک لفظ بھی کسی نچلی ذات کے آدمی کے کان میں پڑ جاتا تو اس سے زیادہ سنگین جُرم اور کوئی نہیں تھا۔

وید تعداد میں چار ہیں۔ قدامت کے اعتبار سے انکی ترتیب یہ ہے:۔
رِگ وید۔ یجُر وید۔ سام وید اور اتھروا وید۔ ہر وید دو بڑے حصّوں پر منقسم ہے ایک حصّے کو سنہتا کہتے ہیں جس میں منتر یا بھجن جمع کئے گئے ہیں۔ دوسرا حصّہ براہمنا کہلاتا ہے

جس میں مذہبی رسوم اور انکی وضاحتیں ہیں، ہر براہمنا کے ساتھ ایک اُپنشد بھی شامل ہے جس میں تصوّف کے مخفی اسرار و رموز ہیں۔ انکی حیثیت منتروں اور براہمنا سے قدرے کم ہے۔ کیونکہ مؤخر الذکر کو شرُتی یعنی سُنی ہوئی بات کہا جاتا ہے اور اُپنشد سمرُتی یعنی "سیکھی ہوئی بات کا درجہ رکھتے ہیں انکی تدریس کو بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ انھیں صرف فلسفے سے دلچسپی رکھنے والے لوگ پڑھتے ہیں۔ جبکہ سَنہتا اور براہمنا کا پڑھنا پڑھانا برہمنوں کے لئے مخصوص ہے۔ تاہم بنارس اور چند دوسرے شہروں میں بعض ایسے براہمن بھی ہیں جو اُپنشدوں پر بھی خاصا عبور رکھتے ہیں۔

رِگ وید کا حصہ سَنہتا سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس میں ایک ہزار (۱۰۱۷) سترہ یا ایک ہزار (۱۰۲۸) اٹھائیس بھجن ہیں۔ اَتھروا وید کا سَنہتا اگرچہ تقریباً حال ہی کی تصنیف ہے تاہم بہت دلچسپ ہے۔ ویدک بھجنوں کے یہی دُو حصّے ہیں جنہیں علیٰحدہ تصنیف کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ باقی ویدوں کے ساتھ جو سَنہتائیں ہیں اُن میں رِگ وید کے بھجنوں کو ہی دُہرایا گیا ہے۔ رگ وید یعنی ویدوں کی پہلی کتاب اور اَتھروا وید یعنی ویدوں کی آخری کتاب کی تصنیف کے درمیانی وقفے میں لوگوں کے مذہبی عقائد اور تصوّرات میں بہت سی تبدیلیاں آگئی تھیں۔ اوّلین بھجنوں میں دیوتاؤں پر جو بچوں کا سا معصومانہ اعتماد اور یقین تھا وہ غائب ہوگیا۔ اب دیوتا زیادہ سفّاک اور ظالم بن گئے تھے اور اسی لئے انکو خوش کرنے کے لئے نذر و نیاز اور چڑھاووں کی بھی زیادہ ضرورت محسوس ہونے لگی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ ان آریاؤں کا واسطہ رہا اُنکے قدیم مذہب نے اثر انداز ہونا شروع کردیا تھا[۱]

تینؔ ویدوں کے سَنہتاؤں میں جو خاص بات ہے وہ یہ ہے کہ اگر منتروں میں شعری وزن ہے اور اس کو بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے تو اسے رِچ کہا جائیگا جس کے معنے ہیں حمد و ثنا، مدح و تعریف اسی لفظ رِچ سے رِگ وید کا نام ماخوذ ہے۔ رگ کے معنے ہوئے حمد و ثنا وغیرہ۔ اگر منتر نثر میں ہیں تو انھیں اس طرح پڑھا جائیگا کہ کوئی دوسرا نہ سن سکے۔ انھیں یَجُ کہا جائیگا۔ اس کے معنے ہیں بھینٹ چڑھانا۔ (قربانی) یَجُر وید میں قربانی پیش کرنے کے منتر درج ہیں۔ اور اگر یہ منتر موزوں و مقفّیٰ ہیں اور گائے جانے کے لئے ہیں تو انھیں "سامن" (برابر) کہا جائے گا سام وید میں اسی قسم کے منتر ہیں۔ منتروں کے مُصنّف کو جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے خدا

طرف سے القا، ہوا تھا، رشی کہا جاتا ہے۔ اس رشی کو Inspired Seer یعنی ایسا شخص سمجھا جاتا ہے جسے الہام ہوتا ہے اور جو ہر چیز کو دیکھ سکتا ہے "دیوتا" Deity ، کے معنی ایسے وجود کے ہیں جسے مقامِ اُلوہیت دیا جا سکتا ہے۔ تاہم ویدک منتروں میں اُن تمام چیزوں کو بھی دیوتا ہی کہا گیا ہے (مثلاً قربانی کا ستون یا ہتھیار وغیرہ) جن کا ذکر ان منتروں میں ہے۔ ان چیزوں کو دیوتا کہنا یا انہیں اُلوہیاتی تقدّس دینا وحدت الوجود کے اس مسلک کے عین مطابق ہے جو اُس زمانے کے لوگوں میں عام تھا اور جس پر مختلف انداز سے آج بھی بعض مکاتبِ فکر چلتے ہیں۔ ویسے بھی براہمنا سنہتاؤں کی نسبت بعد کی پیداوار ہیں۔

اس وقت جو وید موجود ہیں اُن کے متن کے بارے میں بھی اختلافات ہیں۔ چونکہ یہ زبانی یاد کرائے جاتے ہیں اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے ہیں اس لئے اختلافات کا پیدا ہو جانا غیر متوقع نہیں تھا۔ ایک روایت کے مطابق رگ وید کے اکیس ۲۱ مختلف نسخے ہیں۔ ایک اور روایت کے مطابق رگ وید کے پانچ ۵، یجُروید کے بیالیس ۴۲، سام وید کے ایک ۱۰۰۰ ہزار اور اتھروا وید کے بارہ ۱۲ نسخے ہیں۔ جس مکتبِ فکر کے پاس جو بھی وید تھا وہ اُسے اصلی وید سمجھتا تھا۔ اگر کسی کے پاس کوئی دوسرا نسخہ اس کے اپنے نسخہ سے مختلف ہوتا تھا تو وہ اسے رد کر دیتا تھا اور اسکی تعلیم دینے والوں اور اسکی تعلیمات پر عمل کرنے والوں پر لعنت بھیجتا تھا۔ رگ وید سنہتا جو اس وقت موجود ہے صرف ایک مکتبہ فکر ہے، یجُروید تین مکاتبِ فکر والوں کا ہے اور اتھروا وید ایک مکتبِ فکر کا ہے دوسرے ویدوں کے مکاتبِ فکر میں شدید اختلافات انکے متنوں کے تفاوت کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے لیکن یجُروید کے اپنے اندر جو اختلافات تھے اُنکی بنا پر ایک یجُروید کو کالا اور دوسرے کو سفید کہا جانے لگا۔ پُرانوں کی ایک روایت میں اسکی توجیہہ اس طرح کی گئی ہے کہ ویاس کا ایک شاگرد "ویشم پاینا" نامی تھا جس کو اُستاد نے یجُروید منتقل کر دیا تھا۔ مگر اس شاگرد سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا۔ اُس نے اپنے گناہ کا اُتارا کرنے کیلئے شاگردوں کی مدد چاہی۔ اس کے ایک شاگرد یجناولکیا نے یہ کہہ کر مدد دینے سے انکار کر دیا کہ تم اُتارے کی رسم اکیلے ہی ادا کر د۔ اس گستاخی پر ویشم پاینا کو غصہ آ گیا اور اس نے یجناولکیا کو بد دُعا دی جس کے نتیجے میں اُس نے وہ تمام یجُ منتر اُگل دیئے جو اُستاد نے اُسے پڑھائے تھے۔ باقی شاگردوں کو اس نے تیتروں کے روپ میں تبدیل کر دیا لیکن ان تیتروں نے اُگلے

ہوئے منتر چُن لئے اور انھیں محفوظ رکھا۔ چنانچہ یجُر وید کے اس متن کو تیتریا متن کہا جاتا ہے تاہم یجناولکیا کو چونکہ نئے منتر سیکھنے کا بہت شوق تھا۔ اس لئے اس نے بڑے خلوص کے ساتھ سورج سے دعا مانگی کہ مجھے وہ منتر مل جائیں جو میرے استاد کے پاس بھی نہیں ہیں۔ اسکی یہ دعا قبول ہوئی اور اس طرح دُو یجُر وید وجود میں آگئے۔ ایک وہ جو اس نے اُگل دیئے تھے اور جنہیں تیتروں نے چُن لیا تھا، دوسرا وہ جو سورج نے اُسے عطا کیا تھا۔ پہلے والا یجُر وید کالا کہلایا اور اس کے بعد والے کو سفید کہا گیا۔

ویدوں کی تاریخ تصنیف کے بارے میں کوئی بات وثوق کے ساتھ نہیں کی جاسکتی۔ تاہم یہ امر مُسلّمہ ہے کہ انکا شمار دنیا کے قدیم ترین ادب میں ہوتا ہے۔ کوئی اسے چودھویں صدی قبل مسیح کی تصنیف کہتا ہے، کوئی اس سے بھی زیادہ قدیم سمجھتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ یہ بہت بعد کی تصانیف ہیں۔ ایک محقّق ڈاکٹر ہاگ کا خیال ہے کہ ویدوں کا زمانہ دو ہزار قبل مسیح سے بارہ سو قبل مسیح تک ہو سکتا ہے۔ میکس مُلّر کہتا ہے کہ ویدوں کے بھجنوں والے حصے کی تصنیف ۱۲۰۰ ق.م سے ۸۰۰ ق۔م کے دوران ہوئی ہے۔ براہمانا ۸۰۰ ق.م سے ۶۰۰ ق.م کے دوران لکھے گئے ہیں اور ان کے باقی حصوں کی تالیف ۴۰۰ ق.م سے ۲۰۰ ق.م کے درمیانی عرصے میں ہوئی ہے۔

میکس مُلّر کی یہ تحقیق زیادہ قرین قیاس ہے۔ ان کتابوں کے اپنے اندر ایسا کوئی اشارہ نہیں ملتا جس سے اُن کی تاریخ تصنیف کا تعیّن ہوسکے۔ ان میں جتنے بھی حوالے ملتے ہیں وہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ زبانی یادداشتیں ہیں جنہیں زبانی یاد کرلیا گیا اور آگے بھی زبانی منتقل کیا گیا۔ یہاں فنِ تحریر آچکا تھا لیکن صدیوں تک ان مقدس کتابوں کو اس فن سے دُور رکھا گیا۔ مہابھارت میں تنبیہہ دی گئی تھی کہ جس کسی نے ویدوں کو لکھا اُس کی سزا جہنم ہو گی۔

⁂

دوسرا باب

ویدک دیوتا (بالعموم)

غالباً "یَسکا" ویدوں کا سب سے پُرانا تبصرہ نگار ہے۔ اس نے ویدک دیوتاؤں کی عمومی تفصیل اس طرح دی ہے کہ ویدوں کے شارحین کے مطابق بڑے دیوتا تین ہیں: (۱) اگنی، جس کا مستقر زمین ہے۔ (۲) وایُو یا اندرا جس کا قیام ہوا میں رہتا ہے اور (۳) سُوریہ، جس کی قیام گاہ آسمان ہے۔ ان دیوتاؤں کے نام، انکی عظمت کے اعتبار سے اور انکے افعال واختیارات کے اعتبار سے، بہت۔ نام رکھے گئے ہیں۔ خود رگ وید کے اندر انکی تعداد تینتیس ۳۳ بتائی گئی ہے۔ گیارہ زمین کے دیوتا کیلئے، گیارہ ۱۱ آسمانی سورج کیلئے اور گیارہ ۱۱ ان دونوں کے درمیان ہوا کیلئے۔ "اگنی" دانا دیوتا اپنے پجاریوں کی بات سنتا ہے۔ "اے جوان سرخ گھوڑوں والے دیوتا! تم مدح وثنا کو بہت پسند کرتے ہو۔ اپنے تینتیس کو ادھر بھیجو۔" تینتیس کا یہ عدد وہ ہے جو بالعموم استعمال ہوا ہے۔ تاہم یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے کہ کن تینتیس کو پکارا جارہا ہے کیونکہ مختلف مقامات پر جو فہرستیں دی گئی ہیں ان میں بہت اختلاف ہے۔ ایک اور بھجن میں کہا گیا ہے کہ تین سو، تین ہزار اور اُنتالیس دیوتاؤں نے اگنی دیوتا کی پوجا کی ہے۔

ان دیوتاؤں کو غیر فانی کہا جاتا ہے لیکن انھیں اپنے آپ وجود میں آجانے والی ہستیاں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان میں سے اکثروں کی ولدیت بھی بتا دی گئی ہے۔ تاہم اُنکی پیدائش کے بارے میں جو تفاصیل دی گئی ہیں ان میں وسیع اختلافات ہیں۔ اگنی اور ساوِتری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے دوسرے دیوتاؤں کو لافانیت عطا کی ہے۔ یہ بھی پڑھا یا جاتا ہے کہ اندرا نے یہ نعمت قربانی دیکر حاصل کی تھی۔ ستاپتا براہمنا میں ایک بڑی دلچسپ تفصیل دی گئی ہے کہ کس طرح دیوتاؤں نے لافانیت حاصل کی اور اسُورہ یعنی شیاطین پر برتری حاصل کی۔ کہا گیا ہے کہ ابتداءً دیوتا اور شیاطین دونوں فانی تھے۔ سب قدرت واختیار میں برابر تھے اور سب "پرجاپتی" یعنی خالق کے بیٹے تھے

غیر فانی بننے کی خواہش میں دیوتاؤں نے دل کھول کر قربانیاں پیش کیں اور سخت ترین مجاہدے کئے۔ لیکن کچھ نہ بنا۔ بالآخر خود پرجاپتی نے انھیں ایک خاص قسم کی قربانی کا طریقہ سکھایا۔ انھوں نے اس مشورے پر عمل کیا اور لافانی بننے میں کامیاب ہوگئے۔ اب یہ شیاطین سے افضل بننا چاہتے تھے تو انھوں نے سچائی کو اختیار کر لیا۔ اس سے پہلے یہ اور اسورہ یعنی شیاطین اپنی مرضی اور موقعے کی مناسبت سے سچ بھی کہہ ڈالتے تھے اور جھوٹ بھی بول لیتے تھے۔ اب دیوتاؤں نے سچ بولنا اختیار کر لیا تو اسورہ اپنے جھوٹ کے مسلک پر اور زیادہ قائم ہوگئے۔ اس طرح ان دونوں گروہوں کے درمیان طویل جنگ چھڑ گئی جس میں آخری فتح دیوتاؤں کو نصیب ہوئی۔ اس فتح کے بعد سب دیوتاؤں نے اپنے آپ کو ایک جیسا پایا۔ قدرت اور اختیار میں بھی یہ سب برابر تھے۔ پھر تین دیوتاؤں اگنی، اندرا اور سوریہ کے دل میں باقی دیوتاؤں سے افضل قرار دیئے جانے کا شوق پیدا ہوا۔ انھوں نے اس مقصد کے لئے پھر قربانیاں دینی شروع کر دیں اور اس میں وہ کامیاب ہوئے۔ چنانچہ ابتدا میں اگنی کے اندر وہ شعلہ اور حدّت نہیں تھی جو اب ہے اس نے خواہش کی کہ میرے اندر کبھی نہ ختم ہونے والا شعلہ پیدا ہو جائے۔ اس نے اس مقصد کے لئے قربانیاں دیں اور اسے دل پسند شعلہ عطا ہوگیا اسی طرح اندرا نے اپنی قوت میں اضافہ کر لیا اور سورج نے اپنی آب و تاب بڑھا لی۔ ان تین دیوتاؤں کو ویدک ارباب ثلاثہ کہا جاتا ہے۔ تاہم بعد کے زمانے میں ان تینوں کی بجائے دوسرے تین دیوتاؤں کو یہ مقام دیدیا گیا ہے پھر بھی کوشش کی جاتی ہے کہ انکو اسی پہلے والے مقام پر متمکن ظاہر کیا جائے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ پجاری ہر دیوتا کو باری باری تمام دوسرے دیوتاؤں سے افضل اور برتر سمجھتا ہے۔ ویدوں میں اسمائے صفت تفضیل کُل کے صیغوں میں بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ پھر مختلف دیوتاؤں کے تعریفی کلمات بلاامتیاز ہم معنٰی اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ پروفیسر میکس ملر کے قول کے مطابق جب ان دیوتاؤں کو الگ الگ پکارا جاتا ہے تو کسی کے بارے میں بھی یہ تصور نہیں کیا جاتا کہ یہ دیوتا کسی دوسرے دیوتا سے کمتر رتبے کا ہے یا کسی دوسرے دیوتا نے اس کی قوت و اختیار کو محدود کر رکھا ہے۔ پکارنے والے کے نزدیک ہر دیوتا دوسرے تمام دیوتاؤں کا ہم رُتبہ ہے۔ پکارتے ہوئے ہر پجاری کے دل میں پُوجا کے وقت یہ پورا یقین ہوتا ہے کہ وہ اصل اُلوہیت کی حضوری میں ہے اور یہ اصل اُلوہیت سب سے اعلیٰ اور

مطلق ہستی ہے۔ اسی لئے پجاری کے ذہن سے تمام دوسرے دیوتا غائب ہو جاتے ہیں اور اُسکی چشمِ تصور کا مرکز و محور صرف وہی ایک دیوتا بن جاتا ہے۔ جس کے سامنے دو زانو ہو کر وہ سراپا آرزو بنا ہوتا ہے۔ یہ دیوتا جو اسکی خواہشات کو پورا کرتا ہے اسی لئے ایک مکمل مجسمۂ نور ہے!"

رگ وید میں ایسی بہت سی عبارتیں ہیں جن میں علیحدہ علیحدہ ہر دیوتا کو مطلق اور معلّیٰ دکھایا گیا ہے۔

ان دیوتاؤں کے ارادے کو مطلق العنان بادشاہوں کے ارادے کی طرح اٹل سمجھا جاتا ہے کوئی فانی ہستی ان کے منصوبوں کو نہیں روک سکتی۔ انھیں تمام مخلوقات پر مکمل اختیار حاصل ہے۔ فانی مخلوق کی موت انکے ہاتھ میں ہے۔ انھیں انسانوں کے خیالات اور ارادوں کا بھی علم ہوتا ہے۔ یہ پجاریوں کو انعامات سے نوازتے ہیں تو جو انھیں نظر انداز کر دیتے ہیں انکو سزائیں بھی دیتے ہیں۔

آگے چل کر جب ہم پُرانوں میں ذکر کردہ دیوتاؤں کا حال لکھیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اُس عہد کے دیوتاؤں کے نمائندے ماقبل کے نمائندوں سے زیادہ وضاحت کیساتھ سامنے آتے ہیں۔ اگرچہ ویدوں میں بیان کئے گئے دیوتا انسانی شکل و صورت کے بیان ہوئے ہیں اور انکے افعال بھی انسانوں جیسے ہیں پھر بھی انکے خاکے بے حد نامکمل ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ نقص رفع ہو جاتا ہے۔ اب پوجا کی چیزیں مبہم اور غیر واضح نہیں رہتیں۔ ان کے خدوخال اتنے واضح اور صاف صاف بیان ہوتے ہیں کہ انکی تصویر بآسانی کھینچی جا سکتی ہے۔ چونکہ انکے جسمانی نقوش محض تخیّل سے ترتیب نہیں پاتے اس لئے انکے اخلاقی اور ذہنی خصائص بھی بخوبی واضح ہو جاتے ہیں۔ ان دیوتاؤں کے جذبات اور اُن مثالی چیزوں کے جذبات جن کے ذریعے انھیں بطور نمائندہ ظاہر کیا جاتا ہے، بالکل ایک جیسے ہو جاتے ہیں فرق صرف یہ رہ جاتا ہے کہ دیوتاؤں کی قوّت اور اختیارات میں بہت زیادہ وسعت تسلیم کی جاتی ہے

پروفیسر ولیمز اپنی کتاب (انڈین وزڈم۔ صفحہ ۵) میں لکھتے ہیں کہ ویدک عہد میں جن قوّتوں کو الوہیاتی توانائیاں عطا کر کے دیوتا بنا دیا گیا تھا۔ انھیں شبیہوں اور بُتوں کے روپ میں نہیں ڈھالا گیا تھا بلکہ پجاری انکی صورت انسانی شکل میں اپنے تصوّر میں جما لیتے تھے۔ پروفیسر میکس مُلر زیادہ صاف گوئی سے کام لیکر کہتا ہے کہ ویدک مذہب میں بتوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ بہت بعد کی بدعت ہے۔ ان دونوں دانشوروں کے خلاف ڈاکٹر بولین سین کی بات زیادہ وقیع ہے کہ دیوتاؤں کے جو نام ویدوں میں آتے ہیں، مثلاً دیوونارا بمعنی آسمانی انسان، یا محض نارا بمعنی انسان یا صفاتی نام نری پیسا بمعنی آدمیوں کی شکل و صورت

رکھنے والا، توان سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ویدک عہد کے لوگ اپنے دیوتاؤں کو صرف اپنے تصوّر میں انسانی صورت عطا نہیں کرتے تھے بلکہ معقول انداز پر انکی شبیہیں بھی بناتے تھے۔ مثلاً رگ وید ۱۱۔ ۳۲۔ ۹ پر رُدرا کی تصویر موجود ہے۔ جس کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ اس کے اعضاء بہت مضبوط ہیں شکلیں بہت سی ہیں، خوفناک ہے رنگت گندی ہے اور اسکی تصویر کے رنگ شوخ دکھائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ قدیم ترین زبان کا ایک لفظ ہے "سندری" جس کے معنی ہیں "دیوتاؤں کی شبیہہ"۔ پس یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ابتداء میں بُت نہیں تھے، یہ بعد کی ایجاد ہیں۔

* * *

تیسرا باب

دیٔ اَوس اور پرِتھوی یعنی آکاش اور دھرتی

اب ہم ویدک دیوتاؤں کا تذکرہ زیادہ تفصیل سے کریں گے ؛

دیٔ اُوس (آکاش۔ آسمان) اور پرِتھوی (زمین) کے بارے میں عام رائے یہ ہے کہ یہ آریا اور انکے ساتھ نقل مکانی کرکے آنے والے لوگوں کے سب سے زیادہ قدیم دیوتا ہیں، یہی وجہ ہے کہ رگ وید کے بھجنوں میں انھیں سب دیوتاؤں کے والدین کہا گیا ہے۔ انکی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے کہ یہ "نیکی کو فروغ دیتے ہیں اور اپنے پجاریوں کو انعامات سے نوازتے ہیں"۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ اُنھوں نے تمام جانداروں کو بنایا۔ اور انکی سفارش سے انکی اولاد کو لافانیت عطا ہوتی ہے"۔ یہ سب کو عطیات دینے والے مہربان ہیں۔ یہ نہ صرف تخلیق کرنے والے ہیں بلکہ تمام جانداروں کو تحفّظ دینے والے بھی ہیں۔ ایک عبارت میں درج ہے کہ آسمان اور زمین کو اندرا نے بنایا ہے اور انھیں عظمت عطا کی ہے۔ اس لئے یہ دونوں اس کی مُتابعت اس طرح کرتے ہیں جس طرح رتھ گھوڑوں کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہے۔ یہ اندرا کا سجدہ کرتے ہیں اور اسکی دہشت سے کانپتے رہتے ہیں۔ اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ تاہم ایک مقام پر یہ بھی آتا ہے کہ "سوما" نے انھیں بنایا ہے۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ بعض دوسرے دیوتاؤں نے انھیں تخلیق کیا ہے۔ ان دُو دیوتاؤں کی تخلیق کے بارے میں جو پریشان خیالی پائی جاتی ہے اس سے قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوا کہ انکی تخلیق کیسے ہوئی اور کون سے وہ رشی ہیں جو اس راز سے واقف ہیں ؟

بڑی معقول دلیلیں دی جا سکتی ہیں اس امر کو تسلیم کرنے کے لئے کہ ہند یعنی موجودہ ، پاکستان کے شمالی علاقوں میں مقیم ہو جانے کے بعد آریہ اور ان ساتھی پجاریوں نے آہستہ آہستہ دیٔ اَوس اور پرِتھوی کو اپنی پرستش سے خارج کرکے اُنکا مقامِ اُلوہیّت اندرا کو دے دیا۔ جوں جوں اس نئے دیوتا کے تعریفی بھجن گائے جانے لگے پُرانے دیوتا فراموش ہوتے گئے۔ آج

دئی اَوس کو کوئی نہیں جانتا اور اندرا کی پرستش کی جاتی ہے تاہم ویدوں میں ان دونوں کو آسمانی دیوتا کہا گیا ہے ویدوں میں اندرا کو طور نداتیہ میں "دئی آس پتر" کہہ کر پکارا گیا ہے۔ جس کے معنے ہیں : "آسمان کا باپ"۔ یہ ترکیب بالکل وہی ہے جو لاطینی لفظ "جوپیٹر" اور یونانی لفظ "ذیئو پیٹر" کی ہے۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے الفاظ و تراکیب مشترک المعانی ایسے ہیں جن سے آریہ سیتقین اور دوسری اقوام کی مشترکہ زبان اور بود و باش کا پتہ چلتا ہے۔ جب وسط ایشیا کے مشترک مستقر کو چھوڑ کر مختلف اطراف کی طرف نقل مکانی ہوئی تو موسموں کا تغیّر و تبدّل اور آب و ہوا کی تبدیلی نے تارکین وطن کے تصوّرات کو بھی متاثر کیا۔ سابقہ مستقر میں آسمان نہایت چمکیلا اور تابناک تھا، شمالی ہند کے پہاڑی علاقوں میں، جہاں یہ لوگ آکر آباد ہوئے، سورج زیادہ گرم اور موسم حبس والا تھا۔ وہاں آسمان کی چمک دمک ان کے لئے مقدّس تھی، یہاں برسات ان کے لئے وجہ طمانیت و سکون بن گئی۔ وہاں یہ آسمان کی مدح و ثنا میں گیت گاتے تھے اب انھوں نے برسات کے بھی بھجن گانے شروع کر دیئے۔ بارشیں خوشحالی اور اناج کی فراوانی کا سبب بھی تھیں اس لئے الوہیت کا افادی پہلو زیادہ دلکش بن گیا۔ آسمان کی بجائے اسکی "برساتی صفت" ذہنوں پر چھا گئی۔ اور اس کا اظہار نئی الوہیاتی توانائی کی صورت میں کیا جانے لگا۔ سِند کے معنے ہیں پانی، پانی کا قطرہ، پانی کا گرنا بہنا وغیرہ۔ "را" کے معنی ہیں بادشاہ، صاحبِ قوّت و اقتدار، حاکم مطلق، دیوتا وغیرہ۔

س کا ہ سے اور ہ کا الف سے بدل جانا مسلّمہ لسانی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ اس طرح سِندرا سے ہندرا اور پھر اندرا کا لفظ وجود میں آگیا اور یہ بارشیں برسانے والے نئے دیوتا کا نام قرار پایا۔ جو تصوّرات پہلے دئی اَوس کے ساتھ وابستہ تھے اب اندرا کو منتقل کر دیئے گئے۔

پرتھوی کے بارے میں وِشنو پُران میں ہمیں یہ حالات ملتے ہیں۔ وینا نامی ایک بادشاہ بڑا مکّار اور مذہبی فریضوں کو نظر انداز کر دینے والا مغرور شخص تھا۔ جب رشی اسکی بداعمالیوں سے تنگ آگئے تو انھوں نے اسے قتل کر دیا لیکن اس کا نتیجہ اور بھی خراب نکلا، ملک میں بدامنی پھیل گئی۔ رِشیوں نے محسوس کیا کہ بادشاہ کے نہ ہونے سے بُرے بادشاہ کا ہونا اچھا ہے۔ اس پر انھوں نے وینا کی رانوں کو رگڑا معاً ایک کالا حبشی نما بونا نمودار ہوگیا۔ اس بونے نے پیدا ہوتے ہی رشیوں سے پوچھا "مجھے کیا کرنا ہے" رِشیوں نے کہا : "نِسیدا" یعنی بیٹھ جاؤ۔ اس دن سے اس کے جانشین "نِسیدی" کہلاتے ہیں۔ اب

دنیا بادشاہ کی نعش پاک ہو چکی تھی کیونکہ اس کے تمام پاپ (گناہ) اس کالے بونے کے جسم میں آ چکے تھے۔ اب اس کے دائیں بازو کو رگڑا گیا۔ اس سے ایک خوبصورت شہزادہ نمودار ہوا۔ اس کا نام پرِتھو رکھا گیا اور اسے باپ کے تخت پر بٹھا دیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کے ملک میں خوفناک قحط پیدا ہو گیا۔ چونکہ زمین پیداوار نہ دے سکتی تھی اس لئے سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ پرِتھو نے کہا: میں زمین کو قتل کر دوں گا اگر اس نے اپنے پھل اور اناج پیدا نہ کئے۔ اس دھمکی سے خوفزدہ ہو کر زمین نے ایک گائے کا روپ دھار لیا۔ پرِتھو اس کے پیچھے پیچھے برہما کے آسمان تک بھاگتا چلا گیا۔ آخر جب زمین اس کے تعاقب سے تھک کر چور ہو گئی تو اس نے پرِتھو سے کہا تم جانتے ہو کہ جنسِ مؤنث کا قتل بہت بڑا گناہ ہے لیکن پھر بھی مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ جب کثیر لوگوں کی خوشنودی اور خوشحالی کسی ایک بدفطرت کو ہلاک کر دینے سے حاصل ہوتی ہو تو اس فردِ واحد کا قتل نیکی کا کام ہے۔ گائے نے جواب دیا کہ اے بہترین حکمران۔ اگر اپنی رعایا کی بہبود کی خاطر تم مجھے جان سے مار ڈالو گے تو پھر تمہارے لوگوں کو سہارا کون دیگا؟ دونوں کے درمیان کافی دیر تک بحث چلتی رہی۔ آخر زمین نے کہا کہ سبزی کی تمام پیداواریں تو اب پرانی ہو چکی ہیں۔ اور انہیں اس نے تلف کر دیا ہے۔ تاہم اگر بادشاہ حکم دے تو وہ انہیں اپنے دودھ سے نشوو ارتقا دیکر دوبارہ بحال کر سکتی ہے۔ اس پر بادشاہ نے اُسے حکم دیا کہ نوعِ انسانی کے فائدے کی خاطر تم ضرور ایسا کرو، میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ اس پر گائے نے کہا پھر تم مجھے بچھڑا عطا کرو جس کی بدولت میرے تھنوں میں دودھ اُتر آئے۔ اس کے علاوہ تمام جگہوں کو بھی ہموار کر دو تاکہ میرا دودھ، جو تمام نباتات کا بیج ہے، ہر جگہ بہتا رہے ———

پرِتھو نے اس مشورے پر عمل کیا۔ اس کے عہدِ حکومت سے پہلے نہ کھیتی باڑی تھی، نہ چراگاہیں تھیں، نہ زراعت تھی، نہ سوداگروں کے لئے شاہراہیں تھیں۔ گویا یہ تمام چیزیں، یا یوں کہنا چاہیئے کہ تمدّن، پرِتھو کے عہدِ حکومت سے شروع ہُوا ہے۔ جہاں جہاں میدان ہموار ہوتے گئے وہاں وہاں پرِتھو اپنی رعیّت کو آباد کرتا چلا گیا ———

چونکہ پرِتھو نے سوایم بھُو، منُو، بچھڑے کی تخلیق کی، زمین کو دوہا اور نوعِ انسانی کی بہبود کیلئے اپنے ہاتھوں میں دودھ حاصل کیا جس کی وجہ سے تمام قسم کی سبزیاں اور اناج اور پھل وغیرہ پیدا ہوئے

ہیں جن پر زندگی کا دار و مدار ہے، اور چونکہ اُس نے زمین کو زندگی بخش دی تھی اس لئے گویا وہ زمین کا باپ تھا۔ چنانچہ باپ کے نام کے حوالے سے زمین کا نام پرتھوی ہو گیا۔

اس تمثیل میں، منوّ بچھڑے کا کردار "نسل کو آگے بڑھانے" کے تصوّر پر مبنی ہے اس لئے منوّ کو، جیسا کہ آگے چل کر آپ تخلیق کے عنوان کے تحت پڑھیں گے، بعض پرانوں نے نوعِ انسانی کا سب سے پہلا باپ قرار دیا ہے۔ انگریزی کا لفظ مین اور ہمارا لفظ مانس بھی اسی منوّ سے مشتق ہے۔ یہ کہانی بہت سے پرانوں میں مختلف انداز سے بیان ہوئی ہے۔ کہیں منو کی بجائے بچھڑے کا نام سوبا آتا ہے (جو ہوما بن کر انگریزی کے لفظ ہیومن میں نظر آتا ہے) کہیں اندرا ہے کہیں یَم ہے۔ اور کہیں انکے علاوہ اور دیوتا ہیں۔ اسی طرح دودھ دوہنے والے پرتھو کی جگہ رشیوں کو، متراکو اور دوسروں کو دے دی گئی ہے۔

پروفیسر ولسن "وشنو پران صفحہ ۱۰۴ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ یہ تمام ترمیمیں سادہ سی اصل تمثیل میں بعد میں کی گئی ہیں جس میں زمین کو گائے سے تشبیہہ دی گئی تھی جو افراد کے تمام طبقات کو خواہش کے مطابق دودھ یعنی مطلوبہ اشیاء مہیا کرتی ہے۔ تاہم بعد کے وشنو پران میں بتایا گیا ہے کہ پرتھوی "وشنو" کے پاؤں سے پیدا ہوئی۔

○

چوتھا باب

آدِتی اور آدِتیئے

آدِتی وہ اکیلی دیوی ہے جسے یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کا ذکر رگ وید میں نام سے آیا ہے اور اسے بہت سے دیوتاؤں کی ماں کہا گیا ہے۔ تاہم اس کی سیرت و کردار کو پوری طرح بیان کرنا بہت دُشوار ہے کیونکہ اس کے بارے میں بہت سی متضاد باتیں لکھی گئی ہیں اسے بچوں اور مویشیوں پر برکتیں بھیجنے والی دیوی کی حیثیت سے پکارا گیا ہے، اسے وَرُونا اور دوسرے دیوتاؤں کی ماں بھی بتایا گیا ہے جن کی تعداد کہیں آٹھ اور کہیں بارہ بتائی گئی ہے، نیز اس کے بارے میں یہ خیال بھی ہے کہ یہ لامحدودیت، خاص طور پر زمین کے مقابلے میں آسمان کی بے کنار وسعتوں کی مظہر ہے۔ ایک اور مفروضہ یہ ہے کہ آدتی آفاقی اور محیطِ کل فطرت یا وجود کی مُشخص صورت ہے۔ اس کا اظہار اُن اشعار سے ہوتا ہے جن میں قربانی کی بھینٹ چڑھنے والے ایک انسان کے مُنہ سے یہ الفاظ نکلتے ہیں:

"اب میں کس دیوتا کو پکاروں اور لافانی ہستیوں میں
سے کس کے آگے فریاد کروں کہ وہ ہمیں عظیم آدِتی
تک واپس پہنچا دے تاکہ میں اپنے باپ اور ماں
کو دیکھ لوں۔"

ویدوں کے شاعروں کے سامنے اس نام سے متعلق کیا مقاصد ہے یا وہ کن صفات کی تجسیم آدتی کے روپ میں دکھانا چاہتے تھے، یہ ہم نہیں جانتے تاہم اتنا ضرور ہے کہ اس دیوی کا تعلق گناہ معاف کرانے سے ہے۔ کہا گیا ہے: "اے کاش! آدِتی ہمیں بیگناہ بنا دے۔" "اے آدتی اگر ہم سے کوئی گناہ تمہارے خلاف سرزد ہو جائے تو تم مہربان ہو کر درگزر کر جانا۔" پھر ایک جگہ یوں بھی ہے کہ اے اگنی جتنے بھی گناہ ہم نے اپنی حماقتوں کی وجہ سے تمہارے خلاف کئے ہیں، اے جوان دیوتا

تم ہمیں آدِتی کے خلاف سرزد ہونے والے گناہوں سے پاک کر دیجو"۔ ایک اور مقام پر ہے کہ جتنے گناہ ہم نے کئے ہیں آدِتی ہمیں ان سے الگ کر دے۔ ممکن ہے کہ آدِتی یعنی "لامحدود" کی اصطلاح شروع شروع میں دَئ اَوس پِتر (آسمانی باپ) کی صفت کے طور پر استعمال کی گئی ہو۔ تاہم جب آسمانوں کو منقسم کر دیا گیا اور ہر حصّے کے لئے الگ الگ حکمران مقرر کر دیا گیا تو پھر ضرورت محسوس ہوئی کہ ان سب کی ایک ماں بھی ہونی چاہیئے۔ بس پھر اس ماں کو آدِتی کا نام دیدیا گیا۔

رِگ وید میں تخلیقِ عالم کی جو تفصیل دی گئی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ آدِتی دَکشا سے وجود میں آئی پھر اسی شعر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ دَکشا آدِتی کا بیٹا ہے۔ اسی طرح آدِتی کے دوسرے بیٹوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ وِشنو پُران میں آدِتی کے باپ دَکشا کی پیدائش کے تین مختلف بیان درج ہیں۔ پہلے بیان میں کہا گیا ہے کہ یہ برہما کے ذہن سے جنم لینے والے بیٹوں میں سے ایک ہے اور اسکی چوبیس بیٹیاں ہیں لیکن ان بیٹیوں میں آدِتی کا نام نہیں ہے۔ دوسرے بیان میں اسے دکش کی ساٹھ بیٹیوں میں سے ایک بتایا گیا ہے۔ جس کا بیاہ کشیپ سے ہوا اور اس خاوند سے اسکے بارہ بیٹے ہوئے جو سب آدِتیہ ہیں۔ ایک اور جگہ یوں بھی ہے کہ وِشنو' جب بونے کے رُوپ میں ظاہر ہوا' تو وہ اسی بیاہ کا نتیجہ تھا۔ دَکشا کے تیسرے بیان میں آدتی کو ایک بار پھر اس کی بیٹی بتایا گیا ہے جو وِواست (سورج) کی ماں ہے۔ بہرحال آدِتی کے بیٹے آدِتیہ ہی کہلاتے ہیں

آدِتیئے

یہ نام محض آدِتی کی اولاد کے معنے دیتا ہے۔ رِگ وید کی ایک عبارت میں آدتی کے چھ بیٹوں کے نام آتے ہیں : مِتر[۱]۔ آریامن[۲]۔ بھاگا[۳]۔ ورونا[۴]۔ دکش[۵] اور اَمسہ[۶]۔ ایک اور عبارت میں سات بیٹوں کا ذکر ہے لیکن نام کسی کا نہیں دیا گیا۔ ایک تیسری عبارت میں یہ تعداد آٹھ دی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا گیا ہے۔ کہ جب آدتی دیوتاؤں کے پاس گئی تو اس کے ساتھ سات بیٹے تھے۔ آٹھویں بیٹے مارتانڈا کو عاق کر دیا گیا تھا۔ حالانکہ یہ آٹھوں بیٹے آدِتی کے جسم سے پیدا ہوئے تھے۔ چونکہ ویدوں کے مختلف حصوں میں دیئے گئے نام آپس میں نہیں ملتے اس لئے یہ بتانا ناممکن ہے کہ اصل آدیتئے کون ہیں۔

سَتا پتھا براہمنا اور پُرانوں میں آدتیوں کی تعداد بڑھاکر بارہ کردی گئی ہے ۔ چھ نام جو اُوپر دیئے گئے ہیں وہ بھی ہیں اور انکے عِلاوہ مندرجہ ذیل نام بھی ملتے ہیں ۔ رگ وید کے بھجنوں میں ان سب کو آدِتی کی اَولاد کہا گیا ہے ———

① **سُوریہ** : آدتیہ جسے بطورِ اگنی پہچانا گیا ہے ۔ دیوتاؤں نے اسے آسمان میں جگہ دی ۔
② ساوتری اور اندرا کو بھی ایک عبارت میں وَرُونا اور چاند کیساتھ آدِتیہ کہہ کر پُکارا گیا ہے ۔
③ تیتریا متنوں میں ان دیوتاؤں کو آدِتیہ کہا گیا ہے ؛ مِترا ۔ وَرُونا ۔ آریامن ۔ اَمسُو ۔ بھاگا اِندرا اور وِوَاسَوت (سُوریہ) ———

سب سے اُونچے آسمان میں وہ دیوتا مقیم ہیں اور حکمرانی کرتے ہیں جو آدِتیہ کے مشترکہ نام سے وابستہ ہیں اگر ہم انکے اوّلین خصائص اور انکی ابتدائی حیثیت متعیّن کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں انکے بارے میں وہ تمام تصوّرات چھوڑ دینے ہوں گے جو بعد میں رزمیہ نظموں میں بڑھا چڑھا کر پیش کیے گئے ہیں ۔ اگر اس انداز سے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو معلوم ہوگا کہ شروع شروع میں یہ بارہ سُوریہ دیوتا ہی تھے ۔ سال کے بارہ مہینوں سے انکی مناسبت واضح طور پر سامنے آتی ہے ۔ انکے ناموں کی جو ابتدائی اہمیّت ہے ہمیں اُسے سامنے رکھنا ہوگا ۔ یہ نام غیر مُبدّل ' لافانی اور ابدی ہستیوں کے ہیں آدتی ' ابدیت یا خود ابد ایسا عنصر ہے جو انکو دوام وقیام بخشتا ہے ۔ یا اِن سے دوام وقیام حاصل کرتے ہے ۔ یہ ابدی اور غیر مُبدّل عنصر جس میں آدتیہ رہتے ہیں اور جو انکی اصلّیت یا جوہر یا رُوح درَ والے ہے ، آسمانی روشنی ہے ۔ اسی اعتبار سے آدِتیہ یا روشنی کے دیوتا کسی دوسرے ایسے وجود سے متصادم نہیں ہوتے جن کے واسطے سے روشنی کائنات کے اندر پھیلتی ہے ، یہ آدتیہ نہ سورج ہیں ' نہ چاند ہیں ' نہ ستارے ہیں ، نہ شفق ہیں ۔ یہ تو روشن روشن زندگی کو قائم دائم رکھنے والے وجود ہیں ۔ یہ روشن روشن زندگی انکے فطری ماحول کے پیچھے ہے !

آدِتی جب دیوتاؤں کے پاس گئی تو اس نے اپنا آٹھواں بیٹا پیش نہیں کیا تھا ۔ وجہ یہ بیان کی گئی کہ اس آٹھویں بیٹے کی شکل بگڑی ہوئی تھی ۔ اس کے بھائیوں نے اسکی بدوضع صورت کو درست کرنے کی کوشش کی ۔ اس کے جسم پہ جو فالتو گوشت کاٹ دیا گیا تھا اس سے ہاتھی وجود میں آیا ۔ اسی حوالے سے ضرب المثل مشہور ہے کہ ہاتھی کا شکار نہ کرو کیونکہ اس میں انسانی فطرت شامل ہے ۔

شکل و صورت کچھ بہتر ہوگئی تو اس کا نام وِوَاسوَت (سورج) رکھ دیا گیا۔

ستاپتھا براہمنا کے مطابق اگنی، اندرا اور سوُریہ نے قربانی کے ذریعے دوسرے دیوتاؤں پر فضیلت حاصل کرلی۔ رِگ وید میں انکو بڑا اُونچا مقام دیا گیا ہے۔ رگ وید کے زمانے میں انھی تین دیوتاؤں کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل تھی۔ اگنی کا ایک الگ اور منفرد مقام ہے۔ اندرا اور سوُریہ کے ساتھ قریبی تعلق رکھنے والے دوسرے دیوتا بھی ہیں جن کی کم و بیش انھی جیسی صِفات ہیں۔ لہٰذا زیادہ اہم اور نمایاں ویدک دیوتاؤں کی جماعت بندی اس طرح کی جا سکتی ہے:

① اگنی یعنی آگ کا دیوتا۔ ② سورج کے یا روشنی کے دیوتا اور ③ طوفان باد و باراں کے دیوتا۔ یعنی جن کا تعلق اندرا سے ہے۔

⁂

پانچواں باب

اَگنی

اَگنی، آگ کا دیوتا، ویدوں کے سب سے زیادہ اہم دیوتاؤں میں سے ہے۔ اندرا کے سوا اور کوئی دیوتا ایسا نہیں جس کی شان میں اس سے زیادہ بھجن لکھے گئے ہوں ایک بھجن میں اگنی دیوتا کا سراپا اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> اَے چمک دمک والے، سات کرنوں کے دیوتا! تمہارے پجاریوں نے کتنی کثیر التعداد صورتیں ہم پر افشا کی ہیں! اب ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا جسم سارے کا سارا سونے کا ہے۔ تمہارے گیسوئے تابدار تمہارے تین سروں پر شعلوں کی طرح لہرا رہے ہیں۔ تمہارے خوفناک مُنہہ اپنے آتشین جبڑوں اور دانتوں کے ساتھ ہر چیز کو ہڑپ کر جاتے ہیں کبھی ہزار چمکیلے سینگوں کے ساتھ ہو۔ اور کبھی اپنی ہزار تابندہ آنکھوں سے صاعقہ بار ہوتے ہو۔ تم ہمارے پاس سونے کی رتھ پر سوار ہو کر آئے ہو، جسے تُند و تیز ہَواؤں نے رفتار بخشی ہے۔ اس رتھ میں جوان عُمر سُرخ گھوڑے جُتے ہوتے ہیں جو تمہاری رتھ کے تباہ کن راستوں کی نشاندہی سیاہی سے کرتے ہیں۔

اُگنی کی پیدائش کے بارے میں بہت سی تفاصیل دی گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دَیَاؤس اور پرِتھوی کا بیٹا ہے۔ اسے بُرہما کا بیٹا بھی کہا گیا ہے اور اس حوالے سے اس کا نام ابھیمانی ہے۔ پھر یہ کشیپ اور آدِتی کے بیٹوں میں سے بھی ہے اس لئے یہ آدِتیہ ہے۔ بعد کی تحریروں

ہیں اسے پتروں (نوع انسانی کے والدوں) کے بادشاہ انگیرس کا بیٹا ظاہر کیا گیا ہے اور بہت سے بھجنوں کا مُصنّف بھی قرار دیا گیا ہے۔ تصویروں میں اسے سُرخ رنگ کا آدمی دکھایا گیا ہے جس کی تین ٹانگیں اور سات بازو ہیں۔ اسکی آنکھیں، بھویں اور بال سیاہ ہیں۔ یہ ایک مینڈھے پر سوار ہے۔ گلے میں پوِتیا (زُنّار یا برہمنوں والا دھاگا) اور پروئے ہوئے پھلوں کا ہار ہے اس کے مُنہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اور جسم سے شان و شوکت کی ندیاں پھوٹ رہی ہیں۔

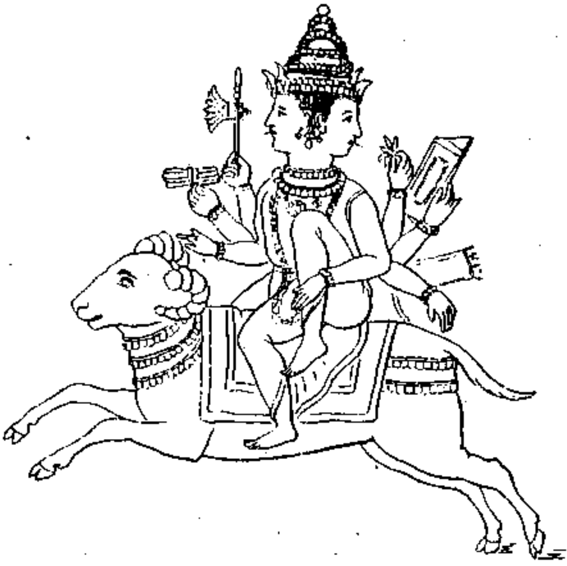

ویدک عہد میں اس دیوتا کا جو کردار اور منصب تھا اسکی تفصیل ویدوں میں اس طرح دی گئی ہے:-

اگنی غیر فانی ہے تاہم اس نے اپنا مستقر ایک مہمان کی حیثیت سے فانی مخلوق کے ساتھ بنا رکھا ہے۔ وہ گھریلو پجاری ہے جو پو پھٹنے سے پہلے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اپنی ذات پر مرکوز رہتا ہے۔ اور بلندتر ذہنی سطح پر قربانی کی اُن تمام رسومات کو ادا کرتا ہے جو معاشرے کے مختلف پیشہ وروں کیلئے مخصوص اور مقرر کی گئی ہیں۔ وہ ایک دانا حکیم ہے بلکہ تمام داناؤں سے زیادہ روحانیت رکھتا ہے کیونکہ پوجا پاٹ کے تمام ظاہر اور پوشیدہ طریقوں سے براہ راست واقف ہے۔ وہ دانا ہدایت کار ہے، امور کو کامیابی کے ساتھ سر انجام دینے والا ہے اور تمام تہواروں کا محافظ ہے

انسانوں کو دیوتاؤں کی صحیح طریقوں پر عدمت کرنا سکھاتا ہے۔ اس کی مدد اور رہنمائی کے بغیر کوئی انسان ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بہت تیز رفتار قاصد ہے۔ آسمان اور زمین کے درمیان گھومتا پھرتا رہتا ہے۔ باہمی خبر رسانی کیلئے انسان اور دیوتا دونوں اسے مامور کرتے رہتے ہیں۔ غیر فانی ہستیوں کو بھجن پہنچاتا ہے اور انکے پجاریوں کی پیش کردہ چیزوں کو ان تک لے جاتا ہے۔ نیز ان غیر فانی ہستیوں کو آسمان سے نیچے لاکر انسانوں کی قربان گاہوں تک لے آتا ہے۔ جب کبھی دیوتا زمین پر نزول کرتے ہیں تو یہ اُنکے ساتھ رہتا ہے اور جو عزت و احترام انھیں ملتی ہے اس میں یہ بھی برابر کا شریک ہوتا ہے۔ یہ دیوتاؤں کو پیش کی جانے والی چیزوں کو تازہ رکھتا ہے۔ اس کے بغیر دیوتاؤں کی بھی تسکین نہیں ہوتی۔

اگنی انسانوں کا آقا ہے، محافظ ہے اور بادشاہ ہے۔ وہ گھر کا بھی مالک ہے کیونکہ وہ ہر رہائش گاہ میں رہتا ہے۔ وہ ہر گھر میں مہمان ہے۔ وہ کسی انسان سے نفرت نہیں کرتا۔ وہ ہر کنبے کیساتھ رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دیوتاؤں اور انسانوں کے درمیان "واسطے" کا کام دیتا ہے۔ اور انکے اعمال پر گواہ رہتا ہے۔ انھیں خصوصیات کی بنا پر اسکی پرستش آج تک جاری ہے اور تمام سنجیدہ مذہبی مواقع پر اس سے خیر و برکت طلب کی جاتی ہے۔ مثلاً شادی بیاہ اور موت کے وقت۔ قدیم بھجنوں میں کہا گیا ہے کہ اگنی دیوتا دو لکڑیوں میں رہتا ہے۔ جب ان کے دو ٹکڑوں کو رگڑا جاتا ہے تو آگ پیدا ہوتی ہے اور یہ عجیب بات مشاہدے میں آتی ہے کہ زندہ وجود مُردہ (خشک) لکڑی سے برآمد ہو رہا ہے۔ یہاں شاعر حیران ہو کر کہتا ہے کہ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بچہ (یعنی آگ) پیدا ہوتے ہی اپنے ماں باپ (لکڑیوں کے دو ٹکڑوں) کو کھانا شروع کر دیتا ہے۔ اس بچے کی بڑھوتی بھی عجیب و غریب ہے کہ ماں اسے پرورش نہیں دے سکتی تو صاف کئے ہوئے مکھن (گھی) کے چڑھاوے اسے نشوونما دینے لگ جاتے ہیں۔ گھی اس کے منہ میں اُنڈیلا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ طاقت اور توانائی حاصل کر لیتا ہے اور پیش کردہ گھی کو ہڑپ کر جاتا ہے۔

اگنی کو سب سے اُونچے اُلوہیاتی فرائض سپرد کئے گئے ہیں۔ اگرچہ بعض مقامات پر اسے آسمان اور زمین کا بیٹا کہا گیا ہے تاہم دوسری جگہوں پر بتایا گیا ہے کہ اسی نے انکو پھیلایا ہے

شکل و صورت دی ہے اور ہر وہ چیز جو اُڑتی ہے یا چلتی ہے یا ساکن کھڑی رہتی ہے یا حرکت کرتی ہے، اسی کی بنائی ہوئی ہے۔ اسی نے سورج کو بنایا اور آسمان کو ستاروں سے سجایا۔ اس کے پُر ہیبت کاموں سے انسان خوفزدہ رہتے ہیں۔ اس کے اٹل احکام کی خلاف ورزی کوئی نہیں کر سکتا۔ زمین، آسمان اور تمام چیزیں اس کے احکام کی تعمیل کرتی ہیں۔ تمام دیوتا اس سے ڈرتے ہیں اور اُسے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ وہ فانی لوگوں کے رازوں کو جانتا ہے اور جو دُعائیں اس سے مانگی جاتی ہیں انھیں سُنتا ہے۔

اگنی کے پجاری خوشحال، دولتمند اور طویل العمر ہوتے ہیں۔ جو آدمی اس کیلئے خوراک لاتا ہے اور چڑھاووں سے اسکی خدمت کرتا ہے اسکی یہ سَو آنکھوں سے نگہداشت کرتا ہے۔ جو کوئی شخص اس دیوتا کو قربانیاں پیش کریگا اُس کو کوئی فانی دشمن کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا سکے گا خواہ اس کے پاس کتنی ہی طاقت کیوں نہ ہو۔ یہ ابدیت کا محافظ ہے۔ اور اس کا عطا کرنے والا بھی ہے۔ ایک مرثیئے کی طرح کے بھجن میں اسے پُکار کر درخواست کی گئی ہے کہ مُردے کے غیر فانی حصّے کو، جو نامولود رہا ہے، اپنی مدّت سے گرماتے رہیو اور اُسے اُسکی مُبارک صورت میں نیکوکاروں کی دُنیا تک لے جائیو۔ جس طرح جہاز سمندر کے اُس پار پہنچا دیتا ہے اسی طرح اگنی دیوتا بھی انسانوں کو مصائب و آلام سے نکال کر لے جاتا ہے۔ زمین اور آسمان میں جتنے خزانے ہیں اُن سب پر اسکی حکمرانی ہے۔ اسی لئے اسے دولت، خوراک، مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے اور تمام مادّی ضروریات کیلئے پُکارا جاتا ہے۔ حماقت سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اسکی معافی کے لئے بھی اُسے پکارتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ تمام دیوتا اسی کے اندر مجتمع ہیں اور یہ انہیں اس طرح احاطہ کئے ہوئے ہے جس طرح پہیئے کا محیط دُھرّے کی لکڑیوں کو گھیرے رہتا ہے۔

ڈاکٹر مُوئیر نے اس دیوتا کے نمایاں خصائص کو ایک انگریزی نظم کی صورت میں بیان کیا ہے ہم یہاں اس نظم کا ترجمہ پیش کرتے ہیں:

عظیم اگنی! اگرچہ فطرت تمہاری رکھتی ہے ایک جوہر
مگر تمہارے ہیں تین مظہر
یہاں بھڑکتا ہے آگ بن کر

فضا میں لپکے تو بُرقِ صورت
سُنہری سورج کی شکل میں بھی تو شُعلے برسائے آسماں پر
جنم لیا تم نے آسمان میں
رِشیوں کے منتروں کی
طاقت ہے کھینچ لائی؟
انسان کے گھروں کے
چُولھوں، پتھاریوں تک
کب کی بات ہے؟ کون بتائے؟
لیکن اَب تو زمین کا ہے، زمین ہی کا رہائشی ہے۔

ایک پُراسرار سے جوڑے کو
یعنی سخت اور سوکھی لکڑی کے دُو ٹکڑوں کو
ایک مبارک ہاتھ نے
زوجیت کے عقد میں باندھ دیا تو اس کے نتیجے میں
اَے چمکدار، شعلہ بار اگنی تو پیدا ہُوا
لیکن یہ کیا؟
اے آسمان اور زمین یہ کیا؟
اِس غیر فطری بچے نے تو پیدا ہوتے ہی
اپنے ماں باپ کو کھانا شروع کر دیا ہے!
ہُش! خاموش! اگنی تو دیوتا ہے!
ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے غلط کام کیا ہے
ہم دیوتاؤں کے افعال کو سمجھنے کی جرّات ہی کیسے کر سکتے ہیں!
جو ہماری عقل کی رسائی سے بہت دور اور بالاتر ہیں
وہی خود بہتر جانتے ہیں کہ کون سے افعال دیوتاؤں کی شان کے شایان ہیں۔

اسکی ماں، اس کے پیدا ہوتے ہی ختم ہوگئی اور اپنے بچے کو پرورش نہ دے سکی
تاہم یہ پیدائشی یتیم دیوتا، اپنی ہی قوت سے زندہ ہے
نہ صرف زندہ ہے بلکہ بڑھتا، پھلتا پھولتا جارہا ہے۔
عجیب وغریب بچہ! عظیم دیوتا اگنی!
دھوئیں کے علَم والا اگنی، چیختی آواز والا دیوتا!
شعلے برساتا گیسوؤں والا
جب علی الصبح تم اندھیروں کی اداسی کو چیر ڈالتے ہو
اور ساری دنیا کو منور کر ڈالتے ہو
تو زمین اور آسمان اور انسان

خوشی سے اچھل پڑتے ہیں۔
ہر گھر میں تم خوش آیند مہمان ہو
ہر گھر کے سربراہ، مالک اور آقا ہو
بیٹے، باپ، ماں، بھائی، سب کچھ تم ہی ہو۔
اور ایسے دوست ہو جو وفادار دوستوں پر حد سے زیادہ مہربان ہے!
تیز رفتار پروں سے اُڑنے والے قاصد!
تم آسمان سے اُتر کر آتے ہو
ہمارے چولھے پتھاریوں کے گرد ہمارے بچوں کو جمع کرنے کے لئے
ہماری خوراک کا ذائقہ لینے کے لئے
ہمارے بھجنوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے
اور ہماری تمام آرزوؤں اور اُمنگوں کو تاج پہنانے کیلئے
اگنی! تم تو ہمارے مذہبی پیشوا ہو، اُلوہیاتی طور پہ دانا!
پاک علوم میں ماہر
تمہاری ہنرمندی ہماری رسومات کی غلطیوں کو پکڑ لیتی ہے

اور انھیں ٹھیک کر دیتا ہے
اور ہماری قربانیوں کو، ہمارے افعال کو مکمّل بنا دیتی ہے
تم آسمانوں تک پھیلی ہوئی رسی کی مانند ہو جو پل کا کام دیتی ہے
اور اُس وسیع اور عریض خلا کو بھر دیتی ہے
جو زمین کو آسمان سے جدا کئے ہوتے ہے
اِسی رسّی، اسی پُل کے ذریعے نیک لوگ بہشت میں پہنچیں گے، پوری حفاظت کے ساتھ۔
لیکن اَے عظیم دیوتا،
جب کبھی تیرا غضب بھڑک اٹھتا ہے اور تم اپنی تباہ کن قوّت کا مظاہرہ کرتے ہو

تو تمہارے غضبناک راستے سے تمام مخلوقات دُور بھاگ جاتی ہے
جیسے غالب دشمن مفرور فوجوں کا تعاقب کرتا ہے!
جس کسی چیز کو تم چھو لیتے ہو وہ برابر اور یکساں ہو جاتی ہے
گھنے جنگلوں کو یوں صاف کر ڈالتے ہو جیسے نائی کا اُسترا ڈاڑھی پر پھر جاتا ہے۔
ہواؤں کے دوش پر سوار تمہارے شعلے
سمندر کی پرجوش لہروں کی طرح شور مچاتے، چنگھاڑتے ہیں
جہاں سے گزر جاتے ہو اپنے پیچھے کالے کالے نشانات چھوڑ جاتے ہو۔
لیکن اَے عظیم اگنی! تم ہر وقت اس غضبناک صورت میں نہیں رہتے
تمہیں تو ہماری پتھاریوں میں چمکنا زیادہ پسند ہے
اپنے نرم نرم شعلوں کے ساتھ تم اُن گھروں کو خوش رکھتے ہو
جہاں احتیاط کے ساتھ تمہاری پرورش کی جاتی ہے۔
تم ان لوگوں کو نعمتیں عطا کرنے میں خوش ہوتے ہو۔
جو تمہاری پسندیدہ غذا مہیّا کرنے میں سخت محنت اور جانفشانی کرتے ہیں
تمہاری پسندیدہ غذا خوب سوکھی ہوئی لکڑی کے بڑے بڑے تنے اور مکھن کی ڈھیریاں

میرے پاس گائے نہیں ہے، اے میرے مہربان دیوتا !
نہ ہی مکھن کے ذخیرے ہیں
نہ ہی کوئی کلہاڑی ہے کہ تازہ لکڑیاں کاٹ لاؤ
یہ دو چار سوکھی ٹہنیوں کا تحفہ لایا ہوں، اے مہربان دیوتا !
انہیں قبول کر لو،
میرے پاس اور کچھ نہیں ہے !
اے مالک و آقا! ہمیں تحفظ عطا کرو
اپنے وفادار غلاموں کو بچا لو
ان تمام آزاروں سے

جو ہماری خوشیوں کے دشمن ہیں
ہمارے گھروں کی حفاظت کے لئے فولادی دیوار بن جاؤ
اور ہمیں بخش دو وہ تمام نعمتیں جو ہمارے دلوں کی آرزو ہیں
اور جب ہمارا مختصر سا دنیادی وجود گھٹتے گھٹتے ختم ہو جائے
اور ہم اپنے مٹی کے گھروں کو چھوڑ دیں
اور ہماری روحیں آزاد ہو کر نامعلوم دنیاؤں کی طرف روانہ ہو جائیں
تو ہمارے ٹھنڈے جسموں کے ساتھ نرمی کا سلوک روا رکھنا ! اور پھر
اپنی مہربان اور شفیق صورت اختیار کر کے
ہمارے ناز ائیدہ حصّے کی رہنمائی کرنا
گہرے اندھیروں کے پاتال کے اُس پار پہنچنے کیلئے
جہاں مسرتوں اور روشنیوں کی دنیائیں آباد ہیں
دوُر، بلندیوں میں،
اور جہاں
نیک لوگ دیوتاؤں کے ساتھی بن کر رہتے ہیں۔

رِگ وید کے ایک بھجن میں جو وِششتھا کے نام سے منسوب ہے اندرا اور دوسرے دیوتاؤں کو کرؤ یادوں (گوشت خوروں) اور دیوتاؤں کے دشمن راکششوں کو تباہ کر دینے کی استدعا کی گئی ہے اگنی دیوتا خود کرؤ یاد ہے اس لئے یہ مختلف کردار کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ یہ ایسی بدوضع اور خوفناک شکل اختیار کر لیتا ہے جیسی انھوں نے راکششوں کیلئے اپنے ذہنوں میں بنا رکھی ہے۔ ان دشمنوں کو کھا جانے کیلئے وہ اپنے لوہے کے دو لمبے دانتوں کو تیز کرتا ہے، دشمنوں کو مونہہ میں ڈال کر اُنھیں چبا جاتا ہے۔ وہ اپنے بھالوں کے کنارے آگ میں سرخ کر کے راکششوں کے سینوں میں اُتار دیتا ہے ــــــــــ

مہابھارت میں اگنی دیوتا کو بسیار خور دکھایا گیا ہے۔ اُس نے بھینٹ کا بہت چڑھاوا کھا لیا ہے جس کی وجہ سے وہ کمزور پڑ گیا ہے۔ اپنی طاقت بحال کرنے کے لئے وہ ایک بہت بڑے جنگل کو ہڑپ کرنا چاہتا ہے لیکن اندرا اُسے منع کرتا ہے۔ وہ کرشن اور ارجن کی حمایت حاصل کر کے اندرا کی ممانعت کے باوجود اپنی خواہش پوری کر لیتا ہے۔

رامائن میں لکھا ہے کہ جب وِشنو نے رام کا رُوپ دھار لیا تو اگنی نے اسکی مدد کرنے کے لئے ایک بندریا سے بیاہ رچا لیا اور "نِلا" کا باپ بن گیا۔ وِشنو پران کے مطابق اس نے سواہ سے شادی کی اور اس کے بطن سے اس کے تین بیٹے ہوئے :

① پاوَکَ ② پَوَامانا اور ③ شُوچی

اگنی دیوتا کے بہت سے نام ہیں۔ تاہم زیادہ مشہور یہ ہیں :

① وَہنی یعنی وہ جسے بھینٹ کا جلا ہوا مال دیا جاتا ہے۔
② وِیتی ہوترا۔ وہ جو پجاریوں کو پاک صاف بناتا ہے۔
③ دَھنن جَیا۔ وہ جو دولت کو تباہ کر دیتا ہے۔
④ دُھوم کیتوُ۔ وہ جس کی نشانی دُھواں ہے۔
⑤ چھاگَرَتھا۔ وہ جو ایک مینڈھے کی سواری کرتا ہے۔
⑥ سَپتا جِوہا۔ سات جیبھوں والا۔

بَرہسپتی اور بَرَہمنَسپتی کو بھی اگنی دیوتا ہی سمجھا جاتا ہے۔ ان کیلئے ایک ہی اسمائے صفت استعمال

ہوئے ہیں۔ البتہ برہسپتی کی ایک صفت زیادہ ہے اور وہ یہ کہ برہسپتی دعاؤں کی صدارت کرتا ہے اگنی اور سوما کی طرح اس نے بھی قربان گاہ میں جنم لیا ہے۔ یہاں سے یہ اوپر دیوتاؤں کی طرف بلند ہوا انہی کی طرح اسکی تولید بھی زمین اور آسمان کے درمیانی خلا میں ہوئی۔ اندرا کی طرح یہ بھی زمین پر دشمنوں کے خلاف اور ہوا میں شیاطین کے خلاف لڑائیاں لڑتا ہے۔ پھر ان تینوں کی طرح یہ بھی بلند ترین آسمان پر رہتا ہے، دیوتاؤں کو وجود میں لاتا ہے اور کائناتی نظام پر حکم چلاتا ہے۔ اس کے آتشین سانس سے پگھل کر دنیا نے موجودہ شکل اختیار کی ہے۔ جس طرح بھٹی میں پگھلی ہوئی دھات سانچے میں ڈھلتی ہے ——

جس طرح شعلے کے اندر اور دیوتاؤں کو پیش کی جانے والی مشروبات میں ایک قوت مخفی ہے اسی طرح مختلف مقاصد کے تحت مختلف منتروں کے جاپ میں بھی ایک قوت مخفی ہے۔ منتروں کا پڑھنا صرف پجاریوں کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ جس طرح کوئی بھی اگنی کو بھڑکا سکتا ہے یا سوما کا رس نچوڑ سکتا ہے، اسی طرح ہر شخص منتروں کے طریق ادائیگی سے واقف ہو سکتا ہے۔ بجلی کی کڑک میں بھی دعا ہے، اور دیوتا، جو ہر چیز کا علم رکھتے ہیں، دعائیہ اظہار کی قوت سے ناواقف نہیں ہیں۔ انکے پاس تو ہر قسم کی قوت و تاثیر رکھنے والے "جادو" ہیں جو انسانوں سے بھی پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ بلکہ یہ اتنے قدیم ہیں جتنی کہ یہ دنیا قدیم ہے کیونکہ انہی کی ساحرانہ رسموں کو ادا کرنے سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے اور اب تک قائم ہے۔ دعا کی یہی وہ دائم الوجود قوت ہے جسکی تجسیم برہمنسپتی کی شکل میں کی گئی ہے درحقیقت ہر ایک الگ الگ دیوتا اور خود پجاری برہمنسپتی بن جاتا ہے جب وہ منتروں کو دہراتا ہے کیونکہ انہی منتروں نے تو انھیں زمین و آسمان کی چیزوں پر قدرت عطا کی ہے۔

○

چھٹا باب

سورج یا روشنی کے دیوتا

ویدک بھجنوں میں سورج کو عام طور پر دو ناموں سے خطاب کیا گیا ہے: سُوریہ اور ساوِتری۔ کبھی بلا استثنیٰ ایک ہی نام کو استعمال کیا گیا ہے، کبھی متبادل طور پر دونوں نام آئے ہیں اور کبھی ان سے دوسری چیزیں مراد لی گئی ہیں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ جب سورج نظروں سے اوجھل ہو تو اسے ساوتری کہا جائیگا اور جب پجاری کی نظروں کے سامنے ہو تو اسے سُوریہ کہیں گے۔

جن بھجنوں میں سُوریہ کو خطاب کیا گیا ہے وہ تعداد میں کچھ زیادہ نہیں ہیں تاہم پرانے وقتوں میں اسکی پوجا عام تھی۔ بلکہ یہ پُوجا اب تک جاری ہے۔ ویدوں کے مقدس ترین اشعار "گاتیری" میں سُوریہ ہی کو مخاطب کیا گیا ہے ہر براہمن علی الصبح بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے گاتیری پڑھتا ہے۔ سادہ سے الفاظ والا یہ شعر اُن کے عقیدے کے مطابق، اپنے اندر بے پناہ قوّت رکھتا ہے۔ شعر یہ ہے ؎

ادم ۔ بھُور ، بھُوَہ ، سُوَہ ۔ تَتْ[1] سَوِتُرْ[2] وَرِینیَمْ[3]
بھَرگو[4] دیوَ سِیئی[5]
دِھیمَہی[6] دِھیو[7] یو[8] نَہ[9] پرچودیات[10] ! (رگ وید ۱۱۱ ۔ ۱۰، ۱۲)

ادم کا لفظ تمام مذہبی رسومات شروع کرنے سے پہلے بولا جاتا ہے۔ اسے اتنا متبرک سمجھا جاتا ہے کہ حکم ہے کہ جب یہ لفظ بولا جائے تو کوئی دوسرا شخص اسے نہ سُن پائے۔ ابتداءً اس کے تین حروف ا ۔ و ۔ م سے تین وید مُراد لئے جاتے تھے۔ بعد میں اُنھیں تین بڑے دیوتاؤں برہما

۱۔ تَت: خلاصہ ۔ ۲۔ سَوِتر: اُبھارنے والا، نشوونما دینے والا ۔ ۳۔ ورینیَم: پرستش کے لائق۔
۴۔ بَھرگو: جہالت اور گناہ دور کرنے والا ۔ ۵ ۔ دیوَسیئی: درخشاں ۔ ۶ ۔ دِھیمہی: ہم غور کریں
۷۔ دھیو: عقل ۔ ۸ ۔ یو: جو ۹۔ نہ: ہماری ۔ ۱۰۔ پرچودیات: روشن کرے، سیدھی راہ پر رکھے

وشنو اور شوا کی علامت سمجھا گیا۔ بھُور، بھُوَہ، سُوَہ تین کلمات وہ ہیں جن کے ادا کرنے سے زمین، آسمان اور ان دونوں کے درمیان کا ہوائی کرہ وجود میں آیا۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ آؤ ہم زندگی عطا کرنے والے عظیم دیوتا کی شان و شوکت پر غور و فکر کریں تاکہ وہ ہماری سمجھ بوجھ کو منوّر و تاباں بنا دے۔ سکندا پران میں لکھا ہے کہ ویدوں میں گاتیری سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ گاتیری ویدوں اور براہمنوں کی ماں ہے گاتیری کی طاقت سے کھشتری وِشوامِتر "براہما رسی" یعنی براہمن ولی بن گیا بلکہ اُسے ایسی قوت عطا ہو گئی جس سے وہ چاہتا تو ایک نئی دنیا تخلیق کر سکتا تھا۔ وہ کون سا کام ہے جو گاتیری سے نہیں ہو سکتا۔ گاتیری

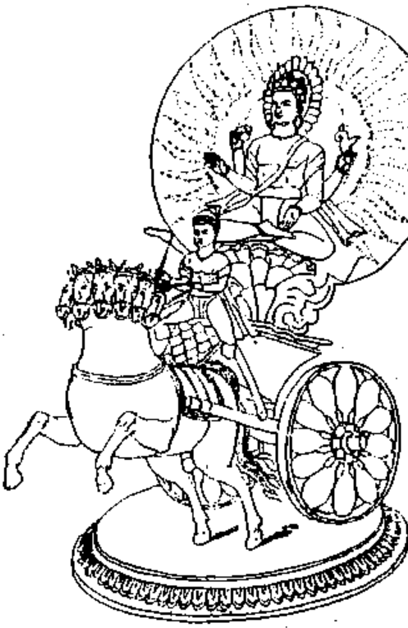

سُوریا دیوتا

وشنوُ، برہما اور شِوا ہے۔ گاتیری تینوں وید ہیں۔ اجب اتنی بڑی نعمتوں کا وعدہ اور اتنی وسیع برکتوں کے حصول کی توقع ہو تو پھر کیوں نہ پورے انہماک، خلوص اور ذوق و شوق سے سُوریہ دیوتا کی پرستش کی جائے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے سُوریہ دیوتا آدِتی کا بیٹا ہے۔ اسے دَئی اَدس کا بیٹا بھی کہا جاتا ہے۔ اُوشس (سَحَر) اس کی بیوی ہے۔ کہیں اسے اسکی ماں بھی کہا گیا ہے۔ بعض بھجنوں میں اسے تمام چیزوں کو زندگی عطا کرنے والا بیان کیا گیا ہے۔

بعض بھجنوں میں سَوِتری کو جو کردار دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری آب و تاب کے ساتھ چمکنے والا سوُرج سَوِتری ہے اور طلوع و غروب ہوتے وقت یہ سوُریا کہلاتا ہے ۔ ساوِتری کے بال اسکی آنکھیں اور اسکی زبان سُنہری ہیں ۔ وہ ایسی گاڑی کی سواری کرتا ہے جسے شعاعوں والے اور سفید سمُوں والے گھوڑے کھینچتے ہیں ۔ وہ زمین کو مُنوّر کرتا ہے ۔ اس کے سنہری بازو پھیلے رہتے ہیں، خیر و برکت دینے کے لئے، تمام مخلوقات کو قوّت و شوکت عطا کرنے کیلئے اور ہر چیز کو فیض یاب کرنے کے لئے ۔ اسکے یہ پھیلے ہوئے بازو آسمان کے آخری سِرے تک پہنچ جاتے ہیں وہ تو آسمان کا بادشاہ اور دیوتاؤں کا لیڈر ہے کیونکہ تمام دیوتا اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں ۔ یہی تو ہے وہ دیوتا جو ان سب کو دوام و بقا عطا کرتا ہے ۔ گناہوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے دعائیں اسی سے مانگی جاتی ہیں ۔ جو لوگ مر جاتے ہیں انکی روحوں کو نیکوکاروں کے مُستقر تک لے جانے کی استدعا بھی اسی سے کی جاتی ہے ——

پُرانوں کے زمانے میں سوُریہ کو اس سے مختلف کردار کی صورت میں پیش کیا گیا ہے ۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ یہ کشیپ اور آدتی کا بیٹا ہے ۔ اسے گہرے سُرخ رنگ کا آدمی دکھایا گیا ہے جس کی تین آنکھیں اور چار بازو ہیں ۔ دو ہاتھوں میں سفید آبی پھول ہیں، ایک کے ساتھ عطیات دے رہا ہے اور دوسرے کے ساتھ اپنے پجاریوں کی دلجوئی کر رہا ہے ۔ وہ سُرخ رنگ کے پھول پر بیٹھا ہے اور شاندار شعاعیں اسکے بدن سے پھُوٹ رہی ہیں ۔ براہمن، گاتیری پڑھ کر روزانہ اسے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں ۔ تاہم ہندو سال میں ایکدفعہ، ماگھ کے مہینے کے پہلے اتوار کو، اس کی پُوجا کرتے ہیں ۔ اس پُوجا میں ہر ذات کا ہندو شریک ہوتا ہے ۔ بیماری کے دنوں میں نیچ ذات کے ہندو اس کے حضور بھجن گانے کے لئے برہمنوں کی خدمات حاصل کر لیتے ہیں اور یہ اُمید رکھتے ہیں کہ سوریا دیوتا کو اس طرح پکارنے سے انھیں شِفا مل جائیگی ۔

وِشنوُ پُران میں ہمیں سوُریہ کے بارے میں یہ تفصیل ملتی ہے کہ اس نے وِسوا کرما کی بیٹی سنگنا سے بیاہ کر لیا ۔ جب اس کے تین بیٹے ہو چکے تو یہ سوُریا دیوتا کی چمک دمک اور شان و شوکت کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکی اور اسے چھوڑ کر چلی گئی ۔ اپنی روانگی سے پہلے اس نے چھایا (چھاؤں) کو اپنا متبادل بننے پر آمادہ کر لیا تھا —— سوُریہ کو اپنی بیوی کے بدل جانے کا علم نہ ہو سکا ۔ لیکن ایک دن چھایا

نے سنگنا کے بیٹے یَمؔ (موت) کو بد دعا دی جس کا فوری اثر ہوا۔ سُوریہ یہ جانتا تھا کہ کسی ماں کی بددعا اسکے بچے پر اثر نہیں کرتی۔ لہٰذا اس نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اسکی بیوی اس وقت فلاں جنگل میں ایک گھوڑی کے رُوپ میں بیٹھی ہے۔ اس کے ساتھ مجامعت کرنے کی خواہش میں یہ فوراً گھوڑا بن گیا۔ تاہم چند سالوں کے بعد وہ اس بندوبست سے اُکتا گیا۔ اس کی بیوی بھی اکتا گئی۔ لہٰذا دونوں دوبارہ اپنی شکل میں واپس آگئے اور اپنی سابقہ رہائش میں پہنچ گئے۔ سُوریہ کے سسر وِسواکرما کو، جو دیوتاؤں کا معمار ہے، علم ہوا کہ اسکی بیٹی سُوریہ کی چمک دمک کو برداشت نہیں کر سکتی تو اس نے اسکی آب و تاب کم کرنے کے لئے اُسے ایک پتھر پر زور زور سے رگڑا۔ اس طرح سوریا کی آب و تاب آٹھواں حصہ کم ہو گئی۔ سُوریہ کا گھِسا ہوا حصہ بھی ضائع نہیں ہونے دیا گیا۔ اس سے وِشنو کی حیرت انگیز تھالی بنائی گئی۔ شِوا کا ترِشول بنا، جنگ کے دیوتا کرتی کے یا کا نیزہ بنا اور دولت کے دیوتا کُوبیرا کے ہتھیار بنے۔

بھوشیا پُران میں لکھا ہے کہ سُوریا سے زیادہ عظمت والا دیوتا نہ کبھی پہلے تھا، نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہو گا۔ اس لئے ویدوں میں اسے سب سے اعلیٰ اور ارفع رُوح کہا گیا ہے۔ "وہ جو سورج ہے منبع نور ہے اور روشن و تاباں قوّت ہے، قابلِ پرستش ہے۔ جو لوگ بار بار کی موت و حیات سے ڈرتے ہیں انھیں تو اسکی پوجا ضرور کرنی چاہیئے۔ اسی سے انکی نجات کی خواہش پوری ہو گی۔"

برہما پُران میں ہے کہ سورج کے بارہ نام ہیں۔ اس پُران میں ان ناموں کی مناسبت سے علیحدہ علیحدہ اسمائے صفت بھی دیئے گئے ہیں۔ لکھا ہے کہ "سورج کی پہلی شکل اندرا کی ہے جو دیوتاؤں کا آقا اور انکے دشمنوں کو تباہ کرنے والا ہے۔ اس کی دوسری صورت دَھت کی ہے جو تمام چیزوں کا خالق ہے۔ تیسری صورت پرجنیا کی ہے جو بادلوں میں رہتا ہے اور اپنی کرنوں کے ذریعے زمین پر بارش برساتا ہے۔ چوتھی شکل توَستا کی ہے جو تمام مادّی اشیاء کے اندر رہتا ہے۔ پانچویں شکل پُشَن کی ہے جو تمام موجودات کو روزی دیتا ہے۔ چھٹی صورت اَریَما کی ہے جو قربانیوں کو کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ ساتویں صورت میں اس کا نام سخاوت کرنے والے اس شخص سے منسوب ہے جو گداگر سادھوؤں کی خدمت کرتا ہے۔ آٹھواں نام وِوَسوَن ہے جو قوّتِ ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔ نویں صورت میں یہ وِشنو ہے جو دیوتاؤں کے دشمنوں کی تباہی کیلئے متواتر اپنے آپ کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔ دسویں رُوپ میں یہ اَن شُمَن ہے جو اعضائے رئیسہ کو

صحت مند رکھتا ہے۔ اس کا گیارھواں رُوپ وُرُونا کا ہے جو پانیوں میں رہتا ہے اور کائنات کو زندگی عطا کرتا ہے۔ اور بارھویں رُوپ میں یہ مترا ہے جو چاند کے حلقے میں رہ کر تینوں کو فائدے پہنچاتا رہتا ہے۔ سُورج، برتر و بالا دیوتا کے یہ بارہ عظیم الشان رُوپ ہیں جن کے ذریعے وہ کائنات پر چھایا ہوا ہے اور انسان کی رُوح کے اندر تک میں روشنی پہنچاتا ہے۔‘‘

اَرُونا بمعنی گلابی، کشیپ اور کدرُو کا بیٹا (سَحَر یعنی شفق) سُوریہ دیوتا کا کوچوان ہے۔

رامائن میں مذکور ہے کہ سُگریو، بندروں کی فوج کا بادشاہ جس نے رام کی بیوی سیتا کو واپس حاصل کرنے میں رام کی مدد کی، بندریا کے بطن سے سُوریا دیوتا ہی کا بیٹا تھا۔ مہابھارت کے مطابق کرن بھی اسی دیوتا کا بیٹا تھا۔ نیز جب وہ گھوڑے کے روپ میں تھا تو وہ اَسِونوں کا باپ بنا اور اس نے سفید یجُر وید کو آگے منتقل کیا ——

اس کے بہت سے شخصی اور صفاتی ناموں میں یہ چند نام عوام الناس میں زیادہ مقبول ہیں:
① دِناکرا: دن بنانے والا ② بھاسکرا: روشنی کا خالق ③ وِداسوت: آب و تاب والا
④ مِہر: وہ جو سمندروں سے بادلوں کی صورت میں پانی کھینچ لاتا ہے اور بارش برسا کر پیاس بجھاتا ہے۔
⑤ گرہپتی: ستاروں کا آقا ⑥ کرما ساکشی: انسانوں کے اعمال کا گواہ ⑦ مارتنِدا: مِرتندا کا جانشین۔

پُشَن

پُشَن سوُرج دیوتاؤں میں سے ایک کا نام ہے۔ بعض بھجنوں میں اسے خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے اور بعض میں اسے دوسرے دیوتاؤں کے ساتھ پکارا گیا ہے جن میں اندرا بھی شامل ہے۔ ان بھجنوں میں اس دیوتا کا کردار واضح نہیں کیا گیا۔ صرف اتنا کہا گیا ہے کہ یہ پوری کائنات کو دیکھتا ہے۔ اسے مسافروں کو راستہ دکھانے والے کی حیثیت سے مخاطب کیا گیا ہے یا پھر مویشیوں کا محافظ کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اسے یہ بھی استدعا کی گئی ہے کہ اپنے خدمتگاروں کو بچا لیجو اور پہلے کی طرح انکی حفاظت کیجو۔ بیاہ کی رسوم میں اس سے خیر و برکت طلب کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ دلہن کا ہاتھ پکڑ کر اسے دُور لے جائیو اور جنسی تعلّقات میں اسے خیر و برکت دیجیو۔ ایک مقام پر اسے پالنہار بھی کہا گیا ہے جس طرح زمانۂ مابعد میں وِشنو کو محافظ کہا گیا تھا۔ تاہم زیادہ

بھجنوں میں اسکی حیثیت مسافروں کے رہنما اور محافظ کی ہے۔ خواہ یہ مسافر زندگی کی عام راہوں پر چلنے والے ہوں خواہ اس جہان سے دوسرے جہان کا طویل تر سفر اختیار کرنے والے ہوں۔ اس کے متعلق عقیدہ یہ رکھا جاتا ہے کہ یہ مسلسل سفر میں رہتا ہے اور اُن راستوں سے بخوبی واقف ہے جن پر سے مسافروں کو گزرنا ہوتا ہے۔

رِگ وید کے چند بھجنوں میں پُشن کو اس طرح پکارا گیا ہے۔

اَے پُشن ہماری شاہراہ پر ہماری رہنمائی کیجو، تکالیف دُور کیجو اَے نجات دہندہ کے بیٹے! ہمارے آگے آگے چلتے رہو۔ ہمارے پیچھے جو ظالم خونخوار بھیڑیا لگا ہوا ہے اسے ہمارے راستہ سے مار بھگاؤ۔ اسی طرح ہماری راہوں سے چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کو بھی دُور رکھو۔ دھوکے باز مکّار کے جلتے ہوئے ہتھیاروں کو اپنے پاؤں سے مسل دو، خواہ یہ کوئی بھی ہو۔ اے عجیب و غریب کام کرنے والے اور دانا پُشن! ہم تم سے اُسی مدد اور اعانت کے طلبگار ہیں جو تم نے ہمارے آباؤاجداد کو عطا کی تھی۔ ہر نوع کی نعمتیں لانے والے دیوتا، جس کا نمایاں نشان سنہری برچھا ہے دولت کو ہمارے لئے سہل الحصول بنا دو۔ ہمیں دشمنوں سے بچا کر لے جاؤ اور ہمارے راہِ سفر کو آسان بنا دیجو ہمیں ایسے ملک میں پہنچا دیجو جہاں چراگاہیں فراواں ہوں۔ اور جہاں ہمارے لئے کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے۔

اے ہمارے دیوتا۔ ہمارے پیٹ بھر دو۔ ہمیں اتنا دو کہ ہم سیر ہو جائیں۔ ہمیں عطا کرو، بخشش دو۔ ہم پُشن کو ملامت نہیں کرتے، ہم بھجنوں کے ذریعے اس کے گُن گاتے ہیں اور اس عجیب کام کرنے والے دیوتا سے دولت کے طلبگار ہیں۔ اَے پُشن کوئی دانا آدمی بھی کبھی ہمیں ایسا مل جائے جو کہے لو وہ رہا خزانہ!

پُشن ہی ہماری گایوں کے پیچھے پیچھے چلے اور ہمارے گھوڑوں کی حفاظت کرے۔ اور ہمیں بھی کھانے پینے کو دے۔ اَے چمکیلے دیوتا۔ اِدھر آؤ۔ اے چھٹکارا دینے والے۔ ہم سے ملو۔

پُرانوں میں پُشن کو اپنے ویدک مقام سے بہت نیچے گرا دیا گیا ہے، جو کبھی دوسروں کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا کرتا تھا اب خود ساگو دانہ جیسی پتلی اور مائع غذا کھانے پر مجبور ہے کیونکہ اس کے منہ سے دانت نکل چکے ہیں۔ اس کے دانت ٹوٹنے کا قصہ تیتریا سنہتا میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ

رُدرا کو (شِوا کو پہلے اسی نام سے پکارا جاتا تھا) دکش اُس کے سسر نے ایک بڑی دعوتِ قربانی پر نہ بُلایا۔ پُشن نے غصے میں آکر تیر چلایا جو قربانی کے جانور کو جا لگا۔ اس طرح وہ گوشت کھانے کا حقدار بن گیا۔ اپنے حصّے کو اس نے دانتوں سے نوچ نوچ کر کھانا شروع کیا۔ اس سے اس کے دانت ٹوٹ گئے

وِشنو پُران میں پُشن کو آدِتیہ ظاہر کیا گیا ہے۔

مِترا، اور وَرُونا

بھجنوں میں ان دونوں دیوتاؤں کا نام اکثر اکٹھا آتا ہے۔ وَرُونا کو اکیلا مخاطب کیا جاتا ہے۔ لیکن مِترا کو بہت کم مخاطب کیا گیا ہے۔ پرانے شارحین کا خیال یہ تھا کہ مِترا دن پر حکومت کرتا ہے اور اسی کی نمائندگی کرتا ہے۔ جبکہ وَرُونا کو رات کا حکمران کہا گیا ہے۔ وَرُدنا بعض اوقات پجاریوں کو دکھائی بھی دے جاتا ہے۔ وہ ایسے گھر میں رہتا ہے جس کے ہزار دروازے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس تک انسان ہر وقت پہنچ سکتے ہیں۔ اسکی اپنی بینائی بھی بڑی تیز ہے کیونکہ جو کچھ لوگوں کے دلوں کے اندر ہوتا ہے یہ اُسے بھی دیکھ لیتا ہے۔ وہ انسانوں اور دیوتاؤں دونوں کا حکمران ہے۔ بہت طاقتور اور خوفناک ہے۔ وہ کائنات کا مختارِ کُل بادشاہ ہے۔ کیونکہ آسمان میں سورج کو روشن یہی کرتا ہے۔ ہوائیں جو تندی اور تیزی سے چلتی ہیں اسی کے سانس ہیں۔ دریاؤں کی گزرگاہوں کو اسی نے کھودا ہُوا ہے اور دریا اسی کے حکم پر چلتے ہیں۔ سمندر کی گہرائیوں کا خالق بھی یہی ہے۔

وَرُونا کے احکام مستقل قانون کی طرح قائم اور ناقابلِ شکست ہیں۔ انھیں مقرّرہ احکام کی بلا چون وچرا تعمیل کی وجہ سے چاند اپنی چمک دمک لے کر چلتا ہے اور رات کے ستارے دن کو غائب ہو جاتے ہیں۔ ہوا میں اُڑنے والے پرندے اور مسلسل بہتے ہوئے بے خواب دریاؤں کے پانی بھی اس کی قوّت و شوکت و فہمدانی کا پتہ نہیں لگا سکتے۔ لیکن اسے ہوا میں اُڑنے والے تمام پرندوں کا علم ہے۔ دُور بہت دُور تک پہنچنے والی ہواؤں کے راستوں کا بھی پتہ ہے۔ سمندروں میں جہازوں کے شاہراہوں کا بھی علم ہے۔ نیز وہ ہر مخفی چیز کو، جو کبھی ہوئی ہے یا آئندہ

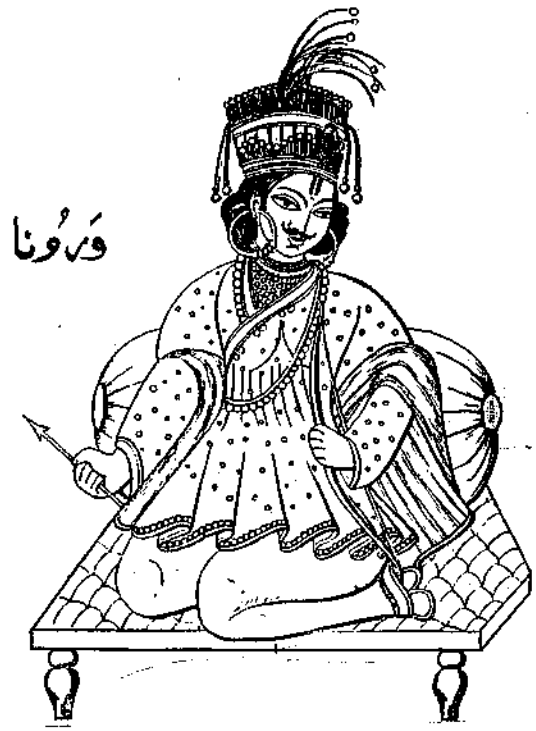

ہوگی، اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ وہ انسانوں کے سچ اور جھوٹ کا بھی مُشاہدہ کر رہا ہے۔

رِگ وید کے ایک بھجن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

بلندیوں پر مقیم طاقتور آقا ہمارے اعمال کے بالکل قریب سے مشاہدہ کررہا ہے
وہ جانتا ہے جو کچھ بھی ہم انسان کرتے ہیں، لیکن انسان نہیں جان سکتے کہ یہ دیوتا
کیا کرتے ہیں۔ کوئی کھڑا ہے، کوئی چل پھر رہا ہے یا کوئی چوری چھپے ایک جگہ سے
دوسری جگہ جا رہا ہے، دیوتا ان سب حرکات و سکنات کو جانتے ہیں۔
جہاں کہیں دو آدمی کسی خفیہ جگہ پر کوئی منصوبہ بناتے ہیں اور اپنے طور یقین کر لیتے ہیں
کہ وہ اکیلے ہیں، تو تیسرا شخص بادشاہ وُرُونا ہوتا ہے اور انکے تمام منصوبوں کا اُسے
علم ہوتا ہے۔ زمین اُسکی ہے، بے حد و بے کنار آسمان اُس کے ہیں۔ دونوں سمندر
اسی کے اندر آرام کر رہے ہیں لیکن وہ خود ایک چھوٹے سے تالاب میں رہتا ہے!

اگر کوئی آسمانوں سے پرے، اس پار، پہنچ جانے کا کوئی راستہ بھی ڈھونڈ نکالے تو
وہ وَرُونا بادشاہ کی نظروں سے بچ نہیں سکتا۔ اس کے جاسوس آسمانوں سے
اُتر کر زمین کے کونے کونے کو چھان مارتے ہیں۔ انکی ہزاروں آنکھیں ہر چیز کا
جائزہ لیکر زمین کے آخری سرے تک پہنچ جاتی ہیں۔
آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے یا ان دونوں کے ماورا ہے وَرُونا بادشاہ
کی آنکھوں کے سامنے بے حجاب ہے۔
ہر فانی وجود کی آنکھ کی جھپک کو بھی وہ گن رہا ہے۔

اس بھجن کے بارے میں پروفیسر راتھ کہتا ہے کہ تمام کے تمام ویدک ادب میں اس سے زیادہ فصیح اور بلیغ اور کوئی بھجن اُلوہیت کی ہمہ جا و ہمہ وقت موجودگی کو بیان نہیں کرتا۔ بعض دوسرے بھجنوں میں کہا گیا ہے کہ انسان کے تمام معاملات وَرُونا کے ہاتھ میں ہیں اس سے استدعا کی جاتی ہے کہ وہ انکی عمر میں اضافہ کرے، ظالموں کو سزا دے اسکے ساتھ ہی یہ دُعا بھی مانگی جاتی ہے بلکہ توقع رکھی جاتی ہے کہ نیک لوگ اسے عالم اَرواح میں یمؔ کے ساتھ رُوبرو دیکھیں گے۔ یمؔ عالمِ اَرواح کا حکمران ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ویدوں میں وَرُونا کو اعلیٰ صفات کے ساتھ مُتصِف کیا گیا ہے اور اسے بلند پایہ فرائض سونپے گئے ہیں۔ اس کا سا اعلیٰ اور ارفع اَخلاقی کردار اور مقام کسی دیوتا کا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان معافی اور پاکیزگیٔ سیرت و کردار کے لئے اسی کی مدد کے خواستگار ہوتے ہیں۔ وہ درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے اور ماں باپ کے گناہوں سے پاک صاف کر دیجو۔ اے مہربان دیوتا، اے طاقتور دیوتا۔ ہم پر رحم کیجو۔ ہم نے بے بس ہو کر گناہ کئے ہیں۔ تم مہربانی کرو۔

جن بھجنوں میں مِترا اور وَرُونا کو اکٹھا پکارا گیا ہے اُن میں بھی وہی صفات بیان ہوئی ہیں جو وَرُونا کو تنہا پکارتے وقت استعمال کی گئی ہیں۔ دونوں کو نیک سیرت اور مذہب کو ترقی دینے والا اور جھوٹ اور گناہ کا انتقام لینے والا کہا گیا ہے۔

ویدک لٹریچر میں وَرُونا کو سمندر کے دیوتا کی خصوصی حیثیت نہیں دی گئی جس طرح کہ بعد کی

تحریروں میں دی گئی ہے۔ بلکہ اسے روشنی کے دیوتاؤں میں شمار کیا گیا ہے۔ البتہ بعض مقامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا تعلق زمین اور فضا کے پانیوں سے ہے۔ مثلاً ایک جگہ پر ہے کہ وہ پانی جو سماوی ہونے کے باعث پاکیزہ ہیں، وہ پانی جو بہہ رہے ہیں، وہ پانی جن کے لئے گزرگاہیں کھودی جاتی ہیں، وہ پانی جو چشموں سے اپنے آپ باہر آ رہے ہیں، وہ پانی جو سمندروں کی طرف رواں دواں ہیں اور صاف وشفاف اور پاکیزہ بنانے والے ہیں، مجھے تحفظ عطا کریں۔ یہ سب پانی جن میں سے بادشاہ وَرُونا گزرتا ہے، مجھے تحفّظ دیں۔" ایک اور مقام پر کہا گیا ہے کہ وَرُونا پانیوں میں اس طرح رہتا ہے جس طرح سوما جنگلوں میں۔

رِگ وید کے حصّہ براہمنا میں ایک دلچسپ قصّہ بیان کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید کسی وقت وَرُونا کو بھی انسانی قربانیاں پیش کی جاتی تھیں۔ قصّہ اس طرح سے ہے کہ ہریش چندر نامی ایک بادشاہ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ بادشاہ سخت پریشان تھا کیونکہ ویدک تعلیمات کے مطابق رسوماتِ مرگ کی اُدائیگی کے وقت اولادِ نرینہ کا حاضر ہونا ضروری ہے۔ ایک سیانے فقیر نارد کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے وہ وَرُونا کے پاس یہ التماس لیکر گیا کہ اے بادشاہ اگر میرے ہاں بیٹا ہو جائے تو میں اس بیٹے کو تمہاری بارگاہ میں بھینٹ چڑھا دوں گا۔ وَرُونا نے دعا سنی اور قبول کرلی۔ جب لڑکا جوان ہوگیا تو باپ نے اُسے اپنی مانی ہوئی مَنّت کے بارے میں سب کچھ بتادیا لیکن لڑکا بھینٹ چڑھنے پر راضی نہ ہوا اور گھر سے بھاگ گیا۔ وَرُونا بادشاہ کی وعدہ خلافی پر ناراض ہوگیا اور اُس نے سزا کے طور پر بادشاہ کو کوڑھ کی بیماری میں مبتلا کردیا لڑکا چھ سال تک جنگلوں میں پھرتا رہا۔ ایک دن اتفاق سے اسکی ملاقات ایک غریب براہمن سے ہوگئی جس کے تین بیٹے تھے۔

بادشاہ کے بیٹے نے روپے پیسے کا لالچ دیکر غریب برہمن کو راضی کرلیا کہ اپنا ایک بیٹا شہزادے کے بدلے بھینٹ چڑھنے کیلئے اُس کے ہاتھوں بیچ دے لیکن باپ کو پہلا بیٹا بہت پیارا تھا اس نے کہا اسے تو میں نہیں دونگا۔ ماں کو سب سے چھوٹا بیٹا پیارا تھا اس نے اسے دینے سے انکار کردیا۔ لہذا درمیان والے کا سودا ہوگیا۔ غریب براہمن کے بیٹے کو ساتھ لے کر شہزادہ گھر آگیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا کہ وہ اب قربانی دیکر اپنا عہد نبھا سکے گا

لیکن اب دشواری یہ سامنے آگئی کہ براہمن کے لڑکے کو قتل کون کریگا۔ آخری بڑی منت سماجت کے بعد اور بہت سے تحفے تحائف دیکر لڑکے کے باپ کو تیار کیا گیا کہ وہی اپنے بیٹے کو قتل بھی کریگا۔ لڑکے کو باندھ دیا گیا۔ باپ نے تلوار سونت لی۔ وار کرنے ہی والا تھا کہ لڑکے نے دیوتاؤں کی تعریف میں کچھ بھجن گانے کی اجازت چاہی۔ اجازت دیدی گئی۔ لڑکے نے اتنے پُرخلوص جذبے اور سوز و گداز سے بھجن گاتے کہ سب دیوتا خوش ہوگئے اور وَرُونا کے پاس سفارش لے کر گئے کہ لڑکے کی جان بخشی کی جائے۔ وَرُونا نے انکی سفارش مان لی، براہمن کا بیٹا موت کے مُنہ سے بچ گیا اور بادشاہ بھی شفایاب ہوگیا۔

پُرانوں میں وَرُونا کو سمندر کا دیوتا کہا گیا ہے۔ لکھا ہے کہ جب آسمان اور زمین پر قوّت و اختیار کے بارے میں جھگڑا ہوا اور پھر معاملات طے پا گئے اور مختلف دیوتاؤں کو مختلف اختیار سونپ دیئے گئے تو وَرُونا کو پانیوں کی حکمرانی ملی۔ اختیارات کی تقسیم کی تفصیل وِشنو پُران میں دی گئی ہے اسی پُران میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک بوڑھا براہمن، جس کا نام رِچیکا تھا، بادشاہ گادھی کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ بادشاہ گادھی اصل میں اندرا کا اَوتار تھا۔ اُس نے اپنی بیٹی ایک شرط پر دینی منظور کی کہ براہمن اُسے ایک ہزار ایسے گھوڑے لاکر دے کہ ہر گھوڑے کا ایک کان سفید ہو اس قسم کے گھوڑے اندرا کو بہت پسند تھے اور جو گھوڑے اس کے نام پر بھینٹ دیئے جاتے تھے وہ اسی نشانی والے ہوتے تھے۔ براہمن سیدھا سمندر کے دیوتا وَرُونا کے پاس پہنچا اسکی خوشامد کی اور مدد کا طالب ہوا۔ وَرُونا نے اسکی خواہش پُوری کر دی۔ ایک ہزار مطلوبہ گھوڑے بخش دیئے براہمن نے بادشاہ گادھی کی شرط پوری کرکے شہزادی سے بیاہ رچا لیا۔

تصویروں میں وَرُونا کو ایک سفید آدمی کے رُوپ میں دکھایا گیا ہے جو افسانوی سمندری اژدہا پر سوار ہے اس اژدہا یا دیو کا نام مَکَرا بتایا گیا ہے۔ اس کا سر اور اسکی اگلی ٹانگیں بارہ سنگے کی ہیں جسم اور دُم مچھلی کا ہے اس کے دائیں ہاتھ میں ایک پھندا ہے۔ اسکی پُوجا خشک سالی کے دوران کی جاتی ہے۔ یا پھر جب ماہی گیر جال پھینکتے ہیں تو اسے پُکارتے ہیں، آجکل اس کے بُت نہیں بنائے جاتے۔

پدما پُران میں ایک کہانی اس طرح دی ہوئی ہے کہ ایک موقع پر لنکا کا دیو بادشاہ راون، شِوا دیوتا کا علامتی نشان "پتھر کا لِنگ" اٹھائے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس بہت

بڑے دیوتا کی پُوجا لنکا میں جاری کرے۔ اس مقصد کے لئے وہ شِولنگ ہمالیہ سے لے کر جا رہا تھا دیوتاؤں کے دل میں خدشہ پیدا ہوا کہ اگر اس نے شِوا کی پرستش شروع کر دی تو یہ تو بہت زیادہ طاقتور ہو جائیگا۔ چنانچہ انھوں اسے اپنے ارادے میں ناکام بنا دینے کی ٹھان لی۔ راون جب شِولنگ لیکر روانہ ہوا تھا تو شِوا نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ جہاں کہیں بھی شِولنگ زمین کو چھُولے گا، راون اُسے وہاں گاڑ دیگا۔ دیوتاؤں کو اس وعدے کا علم تھا۔ چنانچہ جونہی راون شِوا کے مسکن سے روانہ ہوا دیوتا اس کے پیچھے ہو لئے اور مختلف حیلوں بہانوں سے کام لیکر کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح شِولنگ لنکا میں نہ پہنچ جائے اور اس سے پہلے زمین کو چھو لے۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو فیصلہ کیا گیا کہ وَرُونا راون کے جسم کے اندر داخل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ وَرُونا نے اُس کے جسم میں داخل ہو کر اُسے بہت اذیت دینی شروع کر دی۔ آخر جب راون کا درد ناقابلِ برداشت حد تک شدید ہو گیا تو اندرا دیوتا ایک بوڑھے برہمن کی شکل میں ظاہر ہو کر اس کے قریب سے گزرا۔ اُس نے راون سے کہا یہ بھاری پتھر مجھے دیدو، میں اسے تھام لیتا ہوں۔ راون کا درد سے بُرا حال تھا۔ اُس نے شِولنگ بوڑھے براہمن کے حوالے کر دیا۔ لیکن براہمن نے اسے لیتے ہی زمین پر دے مارا۔ کہا جاتا ہے کہ پتھر زمین کے اندر دھنس گیا۔ صرف اُوپر کا تھوڑا سا حصّہ باہر رہ گیا جو آج بھی بیر بھوم میں وَیدیاناتھ کے مقام پر دیکھا جا سکتا ہے۔ جس جگہ پر وَرُونا راون کے جسم میں داخل ہوا تھا وہاں سے ایک دریا جاری ہو گیا جس کا نام کرمُنُو ہے۔ اس قصّے کی وجہ سے ہندو اس دریا کا پانی نہیں پیتے۔

اگرچہ ویدوں میں وَرُونا کو ایک مقدّس ہستی کی صورت میں بیان کیا گیا ہے تاہم پُرانوں میں اس کا آسمانی مُستقر شہوانی نشاط و کیف کا مرکز دکھایا گیا ہے۔ یہ اپنی ملکہ وَرُونی کے ساتھ ہیرے جواہرات کے تخت پر بیٹھتا ہے۔ سَمُندرا (سمندر) گنگا، مختلف دریاؤں، جھیلوں، چشموں وغیرہ کے دیوتا اور دیویاں اس کے درباری ہیں۔ اس کے بارے میں کہانیاں ایسی لکھی گئی ہیں جو اس کے ویدوں والے کردار کے سخت منافی ہیں مثلاً لکھا ہے کہ اسکے اور سُوریہ دونوں کے جنسی تعلقات اندرا کے آسمان کی ایک پری اُروَاسی (دُور کی رہنے والی) سے ہو گئے تو اُنکا بیٹا اگستیا اس مشترک اختلاط سے پیدا ہوا۔ یہ ہندوؤں کا ایک نہایت قابلِ احترام سنیاسی ہے۔

وَرُونا کے اور نام بھی ہیں، جیسے پراچیتس (دانا)، جَلپتی (پانی کا آقا) یادَپتی (آبی جانوروں کا آقا)

اُمبُوراجا (پانیوں کا آقا) نِپسی (پھندے والا)۔

اَسوِن

جن بھجنوں میں ان دیوتاؤں کو پکارا گیا ہے اُن سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کون ہیں یا کیا ہیں ویدوں کا مُفسّر یاسکا، ان کے نام کے معنوں کو مدِّنظر رکھ کر کہتا ہے کہ چونکہ یہ ہر چیز پر غالب رہتے ہیں یا چھا جاتے ہیں، ایک روشنی کے ذریعے، اس لئے انھیں اَسوِن کا نام دیا گیا ہے۔ اس لفظ کے بنیادی معنے ہیں "بھر دینا"۔ ایک اور شارح کہتا ہے کہ چونکہ یہ گھوڑوں پر سوار رہتے ہیں اس لئے یہ اَسوِن ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان کے ذریعے زمین اور آسمان کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ان کو دن اور رات بھی کہا گیا ہے اور چاند اور سورج بھی کہا گیا ہے۔ پروفیسر راتھ کہتا ہے ویدوں کے جو خُدایانِ نُور ہیں ان کے پورے طبقے میں اَسون کی علیحدہ اور بالکل منفرد جگہ ہے۔ صبح کے آسمان پر سب سے پہلے روشنی لانے والے یہی دیوتا ہیں۔ یہ جلدی جلدی بادلوں پر سوار ہو کر آتے ہیں اور "سَحر" کے لئے راستہ صاف کرتے ہیں۔ کچھ بھجنوں میں انھیں سورج کے بیٹے کہا گیا ہے اور کچھ بھجنوں میں انھیں آسمان کے بچے کہہ کر پکارا گیا ہے۔ کہیں یہ سمندر کے بچے بھی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب 'رات' دن میں تبدیل ہو رہی ہوتی ہے تو یہ دیوتا اس تبدیلی کی نمائندگی کرتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ سَوتری کی بیٹی سوُریا انکی مشترکہ بیوی ہے۔ چونکہ انکی زندگی تنہائی میں گزرتی تھی اس لئے اس نے انھیں اپنے مشترکہ خاوند کی حیثیت سے چُن لیا۔ تاہم اس کے باپ کی خواہش تھی کہ اس کا بیاہ سوما سے کر دے۔ ایسی خوبصورت دلہن کو بہت سے اور دیوتا بھی بیوی بنانا چاہتے تھے۔ فیصلہ ہوا کہ ایک لمبی دوڑ میں جو اول آئیگا سُوریا اُسی سے بیاہی جائیگی۔ دوڑ اَسوِن دیوتاؤں نے جیت لی اور وہ اس کے مشترکہ خاوند بن گئے۔ سُوریا انکے رتھ میں سوار ہو گئی۔ ایک اور عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ "سوماہی" اس کا خاوند ہے اور یہ جو اَسوِن ہیں یہ دُولھا میاں کے دوست ہیں۔

اَسوِن کو دیوتاؤں کا طبیب بھی سمجھا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فانی مخلوق میں سے اندھوں، بیماروں، لنگڑوں اور نحیف و زار لوگوں کو بھی صحتیاب کرتے ہیں۔ سُست رفتار اور پیچھے رہ جانے والوں کے خاص محافظ ہیں اور زیادہ عمر والی غیر شادی شدہ عورتوں کے تو چہیتے دوست ہیں۔ انکے

متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ محبّت اور شادی کی محفلوں کی صدارت کرتے ہیں اور لوگ ان سے محبت کرنے والے دلوں کو جوڑ دینے کی استدعا کرتے ہیں۔

اَسوِن کی بیماروں کو شفایاب کرنے اور مصیبت زدوں کی مدد کرنے کی بہت سی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھوئی ہوئی صحت بحال کر سکتے ہیں، ڈوبتے آدمی کو بچا سکتے ہیں، بوڑھوں اور لنگڑے لُولے انسانوں کو طاقت اور ہمّت عطا کرتے ہیں۔ وِسپلا کی ایک ٹانگ لڑائی میں کٹ گئی تو انھوں نے اسکی جگہ لوہے کی ٹانگ لگا دی۔ ایک شخص نے ایک بھیڑیئے کو ایک سو ایک بھیڑیں کھانے کو دیں مگر اس کے بیٹے نے انھیں قتل کر ڈالا۔ غصے میں آکر اُس نے بیٹے کو اندھا کر دیا بھیڑیئے نے اَسوِن کو فریاد کی تو انھوں نے لڑکے کی بینائی بحال کر دی۔ اسی طرح انھوں نے ایک اندھے اور لنگڑے کو بینائی بھی عطا کر دی اور چلنے پھرنے کی طاقت بھی دے دی۔ اس قسم کی کہانیوں کے نتیجے میں اَسوِن سے اولاد کیلئے مال و دولت کیلئے، فتح کیلئے، دشمنوں کی تباہی کیلئے اور پجاریوں کی اپنی ذات اور مکانات اور مویشیوں کے تحفّظ کیلئے استدعا کی جاتی تھی۔

"ستھ پتھ براہمنا" میں ایک قصہ بیان کیا گیا ہے جس میں چیاوَن کی صحتیابی کا ذکر ہے۔ اس سے اَسوِن کے کاموں کے نمایاں پہلو بخوبی واضح ہو جاتے ہیں۔ قِصّہ یُوں ہے کہ چیاوَن نے سوکھی سڑی مرجھائی ہوئی جُھریوں دار صورت بنائی ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے گھر والوں نے بھی اسے نکال دیا تھا اور اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے تھے۔ "سَریاتا" ایک رِشی اپنے کنبے سمیت کہیں قریب ہی رہتا تھا۔ اُسکے بیٹوں نے چیاوَن کو پتھروں سے مارنا شروع کیا۔ انھیں معلوم نہ تھا کہ یہ انسانی جسم ہے۔ چیاوَن کو سخت تکلیف پہنچی اس نے سَریاتا کے کُنبے میں پھوٹ ڈالدی۔ اُسے سخت پریشانی ہوئی۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ پھُوٹ کس نے ڈالی ہے۔ اُس نے چرواہوں سے پوچھا کہ کیا تم کوئی وجہ بیان کر سکتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ تمہارے بیٹوں نے چیاوَن کی توہین کی ہے اور اسے پتھر مارے ہیں۔ اس پر سَریاتا نے اپنی بیٹی سُوکنیا کو رتھ میں بٹھا کر اپنے ساتھ لیا، اپنے بیٹوں کی گستاخی کی معافی مانگی اور تلافیٔ مافات کے طور پر اپنی بیٹی اس بدھے کے حوالے کر دی۔ اَسوِن دیوتاؤں کا حسبِ معمول ادھر سے گزر ہوا تو سُوکنیا کے حُسن کو دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گئے۔ انھوں نے اُسے پھسلانا چاہا اور کہا کہ اس سوکھے سڑے جسم میں کیا رکھا ہے کہ تم اس کے پہلو میں لیٹی ہو؟ چھوڑو اسے اور ہمارے ساتھ چلو! اس نے جواب دیا کہ جس کے

حوالے اُسے اُس کے باپ نے کر دیا ہے اُسکی زندگی میں وہ اسی کی ہو کر رہیگی۔ جب وہ دوبارہ اس کے پاس آئے، اور اس دوبارہ آنے کا مشورہ اس کے خاوند نے دیا تھا، تو سوکنیا نے انھیں جھڑک دیا اور کہا: تم میرے خاوند کو نفرت آمیز الفاظ سے پکار رہے ہو حالانکہ تم خود ابھی تک ناپختہ اور نامکمل ہو۔ ہم کیسے ناپختہ اور نامکمل ہیں؟ دیوتاؤں نے پوچھا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ اگر تم میرے خاوند کو دوبارہ جوان بنا دو گے تو میں تمھیں بتا دوں گی کہ تم کس اعتبار سے نامکمل ہو۔ اس پر دیوتاؤں نے اُسے ایک تالاب کا پتہ بتایا جس میں نہانے کے بعد چاوَن خوبصورت جوان بن گیا۔ سوکنیا نے دیوتاؤں کو بتایا کہ کوردکھتیرس میں ایک بہت بڑی ضیافت کا اہتمام کیا گیا ہے جس میں تمام دیوتاؤں کو بلایا گیا ہے لیکن انھیں دعوت نہیں دی گئی۔ اَسوِن دیوتا وہاں پہنچے لیکن انھیں کہا گیا کہ تم آدمیوں کے ہاں بڑی چاہت اور کثرت سے گھومتے پھرتے رہتے ہو اور انکا عِلاج معالجہ کرتے ہو اس لئے تم دیوتاؤں کی دعوت میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس پر اَسوِن نے دیوتاؤں سے کہا کہ تم تو ایسے جانوروں کی قربانی دے رہے ہو جن کے سر ہی نہیں ہیں۔ جانوروں کے واقعی سر نہیں تھے۔ دیوتا گھبرا گئے کہ یہ تو قربانی نہ ہوئی۔ انھوں نے اَسوِن سے پُوچھا: اس کا کیا علاج کیا جائے؟ انھوں نے جواب دیا: ہمیں دعوت دو، سب ٹھیک ہو جائیگا۔ اس پر دیوتا راضی ہو گئے۔ پہلے اُنکا خیال یہ تھا کہ اَسوِن طبیب ہیں اس لئے اکثر ناپاک رہتے ہیں۔ اسی لئے کسی براہمن کو بھی طبیب نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر وہ طبیب بن جائے تو پھر پُجاری بننے کا نااہل ہو جائیگا۔ لیکن پھر انھوں نے سوچا کہ چونکہ اَسوِن کا کام بڑا اہم ہے اور ناگزیر ہے اس لئے انھیں پاک صاف کر دیا جائے۔ چنانچہ اَسوِن کو پاک صاف بنا دیا گیا اور انھیں ضیافت میں شامل کر لیا گیا۔ اَسوِن نے بھی قربانی کے جانوروں کے سر جوڑ دیئے۔

چیمبرز سائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ اَسوِن کی دیومالا میں دو واضح عناصر آپس میں ملکر یکجان ہو گئے ہیں۔ ایک ماورائی یا نظامِ کائنات سے متعلق عُنصُر، دوسرا انسانی یا تاریخی عُنصُر۔ یہ دوسرا یعنی انسانی اور تاریخی عُنصر انکی شفا بخش مصروفیات سے ظاہر ہوتا ہے اور ماورائے طبیعات کا عُنصر ان دیوتاؤں کے "روشنی کی فطرت والی ہستی" ہونے کے طفیل سامنے آتا ہے۔ ان دونوں پہلوؤں کو آپس میں جوڑنے کے لئے اُس پُراسراریت سے کام لیا گیا ہے جو روشنی کی فطرت میں شفایابی کی صفت رکھ دیئے جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اَسوِن پہلے فانی مخلوق میں سے تھے۔ جنھیں اعلیٰ خدمات کی وجہ

سے بعد میں دیوتاؤں میں شامل کر لیا گیا۔

اُوشس یا اُوشا

"سحَر" کی یہ نمائندہ دیوی ویدک شاعروں کے ہاں ہدیۂ تحسین و تبریک پیش کرنے کی خاص الخاص اور دلپسند ہستی ہے۔ اس کے حضور جو بھجن پیش کئے گئے ہیں، ویدوں کے سارے مجموعے میں وہ اگر سب سے اعلیٰ اور بلند پایہ نہیں ہیں تو انکا شمار بہترین منتخب بھجنوں میں ضرور ہوتا ہے۔ اس دیوی کو آسمان کی بیٹی، رات کی بہن اور ورُونا کی قریبی رشتہ دار کہا گیا ہے۔ کبھی اسے سورج کی بیوی اور اگنی کی محبوبہ بھی کہا جاتا ہے۔ اَسِون اس کے دوست ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ اندرا نے اسے تخلیق کیا۔ دوسری جگہ اندرا کو اس کی رتھ توڑتے پھوڑتے دکھایا گیا ہے۔

اُوشا یا اوشسؔ جس رتھ میں سفر کرتی ہے اُسے بھرپور جوانی سے تمتماتے گھوڑے یا گائیں کھینچتی ہیں ایک حسین دوشیزہ کی مانند، جسے اسکی ماں، کبھی ہیرے جواہرات سے سجا کر چنچل رقاصہ کے رُوپ میں پیش کرتی ہے اور کبھی زرق برق لباسِ عروسی زیبِ تن کرا کر خاوند کے رُوبرو آنے والی لجاتی شرماتی دلہن کی صورت میں لاتی ہے اور کبھی ایسی نوخیز جواں سال لڑکی کی شکل میں سامنے لاتی ہے جو ابھی ابھی نہا دھو کر غسلخانہ سے باہر آئی ہے، وہ مسکراہٹیں بکھیرتی، "نازو انداز سے گرویدہ بناتی چشمِ تماشا کے سامنے اپنا سینہ کھول دیتی ہے۔ اُوشش اندھیروں کو دور کر کے تمام چھپے ہوتے خزانوں کو بے نقاب کر دیتی ہے۔ دنیا اس کے حسن سے جگمگا اُٹھتی ہے اور اس کی دُور دراز کی سرحدیں بھی منوّر نمایاں ہو جاتی ہیں۔ وہ ہر چیز کی تندرستی ہی نہیں زندگی ہے۔ پرندے ہواؤں میں اُڑنا شروع کر دیتے ہیں، اب کون گھونسلوں میں دبکا پڑا رہے! اوشس گھریلو ماں کی طرح تمام مخلوقات کو بیدار کر کے اپنے اپنے کام کاج میں لگا دیتی ہے۔ وہ پجاریوں کو جگا کر اور انھیں قربانی کی آگ جلانے کا اِذن دیکر دیوتاؤں کی خدمت کرتی ہے۔ اُسے حکم ہے کہ صرف مستعد اور باہمت وسیع القلب لوگوں کو جگائے۔ غافل اور سست الوجود انسانوں کو نیند کی مستی میں پڑا رہنے دے۔ اوشش نوجوان ہے کیونکہ وہ ہر روز پیدا ہوتی ہے، وہ عمر رسیدہ ہے کیونکہ وہ غیر فانی ہے۔ اور کئی مسلسل نسلوں سے بھی آگے بڑھ جاتی

ہے۔ یہ نسلیں یکے بعد دیگرے معدوم ہو جاتی ہیں لیکن اُوشس بدستور زندہ و پائندہ رہتی ہے۔ مر جانے والوں کی روحیں اُس کے اور سورج کے پاس جاتی ہیں۔ اُس خوبصورت دیوی کے بارے میں وید کیا کہتے ہیں ذیل کی سطور میں دیکھئے :

اُے خوش تا! اے سرخ و سفید اُوشس، سُنہری دیوی!
پیاری پیاری صورت میں تو چمکیلی رتھ پر سوار ہو کر،
ہماری پرستار آنکھوں کے سامنے، اپنا حسن و جمال نمایاں کرتی، اس طرح آتی ہے،
جس طرح کسی نئی نویلی دُلہن کو، اسکی ماں زرق برق لباس پہنا کر، حجلۂ عروسی میں بھیجتی ہے۔
اپنے خاوند کو سوجان سے فریفتہ کرنے کے لئے!
ایک شعوری غرورِ حُسن نمائی کے ساتھ!
جب وہ تیرے نقوشِ حُسنِ جمال پہ ایک نظر ڈالتا ہے، تو تیری پیار بھری نظریں
اُسے پہلے سے کہیں زیادہ جوان، تازہ اور شگفتہ بنا دیتی ہیں۔
ہر نئی صبح تجدیدِ شباب کا پیغام لاتی ہے۔
اس طرح سالہا سال بیت گئے ہیں لیکن تو اسی طرح ہر دم جواں ہے۔
ہر سانس لینے والی زندہ مخلوق کا تو سانس ہے، زندگی ہے۔
ہزاروں نیند کے ماتوں کو تو روزانہ جگا دیتی ہے، جیسے کہ وہ موت کی آغوش میں تھے!
تیرے آنے سے پرندے گھونسلوں میں پھڑ پھڑانے لگتے ہیں۔
اور انسانوں کے مصروف پاؤں ایک بار پھر متحرک ہو جاتے ہیں، اپنے روزمرہ کے فرائض کی ادائگی کیلئے
کوئی محنت کر رہا ہے مال و دولت کیلئے، کوئی نشاط و سرور کیلئے۔
اور کوئی شہرت کیلئے!

ویدوں کے بعد کی تحریروں میں ہمیں صرف اوشس کا نام نظر آتا ہے۔ لوگوں کا شعری وجدان ختم ہو چکا تھا۔ زیادہ انسانی اور زیادہ عملی دیوتاؤں نے شاعرانہ تخیّل کی پیدا کردہ دیویوں اور دیوتاؤں کو فراموش کرا دیا تھا۔

ساتواں باب

بادو باراں کے طوفانی دیوتا

۱- اندرا

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اندرا نے اگنی اور سوریہ کے ساتھ ملکر قربانی دینے سے دوسرے دیوتاؤں پر فضیلت حاصل کی تھی۔ ویدوں کے جن بھجنوں میں اندرا کو مخاطب کیا گیا ہے انکی تعداد کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ مقبول دیوتا تھا۔

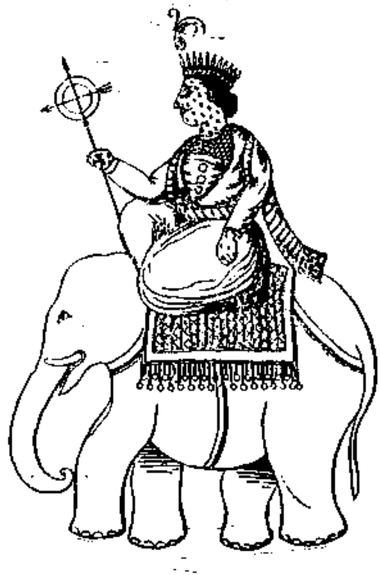

اندرا

یہ آسمان کا بادشاہ ہے جس کے قبضۂ قدرت میں بجلی کی کڑک اور بادلوں کی گرج ہے اور جس کے حکم پر تر و تازگی عطا کرنے والی بوندیں زمین کی جھولی پھلوں اور پھولوں سے بھر دینے کیلئے ٹپک پڑتی ہیں اندرا کی تعریف میں لکھے گئے بھجنوں سے بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جس علاقے میں ان بھجنوں کی تصنیف ہوئی ہے وہ یقیناً سرزمین ہند کا ایسا خطہ ہے جہاں مہینوں تک بارش کا ایک قطرہ نہیں پڑتا۔ تیز

دھوپ میں کھیتیاں جُھلس جاتی ہیں، سبزہ پژمردہ ہو جاتا ہے، انسان اور مویشی نڈھال ہو جاتے ہیں نہ زمین میں ہل چلایا جا سکتا ہے اور نہ کہیں سے بیج پھوٹ سکتا ہے اب اگر کوئی دیوتا انھیں بارش کا حیات بخش تحفہ دے سکتا تھا تو اُس دیوتا کی شان میں کیوں نہ قصیدے لکھے جائیں اور اسکی بڑھ چڑھ کر تعریفیں کی جائیں ۔ ویدک عہد کا شاعرانہ مزاج ان بادلوں کو اپنا دشمن سمجھتا تھا جو سمندروں سے جی بھر کر پانی لیتے تھے لیکن تیز و تُند ہوائیں ان میں سے ایک قطرہ برسائے بغیر مخلوق کے سروں کے اُوپر سے اڑا کر لے جاتی تھیں، صرف اِندرا دیوتا ہی تھا جو پیاسی زمین کو سیراب کرنے کے لئے انکو اپنے خزانے لٹانے پر مجبور کر سکتا تھا۔ پھر جب لوگوں کی پکار کے جواب میں اِندرا دیوتا انکے مردہ کھیتوں میں زندگی کی نئی روح پھونک دیتا، سبزۂ خفتہ انگڑائیاں لیکر اُٹھ کھڑا ہوتا، مال مویشی نہال و خوشحال ہو جاتے تو پُرخلوص شکریے کے گیتوں کا مستحق اندرا دیوتا کے علاوہ کون ہو سکتا تھا! اندرا کو پیش کئے گئے ان تمام بھجنوں میں اِندرا کی طبعی فضیلت کا ذکر ملتا ہے، اس سے جو نعمتیں طلب کی گئی ہیں وہ بھی طبعی نوعیت کی ہیں اور جن صفات سے اِندرا کو منسوب کیا گیا ہے وہ طبعی ہیں، رُوحانی نہیں ہیں ۔

اندرا کو غیر تخلیق شدہ دیوتا بھی نہیں مانا جاتا ۔ بعض بھجنوں میں اسے اگنی کا توامَ بھائی کہا گیا ہے اور اسی وجہ سے یہ زمین اور آسمان کا بیٹا ہے ۔ بعض بھجنوں میں ہے کہ اس نے زمین اور آسمان کو تخلیق کیا ہے ۔ اکثر بھجنوں میں اس کے ماں باپ کا ذکر تو مِلتا ہے لیکن انکا نام نہیں لیا گیا ۔ جہاں نام گنوائے گئے ہیں ۔ وہاں ان ناموں میں اختلافات ہیں ۔ وہ دیوتاؤں کا بادشاہ ہے ۔ اور ویدوں کے بعد کے زمانے میں اُس کے عہدِ حکومت میں صرف ایک سو دیوتائی سالوں کی توسیع دی گئی ہے ۔ اس مُدّت کے خاتمے پر دیوتاؤں میں سے کوئی اسکی جگہ لے لیگا ۔ اگر کوئی انسان اُن سخت مجاہدوں اور کڑی آزمائشوں میں کامیاب ہو جائے جو اس بلند مرتبے کیلئے ضروری ہیں تو وہ بھی اسکی جگہ لے سکتا ہے ۔

تصویروں میں اندرا کو چار بازوؤں اور ہاتھوں والے آدمی کی صورت میں دکھایا گیا ہے ۔ دو ہاتھوں سے اس نے ایک نیزہ تھام رکھا ہے ۔ تیسرے ہاتھ میں بجلی کا کوندا ہے ۔ چوتھا ہاتھ خالی ہے بعض اوقات صرف بازوؤں سے اسکی تصویر بنائی جاتی ہے، اس صورت میں اس کے سارے جسم پر آنکھیں ہی آنکھیں بنی ہوتی ہیں ۔ اس وقت اسے سہاسرآکھشا یعنی ہزار آنکھوں والا کہا جاتا ہے ۔ عام طور اسے عجیب و غریب ہاتھی اَیراوتَ نامی پر سوار دکھایا جاتا ہے ۔ یہ ہاتھی سمندر کے بلونے سے پیدا

ہوا تھا۔ اس وقت اس کے دائیں ہاتھ میں بجلی کا چابک اور بائیں میں ایک کمان ہوتی ہے۔ ویدوں کے زمانے میں آج کی نسبت سے اس کی پُوجا کہیں زیادہ مقبول تھی۔ اِندرا کے مقام اور اسکی صفات کا اندازہ اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے :

" آؤ اِندرا ، بے حد پکارے جانے والے اِندرا !
ہمارے قوی بھجنوں نے تمہارے گھوڑوں کو جوت رکھا ہے

اے مہربان دوست اِندرا !
آسمان سے اُتر کر آؤ

اپنے فیض کے راہوں کا رخ ادھر موڑ دو

اے اِندرا ! تم ہمارے بارے سوچتے ہو
اور ہماری پیش کی ہوئی مشروبات کو بخوشی نوش کرتے ہو۔
پھر بھی ہم فانی انسان تمہاری توجہات سے بہت تھوڑی مقدار میں فیضیاب ہوتے ہیں !
ہم جانتے ہیں کہ بہشت میں تمہیں کتنی زنجیروں نے باندھ رکھا ہے
تمھارے گھر میں تمہاری ایک پیاری سی بیوی بھی ہے !
تمہاری توجہات کی مرکز ، تمہاری راحتِ جاں
تمہاری مسرّتیں بے حد و حساب ؎
یہ تمام دلچسپیاں تمہارے اوقات پر چھائی ہوئی ہیں۔
یہ خوشیاں صرف غیر فانی دیوتاؤں ہی کے نصیب میں ہیں۔
اس دنیا کے فانی انسانوں کو انکی کیا خبر !

فانی انسانوں کی فریادوں سے اِندرا کی پیدائش ہوئی۔ اس کے ظہور پر زمین اور آسمان کانپ اُٹھے۔ اس کے پیدا ہوتے ہی دیوتاؤں نے گواہی دی کہ یہ بے شک مقامِ اُلوہیت پر متمکن ہے۔ اپنے ہتھیاروں پر جھپٹ کر یہ کہنے لگا :

ماں! کہاں رہتے ہیں وہ وحشی لڑاکے جن کے
گستاخ سینوں کو میرے یہ تیر چھید ڈالیں گے

اپنی رتھ میں سوار، لوگوں کی فریادوں کی قوّتِ کشش سے اُڑا چلا آرہا ہے اِندرا دیوتا! لیکن
رُوپ اس کا کوئی ایک تو نہیں ہے۔
اس کی شان کے لاکھوں پہلو!
اس کی مرضی اسکی صورت
ہر ہر شکل، منوّر و تابان
وہ دیکھو اس کے ہاتھ میں
لہراتی سرخ بجلیاں
کھڑا ہے بن کے سُورما، چنگھاڑتا، للکارتا۔

اس کے لئے خصوصی ضیافتیں ترتیب دی جاتی ہیں جن میں نہایت پُرکشش مشروب "سومارس" کا بڑی چاہت سے اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس نشیلی رس کے ساتھ اِندرا کو بہت زیادہ رغبت تھی۔ اِندرا ان ضیافتوں میں پہنچتا ہے تو سب سے پہلے اسے "سوم رس" کا جام پیش کیا جاتا:

اِندرا، تم عرصۂ دراز سے ہمارے "سوم رس" کے متوالے رہے ہو
تمام دیوتاؤں کو یہ کیف آور مشروب مرغوب ہے۔
لیکن تم تو اس کے حد سے زیادہ رسیا ہو
تمہاری ماں نے سوم رس تمہیں گھٹی میں پلائی
وہ اسکے شباب آور اثرات کو جانتی تھی
اس نے اسکے گودے کو کچلا، نچوڑا، اور چھان کر مشرُوب بنایا
پھر تمہیں گود میں لِٹا کر یہ مشرُوب پلایا
ہاں اندرا جس صبح تم پیدا ہوئے، بلکہ جس لمحے تم اس دنیا میں آئے
اسی لمحے تمہاری خوش باشیوں اور عیش کوشیوں کا اظہار ہونے لگا
تمہاری قوّت و شوکت کے روپ میں یہ اظہار ابھی جاری ہے!

اِندرا سوم رس کے تعریفی گیت گانے کے بعد اس کا جام چڑھا لیتا اور پھر بڑے خلوص و انہماک سے اپنے پجاریوں کی طرف متوجّہ ہوتا۔ وہ جو مانگتے وہی انھیں مِلتا۔

سوم رس کے قوّت بخش جام سے نئی توانائی حاصل کرکے اب وہ اپنے شدید دشمن سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہے جس کے لئے اُسے یہاں بلایا گیا تھا۔ اُس کا یہ شدید دشمن "وِرِترا" (کرُیہہ، خشک سالی) ہے۔ پھر اس جنگ میں فتحیاب ہوکر اندرا زمین اور آسمان دونوں کو اپنی بیش بہا نعمتوں سے مالامال کر دیتا ہے۔ وِرِترا کو اس طرح بیان کیا گیا ہے :

وہ کہ جسکی ساحرانہ قوّتیں
زمین سے اسکی حیات آفرین بارشیں روک لیتی ہیں
فانی اِنسانوں کا بدطینت دشمن
اور دیوتاؤں کی نسل کا مخالف
اِندرا سے مسلسل لڑنے والا، اس کا جنوُں بھوتوں کا لشکر
نسل نسل سے دشمن
جو ہزاروں مرتبہ کچلا اور مارا جاچکا ہے
لیکن پھر دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے
اور پھر مقابلے کیلئے ڈٹ جاتا ہے
اور پھر مارا جاتا ہے

اِندرا اور وِرِترا کی جنگ کا نقشہ پوری تفصیل کے ساتھ کھینچا گیا ہے جس میں برساتوں کی آمد کی منظرکشی بڑے ماہرانہ انداز سے کی گئی ہے۔ خوفناک طوفان برق ورعد اور انکے ساتھ ہی موسم کی تبدیلی کے خوشگوار اثرات۔ اب جنگ ختم ہوگئی ہے۔ شاعر کہتا ہے :

بہت جلد ہی وِرِترا کے انجام کا اعلان ہوا
کڑک، چمک اور گڑگڑاہٹ سے
اور اندرا کے فولادی عزم کی جھنکار سے
دشمن چھیدا گیا، کچلا گیا، پیس ڈالا گیا
سنو اسکی خوفناک موت کی چیخ۔
مرنے والا دشمن منہ کے بل اوندھا گرا، قلعۂ سحاب کی بلندیوں سے

فتح کے بعد اندرا دیوتا زور زور کی بارشیں برسا دیتا ہے اور مُردہ زمین میں نئے سرے سے جان پڑجاتی ہے :

اب سُشنا کے طلسم کی قید سے آزاد ہوکر بادلوں نے کھل کر برسنا شروع کر دیا
طویل عرصے سے جو کھیت سورج کی تیز تمازت سے جل رہے تھے
موسلادھار بارشوں سے جل تھل ہو گئے
تُند اور تیز اور گہری ندیاں سمندروں کی طرف بہہ نکلیں
کتنی خوشیاں دوڑ رہی ہیں کسان کے چہرے پر !
سُہانے دن، خوشگوار موسم، تشکرانے سے لبریز دل۔
بے برگ وگیاہ میدان لہلہاتی فصلوں سے بھر جائیں گے
دھرتی ماتا، جو اُداس اُداس تھی
مسرّتوں سے کھلکھلا اُٹھیگی۔

بارشوں کی اس نعمت کے نزول کے بعد سورج نکل آیا ہے، ہر چیز چمک اٹھی۔ تمام دیوتا اپنے بادشاہ کو مبارکباد پیش کرنے کے لئے آرہے ہیں اور انسان ہدیۂ تشکر پیش کر رہے ہیں۔

یہ تھا اِندرا پُرانے وقتوں میں! ویدوں کے زمانے میں! اب بھی اُسکی پُوجا تو ہوتی ہے لیکن اِندرا اپنے پہلے والے مقام سے بہت نیچے گر گیا ہے۔ بعد کی تحریروں کے مطابق دیوتاؤں پر اس کی حکمرانی صرف سو دیوتائی سالوں تک رہیگی (ہمارا ایک سال دیوتاؤں کا ایک دن ہے) اس کے بعد اس کی جگہ کوئی اور دیوتا یا انسان لے لیگا۔ پُرانوں کی تعلیمات کی رُو سے دنیا کے ہر زمانے میں اس اعلیٰ مقام پر مختلف وجود فائز رہے ہیں۔ وِشنُو پُران میں ایک کہانی درج ہے کہ کس طرح ایک آدمی اِندرا کے مقامِ سلطانی تک ترقی کر گیا۔ ایک مرتبہ جنوں بھوتوں اور دیوتاؤں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ فریقین نے برہما سے پوچھا کہ کون فتحیاب ہوگا برہما نے جواب دیا وہ فریق فتحیاب ہوگا جس کے حق میں "راجی" (ایک زمینی بادشاہ) ہتھیار بند ہو جائیگا۔ یہ سن کر پہلے جن بھوت راجی کے پاس اسکی حمایت حاصل کرنے کے لئے پہنچے۔ اُس نے کہا میں اس شرط پر تمہاری مدد کرنے پر تیار ہوں کہ تم مجھے اپنا اندرا یا بادشاہ بنا لو۔ جن یہ وعدہ

نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اُنکے اِندرا، پر ہلاد نامی بادشاہ، کا بھی مقرّرہ عہد حکومت پُورا نہ ہوا تھا دیوتاؤں کو بھی یہی شرط پیش کی گئی تو انھوں نے مان لی۔ اس طرح "راجی" انکا اِندرا بن گیا۔ یہ ان کا حامی بن کر لڑا اور جیت گیا۔ اس پر" اندرا" (آسمان والا دیوتا) اُس کے آگے سجدہ ریز ہوگیا اور راجی کا پاؤں اپنے سر پہ رکھ کر کہنے لگا: "تم نے مجھے ایک بہت بڑے خطرہ سے بچالیا ہے۔ میں تمہیں اپنا باپ مانتا ہوں۔ تم سب کے اُوپر حکمران ہو۔ میں تمہارا بیٹا ہوں۔" راجی نے اپنے لئے زمین کی حکمرانی کو ہی کافی جانا۔ اُس نے اندرا کو اپنے نمائندہ کے طور پر آسمان کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ راجی کے مرجانے کے بعد اُس کے بیٹوں نے آسمان کی حکومت بھی لینی چاہی جس کیلئے اُن کے باپ نے انکار کر دیا تھا۔ اندرا نے پہلے تو مخالفت کی لیکن پھر اُسے مجبور ہو کر ہتھیار ڈالنے پڑ گئے۔ کچھ وقت کے بعد، جبکہ وہ بہت اُداس اور غمگین تھا کیونکہ اُسے فانی انسانوں کی پیش کردہ قربانیوں کا حصّہ نہیں مل رہا تھا، اُسے اپنے رُوحانی گرو دَرِہَسپتی مل گیا۔ اس نے گورو سے قربانی میں پیش کئے گئے مکھن کا ایک لقمہ مانگا۔ گورو نے کہا: کاش تم نے بہت پہلے مجھ سے یہ چیز مانگ لی ہوتی تو آج تم اس بُرے حال میں نہ ہوتے۔ خیر، جو ہونا تھا ہوگیا، میں چند دنوں میں تمہاری حکومت تمہیں واپس کرا دوں گا۔" اس نے اِندرا کی سابقہ قوّت و شوکت کی بحالی کے لیئے ایک قربانی شروع کر دی۔ اس کے نتیجے میں راجی کے بیٹے گناہگاری میں مبتلا ہو گئے۔ وہ براہمنوں کے دشمن بن گئے اور اپنے مذہبی فریضوں کی ادائیگی سے منحرف ہو گئے۔ جب وہ ان گناہوں کی وجہ سے کمزور ہو گئے تو اندرا نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں قتل کر دیا۔

کسی فانی انسان کے لئے اندرا کے مقام تک پہنچنے کا سب سے مؤثر طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ایک سو گھوڑوں کی قربانی دے۔ جیسا کہ آپ آئندہ چلکر گنگا کے بیان میں دیکھیں گے، اُس وقت کے اندرا کو اپنی بادشاہت بچانے کے لئے چور تک بننا پڑ گیا تھا جب کچھ مذہبی رسوم اَدا کی جارہی تھیں اور انکے مکمل ہوجانے سے اندرا کا بادشاہت سے محروم ہو جانا یقینی تھا۔ فانی انسان جو اندرا کی بادشاہت حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کی مذہبی رسومات (مجاہدے اور ریاضتیں) اَدا کرتے تھے۔ انکے منصوبوں کو ناکام بنانے کا عام اور سب سے زیادہ

کامیاب طریقہ یہ تھا کہ اُن کے پاس اَپسراؤں (آسمانی پریوں) کو بھیج دیا جاتا جو اپنے نازنخروں سے انکی توجہ ہٹا دیتی تھیں اور وہ قربانی کی رسوم اَدا کرنے کے قابل نہ رہتے تھے۔

وشنو پُران میں اِندرا اور کرِشنؑ کے ایک تنازعے کا ذکر ہے جس میں اِندرا کو ناکامیاب دکھایا گیا ہے۔ کرِشنَ اپنی بیوی ستیا بھاما کے ساتھ اندرا سے ملنے اس کے آسمان میں جاتا ہے۔ یہاں پہنچتے ہی اس خاتون کے دل میں عجیب و غریب درخت "پاری جاتا" کے حاصل کرنے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی۔ یہ درخت سمندر کے بِلونے سے پیدا ہوا تھا اور اِسے اِندرا کے آسمانی باغ میں لگا دیا گیا تھا یہ خوبصورت درخت دلکش اور خوشبودار پھولوں اور نہایت لذیذ پھلوں سے لدا پھندا رہتا تھا۔ پھولوں میں یہ تاثیر تھی کہ اگر کوئی اسکے گجرے بنا کر پہن لیتی تو خاوند کے ساتھ اس کی محبت لازوال ہو جاتی۔ پھل کی اندر تاثیر یہ تھی کہ اس کے کھانے سے پچھلے تمام جنموں کے واقعات یاد آ جاتے تھے۔ بیوی کے کہنے پر کرشنؑ نے یہ درخت اُکھڑوا کر گرُوڈا بھاری بھرکم پرندے پر لاد دیا۔ آسمان میں ہر طرف شور مچ گیا۔ اِندرا اور اس کے خدمت گار دیوتاؤں نے ہزار کوشش کی کہ یہ قیمتی چیز آسمان سے باہر نہ جائے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ کرشن نے اِندرا کے ترکش سے بجلی کا تیر بھی نکال لیا تھا لہٰذا اُسے کوئی گزند نہ پہنچا سکا۔ کرِشنَ نے واپس گھر پہنچ کر درخت کو اپنے باغ میں لگا دیا۔

اِندرا سے متعلق ایک کہانی رامائن میں بھی لکھی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اِندرا اپنے گورو کی بیوی کے ساتھ سنگین ترین بداخلاقی کا مرتکب ہُوا اور اسے اپنی نفسانی ہوس کا نشانہ بنا ڈالا۔ ایک دن وہ گوتم کے گھر گیا۔ گوتم کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ اِندرا نے ایک پارسا شخص کا رُوپ دھارا ہوا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ گوتم کی بیوی دھوکے میں آ کر اُسے اپنا خاوند سمجھ لیگی۔ گوتم کی بیوی "اَہلیہ" پہچان گئی کہ پارسا آدمی کے رُوپ میں اِندرا ہے لیکن اُس نے اپنے آپ کو اُسکی جنسی خواہشات کے حوالے کر دیا۔ اندرا یہ فعل کر کے روانہ ہُوا چاہتا تھا کہ گوتم جی لوٹ آئے۔ جو کچھ ہو چکا تھا اس کا گوتم جی کو علم تھا۔ اس نے دیوتا اور اپنی بیوی کو سراپ (بددعا) دیا جس کے نتیجے میں اندرا کی قوتِ مردمی زائل ہو گئی اور اَہلیہ کو کئی سالوں تک گمنامی کی زندگی گزارنا پڑی، تاآنکہ رامَ نے اسکی پہلی حالت بحال کر دی۔ گوتم کے سراپ کا ایک اثر یہ ہوا کہ اِندرا کے

جسم پر ہزاروں شرمناک اعضاء اُگ آئے اور وہ مجبوراً ان "نشاناتِ بدنامی" کو اُٹھائے پھرتا رہا۔ یہ سزا اس لئے دی گئی کہ سب کو اس کے بھیانک جرم سے آگاہی ہو جائے۔ پھر جب دیوتا نے پُرزور درخواست کی تو بدنامی کے ان نشانات کو آنکھوں سے بدل دیا گیا۔ بعض جاہل لوگ ان ہزاروں آنکھوں کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ وہ ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔

اندرا کے اس گناہ کا نتیجہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ لنکا کے شیطان راجہ راون کا ایک بیٹا، دیوتاؤں کے ساتھ ایک جنگ کے دوران، اندرا کو اُٹھا کر لے گیا اور اُسے قید کر دیا۔ جب برہما دیوتا نے اسے ابدّیت عطا کرنے کا وعدہ کیا تو اندرا نے رہائی پائی۔ برہما نے راون کے اس سورما بیٹے کو اندرجیت (اِندرا پر فتح پانے والا) کا خِطاب دیا۔

اِندرا کے آسمان کا ذکر بھی ضروری ہے کیونکہ زمین پر نیکی کے کام کرنے والے لوگ یہ تمنّا رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد اُنکی رُوحیں کچھ وقت کے لئے اِندرا کے آسمان پر رہ جائیں۔ نیکی کا انعام سُوَرگ (بہشت) ہے اور یہ سُوَرگ اندرا کے آسمان میں ہے۔ تاہم ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق نیک رُوحیں ہمیشہ کے لئے سُوَرگ میں نہیں رہ سکتیں۔ اس لئے بہشت کا حصول انسان کی آرزوؤں کی آخری منزل نہیں ہے۔ جب اُس کے بہشت میں گزارے ہوئے مقررہ دنوں کی تعداد پوری ہو جاتی ہے تو اُسے زمین پر واپس آ کر انسانی یا کسی دوسرے پیکر میں اور زندگیاں گزارنا پڑتی ہیں۔ تا آنکہ یہ ہر اعتبار سے پختہ اور مکمّل ہو کر آخری منزلِ فرحت وانبساط کے قابل ہو سکے۔ اور یہ آخری منزلِ فرحت وشادمانی اِلٰہِ مُطلق میں جذب ہو جانا ہے۔ وِشنو پُران کہتا ہے کہ صرف دوزخ ہی نہیں جہاں مَرے ہوؤں کی رُوحوں کو درد واَلم میں سے گزرنا پڑیگا بلکہ بہشت میں بھی غم واضطراب ہمراہ رہیگا کیونکہ یہ دائمی مستقر نہیں ہے۔ اسے چھوڑ دینا ہوگا۔ اور آرام وآسائش کے چھُٹ جانے کا غم کوئی معمولی غم نہیں ہے۔ وشنو پُران کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے: "بہشت میں غم واندوہ کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ اس کے عارضی باشندے زمین پر واپس آنے کے غم کی اذیّت میں مُبتلا رہیں گے۔ پھر اُسے پیدا ہونا اور پھر اُسے مرنا ہوگا۔ انسان کیلئے سب سے زیادہ قابلِ قبول چیز جو بھی پیدا ہوتی ہے وہ ایسا بیج بن جاتی ہے جس میں سے غم واندوہ کے درخت پھُوٹتے ہیں۔"

اندرا دیوتا کا گھر ماؤنٹ میرو پر واقع ہے۔ یہ پہاڑی ہمالیہ کے مغرب میں ہے۔ اسے زمین کا مرکز مانا جاتا ہے۔ آسمان کے دوسرے دیوتا اس کے قرب و جوار میں رہتے ہیں۔ میرو پہاڑ پر لوگوں کے بڑے خوبصورت مکان بنے ہوئے ہیں۔ اس کے دارالحکومت کی شان و شوکت پوری کائنات میں بے مثال ہے۔ اس کے باغوں میں گھنے سایہ دار درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ ہیں یہ خوش رنگ اور خوشبودار پھولوں اور لذیز ذائقہ دار پھلوں سے لدے پھندے رہتے ہیں۔ نہایت حسین و جمیل اپسرائیں خوش مزاج باشندوں کا جی بہلاتی رہتی ہیں۔ ایسے موسیقار جن کا مقابلہ ساری کائنات میں کوئی نہیں کر سکتا اپنے مدھر نغمے فضاؤں میں بکھیرتے رہتے ہیں۔ اس شہر کو وِسواکرما نے آباد کیا تھا۔ اس کا محیط آٹھ سو میل اور اسکی بلندی چالیس میل ہے۔ اس کے ستون ہیروں کے ہیں، اس کے محلات تخت اور فرنیچر سب خالص سونے کے بنے ہوئے ہیں۔

بنگال میں اندرا دیوتا کی پُوجا سال میں ایک دن ہوتی ہے۔ مٹی کا ایک خوبصورت بُت بنایا جاتا ہے اور اس پر رنگین روغن لگا دیا جاتا ہے۔ پوجا ہو جانے کے بعد اسے دریا میں پھینک دیا جاتا ہے۔ جب کوئی قربانی کی رسم ہو تو بھی اس کی ابتدا اِندرا کو پُکارنے سے کی جاتی ہے کیونکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اِندرا اُس دیوتا تک انکی فریادیں اور قربانیوں کی چیزیں پہنچا دیگا جس کے حضور یہ قربانی پیش کی جا رہی ہے۔ نیز یہ پجاریوں کے درمیان اس دیوتا کو بھی لے آئیگا۔ ملک کے کچھ حصوں میں خشک سالی کے دنوں میں اس کے نام کی خاص قُربانیاں پیش کی جاتی ہیں تاکہ اسکی طاقت سے بادل ندیاں بہانا شروع کر دیں اور سُوکھی سڑی زمین پھر سے سرسبز ہو جائے۔

اندرا کے اور نام جو عام طور پر مشہور ہیں یہ ہیں :

①— سکرا : قابل
②— دیواپتی : دیوتاؤں کا آقا
③— بجری : برق و رعد کے تیر چلانے والا
④— وَرِت رَہا : وَرِترا کو تباہ کرنے والا
⑤— میگھا واہنا : بادلوں کی سواری کرنے والا
⑥— مَہیندرا : بہت بڑا اندرا
⑦— سُوَرگاپتی : بہشت کا مالک

۲۔ اِندرانی

اِندرا کی بیوی اِندرانی کے بارے میں جسے سچی کا نام بھی دیا گیا ہے، بہت کم حالات ملتے ہیں رگ وید میں لکھا ہے کہ تمام اُناث میں اِندرانی سب سے زیادہ خوش قسمت ہے کیونکہ اس کا خاوند آنے والے وقت کے کسی بھی لمحے بوڑھا ہو کر نہیں مریگا۔ اسکی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ اندرانی تو ان سب کی بیوی ہے جو یکے بعد دیگرے اِندرا کے تخت پر بیٹھیں گے۔ بہشت کے آسمان پر کسی نہ کسی کی تو حکومت رہتی ہے کیونکہ یہ عہدہ مستقل اور دوامی ہے۔ چونکہ اندرانی ہر حکومت کرنے والے برسرِاقتدار حاکم کی بیوی ہے، اور یہ حاکم کوئی بھی ہو سکتا ہے، اس لئے اس کا خاوند بوڑھا ہو کر نہیں مرسکتا۔ بادشاہ آتے جاتے رہے گے لیکن اندرانی ہمیشہ ملکہ رہے گی۔

اندرانی کا ایک بیٹا بھی بتایا جاتا ہے جس کا نام چترا گپتا ہے۔ یہ ایک گائے سے پیدا ہوا اُوما نے بددعا دی تھی کہ دیوتاؤں کی بیویوں میں سے کسی کی اولاد پیدا نہ ہو۔ اِندرانی کو ماں بننے کی بڑی خواہش تھی اس مقصد کے لئے اُس نے بڑی ریاضتیں کیں۔ آخر اُسکی خواہش پوری کی گئی اس کا حمل گائے کو منتقل کر دیا گیا۔ زچگی کی تمام تکلیفیں اس نے اُٹھائیں۔ پھر اس بچے کو اس نے خود پالا پوسا۔

۳۔ پَرجَنیا

رگ وید میں اس دیوتا کی شان میں اور اسے مخاطب کر کے بہت کم بھجن کہے گئے ہیں۔ تاہم جو منصب یہ دیوتا عطا کرتا ہے اور جو کردار اس کا پیش کیا گیا ہے اس سے اندرا اور اس کے مابین کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا۔ جو صفات اِندرا سے منسوب ہیں وہی تمام کی تمام، اس دیوتا پر بھی چسپاں ہوتی ہیں۔ پَرجنا اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کا قائم مقام ہو۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ہو سکتا ہے کہ یہ اِندرا ہی کا دوسرا نام ہو۔

پُرانوں میں اندرا کو عام طور دیوتاؤں کا بادشاہ کہا گیا ہے جبکہ پَرجنا بادلوں میں رہتا ہے اور بادلوں پر حکومت کرتا ہے ۔

۴۔ وائیُو

بادوباراں کے طوفانی دیوتاؤں میں وائیُو دیوتا کا شمار "ہواؤں کے دیوتا" کے طور پر ہوتا ہے اسے عام طور پر اندرا کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے اور اسی کا ہم رتبہ سمجھا جاتا ہے ۔ کُرّۂ ہَوائی پر حکومت کرنے والا، یا اُس کا نمائندہ !

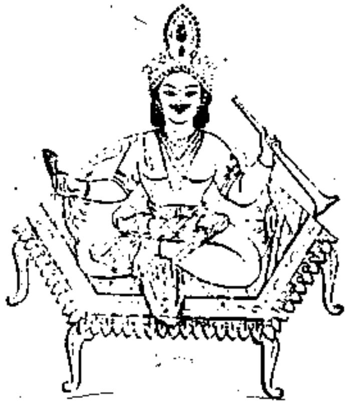

جب عجیب و غریب بُوٹی سوما کا رس پہلی مرتبہ تیار ہوا تو اسے حاصل کرنے کے لئے دیوتاؤں نے دوڑ لگائی تھی جسے اس دیوتا نے جیت لیا تھا ۔ اندرا نے اسکی منت سماجت کی تو اُس نے سوم رس کا چوتھا حصہ اسے دے دیا ۔

ویدک بھجنوں میں اسے کوئی حیثیت نہیں دی گئی ، ایک جگہ لکھا ہے کہ دُو دنیاؤں یعنی زمین اور آسمان نے اسے دولت کے لئے پیدا کیا ۔ اس سے اسکی ولدیت کا پتہ ملتا ہے جو کسی اور جگہ درج نہیں ہے ۔ اسے توَسترِی (وِشواکرما) کا داماد بھی کہا جاتا ہے لیکن توَسترِی کی تو ایک ہی بیٹی کا ذکر آتا ہے جس کا بیاہ سوریا کے ساتھ کیا گیا تھا ۔

وائیُو کو بہت حسین صورت بیان کیا گیا ہے ۔ وہ چمکدار گاڑی میں سوار ہو کر شور مچاتا اِدھر سے

اُدھر اور اُدھر سے ادھر گھومتا پھرتا رہتا ہے۔ سرخ اور جامنی رنگ کے گھوڑوں کا جوڑا اسکی گاڑی میں جتا ہوا ہے۔ کبھی گھوڑوں کی تعداد ننانوے تک پہنچ جاتی ہے، کبھی سو اور کبھی یہ ایک ہزار ہو جاتے ہیں۔ ہزار گھوڑے طوفانی آندھی کیلئے ہیں۔ تاہم اس کا ذکر طوفان کے دوسرے مارُدت نامی دیوتاؤں کے ساتھ نہیں آتا اگرچہ ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ ان کو اس نے بہشتی دریاؤں سے پیدا کیا ہے۔

ویدوں میں وایو کا دوسرا نام "دَاتا" آیا ہے۔ ایک بھجن میں واتا کی تعریف اس طرح کی گئی کہ اے واتا۔ میں تمہاری گاڑی کی شان وشوکت کے گیت گاتا ہوں۔ اس کا شور گڑگڑاہٹ پیدا کرتا اور گونجتا رہتا ہے۔ تم آسمان کو چھوتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے رہتے ہو اور تمام چیزوں کو سُرخ بنا دیتے ہو۔ جب تم آتے ہو تو زمین کا گرد وغبار بھی متحرک ہو جاتا ہے ہوا کے تیز جھونکے تمہارے پیچھے اس طرح جمع ہو جاتے ہیں جس طرح عورت کسی مجمعے میں ہو۔ کائنات کے بادشاہ اندرا کے ساتھ ایک ہی گاڑی میں بیٹھ کر تم آگے بڑھتے رہتے ہو اور کبھی آرام نہیں کرتے۔ پانیوں کے دوست، پہلوٹی کے بیٹے، مقدّس و پاک! کس جگہ پیدا ہوئے تھے تم؟

تمہاری آوازیں تو سنی جاتی ہیں لیکن تمہاری صورت کسی نے نہیں دیکھی!

بعد کے زمانے میں ضرورت محسوس کی گئی کہ اس وقت جن بہادروں کے کارناموں کو سراہا جا رہا ہے اُن کا رشتہ دیوتاؤں سے جوڑ دیا جائے۔ چنانچہ اس ضرورت کے تحت وائُو کا رشتہ جسے اُس وقت پَوَن کہا جاتا تھا۔ ہنومان کے ساتھ جوڑ دیا گیا۔ کہا گیا کہ وائُو کا ایک بیٹا بندریا کے بطن سے پیدا ہوا جس کا نام ہنومان تھا۔ یہ وہی ہنومان ہے جس نے سیتا کی تلاش میں رام کی بہت مدد کی تھی۔ مہابھارت میں سب سے زیادہ بہادر سورما بھیم کا ذکر ملتا ہے۔ بھیم کے معنی ہیں (طاقتور) قوی، توانا وغیرہ۔ اس تاریخی شخصیّت کا رشتہ بھی وائُو دیوتا سے جوڑ دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ بھیم "وائُو" کا بیٹا تھا۔ کہانی یوں بیان کی گئی ہے کہ بھیم کی ماں کُنتی نے سخت ریاضتیں کیں تو اُسے ایک نعمت بطور انعام عطا کی گئی کہ تم جس دیوتا سے چاہو اولاد حاصل کر لو۔ چونکہ اس کا خاوند ایک بد دُعا کی پاداش میں اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ تھا اس لئے کُنتی نے وائُو کا انتخاب کیا اور اس سے اختلاط کر کے "بھیم" پیدا کر لیا اور اس طرح وائُو بھیم کا بھی باپ بن گیا۔

وائُو یا پَوَن (بمعنی پاک کرنے والا) تصویروں میں ایک سفید آدمی کے رُوپ میں دکھایا گیا ہے

جو ایک ہرن پر سوار ہے اور ہاتھ میں ایک سفید جھنڈا لئے ہوئے ہے۔ پُرانوں میں کہا گیا ہے کہ وہ آدِتی کا بیٹا ہے۔ اس دیوتا کے اور نام یہ ہیں:

① انیلا : سانس
② مارُوت : ہوا جو زندگی کے لئے ضروری ہے۔
③ سپَرسَن : وہ جو چھُو لیتا ہے۔
④ گندھوَہ : وہ جو خوشبوئیں اُٹھاتا ہے۔

۵۔ مارُوت

رگ وید کی ایک عبارت میں ان دیوتاؤں کی تعداد ایک سو اَٹھی بتائی گئی ہے۔ ایک دوسرے مقام پر یہ ستائیس ہیں۔ پُرانوں میں انھیں اُنچاس ۴۹ بتایا گیا ہے ویدوں میں انھیں رُدرا کے بیٹے کہا گیا ہے۔ یہ اندرا کے ساتھی ہیں، کبھی کبھی اس کی پرستش بھی کرتے ہیں اور اس طرح گویا یہ اسکی فضیلت کو تسلیم کرتے ہیں۔ بعض مواقع پر اندرا کو اپنی طاقت کا اظہار کرکے مرعوب کر رہے ہیں اور اپنی مدد کا احسان جتا رہے ہیں۔ بھجنوں میں انکو اس طرح پُکارا گیا ہے: تم مارُوتوں کے کاندھے پر برچھیاں ہیں، پاؤں میں جھانجر ہیں، سینے پر طلائی زیوَرات ہیں، کانوں میں چمک دمک ہے، ہاتھوں میں آتشیں بجلیاں ہیں اور سروں پر سنہری خود ہیں۔ انکے ہتھیار سونے اور بجلی کے بنے ہوتے ہیں۔ یہ بجلیوں کے تیر برساتے ہیں جو آگ کے شعلوں کی طرح لپکتے اور کوندتے ہیں۔ انھیں تُند اور تیز ہواؤں کے جھکڑ اُڑاتے اڑاتے پھرتے ہیں۔ یہ ورِترا (کرُیہہ) کی دھجیاں اُڑا دیتے ہیں۔ اُنکی پوشاک بارش ہے۔ یہ دن میں بھی شب کی سیاہی کا سماں پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ زمین کی آبیاری کرتے ہیں اور گرمی کو روک لیتے ہیں۔ انکی ہیبت سے زمین اور پہاڑ کانپ اُٹھتے ہیں۔ یہ سوم رس پینے کے عادی تھے۔ انھیں پُکارا اس لئے جاتا ہے کہ یہ سندھو دریا سے، پہاڑوں سے اور سمندروں سے شفا دینے والی دوائیاں ڈھونڈ لائیں۔

وِشنو پُران میں ہمیں انکا بالکل مختلف حال مِلتا ہے۔ وہاں یہ کشیَپ اور دِتی کے بیٹے بتائے

گئے ہیں۔ دتی بچوں سے محروم ہوگئی تو اُس نے اپنے خاوند کی، بطورِ تلافیٔ مافات، دلجوئی کی۔ اس نے اسے قول دیا کہ ایک چیز جو چاہے مانگ لو۔ دِتی نے کہا مجھے ایک ایسا طاقتور اور ناقابل شکست بیٹا چاہیئے جو اندرا کو تباہ کر دے۔ مُنی نے کہا تمہاری یہ خواہش اس شرط پر منظور ہے اگر تم انتہائی پاکیزہ خیالات کو دل میں جما کر اور اپنے آپ کو ہر طرح پاک صاف رکھکر پورے ایک سو سال تک بچے کو اپنے پیٹ میں رکھو تو تمہارا یہ بیٹا یقیناً اندرا کو قتل کر دیگا۔ دِتی نے شرط منظور کر لی۔ لیکن اندرا کو جب اس بات کا علم ہوا تو اُس نے دتی کو اپنے عزم سے ہٹا دینے کی بڑی کوشش کی اور کئی تدبیریں کیں کہ کسی طرح یہ عجیب و غریب بچہ پیدا نہ ہو۔ جب ننانویں سال گزر گئے تو ایک دن اندرا کے ہاتھ سُنہری موقع آگیا۔ دِتی مذہبی قانون کے مطابق روزانہ پاؤں دھو کر سویا کرتی تھی مگر اُس دن اس سے غفلت ہوگئی۔ اندرا تو تاک میں تھا ہی اس نے بجلی کے کوندے کے تیر سے پیٹ کے اندر کے بچہ کو سات ٹکڑوں میں کاٹ ڈالا۔ اب یہ سات بچے بن گئے اور زور زور سے چلانے لگے۔ اندرا نے بڑی کوشش کی مگر وہ انھیں چپ نہ کرا سکا۔ تنگ آکر اس نے ہر ایک کے پھر سات سات ٹکڑے کر دیئے۔ اور اس طرح یہ اُنچاس مارُوت بن گئے جب اندرا انھیں چپ کرا رہا تھا تو کہتا تھا ”ما۔ رودِہ“ (مَت ردوو) اس سے انکا نام ماروت پڑ گیا۔ اس دن سے یہ بجلی کے تیر چلانے والے اِندرا کے ماتحت ساتھی ہیں۔

❀

آٹھواں باب

سومؔ

ویدک بھجنوں کے مطابق سومؔ اسی نام کے پودے کے رس کو زندہ وتوانا رکھنے والا اور اسکی نمائندگی کرنے والا دیوتا ہے۔ جس طرح یونانی دیوتا بیکس شراب، کیف ومستی اور عیش کوشی کا مظہر ہے اسی طرح سوم کو ہندی بیکس سمجھ لیا جائے۔ کیف ونشاط اور مئے آشامی کے مظہر، اس دیوتا کی تحسین وتوصیف میں نہ صرف رگ ویدکی کتاب نہم کے تمام کے تمام بھجن، جن کی تعداد ۱۱۴ ہے، ہمیں ملتے ہیں بلکہ چند ایک دوسری جگہوں پر بھی ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر بھجنوں میں مستقل حوالوں کی صورت میں اسکی عظمتیں بیان کی گئی ہیں۔

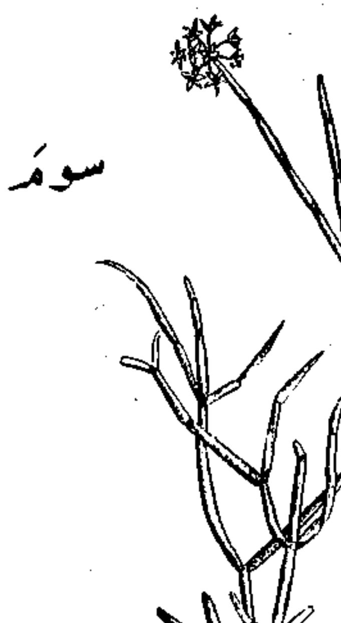

سومؔ بیل کی مانند کا ایک پودا ہے جس کے پتے نہیں ہوتے۔ شاخوں کے سروں پر سفید رنگ کے نہایت خوشبودار پھولوں کا ایک گچھا لگتا ہے کوئی دوسرا پودا ایسا نہیں جس سے اس طرح کا مصفّا اور فراواں دودھیا رس نکلتا ہو۔ یہ رس نرم اور قدرے تیزابی ہوتا ہے۔ رگ وید کے شعر (۲-۹۴۔ ×) میں سومؔ کو سرخ رنگ کا پودا بتایا گیا ہے۔ (دیکھئے گرفتھ اور کپاڈیا کے تراجم)۔ اَوَستا میں اس بے نظیر بوٹی کو ہَومؔ کہا گیا ہے۔ خود سوما دیوتا کو خطابات دیئے گئے ہیں مثلاً ارونا، اروشا، وغیرہ، انکے معنے بھی سرخی، لالی، جوانی کی تمتماہٹ اور حسن و قوّت و شوکت کے ہیں۔ اس غیرفانی دیوتا کو 'لال' بھی کہا گیا ہے جو اکثر ہندو ناموں کے ساتھ سننے میں آتا ہے اور ہماری زبانوں میں "پیارے بیٹے" کے مفہوم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ رِگ وید کے یہ چند جملے دیکھئے: "چمکو لال دیوتا، خوب چمکو" (۹-۴۳-×) "وہ لال جو آسمان تک پہنچا ہے"۔ (۴-۱۱-۱×)۔ "لال نے آسمان کا نور جیت لیا" (۴۷-۱×)۔

سِتھنا نے اَوَستا کے ترجمہ میں بار بار "ہوما" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس لفظ کے معنے ہیں "سچّا پرستار"۔ اس پودے کو مقام الوہیت پر فائز کرنے سے پہلے اسے مشخّص کیا گیا اور ایسے زندہ و فعّال فرد تصوّر کیا گیا یہی طریقہ تھا جس سے دوسری صفات کو بھی مقامِ اُلوہیت عطا کیا جاتا تھا یعنی صفات کو پہلے "ذات" کا مرتبہ دنیا اور پھر اس "ذات" کی پرستش شروع کر کے اُس سے وہی صفات طلب کرنا جن کی وہ مشخّص ذات مظہر ہے۔ تارو پورد والا نے ہوما کے جو اَوستا کا سوما ہے، چار وجود بتاتے ہیں: ۱۔ قوّت بخش و حیات آفریں پودا۔ ۲۔ بہادر سورما۔ ۳۔ مقدس و پارسا انسان اور ۴۔ دیوتا ہوما۔ اسی ہوما دیوتا نے اسی نام کی بوٗٹی کی عجیب و غریب تاثیرات کا انکشاف کیا اور اس کا استعمال سکھایا۔ یونان کی دیومالا میں ڈایونی سوس کو یہ مقام دیا گیا ہے:

دیوتاؤں کا بادشاہ اندرا جس کی پرستش کرے رگ وید کے شاعر اس کے لئے کیوں نہ رطب اللسان ہوں
سوما تو خدا ہے، جو شفایاب کرتا ہے ان تمام خوفناک
اور دکھ دینے والی بیماریوں سے جو انسانوں کو اذیتوں میں مبتلا رکھتی ہیں

وہ بیماروں کو صحت دینے والا
غمزدوں کی دلجوئی کرنے والا
کمزوروں کو ہمّت و قوت عطا کرنے والا

خوف کو دلوں سے نکال دینے والا، عظیم دیوتا !
تم گرے پڑے بے حال اور نڈھال لوگوں میں جوشِ مبارزت پیدا کرتے ہو
شاعر کو پاکیزہ خیالات عطا کرتے ہو۔
روحوں کو زمین کی پستیوں سے آسمان کی بلندی تک لے جاتے ہو۔
کتنے عظیم اور تعجب میں ڈالنے والے ہیں تمہارے عطیات !
انسان، خدا کو رگوں میں دوڑتا ہوا محسوس کرنے لگ جاتا ہے
اور پھر اس کی تعریف اور توصیف میں گیت الاپنے لگتا ہے !
ہم نے سوما کے تابناک جام بھر بھر کر پی لئے ہیں
اب ہم غیر فانی ہیں
ہم روشنیوں میں داخل ہو چکے ہیں۔
سب دیوتاؤں نے جان لیا ہے
اب کون "فانی" ہستی ہمارا کچھ بگاڑ سکتی ہے ؟
یا کوئی دشمن ہمیں پریشان کر سکتا ہے ؟
اے اَبَدی دیوتا ! بے شک
تمہاری بدولت ہم بلندیاں طے کر رہے ہیں !

ویدوں میں سوما کے یہ حالات ملتے ہیں :

اندرا کی بہشت میں نیم دیوتا رہتے ہیں جو موسیقار ہیں۔ انھیں گندھاروا کہا جاتا ہے۔ شاہ سوما انکے ہاں رہتا تھا۔ دیوتاؤں کو اس بادشاہ (یا پَودے) کی اعلیٰ صفات کا علم تھا۔ لہٰذا وہ اسے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن نہیں جانتے تھے کہ کس طرح حاصل ہوگا۔ بالآخر واچ (یا وَچ) قوّتِ گویائی کی دیوی بولی : "گندھاروے عورتوں کے شوقین ہیں۔ مجھے بھیج دو، میں اسے تمہارے پاس لے آؤں گی۔" دیوتاؤں نے کہا "ہم تمہیں کس طرح فارغ کر سکتے ہیں ؟ اُس نے جواب دیا : فکر نہ کرو، جب کبھی تمہیں میری ضرورت پڑیگی میں اُسی وقت تمہارے پاس آ جاؤنگی۔ اس واقعہ کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس زمانے میں دیوتا زمین پر رہتے تھے سوما آسمان پر تھا۔ اسے حاصل

کرنے کے لئے انھوں نے برہما کی بیوی (یا بیٹی) گاتیری کو آسمان پر بھیجا۔ گاتیری ایک پرندے کی صورت میں وہاں پہنچی۔ وہ سوما کو حاصل کرکے واپس آرہی تھی کہ گندھارووں نے اسے پکڑ لیا اور اسے اس وقت چھوڑا جب وَچ دیوی' جیساکہ اُوپر بیان ہوا ہے،' اُن تک پہنچی۔

جب سومؔ دیوتاؤں کے سامنے لایا گیا تو جھگڑا کھڑا ہو گیا کہ کون اس کا مالک بنے۔ اور کون اس کے جادو اثر رس کا پہلا گھونٹ پیئے۔ آخر طے ہوا کہ تمام دیوتا دوڑ لگائیں۔ جو دوڑ میں اوّل آئے وہی پہلے گھونٹ کے پینے کا اعزاز حاصل کرے۔ وائیو اوّل، اندرا دوم رہا۔ اندر نے بہت زور لگایا اور جب منزلِ کامیابی قریب آگئی تو اندرا نے وائیو سے کہا بہتر ہے ہم دونوں ایک ساتھ پہنچیں۔ تم دو تہائی لے لینا۔ وائیو نہ مانا۔ اندرا نے بہت منت سماجت کی اور کہا اچھا تم اوّل ہی سہی لیکن کیوں نہ ہم دونوں اکٹھے آئیں۔ تم مجھے اس اُلوہیاتی مشروب کا صرف ایک چوتھائی ہی دیدینا۔ وائیو مان گیا اور اس طرح دونوں نے سوم رس بانٹ لیا۔

کہا جاتا ہے کہ سوما کی تینتیس بیویاں تھیں، سب کی سب پرجاپتی کی بیٹیاں! ان میں سے روہنی اس کی چہیتی بیوی تھی۔ باقی بہنیں روہنی کی طرف خاوند کے اس خصوصی التفات کو برداشت نہ کرسکیں اور اپنے باپ کے گھر واپس چلی گئیں۔ سوما نے انھیں واپس لانا چاہا تو انکے باپ نے کہا کہ اگر وعدہ کرو کہ آئندہ سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کروگے تو بے شک اپنی بیویوں کو لے جاؤ۔ سوما نے وعدہ کرلیا لیکن اسے نبھا نہ سکا۔ اس عہد شکنی کی پاداش میں اسے تپِ دق کی سزا ملی ——

سوما کو بہت سی اُلوہیاتی قوّتوں سے متصّف کیا گیا ہے۔ اُسے ایسے دیوتا کی حیثیت سے پکارا جاتا ہے جیسے کہ وہ بلند ترین توصیف و تعریف کا مستحق ہو۔ ہر قوت و شوکت اور اختیار و اقتدار کا مالک اُسے تصوّر کیا جاتا ہے اور ہر نوع کی نعمت اس سے طلب کی جاتی ہے۔ وہ اُلوہیت پر فائز ہے لازوال اور ابدی ہے، بلکہ انسانوں اور دیوتاؤں کو بھی ابدیت عطا کرتا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے :

اے مُصفّا دیوتا! مجھے اعلیٰ مقام عطا کیجو اُس دُنیا میں
جو قائم الدائم اور لازوال ہے، جہاں ازلی روشنی ہے
اور شان و شوکت ہے۔

اے اِندو (سوما) اندرا کیلئے بہتے رہو،
مجھے اس دنیا کا لازوال فرد بنادو جہاں ویوسوتا رہتا ہے
جہاں عالمگیر کرۂ آسمانی ہے
جہاں وہ عظیم پانی بہتے ہیں۔

بعد کے زمانے میں سوما کا نام چاند کو دے دیا گیا جو ابھی تک رائج ہے۔ چندرا اور سوما چاند ہی کے نام ہیں۔ ہفتے کا دن سوموار اسی کے نام پر ہے۔ بادشاہوں کی ایک پوری نسل کو سوما کا جانشین بتایا گیا ہے۔ یہ اُس کی بیوی روہنی کے بطن سے ہیں اور چاند کے بچے کہلاتے ہیں۔ زمین پر اس "بادشاہوں کی نسل" کا نام سومرا ہے۔ "را" کے معنے بادشاہ کے ہیں۔

وِشنو پُران میں سوما کے بارے میں بڑا دلچسپ بیان ملتا ہے۔ سوما کو ستاروں اور سیاروں، براہمنوں اور پودوں کا، قربانیوں اور ریاضتوں کا بادشاہ مقرر کیا گیا تھا۔ یہ برہما (خدائے مطلق) کا پوتا اور اَتری کا بیٹا تھا۔ اس نے "راجسُویا" قربانی پیش کی جس کے نتیجے میں اسے بڑی عظمت اور شان وشوکت حاصل ہوگئی۔ پہلے بھی وہ وسیع سلطنت اور قوت واقتدار کا مالک تھا، اس مزید اضافے سے اس کا دماغ بگڑ گیا اور یہ نہایت گستاخ اور شہوت پرست بن گیا۔ اس نے تکبر کی موج میں اُگر دیوتا کے گرو وَرِہسپتی کی بیوی تارا کو اغوا کر لیا۔ وَرِہسپتی بیچارے نے اپنی بیوی کی واپسی کی بہتیری کوشش کی لیکن اس کی ایک نہ چلی۔ خود برہما نے حکم دیا کہ وَرِہسپتی کی بیوی واپس کر دو لیکن وہ نہ مانا۔ تمام مہاتماؤں نے لعن طعن کی مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ آخر ایک بہت بڑی جنگ چھڑ گئی۔ ایک طرف اِندرا اور اس کے ساتھی دیوتا "دلہن کی واپسی" کے لئے میدان جنگ میں اتر آئے اور دوسری طرف سوما اپنے حواری ساتھیوں کے ساتھ ڈٹ گیا۔ بالآخر مغویہ تارا نے برہما کو درخواست کی کہ مجھے تحفظ دیا جائے۔ چنانچہ برہما کے حکم پر یہ برآمد کر لی گئی۔ لیکن وَرِہسپتی نے دیکھا کہ اُسکی بیوی حاملہ ہے تو اس نے یہ کہہ کر اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ جب تک بچہ پیدا نہیں ہو جاتا۔ میں اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ برہما کے حکم سے بچہ فی الفور پیدا ہوگیا۔ یہ اتنا خوش شکل، من موہنا، صحتمند، اور طاقتور وتوانا تھا کہ وَرِہسپتی اور سوما دونوں اس کے دعویدار بن گئے۔ تارا سے پوچھا گیا کہ یہ کس کا بیٹا ہے تو وہ شرمساری کے باعث کچھ نہ بول سکی۔ اس خاموشی پر بچہ

طیش میں آگیا ۔ کہنے لگا اگر تم سچ سچ نہ بتاؤ گی کہ میرا باپ کون ہے تو تمہیں ایسی سخت سزا دوں گا کہ آئندہ کوئی عورت بھی اپنا راز نہ چھپا سکے گی ۔" وہ ماں کو سراپ (بد دعا) دینے ہی والا تھا کہ برہما نے اس کے غصّے کو ٹھنڈا کیا اور تارا سے کہا، "میری بچی سچ سچ بتا دو یہ بچہ برہسپتی کا ہے یا سوما کا؟" جھینپتے ہوئے اس نے جواب دیا : "سوما کا ۔" جونہی اس کے منہ سے یہ بات نکلی ستاروں اور سیاروں کے بادشاہ سوما کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا ۔ اس نے بیٹے کو پیار سے گلے لگا لیا اور کہا شاباش میرے بیٹے تم واقعی بہت دانا ہو ۔" دانا کے معنوں میں لفظ بُدھ آتا ہے ۔ چنانچہ سوما کے بیٹے کا نام بُدھ پڑ گیا ۔ ہفتے کے دن بُدھ وار کا نام اسی بدھ کی مناسبت سے ہے ۔ اس عُطارِد سیّارے کے نائب حاکم اعلیٰ کو مہاتما بُدھ نہ سمجھ لیا جاوے جو بُدھ مت کا بانی تھا ۔

یہ کہانی آگے یوں چلتی ہے کہ جب تارا نے اعتراف کر لیا کہ لڑکا سوما کا بیٹا ہے تو اس کے خاوند نے اُسے بھسم کر کے راکھ کا ڈھیر بنا دیا ۔ تاہم برہما نے اُسے دوبارہ زندہ کر دیا ۔ اب چونکہ آگ نے اسے پاک کر دیا تھا اس لئے اس کے خاوند نے اسے واپس قبول کر لیا ۔ واضح رہے کہ سمندر بلونے کے دوران سوما اور لکشمی اکٹھے پیدا ہوئے تھے ۔ اس اعتبار سے سوما سَمُدرا کا بیٹا اور لکشمی کا بھائی تھا ۔ سمندر (سَمُدرا) اس گستاخی پر سخت ناراض تھا کہ سوما نے اس کے گُورو کی بیوی کی عزت خراب کی ہے ۔ اس نے اسے اپنی وراثت سے محروم کر دیا لیکن لکشمی کی سفارش پر اس کے گناہ کا کچھ حصہ معاف کر دیا گیا ۔ اور جب ابھی وہ تین دن ہی کا تھا تو چاند کی طرح چمکنے لگا ۔ لکشمی نے پاروتی کو سفارش کی تو اسے آسمانی مقام پر بحال کر دیا گیا ۔ شِوا نے اسے ماتھے کا جھُومر بنا لیا ۔ وہ اسے سجا کر دیوتاؤں کی ایک ضیافت میں شریک ہوا تو چندرا کو دوبارہ آسمان پر دیکھ کر اسے بڑا طیش آیا ۔ تاہم برہما نے اُسے تسلی دی اور حکم دیا کہ اس آوارہ مزاج دیوتا کو آسمان سے الگ کر دیا جائے ۔ اسے ستاروں میں رکھا جائے ۔ جو گناہ اس نے کیا ہے وہ ہمیشہ کے لئے داغ بن کر اس کی روشنی کو دھندلاتا رہے گا ۔

* * *

نواں ۹ باب

توَسترِی یا وِشواکرما

توَسترَی یا وِسوکرما دیوتاؤں کا مِستری اور معمار ہے۔ آسمانی مقامات سب اسی کے تعمیر کئے ہوئے ہیں۔ جنگجو دیوتا اس کے عجیب و غریب ہتھیاروں کے لئے ممنون ہیں۔ وہ براہمنسپتی (اگنی) کا کلہاڑا تیز کرتا ہے اور اندرا کے برقی تیروں کو ڈھالتا ہے۔ انسانوں کے ساتھ بھی قریبی میل جول رکھتا ہے۔ بچے ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتے ہیں کہ یہ انھیں رشتۂ ازدواج میں جوڑ دیتا ہے۔ پھر شادی شدہ جوڑوں کو اولاد عطا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوتاؤں کی بیویاں اسکی مستقل "ساتھی" بن کر رہتی ہیں۔ اس نے دنیا کو، اور جو کچھ اس میں ہے، اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ جن جانداروں کو اس نے بنایا ہے یہ اُن کا محافظ بھی ہے۔ فانی انسان دوسرے دیوتاؤں کو قربانیوں کے جو نذرانے پیش کرتے ہیں اُن میں اس کا بھی حصّہ ہوتا ہے۔

ویدوں کے مطابق توَسترِی کا تعلق رِبھُوؤں کے ساتھ بھی ہے۔ یہ ایک آدمی سُدھنوَن کے بیٹے ہیں۔ انھوں نے کاریگری اور اعلیٰ مہارت کی بنا پر اُلوہیاتی اعزازات حاصل کر لئے ہیں اور وہ غیر فانی بھی بن گئے ہیں۔ رِبھُوؤں نے اندرا کی رتھ اور اس کے گھوڑے بنائے۔ انھوں نے ریاضتوں کی سختیاں جھیل کر اپنے والدین کو دوبارہ جوانی دِلا دی۔ انھیں توَسترِی کے شاگرد کہا جاتا ہے۔ اُن کے استاد نے قربانی کا ایک پیالہ بنایا تھا۔ انھوں نے اپنی مہارت سے اس ایک پیالے کے چار پیالے بنا ڈالے۔ اس کاریگری کے انعام میں انھیں دیوتاؤں کا رتبہ دیدیا گیا۔ دیوتاؤں کے حکم سے ایک نمائش منعقد کی گئی جس میں انھیں بلندیٔ درجات کا انعام دیا گیا۔ توَسترِی کو ان کی اس کامیابی پر بڑا غصہ آیا۔ شرم کے مارے اس نے منہ چھپا لیا اور عورتوں کے سامنے آنا چھوڑ دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے شاگردوں کو قتل کر دینے کی کوشش بھی کی۔ ایک جگہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ وہ انکی کاریگری

پر خوش ہوا اور اس نے انکی بہت تعریف کی۔ تُوَسٹری وِوَسوَت (سورج) کا سُسر تھا۔

اکثر بیانات میں اندرا اور توَسٹری اور اس کے بیٹے وِسوَرُوپا کے درمیان دشمنی کا ذکر ملتا ہے۔ یہ دشمنی بالآخر دونوں کی موت پر منتج ہوئی۔ اس وِسوَرُوپا کے تین سَر اور چہرے تھے جن کے نام ترتیب وار یہ تھے: ۱۔ سوم رس نوش ۔ ۲۔ شراب نوش اور ۳۔ غذا خور۔ ایک موقعہ پر اس نے عام لوگوں کے سامنے کہہ دیا کہ بھینٹ کا مال صرف دیوتاؤں کو مِلنا چاہیئے لیکن نجی مجالس میں اُس نے کہہ دیا کہ اسکی تقسیم میں اَسورہ (بھوت پریت، شیاطین وغیرہ) کو بھی حِصّہ ملنا چاہیئے۔ چونکہ نجی مجالس میں کیئے گئے وعدوں کا پورا کرنا رواجاً ضروری تھا اس لئے اندرا ڈر گیا کہ اگر اَسورہ کو بھی حصے ملنے لگ گئے تو وہ طاقتور بن جائیں گے اور اسے حکومت سے معزول کر دیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنے برقی تیروں سے وِسوَرُوپا کے تینوں سر کاٹ ڈالے یہ تین سَر پرندے بن گئے۔ سوم رس پینے والا سر کپنجلا بن گیا (یہ ایک مشکی تیتر ہے) کیونکہ سوما کا رنگ گاڑھا سرخ ہے۔ شراب نوش سَر کَلَوِنکا (چڑیا) بن گیا، کیونکہ شراب پی کر آدمی چڑیا کی طرح چیں چیں چوں چوں کرتا اور شور مچاتا رہتا ہے۔ غذا خور سر تیتری بن گیا کیونکہ مختلف غذائیں مثلاً گھی اور شہد وغیرہ کھانے والے کو ایسا ہی رنگ برنگ پروں والا پرندہ بننا چاہیئے تھا۔ توَسٹری کو بہت غصّہ آیا کہ اِندرا نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا۔ اس نے دیوتاؤں کے لئے ایک ضیافتِ مشروبات کا اہتمام کیا لیکن اندرا کو دعوت نہ دی۔ اندرا نے بڑی سُبکی محسوس کی، اس نے سوم رس کا برتن زبردستی اُٹھالیا اور سارے کا سارا پی گیا۔ اتنا زیادہ رس اِسکی برداشت سے زیادہ تھا۔ توَسٹری نے غصّے میں آکر قربانی کے تمام انتظامات کو توڑ پھوڑ دیا۔ سوم رس کے جو چند قطرے بچ گئے تھے انکو اس نے بددعا دینے کیلئے استعمال کر لیا۔ اندرا کی موت کیلئے اس نے درست منتر پڑھے لیکن ایک لفظ کا تلفظ اس کے منہ سے غلط اَدا ہو گیا جس کی وجہ سے اندرا کی بجائے وہ خود مارا گیا۔

پُرانوں میں توَسٹری کو وِسوَکرما کا نام دیا گیا ہے۔ وشنو پُران میں لکھا ہے کہ وہ ایک ہزار فنون کا موجد ہے، دیوتاؤں کا مکینک ہے۔ زیورات گھڑنے والا کاریگر ہے، فنکاروں کا سردار ہے۔ دیوتاؤں کی خودکار گاڑیوں کا موجد ہے اور اسی کی ہنرمندی کی بدولت انسان روزی کماتے ہیں۔ ویدوں میں اسے آدِتیہ نہیں کہا گیا لیکن پُران اسے آدِتیہ کہتے ہیں۔ ایک اور مقام پر اسے برہما کا بیٹا

کہا گیا ہے۔ تصویروں میں اُسے تین آنکھوں والا آدمی دکھایا گیا ہے۔ یہ دائیں ہاتھ میں ایک گُرز تھامے ہوئے ہے۔ اس کے سَر پر تاج ہے، گلے میں سونے کی مالا اور ہاتھوں میں سونے کی پہنچیاں ہیں۔ پجاریوں کے ذوقِ پرستش کے مطابق سال میں ایک، دو، تین یا چار مرتبہ اسکی پرستش کی جاتی ہے۔ اب اُسکی مُورتیاں نہیں بنائی جاتیں بلکہ ہر شخص اپنے پیشے کے اَوزاروں کی پرستش کرتا ہے جو اسکی ایجاد ہونیکی وجہ سے اسکے مظہر ہیں۔ چوبکار اپنے ہتھوڑے، آری، رنبی وغیرہ کی، اینٹیں بنانیوالا اپنے سانچے کی، کسان اپنے ہل کی طالب علم اپنی کتابوں کی، کلرک اپنے قلم دوات کی اور دکاندار اپنے ترازو باٹوں کی پوجا کرتا ہے۔ جب پُوجا ختم ہو جاتی ہے تو باقی دن دعوتوں اور رنگ رَلیوں میں گزارا جاتا ہے۔

ویدوں کے اکثر بھجنوں میں اسے "خالق" اور "محافظ" دکھایا گیا تھا بعد کی کتابوں میں یہ بہت نچلے مقام پر آگیا ہے۔ اب برہما خالق ہے اور وِشنو پالنہار یا تحفظات دینے والا ہے۔ جبکہ وِشوکرما کی حیثیت ایک قدر و قیمت والے خادم کی سی ہے جو اپنے بالاتر خداوندوں کے احکام بجا لاتا ہے۔ لہٰذا اب اسکو اس کی مہارتوں کی وجہ سے پُکارا جاتا ہے تاکہ دنیا کے عام کاروبار کے چلانے میں اسکی مُعاونت حاصل ہو سکے۔

★

دسواں باب

یَمَ

یَمَ، اَن دیکھی دنیا کے آدمیوں اور بادشاہوں کا جج، وِواسوَت (سورج) اور "سَرَن یا" (تُوَسترِی کی بیٹی) کا بیٹا تھا۔ یہ اُس واقعہ سے پہلے پیدا ہوا تھا جب اسکی ماں خاوند کی آب وتاب کو برداشت نہ کر سکی تھی اور اپنے باپ کے گھر چلی گئی تھی یہ یمی کا تَوَام بھائی تھا۔ پروفیسر راتھ کی رائے کے مطابق مرد اور عورت کا یہ پہلا جوڑا ہے جس سے انسانی نسل آگے چلی ہے۔ رگ وید کے ایک شعر کے مطابق یہ دونوں، یعنی یَمَ اور یمی بہشت کے موسیقار گندھرووں کے بچے ہیں۔ چونکہ نسل کو آگے چلانے والا اور کوئی جوڑا نہیں تھا اس لئے یمی نے یَمَ کی منت سماجت کی کہ تم میرے خاوند بن جاؤ۔ اس نے کہا کہ تُوَسترِی نے اُنکا یہ رشتہ ماں کے پیٹ ہی میں جوڑ دیا تھا۔ اس لئے اس التجا کو قبول نہ کرنا فضول ہے۔ تُوَسترِی کے فیصلوں سے سرتابی کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن یَمَ نے انکار کر دیا اور یمی کی معروضات کی پروا نہ کی۔ اس نے کہا کہ اگر

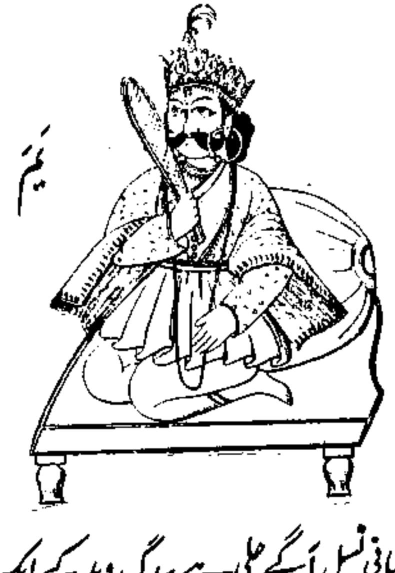
یَمَ

نیک اور پارسا لوگ قول اور فعل دونوں میں نیک اور پارسا نہیں ہیں تو یہ ایک بڑی بُری بات ہے۔

ان دیوتاؤں کے ذریعے کن صفات کا اظہار مقصود تھا۔ اور یہ دیوتا کس قوت کے مُظاہر اور نمائندہ تھے اس کا تعیّن کرنا آسان نہیں ہے۔ میکس مُلّر وِواسوت کو آسمان، سَرَن یا کو سَحَر، یَم کو دن اور یَمی کو رات سمجھتا ہے۔ دوسرے شارحین کے نزدیک یَم اُبھرتے ہوئے سورج کی گرم ہَوا کی لہر ہے اور یَمی رات کی ٹھنڈی ہوا ہے۔ ان دونوں کے تضاد کو یَم کے دھتکارنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ لیکن ہماری رائے میں تشبیہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ جنسی تحریک سرد مزاج نہیں ہے۔ یَم کو گرم ہوا کا جھونکا دکھایا گیا ہے تو جنسی اختلاط کی ترغیب بھی اسی کی طرف ہونی چاہیئے تھی نہ کہ یَمی کی طرف سے جسے سَرد مزاج ظاہر کیا گیا ہے۔

فانی مخلوق میں سے یَم پہلا شخص ہے جس نے موت کا ذائقہ چکھا۔ چونکہ اس نے دوسری دنیا کا راستہ دریافت کر لیا ہے اس لئے جو لوگ اس دنیا کی زندگی سے رخصت ہو جاتے ہیں یہ انکے رہنما کی حیثیت سے انھیں ایسے گھر میں لے جاتا ہے جسے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ وہ بادشاہ ہے اس لئے وہ بہشت کے عین وسط میں ایک مندر کی آسمانی روشنی میں رہتا ہے۔ وہ نیک لوگ جو اس کے ساتھ رہتے ہیں یہ اُن کے لئے روشن مکانات منظور کرتا ہے۔

بعد کی تحریروں میں یَم کو گنہگاروں کے لئے سزائیں تجویز کرنیوالا بھی دکھایا گیا ہے لیکن رِگ وید میں اس کا گنہگاروں کی سزاؤں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بتایا گیا۔ تاہم بعض لوگوں کے نزدیک یہ خوف اور دہشت والی شخصیّت ہے۔ لکھا ہے کہ اس کے دو خوفناک کُتّے ہیں جن کی چار آنکھیں اور بڑے چوڑے نتھنے ہیں۔ یہ کتے اس کے گھر تک جانے والی سڑک کی رکھوالی کرتے ہیں۔ مرے ہوتے لوگ جو وہاں پہنچتے ہیں اُن سے کہا جاتا ہے کہ پوری تیز رفتاری کے ساتھ یہاں سے بچ بچا کر گزرو۔ ان کتوں کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ انسانوں میں یَم کے قاصد بن کر پھرتے رہتے ہیں اور جن کو اس جہان سے رخصت ہونا ہوتا ہے اُسے اپنے مالک کے مکان تک پہنچنے کا پیغام دے دیتے ہیں۔ ایک اور مقام پر یَم کو موت کہا گیا ہے۔ وہ مرنے والے کے پاس ایک پرندے کے ذریعے موت کا پیغام بھیجتا ہے۔

جب مرنے والے کے جسم کو آگ کی چتا پر رکھ دیا جاتا ہے اور مُردے کو جلانے کا عمل شروع ہونے لگتا ہے تو آگ کے دیوتا "اگنی" کو پکارا جاتا ہے کہ رخصت ہونے والے کو نہ جھلسائیو نہ بھسم کرئیو نہ اس کی کھال اور اعضا کو الگ الگ کرئیو، بلکہ جب شعلے اپنا کام کر چکیں تو اسے اس کے

آباؤ اجداد کے پاس لے جائیو جن کے لئے اس نے یہ قربانی پیش کی ہے۔ ہر بُرائی اور خامی اپنے پیچھے اس زمین پر چھوڑ کر یہ چل پڑتا ہے ان راستوں پر جن پر سے اس کے آباؤ اجداد گزرے ہیں۔ اب اسے دیوتاؤں کی روشنی کی مانند آب و تاب دے دی گئی ہے لہذا اب یہ آسمانی نور کی جانب ایک تیز رفتار گاڑی میں بیٹھکر یا پَر لگا کر اُڑتا ہے اور پھر اپنے قدیم جسم کو پالیتا ہے اور ایک باوقار اور بے عیب صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے بعد اس کی ملاقات اس کے آباء و اجداد سے ہوتی ہے جو یَم کے پاس رہتے ہیں اور خوش و خرم ہیں۔ جب یَم اُسے پہچان لیتا ہے کہ یہ میرے اپنوں میں سے ہے تو وہ اسے ایک فرحت و آسائش کا مکان دے دیتا ہے جس میں یہ اب پہلے کی زندگی سے کہیں زیادہ مکمّل زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔ یہاں اُسکی تمام آرزوئیں پوری ہوتی رہتی ہیں، زندگی دیوتاؤں کی صحبت میں اور انھی کی مسرتوں کی تکمیل میں صَرف ہوتی ہے۔

اس سلطنت میں، جس پر یَم حکمران ہے، جُدا ہوتے دوست اپنے دوستوں سے ملتے ہیں، مثلاً خاوند اور بیوی بچے اور انکے والدین وغیرہ۔ اور یہ سب فرحاں و شاداں اکٹھے رہتے ہیں۔ وہاں کی زندگی اس دنیا کی بُرائیوں اور ناپختگیوں سے پاک ہے۔ چونکہ ویدوں کے بیان کے مطابق دیوتا بھی اُنہی مسرتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں جن میں زمین کے آدمی مشغول رہتے ہیں اس لئے یَم کی راجدھانی کو، جو مرے ہوئے لوگوں کا مسکن بھی ہے، ہم کسی طرح بھی موجودہ دنیا سے کم نفسانی نہیں کہہ سکتے۔ اور جب فانی انسانوں کو یہ اعزاز دیا گیا کہ وہ اس پُرمسرّت سرزمین میں رہ سکتے ہیں تو وہ اپنی زندہ نسلوں کے بھی واجب الاحترام بزرگ بن گئے۔ اب جو قربانیاں یا صدقات وغیرہ اُنکے نام پر دیئے جاتے ہیں تو وہ بڑے مزے سے انھیں کھاتے یا پیتے ہیں۔

پُرانوں میں یَم کو انسانوں کا منصف (جج) کہا گیا ہے۔ نیز یہ بہت سے جہنّموں کا بھی مالک ہے جن میں گنہگاروں کو اذیتیں دی جائیں گی۔ پدما پُران کہتا ہے:

> "یَم کو مُردوں کے منصف کا عہدہ سونپا گیا ہے۔ نیز یہ
> سزا یافتہ گناہ گاروں کا بھی بادشاہ ہے۔ وہ جو لوگ مر
> جاتے ہیں تمام کے تمام اس کے رُوبرو پیش ہوتے ہیں
> چترا گپتا، انسانوں کے اعمال نامے تیار کرنے والا، انکے

> اعمالنامے انکے سامنے رکھ دیتا ہے۔ پھر نیک اعمال والوں کو سُوءَرگ (اندرا کا بہشت) کی طرف بھیج دیا جاتا ہے اور بُرے اعمال والوں کو نرک کے مختلف طبقات کی طرف روانہ کر دیا جاتا ہے۔"

وِشنو پُران میں دوزخ کے مختلف طبقات کے نام بھی دیئے گئے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دوزخیں اور بھی بہت سی ہیں جو یَم کی ہولناک سلطنت کے حصّے ہیں۔ ان میں جُھلسا دینے والی آگ کے علاوہ اذیت دینے کے کئی خوفناک آلات و ذرائع ہیں۔ تمام انسان دنیاوی زندگی ختم ہو جانے پر یَم کی قوّت کے غلام بن جاتے ہیں یعنی اس کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں کہ وہ جیسی چاہے دردناک سزا سُنادے یَم کے اس اختیار و اقتدار کی گرفت سے کس طرح آزادی حاصل کی جاسکتی ہے؟ اس کا جواب وِشنو پُران یہ دیتا ہے کہ "یَم اُن لوگوں کے سِوا جو "مدھو سُودن" (وشنو) کی پُوجا کرتے ہیں باقی سب لوگوں کا حاکم اور مختار رہے۔ اس دیوتا کی مختلف صورتوں میں سے کسی ایک کی پُوجا کرو تو پھر یَم تمہارے اُوپر کوئی اختیار نہ رکھ سکیگا۔

یَم کے بارے میں اس وقت جو عام تصوّرات پائے جاتے ہیں انکے مطابق اسے سبز رنگ کا آدمی دکھایا گیا ہے جو سُرخ کپڑوں میں ملبوس ہے۔ اس کے سر پر ایک تاج ہے اور بالوں میں ایک پھول ہے۔ ایک گُرز سے مُسلّح ہے اور ایک بھینس پر سوار ہے۔ اسکی باقاعدہ پُوجا سال میں ایک دفعہ ہوتی ہے تاہم تھوڑا سا پانی روزانہ اسکی طرف چھڑک دیا جاتا ہے۔ کنواری لڑکیاں سال میں پُورا ایک مہینہ اسے مٹھائیوں وغیرہ کے تحفے دیتی ہیں اس اُمید پر کہ اُنھیں خاوند مل جائے گا اور پھر جب یہ نعمت انھیں ایک دفعہ ملجائے تو یَم اُنسے یہ نعمت واپس لیکر اُنھیں بیوہ نہ بنا دیگا۔ مَرجانے والوں کے اعمال اس کی موجودگی میں تولے جاتے ہیں، ترازو کے جھکاؤ کے مطابق رُوح کو بہشت یا دوزخ میں بھیجا جاتا ہے۔ رُوح یَم کے مسکن تک پہنچنے میں چار گھنٹے چالیس منٹ کا وقت لگاتی ہے۔ چنانچہ اس وقت کے گزرنے سے پہلے مُردے کو نہیں جلایا جاسکتا۔

بھوِشیا پُران میں یَم کی شادی کے یہ حالات لکھے ہیں: "وہ ایک براہمن کی لڑکی وِجَیا کا بے حد گرویدہ و دالا و شیدا تھا۔ جب لڑکی نے پہلی دفعہ اُسے دیکھا تو وہ بہت گھبرائی گئی۔ ایک تو شکل و صورت

سے اور دوسرے یہ جان کر کہ یہ تو یَم ہے جس سے ساری دنیا خوف کھاتی ہے۔ تاہم کئی دنوں کے بعد یَم نے اس کے خدشات دُور کر دیئے اور لڑکی نے اپنے بھائی کے روکنے کے باوجود اس سے شادی کرنے کی ہامی بھر لی۔ جب یَم اُسے دلہن بنا کر گھر لے آیا تو اُس نے اُسے "مُتنبّہ" کیا کہ میری سلطنت میں جہاں چاہو پھرو لیکن جنوب کی طرف کو نہ جانا۔ بیوی نے مان لیا، ساری سلطنت گھومی پھری لیکن جنوب کی طرف نہ گئی۔ آخر ایک دن اس کے دل میں خیال آیا کہ ادھر ضرور یَم کی کوئی دوسری بیوی ہے جسے اس نے مجھ سے علیحدہ چھپا رکھا ہے۔ ذوقِ تجسس اس پر غالب آگیا اور وہ ممنوعہ علاقے کی طرف چلی گئی۔ لیکن جو ہیبت ناک منظر اس نے یہاں دیکھا اس نے اُسکے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ یہاں گناہ گاروں کو طرح طرح کی اذیّت ناک سزائیں دی جا رہی تھیں۔ اُس نے آگے بڑھ کر ذرا غور سے دیکھا تو اسکی ماں بھی عذاب جھیل رہی تھی۔ وہاں یَم بھی آگیا تو اس نے ماں کی رہائی کیلئے درخواست کی۔ یَم نے جواب دیا کہ یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کوئی شخص جو زمین پر اس وقت زندہ ہے فلاں قسم کی قربانی نہ کرے اور اس قربانی کے عمل سے جو خیر و برکت حاصل ہو گی وہ تمہاری ماں کو منتقل نہ کر دے۔ بڑی مشکل سے زمین کا ایک آدمی مان گیا اور اس طرح یَم کی ساس کو رہائی نصیب ہوئی

پُرانوں میں بہت سی کہانیاں ایسی درج ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح وشنو کی طاقت اور اس کے پرستاروں کی ریاضتوں سے روحیں یَم کے عذاب کی گرفت سے چھٹکارا حاصل کر لیتی ہیں۔ اگر کوئی آدمی طوطے کو پڑھاتے ہوئے وشنو کا نام دہراتا رہے، یا موت کے وقت اس کے منہ سے وشنو کا نام، بغیر مدد طلبی کے ارادے کے، نکل جائے تو وِشنو کے ایلچی اُسے یَم کی دوزخ کے عذاب سے چھین کر اعلیٰ مقام کی طرف لے جائیں گے۔

یہ تعجب خیز بات ہے کہ یَم کی حکمرانی اور اسکی سلطنت کے حوالے سے جو کردار یَم کا ویدوں میں ڈھالا گیا تھا اب ہندوؤں کے عقائد میں بالکل مختلف ہو چکا ہے۔ ویدوں کے مطابق نیک اور پاک رُوحیں خوشی خوشی یَم کی روشن مملکت کی طرف جاتی تھیں۔ اب، پُرانوں کی تعلیمات کے مطابق، گناہ گار رُوحیں اس کے پاس سزا کے لئے بھیجی جاتی ہیں۔

مہابھارت میں ایک بڑی دلچسپ کہانی درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی یَم ایسا سنگدل بھی دعاؤں سے نرم پڑ جاتا ہے اور اپنی سلطنت میں مُقیّد رُوحوں کو واپس زمین پر بھیج دیتا ہے۔

کہانی یوں ہے کہ ایک شہزادی جس کا نام سوِتری تھا ایک بوڑھے سادھو کے بیٹے ستیاوان پر عاشق ہوگئی لیکن ایک جوتشی نے اُسے منع کیا کہ اس سے دل نہ لگاؤ کیونکہ اس کے دن پورے ہو چکے ہیں اور یہ صرف ایک سال مزید زندہ رہیگا۔ سوِتری اُسے جواب دیتی ہے:

" میرے محبوب کو صرف ایک سال تک زندہ رہنا ہے
یا زیادہ، وہ دیوتاؤں کی نظروں میں منظور ہے یا معتوب!
میرے دل نے اُسے چُن لیا ہے...... اور اب یہ کسی
اور کو نہیں چُن سکتا۔

چنانچہ انکی شادی ہوگئی۔ دلہن جوتشی کی پیشین گوئی کو بھولتے بھولتے بھول گئی لیکن سال کا آخری دن قریب آپہنچا تو اچانک اُسے جوتشی کی بات یاد آگئی۔ وہ اتنی فکرمند ہوگئی کہ اُسے کسی چیز کی سُدھ بُدھ نہ رہی۔ اس نے سخت ریاضتیں شروع کردیں، دیوتاؤں کی پُوجا میں لگ گئی اور کڑی سے کڑی پرستش میں منہمک ہوگئی اس اُمید پر کہ انکے ذریعے وہ موت کے ظالم ہاتھ کو روک لیگی۔ تاہم اس نے یہ تمام باتیں اپنے محبوب سے مخفی رکھیں۔ وہ برداشت ہی نہیں کرسکتی تھی کہ اس خبرِ بد اور جُدائی کی بات سے محبوب کا دل آزُردہ ہو۔ بالآخر وہ المناک دن بھی آگیا ستیاوان جنگل میں لکڑیاں کاٹنے کے لئے چلا گیا۔ بیوی نے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ بظاہر مسکراتی ہوئی لیکن بباطن اِنتہائی غمزدہ! ستیاوان نے کلہاڑی چلائی اور اس کی ضرب سے سارا جنگل گونج اُٹھا۔ اچانک ستیاوان کی کنپٹی میں درد کی ایک شدید ٹیس اُٹھی۔ اُسے محسوس ہوا کہ وہ گر رہا ہے۔ اس نے بیوی کو آواز دی کہ مجھے سہارا دو۔

" اس کے خاوند پر بے ہوشی طاری تھی۔ اُس نے
اس کے گرتے ہوئے جسم کو اپنے بازوؤں میں لے لیا
وہ ٹھنڈی زمین پر بیٹھ گئی۔ محبوب کے ڈھلکتے ہوئے سر
کو نہایت آرام سے اپنی جھولی میں رکھ لیا۔ غم سے نڈھال
اُس نے پیشین گوئی کو پھر یاد کیا۔ دن گِنے، گھنٹے گِنے۔ اچانک
ایک بھیانک صورت اُس کے سامنے آگئی۔ یہ وجود عین اُسکے

سامنے تھا۔ اسکی آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔ وہ سوتری کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ لہو کے رنگ کے سرخ کپڑوں میں ملبوس سر پر چمکتا ہوا تاج۔ سارا جسم سورج کی آب و تاب والا۔ لیکن شکل و صورت ابھی تک دھندلی اور غیر واضح! اُس کے ہاتھ میں ایک پھندا تھا اسکی خوفناک صورت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ ٹکٹکی جمائے آتشیں نظروں سے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔

کانپتی ہوئی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُس نے اپنے مرتے ستیاوان کو بڑے پیار سے زمین پر لِٹا دیا۔ نہایت ادب اور احترام سے دونوں ہاتھ جوڑ کر اور زور زور سے دھڑکتے ہوئے دل کو سنبھالا دیتے ہوئے وہ اس دہشتناک صورت سے مخاطب ہوئی:

یقیناً آپ دیوتا ہیں آپکی سی شکل و صورت ہم فانی انسانوں کی نہیں ہو سکتی۔ مجھے بتائیے، اَے دیوتاؤں کی صورت والے وجود! آپ کون ہیں اور یہاں کس لئے آئے ہیں۔

اس صورت نے جواب دیا: میں یَم ہوں، مُردوں کا بادشاہ! تمہارے خاوند کا وقت ختم ہو چکا ہے، میں اسکی روح کی قید کر کے لے جانے کے لئے یہاں آیا ہوں۔

" پھر اُس کے خاوند کے جسم سے اُس نے جبراً رُوح کو نکال لیا اسے ایک رسی سے باندھ دیا اور کسی چیز میں، جو انگوٹھے سے بڑی نہیں تھی، لپیٹ لیا۔ اس کے ساتھ ہی مرنے والے کا جسم، سانس اور حیات سے محروم، بے رونق ہو گیا۔ حسن و جمال کی آب و تاب نہ رہی، بے حرکت ہو کر نادیدنی ہو گیا۔

رُوح کو اس طرح جکڑ کر یَمَ اپنے مملوکہ علاقے 'جنوب' کی روانہ ہو پڑا۔

وفادار بیوی، پیکرِ غم بنی ہوئی، اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہے۔ یَمَ اُسے کہتا ہے گھر واپس جاؤ اور رسوماتِ مرگ ادا کرو۔ لیکن وارفتۂ عشق اُسکی کوئی بات نہیں سنتی۔ قدم بہ قدم، قریب سے قریب تر

ہوتی ہوئی یہ اس کے پیچھے چلتی جا رہی ہے۔ جذبۂ عشق کے خلوص سے متأثر ہو کر یَم اُس سے کہتا ہے: اپنے خاوند کی زندگی کے عِلاوہ اور جو کچھ چاہو مجھ سے مانگ لو۔ سَوِتری نے کہا میرے خاوند کے باپ کی بینائی ختم ہو چکی ہے اسے بحال کر دو۔ یَم نے کہا: تمہاری یہ خواہش منظور ہے۔ اب گھر واپس چلی جاؤ لیکن سَوِتری چلتی رہی۔ یَم نے وقفے وقفے سے اسکی دو اور خواہشیں بھی منظور کر لیں اور اُسے پلٹ جانے کو کہا مگر وہ بدستور چلتی رہی وہ مَوت کے بادشاہ کے دوش بدوش چلتی جا رہی ہے۔ یَم اسکی ثابت قدمی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کا دل پسیج گیا: مانگو، جو چاہے مانگو، اب کوئی شرط عائد نہیں کرونگا

سوتری خوش ہو کر کہتی ہے:

اَے طاقتور بادشاہ!
اب غیر مشروط ہے تمہارا ارشاد
میرا محبوب مجھے واپس کر دو!
اسے زندگی بخش دو۔ اس کے بغیر میں ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔
اس کے بغیر مجھے کوئی خوشی، کوئی نعمت، کوئی بڑے سے بڑا انعام قبول نہیں
تم اپنا سارا بہشت مجھے دیدو تو بھی میں اسے نہ لوں گی

ایسا ہی ہوگا اَے وفادار بیوی
موت کے بادشاہ نے کہا
یہ لو میں اسے چھوڑتا ہوں
تمہاری وفا کو سلام!

یَم کے بہت سے ناموں میں سے یہ سب سے زیادہ مشہور ہیں:

①- دھرم راجا : نیکوں کا بادشاہ
②- پِتری پتی : آباء و اجداد
③- سَمَ وَرْتی : وہ جو غیر جانبدارانہ انصاف کرتا ہے۔
④- کِری تانتا : ختم کر دینے والا
⑤- شَمَنَ : ہموار کرنے ولے

⑥۔ کالَ : وقت
⑦۔ دَنَڈ دَھَر : وہ جو ڈنڈا اُٹھائے رہتا ہو۔
⑧۔ سرادھادیوا : رسوماتِ مرگ کا دیوتا۔
⑨۔ وَیوَسوَتَ : وِوَسوتَ کا بیٹا۔
⑩۔ اَنتکا : زندگی کو ختم کر ڈالنے والا۔

دوسرا حصّہ

”پُرانوں کے دیوتا“

گیارھواں باب

پُران

ہندوؤں کی موجودہ دیومالائی معلومات کے سب سے بڑے مآخذ یہ ہیں :

(۱) دو رزمیہ نظموں کی بڑی کتابیں رامائن اور مہابھارت (۲) پُران یعنی پرانی روایات ، جن کی تعداد ۱۸ ہے اور (۳) پانچ تنتر ۔

رزمیہ منظومات کی تاریخ ہائے تصنیف کے بارے میں کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جاسکتی ، سوائے اس کے کہ یہ ویدوں کے بعد اور پُرانوں سے پہلے وجود میں آئی ہیں۔ بعض لوگ رامائن کو ۵۰۰ ق م کی تصنیف کہتے ہیں لیکن بعض کے نزدیک اس کی تصنیف ۱۰۰ ق م سے پہلے کی نہیں ہو سکتی۔ اس کا معتدبہ حصہ اس کے بعد بھی وجود میں آیا ہے۔ مہابھارت تو سن عیسوی کے پورے ایک سو سال بعد تصنیف ہوئی۔ ویدوں کو تو سوائے براہمنوں کے اور کوئی نہیں پڑھ سکتا تھا لیکن رامائن ، مہابھارت ، پُرانوں اور تنتروں کو غیر براہمن بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ان میں سے ہر کتاب بڑی ضخیم ہے اور ان میں اکثر کہانیاں بار بار دُہرائی گئی ہیں۔ ہندو ان کتابوں کے بارے میں عقیدت و احترام کے جو جذبات رکھتے آ رہے ہیں اُن میں ابھی تک کوئی فرق نہیں آیا۔ رامائن اور مہابھارت میں اکثر یہ جملہ ملتا ہے کہ جو کوئی بھی اس پاک مقدس اور زندگی عطا کرنے والی کتاب کو پڑھیگا اُس کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے اور اُسے ، آئندہ نسلوں سمیت بہشت میں اعلیٰ مقام حاصل ہوگا۔

ان کتابوں کی طرح پُرانوں کی صحیح تاریخ تصنیف کا تعیّن مشکل ہے۔ تاہم عام یقین کے مطابق ان میں سے کوئی بھی آٹھویں صدی عیسوی سے پہلے کی تصنیف نہیں ہے۔ البتہ بعض حکایات ان میں ایسی درج ہیں جو پُرانے وقتوں کی ہیں۔ پُرانوں کا مذکورہ بالا دو رزمیہ کتابوں کے بعد لکھا جانا اس امر سے ثابت ہوتا ہے کہ جن شخصیات کو اُن میں صرف انسان اور سُورما بہادروں کے کردار میں پیش کیا گیا ہے اُنھیں پُرانوں میں " دیوتا " بناکر دکھایا گیا ہے۔ ویسے ان میں اور ویدوں میں فرق یہ ہے کہ ویدک مذہب اُس وقت

کے تمام ہندوؤں کا مشترکہ مذہب ہے جس میں سب لوگ ایک ہی دیوتاؤں کے پجاری ہیں مگر پُرانوں میں ایسا نہیں ہے ہر پُران کا اپنا ایک مخصوص دیوتا ہے جسکی خوبیوں کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہے اور دوسرے دیوتاؤں کو توہین آمیز انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ باقی دیوتاؤں کا بحیثیت مجموعی تو عام احترام ہے لیکن وہ "ایک دیوتا" جس کی خصوصی تعریف میں ہر پُران علیحدہ علیحدہ وقف ہے باقی تمام سے افضل اور اعلیٰ اور برتر دکھایا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ دوسرے تمام دیوتاؤں کو اسی مخصوص دیوتا کا اُوتار ظاہر کیا گیا ہے۔ کہیں برہما، کہیں شِوا اور کہیں وِشنو اپنی مختلف صورتوں کے ساتھ سب سے بڑا دیوتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب لوگ صرف اسی کی پرستش کریں۔ ممکن ہے کہ ابتداءً پُران انہی تین بڑے دیوتاؤں کی تعریف میں لکھے گئے ہوں تاہم معلوم ہوتا ہے کہ جوں جوں ہندوؤں کا سیاسی دائرہ بھارت میں وسیع تر ہوتا گیا کوئی بڑا مذہبی مرکز قائم نہ رہ سکا اور فرقہ واریت پیدا ہو گئی اور اس کے زیرِ اثر ہر لکھنے والے نے اپنے مخصوص دیوتا کی تعریفیں اور دوسرے دیوتاؤں کی تنقیصیں لکھیں۔

پرانوں کی جماعت بندی اس طرح کی جا سکتی ہے :

① وہ جو برہما کی تعریف کیلئے مخصوص ہیں۔ یعنی برہما۔ براہمندا۔ برہماوے ورتا مارکندے یا۔ بھوِشیا اور وامن۔

② وہ جن کا خصوصی تعلق وِشنو سے ہے۔ یعنی وِشنو۔ بھاگوت۔ نَرَدیا۔ گرُوڑا پدما۔ اور واراہ۔

③ وہ جو شِوا سے متعلق ہیں: یعنی شِوا۔ لِنگا۔ سکندا۔ اگنی۔ متسیا اور کُورما

کبھی اگنی پُران کی جگہ وائیو پُران کو شامل کر لیا جاتا ہے۔

آج کے ہندومت کے لئے پرانوں کو ہی سند تسلیم کیا جاتا ہے۔ لوگ بکثرت انہی کو پڑھتے ہیں بعض کے جزواً اور بعض کے مکمل تراجم سنسکرت سے مقامی زبانوں میں کر لئے گئے ہیں۔ جہاں لوگ پڑھے لکھے نہیں ہیں وہاں عام رواج یہ ہے کہ ان کا گورو اپنے دَورے کے وقت بعض حصے پڑھ کر سنا دیتا ہے۔ اس طرح پرانوں کی مشمولات دُور دُور تک پھیل جاتی ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ ہر پُران کسی ایک مخصوص دیوتا کی تعریف کے لئے وقف ہے جو اس پُران کی رُو سے سب سے افضل اور برتر ہے اور باقی سب دیوتا جنکی دوسرے پُرانوں میں اسی انداز

میں بلند آہنگ تعریفیں کی گئی ہیں، یہاں کمتر اور کہتر ہیں، بلکہ بعض مقامات پر تو انکی پُوجا کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے، اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ کتابیں مختلف اوقات میں لکھی گئی ہیں اور انکے مصنّف بھی شاید وہ لوگ تھے جنھیں معلوم نہیں تھا کہ دوسروں نے کیا لکھا ہے۔ تاہم اس کے باوجود عام عقیدہ یہی ہے کہ ان سب کتابوں کو رشی ویاس نے تصنیف کیا ہے جو ویدوں اور مہا بھارت کا مُرتّب ہے۔

مثالی پُران کی تعریف پر وشنو پُران باقی پُرانوں کی نسبت زیادہ پورا اُترتا ہے۔ لکھا ہے کہ مثالی پُران میں مندرجۂ ذیل باتیں ضرور ہونی چاہئیں:

① تخلیقِ کائنات
② اس کی فنا اور تخلیقِ نو
③ دیوتاؤں اور آباء و اجداد کے نسب نامے۔
④ مَنوُؤں کے عرصہ ہائے حکومت۔ (طویل زمانے تک حکومت کرنے والے مَنُو کہلاتے ہیں)
⑤ بادشاہوں کی دو بڑی نسلوں یعنی چندر بنسی اور سورج بنسی خاندانوں کی تاریخ۔

لیکن پُرانوں کے اپنے مقرر کردہ معیار کے خلاف ان میں اکثر عنوانات چھوڑ دیئے گئے ہیں اور انکی بجائے دوسرے سوال اُٹھائے گئے ہیں۔ اسی طرح جو مختلف نسب نامے بیان ہوتے ہیں اُن میں بھی بیشمار تضادات ہیں۔

مذہبی کتابوں میں ایک اور قسم تنتروں کے نام سے مشہور ہے۔ تنتر کے معنے ہیں: ذریعۂ عقائد۔ ان کی تعلیمات کا لُبِ لُباب یہ ہے کہ اُن اُلوہیاتی انکشافات پر یقین کرنا جو اُن تنتروں میں درج ہیں بڑے سے بڑے گناہ سے بھی بچا لیتا ہے۔

یہ تنتر شِوا اور اُسکی بیوی کے درمیان مکالمے کی صورت میں ہیں۔ بیوی کے سوالوں کے جواب میں شِوا پوجا کے بارے میں بہت سی ہدایات دیتا ہے۔ ان کتابوں کی تاریخ تصنیف بھی بہت مبہم ہے۔ تاہم محتاط اندازوں کے مطابق یہ چھٹی صدی عیسوی سے پہلے نہیں لکھے گئے۔ شِوا کی بیوی کے پجاریوں کو شکتا کہتے ہیں۔ یہ انہی کے عقائد و رسومات کے لئے سند ہیں۔ یہ لوگ انھیں پانچواں وید مانتے ہیں۔ ان فرقوں کے اُصول و قواعد کو عام طور پر مخفی رکھا جاتا ہے۔

* * *

بارھواں باب

بَرَہمَ

بَرَہمَ کو خداؤں کا خدا اور سب سے بلند و بالا ہستی سمجھا جاتا ہے۔ اس دیوتا کے نام کے آخری حرف پر زبر ہے لیکن جب یہ ہستی اَوتار کے رُوپ میں جلوہ آرا ہوگی تو زبر الف سے بدل جائیگی اور یہ نام برہما ہوجائیگا۔ برہما، وِشنو اور شِوا تینوں اسی بَرَہمَ کے مظاہر ہیں۔ بَرَہمَ ہندوؤں کے مطابق اصل الاصول یا وجودِ مُطلق ہے اور تمام دوسرے خداؤں (دیوتاؤں) کا ماخذ و منبع ہے۔ اَوتار کے معنے ہیں اُتر کر آنے والا۔ جب وجودِ مطلق تقیید اختیار کرکے کسی دوسرے روپ میں آتا ہے تو اس دوسرے روپ کو اَوتار کہتے ہیں۔ اصل میں ہوتا وہ پہلا وجود ہی ہے لیکن "روپ" دوسرا اختیار کرلیتا ہے۔ بعض مکاتبِ فکر اس عمل کو تنزیل کہتے ہیں۔ اَتھروَ وید کے یہ اَلفاظ ملاحظہ ہوں:

"تمام دیوتا بَرَہمَ میں اس طرح سمائے ہوئے ہیں جیسے گئوسال (بھانہ) میں گائیں۔ ابتدا میں بَرَہمَ "کائنات" ہی تھا۔ اس نے دیوتاؤں کو تخلیق کیا۔ انھیں تخلیق کرکے اس نے انھیں ان دنیاؤں میں مقیم کردیا۔ اگنی کو ہماری اس دنیا میں، وایو کو کرہ فضائی میں اور سُوریہ کو آسمان میں اُن دنیاؤں میں جو ان سے بلند تر ہیں اس نے اور زیادہ اُونچے مقام والے دیوتاؤں کو متمکن کردیا پھر بَرَہمَ مقامِ علیّا کی طرف چلا گیا۔ شارحین کہتے ہیں کہ اس سے مُرادستیہ لوک یعنی نہایت عمدہ جہان جو تمام دنیاؤں کی آخری حد پر واقع ہے۔ دیوتا بھی شروع میں فانی تھے لیکن جب بَرَہمَ نے دیوتاؤں نے انھیں پوری طرح ہم رنگ بنالیا تو پھر یہ بھی غیر فانی ہوگئے"۔

تیتّریا براہمنا میں لکھا ہے: "بَرَہمَ نے دیوتاؤں کو پیدا کیا۔ بَرَہمَ نے اس ساری دنیا کو پیدا کیا اس کے اندر تمام دنیائیں ہیں۔ اس کے اندر یہ پوری کائنات ہے۔ یہ بَرَہمَ ہی ہے جو تمام ہستیوں سے عظیم تر ہے کون اسکی برابری کرسکتا ہے؟ بَرَہمَ میں ہیں تینتیس دیوتا! بَرَہمَ میں ہیں اندرا اور پرجاپتی

برہم میں ہیں تمام چیزیں، جیسے جہاز پر ہر مال لدا ہوتا ہے!

پروفیسر مونی اَرولیمز اپنی کتاب اِنڈین وِزڈم کے صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں:

> "ویدوں کے صرف چند بھجن ایسے ہیں جن سے کسی ایک
> قائم بالذّات، حاضر و ناظر وجود کا سادہ سا تصوّر ملتا
> ہے۔ تاہم ان چند بھجنوں میں بھی ایک خدا کے ساری
> فطرت میں موجود ہونے کا خیال کسی قدر مبہم اور غیر واضح ہے"۔

آگے چل کر وہ کہتا ہے کہ رِگ وید کے پُرشَ سُوکتَ میں اس ایک وجودِ رُوحی کو پُرشَ کہا گیا ہے۔ بعد کے طریقوں میں زیادہ عام نام بَرہمن کا آتا ہے۔ اس لفظ کا مادّہ بَرِیہہ ہے جس کے معنے ہیں "پھیلنا"، "وسیع ہو جانا" وغیرہ۔ بَرہم اس مادّے کی حالتِ شخصی ہے۔ پھیلنے سے مراد اصل الاصول کا آفاقی پھیلاؤ ہے یعنی کائنات کے جوہر کا عالمگیر سطح پر وسیع ہوتے چلے جانا۔۔ بُرَہمن کا (حالتِ غیر جنسی میں) معنیٰ ہے "سادہ لامحدود ہستی"، "تنہا اصلی اَبدی جوہر یا خلاصہ"۔ جب یہ واحد اَبدی خلاصہ وجودِ مظہری میں آکر متشخّص ہو جاتا ہے تو اُسے بَرہما کہا جاتا ہے، جب یہ دنیا میں نشوونما پالیتا ہے تو اس کا نام وِشنو ہو جاتا ہے۔ اور پھر جب یہ دوبارہ اپنے آپ کو سادہ وجود میں تحلیل کر لیتا ہے تو اسے شِوا کا نام دیا جاتا ہے۔ دوسرے تمام دیوتا اور نیم دیوتا اسی (غیر جنسی) بَرہمن کے، جو اَبدی ہے، مظاہر ہیں۔

وِشنو پُران میں "بَرہمن" کا ترجمہ "سب سے بلند و برتر غیر مقرون رُوح" کیا گیا ہے۔ بعد میں ایک سوال پوچھا گیا کہ جب بَرہما ایک غیر مقرون رُوح ہے، جملہ صفات سے بھی عاری ہے، (کیونکہ اُسے محض سادہ کہا گیا ہے) لامحدود ہے اور عیوب و نقائص سے پاک ہے تو پھر ہم بَرہم کو "واسطۂ تخلیق" کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ دیا گیا کہ اشیائے موجود کی خصوصیات لازمہ قابل مشاہدہ چیزیں ہوتی ہیں لیکن اُنکا ہمیشگی علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ تخلیق اور بہت سی دوسری صفات کا مالک بَرہَم ہے کیونکہ یہ اس کی روح یا خلاصے کے اس طرح اجزائے لاینفک ہیں جس طرح حرارت کو آگ سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔" یہ پُران مزید کہتا ہے کہ تخلیق بَرہما کے ذریعے سے عمل میں آئی ہے جو بَرہَم کا اوّلین مظہر ہے۔ اور وِشنو اور برہما ایک ہیں۔

اسی پُران میں ایک جگہ یوں بھی ہے کہ بَرَہم کی دُو حالتیں ہیں : ایک بے صورت اور دوسری باصورت ، ایک فانی اور دوسری غیر فانی ۔ اور یہی دُو حالتیں ہر وجود کی ہوتی ہیں ۔ جو غیر فانی صُورت ہے وہی اعلیٰ اور ارفع ہے ۔ اور جو فانی صورت ہے وہ اس دنیا جہان کی شکل میں دیکھی جاسکتی ہے کسی ایک مقام پر جلنے والی آگ کے شعلے اپنے اردگرد روشنی اور حرارت پھیلاتے ہیں ۔ اسی طرح دنیا عظیم برہما کی قوت کے مظہر کے سوا اور کچھ نہیں ۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ جس طرح ہمارے اس آگ سے نزدیک یا دور ہونیکی وجہ سے ہم آگ کی روشنی اور حرارت کو اسی نسبت سے کم یا زیادہ حاصل کرتے ہیں اسی طرح بَرَہم ، وشنو اور شِوا خدا کی سب سے زیادہ طاقتور قوّتیں ہیں ۔ ان کے بعد کمتر درجے کے دیوتا ہیں ، پھر انکے خادم نیم دیوتا وغیرہ ہیں اور آخر میں انسان ہیں ۔ اس کے بعد علی الترتیب جانوروں ، پرندوں ، کیڑے مکوڑوں ، نباتات وغیرہ کا درجہ آتا ہے ۔ چونکہ ان میں سے ہر چیز اصل الاصول سے بہ ترتیبِ بالا دور چلی جاتی ہے اسی لئے اسی نسبت سے کمزور ہوتی جاتی ہے ۔

وِشنو پُران میں لفظ بَرَہم کے مآخذ اس طرح بیان ہوئے ہیں : یہ لفظ وَرِیہَہ سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں "بڑھنا"۔ چونکہ یہ لا محدود رُوح ہے اور "سبب" ہے ویدوں کے ارتقا کا اور ہر دوسری چیز کے بڑھنے اور پھیلنے پھولنے کا ، اس لئے بَرَہم ہر ارتقائی چیز کا نقطۂ آغاز اور اصل الاصُول ہے ۔ اس کے بعد اس بَرَہم کی تعریف میں ایک بھجن ہے جو ایک پُر اَسرار معانی کے لفظ "اوم" سے شروع ہوتا ہے ۔ یہ لفظ تمام مذہبی عبادات اور رسوم کی ابتدا میں بولا جاتا ہے یہ اتنا مقدّس لفظ ہے کہ جب یہ بولا جائے تو اسے اور کوئی نہ سُنے ۔ اوم کا ازلی اور ابدی تعلق سہ گونہ کائنات (زمین ، آسمان اور بہشت) سے ہے ۔ عظمت بیان کرو بَرَہم کی جو کائنات اور چاروں ویدوں کے ساتھ "یک ذات" ہے ۔ عظمت بیان کرو بَرَہم کی جو دنیا کی فنا اور تخلیقِ نو دونوں میں اصولِ عقلیہ کا سب سے بڑا اور پُر اسرار سبب ہے ۔ جو زمان و مکان میں بے حد و انتہا ہے اور جو زوال و انحطاط ناآشنا ہے ...... وہ غیب اور غیر فانی بَرَہم ، صورتیں بدلنے والا لیکن اصل میں ناقابلِ تغیّر ، اصل الاصول ، از خود فعّال جو دلوں کی تاریک غاروں کو منوّر کرتا ہے ، جو ناقابلِ تقسیم ہے ، کرنیں بکھیرنے والا ہے ، اور کثیر الاشکال ہے ۔ اسی بَرَہم ، عظیم بَرَہم کیلئے دائمی تعریف اور

پرستش!"

ہندوؤں کا عقیدۂ خدا وِشنو پُران کی ان تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ سب کہتے ہیں کہ خدُا بَرَہَم ایک ہے اور اس کا ثانی کوئی نہیں۔ خدا کیلئے وہ، مظاہرِ خداوندی سے استثنیٰ کرتے ہوئے، بَرَہَم کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جب انھیں کثیر خداؤں کی پوجا کا الزام دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم تو توحیدِ خداوندی کے بنیادی قانون ہی کو توڑ رہے ہو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ برہما وِشنو، شِوا وغیرہ تو اعلیٰ اور برتر بَرَہَم کے محض مظاہر ہیں۔

اوّلین تحریروں میں بَرَہَم سے ایک بھجن یا منتر مُراد لیا جاتا تھا اور بَرَہما کا معنیٰ تھا پجاری یا پُوجا کرانے والا پنڈت۔ ویدوں کے بعد کے حصوں میں بَرَہَم کو اعلیٰ اور برتر ہستی گردانا گیا ہے پھر براہما اس برتر ہستی کا اوّلین مظہر بن گیا۔ ویدوں کی ابتدائی تعلیمات کے مطابق پرجاپتی جو مخلوقات کا آقا ہے "خالق" بھی تھا اسکا مقام گروہ خداوندان یا دیوتاؤں کے مجمع میں وُہی تھا جو بعد میں بُراہما کو دیا گیا۔ ویدوں کے اکثر مقامات پر ان دونوں کو ایک مانا گیا ہے اور اسی بنا پر اس خیال کو تقویت مل جاتی ہے کہ برہما ہی کو خالقِ اشیاء کی حیثیت سے پُوجا جائے۔

برہما پجاریوں کے لئے تو اطمینان بخش تھا لیکن عام لوگوں کے لئے ایسا نہیں تھا۔ جُوں جُوں وقت گزرتا گیا مقامی دیوتا انکی پُوجا میں جذب ہوتے چلے گئے۔ اور غیر آریائی دیوتاؤں نے آریاؤں پر اثر انداز ہونا شروع کر دیا۔ اب پجاریوں کے لئے دو صورتیں تھیں یا تو وہ لوگوں پر اپنی گرفت کو چھوڑ دیں یا پھر نئے دیوتاؤں کی پرستش شروع کردیں۔ پیشوائیت اپنی گرفت کو کب ڈھیلا ہونے دیتی ہے۔ پیشوا پجاریوں نے یہ دوسرا راستہ اختیار کیا اور ان نئے دیوتاؤں کے حسب نسب کو پُرانے ویدک خداؤں کے آباؤ اجداد سے جوڑ دیا۔ رزمیہ منظومات کی تصنیف کے زمانے تک وِشنو اور شِوا اسی طرح جذب ہو چکے تھے۔ مختلف نام جن سے ان دیوتاؤں کو اس وقت جانا اور پہچانا جاتا ہے شاید مقامی یا قبائلی دیوتاؤں کے مقامی نام ہوں۔ ان ناموں کو بدستور جاری رکھ کر پیشواؤں نے عام لوگوں پر اپنی گرفت کو اور بھی مضبوط کر لیا تھا۔ ستا پتھا براہمنا میں کوشش کی گئی ہے کہ شِوا کو اگنی کی صورت میں پہچانا جائے۔ مصنّف یہ دکھانا چاہتا تھا کہ خداؤں کی یہ آخری مثلث یعنی برہما، وشنو اور شِوا اصل میں پرانے خداؤں یعنی آگنی، اندرا، وایُو اور سوریہ والی مثلث ہے۔

تیرھواں باب

برہما اور سراسوتی

۱۔ برہما

ہندوؤں کے تین بڑے خداؤں میں برہما سب سے پہلا خدا ہے۔ اسے خالق کہا جاتا ہے۔ یہ خداؤں، انسانوں اور جانداروں کے آقا و مالک ویدک پرجاپتی کا باپ ہے۔ پرانوں کے تقریباً سارے مصنفین اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ تخلیق کے عمل میں اس خدا نے جو کام کیا ہے اُسے ضرور بیان کریں۔ چونکہ ہر مصنف کا بیان کردہ حال ہر دوسرے مصنف کے بیان کردہ حال سے مختلف ہے اس لئے اس عظیم واقعے کو متوازن اور مربوط بیان کی صورت میں پیش کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ یہاں ہم منوں کے دھرم شاستر (ابواب ۱ تا ۷) سے اقتباس دیتے ہیں جو زیادہ تر ویدوں سے ماخوذ ہے اگرچہ اس میں جدید خیالات بھی بہت کچھ ملا دیئے گئے ہیں:

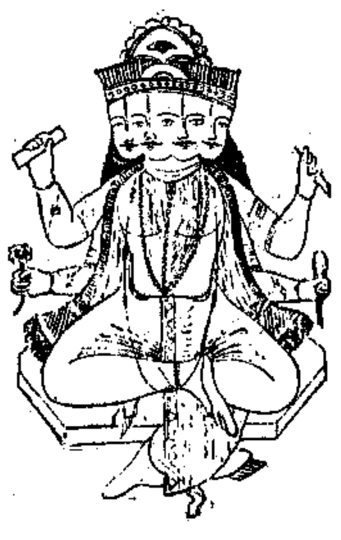

برہما

> "یہ کائنات اندھیرے میں لپٹی ہوئی تھی۔ ناقابلِ ادراک
> ناقابلِ شناخت، ناقابلِ دریافت اور نامعلوم! بالکل نیند
> میں ڈوبی ہوئی!! اٹل فیصلہ والے قائم بالذات آقاد
> مالک نے اس کائنات کو 'بلا امتیاز' پانچ عناصر سے
> تخلیق کیا اور اس طرح ظلمتوں کو دور کر کے اپنا اظہار کیا۔"

اس نے سب چیزوں کو پیدا کیا۔ وہ جو اس کے ادراک سے بالاتر ہے 'لطیف ہے' عقل و خرد کی رسائی سے بالاتر ہے، اَبَدی ہے، تمام اشیاء کا لُب ہے اور تخیّل و تصوّر سے ماورا ہے خود تاباں و درخشاں ہو گیا۔ اس نے اپنے ہی جسم سے مختلف جاندار پیدا کرنے کی خواہش میں سب سے پہلے پانیوں کو تخلیق کیا اور پھر ان میں ایک بیج رکھ دیا۔ اس بیج نے ایک سنہرے انڈے کی صورت اختیار کر لی جو سورج کی طرح روشن و تاباں تھا۔ اس انڈے سے وہ خود بُرہما بن کر پیدا ہوا۔ تمام دنیاؤں کا مُورثِ اعلیٰ! ان پانیوں کو "نارہ" کہا جاتا ہے کیونکہ یہ نُرا کی اولاد ہیں۔ چونکہ یہی اُسکی پہلی فعالیّت کا مرکز (یعنی آیَن) بھی تھے اسی لئے اسے نارائَن بھی کہا جاتا ہے۔

اسی قسم کی تفصیل تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ برہما پُران میں بھی دی گئی ہے۔ وہاں براہما کو آپُوَ (پانیوں پر کھیلنے والا) کا نام دیا گیا ہے۔ اس پُران کے مطابق آپُو نے اپنے آپ کو دو حصّوں، نر اور مادہ، میں تقسیم کر دیا۔ اس جوڑے سے وِشنُو پیدا ہوا جس نے وِیرج (مادۂ منویہ) کو پیدا کیا اور اس ویرج سے پہلا انسان وجود میں آیا۔ ایک شارح کے مطابق پہلا مرحلہ آپوا یا وِششتھا کی تخلیق کا تھا یا وِشنو کے ویرج کو تخلیق کرنے کا جو اس نے برہما کے توسّط سے سرانجام دیا اور اس کا اگلا مرحلہ ویرج کے ذریعے مَنُو (آدمی، مَین) کی تخلیق تھا۔

چونکہ سببِ اُولیٰ نے جو بالائے خرد اور اَبَدی ہے، اور موجود بھی ہے اور ناموجود بھی ہے اسے تخلیق کیا ہے اس لئے اس "نَر" کو دنیا میں براہما کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس آقا و مالک نے ایک سال تک انڈے میں رہ کر انڈے کو محض اپنے خیال کی طاقت سے دو حصوں میں توڑ دیا۔ مہابھارت اور کچھ پرانوں میں کہا گیا ہے کہ براہما وشنو کی ناف سے اُگنے والے کنول کے پھول سے پیدا ہُوا ——

جس انڈے کا اُوپر ذکر ہوا ہے اُس کے بارے میں وِشنو پُران کا بیان یہ ہے: اس کا رحم ماؤنٹ میرو جتنا وسیع تھا اپنے اندر پہاڑوں اور سمندروں کو سمیٹے ہوئے تھا۔ یعنی یہ پہاڑوں سے بنا ہوا تھا اور سمندروں کے پانیوں نے اس کے خلا کو پُر کر رکھا تھا۔ چنانچہ اسی انڈے کے اندر تھے تمام بَرِّاعظم، سمندر، پہاڑ، سیارے، کائنات کے طبقات، دیوتا، شیاطین اور بنی نوعِ انسان! اس عجیب و غریب انڈے میں جب خالق ایک ہزار سال گزار چکا تو انڈا پھٹ گیا اور برہما نے محویتِ فکر یعنی مراقبے کی طاقت سے باہر آتے ہی تخلیق کا کام شروع کر دیا جب اس نے دیکھا کہ زمین تو پانیوں کے اندر ڈوبی ہوئی ہے تو اس نے ایک جنگلی سؤر کی شکل اختیار کی اور پانی میں غوطہ لگا کر زمین کو اپنی ہتھیلیوں پر اُٹھا لایا۔ اس کے بعد اس نے تخلیق کا کام شروع کر دیا ——

تصویروں میں براہما کو سرخ رنگ کا آدمی دکھایا جاتا ہے جس کے چار سر ہیں۔ پُرانوں میں لکھا ہے کہ پہلے اس کے پانچ سر تھے۔ اس نے سفید لباس پہن رکھا ہے اور یہ ایک بطخ پر سوار ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں ڈنڈا ہے اور دوسرے میں بھیک لینے کا پیالہ ہے۔ اس کے بہت سے سَروں کے بارے میں مَتسیا پُران میں یہ حکایت درج ہے: برہما نے اپنے ہی پاک اور بے عیب مواد سے ایک عورت بنائی جس کے مختلف نام یہ ہیں: سَتا رُوپا، سَوِتری، سَرسَوتی، گایتری اور براہمنی۔ اپنے جسم سے پیدا ہونے والی بیٹی کو جب اس نے دیکھا تو براہما اس کے عشق میں بُری طرح مُبتلا ہو گیا۔ کتنی حسین و جمیل ہے یہ دوشیزہ! وہ پکار اُٹھا لیکن سَتا رُوپا اُسکی نگاہِ تیز سے بچنے کیلئے دائیں طرف کو ہو گئی۔ لیکن براہما کے لئے "نظارے پر تو جُنبشِ مژگاں بھی بار تھا" اس لئے دائیں طرف ایک اور سَر پیدا ہو گیا۔ لڑکی بائیں طرف کو ہٹ گئی تو بائیں جانب سر اُگ آیا۔ اس طرح براہما کی محبت بھری "تیز نظر" سے بچنے کے لئے وہ اسکے پیچھے آ گئی تو چوتھا سر پیدا ہو گیا۔ گھبرا کر لڑکی نے آسمان کی طرف چھلانگ لگا دی تو فوراً پانچواں سر پیدا ہو گیا۔ لڑکی بے بس ہو گئی تو براہما نے بڑے پیار سے اپنی بیٹی کو کہا: آؤ ہم ذی رُوح مخلوق پیدا کریں، آدمیوں کو، سُورا (دیوتاؤں) کو اور اَسُورہ (بھوت پریت وغیرہ) سب کو جنم دیں۔" یہ سُن کر وہ آسمان سے نیچے اُتر آئی۔ براہما نے اُسے بیوی بنا لیا اور یہ تنہائی

کے ایک مقام کی طرف چلے گئے جہاں انھوں نے ایک سَو دیوتائی سال (یعنی زمین کے چھتیس ہزار سال) گزار دیئے۔ اس مدت کے گزرنے پر مَنُوؔ (پہلا آدمی) پیدا ہوا جسے سوَیمبھُو اور وِیرج بھی کہتے ہیں۔

بَرَہما پانچویں سَر سے کیسے محروم ہوا اس کے بارے میں پرانوں کے اندر چند تبدیلیوں کے ساتھ یہ حکایت ملتی ہے۔ "ایک دفعہ جب میرو کی چوٹی پر عارِفوں کا اجتماع ہوا تو انھوں نے برہما کو سلام کیا اور درخواست کی کردہ وجودِ خداوندی کی اصل فطرت کے بارے میں اعلان کرتے ہیں "خالق" مہیشا (شیطان) کے بہکاوے میں آگیا اور اس کا دل رُوحانی اندھیرے سے دُھندلا گیا۔ چنانچہ اُس نے عظمت جتانی شروع کر دی اور کہا کہ میں اس ساری کائنات کا رِحم ہوں، بے ابتدا اور بے انتہا ہوں، قائم بالذات اور بلا شرکت غیرے آقا و مالک ہوں۔ جو کوئی میری پرستش نہیں کرتا اُسے کبھی فوز و فلاح حاصل نہ ہوگا۔" اس کی یہ بات سُن کر کرَتُو جو (نارائن) وشنو ہی کا ایک رُوپ تھا مسکرایا اور کہنے لگا: اگر جہالت نے تمہیں گمراہ نہ کر دیا ہوتا تو تم صداقت کے خلاف اس طرح بات نہ کرتے۔ کائنات کو شکل و صورت دینے والا میں ہوں، زندگی کا سرچشمہ میں ہوں، نازائیدہ، ابدی، اعلیٰ اور برتر نارائن۔ اگر میں نے نہ چاہا ہوتا تو تخلیق کبھی واقع نہ ہو سکتی۔" اس طرح وِشنو اور بَرَہما کے درمیا تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ بالآخر طے پایا کہ فیصلہ ویدوں سے کرایا جائے۔ ویدوں نے فیصلہ دیا کہ شِوا خالق ہے، تحفظ دینے والا ہے اور فنا کرنے والا ہے۔ وِشنو اور برہما ابھی تک بہکاوے کے اندھیرے سے متوحش تھے۔ انھوں نے ویدوں کے یہ الفاظ سُن کر کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جنوں بھوتوں کا سردار، قبرستانوں میں خوشیاں منانے والا، ننگ دھڑنگ پجاری جس نے بدن پر راکھ ملی ہوئی ہے، شکل و صورت کا بھیانک گھنگھریالے بالوں کو سانپوں سے آراستہ کرنے والا برتر و بالا اور اعلیٰ و ارفع ہستی ہو؟" اس پر بے جسم پَران (زندگی) نے ایک صورت اختیار کر کے کہا: یہ شِوا کی اصلی صورت نہیں ہے۔ البتہ وہ کبھی کبھی رُدرا کے رُوپ میں اس سے قوت کو ملا کر مختلف دلچسپی کے کھیل رچاتا رہتا ہے۔" لیکن ان الفاظ سے بھی وِشنو اور شِوا کے دل کی ظلمت زائل نہ ہوئی۔ اچانک انکے درمیان ایک روشن وجود ظاہر ہوا جس نے

آسمانوں کو اور زمین کو اور انکے درمیان کے فضائی کرّے کو بھر دیا۔ اس روشن وجود کے عین وسط میں ایک انسانی چہرہ دکھائی دیا۔ یہ انسانی صورت غیر مخلوق تھی۔ سیاہ رنگت والی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ترشول اور جپالی تھی اور اس نے جنیو (زُنّار) کی بجائے سانپ باندھا ہوا تھا۔ اسے دیکھکر برہما کا پانچواں سر غصّے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے کہا: او چندر شیکر! میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں کیونکہ تم میرے ماتھے سے پیدا ہوئے ہو اور چونکہ تم روتے تھے اس لئے میں نے تمہارا نام رُدرا رکھا تھا۔ جلدی سے میرے قدموں کے نیچے پناہ لو۔ میں تمہیں تحفظ دونگا او میرے بیٹے! برہما کے ان فخریہ الفاظ پر شِوا طیش میں آگیا۔ اس کے غصّے میں سے ایک خوفناک "صورت" اُبھر کر سامنے آگئی۔ اس کا نام بھیرَو تھا۔ شِوا نے اسے حکم دیا: اس کنول کے پھول سے پیدا ہونے والے کو سزا دو!" بھیرَو نے یہ حکم سنتے ہی اپنے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے برہما کا سر کاٹ ڈالا۔ اس پر وِشنو اور برہما دونوں نے شِوا کی تعریف کی۔

اسی پران کے ایک اور مقام پہ یہ حکایت مختلف انداز سے یوں بیان ہوئی ہے:

پہلے پہل تمام متحرک اور ساکن اشیاء تباہ کر دی گئی تھیں۔ ایک بے حد و کنار سمندر کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ نہ آگ، نہ ہوا، نہ سورج، نہ فضا، نہ ستارے، نہ سیّارے، نہ روشنی، نہ زمین نہ آسمان، نہ دیوتا، نہ بھوت پریت اور شیاطین! کچھ بھی نہیں تھا۔ ہر چیز ایک ناقابلِ تسخیر ظُلمت میں مستور تھی۔ البتہ ایک اکیلی ہستی "مہاکال" (شِوا) سب خلاؤں پر محیط تھی۔ اس کے دل میں تخلیق کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس نے اپنے بائیں بازو کو اپنے دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے بلویا۔ وہاں ایک بُلبلہ پیدا ہوا جو بڑھتے بڑھتے انڈے کی جسامت کا ہو گیا۔ یہ سونے سے مشابہ تھا۔ مہاکال نے اس انڈے کو اپنے ہاتھوں سے تقسیم کر دیا۔ اُوپر کے حصّے سے اُس نے آسمان بنائے۔ نچلے نصف سے زمین بنائی وسط میں سے برہما ظاہر ہوا۔ اس کے پانچ سر اور چار بازو تھے۔ مہاکال اس سے مخاطب ہوا: "میری حمایت اور خوشنودی سے تم تخلیق کا عمل سرانجام دو۔" یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

برہما نے بہت سوچ بچار کی کہ کس طرح یہ کام مکمل ہو۔ ایک سخت تپَسیا (فکر و تدبّر کا استغراق) کر کے اس نے اپنے آقا بھَو کی منت سماجت کی۔ اس نے خوش ہو کر اسے چاروں وید عطا کر دیئے

اور اس طرح وہ خالق بننے کے قابل ہوگیا۔ لیکن چونکہ ابھی شِوا نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا تھا اس لئے بَرہما نے اس دیوتا کو دیکھنے کے لئے استغراق کا عمل جاری رکھا۔ شِوا خوش ہوگیا لیکن غائب رہا تاہم اس نے کہا او برہما ، مانگو جو چاہتے ہو۔ برہما نے خواہش ظاہر کی کہ شِوا اُس کا بیٹا بن جائے شِوا نے جواب دیا تمہارے خلوص اور اشتیاقِ پارسائی کو دیکھ کر میں رُدرا کی صورت میں تمہارا بیٹا بننے پر رضامند ہوں۔ تاہم چونکہ تم نے ایک ایسی خواہش کا اظہار کیا ہے جو تمہیں سوچنی بھی نہیں چاہیئے تھی اس لئے اب میں تمہارا ایک سر کاٹ ڈالوں گا۔ اس کے بعد اگرچہ تمہارے چار سر رہ جائیں گے لیکن چونکہ تمہیں میں نے بنایا ہے اور اپنے "اصل خلاصے" سے بنایا ہے جو بَرہما ہے اس لئے آج کے واقعہ کی یاد میں تم آئندہ بَرہما کہلاؤ گے۔ اس کے علاوہ چونکہ میں تمہارا بیٹا ہونگا اس لئے تمہارا ایک نام پِتا ماہا بھی ہوگا۔ (یعنی عظیم باپ)۔

برہما کو نعمت بھی مل گئی تھی اور سراپ بھی ، اس لئے وہ اب تخلیق کے عمل کی طرف بڑھا پہلے اُسے اس آگ کو قربانی دینی تھی جو اُسکی اپنی آب و تاب سے پیدا ہوئی تھی۔ گرمی کی وجہ سے اُس کے ماتھے پر پسینہ آگیا۔ لکڑی کے ایک ٹکڑے سے اس نے پسینہ پونچھا تو اس کا ایک قطرہ آگ میں گر گیا۔ اس قطرے میں سے شِوا کی مرضی کے مطابق رُدرا پیدا ہو گیا اس کا رنگ کالا تھا ، پانچ سر تھے ، دس ہاتھ تھے اور پندرہ آنکھیں تھیں۔ زُنّار کی بجائے اس نے گلے میں ایک سانپ ڈالا ہوا تھا۔ گھنگریالے لمبے لمبے بال اور سر کے اُوپر چاند رکھا ہوا۔ اس نے شیر کی کھال پہنی ہوئی تھی۔ ایسے بیٹے کو دیکھ کر بَرہما بڑا خوش ہوا۔ اس نے اُسے بہت سے نام عطا کر دیئے۔ برہما نے مخلوقات کی بہت سی اقسام پیدا کیں ، ہر مخلوق نے اُسکے تعظیم کی لیکن رُدرا نے تعظیم نہ کی وجہ پوچھنے پر اس نے کہا : میں تو صرف اُس روشنی کی پوجا کرونگا جس سے میں نکلا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ شِوا کے مسکن کی طرف چلا گیا۔ لیکن برہما کی سرشت چونکہ ناخالص تھی اس لئے وہ روحانی ظلمتوں میں ڈوب گیا۔ اسکے دل میں خیال آیا کہ تخلیق تو اکیلے میں نے کی ہے اور صرف اپنی قوّت سے کی ہے ، لہذا کوئی دیوتا میرا ہمسر نہیں ہے۔ اس کے پانچویں سر میں اتنی آب و تاب پیدا ہو گئی تھی کہ اسے نہ سُورہ (دیوتا) اور نہ آسُورہ (بھوت پریت وغیرہ) برداشت کر سکتے تھے۔ اس سر نے چاروں وید پڑھ لئے

تھے جو باقی سُروں نے اُسے دیئے تھے ۔

اس کہانی کو پدما پُران اس طرح ختم کرتا ہے :

" جب سُورہ اور اَسُورہ دونوں نہ تو اُسے دیکھ سکتے تھے اور نہ اس کے قریب آسکتے تھے تو انھوں نے وِشنو سے درخواست کی کہ ہمیں اضطراب سے بچایا جائے ۔ شِوا نے درخواست منظور کرلی اور انکے ہمراہ وہاں پہنچا جہاں برہما اپنے تکبّر میں مست رہتا تھا ۔ شِوا کو دیکھکر بھی اس نے اُسکی رسمی تعظیم نہ کی ۔ شِوا نے اس کے پانچویں سر کو دیکھا جس نے اپنی تابناک شعاعوں سے ساری کائنات کو پریشان کر رکھا تھا تو اس نے اپنے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے آسانی سے اس طرح کاٹ دیا جس طرح کوئی آدمی کیلے کی پھلی کو کاٹ دیتا ہے ۔"

مہابھارت کا بیان ہے کہ حقیقتہً شِوا نے اس موقع پر اس کا سر نہیں کاٹا تھا بلکہ دیوتاؤں کی سفارش پر یہ رُک گیا تھا ۔ البتہ جب اس نے اپنی بیٹی پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی تو اس وقت شِوا نے اس کا سر کاٹ ڈالا ۔ پدما پُران سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ برہما اپنے فائدے کے لئے شِوا کی پُوجا کرتا تھا ۔ وشنو پُران میں بتایا گیا ہے کہ اس نے دیوتاؤں اور آدمیوں کے ساتھ مل کر شِوا کی پرستش کی اور اس موقع پر پجاری کے فرائض سرانجام دیئے ۔ پُران مذکور کے ایک دوسرے حصّے میں برہما کو مندرجہ ذیل بھجن کے ذریعے وشنو سے مخاطب ہے :

" تم سب کے مشترکہ مرکز ہو ، دنیا کے محافظ ہو
تمام چیزیں تمہارے اندر وجود رکھتی ہیں
جو کچھ وجود میں آچکا ہے یا آئندہ آئیگا وہ تم ہو
تمہارے سوا کچھ اور موجود نہیں ہے ، میرے مالک !
نہ پہلے ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا ۔
تم آزاد اور خودمختار ہو اور تم بے ابتدا ہو !"

اس تعریف و توصیف کا مقصد وشنو کی دلجوئی کرنا تھا تاکہ وہ دنیا کو دُکھ درد کے بوجھ سے بچالے ۔ اس پکار کے جواب میں وشنو اس دنیا میں کرشن بن کر ظاہر ہوا ۔

موجودہ دَور میں ہندو برہما کی کوئی زیادہ پوجا نہیں کرتے ۔ " براہمن اپنی صبح وشام کی پوجا پاٹ

میں ایک منتر پڑھتے ہیں جس میں برہما کا سراپا بیان ہوا ہے۔ دوپہر کے وقت وہ اسے ایک پھول پیش کرتے ہیں۔ آگ پر جلائی ہوئی چیزوں کے بھینٹ چڑھاتے وقت اُسے گھی پیش کیا جاتا ہے ماگھ کے مہینے میں پورن ماشی (چاند کے پورا ہونے) کے دن اسکی ایک مٹی کی مورتی بنائی جاتی ہے۔ شوا کی مورتی کو اسکی دائیں طرف اور وشنو کی مورتی کو اس کی بائیں طرف رکھ کر پوجا کی جاتی ہے۔ عقیدہ یہ ہے کہ بحیثیت خالق برہما کا کام ختم ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اجمیر میں پشکرا کے سوا اس کے نام کا کوئی مندر نہیں ہے۔ صدیوں سے اس کی پوجا نہیں ہو رہی تو اسکی وجہ ایک اور بھی ہے۔ سکندا پُران میں ایک حکایت میں اس پر جھوٹ بولنے کا ایک الزام ثابت کیا گیا ہے۔ اس بنا پر اسکی پُوجا بھی بند کر دی گئی ہے۔ حکایت کے اختتامی الفاظ یہ ہیں: چونکہ تم نے بچوں کی طرح خام عقلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جھوٹ بولا ہے اس لئے آئندہ کوئی بھی تمہاری پُوجا نہیں کریگا۔"

مہا بھارت میں لکھا ہے کہ برہما کا آسمان آٹھ سو میل لمبا، چار سو میل چوڑا اور چالیس میل اُونچا ہے۔ برہما کا ایک بیٹا "نارد" کہتا ہے کہ وہ برہما کے آسمان کی تفاصیل بیان کرنے سے قاصر ہے بلکہ وہ دو سو سال میں بھی اسکی خوبیاں بیان نہیں کر سکتا۔ اس کے اندر دوسرے آسمانوں کی تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اور برہما کی تخلیق سے جو چیز بھی زمین پر وجود میں آئی، چھوٹے سے چھوٹے کیڑے سے لیکر بڑے سے بڑے جانور تک وہ سب کی سب وہاں موجود ہے۔

بعد کی دیومالا میں ایک دیوتا جس کا نام دھاتا ہے (بمعنی خالق) اور جسے رگ وید میں کسی واضح قوت یا اختیار کا مالک نہیں دکھایا گیا بلکہ زندگی کی پیدائش اور صحت کے تحفظ میں ایک مددگار کی حیثیت دی گئی ہے، پرجاپتی یا برہما ہی مان لیا گیا ہے۔ اسی طرح "بنانے والے" کے مفہوم میں وشنو اور کرشن کو بھی شامل کر لیا گیا ہے کبھی اسے برہما کا بیٹا بھی کہا جاتا ہے۔

برہما کے کچھ نام پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل نام بھی عام مشہور ہیں:۔

①۔ آتما بھُو : قائم بالذّات

②۔ پرمیشتھی : بڑا قربانیاں دینے والا۔ چونکہ یہ پہلا براہمن تھا اسلیئے اُسنے وہ تمام قربانیاں کیں جو ہندو مت میں ہیں۔

③۔ لوکیشا : دنیا کا دیوتا

④۔ ہرن یا گربھا : وہ جو سنہری انڈے سے باہر آیا۔

⑤۔ سَوِتری پَتی : سَوِتری کا خاوند
⑥۔ آدی کَوِی : پہلا شاعر

۲۔ سَرَسوَتی

برہما کی بیوی کا نام سَرَسوَتی ہے۔ یہ دانائی اور علم وفن کی دیوی ہے، ویدوں کی ماں ہے اور دیوناگری حروف کی موجد ہے۔ تصویروں میں اسے خوبصورت نوجوان عورت کے رُوپ میں دکھایا جاتا ہے جس کے چار ہاتھ ہیں۔ دائیں بازوؤں کے ایک ہاتھ سے وہ خاوند کو ایک پھول پیش کر رہی ہے۔ دوسرے ہاتھ میں ناریل کے پتوں کی ایک کتاب ہے جس سے دکھایا گیا ہے کہ علم سے اسے رغبت ہے۔ بائیں ہاتھوں میں سے ایک میں موتیوں کی مالا ہے جسے شِوا مالا کہتے ہیں یہ جپالی کا کام بھی دیتی ہے۔ دوسرے ہاتھ میں ایک ڈَمرُو (چھوٹا دمامہ ہے) بعض اوقات صرف دو بازو بھی دکھائے گئے ہیں۔ اس صورت میں یہ ایک کنول کے پھول پر بیٹھی ہے اور ایک قسم کا ستار بجا رہی ہے۔ وہ زمین پر انسانوں کے درمیان رہتی ہے لیکن اس کا خالص مسکن اپنے خاوند کے ساتھ برہما لوکا میں ہے۔

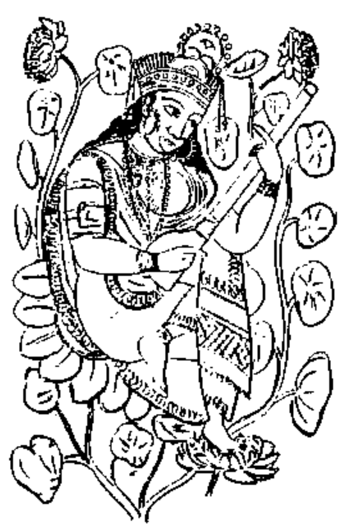

سَرَسوَتی

چونکہ سَرَسوَتی برہما سے پیدا ہوئی ہے اس لئے اسے برہما کی بیٹی سمجھا گیا۔ جب اس نے

اس کے ساتھ جنسی اختلاط کیا تو دوسرے دیوتاؤں نے اسے جرم کہا۔ کبھی کبھی سَرسَوتی کو وِشنو کی بیوی بھی کہا جاتا ہے۔ تاہم اس مشکل کو ایک حکایت کے ذریعے اس طرح حل کیا گیا ہے کہ سَرسَوتی ہر اعتبار سے، مستند ماہرین دیومالا کے مطابق، برہما ہی کی بیوی ہے۔ بنگال کے وِشنو پرست کہتے ہیں کہ یہ وِشنو کی بیوی تھی۔ لکشمی اور گنگا بھی اسکی بیویاں تھیں۔ ان بیویوں میں ناچاقی رہتی تھی۔ سَرسَوتی چونکہ علم و ادب کی دیوی تھی اس لئے رومن دانائی کی دیوی منروا کی طرح قدرے خودسر تھی۔ وِشنو نے محسوس کیا کہ دیوتاؤں کو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس نے سَرسَوتی برہما کو اور گنگا شِوا کو منتقل کر دی اور خود اکیلی لکشمی کے ساتھ گزر بسر کرنے لگا۔

ویدوں میں سَرسَوتی کی بہت زیادہ تو نہیں تھوڑی بہت اہمیت ضرور ہے۔ اس کا احترام دو حیثیتوں سے کہا جاتا ہے، ایک بطور دریا اور دوسری بطور دیوی۔ اصل میں یہ دریائی دیوی ہی تھی۔ جیسا کہ اس کے نام سَرسَوتی (بمعنی آبی) سے ظاہر ہے۔ اس حیثیت میں اسکی تعریف چند الگ عبارتوں میں کی گئی ہے۔ بعض بھجنوں اور براہمنوں میں اس دریا کے کنارے پر قربانیاں ادا کرنے کے اشارے بھی ملتے ہیں۔ اس دریا سے ملحق ایک اور دریا دَرِشدوَتی کا ذکر بھی ساتھ ہی آتا ہے۔ یہ دو دریا جمنا کے مغرب میں بہتے تھے۔ ان کے درمیانی علاقے کو بَرہما وَرتّ کہتے تھے۔ اس سارے علاقے کو عزت اور احترام سے دیکھا جاتا تھا اور اسی حوالے سے سَرسَوتی کو بھی مقدس خیال کیا جانے لگا۔ اس اعتبار سے قدیم ہندوؤں کے نزدیک سَرسَوتی کو وہی مقام حاصل تھا جو بعد میں ان کے جانشینوں نے گنگا کو دیا۔ گنگا کا نام ویدوں میں صرف دو مقامات پر آیا ہے۔ جب دریا کو اُلوہیاتی مقام حاصل ہو گیا تو پھر ظاہر ہے اسے اُن قربانیوں کا بھی سرپرست سمجھا جانے لگا جو اس کے کنارے پر ادا کی جاتی تھیں۔ لہٰذا کچھ عرصے کے بعد اسے بھی بھجنوں میں شامل کر کے بحیثیت دیوی پکارا جانے لگا کہ جن مقاصد کے لئے وہ قربانیوں کی رسمیں ادا کر رہے ہیں وہ پورے ہوں اور سراسوتی ان قربانیوں کو قبول کر لے۔ اس طرح مذہبی رسوم کا ایک حصہ بنتی بنتی سرسوَتی ندی دیوی بن گئی اور اس کی الگ سے پوجا ہونے لگی۔ اسے "وَچ" یعنی گفتار کی دیوی قرار دیا گیا۔

سرسوَتی کو اکثر دوسری دیویوں کے ساتھ مل کر پکارا جاتا ہے۔ یہ دوسری دیویاں دریائی مقدس ہستیاں تو نہیں تھیں تاہم بعض مذہبی پرستش کے اجزا کو مجسّم اور مشخص کر لیا گیا تھا

ندی کی حیثیت سے دو جگہوں پر بڑے واضح انداز میں اس سے خطاب کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ دریاؤں اور زمینوں کو زرخیز بنانے والے پانیوں کے ذکر میں اس سے ان الفاظ میں خطاب کیا گیا ہے:

> "اَے مالدار دریاؤ، تم خزانوں کے مالک ہو، تم بڑی طاقتوں
> والے اور غیرفانی ہو۔ اَے ندیو! تم مال اور اولاد دونوں
> عطا کرنے والی دیویاں ہو۔ اَے سَراسوَتی اپنے پجاریوں کو
> ان نعمتوں سے مالا مال کر دو!

سَراسوَتی کا نام دوسرے مشہور دریاؤں مثلاً سندھو، گنگا وغیرہ کے نام کے ساتھ اکٹھا آیا ہے ایک اور جگہ پر اسے دوسرے تمام دریاؤں پر سبقت لے جانے والا دریا ظاہر کیا گیا ہے۔ "پہاڑوں سے چل کر صاف اور شفاف صورت میں سمندر تک پہنچنے والی ندی"۔ ایک جگہ اس طرح بھی پکارا گیا ہے کہ آسمان سے پہاڑ پر اُتر کر ہماری قُربانیوں تک پہنچو۔ اور دوسرے دیوتاؤں کی بیویوں کو بھی ہمراہ لاؤ اور ہم پُجاریوں کو تحفظ عطا کرو۔

بعد کی دیومالا میں سَرسوَتی کو "وچ" کا نام دے دیا گیا۔ اور بہت سے دوسرے ناموں کے ساتھ اسے برہما کی بیوی بنا دیا گیا۔ پھر اسے دانائی اور فصاحت و بلاغت کی دیوی قرار دے دیا گیا مہابھارت میں اسے ویدوں کی ماں کہا گیا ہے۔ تیتریا برہمنا میں یہی کچھ "وچ" کے بارے میں کہا گیا ہے۔ اور "وچ" کو اِندرا کی بیوی کہا گیا ہے جس کے اندر تمام دنیائیں سمائی ہوئی ہیں۔ ویدک بھجنوں کے تصنیف کرنے والے رِشی اور ریاضتیں کرنے والے دیوتا دونوں اسکی حمایت کے طلبگار رہتے ہیں۔

پُرانوں میں سَرسوَتی کا ذکر دوسرے عنوانات کے تحت مِلتا ہے۔ مَتسیا پُران میں کچھ اشعار ایسے ہیں جن سے یہ تأثر مِلتا ہے کہ عقیدہ یہ تھا کہ صرف ایک دیوی کا پکارنا مقصود ہے خواہ اس کے نام کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ "برہما نے اپنے ہی پاکیزہ مواد سے ایک مؤنث وجود کو بنایا جس کا احترام مختلف ناموں سے یعنی سَتارُوپا، سَوِتری، گاتیری، اور براہمنی سے کیا جاتا ہے۔ ذیل کی حکایت میں، جو سکندا پُران سے لی گئی ہے، سوتری اور سَرسوَتی ایک ہیں لیکن گاتیری کوئی اور عورت ہے جو برہما کی دوسری بیوی بنی۔ اس حکایت میں اِیشور (شِوا) دیوی (پاروَتی) سے اس طرح

خطاب کرتا ہے : "سنو دیوی! میں تمہیں بتاتا ہوں کس طرح سَوِتری برہما کو چھوڑ کر چلی گئی اور اُس کے نتیجے میں برہما نے گایتری کو اپنی بیوی بنا لیا۔ ویدوں نے قربانی کے بہت سے فائدے بتائے ہیں۔ اس سے دیوتا خوش ہوتے ہیں اور زمین پر بارش ...... وغیرہ کئی نعمتیں نازل کرتے ہیں۔ میں بھی اس طرح تین دنیاؤں کی قوّت و شادابی حاصل کرنے کے لئے قُربانیاں پیش کرتا ہوں۔ میری نقل میں دیوتا اور انسان بھی قربانیاں دیتے ہیں۔ اسی مقصد کے لئے برہما اور اسکی بیوی سَوِتری، غیر فانی ہستیاں، پارسا بھگت لوگ سب نے پُشکر کا قصد کیا۔ لیکن جب تمام تیاّریاں مکمّل ہو گئیں، قُربانیاں تیار تھیں اور جملہ رسومات وغیرہ کے انتظامات بھی ہو چکے تو معلوم ہوا کہ سَوِتری نہیں پہنچی۔ وہ کسی گھریلو کام میں رک گئی تھی۔ ایک پُجاری کو خصوصی طور پر اسے بلانے کے لئے بھیجا گیا لیکن اس نے جواب دیا ابھی میرا لباس تیار نہیں ہوا۔ نیز کچھ چھوٹے موٹے کام ابھی باقی ہیں لکشمی، بھوانی، گنگا، سَواہَ، اندرانی اور دیوتاؤں اور بھگتوں کی بیویاں بھی ابھی نہیں پہنچیں۔ میں اتنے بڑے اجتماع میں اکیلی کیسے آسکتی ہوں؟

پُجاری واپس آگیا۔ اس نے برہما سے کہا، سَوِتری مصروف ہے، وہ نہیں آئیگی۔ لیکن کسی بیوی کے بغیر ان رسموں کی اَدائیگی سے کیا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے؟ دیوتا کو سَوِتری کے برتاؤ پر غصّہ آگیا۔ اس نے اندرا سے کہا جلدی کرو اور میرے حکم کی تعمیل میں، جہاں کہیں سے مل سکے، ایک بیوی لاؤ۔" اِندرا روانہ ہو پڑا۔ وہ تیزی سے جا رہی تھا کہ اسکی نظر ایک گوالن پر پڑی۔ یہ بڑی حسین، جوان اور ہنس مکھ تھی۔ اس نے مکھن سے بھرا ہوا برتن اُٹھایا ہوا تھا۔ یہ اسے پکڑ کر اجتماع میں لے آیا برہما بول اٹھا: اَے دیوتاؤ اور بھگتو! اگر تم سب کو منظور ہو تو میں اس گایتری سے بیاہ کرتا ہوں۔ یہ ویدوں کی ماں بن جائیگی اور ان تمام دنیاؤں کے لئے پاکیزگی کا سبب بن جائیگی۔ اس پر برہما کو گایتری کے ساتھ جوڑ دیا گیا۔ گایتری کو ریشمی لباس اور نہایت قیمتی زیورات سے آراستہ کرکے دلہن بنایا گیا اسی وقت سَوِتری بھی وِشنُو، رُدرا اور دوسرے دیوتاؤں کی بیویوں سمیت آپہنچی۔ گوالن لڑکی کو دلہن بنا ہُوا اور پُجاریوں کو مقدس رسمیں اَدا کرتے دیکھ کر اُسے بڑا طیش آیا۔ اس نے پِتاماہا کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اوبرہما تم نے مجھے، اپنی بیاہی بیوی کو رَد کرکے اتنا بڑا گناہ کرنے کا سوچا کیسے؟ کیا تمہیں شرم بھی نہ آئی؟ جنسی خواہش سے مغلوب ہو کر تم نے اتنا بڑا جرم بھی کر لیا ہے؟ تم تو دیوتاؤں اور پارسا بھگتوں کے باپ کہلاتے ہو پھر بھی تم نے ایسا فعل کیا ہے جس سے تینوں جہانوں کی لعنت تم پر

پڑ رہی ہے۔ اب میں کیسے کسی کو اپنا منہہ دکھا سکتی ہوں۔ جس کو خاوند چھوڑ دے اُسے بیوی کہلانے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔" برہما نے جواب دیا: پجاریوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ قربانی کا وقت گزرتا جا رہا ہے اور جب تک میری بیوی کی ان رسومات میں شمولیت نہ ہو قربانی بے فائدہ ہوگی —— اِندرا اس گاتیری کو لایا ہے اور وِشنو اور رُدرا نے اسے میری بیوی بنا کر مجھے دیا ہے۔ بس اب یہ ایک فعل معاف کردو پھر آئندہ میں کوئی بات تمہاری رضامندی کے خلاف نہیں کرونگا۔"

یہ الفاظ سن کر سَوِتری نے کہا: جو قوّت مجھے تپسیا کرنے سے حاصل ہوئی ہے اسکی بدولت برہما کی کسی مندر یا مقدس مقام پر پرستش نہیں ہوگی سِوائے البتہ سال میں ایک مرتبہ کے ...... اور اے اِندرا! چونکہ تم اس گوالن کو لائے ہو اس لئے تمہارے دشمن تمہیں زنجیروں سے باندھ کر کسی اجنبی ملک میں قید کردیں گے اور تمہارے گھر اور مسکن پر تمہارے دشمنوں کا قبضہ ہوجائیگا۔" پھر اس نے وِشنو سے کہا: چونکہ تم نے یہ لڑکی برہما کو بیاہ کر دی ہے اس لئے بَھرگو کی لعنت کے نتیجے میں تم آدمیوں میں پیدا ہوگے۔ تمہارے دشمن تمہاری بیوی کو جبراً چھین کر لے جائیں گے اور اسے بے آبرو کریں گے بڑی مُدّت تک تم مویشیوں کے ادنیٰ چرواہے کی صورت میں آوارہ پھرتے رہوگے۔" اس کے بعد اس نے رُدرا کو سراپ دیا: پارسا بھگتوں کی لعنت سے تم اپنی مردانگی سے محروم ہو جاؤ گے۔" اگنی سے مخاطب ہوکر کہا تم پاک اور ناپاک ہر چیز کو کھا جاؤ گی۔" مذہبی پیشواؤں اور براہمنوں پُجاریوں سے اس نے کہا: آئندہ تم جتنی بھی مذہبی رسومات ادا کروگے صرف تحفے تحائف وصول کرنے کے لالچ کے لئے کروگے۔ مندروں اور پاکیزہ مقامات پر جاؤگے تو بھی حرص اور طمع کے لئے جاؤگے۔ تم دوسروں کے گھروں سے آئی ہوئی روٹی سے پیٹ بھروگے، گھر کی روٹی سے تمہاری کبھی تسلّی نہیں ہوگی۔ مال و دولت کے لالچ میں تم غلط اور نامناسب رسوماتِ مذہبی اَدا کرتے رہو گے۔"

یہ لعنتیں ڈالکر سَوِتری اس اجتماع سے چلی گئی۔ تھوڑی دُور تک لکشمی اور دوسری دیویاں ساتھ گئیں۔ پھر انھوں نے واپس آنے کا ارادہ ظاہر کیا تو سَوِتری پھر بگڑ گئی۔ "چونکہ تم مجھے چھوڑ رہی ہو اس لئے اَے لکشمی تم کبھی ایک جگہ قیام نہ کروگی۔ اور تمہاری دوستی ہمیشہ لچّے لفنگے اور قابلِ نفرت لوگوں کے ساتھ رہیگی جو ہمیشہ بے وفا، غیر مستقل مزاج، گناہ گار، ظالم، احمق اور وحشی ہونگے۔"

اَے اندرانی جب اِندرا توستری کے بیٹے کو قتل کر کے "قتلِ برہمن" کا سنگین جُرم کریگا تو نہوشا اُسکی حکومت حاصل کرلیگا۔ پھر وہ تمہیں حاصل کرنے کے لئے کہے گا ، کیا میں اِندرا نہیں ہوں ؟ کیوں نوجوان اور خوبصورت اندرانی میری خدمت گزاری نہیں کرتی ؟ اگر اندرانی کو میں حاصل نہ کر سکا تو میں تمام دیوتاؤں کو قتل کر دوں گا۔" تم اِندرانی اس کی یہ خواہشات جان کر اپنے گھر میں غمگین ہو کر پڑی رہو گی اور میری اس بدُعا کا بوجھ تمہیں اٹھنے نہیں دیگا۔" سَوِتری نے یہ بدُعا دیوتاؤں کی بیویوں کو اجتماعاً دی اور کہا تم سب بے اَولاد رہو گی اور بچوں کی مسرّتوں سے محروم رہو گی۔" وِشنو نے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی بہت کوشش کی لیکن بے کار!

سَوِتری کی اس غضب ناک روانگی کے بعد گاتیری نے بدُعاؤں میں کچھ ترمیم کر دی۔ اس نے کہا کہ جو لوگ برہما کی پوجا کریں گے انھیں ہر قسم کی خیر و برکت حاصل ہو گی یہاں تک کہ انھیں بالآخر اس کے اندر جذب ہو جانے کا شرف بھی ملیگا۔ اگرچہ اندرا باندھا جائیگا تاہم اس کا بیٹا اُسے چھڑوا دیگا۔ وشنو اپنی بیوی کو کھو دیگا لیکن یہ اُسے واپس ملجائے گی۔ رُدرا قوّتِ مردانگی سے محروم ہو جائے گا لیکن اس کے نمائندے کے طور پر "لنگا'' (شِولنگ۔ شِوا کا آلۂ تناسل) ہر جگہ پُوجا جائے گا۔ مذہبی پیشواؤں کو لوگ تحفے تحائف دیں گے لیکن انھیں دیوتاؤں کی طرح قابلِ احترام سمجھیں گے نیز دیویوں کے اگرچہ اپنے بچے نہیں ہوں گے تاہم انھیں اس کا کوئی غم یا افسوس نہیں ہو گا۔

پدم پُران اس کہانی کا انجام نسبتاً طربیہ انداز میں پیش کرتا ہے۔ برہما کے کہنے پر وشنو اور لکشمی سوتری کی بد دعاؤں کے اعلان کے بعد اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور اسے واپس آنے کی ترغیب دیتے رہے۔ آخر وہ مان گئی اور واپس آگئی۔ برہما نے اُس سے پوچھا : تم گاتیری کے بارے میں مجھے کیا کرنے کا کہتا ہو ؟ سَوِتری جھینپ گئی اور کچھ نہ بولی۔ گاتیری نے اپنے آپ کو سَوِتری کے پاؤں پر گرا دیا۔ سَوِتری نے اُسے اٹھا کر گلے لگا لیا۔ ایک بیوی کو اپنے خاوند کی خواہشات اور احکام کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ وہ بیوی جو اپنے خاوند کو ملامت کرتی ہے ، جو شکایتیں کرتی رہتی ہے اور جھگڑالو ہے وہ بجائے اس کے کہ اسکی زندگی بنے ، اپنے برتاؤ سے الٹا اسکی عمر کے کئی سال گھٹا دیتی ہے۔ جب وہ مریگی تو یقیناً دوزخ میں جائیگی۔ اس کے پیشِ نظر نیک بیوی کبھی اپنے خاوند کو ناراض نہیں کرے گی پس آؤ ہم دونوں برہما کے ساتھ منسلک ہو جائیں۔" ایسا ہی ہو جائے گاتیری نے کہا میں ہمیشہ تمہارے

احکام کی تعمیل کرونگی ۔ دیوی! میں تمہاری بیٹی ہوں ۔ قول دو کہ میری محافظت کروگی" واضح رہے کہ متسیا پُران اور پدما کی تصنیف کے دوران جو وقفہ ہے اس کے دوران مثالی عورت کے اوصاف و کردار کے تصوّر میں بڑی تبدیلیاں آچکی تھیں اس لئے کہانی کے انجام میں تبدیلی کی گئی ہے ۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ پدما کا مصنّف اپنے دَور کی عورتوں کے سامنے ایک بہتر نصب العین رکھنا چاہتا ہو!

وَراہا پُران کی ایک حکایت میں سَرسوتی کو گاتیری، سَرسَوتی، مَہیشوری (پاروتی کا ایک نام) اور سوِتری کے نام سے بھی مخاطب کیا گیا ہے ۔ اس کا سب سے زیادہ مشہور نام سَرسَوتی ہے اور اسی نام سے سال میں ایک مرتبہ اُسکی باقاعدہ پُوجا ہوتی ہے ۔

* * *

چودھواں باب

وِشنو اور لکشمی

۱۔ وِشنو

ہندو ترمورتی (تثلیث) میں وشنو کو دوسری شخصیت کہا جاتا ہے لیکن اس سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس کا مقام برہما سے کم تر ہے یا یہ دیوتا اس سے چھوٹا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض کتابوں میں برہما کو تمام چیزوں کا سببِ اولیٰ کہا گیا ہے، بعض میں پُر زور الفاظ میں یہی بات وِشنو کے بارے میں کہی گئی ہے اور بعض میں شِوا کو اس کا حقدار سمجھا گیا ہے۔ چونکہ برہما کا خاص کام صرف تخلیق ہے اس لیے وشنو کا کام ہے تخلیق کو قائم رکھنا اور محفوظ رکھنا۔ پدما پُران کی یہ عبارت دیکھئے جس میں بتایا گیا ہے

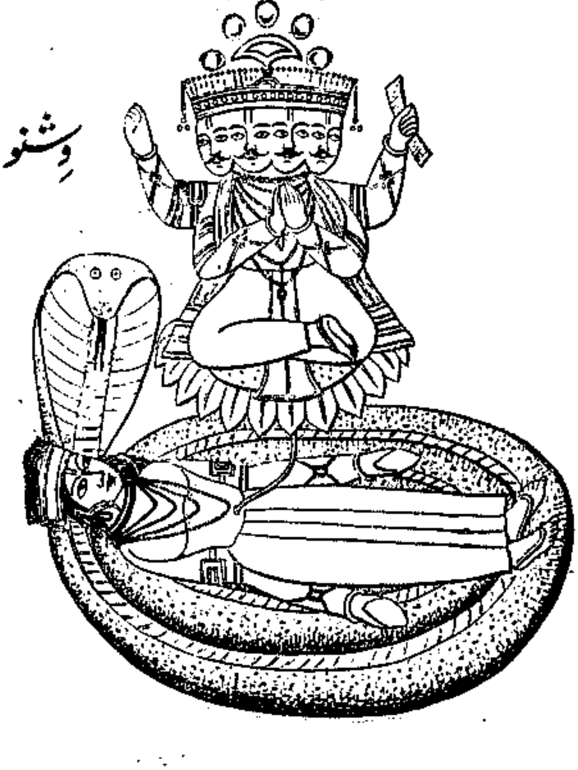

وِشنو

کہ وشنو سب سے زیادہ بلند و بالا "سبب" ہے اور اس کا خاص کام "تحفّظ مہیا کرنا" ہے۔ "تخلیق کی ابتداء کے وقت عظیم وشنو کے دل میں ساری دنیا کو تخلیق کرنے کا خیال آیا۔ اس خواہش کی تکمیل کیلئے وہ "سہ پہلو" ہوگیا؛ "خالق، محافظ اور فنا دینے والا۔ اس دنیا کو تخلیق کرنیکی غرض سے اُس نے اپنے جسم کے دائیں پہلو سے اپنے آپ کو برہما کی صورت میں پیدا کیا۔ پھر اس دنیا کو قیام و ثبات و تحفّظ دینے کے لئے اس نے اپنے آپ کو وشنو کی صورت میں پیدا کیا۔ کچھ لوگ برہما کی پوجا کرتے ہیں، کچھ وشنو کی اور کچھ شِوا کی۔ لیکن وِشنو ایک ہے گو سہ پہلو دار ہے اس لئے وہی تخلیق کرتا ہے، وہی تخلیق کا محافظ ہے اور وہی اُسے فنا دینے والا ہے اس لئے نیک پاک لوگوں کو ان تینوں میں کوئی تفریق نہیں کرنی چاہیئے۔"

وِشنو پُران کی تعلیمات کا نچوڑ چند الفاظ میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے: "پُران کے مکمل خلاصے کو اس کے عام مقاصد کی روشنی میں سنو اور سمجھو۔ یہ دنیا وِشنو ہی نے پیدا کی، اس کا وجود اُسی کے اندر ہے وہی اس کے جاری رہنے یا ختم ہو جانے کا سبب ہے۔ وہی خود دنیا ہے۔" اس کے فوراً بعد وشنو کی تعریف میں ایک خطابیہ بھجن ہے جس کے ابتدائیہ اشعار کا ترجمہ کچھ اس طرح سے ہے:

"عظمت و شوکت بیان کرو وِشنو کی
جو غیر مُتبدل ہے، پاک ہے، اَبدی ہے
اور سب سے بلند و بالا!
جسکی فطرت "ایک" اور ہمہ گیر ہے
سب پر حاوی اور قادر!
شوکت و عظمت اسکی جو
"ہرانیا گربھا" بُرہما ہے
ہری یعنی وِشنو ہے اور
شنکر، یعنی شِوا ہے
تخلیق کرنے والا"،

قیام و محافظت دینے والا
فنا کرنے والا !

شِوا کو عام طور پر "مہا دیوا" (بہت بڑا دیوتا) کہا جاتا ہے۔ جو لوگ وِشنو کو اپنی پرستش کی سب سے بلند و برتر ہستی جانتے ہیں وہ عام طور پر اسے "نارائن" کے نام سے پکارتے ہیں جو پہلے بَرہما کا نام تھا۔ یہ لوگ بالعموم بڑی حد تک اُسکے اوتاروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اپنی تعریفوں میں اُسے سب سے بڑا دیوتا کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔ اکثر اوقات اسے (ایشور) خُدا کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے جیسا کہ گویا وہ انکا "ایک خدا" ہے۔ تاہم یہ اصطلاح شِوا کے لئے کہیں زیادہ کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔

پرانوں میں وِشنو کا جو لفظ آیا ہے اس کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لفظ "وِس" سے نِکلا ہے جس کے معنے ہیں داخل ہونا۔ کائنات کے اندر داخل ہونا یا کائنات پر محیط ہونا۔ ویدوں کے اس نقطۂ نظر کے عین مطابق ہے کہ "دنیا کو تخلیق کر چکنے کے بعد وہ اس کے اندر داخل ہو جاتا ہے لیکن مَتسیا پُران کے مطابق اس نام سے اُس کے دنیاوی انڈے میں داخل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ پدما پُران کا کہنا ہے کہ اس "داخل ہونے" سے مراد اُس کا پراکرتی کے ساتھ رُوح یا پُرش کی حیثیت سے داخل ہونا یا اتصال کرنا ہے۔

بھاگوت پُران میں وشنو کی برتری کو اس کہانی کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے:

ایک دفعہ جب پجاری اور بھگت لوگ دریائے سرسوتی کے کنارے کوئی قربانی کی رسم اَدا کر رہے تھے تو یہی مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ ان تین دیوتاؤں میں سے سب سے بڑا کون ہے۔ انھوں نے برہما کے بیٹے بھرگو کو اصلیت معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ پہلے برہما کے آسمان میں گیا حقیقتِ حال معلوم کرنے کیلئے وہ دربار میں پہنچا لیکن مقرّرہ آداب بجا نہ لایا۔ اس بے ادبی پر برہما طیش میں آ گیا لیکن یہ خیال کر کے کہ توہین اُس کے اپنے بیٹے نے کی ہے۔ وہ غصّے کی آگ کو پی گیا۔ اس کے بعد بھرگو کیلاش کی طرف روانہ ہو پڑا لیکن مہیشور (شِوا) اُسے اپنا بھائی سمجھ کر گلے لگانے کیلئے آگے بڑھا تو اس نے منہ پھیر لیا۔ اس بدتمیزی پر اُسے سخت غصہ آیا۔ اس نے بھرگو کو مار ڈالنے کے لئے اپنا ترشول اٹھایا لیکن پاروتی نے اس کے پاؤں پکڑ لئے اور اپنی شیریں گفتاری سے اُس

کا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔ اس کے بعد بھرگو وشنو کے آسمان پر پہنچا۔ وشنو اس وقت لکشمی کی گود میں سر رکھے نیند میں مست تھا۔ بھرگو نے اس کے سینے پر زور سے لات ماری۔ وشنو اطمینان سے کھڑا ہوگیا۔ اس نے ادب سے جھک کر اُسے کہا: خوش آمدید اَے براہمن! تھوڑی دیر کے لئے بیٹھیے اور لاعلمی سے جو قصور مجھ سے سرزد ہوگیا ہے (مہمان کی خاطر داری نہ کرنے کا) اُسے معاف کر دیجئے۔ اور جو تکلیف آپکے نازک پاؤں کو مجھے لات مارنے سے ہوئی اُسے بھلا دیجئے۔" وشنو نے بھرگو کے پاؤں کو اپنے ہاتھ سے سہلایا اور کہا "آج میں بہت خوش ہوں کہ آپ نے اپنے گناہ معاف کرنے والے پاؤں کی دُھول میرے سینے پر بکھیر دی ہے۔" بھرگو ان الفاظ سے اتنا متاثر ہوا کہ وہ کوئی جواب نہ دے سکا اور وہاں سے چپکے سے چلا آیا۔ اس کی آنکھیں خلوصِ عقیدت سے اشکبار تھیں۔ جب وہ سرسوتی کے کنارے پر واپس آیا اور اس نے یہ ساری سرگزشت پنڈتوں اور پجاریوں کو سُنائی تو سب نے اقرار کیا کہ وشنو واقعی سب سے بڑا خدا ہے کیونکہ یہ بے صبری اور دوسرے جذبات سے مستثنیٰ ہے۔

پدما پران میں شِوا کو یہ تسلیم کرتے دکھایا گیا ہے کہ وشنو اس سے برتر ہے۔ اپنی بیوی سے مخاطب ہوکر وہ کہتا ہے: میں تمہیں وشنو کی اصلیت اور سرشت کے بارے میں بتاتا ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ وہی نارائن یعنی رُوحِ معظم ہے، پَرَ بَرَہمَ ہے (یعنی عظیم بَرَہم) بے ابتداء و بے انتہا ہے ہر جگہ حاضر و ناظر اور ہر قدرت رکھنے والا ہے، ابدی اور غیر مُتبدّل ہے، اور انتہائی مسرور ہے وہ شِوا، ہریانیاگربھ اور سوُریہ ہے۔ وہ تمام دیوتاؤں سے حتیٰ کہ مجھ سے بھی اعلیٰ اور افضل ہے لیکن میرے لئے، برہما کے لئے، بلکہ تمام دیوتاؤں کے لئے ناممکن ہے کہ کائنات کے مالک، مُبدأ واسوُدیو کی بڑائی کا اعلان کریں۔

کائنات کی حِفاظت کا جو خاص کام وشنو کے ذمّے ہے اس کے بارے میں وَراہا پُران میں یہ عبارت ملتی ہے: "جب عظیم ترین دیوتا نارائن کے ذہن میں اس کائنات کے تخلیق کرنے کا خیال آیا تو اس نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ تخلیق کے بعد کائنات کی حفاظت کی بھی ضرورت ہوگی لیکن یہ کام "بے جسم ہستیوں" کے لئے ناممکن تھا کیونکہ وہ "محنِ عمل" سے عاری ہیں۔ اس دِقّت پر عبور پانے کے لئے اُس نے سوچا کہ میں اپنے ہی وجود کے جوہر سے ایک باجسم وجود پیدا کروں گا

جس کے ذریعے میں اپنی تخلیق کی حفاظت کر سکوں گا۔ چنانچہ اس نے یعنی پہلے سے موجود نارائن نے اپنے ہی جوہر سے ایک غیر مُولُود اور اُلوہیاتی صورت تخلیق کی اور اسے اس طرح دعائے خیر و برکت دی: "اُو وِشنو! تم تمام چیزوں کو متشکّل کرنے والے بن جاؤ۔ تم ہمیشہ تینوں دنیاؤں کے محافظ رہو اور سب لوگ تمہاری پرستش کرتے رہیں۔ تم ہر چیز پہ قادر و مختار رہو گے۔ اور تم ہمیشہ برہما اور دیوتاؤں کی خواہشات کو پورا کرتے رہو گے۔ اس کے بعد وہ رُوحِ عظیم واپس اپنی اصلی حالت پر آگئی۔ وِشنو نے جب اس مقصد پر غور و فکر کرنا شروع کیا جس کی تکمیل کے لئے اُسے پیدا کیا گیا تھا تو اُسے پُراسرار نیند آگئی۔ نیند میں وہ مختلف اشیاء بنانے کا تصوّر کرتا رہا اسی اثناء میں اُسکی ناف سے کنول کا پھول اُگ آیا۔ اس پھول کے وسط میں برہما ظاہر ہوا۔ وِشنو اپنے "جسم" کی یہ قوّتِ تخلیق دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

تصویروں میں وِشنو کو ایک کالے آدمی کی صورت میں دکھایا جاتا ہے جس کے چار ہاتھ ہیں ایک ہاتھ میں وہ ایک ڈنڈا لئے ہوئے ہے۔ دوسرے میں ایک گھونگھا ہے، تیسرے میں "چکر" ہے جس سے اس نے اپنے دشمنوں کو قتل کیا تھا، اور چوتھے ہاتھ میں کنول کا ایک پھول ہے وہ گُرُودا پرندے پر سوار ہے اور زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔

وشنو کے آسمان کو وَیکُنتھ کہتے ہیں۔ مہابھارت میں اس کا بیان اس طرح سے ملتا ہے: ایک سارے کا سارا خالص سونے کا بنا ہوا ہے۔ اس کا محیط ۸۰٬۰۰۰ میل ہے۔ اس کی تمام عمارتیں جواہرات کی بنی ہوئی ہیں۔ ان کے ستون اور زیبائشی چیزوں قیمتی پتھروں سے تعمیر شدہ ہیں، مقدّس گنگا کا پانی بلند تر آسمانوں سے "دَرُودا" کے سر پر گرتا ہے، وہاں سے سات رِشیوں کے بالوں پر گرتا ہے پھر وہاں سے گر کر یہ دریا بناتا ہے۔ یہاں پانچ تالاب ہیں جن میں نیلے، سُرخ اور سفید کنول اُگتے ہیں۔ ایک مقام پر جو نصف النّہار کے سورج سے بھی زیادہ روشن ہے وِشنو سفید کنولوں کے اُوپر بیٹھا ہے اور اس کے دائیں ہاتھ پر بجلی کی مسلسل چمک کے ساتھ دمکتی ہوئی لکشمی بیٹھی ہے جس کے جسم سے کنول کے پھول کی خوشبوئیں نکل نکل کر آٹھ سو میل تک پھیل رہی ہیں۔

واضح رہے کہ وِشنو کی پرستش اس کے اپنے نام اور صورت پر ہی نہیں کی جاتی بلکہ اس کے بہت سے اَوتاروں میں سے کسی ایک کی شکل میں بھی کی جاتی ہے۔ جب کبھی دنیا پر کوئی بہت بڑی مصیبت آن پڑتی

تھی یا اُس کے باشندوں کی بدکرداریاں دیوتاؤں کے لئے ناقابل برداشت ہوجاتی تھیں تو وِشنو کو اپنے "قیام و استحکام کے منصب" کی وجہ سے غیر مرئیت کو چھوڑ کر کسی نہ کسی مرئی صورت میں (بالعموم انسان کا رُوپ دھار کر) زمین پر آنا پڑتا تھا۔ اور جب اُس کا کام ختم ہوجاتا تو وہ واپس آسمانوں پر چلا جاتا تھا۔ یہ صحیح طور پر معلوم نہیں ہے کہ وِشنو کتنی مرتبہ اَوتار بن کر آیا۔ بعض پُرانوں میں دسؔ اَوتار بتائے گئے ہیں۔ بعض میں یہ تعداد چوبیسؔ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اَوتار بیشمار ہیں۔ دس کی تعداد عام طور پر تسلیم کی جاتی ہے اور یہ سب کے سب بہت اہم ہیں۔ ان دسؔ اوتاروں میں سے نو آچکے ہیں دسواں اَوتار کالکی یا کلکی کو ابھی آنا ہے۔ ان اَوتاروں میں سے کچھ کو ماورائی کردار کی صورت میں پیش کیا گیا ہے اور کچھ تاریخی شخصیات کو اُنکے عظیم کارناموں کی بنا پر آہستہ آہستہ اُلوہیاتی صفات سے متصف کیا گیا ہے اور پھر اُنکو اَوتاریت کے مقام تک پہنچا دیا گیا ہے۔ مَتسیا پُران میں ایک حکایت کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ وِشنو دیوتا کے کئی دفعہ مختلف رُوپ دھار کر آنے کی وجہ کیا ہے اَسورہ کو (یعنی وہ جو دیوتا نہیں ہیں، جن، بھوت، پریت، شیاطین وغیرہ) جب سُورہ (دیوتاؤں) نے بار بار شکستیں دیں اور انھیں قربانیوں کے حصّے سے محروم کر دیا تو انھوں نے سوچا کہ بے فائدہ مقابلوں سے کنارہ کش ہوجانا بہتر ہے۔ ان کے گرو شُکر نے کہا کہ میں ایک سخت تپسیا (ریاضت) کر کے شِوا کو خوش کرلوں گا اور اُس سے وہ "سحر" حاصل کرلونگا جس سے تم فتحیاب ہو جاؤگے۔ وہ یہ کہہ کر چلا گیا تو پیچھے اَسورہ نے آپس میں مل بیٹھ کر طے کیا کہ ہمارے گورو نے تو شمشیر و سناں کو چھوڑ کر جَپ مالا ہاتھ میں لے لی ہے اور جوگیوں والا لباس پہن لیا ہے۔ اَب ہم کیسے سُورہ پر فتح پا سکتے ہیں؟ جب تک وہ واپس آتا ہے آؤ ہم سب شُکر کَوی (شاعری) کی ماں کے ہاں پناہ لیتے ہیں۔ اور اس مصیبت کو برداشت کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں لڑنا چاہیئے۔ یہ فیصلہ کر کے وہ بہ تمام عجلت کوی کی ماں کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے انھیں پناہ دیتے ہوتے کہا: ڈرو نہیں۔ تم میرے قریب رہو گے تو کوئی خطرہ تم تک نہیں پہنچ سکے گا۔ جب سُورہ نے دیکھا کہ انکو اس طرح پناہ مل گئی ہے تو انھوں نے ان پر حملہ کر دینا چاہا۔ دیوی نے غصّے میں آکر اِندر سے کہا کہ اگر تم باز نہیں آؤگے تو میں تمہاری آسمان کی بادشاہت چھین لونگی اس کے غضب ناک لہجے سے خوفزدہ ہوکر اور اس کی ساحرانہ قوتوں سے گھبرا کر اِندر اُس کی

خواہش کے آگے سر جھکانے پر تیار ہو گیا لیکن فوراً وشنو ظاہر ہو گیا اور کہنے لگا: خبردار! ہتھیار نہ ڈالنا میں تمہاری مدد کرونگا۔ جب دیوی نے دیکھا کہ اِندرا کی حمایت تو وشنو کر رہا ہے تو اس نے طیش میں آ کر دونوں لڑنے والے دشمنوں سے کہا: اب تم خود دیکھ لینا کہ میری پرستشوں کی طاقت کس طرح اِندرا اور وشنو دونوں کو مغلوب کرتی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا عمل جاری کر دیا۔ جب اِندرا اور وِشنو نے دیکھا کہ وہ تو مغلوب ہوتے جا رہے ہیں تو انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا: اس مشکل سے کیسے نِکلا جائے؟ پھر اِندرا نے وِشنو سے کہا: اسکے عمل کے ختم ہونے سے پہلے فتح پانے کی کوشش کرو ورنہ ہم شکست کھا جائیں گے۔" اس پر وِشنو نے سوچا کہ اگر کوِی کی ماں کامیاب ہو گئی اور اس کا عمل مؤثر ہو کر ختم ہو گیا تو اس سے دیوتاؤں کا بڑا نقصان ہوگا لہٰذا ان حالات میں عورت کا قتل جائز ہے۔ پس اُس نے اپنا چکر پھینکا اور کوِی کی ماں کا سر اُڑا دیا۔ بھرگو نے جب یہ سنگین واردات یعنی اپنی ماں کے قتل کو دیکھا تو طیش میں آ کر اُس نے شوا کو سراپ دیا: "چونکہ تم نے جان بوجھ کر عورت ذات کو قتل کیا ہے اس لئے تم سات مرتبہ انسانوں کے ہاں پیدا ہوگے۔" تاہم بعد میں اس نے قدرے ترمیم کر کے کہا: تمہاری ہر پیدائش دنیا کی بھلائی کیلئے ہوگی اور عدل و انصاف کی بحالی کیلئے ہو گی۔"

وِشنو کی خوشنودی حاصل کرنیکے کے لئے شکر نے جس ریاضت میں سے گزرنے کا تہیہ کیا تھا اور جس سے اُسے وِشنو سے حاصل کئے ہوئے سحر کے ذریعے دیوتاؤں پر فتح پانے کی اُمید تھی، اس ریاضت کی تفصیل بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ اُسے ایک ہزار سال تک جلتے ہوئے بھوسے کے دھوئیں میں الٹا لٹک کر سانس لینا تھا۔ اُس نے یہ مشکل کارنامہ سرانجام دے دیا اور شِوا اس پر اتنا خوش ہوا کہ اس نے کئی فضیلتیں بخش دیں۔ ان میں ایک اسکی دیوتاؤں پر برتری تھی لیکن اسورہ کو اپنے گورو کی اس ریاضت کا کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ دیوتاؤں کے گورو نے شکر کی صورت اختیار کر کے انھیں دھوکا دیا اور غلط مشورہ دیا جس پر چل کر انھیں سخت نقصان پہنچا۔

وشنو پُران میں ایسے بہت سے فوائد کا ذکر ہے جو وِشنو کی پوجا سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ تاہم ایک جگہ سوال پوچھا گیا ہے کہ وہ کون سے 'اعمال' ہیں جن سے انسان اپنے آپ کو "یَم" (موت) کی گرفت سے آزاد کر سکتا ہے۔ اس کا جواب ایک رِشی کی زبانی دیا گیا ہے جسے اپنی پچھلی پیدائشیں یاد تھیں اور جو بالکل ٹھیک ٹھاک بتا سکتا تھا کہ کیا تھا اور کیا ہوگا۔ اس نے یوں جواب دیا کہ

ایک دفعہ "یم" نے اپنے نوکر کے ہاتھ میں پھندا دیکھکر اس کے کان میں کہا: "مدھوسدھان (وشنو) کے پجاریوں سے الگ ہوکر رہنا۔ وشنو اس (وشنو کے پجاری) کو چھوڑ کر باقی انسانوں کا میں مالک ہوں۔ مجھے برہما نے انسانوں کو روک رکھنے کا فریضہ سونپا ہے اور کائنات میں نیکی اور بدی کے نتائج کا باقاعدگی سے رونما ہونے کا ذمّہ دار بنایا ہے۔ جو کوئی ہری کی پرستش کرتا ہے وہ مجھ سے آزاد ہے جو کوئی پاکیزہ علم کے ذریعے خلوص اور وابستگی سے کنول یا ہری کی پوجا کرتا ہے وہ گناہ کے تمام بندھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تم ان سے اس طرح بچ کر رہو جس طرح تیل سے بھڑک اٹھنے والی آگ سے محتاط رہتے ہو - - - - - - جو کوئی وشنو کو خوش رکھتا ہے اسے دنیوی زندگی کی تمام مسرتیں حاصل رہتی ہیں اور بہشت (آسمان) میں بھی جگہ ملجاتی ہے نیز وہ سرفرازی جو سب سے زیادہ افضل اور اعلیٰ ہے یعنی مکتی بھی مل جاتی ہے۔ جو کچھ وہ چاہیگا اور جتنا چاہیگا وہ اسے ملجائے گا بشرط صرف یہ ہے کہ اچیوت (لازوال) اس سے راضی ہو جائے۔

اس کے بعد وہ ذرائع اور وسائل بتائے گئے ہیں جن سے یہ دیوتا راضی کیا جا سکتا ہے "اعلیٰ اور برتر وشنو اس شخص پر خوش ہوتا جو ذات پات کی تقسیم کے قوانین، دوسرے احکامات اور پاکیزگی کے اعمال کی پابندی کرتا ہے۔ اس کے سوا اسے خوش کرنے کا کوئی اور راستہ نہیں ہے جو کوئی قربانیاں دیتا ہے تو قربانیاں اسی کو دیتا ہے، جو کوئی دعائیں مانگتا ہے تو دعائیں اسی سے مانگتا ہے، جو کوئی زندہ مخلوق کو اذیت دیتا ہے تو یہ اذیت بھی اسے دیتا ہے کیوں "ہری" ہی تو سب کچھ ہے۔ کیشو سب سے زیادہ راضی اسی پر ہوتا ہے جو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، جو کبھی گالیاں نہیں دیتے، جھوٹے الزام نہیں لگاتے، جھوٹ نہیں بولتے جو دوسرے کی بیوی، یا مال و دولت پر حسد نہیں کھاتے اور نہ ہی کسی کے خلاف دل میں کوئی ملال رکھتے ہیں۔ جو کسی جاندار یا بے جان چیز کو نہ مارتے ہیں اور نہ قتل کرتے ہیں۔ جو محنت اور لگن کے ساتھ دیوتاؤں کی، براہمنوں کی اور اپنے روحانی گورو کی خدمتگزاری کرتے ہیں۔ جو ہمیشہ تمام مخلوقات کی، اپنے بچوں کی اور اپنے روح کی بہتری اور ترقی کے خواہشمند رہتے ہیں۔ جن کے خالص دلوں میں محبت اور نفرت کی ناپختگیوں سے کوئی فرحت وانبساط پیدا نہیں ہوتا۔ مقدس کتابوں کے اندر ہر ذات پات کے لوگوں کے لئے اور زندگی کے ہر طور کیلئے جو فرائض مقرر کئے گئے ہیں انکی پیروی کرنے والا وہی ہے۔ جو وشنو کی پوجا

کرتا ہے۔ اور کوئی طریقہ نہیں ہے"

اس وقت بھارت میں جن دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی ہے ان سب میں وِشنو، اپنی تمام مختلف شکلوں کے ساتھ، سب سے زیادہ پوجا جاتا ہے۔ بعد کی مذہبی کتابوں میں اسکی زندگی کے حالات اور وہ تعریفیں جو اس کے لئے تصنیف ہوئی ہیں بہت زیادہ تعداد میں درج ہیں اور اُن کتابوں کے بیشتر حصے پر مشتمل ہیں۔ تاہم ویدوں کے زمانے میں اس دیوتا کو اتنی زیادہ اہمیّت حاصل نہیں تھی، جیساکہ ذیل کے اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے:

"رِگ وید میں ہے کہ دیوتا ہمیں اس جگہ سے بچالیں جہاں سے وِشنو نے زمین کے سات طبقات پر لمبے قدم رکھے ۔ پھر ہے کہ وِشنوُ نے تین جگہوں پر اپنے نقش پا ثبت کئے۔ (دنیا یا اس کا قدم) اسکی دُھول سے اَٹا ہوا تھا۔ وِشنو نے، جو ناقابلِ شکست محافظ ہے، تین بڑے بڑے قدم بھرے"۔ وِشنو کے تین قدموں کے بارے میں دو شارحین کی وضاحت اس طرح سے ہے کہ ایک اُسے دیوتا سمجھتا ہے جس کے تین قدموں سے اس کے تین رُوپ مُراد ہیں یعنی زمین پر اگنی، فضا میں اِندرا یا وائیو، اور آسمان پر سورج۔ دوسرا شارح کہتا ہے کہ تین قدموں سے مُراد ہے سورج کا طلوع، اس کا دوپہر کو نقطۂ عروج پر پہنچنا اور اس کا غرُوب"۔

رِگ وید میں ہے کہ وِشنو نے آسمانوں اور زمین کو قائم کیا، ساری دنیا اس کے تین قدموں کے اندر ہے۔ اندرا کے ساتھ مِل کر اس نے فضا کو اور زیادہ فراخ کیا، دنیاؤں کو پھیلایا، سوُرج، شفقِ سحر اور آگ کو پیدا کیا۔ وَرُونا کی نیازمندی کو قبول کیا۔ اسکی عظمت کی کوئی حد نہ موجودہ ہستیوں میں ہے اور نہ آئندہ ہستیوں میں ہوگی۔ رِگ وید کی بعض عبارتوں میں وِشنو کی ایسی صِفات بیان کی گئی ہیں کہ اگر اس وید میں یہ اکیلا ہوتا تو ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہوتے کہ ویدک رِشی اسے سب دیوتاؤں کا سردار مانتے تھے۔ لیکن ایسی بعض عبارتوں میں جن میں وِشنو کو نہایت بلند مقام دیا گیا وہاں اس کے ساتھ اِندرا کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ایک جگہ تو یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ وِشنو نے جو تین قدم اُٹھائے تھے وہ اِندرا ہی کی قوّت سے اُٹھائے تھے۔ ایک اور عبارت میں ہے کہ وِشنو اِندرا کے تعریفی گیت گا رہا ہے جبکہ ایک اور جگہ پر ہے کہ وِشنوُ سوما سے پیدا ہوا۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ اندرا، اگنی وغیرہ کی تعریفیں جن اَشعار اور بھجنوں میں ملتی ہیں اُنکی تعداد بہت زیادہ ہے جبکہ جن بھجنوں اور

نظموں وغیرہ میں اکیلے وِشنو کا ذکر ہے انکی تعداد نسبتاً کم ہے۔ وِشنو کی تعریف و توصیف بہت سے دوسرے دیوتاؤں کے ساتھ آتی ہے اور اس کا تعارف بھی اسی طور کرایا گیا ہے۔ لہٰذا کہیں بھی کوئی امتیاز پیدا نہیں ہوتا جس سے ظاہر ہو کہ وِشنو دوسروں سے افضل یا بَرتر ہے۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ویدوں کے مُصنفین کے نزدیک وِشنو کا مقام دوسرے دیوتاؤں کے مقام کے برابر تھا مزید براں رِگ وید کے اندر متعدد عبارتیں ایسی ہیں جن میں رشی لوگ اندرا، وَرُونا اور دوسرے دیوتاؤں کو بھی انہی صفات سے متصّف کر رہے ہیں جو انھوں نے وِشنو کے مخصوص بھجنوں میں اکیلے وِشنو کو عطا کی ہیں۔ اگر ہم دوسرے دیوتاؤں کے بے شمار بھجنوں کو اور اُن تھوڑے سے بھجنوں کو جن میں وِشنو کا خصوصی ذکر ہے۔ پہلو بہ پہلو رکھیں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ قدیم رشیوں کے نزدیک اس دیوتا کا مقام کسی قدر نیچے تھا اور اسے نسبتاً اَدنیٰ درجہ دیا گیا تھا۔

وِشنو کے ہزاروں نام ہیں۔ جو نام اس باب میں آچکے ہیں ان کے عِلاوہ جو نام زیادہ مقبول ہیں وہ یہ ہیں:۔

① مَدھُوسُدَنَ : مَدھُو اور کَیتابھ جیت کا تباہ کرنے والا۔ کَیتابھ کا جیتنے والا۔ مَدھُو اور کَیتابھ دو جن بھُوت تھے جو وِشنو کے کان سے نکلے تھے جب یہ ایک کَلپ کے خاتمے پر شیش ناگ کے اُوپر سو رہا تھا۔ وِشنو کی ناف سے کنول پھُوٹا جس میں بَرہما بیٹھا تھا۔ یہ جن بھُوت برہما کو ختم کر دینا چاہتے تھے کہ وِشنو جاگ پڑا اور اس نے انھیں قتل کر دیا۔ (کلپ کے معنے آئندہ آئیں گے)

②۔ وَیکُنتھا ناتھ : بہشت کا مالک

③۔ کیشوَ : بہترین بالوں والا

④۔ مَدھوَ : شہد کا بنا ہوا

⑤۔ سُوَیَمبھُو : قائم بالذّات

⑥۔ جنارَدَنَ : جو لوگوں سے پرستش کراتا ہے

⑦۔ پِتَم وَرَ : زرد لباس والا

⑧۔ وِشوَمبَرَ : دنیا کی حفاظت کرنیوالا

۹۔ ہَرِی : بچا لینے والا' لفظاً جو کسی چیز پر قبضہ کرلے
۱۰۔ اُننتَ : بے انتہا
۱۱۔ دامودراَ : رسی سے بندھا ہوا
۱۲۔ مُکُنْدَ : چھٹکارا دینے والا
۱۳۔ پرُش : آدمی یا رُوح
۱۴۔ پرشوتما : سب سے برتر اعلیٰ آدمی یا رُوح
۱۵۔ یَجْنیشوَرَ : قربانی کا مالک و آقا

۲۔ لکشمی

لکشمی، جسے عام طور پر سری کہتے ہیں، وِشنو کی بیوی ہے۔ وشنو کے مختلف اُوتاروں کے ساتھ ہی رشتے سے یہ بھی مختلف ناموں سے ظاہر ہوتی ہے۔ جس طرح دنیاؤں کا مالک و آقا، دیوتاؤں کا دیوتا، جنارَدَنَ انسانوں کے اندر مختلف شکلوں میں اُتر آتا ہے اسی طرح اسکی یہ شریکِ حیات

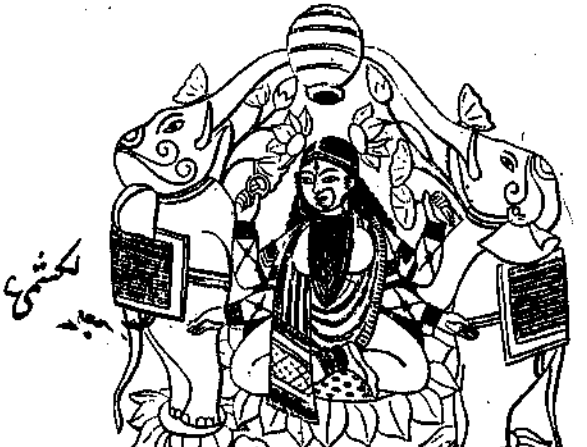

بھی نزول کرتی ہے۔ مثلاً جب ہَری، اَدِتی کے بونے بیٹے کی صورت میں پیدا ہوا تو لکشمی کنول کے پھول سے پدما یا کملا بن کر ظاہر ہوئی۔ جب وہ بھرِگو کی نسل سے پرشو رام کی شکل اختیار کر کے پیدا ہوا تو یہ دھرانی تھی، جب وہ راگھو (رام چندر) تھا تو یہ سِیتا تھی اور جب وہ کرِشن تھا تو یہ رُکمنی تھی اسی طرح وِشنو کی دوسری تنزلیوں میں یہ بھی اس کی رفیقہ رہی۔ اگر وِشنو کوئی ماورائے فطرت صورت اختیار کر لیتا تھا تو یہ بھی اُلوہیاتی پیکر اختیار کر لیتی تھی۔ اگر وہ کسی فانی مخلوق کا رُوپ دھار لیتا تھا تو یہ بھی اسی طرح فانی مخلوق بن جاتی۔ غرضیکہ یہ ہر وہ صورت بدل لیتی تھی جو اس کے خاوند نے بدل رکھا ہوتا تھا۔

اس کے ابتدائی حالات کی تفاصیل میں کچھ اختلافات ہیں۔ تاہم وِشنو پُران میں جو حالات درج ہیں وہ اس طرح سے ہیں:

بھرِگو کے ہاں کھیاتی کے بطن سے دو دیوتا دھاتؔ اور وِدھاتؔ پیدا ہوئے اور ایک بیٹی سری پیدا ہوئی جو دیوتاؤں کے دیوتا نارائن کی بیوی بنی۔ سوال پوچھا گیا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ سری دودھ کے سمندر میں سے پیدا ہوئی تھی جب اسے اَمرت حاصل کرنے کے لئے بلویا گیا تھا پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھرِگو اور کھیاتی کی بیٹی تھی؟ اس سوال کے جواب میں اسکی صِفات کو بڑے فصیحانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے: "سری وشنو کی بیوی، دنیا کی ماں، اَبدی ہے، لازوال ہے چونکہ وہ سب پر محیط ہے اس لئے وہ حاضر و ناظر ہے۔ وِشنو معنیٰ ہے تو وہ تقریر ہے، ہَری اشہریت کو تنظیم دینے والا ہے تو سری دُنیوی حکمت ہے۔ وِشنو سمجھ بوجھ ہے تو سری ذہانت ہے، وہ نیکی ہے تو یہ خلوصِ عبادت ہے۔ سری زمین ہے تو ہری اس کا سہارا ہے۔ مختصراً یہ کہ وِشنو دیوتاؤں کا، جانوروں کا، آدمیوں کا وہ سب کچھ ہے جسے مذکّر کہا جا سکتا ہے اور سری وہ سب کچھ ہے جو مؤنث ہے۔ ان کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔" اس کے [illegible] لکھا ہے کہ اُسکی پہلی پیدائش بھرِگو اور کھیاتی کی بیٹی کی صورت میں تھی، بعد میں اسے سمندر سے پیدا کیا گیا جب دیوتاؤں اور جِنوں بھوتوں نے سمندر کو بلویا۔

سمندر کے بلونے کا قصّہ جس کی طرف ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں بڑی کثرت سے ملتا ہے رامائن اور کئی پُرانوں میں ملتا ہے۔ اگرچہ بعض تضادات بھی ہیں تاہم اصل کہانی پر سب متفق ہیں۔ اس بہت بڑے عمل کی وجہ اس طرح بیان کی گئی ہے:

"ایک بہت بڑا رشی دُرواس (شِوا کا حصّہ) سفر پر جا رہا تھا کہ اُسے ایک آسمانی حور

راستے میں ملی جس کے ہاتھ میں نہایت خوشبودار پھولوں کا ہار تھا۔ اس نے یہ ہار اس سے مانگا تو اس نے دیدیا اسکی خوشبو کی مستی میں آکر وہ ناچنے لگا۔ اتفاق سے اندرا ہاتھی پر سوار ہوکر اُدھر سے گزر رہا تھا اُسنے اس طاقتور دیوتا کو خوش کرنے کے لئے یہ ہار اُسے دے دیا۔ اندرا نے ہار لیکر ہاتھی کے سر پر رکھ دیا۔ ہاتھی پر مستی چڑھی تو اس نے اپنی سونڈ سے ہار کو پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا۔ دُروارس نے اپنے تحفے کے ساتھ یہ سلوک ہوتے دیکھا تو اس نے غصے میں آکر دیوتا کو بددُعا کی کہ تمہاری سلطنت تباہ ہو جائے۔ اس وقت سے اندرا کی سلطنت کو زَوال آنا شروع ہوگیا اس نے معافی بھی مانگی مگر رِشی کا غصہ فِرو نہ ہوا۔ بددعا کے اثرات کو اب دیوتاؤں نے بھی محسوس کرنا شروع کر دیا تھا۔ انھوں نے سوچا کہ اگر اس طرح غیر دیوتا (اَسُورہ) دیوتاؤں پر حاوی ہونے لگ گئے تو پھر دیوتاؤں کی خیر نہیں۔ وہ مدد کے لئے برہما کے پاس پہنچے۔ اُس نے کہا: اس میں میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا تم وِشنو کے پاس جاؤ وہی اگر چاہے تو کچھ کرسکتا ہے۔ چنانچہ برہما بھی اُنکے ساتھ ہولیا۔ اس نے وشنو کی بڑی تعریف کی اور پھر کہا کہ دیوتاؤں کی درخواست پر غور کیجئے، انکے خدشات بالکل درست ہیں۔"

وِشنو پُران میں دِیوتاؤں کی درخواست، وِشنُو کے مشورے اور اس کے نتیجے کو اس پر منظوم کیا گیا ہے :۔

> "دیوتاؤں نے طاقتور وِشنو کو خطاب کیا، ہم غیر دیوتاؤں (اَسُورہ۔ جن بھُوت وغیرہ) سے مغلوب ہوکر آپ کے پاس دادخواہی کے لئے آئے"(۱)۔

تم سب کی رُوح اور زندگی ہو، ہم پر رحم کرو اور
اپنی عظیم قوتوں کے ذریعے ہمیں بچا لو! تم ہو ہری،
آقا و مالک اور دنیا کے خالق۔ جب دیوتاؤں نے
اس طرح عجز و انکسار سے منت سماجت کی تو اس
نے بڑی شفقت اور لطف و کرم سے جواب دیا:
دیوتاؤ! تمہاری قوت اور شوکت بحال کر دی جائیگی
تمہیں البتہ اسی طرح کرنا ہوگا جیسے میں حکم دوں تم اپنے
دشمنوں کے ساتھ پُرامن طریقے سے مل جاؤ، زمین کے
ہر گوشے سے تمام اقسام کی جڑی بوٹیاں اور پودے وغیرہ
جمع کر لو اور انھیں دودھ کے سمندر میں ڈال دو۔
پھر "مندر" پہاڑ کو لے آؤ اور اسے مدھانی بناؤ!
اور واسُکی ناگ کو نیترا (مدھانی چلانے کی رسی) بنا لو۔
پھر سب ملکر سمندر کو بلونا شروع کر دو۔
اس سے وہ مشروب پیدا ہوگا جو ہر قوت و شوکت
اور ابدیت کا ذریعہ و سرچشمہ ہے۔
میری معاونت پر یقین رکھو۔
میں تمہارے دشمنوں کو محنت میں تو شامل رکھوں گا
لیکن محنت کے پھل میں حصہ دار نہیں بناؤں گا! اور
نہ ہی انھیں امرت کا کوئی گھونٹ پینے دوں گا
دیوتاؤں کے دیوتا کے اس مشورے پر چل کر
دیوتاؤں نے اپنے دشمنوں سے غرضمندانہ صلح صفائی کر لی،
دیوتا اور اسُورہ
سب نے مل کر دنیا بھر کی جڑی بوٹیاں اکٹھی کیں

انھیں سمندر میں ڈال دیا
پھر انھوں نے پہاڑ کو مدھانی بنایا
اور سیش ناگ کا نیترا بنایا
سمندر کے عین وسط میں
ہری خود موجود ہوگیا کچھوے کا رُوپ دھار کر
وہ نہیلے کا وہ حصہ بن گیا جس میں مدھانی کا اوپر والا سر گھومتا ہے۔
پھر سب نے زور زور سے مدھانی چلا کر
دودھ کے سمندر کو بلونا شروع کر دیا۔
سب سے پہلے سمندر سے میں سے متبرک گائے برآمد ہوئی
"سُربھّی" جس کی پوجا دیوتا بھی کرتے ہیں۔
دودھ کا ابدی سرچشمہ، مکھن کا تحفہ !
پاک سِدّھ، اپنی گھومتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ
یہ حیران کن نظارہ دیکھ رہا تھا
پھر سمندر میں سے شراب کی دیوی وَرُدنی اُبھری
پھر اس گھمگھیر میں سے بہشت کا درخت "پاری جاتا" برآمد ہوا
آسمانی دوشیزاؤں کی مسرتوں کا شجر جس کی تازہ بتازہ خوشبو کلیاں
ساری دنیا کو معطّر بنا دیتی ہیں !
پھر پیدا ہوئیں اپسرائیں، آسمانی حوروں کے جھنڈ کے جھنڈ
حسن جن کا بے مثال، ناز و ادا میں بے عدیل
پھر سمندروں میں سے نکلا ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی والا چاند
اسے مہا دیو نے پکڑ لیا
پھر سمندروں سے پیدا ہوا خطرناک زہر
اسے سانپوں کے دیوتا نے اپنی ملکیت بنا لیا

پھر اس کے بعد ظاہر ہوئی،
حسن کی رخشاں و تابناک دیوی،
بے نظیر و بے مثال سری
کنول کے پھول میں بیٹھی ہوئی، لہروں کی سطح پر کھیلتے ہوئے پھول میں
اور اس کے ساتھ، سفید لباس پہنے
دھن ونتری برآمد ہوا
دیوتاؤں کا معالج
ہاتھ میں امرت کا پیالہ لئے
دیوتاؤں اور غیر دیوتاؤں کے دل کی آرزو!

سری کی جلوہ آرائی سے تمام رشی مسحور اور ہکّا بکّا رہ گئے۔ آسمانوں کے سازندوں نے نغمے چھیڑے اور حُوران فلک نے زمزمہ ہائے تبریک پیش کئے اور رقص و سرود سے استقبال کیا۔ گنگا اور دوسری مقدّس ندیاں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑیں۔ آسمان کے ہاتھیوں کے غولوں نے ان سب کا پانی لے لیا اور سونے کے برتنوں میں بھر کر اس کے سر پر انڈیل دیا۔ دودھ کے سمندر نے اسے کبھی نہ مرجھانے والے پھولوں کا گجرا پیش کیا۔ اور دیوتاؤں کے فنکاروں نے خوبصورت زیورات سے اسے آراستہ و پیراستہ کیا۔ اس طرح نہائی دھوئی، اعلیٰ لباس میں سجی سجائی دیوی اُبھری اور سب دیوتاؤں کی موجودگی میں ہَری کے سینے سے چپٹ گئی۔ پھر اسی حالت میں اس نے دیوتاؤں پر ایک نظر ڈالی وہ سب کے سب اس کے حُسن و جمال پر مبہوت کھڑے تھے۔ شِوا بڑے غیظ میں تھا۔ وہ اسے اپنے لئے لینا چاہتا تھا۔ اَسُورہ کی طرف سے سِری نے مُنہ پھیر لیا۔ اسکی وجہ سے اُنکی حالت افسوسناک ہوگئی سامرت کا پیالہ دیکھ کر انھوں نے اسے چھیننے کی کوشش کی لیکن وِشنُو نے ایک خوبصورت عورت کا روپ دھار کر انکی توجّہ پھیر لی۔ دیوتاؤں نے بڑے بڑے گھونٹ لیکر امرت کا پیالہ خالی کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب انکے درمیان لڑائی ہوئی تو دیوتا جیت گئے!

رامائن میں "سِری دیوی" (لکشمی) کے حالات اس طرح درج ہیں:

"جب بہت سال گزر گئے، اپنے کنول کے پھول کے بستر استراحت میں

تیرتی ہوئی آئی ایک حسین وجمیل دوشیزہ، آہو چشم، جادو نگاہ غرورِ حسن شباب کی رنگینیوں سے ٹپک رہا تھا۔ سونے، ہیرے جواہرات اور موتیوں کی آب و تاب کے ساتھ! شان وشوکت کی مہر لگی ہوئی تھی اسکی شہزادگی پر گول سڈول بازوؤں پر دُر وگوہر چمک رہے تھے۔ ہموار تیکھے بھوؤں پر سنہری تاج۔ زلفِ عنبریں اس تاج کے نیچے لہراتی کمر تک پہنچ رہی تھی۔ گلے میں بیش قیمت موتیوں کی مالا۔ دوشیزہ کا چہرہ اس طرح رخشاں و تاباں، جس طرح کٹھالی سے نکلا ہوا کندن۔ دیوتاؤں کی ملکہ! اس نے زمین پر قدم رکھا۔ کنول کا ایک پھول اُس کے ہاتھ میں تھا بے عیب وحسین وجمیل ہاتھ! بڑے اشتیاق کے ساتھ کنول سے اُبھری ہوئی یہ دیوی کنول کا پھول ہاتھ میں لئے وشنو کے سینے سے چمٹ گئی اُوپر دیوتا اور نیچے انسان، سب اُسے ملکۂ حسن اور ملکۂ اقبال و خوش بختی و دولتمندی کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔“

جیساکہ اس اقتباس سے ظاہر ہے لکشمی یا ہری کو حُسن وعشق اور خوشحالی واقبال مندی کی دیوی سمجھا جاتا ہے جب کوئی آدمی دولتمند بن جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ لکشمی اُسکے ہاں آگئی ہے اور جب کوئی غربت اور افلاس کا شکار ہوجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ لکشمی ناراض ہوکر اُسے چھوڑ گئی ہے۔ تصویروں میں اس دیوی کو چمکدار شوخ سنہری رنگ میں ایک کنول کے پھول میں بیٹھا دکھایا گیا ہے۔

لکشمی کا لفظ رگ وید میں خوشحالی کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے دیوی کے معنوں میں نہیں آیا۔ اس کے دوسرے مشہور نام یہ ہیں :

① ہری پریا : ہری کی محبوبہ
② پدما : کنول اور پدمالیا : کنول میں رہنے والی
③ جلا دھیجا : پانی کی بیٹی۔ سمندر سے پیدا ہونے والی
④ چنچل : چینچل
⑤ لوک ماتا : دُنیا کی ماں

پندرھواں باب

وشنو کے اَوتار

۱۔ متسیا (مچھلی) اَوتار

(مچھ اَوتار)

جس چیز کو بعد میں وِشنو کا اَوتار سمجھا گیا اُس کے اوّلیں حالات ہمیں شت پتھ براہمنا میں ملتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ذیل کے اقتباس میں اگرچہ ایک عجیب و غریب مچھلی کا بیان ہے تاہم یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ یہ مچھلی کسی دیوتا کی اَوتار ہے۔ مہابھارت میں کہا گیا ہے کہ برہما نے یہ صُورت اختیار کر لی تھی جبکہ پُران یہ بتاتے ہیں کہ جس مچھلی کا یہاں ذکر ہے وہ وِشنو تھا۔ جب بار بار یہی کہا جاتا ہے کہ تمام دیوتا ایک

متسیا اَوتار
(مچھ اَوتار)

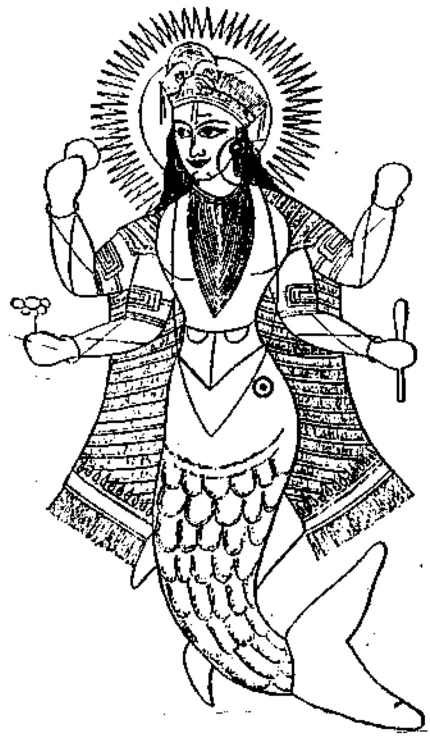

ہی عظیم ترین ہستی کی مختلف صُورتیں ہیں تو پھر ایک دیوتا کے کارناموں کا دوسرے دیوتاؤں کے کارناموں سے بدل جانا کوئی تعجّب خیز بات نہیں رہتی۔ اس حکایت میں جس مَنّوُ (مَنوُح ۔ نوُح) کا ذکر ہے اُسے نسلِ انسانی کا مورثِ اعلیٰ تصوّر کیا جاتا ہے۔ اس کو یہاں نیکی کے نمائندے کی صُورت میں "وجودِ برتر و ارفع" کے حضور عالمگیر بدکرداری اور اخلاقی انحطاط کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے دکھایا گیا ہے لکھا ہے؛

"قدیم زمانے میں ایک نیک شخص رہتا تھا، جس کا نام مَنّوُ تھا۔ اس نے آسمانوں کے مالک و آقا کو راضی کر لیا تھا، ریاضتیں اور عبادتیں کر کے۔

ایک دن اس کے لئے عبادت سے پہلے منہ ہاتھ دھونے کا پانی
لائے پھر جونہی اس نے ہاتھوں پر پانی ڈالا
ایک ننھی سی مچھلی ظاہر ہوئی اور انسانوں کی طرح بولنے لگی
میری رکھوالی کرو تو میں تمہاری نجات دہندہ محافظ بن جاؤنگی
مَنّو نے پوچھا: تم کس چیز سے مجھے بچاؤ گی؟
مچھلی بولی: ایک بہت بڑا طوفان تمام مخلوقات کو بہا کر لے جائیگا۔
میں اس سے تمہیں بچا لونگی
لیکن میں تمہاری حفاظت کیسے کروں؟ مَنّو نے پُوچھا
مچھلی مچھلی کو کھا جاتی ہے
جب تک ہم چھوٹی رہتی ہیں ہمیں یہی خطرہ لگا رہتا ہے، اپنی مَوت کا
پس مجھے ایک مرتبان میں رکھ لو
جب میں بڑی ہو جاؤں اور مرتبان میں نہ سما سکوں
پھر ایک خندق کھود کر مجھے اس میں ڈال دینا
اور جب میں بڑھکر خندق میں بھی نہ سما سکوں
تو مجھے سمندر میں ڈال دینا۔ اس وقت تک میں ہر خطرے کی پہنچ سے باہر ہو چکی ہونگی
مَنّو کو اس طرح ہدایت دیتے ہی وہ مچھلی اُسی وقت، اور بڑی تیزی کے ساتھ بڑی ہوتی گئی۔

ایک بار وہ پھر بولی : فلاں وقت اور ماہ و سال میں طوفان آئیگا
پس تم ایک جہاز بناؤ، میری عظمت بیان کرو! جب طوفان چڑھنے لگے
جہاز پر سوار ہو جاؤ، میں تمہیں بچالونگی۔
مَنُو نے ویسے ہی کیا جو اُس کو حکم دیا گیا تھا۔ اور مچھلی کو محفوظ کر لیا
پھر امن و امان کے ساتھ اسے سمندر میں چھوڑ آیا
پھر اسی سال، جس کی بابت مچھلی نے حکم دیا تھا
اُس نے جہاز تیار کر لیا
اور مچھلی کی عظمتوں کو سلام کیا
جب طوفان چڑھنے لگا تو جہاز پر سوار ہو گیا
فوراً بعد اس نے دیکھا مچھلی اُس کے قریب ہی تیر رہی تھی۔
اُس کے سینگ (بڑے کانٹے) کے ساتھ اس نے جہاز کی رسی مضبوطی سے باندھ دی
اس طرح مَنُّو کھنچتا چلا گیا شمالی پہاڑوں کے اُس پار۔
پھر مچھلی مَنُّوؔ سے مخاطب ہو کر بولی :
میں تمہیں بچالائی ہوں، اب جلدی سے جہاز کو اس سامنے والے درخت کیساتھ باندھ دو
پھر جتنی تیزی کے ساتھ پانی اُترنے لگے اتنی ہی تیزی کے ساتھ تم پہاڑ سے نیچے اُترو
ایسا نہ ہو کہ تمہارے نیچے سے سارا پانی بہہ جائے
بڑے آرام کیساتھ ان اُترتے پانیوں کے ساتھ ساتھ تم بھی اُترتے چلے جاؤ
اس طرح آہستہ آہستہ وہ شمالی پہاڑوں سے نیچے اُتر آیا
طوفان تمام زندہ مخلوقات کو بہا کر لے گیا تھا۔
مَنُّوؔ تن تنہا بچ رہا!

مَہابھارت میں یہ تفصیلات اس طرح دی گئی ہیں :۔ (انگریزی منظوم ترجمہ پروفیسر ولیم مونیر۔ انڈین وزڈم صہ ۳۹۴)
عظیم الشان کشتی سمندروں کی اچھلتی کودتی لہروں پر بنی نوع انسان کے آقا و مالک
کو لئے جا رہی تھی

موجوں میں غضبناک طلاطم تھا ، شور و قیامت تھا
ہواؤں کے تیز جھکڑوں سے کشتی ڈول رہی تھی ، آگے پیچھے دائیں بائیں ،
مگر بڑھتی ہوئی چلی جا رہی تھی ' آگے اور آگے !
شرابی عورت کی طرح ، کانپتی ، لڑکھڑاتی
خشک زمین کہیں بھی دکھائی نہ دیتی تھی !
نہ کہیں دور کوئی افق تھا ، نہ کوئی خالی جگہ کہیں درمیان میں !
ہر طرح وسیع چادرِ آبی بچھی ہوئی ، فضائیں بھی نمناک
نیچے پانی کا بے حد پھیلاؤ ، اُوپر آسمان کی بے انتہا وسعتیں !
سارا جہان طوفان کے اندر گھرا ہوا ۔ لہروں کے اوپر سوائے لہروں کے اور کچھ نہ تھا ۔ سوائے مَنّو کے ، اس کے ساتھی سات رِشیوں کے ، اور اس مچھلی کے کہ جو جہاز کو کھینچ کر لے جا رہی تھی ۔
تھکے بغیر ، سالہا سال تک مچھلی جہاز کو چلاتی رہی ۔ ڈھیروں پانی میں سے !
بالآخر وہ اسے ہماوان کی چوٹی پر لے گئی
پھر نرمی سے مسکرا کر مچھلی نے اس عارف سے کہا :
اب جلدی سے اپنے جہاز کو اس اُبھری ہوئی چٹان کے ساتھ باندھ دو ۔
مجھے پہچانو ! میں ہوں مالکِ کُل ۔
عظیم خالق برہما !
تمام طاقتوروں سے زیادہ طاقتور ! ہر قوّت رکھنے والا !
میں نے تمہیں مچھلی کی صورت میں اس سخت ابتلا سے نِکالا ہے
اب مَنّو ہی سے پیدا ہوگی کل مخلوق !
دیوتا ، غیر دیوتا ، آدمی ، سب
وہی پیدا کریگا ساری دنیا کو ۔ وہ جو متحرک ہے نیز وہ جو ساکن ہے !

اس اَوتار کا مثالی اَحوال بھاگوت پُران میں مِلتا ہے ۔ اس کے ساتھ دوسرے پُران بھی حکایت

کی بڑی تفصیل سے متفق ہیں۔ متسیا پُران میں واقعات کو پھیلایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وشنو نے جب وہ مچھلی بن کر منّو کے جہاز کو کھینچ رہا تھا سارے کا بارا پُران خود منو کو سنایا۔ تمام پُران مچھلی کو وشنو کا اوتار تسلیم کرتے ہیں نہ کہ برہما کا۔

اب دیکھئے وہ تفاصیل جو بھاگوت پُران میں دی گئی ہیں :

کائنات کا مالک اور آقا مویشیوں کے گلوں کو، براہمنوں کو، جنوں بھوتوں کو اور نیک انسانوں کو، ویدوں کو، قانون کو اور قیمتی چیزوں کو، محفوظ رکھنے کی خواہش کرتا ہے تو وہ کئی جسمانی صورتیں اختیار کر لیتا ہے اگرچہ وہ ہر چیز پر اس طرح محیط ہے جس طرح ہوا نے ہر شے کو گھیر رکھا ہے تاہم وہ خود تغیّر ناآشنا ہے کیونکہ اس کی کوئی صفت ایسی نہیں جس میں کوئی تبدیلی آ سکے۔ آخری کلپ کے خاتمے پر ہر طرف عام خرابی اور تباہی مچ گئی تھی کیونکہ برہما سو گیا تھا۔ اور برہما کی اس نیند کی وجہ سے اُس کی مخلوق، جو مختلف دنیاؤں میں تھی، ایک وسیع سمندر میں ڈُوب گئی تھی۔ کئی زمانے گزار دینے کے بعد برہما نے آرام کرنا چاہا تو وہ گہری نیند سو گیا۔ بہت بڑے طاقت والے شیطان ہیا گریو نے اس کے قریب پہنچ کر وہ وید چرا لئے جو اس کے ہونٹوں سے نکلے تھے۔

جب کائنات کو تحفظ عطا کرنے والے ہری کو داناؤس کے شہزادے کی اس حرکت کا پتہ لگا تو اس نے ایک ننھی سی مچھلی "ساپھری" کی شکل اختیار کر لی۔ اس وقت ایک نیک بادشاہ ستیاورات کی حکومت تھی۔ یہ پانی کی لہروں پر حرکت والی ایک رُوح کا نوکر تھا۔ اور اتنا پُرخلوص خدمت گزار تھا کہ صرف پانی پہ ہی گزر بسر کرتا تھا۔ وہ سورج کا بچہ تھا۔ موجودہ کلپ میں نارائن نے اُسے منوؔ ہونے کا منصب عطا کیا ہے، یعنی نوع انسانی کا اوّلین باپ اور آقا و مالک! اس کا نام ہے سرادھ دیوتا یعنی رسومات مرگ کا دیوتا۔ ایک دن وہ دریائے کرت مالا میں پوُجا پاٹ کیلئے منہ ہاتھ دھو رہا تھا کہ اُس نے پانی کا ایک چُلّو بھرا۔ اس نے دیکھا اس پانی میں ایک ننھی سی مچھلی حرکت کر رہی ہے۔ دراوڑ کے بادشاہ نے فوراً اُسے پانی سمیت واپس دریا میں گرا دیا۔ ساپھری نے مہربان بادشاہ سے کہا: "اے مظلوموں پر ترس کھانے والے بادشاہ! یہ کیسے ممکن ہے کہ تم مجھ کمزور اور ناتواں ننھی سی جان کو اس طرح دریا میں چھوڑ دو جس میں بڑی بڑی دریائی بلائیں رہتی ہیں۔ مجھے جان کے ان دشمنوں سے ہر وقت خطرہ رہتا ہے

اور میں اتنی کمزور ہوں کہ انکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔" وہ نہیں جانتا تھا کہ کس نے مچھلی کا رُوپ دھار رکھا ہے لہٰذا اُس نے دماغ پر زور دیا کہ واقعی اس ننھی سی مچھلی ساپھری کو کسی طرح بڑی مچھلیوں کا شکار ہونے سے بچایا جائے۔ ایک تو وہ طبعاً نیک تھا دوسرا اپنے "رُوح" کی ترقی اس کے پیشِ نظر تھی۔ مچھلی کی فریاد میں بڑا درد اور کرب تھا لہٰذا اس نے اُسے دریا میں سے نکال کر پانی سے بھرے ہوئے ایک برتن میں رکھ دیا۔ لیکن ایک ہی رات میں مچھلی کی جسامت اتنی بڑھ گئی کہ وہ برتن میں نہ سما سکتی تھی۔ چنانچہ اُس نے ذی شان بادشاہ سے کہا: "اِس چھوٹے سے برتن میں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ مہربانی کر کے میرے لئے ایک بڑا سا حوض بنواؤ جس میں آرام سے رہ سکوں۔" بادشاہ نے اسے وہاں سے نکالکر حوض میں ڈالدیا لیکن پچاس منٹ سے بھی کم وقت میں یہ تین ہاتھ سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ (ایک ہاتھ اٹھارہ سے بائیس انچ کا ہوتا ہے) اس نے بادشاہ سے کہا یہ حوض بھی میرے لئے تنگ ہے۔ چونکہ مجھے پناہ دینے کا فیصلہ کر چکے ہو لہٰذا مجھے کوئی وسیع رہائش عطا کرو۔ بادشاہ نے اُسے وہاں سے نکال کر ایک تالاب میں ڈال دیا جہاں اُسے خاصی وسیع جگہ مل گئی تو یہ اور بھی تیزی سے بڑھنے لگی اور ایک بہت بڑی مچھلی بن گئی۔ وہ ایک بار پھر کہنے لگی اَے بادشاہ میرا یہ مستقر بھی میرے لئے آرام دہ نہیں ہے۔ مجھے تو اب گہرے پانیوں میں تیرنا ہے اس لئے مجھے کوئی جھیل دے دو۔ فریادرس نیک بادشاہ نے اُسے وہاں سے نکلوا کر ایک بڑی جھیل میں ڈالدیا لیکن چند ہی دنوں میں وہ جھیل کے سارے پانی کے حجم کے برابر ہو گئی تو پھر نیک دل بادشاہ اُسے سمندر میں ڈال آیا۔ سمندر میں پہنچتے ہی مچھلی نے پھر ستیاورات سے خطاب کیا: یہاں تو تیز دانتوں والی کوہ پیکر مچھلیاں اور دوسری بلائیں مجھے ہڑپ کر جائیں گی۔ یہ بلائیں بڑی طاقتور ہیں او بادشاہ۔ تمہیں مجھے یہاں نہیں لانا چاہیئے تھا۔" مچھلی کی اس طرح کی بار بار کی تقریر اور انوکھی نظر بندیوں سے پریشان ہو کر بادشاہ نے اُس سے کہا: سچ سچ بتاؤ تم کون ہو جو اس طرح رُوپ بدل بدل کر مجھے فریبِ نظر میں مبتلا کر رہے ہو؟ میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہ کوئی ایسی چیز دیکھی ہے نہ سنی ہے جو سمندروں کی باسی ہو کر ایک ہی دن کے اندر اتنی بڑی ہو جاتے کہ میلوں لمبی جھیل میں بھی نہ سما سکے۔ یقیناً اس رُوپ میں مجھ پر ظاہر ہونے والے تم بھاگوت ہو۔ عظیم ہَری! جس کا مسکن لہروں پر تھا اور جواب اپنے خادموں پر رحم کر کے سمندری مخلوق کا رُوپ بھر کر سامنے آیا ہے۔ سلام وشنا

تم پر اَسے سب سے پہلے مَرد! تخلیق کے مالک وآقا! تحفظات کے مالک وآقا، فنا کے مالک وآقا! تم بلند ترین وجود ہو، سب سے اعلیٰ حاکم ہو۔ ہم تمہارے اَدنیٰ پجاری بڑے خلوص سے تمہاری جستجو میں ہیں! اس دنیا میں تمہارے تمام "فریب نظر نزول" مختلف ہستیوں کو وجود میں لاتے ہیں۔ تاہم میں فکرمند ہوں اس بات کے جاننے کے لئے کہ آپ کے اس طرح رُوپ دھار کر تشریف لانے کا اصل سبب کیا ہے؟ اب آپ نے ہم سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال کر دوسری ایسی چیزوں کی صُورت اختیار کی ہے جن کا اصل وجود ہی نہیں ہے تو اَے کنول کی نینوں والے دیوتا! مجھ اپنے خادم کو اپنے قدم چھونے کی سعادت سے محروم نہ رکھو۔ کیونکہ تم تو وہ عظیم دیوتا ہو جس کے لطف وکرم سے کوئی بھی محروم نہیں ہے۔"

اس پر کائنات کے مالک اور آقا نے، جو اس نیک دل شخص کی منّت وزاری سے متأثر ہوکر اس پہ بہت مہربان ہوگیا تھا، اُسے بتایا کہ وہ اُسے اُس بڑی تباہی سے بچانے کیلئے آیا ہے جو زمانے کی حد سے زیادہ اخلاقی انحطاط کی وجہ سے دنیا پر رُونما ہونے والی ہے۔ اس کے بعد دیوتا نے پوری تفصیل کے ساتھ بتایا کہ اُسے کیا کرنا ہے۔ اس نے کہا: "آج سے سات دنوں کے بعد اَے تم دشمنوں کو راہِ راست پہ لانے والے شخص! تینوں دُنیائیں موت کے سمندر میں غرق ہوجائیں گی۔ لیکن تباہی مچانے والی موجوں کے عین درمیان میرا بھیجا ہوا ایک بڑا جہاز تمہارے سامنے موجود ہوگا۔ تم تمام طبّی مقاصد کی جڑی بوٹیاں، بیجوں کی تمام اقسام، سات نیک آدمیوں کی ہمراہی میں وحشی جانوروں کے جوڑوں کے درمیان تم اس کھُلے جہاز میں سوار ہوگے اور طوفان سے محفوظ رہ کر اس میں سفر کروگے۔ ایک بے روشنی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہوگا لیکن تمہارے نیک ساتھیوں کی چمک روشنی پیدا کریگی۔ جب جہاز کو تیز اور تُند ہوائیں ڈگمگانے لگیں تو تم سمندری سانپ کی رسی بنا کر جہاز کو میرے سینگ سے باندھ دینا۔ میں تمہارے قریب ہونگی۔ تمہارے جہاز کو کھینچتی رہونگی۔ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے بالکل قریب! میں سمندر پہ ہی رہونگی اَے انسانوں کے سردار! برہما کی ایک پوری رات کے عرصے تک! اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ میری اصلی عظمت کیا ہے اور میں کیسے صحیح معنوں میں برتر و بالا خدا ہوں۔ میری مہربانی سے تمہارے تمام سوالات کے جواب تمہیں مِل جائیں گے اور تمہارے دل کو مکمّل تسلّی اور ہدایت مِل جائیگی۔"

یہ ہدایت دیکر ہری غائب ہو گیا۔ بادشاہ ستیا ورات بڑی عاجزی سے اُس گھڑی کا انتظار کرنے لگا جو ہمارے حواس کے حکمران نے مقرر کر دی تھی۔ نیک دل بادشاہ نے دَربھ گھاس کے نکیلے پتے مشرق کی طرف بکھیر دیئے اور پھر شمال کی طرف منہ کر کے مچھلی کا رُوپ دھارنے والے دیوتا کے قدموں میں بیٹھ کر خیالات میں مستغرق ہو گیا۔ سمندر کی لہریں بپھرنے لگیں۔ ساحلوں سے باہر آ کر پھیلنے لگیں اور بالآخر زمین ایک طُوفانِ بلاخیز کی لپیٹ میں آ گئی۔ پھر یکدم گھنے بادل موسلا دھار بارش برسانے لگے بھاگوت کے حکم پر وہ ابھی مراقبے میں تھا کہ اُس نے دیکھا کہ ایک جہاز اسکی جانب بڑھتا آ رہا ہے۔ قریب آ کر رُک گیا تو یہ اپنے سات بڑے بڑے نیک آدمیوں، جڑی بوٹیوں اور ہری کی ہدایت کے مطابق دوسری چیزوں کے ساتھ اس میں سوار ہو گیا۔ عارفوں نے اس سے یوں خطاب کیا:

اے بادشاہ! کیشوَ پر دھیان دھرو وہی ہمیں اس مصیبت سے نجات دیگا اور ہمیں خوشحالی عطا کرے گا۔" بادشاہ نے دیوتا کو پکارا تو وہ پھر مچھلی کی صورت میں سامنے آ گیا جو وسیع سمندر پر صاف دکھائی دے رہی تھی۔ سونے کی طرح چمکتی دمکتی، لاکھوں میلوں تک پھیلی ہوئی۔ اس کے سر پر ایک بہت بڑا سینگ نُما کانٹا تھا۔ جیسا کہ ہری نے پہلے سے ہدایت دے رکھی تھی بادشاہ نے ایک بہت بڑے سمندری ناگ کو رسی بنا کر اس سینگ نما کانٹے سے باندھ دیا۔ اس طرح کی حفاظت کی تدبیر پر وہ مدھو کے تباہ کرنے والے پر بڑا خوش ہُوا اور اسکی ثنا کہنے لگا۔ جب بادشاہ اپنا بھجن ختم کر چکا تو وہ "پہلا مرد" بھاگوت اپنے ہی الُوہیاتی جوہر سے مخاطب ہو کر اُونچی آواز میں متبرک پُران پڑھنے لگا (یہی متسیا پُران) جس میں سنکھیا فلسفے کے اصول و قوانین ہیں۔ لیکن یہ ایک لامحدود راز تھا جسے ستیا ورات کے سینے میں چھپا دینا ضروری تھا۔ ستیا ورات جہاز میں' اپنے سات عارفین سمیت، خاموش بیٹھا اس اَبدی وجود کی زبانی قوّت و محافظت کے اعلان کردہ اُصولِ رُوح کو سنتا رہا۔ پھر ہری، اس تباہ کُن سیلاب کے فرو ہو جانے پر برہما کے ساتھ اُٹھا اور اس نے شیطان ہیاگرِو کو قتل کر کے مقدس کتابیں برآمد کر لیں۔"

⁂

۲۔ کورما یا کچھوا اوتار

اس اوتار کی ضرورت اُس وقت پیش آئی جب دیوتاؤں اور جنوں بھوتوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور دیوتاؤں کو انکے ہاتھوں شکست کھا جانے کا خطرہ محسوس ہوا۔ اس مصیبت سے بچنے کے لئے انھوں نے وشنو کو مدد کے لئے پکارا تو اُس نے امرت (آب حیات) حاصل کرنے کیلئے دودھ کے سمندر کو بلونے کا حکم دیا۔ اُس نے وعدہ کیا کہ مندر پہاڑ کو جب تم مدھانی بناؤ گے تو میں کچھوے کی شکل اختیار کر کے اس مدھانی کے لئے نہیلا بن جاؤنگا۔ مدھانی کا سرا جس کھوکھلی جگہ میں گھومتا ہے اُسے نہیلا کہتے ہیں۔ لکشمی دیوی کے بیان میں یہ ساری تفصیل آچکی ہے۔ لہذا یہاں چند زائد باتیں پیش کی جاتی ہیں جو وشنو پران سے لی گئی ہیں:

"ہری کی جب منت سماجت کی گئی کہ وہ دیوتاؤں کی مدد کرے تو اس نے کہا: میں تمہاری قوتوں کو بحال کر دونگا بشرطیکہ تم اسی طرح کرو جیسے میں کہوں۔ تمام دیوتا اور غیر دیوتا (یعنی انسان، جن بھوت پریت، شیاطین وغیرہ) پہلے مل کر تمام طبی مقاصد کی جڑی بوٹیاں دودھ کے سمندر میں ڈالو۔ اور

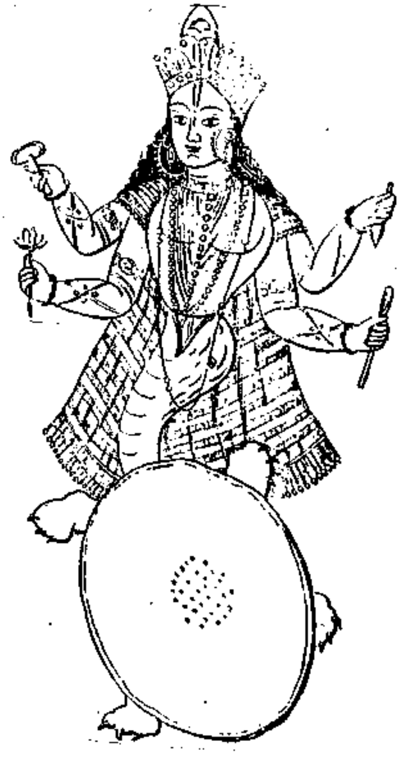

کورما (کتمان) یا

کچھوا اوتار

پھر میری مدد کے سہارے اسے بلونا شروع کر دو۔ غیر دیوتاؤں کی مدد حاصل کرنے کے لئے تم اُن سے صلح کرلو۔ اُن سے کہو کہ اس مشترکہ مشقت کے نتیجے میں جو امرت حاصل ہوگا وہ آدھا آدھا بانٹا جائیگا۔ وہ لوگ بھی اسے پی کر مضبوط اور توانا ہو جائیں گے اور لازوال بن جائیں گے۔ تم امرت کی مساویانہ تقسیم کا وعدہ کرلو لیکن؛ جب وقت آئیگا میں تو خود دیکھ لوں گا کہ دیوتاؤں کے یہ دشمن صرف محنت میں شریک رہیں گے محنت کا پھل حاصل نہیں کرسکیں گے''

پس دیوتاؤں نے اسورہ کے ساتھ معاہدہ کرلیا اور پھر ان دونوں نے ملکر سمندر بلونے کی مشقت اٹھائی۔ دیوتاؤں کے گروہ کو کرشن نے واشکی ناگ (بلونے کی رسی = نیترا) کے دم والے سرے پر کھڑا کیا اور غیر دیوتاؤں (دیتاؤں اور دانواؤں) کو سانپ کے منہ اور گردن والے سرے پر لگا دیا۔ سانپ کے شوکتے ہوئے پھن سے جو گرم شعلے نکلتے تھے اُن سے جھلس کر غیر دیوتاؤں کی آب وتاب ختم ہوگئی جو سانس یہ اندر لیتا تھا اس سے بادل بن جاتے تھے اور دیوتاؤں پر بارش برسا کر انھیں تازہ دم کر دیتے تھے۔ دودھ کے سمندر میں خود ہری کچھوا بن کر نہلیے کا کام دے رہا تھا۔ اس پہاڑ کی مدھانی کے سرا گھوم رہا تھا۔ ڈنڈے اور چکر والا دیوتا (برہما) بھی اس مجمعے میں مختلف شکلوں میں موجود تھا اور سانپوں کے بادشاہ کو، جو مدھانی کی رسی یعنی نیترا بنا ہوا تھا، آگے پیچھے کھینچنے میں مصروف تھا اور ایک دوسرے وسیع جسم میں پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا تھا۔ اپنی قوت کے حصے سے، جسے دیوتا اور غیر دیوتا نہیں دیکھ سکتا تھا، وہ ناگ بادشاہ کو سہارا دیئے ہوئے تھا اور دوسرے حصے سے وہ دیوتاؤں کے اندر طاقت اور ہمت وحوصلہ بھر رہا تھا۔ پرانوں میں وشنو کے اس اوتار کا یہی حال ملتا ہے جو بیان کیا گیا ہے لیکن اصل ابتدائی کتابوں میں، جہاں اس کہانی کا اصل ماخذ ہے اسے وشنو کی بجائے برہما کا اوتار بتایا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ برہما نے کچھوے کی صورت اختیار کی تھی ست پتھ براہمنا کے الفاظ یہ ہیں :۔

پرجاپتی (برہما) نے کچھوے کا روپ دھار کر نسلوں کو تخلیق کیا۔ "جو کچھ اُس نے تخلیق کیا وہی بنایا" کورما کے معنے یہی ہیں۔ کشیپ کا معنی کچھوا ہے اسی لئے تو آدمی کہتے ہیں کہ سب زندہ مخلوق کشیپ کی اولاد ہے یہ کچھوا اور آدیتہ ایک ہیں۔ جونہی برہما کی پرستش گھٹنے اور وشنو کی پرستش بڑھنے لگی ایک دیوتا کے نام، کام اور صفات دوسرے دیوتا کے نام، کام اور صفات سے ادل بدل ہونا شروع ہوگئے۔

۳۔ وَرَہ یا سُؤر اَوتار

اس اَوتار کے حالات میں بھی وہی اُلجھن ہے جو پچھلے دُو اَوتاروں کے حالات کے سلسلے میں تھی۔ پُرانی کتابیں، اور بعض بالکل جدید، اِسے برہما کا اوتار ہونا بیان کرتی ہیں۔ پھر کچھ جدید تصنیفات اور عام لوگوں کے اعتقادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وِشنُو کا کام ہے۔ البتہ نمایاں فرق یہ ہے کہ سابقہ صورت میں دیوتا کا سُؤر کی شکل میں ظاہر ہونا ایک ماورائے فطرت مقصد کے تحت تھا جبکہ بعد کی تحریروں میں مقصد ہے مذہبی رسومات کی اَدائگی کے ذریعے دنیا کو نا انصافیوں کے طُوفان سے رہائی دلانا۔

ماورائے فطرت مقصد یہ تھا کہ زمین سمندر کے اندر ڈوبی ہوئی تھی اور برہما کے ذمہ تخلیق کا کام تھا لہٰذا اس مقصد کی تکمیل کے لئے زمین کا ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ اس نے جنگلی سُؤر کی صورت اختیار کی اور زمین کو اپنی قتلیوں پر رکھ کر پانی سے باہر اُٹھا لایا۔

اس اَوتار کا سب سے پہلے ذکر ہمیں تیتریہ سنہتاؤں میں مِلتا ہے جو اس طرح سے ہے کہ "پہلے ساری کائنات پانی (مائع کی صورت) میں تھی۔ اس کے اُوپر پرجاپتی (بَرَہما) ہوا بن کر چلتا رہا۔ پھر سُؤر بن کر اس نے اسے اُوپر اٹھا لیا۔" اس شعر سے مطابقت کھاتا ہُوا ایک شعر تیتریا براہمنا میں ہے: "یہ کائنات پہلے پانی (مائع) تھی۔ پرجاپتی نے سخت ریاضتیں کیں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس پانی سے یہ کائنات کس طرح (ترقی یافتہ) ہو گی۔" اس نے سوچا کہ کہیں نہ کہیں کوئی چیز ایسی ضرور ہو گی جس کے اُوپر یہ قائم ہے۔ اس نے یہ بات کنول کے پتے کو دیکھکر کہی۔ پھر وہ سُؤر کی شکل اختیار کر کے نیچے غوطہ لگا کر کنول کے پودے تک پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ نیچے تو زمین ہے۔ اُس نے اس کا (زمین کا) ایک ٹکڑا توڑ لیا اور اُسے لیکر پانی کے باہر آ گیا۔" سَت پَتھ براہمنا میں بھی اسی قسم کا سوال ہے لیکن وہاں سُؤر کو "ایمُوشس" کہا گیا ہے۔ پہلے زمین صرف ایک بالشت کی لمبائی کی تھی۔ اور ایک سُؤر ایمُوش نامی اسے اُوپر اُٹھا لایا تھا۔

رامائن میں، اس کے دُو نظر ثانی شدہ متنوں میں، اس اَوتار کے دُو احوال درج ہیں۔ ایک میں، جو زیادہ پُرانا ہے، یہ کہا گیا ہے کہ برہما نے سُؤر کی شکل اختیار کی۔ دوسرے میں کہا گیا ہے کہ وِشنُو نے

جو برہما کی صُورت میں تھا، یہ کام کیا۔ متن کی تبدیلی قابلِ توجہ ہے۔ "سارا کچھ صرف پانی تھا جس کے اندر زمین بنائی گئی۔ وہاں سے قائم بالذّات برہما اپنے دیوتاؤں کے ہمراہ اُٹھا۔ پھر سُؤر کی شکل اختیار کرتے ہوئے اس نے زمین کو اُوپر اُٹھالیا اور پھر دیوتاؤں نے اپنے بیٹوں کے ساتھ مِل کر ساری دنیا کو تخلیق کیا۔

یہاں تک غالباً پُرانا متن ہے۔ بعد میں لِکھا ہے کہ سارا کچھ صِرف پانی تھا جس میں سے زمین بنائی گئی۔ پھر اُٹھا برہما، قائم بالذّات اور لازوال وِشنُو اور اس نے سُؤر کی شکل اختیار کر کے، زمین کو اُوپر اُٹھا لیا اور ساری دُنیا کو تخلیق کر ڈالا۔"

وِشنُو پُران میں دی گئی تفصیل سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وِشنو بشکل برہما تھا جس نے جنگلی سُؤر کی شکل اختیار کی تھی۔ چُونکہ پہلے لوگوں نے اس کام کو برہما سے منسوب کیا ہُوا تھا اس لئے وِشنو کو برہما سے الگ کرنے کے لئے یہ ترمیم ضروری تھی۔ وِشنُو پُران کا بیان اس طرح سے ہے :

مجھے بتاؤ کہ موجودہ زمانے کی ابتدا میں نارائن نے، جسے برہما بھی کہا جاتا ہے، کس طرح اِن موجودہ چیزوں کو تخلیق کیا؟ آخری جُگ کے خاتمے پر اُلوہیاتی برہما جو صفاتِ حسنہ کا مالک ہے۔ اپنی نیند کی رات ختم کر کے بیدار ہُوا تو اُس نے ہر طرف عالمگیر ویرانی چھائی ہوئی دیکھی۔ وہ، اعلیٰ اور برتر نارائن، جو برہما کی صورت میں تھا اس نتیجے پر پہنچا کہ زمین کہیں پانی کے اندر پڑی ہے۔ اُس نے اسے اُٹھا لانے کی خواہش کی تو ایک اور صُورت اختیار کر لی تاکہ یہ مقصد بھی پُورا ہو جائے۔ چنانچہ جس طرح پہلے وہ مچھلی اور کچھوا بنا تھا اس مرتبہ وہ سُؤر بن گیا۔ ویدوں کی قُربانیوں سے بنی ہوئی یہ شکل اختیار کر کے، تاکہ ساری زمین محفوظ ہو جائے، وہ اَبدی، اعلیٰ و برتر، اور کائنات پر حاوی و محیط رُوح سمندر میں کُود گیا۔ زمین کے قریب پہنچا تو زمین نے عقیدتمندی سے سر جُھکا کر اس کی تعریف و توصیف میں بھجن گائے اور کہا کہ میں تو تم سے ہی نکلی ہوں اور جس طرح تمام دوسری چیزیں تمہاری محتاج ہیں اسی طرح میں بھی تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ یہ تعریف سُن کر دنیا کو سہارا دینے والا مہربان اِس طرح میٹھی آواز میں گنگنانے لگا جیسے سام وید کو سُریلی لَے میں پڑھ رہا ہو۔ پھر اُس طاقتور سُؤر نے جس کی آنکھیں کنول کے پھُول کی طرح تھیں، جس کا جسم اِتنا بڑا اور وسیع تھا جیسے نیلا کے پہاڑ ہیں، اپنی بڑی بڑی قتلیوں پر زمین کو اس کے سب سے نچلے طبقات سمیت اُٹھا لیا۔ جب اُس نے اپنا سر باہر نکالا تو جو پانی اس کے ماتھے سے ٹپکا اس نے بڑے بڑے زاہدوں سنندن سمیت جو دیوتاؤں کے عِلاقوں میں رہتے تھے، پاک صاف کر دیا۔ اس کے کھُروں سے جو پانی گِرا وہ شور

مچاتا ہوا نچلی دُنیاؤں کے اندر گھس گیا۔ اُس کی سانس کے سامنے آکر جَن لوک کے باشندے (آدمی) اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ مُنیوں نے سُؤر کے بالوں میں پناہ لی ہوئی تھی اور جب سُؤر زمین کو لے کر اُٹھ کھڑا ہوا تھا تو یہ کانپ رہے تھے۔ اور بھیگے ہوئے تھے۔

وائیو پُران کے مطابق یہ سُؤر دس یوجن چوڑا اور ایک ہزار یوجن اُونچا تھا۔ یوجن ساڑھے چار میل لمبا ہوتا ہے۔ بعض نو میل لمبا بھی کہتے ہیں۔ اس کا رنگ کالے بادل کا سا تھا۔ اور اسکی رُوڑ بادل کی گرج کی طرح تھی۔ اس کی جسامت پہاڑ جتنی تھی۔ اسکی پَتلیاں سفید، تیز اور خوفناک تھیں۔ آنکھوں سے بجلی کے کوندے کی طرح چنگاریاں چھوٹتی تھیں اور وہ خود سورج کی طرح چمکتا تھا۔ اس کے کندھے گول اور موٹے تھے اور وہ ایک طاقتور شیر کی طرح چلتا تھا۔ اس کے کُولہے موٹے اور کمر پتلی تھی اور بدن ہموار اور خوبصورت تھا۔ مَتسیا پُران بھی اس تفصیل سے اتفاق کرتا ہے۔ بھاگوت پُران کہتا ہے کہ سُؤر برہما کے نتھنوں سے نکلا تھا۔ یہ پہلے انگوٹھے جتنا تھا پھر فوراً ہاتھی کی جسامت کا بن گیا۔ اس پُران نے ایک اور حکایت کا بھی اضافہ کیا ہے، وہ اس طرح کہ ہرن یاکشا اپنے کسی پہلے جنم میں وِشنو کے محل کا دَربان تھا۔ اُس نے بہت سے مُنیوں کو وِشنو سے مُلاقات نہ کرنے دی تھی۔ مُنیوں نے غُصّے میں آکر اسے سَراپ دیا جس کے نتیجے میں یہ دوسرے جَنم میں دِتی کا بیٹا بن کر پیدا ہوا۔ جب زمین پانیوں کے نیچے ڈوبی ہوئی تھی تو اس نے وِشنو کو زمین اُٹھاتے دیکھ لیا۔ ہرن یاکشا نے کہا زمین میری ہے۔ چُنانچہ اس چھینا جھپٹی کے نتیجے میں دونوں لڑ پڑے۔ تاہم وِشنو نے اسے قتل کر دیا۔

اب وَداہا دیوتا کی شان میں پارساؤں نے جو بھجن گائے ہیں اس پُران میں وہ دیئے گئے ہیں مثلاً کہا ہے: "فتح ہو تمہاری اے مالکوں کے مالک، سب سے اعلیٰ اور بَرتر۔ کیشوَ، زمین کے بادشاہ! پیداوار کے سبب، عدم اور وجود کے باعثِ اوّل، تُم ہو اے دیوتا اور تمہارے سوا اور کوئی شرطِ اوّلین نہیں ہے۔ تم ہی "قُربانی" کے مقصود ہو۔ تمہارے پاؤں وید ہیں۔ تمہاری پَتلیاں وہ ٹکٹکیاں ہیں جن کے ساتھ قُربان ہونے والے کو باندھا جاتا ہے۔ تمہارے دانت پرشاد ہیں۔ تمہارا مُنہ قربان گاہ ہے۔ تمہاری زبان آگ ہے اور تمہارے جسم کے بال قُربانی کی گھاس کے تنکے ہیں۔ اے ہر چیز پر اختیار و قُدرت رکھنے والے! تمہاری آنکھیں دِن اور رات ہیں۔ تمہارا سَر برہما کی نشستگاہ ہے۔ تمہارا نام ویدوں کے تمام بھجن ہیں ......''

اس برتر و بالا وجود نے اپنی یہ تعریفیں سُن کر زمین کو تھام لیا، پھر اُسے جلدی سے اُٹھا لیا۔ اور سمندر کی چوٹی

پر رکھ دیا جہاں یہ تیر رہی ہے ایک بڑے جہاز کی مانند، اور چونکہ اسکی سطح بہت وسیع ہے اس لئے یہ ڈوبتی نہیں ہے۔" اس بیان سے ہندوؤں کے اس عقیدے کی تردید ہوتی ہے جس کی رُو سے عام لوگ کہتے ہیں کہ زمین ایک کچھوے کی پیٹھ کے اُوپر رکھی ہوئی ہے اور جب تھک کر یہ کچھوا پاؤں بدلتا ہے تو زمین پر زلزلہ آجاتا ہے۔

۴۔ نِرسنگھا یا نصف آدم نصف شیر اوتار

پچھلے اوتار کے حالات کے ضمن میں ایک حکایت میں کہا گیا تھا کہ وِشنو نے سمندر کی تہ سے زمین کو اُٹھاتے ہوئے ایک جن ہرین یاکشا کو قتل کر دیا تھا۔ اس دستیا کا ایک بھائی تھا "ہرن لیکاسی پُو" جس نے برہما سے یہ نعمت حاصل کر رکھی تھی کہ کوئی تخلیق شدہ ہستی اُسے قتل نہ کر سکے گی سوائے البتہ وِشنو کے ـــــ !

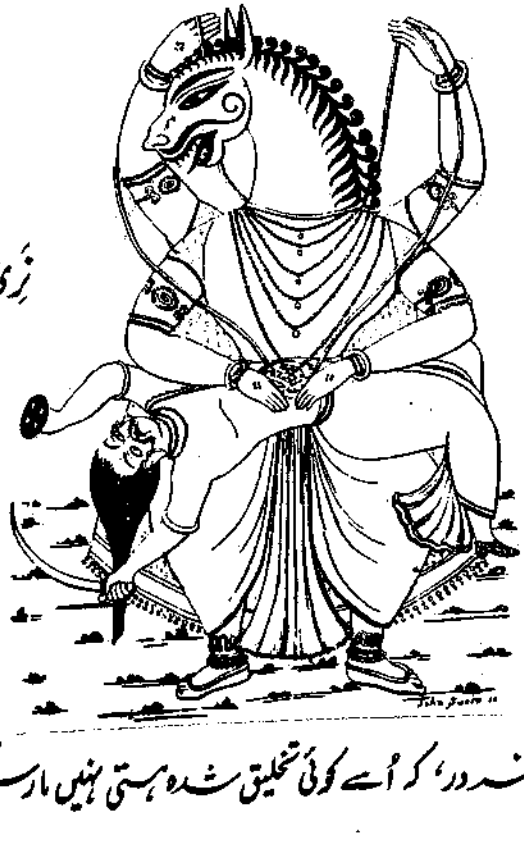

نِرسنگھا اوتار

جب اُس کا اس بات پر غرور، کہ اُسے کوئی تخلیق شدہ ہستی نہیں مار سکتی، حد سے بڑھ گیا

اور دیوتا اور انسان اسکی سرکشیوں سے تنگ آکر اسکی موت کی دُعائیں مانگنے لگے تو وِشنو ایک زِندہ وجود، نصف آدمی نصف شیر کی صورت میں زمین پر اُترا اور اُسے قتل کر دیا۔ اس صُورت کے اختیار کرنے سے برہما کا قول بھی پُورا ہوگیا، کیونکہ مارنے والا نہ آدمی تھا نہ حیوان تھا، اور دیوتاؤں اور انسانوں کی خواہش بھی پُوری ہوگئی۔ اس راکھشس کے دِل میں دیوتا کے خِلاف نفرت پیدا ہوگئی تھی کیونکہ پچھلی اَوتاریت کے دَوران دیوتا نے اس کے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ اس نفرت کی کہانی قدرے طویل ہے لیکن بڑی دِلچسپ ہے۔ وِشنو پُران کے حوالے سے یہ کہانی یہاں دَرج کی جاتی ہے :

دِتی کے بیٹے "ہرن یک سپُو" کو برہما نے ایک نعمت عطا کر دی تھی جس کی وجہ سے وہ تینوں دنیاؤں کو اپنے زیرِ اقتدار لے آیا تھا۔ اُس نے اِندرا کے اختیار و اقتدار کو بھی غصب کر لیا تھا اور اب وہ خود ہی سُورج کے، ہوا کے، پانیوں کے سردار کے اور چاند کے فرائض ادا کر رہا تھا۔ بلکہ مال و دولت کا دیوتا بھی وہ خود تھا۔ مُردوں کا جج بھی خود تھا۔ اس کے علاوہ دیوتاؤں کو جو چیزیں بھینٹ میں دی جاتی تھیں اُن کا وصول کرنے والا بھی وہ خود بن گیا تھا۔ یعنی دیوتاؤں کو محروم رکھ کر وہ ان تمام چیزوں کا بلا شرکتِ غیرے خود ہی مالک بن بیٹھا تھا۔ دیوتا بیچارے اپنے آسمانی مقامات سے پرواز کر کے مختلف فانی اشیاء کے بھیس میں زمین پر آوارہ پھرنے لگے۔ انہیں دَیتیا کے خوف کی وجہ سے راہِ فرار اختیار کرنا پڑی۔ چونکہ اس نے تینوں دُنیاؤں کو فتح کر لیا تھا اس لئے یہ مغرور ہوگیا پھر گندھرفے بھی اس کے مداح ہوگئے جو کچھ یہ چاہتا اسے مِل جاتا۔

اس اَسورہ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام پرہلاد تھا۔ یہ بیٹا بڑے خلوص اور انہماک سے وِشنو کی پرستش کرتا تھا جبکہ اس کا باپ وشنو سے سخت نفرت کرتا تھا۔" ایک موقعہ پر پرہلاد اپنے اُستاد کے ساتھ اپنے باپ کے دَربار میں حاضر ہوا۔ باپ اُس وقت شراب پی رہا تھا۔ بیٹے نے باپ کے قدموں تک جُھک کر سلام کیا۔ ہرن یک سپُو نے بیٹے کو سجدے سے سر اُٹھانے کا حکم دیا اور کہا : طالب علمی کے عرصے کے دَوران جو کچھ علم و ہنر تم نے سیکھا ہے میرے سامنے اُسے مختصراً موزوں انداز کے ساتھ دُہراؤ۔" پرہلاد نے کہا: میں نے صِرف اُسی کی حمد و ثنا کہنا سیکھا ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ وسط ہے، نہ آخر ہے۔ جو نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے جو دنیا کا لازوال مالک و آقا ہے۔ پُوری کائنات کا مُسبّبُ الاسباب!" یہ الفاظ سُنتے ہی دیتیاؤں کے بادشاہ کے چہرے کا رنگ سُرخ ہوگیا، غُصّے سے اسکی آنکھیں لال انگارا ہوگئیں اور نفرت سے اُس کے ہونٹ سُوج گئے۔ اپنے بیٹے کے اُستاد کی طرف مُنہ پھیرتے ہوئے اُس نے کہا: "بدمعاش براہمن!

کیا یہی کچھ سکھایا ہے تم نے میرے بیٹے کو کہ وہ میرے سامنے دشمن کی لمبی چوڑی تعریفیں کر کے میری بے ادبی کرے ؟" اُستاد نے الزام سے انکار کرتے ہوئے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا مگر پرہلاد خود آگے بڑھا اور اس نے کہا : "وشنو ساری دنیا کا ہدایت دینے والا ہے۔ اس عظیم رُوح کے علاوہ اور ہے ہی کیا جو کوئی سیکھے یا کسی کو سکھائے ؟" بادشاہ چلّایا او کوڑھ مغز! کون ہے یہ وشنو جس کا نام تم گستاخانہ انداز میں بار بار میرے سامنے دُہرا رہے ہو ؟ ان تینوں دنیاؤں کا شہنشاہ تو میں ہوں"! پرہلاد نے جواب دیا کہ وشنو کی شان اور عظمت پر تو صرف عارف لوگ ہی مستغرق رہ سکتے ہیں، اسے الفاظ کے ذریعے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ سب سے اعلیٰ اور ارفع آقا ہے۔ وہی ہر چیز ہے اور اُسی سے ہر چیز وجود پاتی ہے'۔ بادشاہ نے اسے موت کی دھمکی دی لیکن پرہلاد نے کہا : وشنو ہی خالق، مالک اور مُحافظ ہے، نہ صرف میرا بلکہ تمام انسانوں کا۔ اور اے باپ، تمہارا بھی !" باپ برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ واپس اپنے گورو کے گھر چلے جاؤ۔

پرہلاد کو ایک بار پھر دربار میں بلایا گیا۔ اُسے کہا گیا کہ کوئی نظم سناؤ تو اس نے وشنو کی تعریف میں بھجن گانے شروع کر دیئے۔ بادشاہ طیش میں آکر چیخ اُٹھا : قتل کر دو اس لُچے کو۔ اپنے دوستوں کے ساتھ غداری کرنے والوں کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ تو اپنی نسل پر بھی کلنگ کا ٹیکہ ہے"۔ یہ حکم سنتے ہی بادشاہ کے خُدّام اپنے ہتھیاروں کے ساتھ پرہلاد پر ٹوٹ پڑے۔ کئی تلواریں اور برچھے اس پر برسے لیکن اُسے ذرا بھر آغرا تک نہ آیا۔ اس پر باپ نے بیٹے کو نرمی سے کہا : وشنو کی تعریفیں کرنا چھوڑ دو لیکن پرہلاد نے صاف کہہ دیا کہ جب تک وہ لازوال محافظ میرے دل میں اندر سمایا ہوا ہے مجھے کسی خطرے کی کوئی پروا نہیں ہے۔

ہرن یکت سپُو نے زچ ہو کر سانپوں کو حکم دیا کہ اس نافرمان اور دیوانے بیٹے کو کاٹ کاٹ کر مار ڈالو۔ سانپوں نے پرہلاد پر بھرپور وار کئے لیکن اس پر کچھ اثر نہ ہُوا۔ سانپوں نے چیخ کر بادشاہ سے کہا : ہمارے دانت ٹوٹ گئے ہیں، زہر کی پوٹلیاں خالی ہو گئی ہیں، چمکدار خوبصورت چھجیاں چُڑ مُڑ ہو گئی ہیں، لیکن اب ہمارے پھنوں میں بخار ہے اور دلوں میں خوف، کیونکہ اس نوجوان کی جلد پر خراش تک نہیں آئی۔ براہ کرم ! اب کوئی اور تدبیر سوچئے۔ اے دیوتاؤں کے

کے بادشاہ!" اس کے بعد بادشاہ کے حکم پر آسمان کے ہاتھیوں نے، کہ ان میں سے ہر ایک پہاڑ کی چوٹی کے برابر تھا، پرہلاد پر حملہ کردیا۔ انھوں نے اسے لتاڑا، سونڈوں سے حملے کئے، لیکن پرہلاد کے دل میں تو گووندہ بسا ہوا تھا، اس کی ساری توجّہات اسی پر مرکوز تھیں لہٰذا ہاتھیوں کے دانت اس کے سینے سے مَس ہوتے ہی کُند ہوجاتے تھے۔ ناکام ہوکر بادشاہ نے آگ کو حکم دیا کہ اسے بھسم کردو اور ہواؤں کو حکم دیا کہ تم آگ کے شعلوں کو خوب بھڑکاؤ تاکہ یہ ملعون جل کر خاکستر بن جائے۔ پھر دانوؤں نے شہزادے کے گِرد لکڑیوں کے انبار لگادیئے اور ان میں آگ لگادی لیکن پرہلاد بولا: "ابّا جان! ہوائیں اس آگ کو جتنا بھڑکائیں یہ آگ میرا کچھ نہ بگاڑ سکیگی۔ بلکہ میں تو اب اپنے اِردگِرد آسمانوں کا چہرہ دیکھ رہا ہوں، کنول کے پھولوں کی تازہ تازہ ٹھنڈی خوشبوئیں آرہی ہیں!"

اب شاہزادے کی طرفداری کرتے ہوئے براہمنوں نے بادشاہ کو سفارش کی اور کہا کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ شاہزادے کو یا تو پڑھا سمجھا کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے پر مجبور کردیں گے یا پھر اسے مار ڈالنے کی کوئی مؤثر تدبیر نکالیں گے۔ لیکن بجائے اس کے کہ براہمن اُسے کچھ سمجھاتے اُلٹا پرہلاد نے انھیں وِشنو کے بارے میں پڑھانا شروع کردیا اور اُن سے کہا کہ وِشنو کے پُرخلوص پجاریوں کو بڑی برکتیں نصیب ہوتی ہیں۔ براہمنوں نے بادشاہ کو سارا ماجرا سناتے ہوئے کہا کہ ہم شہزادے کو راہِ راست پر نہیں لاسکتے بادشاہ نے خانساموں کو حکم دیا کہ شہزادے کے کھانے میں زہر مِلادو لیکن دوسری تدبیروں کی طرح یہ تدبیر بھی ناکام ہوگئی۔ اب براہمنوں نے دلائل سے کام لیتے ہوئے شہزادے سے کہا کہ بیٹے کا سب سے بڑا فرض اپنے باپ کا احترام کرنا ہے لیکن دلیل بازی بھی کارگر نہ ہوئی۔ اس پر براہمنوں نے پرہلاد کو یاد دلایا کہ انھوں نے اس کے باپ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس نے انکی بات نہ مانی تو یہ اسے جادو منتر کے ذریعے مار ڈالیں گے۔ پرہلاد نے بڑے اطمینان سے جواب دیا: "کونسی زندہ مخلوق ایسی ہے، جو کسی کو قتل کرتی ہے یا خود قتل ہوتی ہے؟ کون سی زندہ مخلوق ایسی ہے جو کسی کو تباہ کرتی ہے یا خود تباہ ہوتی ہے؟ کوئی نہیں۔ ہر زندہ مخلوق اپنے نیک اور بد اعمال کے مطابق خود اپنی فنا اور بقا کی ذمّہ دار ہے۔" اس جواب پر وہ برافروختہ ہوگئے اور انھوں نے منتروں کے زور سے ایک ساحِرہ پیدا کرلی جو آگ کے شعلوں میں لپٹی ہوئی تھی

اور جس کے قدم پڑتے ہی زمین بھن جاتی تھی۔ اس نے پرہلاد کے سینے پر ضرب لگائی لیکن کوئی اثر نہ ہوا خفا ہو کر اس نے براہمنوں کی طرف دیکھا، وہ سب بھسم ہو گئے اور یہ غائب ہو گئی۔ تاہم شہزادے نے دُعا کی تو براہمن زندہ ہو گئے اور دُعائیں دیتے ہوئے رُخصت ہو گئے۔

براہمنوں نے جا کر بادشاہ کو سارا ماجرا سُنایا۔ اُس نے بیٹے کو بُلوا کر پُوچھا: بیٹے وہ کون سا جادو ہے تمہارے پاس جو تمہیں ہر آفت سے محفوظ رکھتا ہے؟ پرہلاد نے جواب دیا: یہ کوئی جادو نہیں۔ بلکہ صرف وِشنو ہے جو دیدہ و دل اور رگ و پے میں سمایا ہوا ہے۔ وہی مجھے محفوظ رکھتا ہے۔ صرف مجھے ہی نہیں بلکہ ہر اُس شخص کو محفوظ و مامون رکھے گا جو اسی طرح اُس پر اعتماد رکھے گا۔" بادشاہ پھر ناراض ہو گیا اُس نے نوکروں کو حکم دیا کہ اسے اس محل سے نیچے پھینک دو۔ محل کئی یوجن (ساڑھے چار سے نو میل تک) اُونچا تھا اور پہاڑوں کے درمیان تھا جہاں سے گِر کر ہڈی پسلی بچ ہی نہیں سکتی تھی۔ دیتاؤں نے حکم کی تعمیل میں اُسے محل سے نیچے پھینک دیا۔ پرہلاد نے آنکھیں بند کر کے ہری کا تصوّر دل میں باندھ لیا۔ زمین نے جو ہر جاندار مخلوق کی دایہ اور اَنّا ہے اسے پیار سے اپنی آغوش میں لے لیا اور دُنیا کے محافظ کیشوَ نے اپنے پرستار کو ایک بار پھر محفوظ رکھا۔

ہِرن یک سپُو نے دیکھا کہ اس کے بیٹے کا تو بال بھی بیکا نہیں ہوا تو اُس نے طاقتور جادوگر سموَر کو بُلایا اور کہا کہ اب تم کوشش کر دیکھو۔ اس نے اپنا سارا ہُنر آزمایا لیکن شہزادے پر کوئی اثر نہ ہوا اس کے بعد شہزادے کو ایک بار پھر گورو کے گھر بھیج دیا گیا کہ وہ اُسے سیاست کی تعلیم دے۔ جب یہ تعلیم مکمّل ہو چکی تو بادشاہ نے پھر اسے دربار میں بُلوایا اور پوچھا کہ تمہارا نظامِ حکومت کیا ہو گا۔ پرہلاد نے جواب دیا کہ اگرچہ مجھے گوروجی نے سب کچھ بتا دیا ہے تاہم میں ان کی کسی بھی بات کو تسلیم نہیں کرتا۔" یہ کہہ کر اُس نے وِشنو کے تعریفی بھجن پڑھنے شروع کر دیئے۔ باپ نے جل کر کہا: "اسے مضبوط رسیوں سے جکڑ کر سمندر میں پھینک دیا۔ تاہم جونہی اُس کا جسم پانی سے مَس ہوا سمندر میں تلاطم پیدا ہو گیا۔ لہریں اُٹھ اُٹھ کر زمین کی طرف بڑھنے لگیں اور خطرہ پیدا ہو گیا کہ ساری خشکی زیرِ آب آ جائے گی۔ جب ہِرن یک سپُو نے یہ کیفیّت دیکھی تو اس نے حکم دیا کہ بڑی بڑی چٹانیں ایک دُوسرے کے قریب اِس طرح پھینکی جائیں کہ ان کے بھاری بوجھ کے نیچے وہ دب جائے جسے آگ نہیں جلا سکی جسے …… وغیرہ۔ اُس نے کہا: "چُونکہ یہ مر نہیں سکتا اس لئے یہ سمندر کی گہرائیوں میں پہاڑوں کے بوجھ کے نیچے ہزاروں سال زندہ رہے۔" ایسا

ہی کیا گیا۔ لیکن پرہلاد کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ اس کے دِل و دماغ پر ہری چھایا ہُوا تھا۔ اور اب وہ اپنی شناخت بھی وِشنو کے ساتھ ہم رنگ ہو جانے کے حوالے سے کرنے لگ گیا تھا۔ جونہی اپنے مراقبے میں پرہلاد نے اپنے آپ کو وِشنو کے اندر ضم ہوتے پایا تو اس کے تمام بندھن ٹُوٹ گئے۔ پرہلاد ایک بار پھر اپنے باپ کے سامنے تھا۔ وِشنو کی تعریف میں بھجن گاتا ہُوا۔ اس مرتبہ باپ نے دَوڑ کر بیٹے کے ماتھے کو چُوم کر گلے لگایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اُس کے مُنہ سے تحیُّر میں صرف اتنا نکلا: ”کیا تم زندہ ہو میرے بیٹے!“

کچھ عرصے تک تو باپ بیٹے کے درمیان مکمّل صلح صفائی رہ گئی۔ وِشنو پُران یہاں پہنچ کر کہانی ختم کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جب وِشنو نے ”آدمی۔شیر“ کی صُورت اختیار کر کے ہِرن یَک سِپو کو قتل کر دیا تو پرہلاد دَیتیاؤں کا بادشاہ بن گیا۔ لیکن بھاگوت پُران کہانی کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتا ہے کہ پرہلاد نے باپ سے کہا: ”وِشنو مجھ میں ہے، آپ میں ہے، بلکہ ہر چیز میں ہے۔“ تو باپ نے کہا کہ اگر وِشنو ہر جگہ ہے تو اِس ستون میں نظر کیوں نہیں آتا۔ اس پر شہزادے نے جواب دیا کہ اگرچہ وِشنو دکھائی نہیں دیتا پھر بھی وہ ستون کے اندر موجود ہے۔ باپ نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو لو میں اسے قتل کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے ستون پر وار کیا۔ معاً ستون میں سے وِشنو آدھا آدمی آدھا شیر بن کر باہر نکلا۔ اس نے دانتوں سے ہِرن یَک سِپو کی ران کو پکڑا اور درمیان سے سارے جسم کو پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ برہما نے اسے بچن دے رکھا تھا کہ کوئی عام انسان یا حیوان اسے نہیں مار سکے گا، نہ وہ رات کو مرے گا نہ دن کے وقت مرے گا۔ نہ زمین پر مرے گا نہ آسمان پر، نہ آگ سے مرے گا نہ پانی سے یا کسی تلوار وغیرہ سے۔ مریگا تو برہما کا یہ بچن لفظ بہ لفظ پُورا ہُوا کیونکہ جب وِشنو نے اسے قتل کیا تو یہ غروبِ آفتاب کا وقت تھا۔ یعنی نہ دن تھا نہ رات تھی۔ اور مقامِ قتل سرکنڈے وغیرہ کے کیرے بھورے کی چھت کے نیچے تھا۔ جو ہندوؤں کی ایک ضرب المثل کے مطابق زمین سے باہر ہے۔ اسی طرح اس کا مارنے والا بھی نہ آدمی تھا نہ جانور اور نہ ہی کوئی ہتھیار استعمال ہُوا تھا۔

۵۔ وامَن یا بونا اَوتار

جن چار اَوتاروں کا ذکر اب تک کیا جا چکا ہے ان کا زمانہ ”ستیہ یُگ“ یا ”سَتجا دیلا“ کہلاتا ہے

یہ زمانہ کلاسیکل ہندو اَدب کے مُصنفیّن کے دَور سے مُطابقت رکھتا ہے وامن یا بونے اوتار کے زمانے کو تریتا یُگ یا دُوسرا زمانہ کہا جاتا ہے۔ یُگ کِتنے سال کے عرصے کو کہتے ہیں اسکی تفصیل آگے آئے گی۔ جہاں ہندُوؤں کے عقیدے کے مطابق وقت کی تقسیم پر ایک علیٰحدہ باب قائم کیا جائے گا۔ پہلے یُگ کو جس میں کلاسیکی اَدب تصنیف ہُوَا۔ سچا دیلا یا عہد صداقت کِن وجوہات کی بنا پر کہا جاتا ہے اس کا فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے کیونکہ اگر پرہلاد کی کہانی کو سَتیہ یُگ یا عہدِ صداقت کی صحیح تصویر مان لیا جائے تو پھر تو یہ زمانہ ہمارے آج کے زمانے سے کِسی طور بھی بہتر نہیں تھا۔ اِنسانی نفسیات ہی کچھ ایسی ہے کہ ہمیں عہدِ ماضی، اپنی تمامتر خرابیوں کے باوجود اچھا لگتا ہے۔

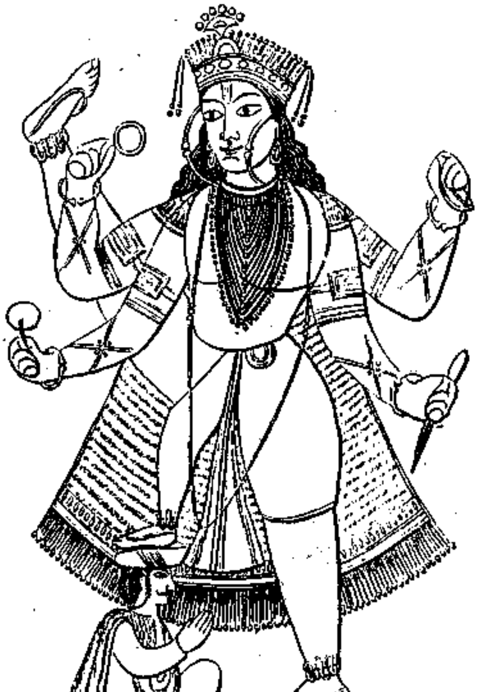

وامَنَ
اوتار

اِس اَوتاریت کی ضرورت اِس لئے پیش آئی کہ دیوتاؤں کو آسمانوں کی بادشاہت واپس دِلاتی تھی۔ ہُوَا یُوں کہ پرہلاد کا پوتا "بالی" جو شیاطین میں سے تھا، اپنے پَردادے ہرَن یَک سپُو کی طرح تینوں جہانوں یعنی زمین، فضا اور آسمان کا بادشاہ بن گیا تھا۔ ایک براہمن بونے کی شکل اختیار کرکے "وِشنو"

اس کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اِتنی سی جگہ دے دو جتنی میں اپنے تین قدموں سے طے کر لُوں۔ بادشاہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ بونا فوراً دیو قامت بن گیا۔ اُس نے ایک ڈگ بھرا تو آسمان طے ہو گئے دُوسرا ڈگ بھرا تو زمین طے ہو گئی اور اس طرح اس کا مقصد حل ہو گیا۔

سکندا پُران میں اسکی تفصیل یُوں دی گئی ہے:

جب اَمرت حاصل کرنے کے لئے دُودھ کے سمندر کو بلویا گیا تھا تو امرت کی تقسیم کے سلسلے میں دیوتاؤں اور غیر دیوتاؤں کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا جس میں غیر دیوتاؤں کو شکست ہو گئی تھی۔ بالی نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت و اقتدار کے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے ایک بڑی قیمتی قربانی کا اہتمام کیا۔ جب مقدّس آگ کو بھینٹ دے چکا تو اس میں سے ایک عجیب و غریب گاڑی نِکلی جس میں چار سفید گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ ایک جھنڈا لہرا رہا تھا جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی اور گاڑی میں آسمانی زرہ بکتر اور ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ جب رسُومات ختم ہو گئیں تو اُس نے ایک فوج مرتب کی اور اپنی اس عجیب و غریب گاڑی میں بیٹھ کر اس نے اندرا کے آسمان کے دارالحکومت اَمراوتی کا محاصرہ کر لیا۔ دیوتا ڈر گئے تو انہوں نے اپنے گُرو سے مشورہ طلب کیا۔ گُرو نے انہیں بتایا کہ تمہارے دُشمن نے ریاضتیں کر کر کے اپنے آپ کو ناقابلِ شکست بنا لیا ہے۔ یہ سُن کر وہ لوگ اور بھی پریشان ہو گئے۔ اِندرا نے اپنے گُرو دَرِہسپتی سے پوچھا کہ اب کیا کیا جائے اُس نے کہا تم اَمراوتی کو چھوڑ دو، دُوسری شکلیں اختیار کر لو اور اپنا گھر کہیں اور جا کر بنا لو۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ اِندرا مور بن گیا، کوبرا چھپکلی بن گئی اور دُوسرے دیوتا مختلف رُوپ بدل کر کشیپ کے گوشہ تنہائی کی طرف چلے گئے۔ اسے انہوں نے اپنی اُفتاد سُنائی تو اس نے اپنی بیوی اَدِتی سے کہا کہ تم ایک ایسی سخت ریاضت کرو جس سے وِشنو تمہارا بیٹا بننے پر راضی ہو جائے پھر اس کے ذریعے سے دیوتا اپنا کھویا ہوا آسمان واپس لے سکیں گے۔

چونکہ اس اوتار کا اصل ماخذ غالباً ویدوں کی استعاراتی زبان میں پایا جاتا ہے اس لئے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کی تعلیمات کا مطالعہ، جہاں تک ممکن ہو، تاریخی ترتیب سے کرنا بہتر ہے۔ اُوپر والی حکایت جو سکندا پُران سے لی گئی ہے۔ اس سوال کے جواب میں لکھی گئی تھی کہ وِشنو اس عجیب و غریب شکل میں کیوں ظاہر ہوا تھا۔ رگ وید میں اس حکایت کا خفیف سا اشارہ ان الفاظ میں ملتا ہے کہ "وِشنو اس کائنات پر چلا، اور اُس نے تین جگہوں پر اپنا قدم رکھا۔" قدم رکھنے کی اس بات کی تشریح کئی طرح سے کی گئی ہے۔ مثلاً ایک شارح کہتا ہے کہ اس سے مراد دیوتا کا تین مظاہر میں نظر آنا ہے۔ زمین پر آگ، فضا میں بجلی اور آسمان

پر سورج ۔ ایک اور شارح کہتا ہے کہ ان تین قدموں سے سُورج کی تین حالتیں صبح، دوپہر اور شام مراد ہیں ۔ اس اعتبار سے وِشنو صرف سورج متصوّر ہو گا ۔ رگ وید میں اکثر اس کو بڑے قدم بھرنے والا کہا گیا ہے ظاہر ہے کہ اشارہ اس کے انہی تین قدموں کی طرف ہے ۔

ست پتھ برہمنا میں وِشنو کے قدموں کی سادہ سی بات کو پھیلا کر بیان کیا گیا ہے ۔ دیوتاؤں اور غیر دیوتاؤں دونوں نے مِل کر کوشش کی کیونکہ دونوں پرجاپتی کی اولاد تھے ۔ پھر دیوتا شکست کھا گئے اور اَسُورہ نے کہا یہ دنیا یقیناً اب ہماری ہے ۔ آؤ ہم زمین کو تقسیم کر لیں اور اسی کو اپنی گزر بسر کا ذریعہ بنا لیں ۔ دیوتاؤں نے یہ بات سُنی تو کہا : اَسُورہ زمین کو بانٹ رہے ہیں آؤ اس جگہ پر چلیں جہاں یہ اسے تقسیم کر رہے ہیں ۔ وِشنوُ کو اپنا سردار بنا کر یہ وہاں پہنچ گئے ۔ انہوں نے کہا ہمیں بھی اس زمین میں سے حصّہ دو ۔ اَسُورہ نے بادلِ ناخواستہ کہا : ہم تمہیں صرف اتنی زمین دے سکتے ہیں جس پر وِشنوُ لیٹ جائے ۔ وِشنوُ بونا تھا ۔ دیوتاؤں نے اس پیش کش کا انکار نہ کیا ۔ انہوں نے اگنی کو مشرق میں رکھ دیا اور اسے پُوجا اور اسی کے لئے ریاضتیں کرنا شروع کر دیا ۔ اس طریقے سے وہ ساری زمین کے مالک بن گئے ۔

اس حکایت کی ایک اور صُورت وہ ہے جو رامائن میں ملتی ہے ۔ وِشو مترا یہ کہانی رام کو اس طرح سُناتا ہے : کسی زمانے میں بالی نے جو وِروچن کا بیٹا تھا، دیوتاؤں کے سردار کو شکست دے کر تینوں دنیاؤں پر قبضہ کر لیا ۔ اس کے دماغ پر قوت و اقتدار میں اضافے کا نشہ چڑھ گیا ۔ جب بالی ایک قربانی ادا کر رہا تھا تو اِندرا اور دوسرے دیوتاؤں نے وِشنو سے کہا : طاقتور بالی اب ایک قربانی پیش کر رہا ہے وہ جو تمام مخلوقات کی خواہشیں پوری کرتا ہے، وہ جو اَسُورہ کا خوشحال سردار ہے، جو کوئی بھی فریادی اس کے دروازے پر دستک دیتا ہے خالی واپس نہیں آتا ۔ جو مانگتا ہے سو پاتا ہے ۔ اب آپ براہِ کرم بونے کی شکل اختیار کریں اور ہمیں ہماری سب سے بڑی فلاح و بہبود دلا دیں [اب یہ ہے وہ مقام جہاں کشیپ وِشنو کے سامنے آتا ہے ۔ وِشنو کی تعریف کرنے کے بعد اُسے کہتا ہے کہ مجھے ایک نعمت یہ عطا کر دو کہ تم میرے اور اَدِتی کے بیٹے بن کر پیدا ہو گے] دیوتاؤں کی بات سن کر وِشنوُ نے بونے کا رُوپ دھار لیا ۔ پھر وہ وِروچن کے بیٹے کے پاس پہنچا اور اس سے تین قدموں کے برابر کا فاصلہ مانگا ۔ جب اُس نے منظور کر لیا تو وِشنوُ نے حیران کن شکل اختیار کر لی ۔ اُس نے تین قدموں میں ساری دُنیا پر قبضہ کر لیا ۔ پہلے قدم پر ساری زمین طے ہو گئی، دوسرے میں وہ فضائی کُرّہ پھلانگ گیا اور تیسرے قدم پر آسمان اُس کے ہو گئے ۔ بالی اَسُورہ

کو اُس نے پاتال دے دیا اور اِندرا کو دُنیا کی حکومت بخش دی۔

مہابھارت میں اس اوتار کا حال زیادہ لمبا چوڑا نہیں ہے۔ یہاں وِشنو پیشین گوئی کی صُورت میں نارَدا سے کہتا ہے: عظیم اَسُورہ بالی کو کوئی ہستی، دیوتا، اَسُورہ، راکشس وغیرہ تباہ نہیں کر سکیں گے۔ وہ اندرا کو نکال دے گا۔ جب وہ تینوں دنیاؤں پر قبضہ کر لیگا اور اِندرا فرار ہو جائے گا۔ تو میں کَشیَپ اور اَدِتی کا بیٹا بن کر بارہ (۱۲) آدیتاؤں کی شکل میں ظاہر ہوں گا۔ میں اِندرا کو اسکی سلطنت واپس دِلا دونگا، دیوتاؤں کو اپنے اپنے مقامات پر بحال کر دوں گا اور بالی کو پاتال میں بِٹھا دوں گا۔

وِشنو پُران اس واقعے کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتا۔ بھاگوَت پُران میں البتہ یہ پُوری طرح سے بیان ہؤا ہے۔ وہاں یہ سوال پُوچھا گیا ہے کہ مخلوقات کے مالک اور آقا ہَری نے ایک غریب بِھکاری کی طرح بالی سے زمین کے تین ٹکڑے کیوں مانگے؟ پھر جب اُس کا مقصد پُورا ہو گیا تو اُس نے کیوں اُسے باندھ دیا نیز اس نے ایک بے گناہ شخص کو کیوں باندھا؟ ان سوالوں کا جو جواب دِیا گیا ہے وہ یہ ہے:

جب اِندرا نے بالی کو مار ڈالا تو اسے بھِرگو کی نسل کے براہمنوں نے زندہ کر کے اسے اعلیٰ مملکت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ پھر انہوں نے قُربانی کا اہتمام کیا تا کہ اُسے اعلیٰ مملکت کا مقام حاصل ہو جائے۔ جب وہ اس مقام پر فائز ہو گیا تو پھر وہ امراوتی کی طرف رَوانہ ہو پڑا، جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چُکا ہے۔ اِندرا کو بتایا گیا کہ بالی کو براہمنوں کی قربانی کے صلے میں ناقابلِ شکست بنا دیا گیا ہے۔ "اب وہ براہمنوں کی قوّت سے فائدہ اُٹھا رہا ہے لیکن ایک وقت آئے گا کہ ان ہی کی نفرت اس کی تباہی کا سبَب بن جائے گی اور اس کے جانشین تک ختم ہو جائیں گے۔"

دیوتاؤں نے اپنا دارالحکومت چھوڑ دیا۔ اس پر بالی نے قبضہ کر لیا۔ دیوتاؤں کی ماں نے جب اپنے بچوں کی یہ حالت دیکھی تو اُسے بڑا دُکھ ہؤا۔ اُس نے خاوند کے مشورے پر عمل کر کے وِشنو کو راضی کر لیا۔

وِشنو نے کہا: میں اپنے وجود کے ایک حصّے کے ساتھ تمہارا بیٹا بن جاؤں گا اور تمہارے بچّوں کو نجات دلاؤں گا۔ اے نیک بی بی تم اپنے خاوند پر جاپتی کی خدمتگزاری کرتی رہو جو گناہوں سے پاک ہے۔ استغراق کا مرکز و محور ہے اور اس حالت میں میرے اندر رہتا ہے۔" آدِتی نے دیوتا کے فرمان کی تعمیل کی۔ کشیَپ نے مراقبے کے ذریعے معلوم کر لیا کہ ہَری کا ایک حِصّہ اس کے اندر داخل ہو گیا ہے۔ اپنے وقت پر بیٹا پیدا ہو گیا۔ یہ بونا براہمن طالب علم بن گیا۔

بھرگُو کے لوگ نربدا دریا کے کنارے پر بالی کے لئے ایک قُربانی ادا کر رہے تھے۔ یہ بونا اِندرا کے آسمان پر پہنچ کر بالی سے مِلا۔ اس کی طالب علمی کی بات سُن کر بالی نے اس کے سَر پر مُتبرک پانی ڈالا جس سے براہمنوں نے پاؤں دھوئے تھے اور اسے خوش آمدید کہا۔ پھر پُوچھا میں تمہارے لئے کیا کرسکتا ہوں لَے براہمن طالب علم! مانگو جو مانگنا چاہتے ہو۔ براہمن زادے تم سائل ہو۔ مانگو کیا مانگتے ہو؟ گائے، خالص سونا، سجا سجایا گھر، خورد و نوش کا سامان، کسی براہمن کی بیٹی، خوشحال گاؤں، گھوڑے، ہاتھی، گاڑیاں؟ کیا چاہیئے تمہیں؟
بونے نے کہا: میں تم سے کچھ نہیں مانگتا سوائے اتنی مکانیت کے جو ایک ایک کر کے میرے تین قدموں سے طے ہو جائے۔ عقلمند انسان اپنی ضروریات سے زیادہ مانگنے کا مرتکب نہیں ہوتا۔" بادشاہ اس کی اِتنی چھوٹی سی خواہش پر حیران تو ہوا لیکن اُس نے پانی کا برتن ہاتھ میں لے لیا جس کی قسم کھا کر وعدہ پکّا کیا جاتا ہے۔
بالی کا گورو یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ وِشنو کی چال کو بھانپ چُکا تھا۔ اُس نے بالی کو روکنے کی کوشش کی اور اور کہا کہ قسم توڑ دینا بہتر ہے اس سے کہ گھر بار چھُوٹ جائے۔ اور دَربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ لیکن بادشاہ اپنا وعدہ پُورا کرنے پر مُصر رہا۔ وِشنو نے دو قدم لئے اور کائنات پار کر گیا۔ تیسرے قدم کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں تھی۔

دیوتاؤں نے ہَری کو مُبارکباد دی۔ بالی کو گرُودا نے باندھ دیا۔ وِشنو نے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا: او اَسورہ تم نے مجھے تین قدموں کی وسعت کے برابر جگہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ دو قدموں کے اندر ساری کائنات آگئی۔ اب میرے تیسرے قدم کے لئے جگہ لاؤ۔ چونکہ تم نے مجھے اپنے وعدے کے مطابق جگہ نہیں دی اس لئے اب میری مرضی یہ ہے کہ تم سب سے نِچلے طبقات پاتال میں رہو۔ وہ آدمی جو کسی براہمن کو کچھ دینے کا وعدہ کرتا ہے اور پھر اُسے موعودہ چیز نہیں دیتا تو وہ اسی طرح نیچے گِرا دیا جاتا ہے۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے"۔ بالی نے جواب دیا: تمہارے تیسرے قدم کے لئے میرا سر حاضر ہے۔ میں پاتال سے خوف نہیں کھاتا لیکن یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی مجھے عہد شکن کہے۔" تاہم بالی کو پاتال بھیج دیا گیا۔ وہاں اس کے دادا پرہلاد نے اس سے مُلاقات کی پہلے وِشنو کی بیوی اور پھر برہما نے وِشنو سے بالی کی سفارش کی تو وشنو نے کہا: کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بالی ایک بار پھر اندرا بن جائے گا لیکن کچھ عرصے تک اسے "سُتال" میں رہنا ہو گا جہاں میرے حُکم اور منشا کے مطابق "نہ جسمانی یا ذہنی کوفت ہو گی، نہ تھکاوٹ ہو گی، نہ اُکتاہٹ ہو گی، نہ بے چینی اور بے آرامی ہو گی اور نہ کوئی باشندہ بیمار پڑے گا۔" بالی خوش

ہو کر پاتال سے سُتال میں منتقل ہو گیا اور اُس وقت کا انتظار کرنے لگا جب وِشنُو کے قول کے مطابق اُسے دوبارہ دیوتاؤں اور انسانوں پر حکمرانی مل جائے گی۔

ایک اور حکایت میں یُوں ہے کہ وِشنو نے بالی سے کہا کہ دو چیزوں میں سے ایک چُن لو۔ یا تو پانچ جاہل لوگوں کے ساتھ بہشت میں چلے جاؤ اور یا پھر پانچ دانا آدمیوں کے ساتھ دوزخ میں رہو۔ بالی نے داناؤں کے ساتھ دوزخ میں رہنے کو ترجیح دی اور کہا: ''جاہلوں کی صُحبت کہیں بھی اچھی نہیں ہے۔ داناؤں کی صُحبت جہاں کہیں بھی میسّر آئے مُسرّت افزا ہے۔''

۶۔ پَرشُ رام اَوتار

براہمنوں کے خِلاف کھشتری ذات کے لوگوں نے جدّوجُہد شروع کی تو انہیں ختم کرنے کے لئے وِشنو نے پرشورام، یا رامَ اَوتار کا رُوپ دھار لیا۔ پَرشورامَ کے ہاتھ میں کلہاڑی ہے۔ اور اس کا کام کھشتریوں کی پُوری نسل کو قتلِ عام کے ذریعے ختم کرنا ہے۔ واضح رہے کہ ہندو معاشرہ چار جاتیوں (ذاتوں) پر مشتمل ہے۔

(۱) ——— براہمن یا مذہبی پیشوا
(۲) ——— کھشتری یا پیشہ ور جنگجو
(۳) ——— وَیش یا تاجر
(۴) ——— شُودر یا غلام، نوکر چاکر، خِدمت گار (اَچھُوت)

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ چار ذاتیں یا مُعاشرتی طبقے خالق کے سر، بازُوؤں، رانوں اور پاؤں سے پیدا ہوئے، ابتداءً انسانیت کی اِس خُدائی تقسیم کا کوئی تصوُّر نہیں تھا۔ براہمن پیدائشاً سب سے اُونچا طبقہ ہے جو خاص مراعات کا مستحق ہے اسی طرح شُودر پیدائشاً ذلیل وخوار اور قابلِ نفرت طبقہ ہے جو باقی تینوں طبقوں کی خِدمت کے لئے پیدا ہوا ہے، اس کا جسم یا اس کا کوئی حِصّہ اتفاقاً بھی اوپر والے طبقے کے کسی شخص کو، خاص طور پر براہمن کو لگ جائے تو یہ سخت جُرم ہے۔ اس طبقے کو اسی لئے اَچھُوت (نہ چھُوئے جانے کے لائق) کہتے ہیں۔ کوئی شُودر کتنی ہی علمی، معاشی، اخلاقی، رُوحانی ترقی کر جائے وہ جاہل، احمق، بَداخلاق اور اُجڈ براہمن وغیرہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ پَرشورام اَوتار کی ضرورت اُس وقت پیش آئی جب کھشتریوں نے براہمنوں سے اپنا اختیار واقتدار تسلیم کروانا چاہا۔ کہا جاتا ہے، کہ

پرشُو رام اُوتار

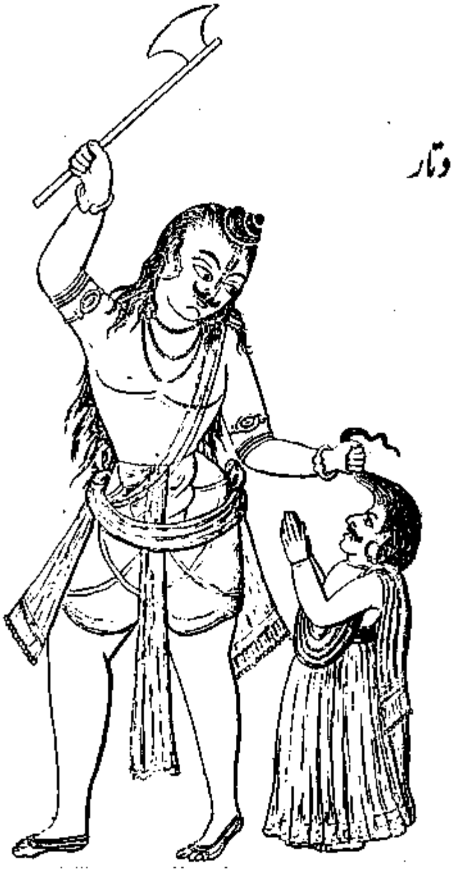

رام نے زمین کو ان لوگوں سے ۲۱ مرتبہ پاک کیا لیکن کبھی نہ کسی طرح چند کھشتری زندہ بچ جاتے تھے اور انکی نسل پھر چل نکلتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس اُوتاریت کی کہانی کا تعلق اُس خاص وقت سے ہے جب ان دونوں طبقات کے درمیان اقتدار حاصل کرنے کی کشمکش شدید اور طویل ہوتی چلی گئی۔ بالآخر براہمن جیت گئے۔ ایک اور بات جو قابلِ ذکر ہے یہ ہے کہ پہلے اوتاروں کے قصّوں کے برعکس اس اُوتار کے قِصّے کا اور جو آئندہ بیان ہوں گے اُن کے قِصّوں کا سین آسمان کی بجائے زمین ہے۔

پرشُو رام اُوتار کی پیدائش کی کہانی وِشنو پُران میں اس طرح لکھی ہے کہ ایک شہزادے کا نام تھا گدھی۔ وہ اندرا کا اَوتار تھا۔ اس کی ایک بیٹی تھی جس کا نام سَتیا وَتی تھا۔ بھرِگُو کے ایک جانشین رِچیکا نے اس کا رِشتہ مانگ لیا۔ بادشاہ نے اس بوڑھے معذور براہمن سے ایک ہزار سفید رنگ کے ایسے گھوڑے مانگے جن کا ایک ایک کان سِیاہ ہو۔ "یہ جہیز لا دو تو میں اپنی بیٹی تم سے بیاہ دوں گا"۔ بادشاہ نے یہ خیال

کرکے کر براہمن کہیں سے گھوڑے دستیاب نہیں کر سکے گا اس سے وعدہ کر لیا وَرُونا کی مدد سے براہمن نے مطلوبہ گھوڑے پیش کر دیئے تو بادشاہ نے بھی اپنا قول پُورا کرتے ہوئے اس سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔

براہمن رِچیکا چاہتا تھا کہ اُس کا لڑکا پیدا ہو۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے اُس نے چاول، جَو اور دالوں اور دُودھ اور مکھن سے پکوان تیار کیا اور بیوی سے کہا اسے کھالے۔ اب شہزادی کی ماں بھی حاملہ تھی۔ وہ بھی چاہتی تھی کہ اُس کے بیٹا پیدا ہو لیکن بہادر، جنگجو اور سُورما قسم کا کہ جس کی عسکری قوّت وشوکت کی دھاک بیٹھ جائے۔ شہزادی نے خاوند سے اپنی ماں کی خواہش کا ذکر کیا تو اس نے ایک اور پکوان تیار کر دیا۔ پھر اس نے پوری وضاحت سے بیوی کو سمجھا دیا کہ فلاں پکوان تمہارے لئے ہے اور فلاں تمہاری ماں کے لئے ہے۔ یہ بات سمجھا کر وہ جنگل کی طرف چلا گیا۔ جب پکوانوں کے کھانے کی گھڑی آ پہنچی تو ماں نے بیٹی سے کہا: "ہر ماں کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اُس کا بیٹا اعلیٰ خوبیوں کا مالک ہو۔ اگر وہ دیکھ لے کہ اُس کے دوسرے بھائی خوبیوں میں بڑھے ہوئے ہیں تو اُسے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ پس اس طرح کرو کہ اپنا پکوان مجھے دے دو اور میرا پکوان تم کھالو۔ تمہارا خاوند جو پکوان میرے لئے تیار کر گیا ہے۔ یقیناً ایسا ہوگا جو بہادری اور شجاعت کی وجہ سے ساری دنیا کا بادشاہ بن جائے گا اور تمہارے پکوان کھانے سے براہمن پیدا ہوگا جو مال و دولت، شان وشوکت اور قوت و اقتدار سے محروم ہوگا۔" ستیا وتی نے ماں کی تجویز مان لی اور اپنا پکوان اس کے پکوان کے ساتھ تبدیل کر لیا۔

رِچیکا کو واپس آکر معلوم ہوا کہ کیا ہوگیا ہے تو وہ سخت سٹپٹایا۔ اُس نے بیوی سے کہا:

"اری گناہ گار عورت! تو نے یہ کیا کر ڈالا ہے! مجھے تو اب تمہارا جسم بھی بھیانک دکھائی دے رہا ہے۔ تم نے اپنی ماں کے لئے تیار کیا ہوا پکوان کھا کر بڑا غلط کام کیا ہے۔ اس پکوان میں تو میں نے قوّت وشوکت، شجاعت واقتدار اور دلیری وبہادری کی صفات بھر دی تھیں اور تمہارے پکوان میں وہ تمام صفات تھیں جو ایک برہمن کے لئے ضروری ہیں۔ یعنی عجز وانکسار، علم اور تسلیم ورضا۔ اب میرا منصوبہ اُلٹ جانے سے تمہارے ہاں جنگجو بیٹا پیدا ہوگا جو ہتھیار اُٹھائے گا اور قتل وغارت کرے گا۔ تمہاری ماں کا بیٹا براہمن کی صفات لے کر پیدا ہوگا اور امن وامان اور زہد وپارسائی کا طالب ہوگا۔ ستیا وَتی نے جب یہ بات سُنی تو وہ خاوند کے قدموں میں گر پڑی اور کہنے لگی: "مجھے ایسا بیٹا نہیں چاہیئے جس کی صفات تم نے بیان کی ہیں۔ تاہم اگر یہ ضرور ہو کر رہنا ہے تو پھر میرے پوتے کو ایسا کر دو۔" مُنی نرم پڑ گیا اور کہا اچھا ایسا ہی ہوگا۔

چنانچہ وقت آیا تو اس کا بیٹا جَمَ دَگنی پیدا ہُوا۔ جوان ہوا تو اس نے رِینُوکا سے بیاہ کر لیا جس کے بطن سے کھشتریوں کی نسل کو ملیا میٹ کرنے والا پرشُورام پیدا ہوا جو کائنات کے رُوحانی رہنما نارائنَ کا ایک حصّہ تھا۔

پرشُورامَ کے بارے میں ہمیں وِشنُو پُران میں یہی کچھ ملتا ہے، تاہم اس کی مُہمّات کے احوال مہا بھارت میں بڑی تفصیل کے ساتھ دُو دفعہ دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح بھاگوَت، پدما، اور اگنی پُرانوں میں بھی درج ہیں۔

مہا بھارت میں دیئے ہوئے حالات یہ ہیں :

رِچیکا کے بیٹے جَمَ دَگنی نے رینُوکا سے شادی کر لی۔ وہ اِس شہزادی کو اپنی کُٹیا میں لایا۔ شہزادی نے بخوشی زاہدانہ زندگی بسر کرنا قبول کر لیا۔ اس کے بطن سے چار بیٹوں کے بعد پانچواں اور آخری بیٹا جَمَ دگنیا پیدا ہُوا۔ یہی پرشُورامَ ہے۔

رَینُوکا اپنے تمام فرائض باقاعدگی سے ادا کرتے رہنے کی عادی تھی۔ ایک دِن یہ حسبِ معمول ندی پر نہانے گئی اور اس کے بیٹے جنگلوں سے پھل وغیرہ اکٹھے کرنے چلے گئے جن پر ان کا گزارہ تھا۔ ندی پر رَینوکا نے دیکھا کہ شہزادہ چِترارتھَ ، مرتیکا وَرتی کا شہزادہ، گردن میں کنول کے پھُولوں کا ہار پہنے اپنی بیوی کے ساتھ پانی میں کھلنڈریاں کر رہا تھا۔ اس جوڑے کی چُہلیں دیکھ کر اس کے دِل میں رشک پیدا ہُوا کہ یہ فارغ البال لوگ کِتنے آزاد خوشحال اور بے فِکر ہیں۔ اس قسم کے ناپاک خیالات کی وجہ سے ندی کے پانی نے اسے گیلا تو کر دیا لیکن اُسے پاک نہ بنایا۔ وہ پریشان خیالی کا شِکار ہو کر واپس اپنی کُٹیا میں پہنچی۔ جَمَ دَگنی نے محسوس کیا کہ یہ اپنے پاکیزہ مقام سے گِر گئی ہے اور اس کے اندر خلوص و صداقت کی جو چمک دمک تھی وہ اب نہیں رہی تو اس نے اسے بہت بُرا بھلا کہا۔

اسی اثنا میں ان کے بیٹے بھی جنگل سے واپس آگئے۔ ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ آیا۔ جو بھی کُٹیا کے اندر داخل ہونے لگتا باپ اُسے کہتا کہ اپنی ماں کو قتل کر دو۔ لیکن ایک تو انہیں اپنی ماں سے بہت محبت تھی دُوسرے وہ متحیّر تھے کہ آج اُن کا باپ خلافِ معمول یہ کیسا حُکم دے رہا ہے۔ لہٰذا کوئی جواب دیئے بغیر اُن میں سے ہر ایک چُپکے سے بیٹھ جاتا رہا۔ جَمَ دَگنی نے انہیں بد دعا دی اور وہ سارے فاترالعقل بن گئے۔ آخر میں پرشُورام کُٹیا میں داخل ہُوا۔ طاقتور اور زاہد براہمن جَمَ دَگنی نے اُسے کہا : اپنی ماں کو قتل کر دو، اس نے گناہ کیا ہے۔ رامَ نے کلہاڑی اُٹھائی جس کا نام پَرشُو تھا اور جو شِوا نے اسے دی تھی۔ پرشُورامَ

نے اس کلہاڑی کے ایک ہی وار سے ماں کا سر اُڑا دیا۔ جَمَ دگنی کا غُصّہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ اس بیٹے پر بڑا خوش ہُوا اور کہنے لگا : چونکہ تم نے میرا حکم مانا ہے اور ایسا کام کیا ہے جو بہت مُشکل تھا اس لئے جو بھی مانگنا چاہو مانگو۔ تمہاری ہر خواہش پُوری ہوگی۔ یہ سُن کر رامَ نے یہ نعمتیں مانگیں : "میری ماں کو دوبارہ زندہ کر دو اور یہ بھُول جائے کہ اُسے قتل کیا گیا تھا۔ پھر اُسے تمام سابقہ گناہوں اور آلائشوں سے پاک اور مُنزّہ کر دو۔ میرے بھائی اپنی اصلی حالت پر واپس آجائیں۔ اور مجھُے دوبدو لڑائی میں ناقابلِ شکست بنا دو، ساتھ ہی میری عمر میں اضافہ کر دو"۔ —— باپ نے یہ تمام خواہشیں پُوری کر دیں۔

ایک دِن کا واقعہ ہے کہ رِشی کے بیٹوں کی غیر حاضری میں ہَیہَیا قبیلے کا طاقتور بادشاہ کارتَ وِریا اُدھر آنکلا۔ ایک دَتا تریا کی خاص مہربانی سے اُسے ایک ہزار بازو عطا ہوئے تھے۔ دَتا تریا اُس براہمن زاہد و پارسا کو کہتے ہیں جس کے اندر برہما، وِشنو اور شِوا کا ایک ایک حصّہ حلول کر چکا ہو۔ اِس بادشاہ کو ایک سُنہری رتھ بھی عطا ہوئی تھی جو خودبخود وہاں پہنچ جاتی تھی جہاں وہ چاہتا تھا۔ بادشاہ جَمَ دگنی کی کٹیا پر آیا۔ رِشی کی بیوی نے پُورے احترام کے ساتھ اسکی پذیرائی کی۔ لیکن کارتَ وِریا اپنی طاقت کے گھمنڈ میں بہت سرکش ہو چُکا تھا۔ دیوتا، رِشی بلکہ ساری مخلوق اس سے نالاں تھی۔ اس نے سب کو تنگ کر رکھا تھا۔ دیوتاؤں اور رِشی لوگوں نے وِشنو کے آگے فریاد کی۔ پھر وِشنوُ اور اندرا دونوں نے مِل کر اسے تباہ کر دینے کا منصوبہ سوچا۔ بادشاہ نے رِشی کی بیوی کی خاطر مدارت کا جواب تک نہ دیا بلکہ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں آ کر اسکی مقدّس گائے کا بچھڑا بھی لیتا گیا۔ یہ گائے دُودھ دے رہی تھی اور دُودھ مقدّس رسومات کے کام آ رہا تھا۔ پھر یہی نہیں بلکہ جاتے ہوئے اُس نے کٹیا کے اِردگرد والے سارے درخت بھی کاٹ ڈالے"۔

رامائن میں اس گلنے کے بارے میں جسے بادشاہ نے جبراً چُرا لیا تھا۔ بڑا دلچسپ حال درج ہے۔ جب بادشاہ رِشی کی کُٹیا پر ٹھہرا ہوا تھا تو رِشی کی بیوی نے اپنی گائے کو بادشاہ اور اس کے بہت بڑے جتھے کے آدمیوں کی خوراک کا بندوبست کرنے کا حکم دیا تو گائے نے تمام چیزیں اپنے دُودھ سے ہی مُہیا کر دیں۔

"یہ گائے تھی کہ ہر قسم کی خوراک کی فراوانی کا سرچشمہ تھی
اپنی زاہد و پارسا مالکہ کی تابع فرمان
ہر ذائقے کی ماکولات و مشروبات کا ذخیرہ گویا اس کے پاس تھا
شہد بھی اسی سے لے لو اور گھی میں تلے ہوئے اناج بھی

تروتازہ پھُولوں کی خوشبوؤں والے کھانے
بلکہ گنّے کی گنڈیریوں تک ———— اور
ہر رس کا مشروب جس کا ذائقہ کسی نے چکھا نہ سُنا
انواع و اقسام کے لذیذ کھانے
گرم گرم چاولوں کے انبار ، میٹھی روٹیاں
بلویا ہوا دہی
شوربے کی بہتی ہوئی ندیاں
بڑے بڑے پیالے کناروں سے چھلکتے ہوئے
شکر مِلا دُودھ ۔
کاری گری سے تیار کی گئی لذیذ مٹھائیاں
سب بادشاہ اور اس کے ہمراہیوں کے لئے
رِشی کے مہمان تھے !

جب رامؔ واپس آیا تو جو وقوعہ کُٹیا میں ہو چکا تھا باپ نے بیٹے سے کہہ سُنایا۔ رامؔ کو افسوس ہُوا کہ گائے بچاری پر آفت آپڑی ہے۔ اپنی شاندار کمان لیکر وہ بادشاہ کے مقابلے میں آ گیا۔ دونوں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی لیکن کارتؔ وریا شکست کھا گیا۔ اپنے تیز تیروں کے ساتھ رامؔ نے اس کے ہزار بازو کاٹ ڈالے اور اس طرح اس کا خاتمہ ہو گیا۔ کارتؔ وِریا کے بیٹوں نے باپ کے قتل کا انتقام لینے کے لئے رِشی کی کُٹیا پر دھاوا بول دیا۔ رامؔ کا رشی باپ بہادر بیٹے کو آوازیں دیتا رہا مگر وہ وہاں نہیں تھا۔ ظالموں نے غریب رشی کو قتل کر ڈالا۔ رامؔ کو باپ کے مرجانے پر بہت افسوس ہُوا۔ اُس نے اُس کی رسوماتِ مرگ ادا کیں اور لاش کو چِتا کے حوالے کر دیا۔ اس صدمے سے برافروختہ ہو کر اُس نے عہد کر لیا کہ وہ کھشتریوں کی پُوری نسل ہی کو ختم کر دے گا۔ احساس پشیمانی کے بغیر اور پُورے جوش و خروش کے ساتھ پہلے اس نے کارتؔ وِریا کے بیٹوں کو قتل کیا پھر جو کھشتری بھی اُس کے سامنے آیا اُس نے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اکیس مرتبہ اُس نے زمین کو کھشتریوں کے وجود سے پاک کیا۔ جب کھشتری مارے گئے۔ تو ان کی بیوائیں براہمنوں کے پاس پہنچیں کہ ہمیں اولاد چاہیئے۔ براہمنوں نے اُن کی خواہش پوری کرتے ہوئے ان کے ساتھ

ہم بستری کی اور اس طرح کھشتری لڑکے اور لڑکیاں پھر پیدا ہوگئیں۔

مہا بھارت کی ایک دوسری عبارت میں یُوں لکھا ہے کہ رام کارتؔ وِریا کو قتل کرنے میں کامیاب ہُوا اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک زاہد و پارسا نے کارتؔ وریا کو بَددعا دی تھی۔ اس رشی کا نام اَپَوا بتایا گیا ہے بادشاہ نے اگنی کو اجازت دے دی تھی کہ وہ اسکی کُٹیا کو جَلا ڈالے۔ اس پر رشی نے اسے بددُعا دی کہ پرشورامؔ اس کے ایک ہزار بازو کاٹ ڈالے گا۔

رامائن میں ایک دلچسپ کہانی اس طرح دَرج ہے کہ پرشورامؔ نے جو خود وِشنو کا ایک اوتار ہے، رام چندر سے ملاقات کی۔ رام چندر بھی وِشنو ہی کا اوتار ہے۔ گویا ایک ہی دیوتا کے دو اُوتاروں نے آپس میں مُلاقات کی۔ اس کہانی میں رام چندر کو پرشورام سے افضل بتایا گیا ہے۔ یہ کہانی اس طرح بیان ہوئی ہے۔

" ایک دفعہ راجہ دَسرت اپنے بیٹے رام چندر کے ساتھ اپنی راجدھانی کو واپس آ رہا تھا کہ راستے میں بعض پرندوں کی بدشگون آوازوں سے وہ چونکا۔ پرندے پرشورام کی آمد کی خبر دے رہے تھے۔ پرشورام سامنے آیا تو اسکی شکل بڑی خوفناک تھی، وہ آگ کی طرح روشن تھا اور اُس نے اپنے کندھے پر کلہاڑی اور کمان لٹکائی ہوئی تھی۔ اس کا باعزت استقبال کیا گیا۔ پھر وہ رامؔ سے مِلا۔ اور بولا: " میں نے تمہاری طاقت کے بارے میں سُن رکھا ہے کہ تم نے راجہ جنک کی کمان کو توڑ دیا تھا۔ اب میں ایک اور کمان لایا ہوں۔ اگر تم اسے جُھکانے اور اس میں چِلّہ لگانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر میرے ساتھ دو بدو پنجہ آزمائی کرنا۔ اُس نے مزید کہا کہ وہ کمان جو تم نے توڑی تھی وہ شِوا کی تھی اور یہ کمان جو میں اب لایا ہوں وِشنوؔ کی ہے۔ دیوتا بھی فکرمندی سے یہ جاننا چاہتے تھے کہ شِوا اور وِشنو دونوں میں سے کونسا دیوتا بڑا ہے۔ انہوں نے اِس موقع کو غنیمت جانا اور اپنی مدد کے لئے برہما کو بُلا لیا۔ اُس نے دونوں راموں کے جذبات کو بھڑکایا اور دونوں کے درمیان قوت آزمائی شروع ہو گئی۔ شِوا کی مضبوط کمان جُھکا دی گئی اور تین آنکھوں والے مہا دیوؔ کی عظمت پر قابو پا لیا گیا۔ دیوتاؤں کی تسلّی ہو گئی۔ اور اُنہوں نے فیصلہ سُنا دیا کہ وِشنوؔ واقعی افضل ہے۔ لیکن پرشورام نے ان کا فیصلہ تسلیم نہ کیا۔ اُس نے اپنے مخالف کو وِشنوؔ کی کمان دیتے ہوئے کہا: لو اس پر زور آزمائی کرو رام نے غُصّے میں آکر وہ کمان چھین لی، اُسے جُھکا دیا اور اس پر تیر چڑھا کر پرشورام سے کہنے لگا: تم براہمن ہو اس لئے میں تمہیں قتل نہیں کرتا۔ البتہ تمہاری فوق انسانی قوّتِ حرکت کو سلب کرتا ہوں اور اپنی ریاضتوں کی وجہ سے جو مختلف مساکن تم نے حاصل کئے تھے وہ تم سے چھین لیتا ہوں۔ پرشورام نے منت سماجت کی کہ

میری قوّت حرکت سلب کیجئے میرے گھر مجھ سے لے لیجئے۔ ”اس کمان کے جُھکا دینے سے میں تسلیم کرتا ہوں کہ عظیم آقا و مالک مدھو کے ناقابلِ شکست قاتل آپ ہیں۔“ رامؑ نے تیر چلا دیا اور پرشو رام کے گھر تباہ ہو گئے۔

۷۔ رام چندر اوتار

شمالی بھارت میں وِشنو کے تمام اوتاروں میں سے غالباً یہی مقبول ترین اوتار ہے۔ نیز راماین میں ایسی بہت سی خوبصورت حکایات دی گئی ہیں جو ہندوؤں کی باقی تمام مذہبی کتابوں کی حکایات سے زیادہ بُلند پایہ ہیں۔ راماین میں اِسس اوتار کی تاریخ ملتی ہے اور اس مقدّس کتاب کا بیشتر حِصّہ اس کی زندگی کے واقعات پر مشتمل ہے اسکی حکایات کے بیان کرنے میں شاعروں نے بڑی دِلکش نظمیں تصنیف کی ہیں۔ اس مقبول ترین ہیرو کے سوانح حیات لکھنے کے لئے پُورا دفتر درکار ہے۔ تاہم یہاں ہم اسکی زندگی کے چند موٹے موٹے واقعات

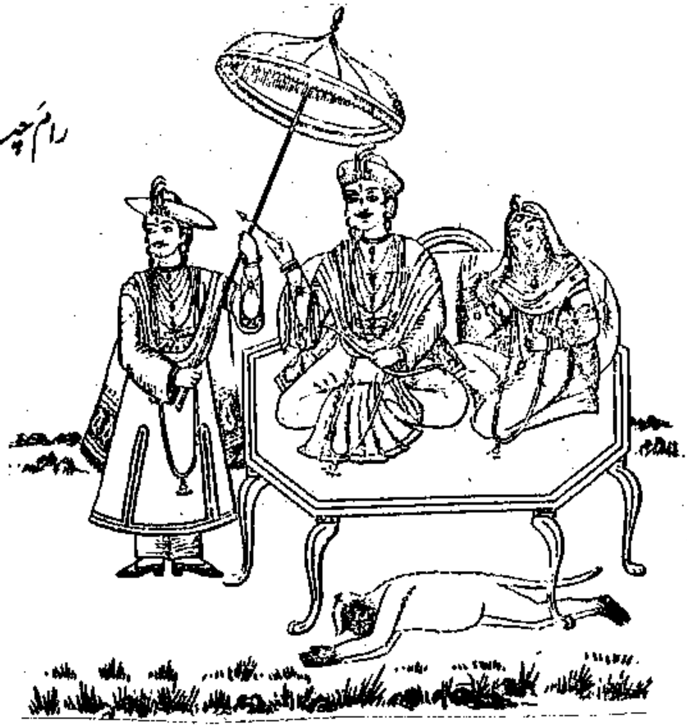

رام چندر اوتار

اور کارنامے ہی درج کر سکتے ہیں۔

اس عظیم رزمیہ کا اہم ترین موضوع وہ لڑائی ہے جو رام نے لنکا یا سیلون کے طاقتور بادشاہ راون کے خلاف لڑی جس کی وحشتناکیوں سے دیوتا، آسمانی پریاں، رشی لوگ اور انسان سب نالاں تھے۔ اس مہم پر جو فوج رام لے گیا وہ، جیسا کہ اس رزمیہ نظم سے ظاہر ہوتا ہے زیادہ تر وِندھیا کے پہاڑی علاقوں سے اکٹھی کی گئی تھی۔ لیکن جن نسلی گروہوں کو اکٹھا کیا گیا انہیں نظم میں بندر دکھایا گیا ہے۔ ان کے لئے بندر کا لفظ یا تو ان کی وحشتگری سے نفرت کی وجہ سے استعمال ہوا ہے یا شاید اُس وقت کے سنسکرت بولنے والے ہندو انہیں بہت کم جانتے تھے۔ رام نے جن لوگوں پر حملہ کیا تھا شاعر انہیں راکشس کہتا ہے۔ عام ہندو عقیدے کے مطابق راکشش بدفطرت لوگ ہیں، مختلف شکلوں کے بھوت پریت، خوفناک اور ظالم لوگ ہیں جو براہمنوں کی قربانیوں اور دوسری مذہبی رسوم میں گڑبڑ کرتے ہیں۔ راماین کے شاعر نے جن لوگوں کو راکشس کہا ہے وہ تاریخی یا نسلی اعتبار سے راکشس نہیں کہلاتے تھے بلکہ یہ نام انہیں محض نفرت اور خوف کی بنا پر دیا گیا ہے۔

مسٹر گرفتھ نے رامایَن کا انگریزی میں منظوم ترجمہ کیا ہے ہم اس ترجمے سے رام کے مختصر حالاتِ زندگی لے کر یہاں پیش کرتے ہیں:

"ایودھیا کے راجہ دسرتھ کی کوئی اولاد نہیں تھی، اُس نے بیٹا حاصل کرنے کے لئے اَسومیدھ، جو گھوڑوں کی ایک خاص قربانی ہے، پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ اس قربانی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ قربانی کا گھوڑا جہاں چاہے آزادانہ گھومتا پھرتا رہے تاکہ عام لوگوں کے علاوہ آس پاس کے شہزادوں کو بھی اس کے مالک کی قوت و اقتدار کا احساس ہو جائے، رعایا بہت خوشحال تھی اس لئے اپنے بادشاہ سے بہت پیار رکھتی تھی لیکن بادشاہ بیٹے کے نہ ہونے کی وجہ سے بہت اُداس رہتا تھا۔ رعایا بھی اپنے بادشاہ کی اُداسی میں برابر کی شریک تھی، ان حالات میں قربانی کا فیصلہ پکّا ہو گیا۔ قربانی پیش کرنے کے لئے مناسب مقام بھی منتخب کر لیا گیا، گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا گیا اور براہمنوں کے مشورے کے مطابق تمام شہزادوں کو قربانی کی رسم میں شریک ہونے کی دعوت بھیج دی گئی۔ اعلیٰ پیمانے پر انتظامات شروع کر دیئے گئے۔ بالآخر صحیح وقت پر قربانی کی رسم ادا ہو گئی۔ رسم کی نگرانی کرنے والے بڑے براہمن نے دسرتھ راجہ کو مخاطب کر کے کہا:

بادشاہ سلامت! شاہی نسل کو برقرار رکھنے والے
تمہارے چار بیٹے ہوں گے ......

میں ایک اور چلّہ شروع کرونگا جس کے ذریعے تمہیں بیٹے مِل جائیں گے
جن کی تمہیں بڑی چاہت ہے۔
یہ بیٹے اُس وقت پیدا ہوں گے جب تمام حالات ٹھیک ٹھاک ہو جائیں گے
اور اَتھروَ وید کے پہلے ابواب پڑھے جا رہے ہوں گے
چونکہ دیوتا بھی اس مُبارک تقریب میں موجود تھے اس لئے براہمن نے ان سے بھی خِطاب کیا۔
آپ کے لئے دسرتھ نے ذبح کیا ہے
اپنا ایک بے نظیر گھوڑا
بیٹا حاصل کرنے کے لئے

بادشاہ نے سخت ریاضت والی رسمیں اَدا کی ہیں
اور تم پر مضبوط عقیدے کے ساتھ بھروسا رکھا ہے
اور اب وہ اعتماد کی کسی کمی کے بغیر
ایک اور رسم کا اہتمام کریگا
لہذا اے دیوتاؤ!
تم بھی منظور کر لو
اپنے وفادار خادم کی دیرینہ خواہش کو!

براہمن کی دُعا سے خوش ہو کر دیوتا اندرا کی رہنمائی میں برہما کے پاس گئے اور اُنہوں نے اسے اپنی مُشترکہ عرضداشت پیش کی۔ اس عرضداشت میں اُنہوں نے اُس بہت بڑے کارنامے کا بھی ذِکر کیا جو راجہ دسرتھ کے ایک بیٹے رامؑ کو سَرانجام دینا تھا۔

اَے برہما! تمہاری مہربانیوں کی بدولت راون بہت طاقتور ہوگیا ہے۔
دیووں کی نسل پر اسکی حکومت ہے۔
یہ اب اپنے فضول تکبّر کی وجہ سے
ہم دیوتاؤں کو
اور ریاضت کش زاہدوں پارساؤں کو

اذّیتیں دینے لگ گیا ہے
آپ نے اَے عظیم دیوتا، کسی زمانے میں خوش ہو کر
اسے ایک نعمت عطا کر دی تھی، جس نے اسے متفخر بنا دیا ہے
نعمت یہ تھی کہ نہ تو دیوتا اور نہ ہی بھُوت پریت یا جنّ
اسکی جادوئی زندگی کو ختم کر سکیں گے ۔
اسی میں آپ کی رضا تھی
ہم آپ کی اس رضا اور خواہش کو بڑے صبر اور احترام کے ساتھ برداشت کرتے رہے ہیں
اور اس کے بے رحمانہ مظالم سہتے رہے ہیں
لیکن اب دیوؤں کا یہ بادشاہ
وحشی اور حد سے زیادہ ظالم اور سرکش ہو گیا ہے
اس نے زمین اور بہشت اور دوزخ میں تہلکہ مچا رکھا ہے
آپ کی عنایت نے اُسے دیوانہ بنا دیا ہے
اس کا ناپاک غیظ و غضب
رشی، زاہد و پارسا، شاعر اور نیک شخص کسی کو نہیں چھوڑتا
سُورج اپنی تمام تابناکیوں کے ساتھ اس منظر کو دیکھتا ہے تو اپنی روشنی کو روک لیتا ہے
ہواؤں نے خوف کے مارے چلنا چھوڑ دیا ہے
جہاں راون کے خوفناک پاؤں پڑتے ہیں وہاں آگ بھی اپنی حرارت کو روک لیتی ہے
اور سمندر، جس کے گلے میں لہروں اور موجوں کے خوبصورت ہار پڑے ہیں
اس کے سامنے جوش کھانے سے ڈرتا ہے
کوُیرا جیسی عظیم ہستی بھی، افسوسناک شکست خوردگی کے احساس کی بِنا پر
اپنے پُرمسّرت مسکن سے بھگا دی گئی ہے
اس دیو کی طاقت کو ہم دیکھ رہے ہیں، محسوس کر رہے ہیں
اور ہمارے اوپر غم و اندوہ اور خوف کا لرزہ طاری ہے

تمہارے پاس آئے ہیں اے مالک و آقا! فریادی بن کر
اس کا علاج ڈھونڈنے کے لئے
اس عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے!
دیوتاؤں کی مشترکہ درخواست پر برہما نے جواب دیا۔
میری سمجھ کے مطابق صِرف ایک ہی راستہ ہے
اس بدباطن کو قتل کرنے کا
اس نے مجھ سے ایک مرتبہ اپنی یہ خواہش منظور کرائی تھی کہ
میں اس کی زندگی کا اس طرح محافظ بن جاؤں کہ
کوئی جن بھوت پریت اور دیوتا
یا آسمانی گویّے
یا زمین اور آسمان کی رُوحیں
اُسے نہ مار سکیں
میں نے راضی ہو کر اُس کی یہ دُعا منظور کر لی تھی۔
لیکن اپنے غرور اور نفرت کی وجہ سے اُس نے اپنے مارنے والوں میں انسان کا نام نہ لیا تھا
یعنی مرد اور عورت سے پیدا ہونے والے کا!
لہذا اب اُسے اور کوئی نہیں مار سکتا
سوائے آدم زاد کے،
اس مقام پر وِشنو ظاہر ہو گیا۔ جمع شُدہ دیوتاؤں نے اس کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔
وِشنو نے پوچھا یہ لوگ کیا چاہتے ہیں ——— ؟
سب نے مِل کر فریاد کی کہ یہ ہے بادشاہ دَسرتھ
جس نے بہت دِنوں تک پُرجوش اور سخت ریاضتیں کی ہیں
اور گھوڑے ذبح کرنے کی بڑی قربانی بھی پیش کی ہے
تاکہ اس کے ہاں بیٹے پیدا ہوں

لیکن سب محنت اکارت گئی ہے !
اب ہم سب مل کر یہ فریاد لے کر آئے ہیں کہ ایک اوتار
اس کے تخم سے پیدا ہو ۔
اِس کی تین ملکائیں ہیں
تینوں دوشیزائیں حُسن و جمال اور حیا و شہرت میں لاثانی
اپنے وجود کو چار حِصّوں میں تقسیم کر دو
اور ان ملکاؤں کے بطن سے اس کے بیٹے بن کر پیدا ہو جاؤ
اِنسانی فطرت اختیار کر لو اور پھر راون کو
لڑائی کے دوران قتل کر دو
جو آسمانی طاقتوں کا مذاق اُڑاتا ہے !
اس عذابِ عمومی سے ——— اور
اس چبھتے ہوئے کانٹے سے
جسے تین دُنیائیں بہت طویل عرصے سے
بَرداشت کرتی چلی آ رہی ہیں ! ہمیں نجات دِلا دو !

وِشنو نے اُن سے پُوچھا کہ یہ کیوں ضروری ہے کہ وہ خود انہیں اس سے نجات دلائے۔ اس پر دیوتاؤں نے اُسے برہما کی عطا کردہ حفاظت کا ماجرا سُنایا۔ بالآخر وہ راضی ہو گیا کہ اس دیو اور اس دیو کے خاندان کے خاتمے کے لئے وہ انسان کے رُوپ میں پیدا ہو گا۔

اس واقعے کے کچھ دنوں بعد وِشنو نے ایک قاصد کے ہاتھ سونے کے پیالے میں آبِ حیات بھیجا کہ اسے اپنی ملکاؤں کو پِلا دو، تاکہ ان کے ہاں شہزادے پیدا ہوں جن کی آرزو میں تم نے دُعائیں بھی مانگی ہیں اور قُربانیاں بھی پیش کی ہیں ۔

بادشاہ نے رانی کوشَلیا کو آدھا آبِ حیات پِلا دیا اور اس کی تاثیر سے وہ رامؔ کی ماں بن گئی۔ باقی آدھا آبِ حیات دوسری رانیوں کو پِلا دیا گیا جس کے نتیجے میں کیکئی کے بطن سے بھَرت اور سُمترا کے بطن سے لکشمن اور شترگھن پیدا ہوئے ۔

وِشنو نے آسمان چھوڑنے سے پہلے دیوتاؤں سے التماس کی کہ وہ اس بڑے کام میں اسکی مدد کریں جو عنقریب کرنے والا ہے۔ یہ کام چونکہ دیوتاؤں کی خواہش، ضرورت اور انکے اپنے فائدے کے لئے ہے اس لئے خاص انتظامات کی ضرورت ہے۔ چنانچہ دیوتاؤں نے اُسے ہر طرح کی مدد دی اور خاص طور پر اپنے ہاں طاقتور بیٹے پیدا کر کے اُسکی فوج میں بھرتی کرائے۔

جن راہنماؤں نے رامؔ کی مدد کی ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں :-

بالی جو جنگلی فوج کا سربراہ بن کر آیا
مہیندرا کے بلند سر کے برابر اُونچا
وہ اندرا کا بیٹا تھا
وہ پاکیزہ آگ کا شعلہ، یعنی سورج،
عظیم سگریو کا فرزند تھا
تارا، طاقتور بندر
وِرہسپتی کی اولاد تھا۔
تارا بے مثال سردار
دانائی کا فخر
دَانر فوج کی دانائی کا حاکم تھا
بہادر اور جری گندھ مادن کا باپ سونے کا آقا اور مالک تھا۔
مضبوط اور قوی نَل مشہور پہلوان
ہنرمند وِشوکرم کا سپوت تھا
اگنی کا بیٹا تھا نِل، شعلوں کی طرح چمکتا ہوا
جو شان و شوکت، طاقت و قوت اور قدر و قیمت میں
اپنے باپ سے بھی بڑھ گیا تھا
آسمان کے اَسون، تیز رفتار اور حسین
ایک شریف جوڑے کے باپ تھے یعنی دُوِیوِدا اور مَیندا کے

وَرُون سوشین کا باپ تھا اور سَرَیو کا
جو بارش کو بھیجتا ہے (یعنی پرجنیا)
بندروں کی نسل کا سب سے اعلیٰ ہنومان، اُس کا بیٹا تھا
تیز اور تند ہوائیں اُسی کی سانسیں ہیں
بجلی کا کوندا اسی کا جسم ہے۔
اور خود گرُدا کی مانند تیز رفتار ہے
ان ہزاروں جنگجو سپاہیوں کو دیوتاؤں نے تخلیق کیا۔ اور انھیں وہ قوت عطا کی
جو کسی اور کے پاس نہ تھی۔
یہ بندروں کی صورت میں تھے لیکن حسب خواہش ہر شکل اختیار کر سکتے تھے
یہ سب اُس دیو اور خونخوار بلا کو قتل کر دینے کی دُھن میں مست تھے۔!

اپنے وقت پر دسترتھ کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی رامؔ اور لچھمن کے درمیان اور بھَرت اور شترگھن کے درمیان بڑی گہری محبت پیدا ہو گئی۔ جب رامؔ سولہ سال کی عمر کا ہو گیا تو وِشوامِتر نامی ایک رِشی راجہ دَسرتھؔ کے دربار میں آکر کہنے لگا کہ مجھے دو جِنّوں مَریچہ اور سُواہُو کے خلاف لڑنے میں مدد دیجیے کیونکہ یہ جن راون کے حکم کی تعمیل میں مجھے پریشان کرتے ہیں اور مجھے قربانی کی رسمیں ادا نہیں کرنے دیتے۔ پہلے تو راجہ نے ٹال مٹول کی کہ رام کی عمر بہت چھوٹی ہے اور ابھی یہ اتنے مشکل کام کے سرانجام دینے کے لائق نہیں ہوا لیکن جب رشی نے بہت اصرار کیا اور راجہ کے وہم کو دور کر دیا تو راجہ نے رامؔ اور لکشمنؔ دونوں کو اس کے ساتھ کر دیا۔ جب یہ مسافر سَرَجو ندی کے کنارے پہنچے تو رشی نے رام کو دو "جادو کے ٹوٹکے" دیئے کہ جب نہانے لگو تو انھیں استعمال کر لینا۔ ان کے اثر سے بہشت اور دوزخ دونوں میں اس کا کوئی مدِمقابل نہیں ہوگا:

علم، قسمت، عقلمندی اور تدبیر میں
منصوبہ بنانے کی دانائی میں اور عملی قدم اُٹھانے کی ہُنرمندی میں
کوئی تمہارا حریف نہیں ہوگا۔ سفر ابھی جاری تھا۔ رِشی کی کُٹیا تک پہنچتے پہنچتے انھوں نے کئی اہم مقامات

کی سیر کرلی ۔ سفر کے دوران وقت گزارنے کے لئے وشوامترا نے کئی کہانیاں سنائیں ۔ اسی دوران اس نے رامؑ کو مختلف قوتیں بھی عطا کیں اور ہتھیار بھی دیئے ۔ سفر ختم ہونے کے قریب انھیں چھ دن اور چھ راتیں جاگنا پڑا کیونکہ قربانی مکمّل ہونے والی تھی اور خدشہ تھا کہ جن آکر ضرور کوئی نہ کوئی گڑبڑ کریں گے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا قربانی کے عین اختتام کے قریب دونوں جن اپنا لاؤ لشکر لے کر پہنچ گئے لیکن رامؑ نے جنوں کو اور لکشمن نے اُنکے ساتھیوں کو ختم کر دیا ۔ رشی بڑا خوش ہوا :

اے شہزادے میری خوشی اب مکمّل ہو چکی ہے ۔
تم نے میری مرضی کے مطابق کام کیا ہے
میری مرضی پہلے بھی مکمّل تھی لیکن اب
اس خاموش مظاہرے سے
اور بھی زیادہ مضبوط اور توانا ہو گئی ہے

اگلے دن سادھوؤں نے رامؑ کو بتایا کہ متھیلا کے راجہ جنک نے ایک قربانی کا اہتمام کیا ہے اور یہ لوگ اُدھر ہی جا رہے ہیں ۔ انھوں نے رامؑ کو ساتھ چلنے کی دعوت دی اور یہ تحریص بھی دلائی کہ راجہ جنک کے پاس ایک ایسی تیر کمان ہے جسے کوئی بڑے سے بڑا پہلوان بھی نہیں جھکا سکا ۔ یہ کمان اُسے شوا نے کسی قربانی سے خوش ہو کر عطا کی تھی ۔ چنانچہ رامؑ اُنکے ساتھ چل پڑا ۔ متھیلا کے راستے پر اُنکا گزر درختوں کے ایک ایسے جھنڈ سے ہوا جس میں ' دیوتاؤں اور انسانوں کی نظروں سے اوجھل ، گوتم کی بیوی اہلیہ اَن گنت زمانوں سے ، اندرا دیوتا کے ساتھ زنا کرنے کی پاداش میں سزا کاٹ رہی تھی ۔ اگرچہ اندرا دیوتا اس کے خاوند کا رُوپ دھار کر اس کے پاس آیا تھا لیکن یہ پہچان گئی تھی کہ یہ بدلا ہوا بھیس ہے پھر بھی اس نے اس سے زنا کروایا اور اُسے روکنے کی کوئی کوشش نہ کی ۔ اس کے خاوند نے اسے سراپ دیا کہ وہ گمنام ہو کر جنگلوں میں پڑی رہے گی اور بالآخر رامؑ آکر اُسے اس عذاب سے چھڑائیگا ۔ اب اسکی رہائی کی گھڑی آ پہنچی تھی ۔ رامؑ نے اُسے دیکھ لیا ، اس کے پاؤں چھوئے اور سراپ ختم ہو گیا ۔ اس کے خاوند نے اُسے واپس قبول کر لیا ۔

یہ لوگ ٹھیک وقت پر متھیلا پہنچ گئے ۔ بادشاہ سے شہزادوں کا تعارف کرایا گیا ۔ اُس نے

ان کا پرجوش استقبال کیا اور مشہورِ عالم کمان کی ساری تاریخ کہہ سنائی جسے دیکھنے کے لئے وہ یہاں آئے تھے۔ اس نے بتایا کہ جب دکشا کی قربانی کے موقعہ پر شوا کو نہیں بلایا گیا تھا تو شوا نے اسی کمان کے ساتھ دیوتاؤں میں تہلکہ برپا کر دیا تھا۔ یہ وہ کمان ہے جو کئی پشتوں سے میرے بزرگوں کے پاس بادشاہی کی علامت کے طور سے آ رہی ہے اور دشمنوں کے خاتمے میں مددگار ثابت ہوئی ہے :۔

کمانوں میں یہ ہیرے کی مانند کمان
جس نے خداؤں کے خدا کو بھی پریشانیوں سے نجات دی۔ میرے
آباؤ اجداد کا قابلِ فخر خزانہ ہے۔

ایک دن جب وہ ہل چلا رہا تھا تو زمین میں سے ایک بچّی اچھل کر باہر آئی جس کا نام اُس نے سیتا رکھ دیا کیونکہ اس کی پیدائش پُراسرار تھی۔ (سیتا اس شگاف کو کہتے ہیں جو ہل چلانے سے زمین میں پیدا ہوتا ہے)۔ اُتّرا کانڈا میں ایک حکایت بیان ہوئی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ سیتا دراصل لکشمی ہی کی دوسری صورت ہے نیز یہ کہ اس نے بھی راون کی موت کی خواہش ظاہر کی تھی۔ کہانی کچھ اس طرح سے ہے :

> "راون گھومتا پھرتا کوہ ہمالیہ میں آ نکلا۔ یہاں اسے ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی ویداوتی نامی ملی۔ اس نے جوگیوں کا لباس پہنا ہوا تھا اور یہ راہبانہ زندگی گزار رہی تھی۔ راون نے اس سے محبت کا اظہار کیا لیکن اس نے اُسکے دامِ فریب میں آنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اُس کے باپ کی خواہش تھی کہ میں وشنو سے شادی کروں۔ لہذا میں نے اپنے دل ہی دل میں وشنو کے ساتھ شادی کر رکھی ہے راون نے یہ کہہ کر اپنی بات پر اصرار کیا کہ وہ وشنو سے افضل ہے۔ لڑکی نے کہا صرف تم ہی اُسکی تحقیر کر رہے ہو۔ راون نے اس کے بالوں کو چھو کر اسکی بات کا جواب

> دیا۔ اس حرکت پر رنجیدہ خاطر ہو کر اس نے اعلان کیا کہ وہ آگ میں کود جائیگی اور وہ اس کے سامنے جل مریگی۔ اس نے کہا: چونکہ تم خبیث باطن شخص نے جنگل میں میری توہین کی ہے اس لئے میں تمہیں تباہ کرنے کے لئے دوبارہ پیدا ہونگی بدنیت انسان کو کوئی عورت قتل نہیں کر سکتی۔ اور اگر میں تمہیں سراپ دوں تو اس سے میری ریاضتوں کے صلے میں کمی آجائے گی۔ پس اگر میں نے کوئی نیکی کی ہے، ریاضت کی ہے یا قربانی دی ہے تو میں ضرور ایک نیک سیرت بیٹی کی شکل میں پیدا ہوں گی۔ ایک نیک انسان میرا باپ ہوگا لیکن میں کسی کے پیٹ سے جنم نہیں لونگی! یہ کہہ کر وہ آگ میں کُود گئی۔ پھر یہی تھی جو راجہ جَنک کی بیٹی بن کر ظاہر ہوئی۔ کوہ پیکر دشمن رَاوَن کو تو اس کے غیظ و غضب نے پہلے نڈھال کر دیا تھا اب جبکہ یہ وشنو کی فوقِ انسانی قوتوں میں مدغم ہوگئی تو راون کی مکمل تباہی یقینی تھی۔“

بہت سے لوگ اس کے ساتھ بیاہ کرنے کے خواہاں تھے لیکن راجہ جُنک نے ان سب اُمیدواروں سے کہہ دیا کہ یہ اُسی کی دلہن بنے گی جو شِوا کی کمان کو جھکا دیگا۔ آس پاس کے بہت سے شہزادوں نے زور آزمائی کی لیکن سب ناکام رہے۔ جُنک نے کہا:

یہ آسمانی کمان
حد سے زیادہ چمکتی دمکتی ہوئی
اِسے آزمائیں گے یہ نوجوان
رامؑ کا ہاتھ اس پہ گر چِلّہ چڑھا سکا
جس کو نہیں جھکا سکے

راجے، امیر، بادشاہ
اس کو اپنی سیتا دوں گا میں نے قسم اٹھائی ہے
میری بیٹی!
جو کسی کی کوکھ سے پیدا نہیں ہوئی۔

کمان لائی گئی۔ رامؑ سے کہا گیا کہ زور آزمائی کرو۔ رامؑ نے بڑی آسانی سے اسے ہاتھ میں لے لیا پھر اس پر چلہ چڑھانے لگا تو یہ ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ ناظرین خوف اور حیرت سے دم بخود رہ گئے سیتا رامؑ کی ہو گئی۔ بیاہ میں شمولیت کے لئے رامؑ کے خاندان کو خصوصی قاصدوں کے ذریعے بلوایا گیا رامؑ کا بیاہ سیتا سے ہوا تو اس کے باقی تین بھائیوں کا بیاہ راجہ جنک کی دوسری تین بیٹیوں سے کر دیا گیا۔ اس تقریب کے بعد سب لوگ واپس آ گئے اور خوش و خرم زندگی بسر کرنے لگے۔

کچھ دنوں کے بعد راجہ وشرتھ نے اپنے پہلے اور سب سے بڑے بیٹے رامؑ کے حق میں سلطنت سے دستبردار ہو جانے کا فیصلہ کیا۔ جب اس نے مناسب تاریخ مقرر کر لی تو اس نے رامؑ سے کہا کہ ایک پوری رات متبرک ریاضتوں میں گزارو اور اس طرح اپنے آپ کو نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے تیار کر لو۔ رعایا کو علم ہوا تو ہر طرف جشن کا سماں بندھ گیا، لوگوں نے چراغاں کئے اور خوشیاں منائیں اسی دوران بھرت کی ماں کیکئی کو اس کی ایک خادمہ نے اکسایا کہ تم رامؑ کی بجائے اپنے بیٹے بھرت کو بادشاہ بنواؤ۔ کیکئی کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ وہ ایک محل میں اٹوانٹی کھٹوانٹی لے کر پڑ رہی اور کھانا پینا بولنا چالنا بند کر دیا۔ بادشاہ نے اُسے منانے کی کوشش کی تو اُس نے کہا: پہلے مجھے قول دو کہ میری ایک خواہش پوری کر دو گے پھر میں بات بتاؤں گی۔ بادشاہ کے دل میں یہ گمان تک نہ آ سکتا تھا کہ وہ اتنی حاسدانہ خواہش کرے گی لہذا سادہ لوحی میں اس نے قول دے دیا کیکئی نے دیوتاؤں کو پکارا کہ تم بادشاہ کے قول اور قسم کے گواہ رہنا۔ پھر اس نے یاد دلایا کہ فلاں خطرے کے وقت اکیلی میں نے ہی تمہارا ساتھ دیا تھا اور تم نے خوش ہو کر مجھے ایک نعمت عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اب میں وہ نعمت تم سے مانگتی ہوں:

اگر تم حلفیہ وعدہ پورا نہ کرو گے
تو صبح سے پہلے میں مر جاؤں گی

پھر اس نے وہ نعمت طلب کر کے کہا کہ تم رام کی بجائے بھرت کو اپنا جانشین بناؤ اور رام کو چودہ سال کے لئے بن باس دے دو۔ بادشاہ یہ سن کر غم سے تقریباً پاگل ہو گیا لیکن قسم اور وعدے سے مجبور تھا۔ قول ہار چکا تھا اس لئے اُسے کیکئی کی فرمائش پوری کرنا پڑی۔ سارا شہر جو کل خوشیاں منا رہا تھا۔ آج غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا تھا۔ لوگ رو رہے تھے۔ جس تقریب کا اہتمام رام کے لئے کیا گیا تھا وہ اب بھرت کے لئے منعقد ہو رہی تھی۔ بھرت بھی راضی نہیں تھا لیکن حالات نے مجبور کر دیا تھا۔ رام نے سیتا سے کہا کہ میں چودہ سال کے بن باس پر اکیلا جاؤں گا لیکن وہ نہ مانی۔ اس نے کہا کہ خاوند میرے ساتھ ہے تو جنگلی زندگی کی تکلیفیں، بے آرامیاں اور خطرے سب بے معنی ہیں اور اگر سرتاج پاس نہیں تو محلوں کا عیش و عشرت بھی بے کار ہے۔ جُدائی سے تو بہتر موت ہے۔ اسی طرح لکشمن بھی ہمراہ چلنے پر مُصر ہُوا:

مجھے دیوتاؤں کے بلند گھر نہیں چاہئیں
مجھے ایسی زندگی کی بھی ضرورت نہیں ہے جس میں موت نہ ہو
نہ میں چاہتا ہوں اَے جانِ برادر!
کہ تمہارے بغیر تین دنیاؤں پر حکومت کروں۔

آخر کار رامؔ، سیتا اور لکشمن روانہ ہو گئے۔ شہر کے تمام لوگوں نے اشکبار آنکھوں سے انھیں رخصت کیا۔ جب وہ دنڈکا کے جنگل میں پہنچے تو انھوں نے ایک خاموش گوشۂ تنہائی اپنے لئے منتخب کیا اور چترا کوٹ میں مقیم ہو گئے۔

اُن کے جدائی کے غم میں کچھ دِنوں کے بعد راجہ دسرتھ نے وفات پائی اور شہر ایک بار پھر غم میں ڈوب گیا۔ بھرت بن باسیوں کو ملنے جنگلوں میں گیا۔ اس نے انھیں واپس لانے اور رام کو راج گدی سنبھالنے کی بڑی کوشش کی لیکن رامؔ نہ مانا۔ بھرت ناکام واپس آکر اپنے بھائی کے سربراہ کے طور پر حکومت کرنے لگا۔ وہ اسے جائز وارثِ تخت سمجھتا تھا۔ اس نے شاہی تخت پر رامؔ کے جوتے رکھ دیئے لوگوں کو یہ یاد کرانے کے لئے کہ اصل بادشاہ رامؔ ہے اور بھرت اُس کے نائب کے طور پر اُس کی عدم موجودگی میں حکمرانی کر رہا ہے۔

جنگل میں، جہاں یہ راہبانہ زندگی بسر کر رہے تھے انہیں کئی مُہمّات سے دوچار ہونا پڑا تاہم ایک دن انہوں نے ایک بہت بڑے دیو وِرادھا کو دیکھا جس نے شیر کی کھال اُوڑھی ہوئی تھی اور اپنے

فولادی برچھے پر تین شیر چار چیتے اور دس ہرن پروئے ہوئے تھے۔ دیو سیتا کو علیحدہ لے گیا اور اسے مار ڈالنے اور کھا جانے کی دھمکی دی لیکن کچھ دیر کے بعد ارادہ بدل کر کہنے لگا: میں تمہیں مارنے کی بجائے اپنے پاس رکھ لوں گا۔ پھر یہ خیال کر کے کہ اس نے رامؑ پر احسان کیا ہے اس نے کہا: میں تمہیں بھی کوئی ضرر پہنچائے بغیر چھوڑ رہا ہوں۔ بالآخر دونوں کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی۔ لیکن چونکہ اس دیو پر کوئی ہتھیار اثر نہ کرتا تھا اس لئے لڑائی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ تھوڑی دیر کے بعد دیو نے رامؑ اور لکشمن کو اُٹھا کر کندھے پر ڈال دیا اور بھاگ نکلا۔ کندھے پر بیٹھے ہوئے دونوں نے اس کا ایک ایک بازو کاٹ ڈالا۔ بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے دیو گر پڑا۔ جب رامؑ اور لکشمن نے دیکھا کہ ہتھیار کارگر ثابت نہیں ہوں گے تو انہوں نے اُسے زمین میں زندہ ہی دفن کر دیا۔ اس مہم کے بعد وہ اپنی کُٹیا میں واپس آ گئے اور انھوں نے علاقے بھر کے راہبوں کی حفاظت کا ذمّہ لے لیا۔

اس طرح جنگل زندگی کے جب دس سال گزر گئے تو رامؑ اگستیا کی کُٹیا کی طرف روانہ ہو پڑا۔ یہ وہ زاہد پارسا تھا جس نے سخت ریاضتیں کر کے بڑی صلاحیتیں حاصل کر لی تھیں۔ وہاں انھوں نے ایک چھوٹا سا مکان بنا لیا اور اسی میں مقیم ہو گئے۔ لیکن زیادہ دیر تک امن و سکون کی زندگی نہ گزار سکے۔ ہوا یوں کہ ایک دن رامؑ اور سیتا ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ ایک دیونی جس کا نام سُپر نکھا (سرُوپ نکھا) تھا وہاں سے گزری۔ یہ راون کی بہن تھی۔ اس نے رامؑ کو دیکھا تو اس کے حُسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی۔ وہ خود ایک آنکھ سے بھینگی، سیاہ فام اور انتہائی بدصورت تھی۔ اس نے رامؑ سے پوچھا کہ جنگلوں میں کیوں مارے مارے پھرتے ہو تو رامؑ نے ساری آپ بیتی کہہ سنائی پھر اُس نے اس دیونی سے دریافت کیا کہ تم کون ہو تو اس نے کہا میں راون کی بہن ہوں۔ پھر اُس نے کھلم کھُلا اپنی فریفتگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

اس بیچاری بدنصیب سیتا کو چھوڑ دو
اور مجھے دلہن بناؤ جو اس سے کہیں زیادہ تمہارے لائق ہے
میرے حسن کو دیکھو اور اس کے مقابلے میں مجھے ترجیح دو،
میں اس بدصورت عورت کو ابھی چبا ڈالوں گی
تمہارے بھائی کو بھی اسی عورت کا سا انجام بُھگتنا ہو گا۔

آؤ میرے محبوب آجاؤ
اور میرے ساتھ ان وادیوں اور کہساروں میں گھُومو پھرو!

رامؔ نے مسکراتے ہوئے اُسے جواب دیا کہ میں تو شادی شدہ ہوں تمہاری پیش کش کو قبول نہیں کر سکتا البتہ میرے بھائی کو تم آزما سکتی ہو۔ چنانچہ وہ لکشمن کے پاس گئی لیکن لکشمن نے اُسے واپس رامؔ کے پاس بھیج دیا۔ یہ سوچتے ہوئے کہ سیتا اُسکی راہ میں حائل ہے اُس نے اُسے قتل کرنا چاہا۔ رامؔ نے اُسے روک لیا اور لکشمن نے طیش میں آ کر اُسکی ناک اور اس کے کان کاٹ ڈالے۔ وہ چیختی چلاتی اپنے بھائی کھرؔ کے پاس گئی۔ اُسے بھڑکایا اور فوراً انتقام لینے پر آمادہ کیا۔ کھرؔ نے چودہ قوی ہیکل دیو بھیجے اور حکم دیا کہ رامؔ، سیتا اور لکشمن تینوں کو قتل کر دو۔ لیکن یہ سارے دیو مارے گئے۔ اس پر کھرؔ اور بھی غضبناک ہو گیا اور اس نے چودہ ہزار جنگجو بہادروں کی ایک فوج تیار کر کے اپنے دشمنوں کا قلع قمع کرنے کے لئے بھیج دی۔ لیکن رامؔ نے نہتّے ہوتے ہوئے بھی ان سب کو تباہ کر ڈالا۔

دیوؤں میں سے ایک جس کا نام اُکمپَن تھا بھاگ کر راون کے پاس پہنچا اور اُسے اس تباہی کا سارا ماجرا کہہ سُنایا۔ راون انتہائی غضب ناک لہجے میں چلّایا!

کون بدبخت مجھ سے بچ نکلنے کی کوشش کر سکتا ہے؟
زمین میں، بہشت میں، دوزخ میں!
کُلیسروان، اِندرا، وِشنو
وہ جو مُردوں پر حکومت کرتا ہے
ان سب کو میرا احترام کرنا پڑتا ہے
ان سرداروں میں سے سب سے زیادہ طاقتور بھی
میری مرضی کے خلاف نہیں چل سکتا
اگر چلے تو سکون سے نہ بیٹھ سکے گا......
میرا اثر رسوخ، جس کی مزاحمت کوئی بھی نہیں کر سکتا
خود موت کو بھی مرنے پر مجبور کر سکتا ہوں

اس کے بعد اس نے لڑائی کے حالات اور واقعات دریافت کئے اور پھر فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنی بہن

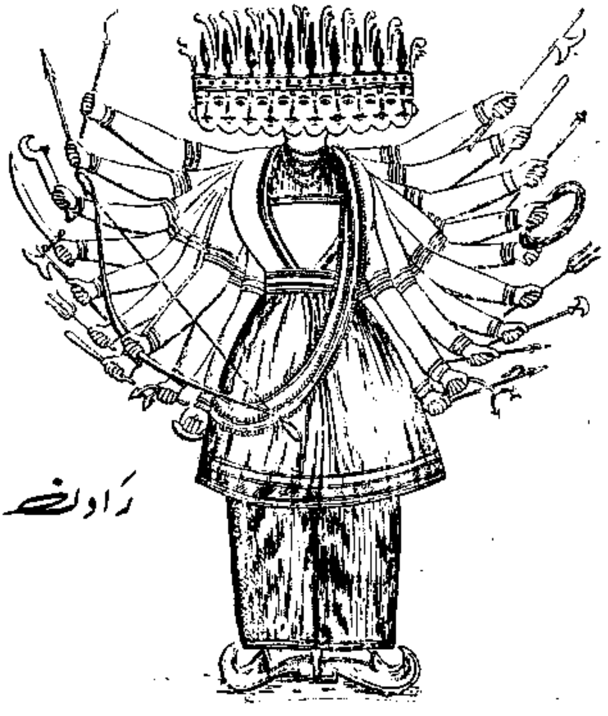
راون

کی بے عزتی کا بدلہ ضرور لے گا۔ قاصد نے اُسے بتایا کہ طاقت کے ذریعے رامؑ پر فتح پانا محال ہے۔ بہتر ہوگا کہ کسی طرح سیتا کو اُٹھا لایا جائے کیونکہ چہیتی بیوی کے غم میں وہ خود ہی گھُل گھُل کر ختم ہو جائیگا۔ راون اپنی رتھ میں بیٹھ کر اکیلا مریچہ کے پاس چلا گیا اور اسکی امداد کا طالب ہوا۔ لیکن اُس نے اُسے رامؑ کے ساتھ لڑنے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ اسی دوران وہاں کٹی ناک اور کٹے کانوں کے ساتھ سپرنکھا پہنچ گئی۔ اس نے خوب شور مچایا اور بھائی کی نفرت کو اُبھارا۔ راون تخت پر بیٹھا اسکی باتیں سنتا اور پیچ و تاب کھاتا رہا۔ شاعر نے اس کا سراپا کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

دس تو اسکی گردنیں تھیں اور بیس تھے اس کے بازو
آن بان تھی شاہی اس کی

ہیبت لرزہ خیز
ایک پہاڑ تھا قامت میں وہ
ہتھیار مضبوط اور تیز

دانت سفید اور دہشتناک

دیوی نے پھر اپنی کہانی سنائی اور اپنے بھائی کے غضب کو تازہ کر دیا۔ ایک بار جوش کھا کر وہ پھر اُٹھا اور مریچہ جن کے ہاں پہنچا۔ اس نے اسے کہا کہ تم ایک سنہری ہرن کی صورت اختیار کرو جس پر چاندی کے خوبصورت دھبّے ہوں۔ اس صورت میں سیتا کے سامنے آؤ گے تو اس کی توجّہ تمہاری طرف مبذدل ہو جائے گی:۔

بالیقین جب وہ دیوی تمہیں دیکھے گی تو حیران رہ جائیگی
کہ جنگلوں میں پھرنے والا یہ عجیب و غریب ہرن کیسا ہے
پھر وہ بھیجے گی اپنے خاوند کو
اور لکشمن کو
کہ اس خوبصورت جانور کو پکڑ لائیں ۔

مریچہ رامؑ کی طاقت کو جانتا تھا۔ اُسے یاد تھا کہ جب وہ ابھی لڑکا تھا تو وہ شوامترا کی مدد کرنے گیا تھا لیکن بُری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس نے ایک بار پھر رامؑ سے دشمنی مول نہ لینے کا مشورہ دیا اور راون کو باز رہنے کی صلاح دی لیکن راون نے سختی سے اُسے کہہ دیا کہ:

اس مہم میں شریک ہونے سے تمہاری جان خطرے میں پڑ سکتی ہے
لیکن اگر تم نے میری بات ماننے سے انکار کیا یا میری مخالفت کی
تو ابھی اور اسی وقت
اپنے ہاتھوں سے تمہیں قتل کر دوں گا ۔

مجبور ہو کر مریچہ کو خوبصورت سنہری ہرن کی صورت اختیار کرنی پڑی۔ رامؑ کی کٹیا کے ارد گرد پھرتا رہا کہ اچانک سیتا کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ وہ اسے حاصل کرنے کے لئے بیتاب ہو گئی۔ لکشمن کو کٹیا کی حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑ کر رامؑ ہرن کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ تھوڑی دُور جا کر اس نے تیر چلایا شیطان گر گیا لیکن مرتے مرتے اس نے رامؑ کی آواز بنا کر زور زور سے پُکار دی او سیتا! او لکشمن! جب یہ آواز سیتا اور لکشمن کے کانوں میں پہنچی تو وہ پریشان ہو گئے۔ چونکہ آواز رامؑ ہی کی تھی اس لئے وہ گھبرا گئے کہ کوئی مصیبت رامؑ پر آ پڑی ہے اور وہ مدد کے لئے پکار رہا ہے

لکشمن اس طرف کو دوڑ پڑا جس طرف سے یہ پکار آئی تھی اور سیتا پیچھے اکیلی رہ گئی۔ راون اسی موقع کے انتظار میں قریب ہی چھپا ہوا تھا۔ اس نے سیتا کو جبراً اٹھا لیا اور تیزی سے اپنے مسکن کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں سیتا نے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے اور جو بھی نظر آیا اس سے مدد مانگی لیکن سب بے سُود! جادو کی گاڑی کے ذریعے وہ آناً فاناً لنکا پہنچ گئے۔ راون نے اسے ایک محل میں قید کر دیا۔ اس نے زور اور زاری دونوں طریقوں سے سیتا کو مغلوب کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ نہ پیار بھرے الفاظ اس پر اثر کر سکے اور نہ خوفناک دھمکیاں کارگر ثابت ہوئیں۔ اُسے تسلّی دینے کے لئے برَہما نے اِندرا کو بھیجا۔ یہ محل کے محافظوں سے بچ بچا کر سیتا کے پاس پہنچا اور اُسے تمام دیوتاؤں کی ہمدردی کا یقین دلایا۔ نیز کہا کہ تمہارے خاوند کو اور تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا اور انجام کار سب معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔

اِدھر لنکا میں یہ کچھ ہو رہا تھا تو اُدھر رامؔ کا غم کے مارے بُرا حال تھا۔ ہرن کے قتل ہو جانے کے بعد جب لکشمن اس کے پاس پہنچا تو دونوں کا ماتھا ٹھنکا کہ ضرور کوئی اُفتاد آ پڑی ہے۔ تیزی سے وہ واپس اپنی کٹیا میں پہنچے تو یہاں تو انکی دنیا ہی لُٹ چکی تھی۔ سیتا غائب تھی۔ رامؔ غم کے مارے نڈھال ہو گیا۔ اس نے دریاؤں سے پوچھا، درختوں اور پہاڑوں سے دریافت کیا کہ میری سیتا کہاں گئی ہے مگر کسی نے کچھ نہ بتایا۔ البتہ ایک گِدھ نے، جو مر رہی تھی، اتنا بتایا کہ سیتا کو راَون اُٹھا کر لے گیا ہے۔ اس گدھ نے راون کے پنجے سے سیتا کو چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ شدید زخمی ہو گیا اور مزید مزاحمت نہ کر سکا۔

بادیہ پیمائی کے دَوران ان بھائیوں کا آمنا سامنا کبَندھ نامی دیو سے ہو گیا۔ اس دیو کی ہیئت ایک سراپ کی وجہ سے بھیانک ہو گئی تھی اور اُسے اُس وقت تک اسی بھیانک ہیئت میں رہنا تھا جب تک رامؔ اس کے بازو نہ کاٹ دیتا۔ اس نے دونوں بھائیوں کو کندھے پر اُٹھا لیا اور بھاگ کھڑا ہُوا۔ رامؔ اور لکشمن کے لئے اور کوئی راستہ اپنے بچاؤ کا نہ رہا تو انھوں نے اس کے دونوں بازو کاٹ ڈالے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ رامؔ نے اس کے بازو کاٹے ہیں تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے ان سے درخواست کی کہ اس کے جسم کو جلا دیا جائے تاکہ وہ دوبارہ اپنی اصلی شکل و صورت میں واپس آ سکے اور آسمان کی طرف پرواز کر سکے۔ چنانچہ شعلوں نے جب اُسے لپیٹ لیا تو اُس نے ایک آسمانی

صُورت اختیار کرلی اور آسمان کی طرف پرواز کرنے لگا۔ ابھی فضا کے وسط ہیں تھا کہ اُس نے انھیں بتا دیا کہ سیتا کو کہاں لے جایا گیا ہے۔ نیز اُس نے کہا کہ تم اسے واپس حاصل کرنا چاہتے ہو تو سگریو سے مدد مانگو جو وانر قوم (بندروں) کا بادشاہ ہے۔ صرف اُسی کی مدد سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے وہ سگریو کے گھر پمپا کی طرف چل پڑے۔ یہاں ایک خوبصورت جھیل تھی جسے دیکھ کر رامؑ کا دل بھر آیا :

خوشیوں اور امن و امان کے یہ نظارے
میرے دکھ درد اور جدائی کی شدت میں اور اضافہ کرتے ہیں

جب سگریو نے بھائیوں کو دیکھا تو اُسے شبہ ہوا کہ یہ کہیں اُسکے بھائی " بالی" کے بہی خواہ نہ ہوں جس نے اُسے تخت و تاج سے محروم کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس خدشے کے پیشِ نظر اس نے اپنے کمانڈر انچیف ہنومان کو دریافتِ احوال کے لئے ان کے پاس بھیجا۔ ہنومان نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور ادھر کیوں آئے ہو ؟ انھوں نے سارا ماجرا کہہ سنایا تو اس نے سوچا کہ شاید بالی سے حکومت واپس لینے میں یہ اس کے آقا سگریو کی کوئی مدد کر سکیں۔ چنانچہ اس نے انھیں اپنے کندھے پر اُٹھا لیا اور وانر راجہ سگریو کے پاس لے گیا فریقین نے اپنا اپنا درد سنایا اور ایک دوسرے کی مدد کا وعدہ کیا۔ رامؑ نے کہا غاصب بالی کا آج ہی خاتمہ ہونا چاہیئے سُگریو نے کہا :

تمہاری سیتا جہاں کہیں بھی ہے
بہشت میں رکھی گئی ہے
یا دوزخ کی گہرائیوں میں قید ہے
میری پُرخلوص دوستی
اُسے ڈھونڈ نکالے گی
اور اس پر غالی کو چھڑا لائیگی

سُگریو نے ایک اوڑھنی ، ایک پازیب اور ایک گلوبند رامؑ کے سامنے رکھ دیا کہ انھیں پہچانو رامؑ نے لکشمن کی طرف دیکھا لکشمن نے کہا یہ پازیب تو واقعی سیتا کی ہے۔

"اور یہ گلوبند اور اوڑھنی"؟ رام نے پوچھا

"میں نہیں جانتا" لکشمن نے جواب دیا "کیونکہ آج تک میں نے بھابھی کو ٹخنوں سے اوپر دیکھا ہی نہیں"

رامؑ مسکرا دیا۔ یہ زیور سیتا ہی کے تھے۔ جب راون اُسے جبراً اٹھائے لے جا رہا تھا تو سیتا نے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پہ انھیں گرا دیا تھا کہ کھوج لگانے میں آسانی ہو۔ زیورات دیکھ کر رامؑ کو تسکین حاصل ہوگئی۔

سگریو نے کہا: اگرچہ اس وقت میں نہیں جانتا کہ سیتا کو کہاں رکھا گیا ہے تاہم بہت جلدی میں کھوج نکال لوں گا اور اسکی باز یافت میں پوری مدد کرونگا۔ پھر اُس نے اپنے بھائی بالی کے ساتھ تنازعے کی بات سنائی لیکن اس یقین کو اور زیادہ پختہ بنانے کے لئے کہ رامؑ کی مدد واقعی مؤثر ہو سکے گی اس نے رامؑ کی کمان کی ضرب کو آزمانا چاہا۔ رامؑ نے تیر چلایا تو وہ ایک ہی سیدھ میں کھڑے سات ناریل کے درختوں کے پار ہوتا ہوا اُن کے پیچھے ایک پہاڑی کے بھی پار ہو گیا پھر چھ پاتال کی دنیاؤں سے ہوتا ہوا واپس اپنے ترکش میں آ گیا۔ سگریو یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس کا حمایتی کوئی معمولی انسان نہیں ہے۔ اب وہ نڈر ہو کر اپنے بھائی کے مقابل آ گیا۔ دو بدو لڑائی شروع ہوئی۔ سگریو پر اس کا بھائی غالب آیا ہی چاہتا تھا کہ رامؑ نے تیر چلا دیا۔ بالی گر گیا لیکن مرنے سے پہلے اس نے رامؑ سے کہا: افسوس ہے تم پر اے چھپ کر وار کرنے والے! تمہیں بتانا چاہیئے تھا کہ تم کون ہو اور تمہاری میرے ساتھ کیا دشمنی ہے۔ اگر تم نے مجھے بتا دیا ہوتا کہ تم سیتا کی تلاش میں سرگرداں ہو تو اس تلاش میں، میں بھی تمہاری مدد کرتا۔" رامؑ نے کہا: دیوتاؤں کی یہی مرضی تھی!"

اپنے بھائی کی موت پر سگریو دوبارہ تخت نشین ہو گیا۔ تاہم اپنی کامیابی کی خوشیوں میں ایسا مست ہو گیا کہ اسے اپنا وعدہ یاد ہی نہ رہا کہ جس شخص کی بدولت اس نے دوبارہ اقتدار حاصل کیا ہے اس کی مدد بھی کی جانی ہے۔ بالآخر ہنومان نے، جو شروع ہی سے رامؑ اور اس کے مقصد کے ساتھ مخلص تھا، سگریو کو وعدہ یاد دلایا۔

تمہارا حق تمہیں واپس مل گیا ہے

تمہارے نام کا ڈنکا ہر طرف بج رہا ہے
تمہارے خاندان کی عظمت قائم ہو چکی ہے
اب تمہارا سب سے پہلا فریضہ یہ ہونا چاہیئے
کہ تم ان دوستوں کی مدد کرو
جنہوں نے تمہارے دکھ کا مداوا کیا ہے

لیکن سگریو اپنی مسرتوں میں اتنا مست تھا کہ ہنومان کی بات کا اس پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ آخر رامؔ نے لکشمن کے ذریعے ایک سخت پیغام بھیجا۔ اب سگریو کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے حکم دیا کہ ایک زبردست فوج تیار کی جائے۔ چنانچہ ایک بہت بڑا لشکر بن گیا جس میں :

ہزاروں نہیں لاکھوں جیالے
اپنے بادشاہ کے حکم پر کٹ مرنے والے
خونخوار ریچھوں اور بندروں کے دستے ملے جلے
اور انواع واقسام کے لنگور
خوفناک شکلوں والے
جنگلوں، درختوں کے جھنڈوں اور غاروں میں رہنے والے جمع ہو گئے

بادشاہ نے انکو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر گروہ کا ایک سردار مقرر کر دیا پھر انھیں ہر علاقے کی حدود سمجھا دیں کہ کس کس علاقے میں شہزادی کو تلاش کیا جانا ہے۔ چونکہ عام خیال یہی تھا کہ راون جنوب کی طرف گیا ہے جو ہنومان کا علاقہ تھا اس لئے اسے خاص ہدایات دی گئیں۔ رامؔ نے اُسے اپنی ایک انگوٹھی دی کہ اگر سیتا مل جائے تو اُسے دکھا دینا تاکہ وہ پہچان لے کہ تم میرے بھیجے ہوئے قاصد ہو۔ بہت عرصہ تک اس وسیع پیمانے پر تلاش کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ مایوس ہو کر سب لوگ تلاش ترک کر دینے کا سوچ رہے تھے کہ ہنومان نے حوصلہ دلایا اور ثابت قدمی سے ڈٹے رہنے پر سب کی ہمّت بندھائی۔ ترکِ جُستجو کے عین لمحے انھیں ایک گدھ ملا جس کا نام سمپتی تھا۔ یہ اُس جٹایُس نامی گدھ کا بھائی تھا جو راون پر حملہ آور ہوا تھا لیکن جسے راون نے زخمی کر کے گرا دیا تھا۔ یہ پرندہ، سمپتی رامؔ کو صحیح سمت پر لے جانے والا پہلا ذریعہ بن گیا۔ اس نے کہا کہ سیتا اس وقت لنکا میں ہے

ایک سو کوس کا راستہ ہے
سمندر کے اس کنارے سے اس پار تک
اور بھی جنوب کی طرف تم بڑھتے چلے جاؤ
وہاں یہ دیو راون رہتا ہے۔

لیکن یہاں یہ مشکل درپیش آگئی کہ پورے ایک سو کوس کا پانی عبور کرنا تھا۔ اتنی لمبی چھلانگ کون لگائے ایک بار پھر ہنومان یہاں کام آیا۔ سامنے آکر اس نے اعلان کیا :

رامؔ کی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی تیزی کے ساتھ
میں جاؤں گا راون کے شہر میں

ہنومان نے اتنی بڑی چھلانگ لگادی اور پار پہنچ گیا۔ راستے میں کئی مہموں کو سر کرتا ہوا آخر کار وہ لنکا کی راجدھانی میں پہنچ گیا۔ اب اس نے اپنے قد کو ایک بلی کے قد کے برابر چھوٹا کرلیا اور شہر کے اندر اس طرح داخل ہوگیا کہ کسی نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی۔ آخر کار وہ "اشوکا جھنڈ" میں جہاں سیتا قید تھی، داخل ہوگیا۔ یہاں وہ عین اس لمحے پہنچا جب راون محروسہ شہزادی کو ورغلا رہا تھا کہ اب اپنے خاوند کا خیال چھوڑ دو اور میری دلہن بن جاؤ۔ سیتا نے اس کی پیش کش کو ٹھکرادیا تو راون نے آخری دھمکی دی :

اگر دو مہینے کے اندر تم نے میری دلہن بننا منظور نہ کیا تو
میرے باورچی تمہارا قیمہ بنا ڈالیں گے۔

اپنی تیز فولادی چھریوں سے
اور میں پھر اسے ناشتے میں کھا ڈالوں گا۔

جب سیتا اکیلی ہوئی تو ہنومان نے اس سے خطاب کیا۔ پہلے تو سیتا ایک بندر کو انسانوں کی طرح بولتے ہوئے دیکھکر حیران رہ گئی اور وہ خیال کرنے لگی کہ میں خواب دیکھ رہی ہوں لیکن جب، نے خاوند کی انگوٹھی کی نشانی دیکھی تو سمجھ گئی کہ یہ عجیب و غریب قاصد دوست ہے۔ پھر پیغام پہ خوش ہوکر بولی :

اے عجیب قاصد

تم میرے لئے غم اور خوشی دونوں کے ملے جلے پیغام لائے ہو
خوشی اس بات کی کہ میں ابھی اس کے دل میں بستی ہوں
اور غم اس بات کا کہ مجھ سے جدا ہو کر
وہ ساری ساری رات جاگتا
اور روتا رہتا ہے ۔

ہنومان نے سیتا کو پا لیا تھا ۔ اس نے کہا کہ تم میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ ۔ میں سمندر پر سے لمبی چھلانگ لگا کر کود جاؤنگا اور تمہیں تمہارے ، عرصے سے بچھڑے ہوئے خاوند تک پہنچا دونگا لیکن اس میں پیچیدگی پیدا ہو گئی ۔ سیتا نے کہا : مانا کہ اتنی بڑی چھلانگ لگانے کیلئے تم اپنا قد بہت زیادہ بڑھالو گے ۔ لیکن اتنی بڑی چھلانگ کے لئے مجھے اپنا توازن برقرار رکھنا پڑیگا ۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ میں تم سے لپٹ جاؤں لیکن یہ ناممکن ہے کیونکہ ہوش و حواس میں رہ کر اور اپنی رضامندی سے میں اپنے خاوند کے سوا اور کسی زندہ شخص کے جسم کو نہیں چھو سکتی ۔ چنانچہ ہنومان کی اس پیش کش کو مسترد کرتے ہوئے اس نے وہاں قید میں پڑے رہنے کو ترجیح دی اور رام کو اپنی محبت اور وفاداری کا پیغام بھیج دیا ساتھ ہی ایک موتی ارسال کیا ، اس بات کے ثبوت میں کہ اُسے انگوٹھی بھی مل گئی ہے اور رام کا پیغام بھی موصول ہو گیا ہے ۔

ہنومان نے سوچا کہ جاتے جاتے دشمن کو کچھ نقصان ضرور پہنچانا چاہیئے ۔ چنانچہ اس نے درختوں کے جھنڈ اور ان کے درمیان واقع مندر کو تباہ کر دیا ۔ اور راون کے کئی بہادروں کو قتل کر دیا ۔ لیکن اُدھم مچاتے ہوئے اُسے گرفتار کر لیا گیا ۔ جب وہ راون کے رُوبرو پیش ہوا تو اس نے صاف صاف اقرار کر لیا کہ میں رام کی طرف سے سیتا کے پاس بھیجا ہوا قاصد ہوں ۔ اس نے بڑی جرأتمندی سے راون کو مشورہ دیا کہ تم فوراً سیتا کو رہا کر دو ۔ اس پر راون سخت طیش میں آگیا ۔ اس نے کہا : میں تمہیں بھی قتل کر دیتا لیکن قاصد اور ایلچی کو مارا نہیں کرتے ، اس کی زندگی مقدس ہے " تاہم بعض شہریوں نے اُسکی دم کو آگ لگا دی ۔ ہنومان نے جلتی ہوئی دم کے ساتھ اچھل کود کر کے سارے شہر کو آگ لگا دی ۔

اپنا کام ختم کر کے وہ واپس رام کے پاس آپہنچا ۔ اسے سیتا کا دیا ہوا موتی پیش کیا اور سارا

حال کہہ سنایا۔ رام اپنی بیوی کی ثابت قدمی پر بہت خوش ہوا لیکن فوراً ہی مایوس ہوگیا کیو سو کوس چوڑے سمندر کو عبور کرنا اور وہ بھی اتنی بڑی فوج کیلئے ناممکن دکھائی دے رہا تھا سگریو عمل پسند اور ذرائع و وسائل پیدا کرنے والا شخص تھا۔ اس نے کہا :

اب تمہارا کام ہونا چاہیئے
سمندر کے اوپر پل بنانے کا
تاکہ ہم دشمن کے شہر تک پہنچ سکیں
ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ پہاڑ کو دیکھو
اور جب ہمارے قدم اس جزیرے پر پڑیں گے
اور دشمن کا قلع قمع ہو جائے گا
تو اس وقت ہماری خوشی مکمل ہوگی!

سگریو کی فوج جو کچھ دور مقیم تھی اب سمندر کی طرف بڑھنے لگی۔ رام متعجب ہو رہا تھا کہ اتنے بڑے سمندر کو کس طرح عبور کیا جاسکے گا یا کیسے اس کے اوپر پل باندھا جاسکے گا۔ اپنی اس فکرمندی میں اس نے سمندر کو آواز دی کہ اپنے پانیوں کو نکال ڈالو اور ہماری فوج کے لئے خشک راستہ بنا دو۔ سمندر نے تعمیل تو نہ کی البتہ ایک مشورہ دیکر اس کی مدد کی۔ اس نے کہا تم داس (غلام) قبائل کا تعاون حاصل کرو وہ بندروں کے لشکر کے ساتھ مل کر پانچ دنوں میں پل تیار کر دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا پل مکمل ہوتے ہی فوجیں پار اتر گئیں۔ رام کو ہنومان نے اور لکشمن کو انگد نے کندھوں پر اٹھا لیا اور یہ سب لوگ لنکا میں پہنچ گئے۔

راون کو ان کے پہنچ جانے کی خبر مل گئی۔ اس کے جاسوس حملہ آور لشکر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔ انھوں نے راون کو ہتھیار ڈالنے کا مشورہ دیا لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ آخر لڑائی چھڑ گئی اور رام کے لشکر نے شہر پر حملہ کر دیا۔ فریقین نے اپنی اپنی جنگی مہارت کے خوب جوہر دکھائے۔ دونوں طرف سے خاصہ نقصان ہوا۔ راون کے ایک بیٹے اندراجیت نے رام اور لکشمن کو زخمی کر دیا لیکن وشنو کا عجیب وغریب پرندہ گرودا چند ایسی جڑی بوٹیاں لے آیا جن سے یہ فوراً شفایاب ہو گئے۔ ایک بار پھر یہ زخمی ہو گئے۔ اب ہنومان کو بھیجا گیا کہ کوہ ہمالیہ سے سنجیون بوٹی تلاش کر کے لائے۔ اسے بوٹی کی

پہچان نہ رہی تو وہ پوری ایک پہاڑی اکھاڑ لایا جس پر کئی قسم کی بُوٹیاں تھی۔ وہ آنکھ جھپکنے کی دیر میں وہاں پہنچا اور واپس آگیا۔ اب رامؔ اور رَاون کا دُوبدو مقابلہ شروع ہوا۔ رامؔ کے تیر اوّل اوّل غیر مؤثر دکھائی دے رہے تھے کیونکہ :

آمنا سامنا کسی عام دشمن سے نہیں تھا
ٹھیک نشانے پر تیر جا لگتا تھا
اور دیو کے فولاد سے ڈھلے ہوئے جسم کے ساتھ جا ٹکراتا تھا
دیو کا ہیبتناک سر، ایک کٹتا تو دوسرا اسکی جگہ اُگ آتا
تین دنیائیں دیکھ رہی تھیں اس کے
کٹے ہوئے مُرصّع طِلائی سر کو
اسی طرح کوئی آنکھ دیکھنے سے محروم ہو جاتی
تو اسکی جگہ دوسری آنکھ اُگ آتی۔

آخر "ماتلی" کے مشورے پر تھکے ہارے رامؔ نے ایک ایسا تیر چھوڑا "جس کی آگ کو خود قادرِ مُطلق نے بھڑکایا تھا" یہ تیر دیو کے دل کے اندر پیوست ہوگیا اور وہ وہاں ڈھیر ہوگیا۔ ہنومان کو سِیتا کے پاس یہ خبر سنانے کیلئے بھیجا گیا کہ اُسے قید کرنے والا مارا گیا ہے۔ رَاون کے بھائی اور جانشین وِبھیشن نے سِیتا کو پالکی میں بٹھاکر بڑے احترام کے ساتھ بھجوا دیا۔ رامؔ نے حکم دیا کہ پالکی کا پردہ ہٹایا جائے تاکہ تمام بندر اسکی بیوی کا چہرہ دیکھ لیں :

عورت کا محافظ نہ تو اس کا مضبوط قلعہ ہے
نہ بلند دیواریں ہیں
نہ باڑوں کے ذریعے محفوظ کئے ہوئے محلات ہیں۔
بلکہ اس کا اپنا کردار ہی سب سے بڑا دفاع ہے
جو شہنشاہوں کی عظمت سے بھی بلند تر چیز ہے

رامؔ کی اس تقریر سے تمام دیکھنے اور سننے والوں کے دلوں پر لرزہ طاری ہوگیا۔ سِیتا کا تو دل ٹوٹ گیا۔ وہ جس گرمجوشی کے ساتھ استقبال کی توقع کر رہی تھی اسکی بجائے اسے سرد مہری ملی۔ رامؔ نے

اس سے خشک لہجے میں کہا :

خاتون! بالآخر میرا کام ختم ہو گیا ہے
اور تم، اس جنگ کے انعام کے طور پر، جیت لی گئی ہو
اگر میرے گھر سے میری ملکہ اٹھا لی گئی تھی
تو میرے اس بازو نے اس کا خوب انتقام لے لیا ہے
اور میدانِ جنگ میں اس دھبے کو مٹا ڈالا ہے
جو میرے ناموس پر لگ گیا تھا

⁂

لیکن اَے خاتون! یہ تمہاری محبّت نہیں تھی
جو میری فوج کو سمندر کے اس پار لے گئی

⁂

میں نے جنگ لڑی عزّت اور قانون کی توہین کا بدلہ لینے کیلئے
میری محبت پرواز کر چکی ہے
کیونکہ تمہاری شہرت بری طرح داغدار ہو چکی ہے
شرمناک گناہ کے دھبّے سے
جس طرح روشنی کسی زخمی نظارے پر پڑتی ہے تو گھناؤنا منظر سامنے آجاتا ہے
اسی طرح تم بھی قابلِ نفرت ہو!
یہ وسیع دنیا تمہارے سامنے ہے، بھاگ جاؤ اور جہاں چاہو چلی جاؤ
لیکن میرے ساتھ نہیں۔

⁂

دادن تجھے آسمانوں میں اٹھائے پھرتا رہا ہے
اس نے تجھ پر بُری طرح نظریں گاڑے رکھی ہیں
تمہاری کمر کے گرد اس کے بازو حائل رہے ہیں

اس نے اپنے قیدی کو سینے سے لگالگا کر بھینچا ہے
اور اپنی قوت و شوکت کا غلام بنا کر
اس نے بیگمات کے خاص کمرے میں تجھے رکھا ہے

سیتا نے یہ ظالمانہ اور غیر متوقع الفاظ سنے تو اس نے نہایت دردناک لہجے میں کہا کہ وہ آلودۂ گناہ نہیں ہے لیکن جب رام نے نرمی کا کوئی اظہار نہ کیا تو اس نے اعلان کیا کہ میں اس بدنامی پر موت کو ترجیح دیتی ہوں۔ اس نے لکشمن سے کہا تم آگ جلاؤ میں الاؤ میں سے گزرنے کی آزمائش پر پوری اترنا چاہتی ہوں :

میں شرمندگی کے بوجھ تلے رہ کر جینا نہیں چاہتی
بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے میرے آلام کو ختم کر دیں گے
اور میرے دوست غمخوار اور مونس بن کر رہیں گے !

لکشمن نے یہ افسوسناک فریضہ بھی سرانجام دیا۔ جب الاؤ بھڑک اٹھا تو سیتا نے اس کے گرد چکر لگایا پھر آگ میں کود جانے سے پہلے وہ اگنی دیوتا سے مخاطب ہوئی :

یہ محبت بھرا دل نیکی ہی نیکی سے معمور ہے
یہ دل رگھو کے بیٹے کے خیال سے کبھی نہیں ہٹا
تم تو عالمگیر گواہ ہو، اے آگ !
اپنی چتا پر میرے جسم کو محفوظ رکھیو
رگھو کے بیٹے نے سیتا پر ناحق الزام لگایا ہے
سنو میری فریاد
اور میری مدد کو پہنچو

اگنی دیوتا کے حضور فریاد کر کے اور اپنی بے گناہی کا اعلان کر کے وہ آگ میں داخل ہو گئی۔ آسمانوں سے دیوتا اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ نیچے اتر آئے۔ انھوں نے رام سے کہا :

کیا یہ ممکن تھا تمہارے لئے، اے سب کے آقا اور مالک !
کیا یہ ممکن تھا، اے دنیاؤں کے خالق !

کہ تم اپنی ملکہ کو، اپنی بیوی کو،
آگ میں کُود جانے دو؟
اور اپنا جسم چتا کے حوالے کرنے دو؟
اَے عقلِ کُل! کیا ابھی تک تم نے اپنے آپ کو نہیں پہچانا؟
اپنی آسمانی سرشت کو نہیں سمجھا؟

رامؔ نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں آپ کو فانی انسان سمجھتا ہوں۔ برہما نے اُسے سمجھایا کہ تم راون کو قتل کرنے کے لئے وِشنو کے اوتار بن کر آئے ہو اور سِیتا، جسے تمہارے ظالمانہ سلوک نے آگ میں کود جانے پر مجبور کر دیا ہے در اصل لکشمی ہے، وِشنو کی آسمانی بیوی۔ اس اعلان کی تصدیق کرنے کے لئے آگ میں سے اگنی دیوتا ظاہر ہوا۔ اس نے سِیتا کا ہاتھ پکڑ کر خاوند کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا کہ یہ بے عیب اور بے داغ ہے۔ رامؔ نے اب نہایت خوش ہو کر اسے قبول کر لیا۔ اُس نے کہا کہ اُسے پورالیقین تھا کہ سِیتا بے گناہ ہے لیکن ہو سکتا تھا کہ دوسرے لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہوں اس لئے اس نے اسے اس آزمائش میں سے گزُارا ہے۔

اب راجہ دسرتھ بہشت سے نیچے اترا۔ اس نے کہا کہ اتنی پرمسرت جگہ میں بھی وہ اپنے بیٹوں کے مصیبتوں کو دیکھکر غمزدہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اِندر نیچے اُترا اور اس نے رام کے کہنے پر وانر قبائل کے تمام مقتولوں کو زندہ کر دیا۔ پھر تمام دیوتاؤں نے رامؔ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے راون کو قتل کر کے انھیں سکون بخشا ہے۔ جب یہ باتیں ختم ہو گئیں تو رام سیتا اور لکشمن وِبھیشن کی دی ہوئی جادو کی گاڑی میں سوار ہو کر ایک ہی دن میں لنکا سے اپنے شہر پہنچ گئے۔ شہر کے قریب پہنچنے پر ہنومان کو بھیجا گیا کہ وہ بھرت کو انکی آمد کی اطّلاع دے۔ بھرت کو اور اہلِ شہر کو اس خبر سے جو خوشی ہوئی وہ ناقابلِ بیان ہے۔ رامؔ نے جلد ہی سلطنت کا کاروبار سنبھال لیا اور لوگ خوش و خرم زندگی گذارنے لگے۔

رامؔ کے زیرِ نگین دس ہزار سال تک ایودھیا امن و خوشحالی کا مرکز رہا
کسی بیوہ کو اپنے مقتول خاوند کا غم نہ رہا
کوئی گھر غیر آباد نہ تھا
پرمسرت سرزمین پر کسی دکھ درد کا سایہ نہ تھا

مال مویشی بڑھنے اور پھلنے پھولنے لگے
زمین نے اپنے سارے پھل اُگل دیئے
کوئی فصل ناکام نہ ہوئی
کوئی بچہ مرا نہیں
کوئی واقف نہ تھا بیماری سے، افلاس سے اور جرائم سے
اتنا پُرسکون اور اتنا خوش تھا زمانہ!

لیکن عالمگیر خوشحالی تا دیر نہیں رہتی۔ لوگوں کے دِلوں میں اپنی ملکہ کی بیگناہی کے بارے میں شُبہات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ بات رامؔ کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ سیتا نے ایک دفعہ خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اپنی بن باس والی کٹیا کو ایک بار پھر دیکھنا چاہتی ہے۔ اس خواہش کا فائدہ اُٹھاتے ہوتے رامؔ نے اُسے وہاں بھیج دیا جہاں وہ راہبہ بن کر زندگی گزارنے لگی۔ اس کے اس جنگلی گھر میں جو دو بچے توأم پیدا ہوئے تھے وہ اب جوان ہو چکے تھے۔ اس نے انھیں باپ کے دربار میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے انھیں دیکھا تو اُسے اپنی ناانصافی کا احساس ہوا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اُنکی ماں سیتا کو دوبارہ ملکہ بنا کر اس کا مقام بحال کریگا۔ وہ دربار میں پہنچی تو رامؔ نے کہا ان تمام درباریوں کے سامنے اپنی بے گناہی کا اقرار کرو۔ اب سیتا بھی اس توہین کو برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اس نے زمین کو آواز دی جس نے اُسے جنم دیا تھا، کہ اب تم ہی مجھے ایک گھر دیدو۔ اس پر زمین پھٹ گئی اور اس نے سیتا کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد رامؔ کا دل بھی زندگی سے بیزار ہو گیا۔ "وقت" نے آ کر اُسے اطلاع دی کہ اس کا کام پُورا ہو چکا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ مقدس ندی کے کنارے چلا گیا اور اپنا جسم اس کے حوالے کر کے اپنے بہشتی گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد رامؔ کو صرف اجودھیا کا بادشاہ نہیں مانتی جسکی تاریخ رامائن میں اتنے دردناک انداز میں بیان ہوئی ہے بلکہ اسے دیوتاؤں کا مُربّی تسلیم کرتی ہے کیونکہ اس نے ان کے دشمن راون کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ اُن کا دوست اور نجات دہندہ بھی ہے جب یہ اپنے مُردے کو جلانے کے لئے دریا کی طرف جا رہے ہوتے ہیں تو پکارتے ہیں "رام۔ رام۔ ستیہ نام"!

شاید یہ اس لئے ہے کہ زندگی میں مُردوں کی سفارش کے لئے یہ بہت مشہور تھا۔ نیز اپنے پیروکاروں کے حق میں اسکی مہربانی اور نگہداشت اتنی زیادہ تھی کہ انسان اس پر پُورا اعتماد رکھتے تھے کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے محبوب شہر اجودھیا کے تمام باشندوں کو بغیر موت کا مرحلہ طے کئے بہشت میں بلوالیا تھا۔ اسکی سفارش پر رَاون کے جاسوسوں کو بھی چھوڑ دیا گیا۔ اور بندر جو مارے گئے تھے دوبارہ زندہ کر دیئے گئے۔ نیز اس نے باپ راجہ دسرتھ کی مِنّت سماجت کر کے اس بددُعا کے اثر بھی مٹوا دیئے جو اس نے کیکئی کو دی تھی اور جس کی وجہ سے اُن کو بن باس ہُوا تھا۔

۸ ۔ کرشنا اَوتار

وِشنو کے اس اَوتار کا تذکرہ تین پہلوؤں سے دلچسپ ہے۔ اوّل یہ کہ اس کے ذریعے ہمیں اس بات کے پتہ لگانے میں مدد ملتی ہے کہ ہندوؤں کے عہدِ عتیق کی تاریخ میں جو فانی انسانوں میں سے ہیرو تھے وہ کس طرح درجہ بدرجہ دیوتاؤں کی صورت اختیار کرتے رہے۔ دوم یہ کہ اس اوتار کے ساتھ

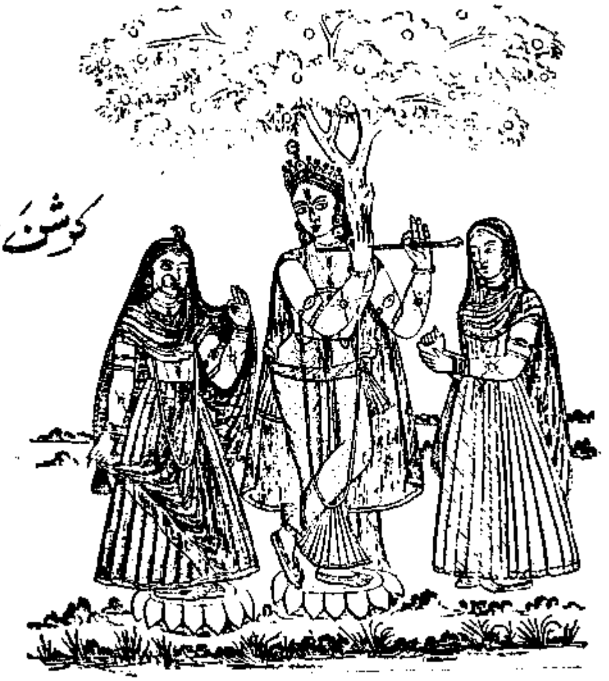

کرشن اَوتار

بہت سی حکایت کا تعلّق ہے اور سوم یہ کہ اس کا بہت زیادہ اثر وَیشنَو فرقے پر پڑا ہے ۔ مہابھارت

میں کرشنؔ کو (لفظی معنی سیاہ فام کے ہیں) کبھی تو شِوا کے آگے جھکا ہوا دکھایا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خود اس دیوتا سے بہت کم درجے پر ہے۔ کبھی اسے شِوا کی محبوبہ اُوما کی پرستش کی تلقین کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور کبھی اس طرح کہ یہ ان دونوں سے نعمتیں حاصل کر رہا ہے۔ بعض عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محض ایک تاریخی ہیرو ہے جس کی قوتیں غیر معمولی ہیں۔ بعض عبارتوں میں اس کے اُلوہیاتی وجود کا انکار ملتا ہے اور بعض میں اس کے مخالف اس کے دیوتا ہونے پر بحث مباحثے کرتے ہیں۔ (تاہم انھیں اس انکار پر سزا دی جاتی ہے)۔ اَرجُنؔ کے مددگار ومعاون ہونے کی حیثیت سے یہ سب سے برتر دیوتا ہونے کا دعویدار ہے۔ لیکن مہابھارت ہی کے اندر دوسری عبارتیں ہیں جن میں شِوا کا یہی دعویٰ تسلیم کیا گیا ہے۔ پھر ان دونوں دعویداروں میں صلح کرانے کیلئے کہا گیا ہے کہ دراصل یہ دونوں دیوتا ایک ہی ہیں پھر اس باہمی اتصال میں بھی کرشنؔ کو وِشنو کے اُلوہیاتی جوہر کے "حصے کا حصہ" یعنی بہت ہی تھوڑا حصہ کہا گیا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مہابھارت میں (جو کرشنؔ کی زندگی کے اکثر ان کارناموں کے بارے میں بھی خاموش ہے جن کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ پُرانوں میں ملتا ہے) وِشنو کی، اس اَوتار کی حیثیت سے پرستش کو عام طور پر تسلیم نہیں کیا گیا جیسا کہ وَیشنوؔ فرقے کے اکثر پُرانوں میں درج ہے اس زمانے میں کرشنؔ اَوتار کے تصوّر میں وہ اصرار اور پختگی بھی نہیں تھی جو بعد کی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔

پریم ساگر

بھاگوتؔ پُران کے ہندی ترجمہ پریم ساگر میں اس اَوتار کا مقصد اس طرح بیان کیا گیا ہے:
متھرا کے ایک راجہ اُگرسین کی ایک بیوی بڑی خوبصورت تھی لیکن بے اولاد تھی۔ ایک دن جنگل کی سیر کے دوران وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئی۔ ایک جن نے اسے تنہا پاکر اس کے خاوند کی صورت اختیار کرلی اور جنگل ہی میں اس کے ساتھ مجامعت کی۔ اس کے نتیجے میں اس کا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام کنس رکھا گیا۔ یہ بچپن ہی سے بہت ظالم تھا۔ بچوں کو مار ڈالنا اس کا دلچسپ مشغلہ تھا۔ بڑا ہوا تو باپ، کنبے اور ملک بھر کے لئے عذاب بن گیا۔ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ وہ رام کی

جوانکے خاندان کا دیوتا تھا، پرستش چھوڑکر اس کی بجائے خفیہ طور پر مہا دیو (شِوا) کی پوجا شروع کردے اس کے باپ نے افسردہ ہوکر جواب دیا: "رامؔ میرا آقا اور مالک ہے اور میرے غم واندوہ کا دور کرنے والا ہے۔ اگر میں اسکی پُوجا نہ کروں گا تو ایک گناہ گار کی حیثیت سے کس طرح دنیا کا سمندر پار کرسکوں گا؟" یہ سن کر اس نے باپ کو تخت سے اُتار دیا اور غاصب بن کر سلطنت پر حکومت کرنے لگا۔ پھر اس نے حکم جاری کیا کہ میری راجدھانی میں کوئی شخص آئندہ رامؔ کی پُوجا نہ کرے بلکہ شِوا کی پوجا کرے۔ اس کے مظالم حد سے استنے بڑھ گئے کہ خود زمین کو ایک گائے کی صُورت اختیار کرکے اندرا کے پاس جاکر فریادی ہونا پڑا: بدروحوں نے دنیا کو بڑے بڑے جرائم سے بھر دیا ہے۔ خوف کے مارے مذہب اور انصاف رخصت ہوچکے ہیں اگر آپ اجازت دیں گے تو میں بھی دنیا چھوڑ دوں گی اور نچلے طبقات میں اتر جاؤں گی۔" اندرانے یہ سن کر دوسرے دیوتاؤں کو اپنے ساتھ لیا اور برہما کے پاس پہنچا تاکہ اس صورتِ حال کا کوئی مداوا سوچا جاسکے۔ برہما نے انہیں شِوا کے پاس اور شِوا نے وِشنو کے پاس بھیج دیا۔ ان سب نے وشنو کو یاد دلایا کہ پہلے بھی کئی مرتبہ اس نے اوتار بن کر دیوتاؤں اور انسانوں کو نجات دلائی ہے لہٰذا اب بھی وہ انسانی رُوپ دھار کر انہیں کنسؔ کے عذاب سے رہائی دے۔ وِشنو مان گیا دیوتا خوش ہوگئے اور انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ آسمان چھوڑ کر زمین پر اُتر آئیں گے اور اسکی مدد کریں گے وِشنو نے خود فیصلہ کیا کہ لکشمن جو رامؔ اَوتار کے وقت اس کا بھائی تھا اور وفادار اور ثابت قدم ساتھی تھا نیز بھرت اور شترو گھن بھی اس کے ہمراہی ہوں گے اور سیتا رُکمنی کی صورت میں اسکی بیوی ہوگی۔

وِشنو پُران میں، جہاں سے ہم نے اگلی چند حکایات لی ہیں، وِشنو کے جواب کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ کرشنؔ اس خدائے بزرگ و برتر کے "ایک حصے کے حصے" کا اَوتار تھا۔ جب خدائے بزرگ و برتر کو اَوتار بن جانے کے لئے کہا گیا تو اس نے اپنے جسم کے دو بال توڑ کر دیوتاؤں کو دیئے اور کہا "میرے یہ دو بال ایک سفید اور ایک سیاہ زمین پر اُتریں گے اور اسکی پریشانیوں کو دور کردیں گے۔" چنانچہ سفید بال زمین پر بلرامؔ کے نام سے اور سیاہ بال کرشنؔ کے نام سے اُترے وشنو نے مزید کہا کہ "اسورہ تباہ کر دیئے جائیں گے۔ میرا یہ سیاہ بال واسو دیو کی بیوی دیوکی کے آٹھویں حمل میں پیدا ہوگا۔ دیوکی دیوی کی مانند ہے۔ آٹھویں حمل سے پیدا ہونے والا بچہ کنس کو قتل کریگا جو "کالا نیمی" جنّ ہے۔"

جب راجہ کنس واسو دیو اور اسکی بیوی دیوکی کو گاڑی (رتھ) میں بٹھا کر شہر بدر کر رہا تھا تو آسمان سے بجلی کی کڑک کی طرح ایک تیز اور تند آواز آئی جس نے کنس کو مخاطب کر کے ہوتے کہا: "ارے احمق جس حسینہ کو تم نکال رہے ہو اسی کے آٹھویں حمل سے تو وہ بچہ پیدا ہونا ہے جو تمہیں قتل کر دیگا۔" کنس نے یہ آواز سنی تو اس نے تلوار سونت لی اور چاہتا تھا کہ دیوکی کو قتل کر دے کہ واسو دیو حائل ہوگیا اور کہنے لگا: "بہت بڑے سورما! دیوکی کو قتل نہ کرو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کا ہر بچہ تمہارے حوالے کر دونگا۔" کنس نے اس وعدے پر اعتبار کر لیا اور دیوکی کو چھوڑ دیا لیکن احتیاط کے طور پر کہ کہیں کوئی دھوکا یا غلطی نہ ہوجائے اس نے اُنکے گھر پہ دن رات نگرانی کرنے والے پہریدار مقرر کر دیئے۔ جونہی یکے بعد دیگرے بچے پیدا ہوتے رہے یہ اس کے حوالے ہو جاتے اور وہ انھیں قتل کر دیتا ——

کنس اس تاثر میں رہا کہ اس نے دیوکی کے سارے بچے قتل کر دیئے ہیں۔ اصل صورتِ حال کچھ اور تھی۔ جو بچے کنس کے حوالے کئے جاتے رہے تھے دراصل ہرن یک یپوا کے بچے تھے یہ وہی "آدھا شیر آدھا آدمی" تھا جسے وشنو نے قتل کیا تھا۔ ان بچوں کو "یوگ نندرا" (یعنی وشنو کی وہ عظیم قوت) جو نظروں کو دھوکا دیتی ہے۔ طبقاتِ عدم سے لا کر دیوکی کے رحم میں رکھ دیتی رہی تھی تا کہ کنس کا منصوبہ کامیاب نہ ہو سکے۔ وشنو نے اس دیوی سے کہا تھا: جاؤ "ندرا" (نیند) طبقاتِ عدم کو اور میرے حکم سے اُنکے چھ شہزادوں کو یکے بعد دیگرے دیوکی کے حمل میں رکھ دو۔ جب کنس انکو قتل کر ڈالے تو ساتواں حمل سیش (ناگ دیوتا) کے ایک حصّہ سے بنایا جائے گا جو میرا ہی ایک جزو ہے۔ تم اسے پیدائش کے وقت سے پہلے واسو دیو کی دوسری بیوی روہنی کے رحم میں منتقل کر دینا جو گوکل میں رہتی ہے۔ (یہ بچہ بل رام تھا) مشہور یہ کر دینا کہ دیوکی کا حمل ساقط ہو گیا ہے۔ پھر آٹھویں حمل میں میں خود اوتار بن کر پیدا ہونگا اسی طرح تم بھی نند اچروا ہے کی بیوی یشودا کی بچہ دانی میں پرورش پاتی رہنا۔ نبھس کے مہینے کے آدھے نچندرے حصّے کی آٹھویں رات کو میں پیدا ہوں گا۔ نویں رات کو تم پیدا ہونا۔ میری طاقت اور قوّت کے زیرِ اثر واسو دیو مجھے اُٹھا کر یشودا کے بستر پر لے جائیگا اور تمہیں دیوکی کے بستر پر رکھ آئیگا۔ کنس تمہیں لے جائے گا اور تمہیں پکڑ کر ایک بہت بڑے پتھر پر پٹخنے لگے گا کہ تم آسمان

کی طرف پرواز کر جانا۔ وہاں میرا احترام کرتے ہوئے اِندرا تمہارا استقبال کریگا۔"

جب دیوکی کا آٹھواں بچہ پیدا ہوا تو اُسے واسو دیو نے اٹھا لیا۔ وہ پہریداروں کی نظروں سے بچ بچا کر تیزی کے ساتھ شہر میں سے گزرتا ہوا دریائے جمنا کے کنارے پہنچ گیا۔ سیش ناگ جو اسکی حفاظت پر مامور تھا اس کے پیچھے پیچھے رہا۔ جمنا عام طور پر بہت چوڑا اور گہرا ہوتا ہے۔ لیکن واسو دیو کو چونکہ اس پار جانا تھا اس لئے اسکی مدد کرنے کے لئے دریا پایاب ہو گیا۔ جونہی یہ نندا چرواہے کے گھر پہنچا اُسی لمحے یسودا نے ایک بچے کو جنم دیا۔ واسُو دیو نے یہ بچہ اُٹھا لیا اور دیوکی کا بچہ وہاں رکھ دیا اور تیزی سے واپس آکر پہریداروں سے بچ بچا کر اپنے قیدخانہ والے گھر میں پہنچ گیا۔ اس کے فوراً بعد محافظوں نے بچے کے رونے کی آواز سنی تو انھوں نے کنس کو اطلاع کردی کنس نے فی الفور بچے کو پکڑ لیا اور اسے زور سے ایک پتھر دے مارا۔ لیکن تقدیر اس سے زیادہ طاقتور تھی۔ جونہی بچے کا جسم زمین سے مَس ہوا یہ آسمان کی طرف اُٹھنے لگا۔ اُوپر جاکر یہ دیو پیکر بن گیا اس کے آٹھ ہاتھ تھے اور ہر ہاتھ میں کوئی نہ کوئی خطرناک ہتھیار تھا۔ اس دیو نے زور سے قہقہہ لگایا اور کنس سے کہا: مجھے پتھر پر پٹخ دینے سے تجھے کیا حاصل ہوا ہے؟ وہ تو پیدا ہو چکا ہے جو تمہیں قتل کریگا۔ دیوتاؤں میں سب سے زیادہ طاقتور۔ وہی جس نے پہلے بھی تمہیں تباہ کیا تھا۔"

اس آخری جملے کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ کنس دراصل کالَ نیمی تھا جسے وِشنو نے رام اوتار بن کر قتل کیا تھا

اپنے منصوبے کی غیر متوقّع ناکامی پر کنس بے حد خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے اپنے دوستوں کو جمع کر کے کہا: آسمان کے یہ جو آوارہ اور قابلِ نفرت لوگ ہیں یہ مجھے جان سے مار ڈالنے کے لئے بڑی خطرناک سازشیں بنا رہے ہیں۔ یہ میری طاقت اور شوکت سے ڈرتے ہیں۔ میں انھیں کچھ بھی نہیں جانتا۔ کیا میں نے ان دیوتاؤں کے بادشاہ کو نہیں دیکھا جب وہ میرا حریف بن کر سامنے آ گیا تھا؟ وہ میرے تیروں کو بہادروں کی طرح سینے پر لینے کی بجائے بزدلوں کی طرح پیٹھ پر لے لیتا تھا۔ اب میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ ان بدنیّت اور بے اصول دیوتاؤں کے ننگ و ناموس کو اور زیادہ گہری ضربیں لگاؤں۔ پس جو شخص بھی دیوتاؤں اور براہمنوں کو چڑھاوے دیتا ہے اور جو شخص بھی ان کے نام کی قربانیاں دینے میں مشہور ہے اُسے بے دریغ قتل کر دیا جائے۔ اس طرح دیوتا اُن ذرائع

سے محروم ہو جائیں گے جن پر وہ پلتے ہیں۔ وہ دیوی جو دیوکی کے ہاں ابھی پیدا ہوئی ہے اس نے مجھے علانیہ بتا دیا ہے کہ وہ جو پچھلے جنم پر میرا قاتل تھا اب پھر پیدا ہو گیا ہے۔ لہٰذا میں حکم دیتا ہوں کہ ہر جگہ بڑی سعی و احتیاط کے ساتھ تلاشی لی جائے اور اس زمین پر جو کوئی نومولود لڑکا ایسا نظر آئے جو غیر معمولی طور پر طاقتور ہو اُسے ترس کھائے بغیر قتل کر دیا جائے ۔“

اب چونکہ واسودیو اور دیوکی بائی سے اُسے کوئی خطرہ نہ رہا تھا اس لئے اس نے انہیں آزاد کر دیا اور خود ایک بہت بڑے دشمن کا سامنا کرنے کے خوف سے اپنے محل کے سب سے اندرونی کمرے میں منتقل ہو گیا۔ آزادی ملتے ہی واسودیو نندا کے پاس پہنچا۔ نندا کو علم نہیں تھا کہ واسودیو نے بچے تبدیل کر دیئے تھے۔ بیٹے کی پیدائش پر واسودیو نے نندا کو مبارکباد پیش کی اور مشورہ دیا کہ چونکہ تم ٹیکس وغیرہ ادا کر چکے ہو اس لئے شہر میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں، تم واپس اپنے گھر چلے جاؤ۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں کنس کے آدمی اس غیر معمولی تنومند بچے کو دیکھ کر کنس کے سخت احکام کی تعمیل میں اسے مار نہ ڈالیں۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے اپنا دوسرا بچہ بل رام بھی جو اسکی بیوی روہنی کے بطن سے پیدا ہوا تھا، اُس کے سپرد کر دیا اور کہا کہ اُسے بھی اپنے بچہ کے ساتھ پالو پوسو۔ اس طریق عمل سے جس طرح سابقہ اوتاریت کے دوران رام اور لکشمن ایک دوسرے کے ہمنوا ساتھی اور بھائی تھے اس طرح اس موجودہ اوتاریت میں بھی کرشن اور بل رام ایک دوسرے کے ہمنوا ساتھی اور بھائی بن گئے۔

نندا جو والہ ہے اور اس کے کنبے کو گوکل میں مقیم ہوئے تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ کرشن کو ختم کر دینے کی کئی کوششیں ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ پُتنا نامی ایک ڈائن جس کسی بچے کو اپنی چھاتی کا دودھ پلاتی وہ بچہ فوراً مر جاتا۔ ایک رات چپکے سے یہ نندا کے گھر میں داخل ہوئی اس نے کرشن کو اُٹھا لیا اور اپنی چھاتی اس کے منہ میں دے دی۔ بچے نے دونوں ہاتھوں سے اسکی چھاتی کو پکڑ کر اس زور سے چسکا لیا کہ ڈائن کی چیخ نکل گئی، اس کے جسم کا انگ انگ درد کرنے لگا، وہ دھڑام سے گر گئی اور مر گئی۔ گاؤں والے چیخیں سن کر دوڑے آئے کہ کیا واقعہ ہو گیا۔ یشودا نے گائے کی دم کا جھاڑو بچے کے سر پر جھلایا اور نندا نے گائے کا خشک گوبر اس پر چھڑکا۔ پھر ایک تعویذ اس کے بازو سے باندھ کر دشنو کو دُہائی دی کہ اس بچے کو محفوظ رکھیو ——

کرشن کے لڑکپن کے واقعات کے بارے میں بہت سی حکایات پُرانوں میں درج ہیں۔ جن سے اسکی غیر معمولی قوتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً ایک موقع پر جب یہ ابھی بہت چھوٹا سا تھا، نندا کے ریڑھے کے نیچے لیٹا ہوا تھا۔ اسے بھوک لگی تو یہ چلّایا، مگر یسودا کے آنے میں ذرا دیر ہوگئی اس نے بے صبر ہوکر ریڑھے کو لات دے ماری۔ ریڑھا الٹ گیا اور پاس کھڑے ہوئے لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔ یہ اور بل رام بچھڑوں سے کھیلتے کھیلتے انھیں اتنا زیادہ تنگ کرتے کہ یشودا اکثر خفا ہوجاتی۔ ایک دفعہ تنگ آکر یشودھا نے اسے بھاری اوکھلی سے باندھ دیا اور اپنے کام میں مصروف ہوگئی بندھے ہوئے کرشنا نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی مگر گرہ تو نہ کھلی البتہ اوکھلی گھسٹتی چلی آئی۔ اب کرشن اسے گھسیٹتا چلاجارہا تھا کہ یہ دو درختوں کے درمیان اٹک کر پھنس گئی۔ کرشن نے زور لگایا تو دونوں درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ لوگ حیران ہو گئے کہ کوئی آندھی بھی نہیں آئی اور نہ کوئی تیز ہوا کا جھونکا آیا ہے۔ پھر یہ درخت کیسے جڑوں سمیت اکھڑ گئے ہیں۔ ضرور یہ جگہ بدبخت ہے۔ لہذا خوف کے مارے تمام لوگ وہ جگہ چھوڑ کر "ورنداون" میں جا بسے۔ بھاگوت پُران کہتا ہے کہ یہ درخت دراصل کویرا کے جو مال و دولت کا دیوتا ہے دو بیٹے تھے۔ ایک زاہد و پارسا نارد نامی نے انکو شراپ دیا اور یہ درخت بن گئے۔ کرشن نے جو کرامات دکھائی اس کا مقصد ان دو اشخاص کو رہائی دلانا تھا۔ کرشن اور بلرام، دنیا کے محافظ، "ورنداون" کے مویشی خانوں کے محافظ بھی تھے۔ سات سال کی عمر تک اُن کے ذمہ یہی کام تھا۔ بھگوت پُران میں لکھا ہے کہ اس عمر میں وہ بہت شرارتیں کرتے تھے۔ اِردگرد کے گئو شالوں سے مکھن چرانا انکا محبوب مشغلہ تھا واضح رہے کہ کرشن کا ایک لقب "ماکھن چور" بھی ہے۔

بھگوت پُران میں ایسی بہت سی حکایت درج ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ راجہ کنس نے اپنے خوفناک دشمن کو ختم کرنے کی کئی کوششیں کیں۔ مثلاً ایک دن جبکہ کرشن جنگلوں میں گائیں چرا رہا تھا تو ایک جن خوفناک صورت بنا کر اُسے ڈرانے اور پریشان کرنے کیلئے بھیجا گیا۔ کرشن نے بھانپ لیا کہ یہ کون ہے اور کیوں آیا ہے۔ اس نے اُسے پاؤں سے پکڑا اور سر کے اُوپر سے گھما کر اس زور سے پھینکا کہ دھڑام سے گرا اور مر گیا۔ اگلے دن ایک اور جن کو بھیجا گیا۔ اس نے ایک بہت بڑی سارس کی صورت اختیار کی۔ اس نے کرشن کو اپنی چونچ میں لے لیا لیکن کرشن کا بدن

اتنا گرم ہو گیا کہ سارس نے فوراً اسے چھوڑ دیا کرشن نے اسکی چونچ پکڑی اور پاؤں کے نیچے دیکر سارس کو چیر ڈالا۔

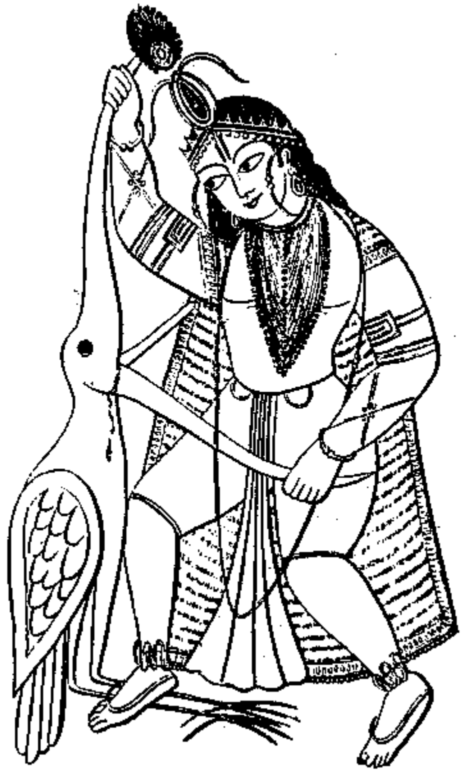

کرشنؔ ——
سارس کے رُوپ
میں بکاسر جن کو قتل
کر رہا ہے

ایک اور جن سانپ بن کر آ گیا۔ اس نے کرشنؔ اور اس کے ساتھی چرواہوں کو گایوں کے گلے سمیت نگل لیا لیکن سانپ کے پیٹ میں پہنچ کر کرشن نے اپنے آپ کو اتنا پھلا دیا کہ سانپ کا پیٹ پھٹ گیا۔ کرشن صرف اپنے آپ کا دفاع نہیں کرتا تھا بلکہ اپنے ساتھیوں کا بھی مفاد پہنچاتا تھا۔ جب برہما کچھ بچھڑے اور انکی دیکھ بھال کرنے والے لڑکوں کو چرا کر لے گیا تو کرشنؔ نے دوسرے بچھڑے اور دوسرے لڑکے بنا ڈالے اور چرواہوں کو اس چوری کا کبھی پتہ ہی نہ لگ سکا۔

اب ہم وشنو پُران کی داستان کی طرف آتے ہیں۔ دریائے جمنا کُلیا سانپ کا گھر تھا۔ اس سانپ کے غصّے کی حرارت سے پانی اُبلنے لگ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ دریا کے کنارے کے درخت بھی گرم بخارات کی وجہ سے جل گئے۔ اور پرندے اس کی گرمی سے مر گئے۔ کرشنؔ نے محسوس کیا

کہ وَرِنداوَن میں رہنے والے اس کے دوستوں کو بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے تو اس نے ساتھیوں کے منع کرنے کے باوجود دریا میں چھلانگ لگا دی۔ اور سانپ سے لڑنا شروع کر دیا۔ وہ اسے مار ڈالنے ہی والا تھا کہ ناگنوں نے مل کر اسکی منت سماجت کی کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ کرشن نے ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تم اور تمہارے کنبے والے اب جمنا میں نہیں رہیں گے بلکہ سمندر میں جاکر رہیں گے۔

ایک موقعہ پر کرشن نے اِندرا کو پریشان کرنا چاہا۔ اس نے دیکھا کہ کچھ گوپے (گایوں کے چرواہے) بارش عطا کرنے والے دیوتا کی پرستش کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس نے انہیں منع کیا اور کہا کہ تم پہاڑ کی پُوجا کرو جو تمہارے مویشیوں کیلئے خوراک مہیّا کرتا ہے یا اپنے مویشیوں کی پرستش کرو جو تمہیں دودھ دیتے ہیں۔ اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے انھوں نے "گوور دھن" پہاڑ کو دودھ، دہی اور گوشت کا چڑھاوا پیش کر دیا۔ اصل میں یہ ایک ترکیب تھی جس کے ذریعے وہ اِندرا کی پرستش کو اپنی پرستش کی طرف پھیرنا چاہتا تھا۔ جب چڑھاوے رکھ کر چرواہے پہاڑ سے نیچے اُتر آئے تو پہاڑ کی چوٹی پر کرشن ظاہر ہوا اور کہنے لگا: میں پہاڑ ہوں۔ اور پھر اس نے وہ تمام چڑھاوے کھالئے جو پجاری وہاں چھوڑ آئے تھے۔ جبکہ ادھر اپنی شکل میں بطور کرشن وہ اپنے ساتھی چرواہوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گیا اور گویا اپنی پُوجا آپ کرنے لگا۔ وہ جو پہاڑ کی چوٹی والا کرشن تھا اس نے پجاریوں سے ڈھیر ساری نعمتوں کے وعدے کئے اور غائب ہو گیا نندا اور دوسرے لوگوں کی طرف سے یہ توہین آمیز تبدیلی دیکھ کر اندرا کو بڑا غصّہ آیا اس نے طوفانی بارشوں کو حکم دیا کہ جاؤ ان کو اور ان کے مویشیوں کو تباہ کر دو۔ لیکن کرشن نے گوور دھن پہاڑ کو ایک ہاتھ پر اُٹھا کر اسکی چھتری بنالی اور سات دن رات اسی طرح کھڑا رہ کر اپنے دوستوں کو طوفانِ بلا سے بچا لیا۔ اِندرا نے جب یہ دیکھا تو وہ کرشن کے پاس آیا، اس کے کارنامے کی تعریف کی اور اسے سلام کیا۔ اسکی بیوی اِندرانی نے اسکی منت سماجت کی کہ تم ہمارے بیٹے اُرجن کے دوست بن جاؤ۔

ایک موقعہ پر سورج دیوتا کا ایک پُجاری سَترجیت کرشن سے ملنے آیا جو اس وقت دُوارکا میں تھا۔ اس پجاری کو اس کے مالک اور آقا نے ایک نہایت چمکدار اور قیمتی موتی عطا کیا تھا اس کی آب و تاب دیکھ کر لوگوں کو گمان ہوتا تھا کہ خود سورج اُن کے درمیان موجود ہے۔ موتی کا

نام "سیا منتکا" تھا۔ پجاری کرشن کے پاس آیا تو اس نے یہ موتی پہن رکھا تھا۔ اس موتی کی کرامت یہ تھی کہ جس کسی کے پاس یہ موتی ہوتا اُسے روزانہ "آٹھ تھیلے سونے کے" مل جاتے اور وہ ارضی وسماوی ہر مُصیبت سے محفوظ رہتا۔ نیز اس کے قریب وحشی جانوروں کا، آگ کا، طوفان کا، ڈاکوؤں کا، قحط کا یا اس قسم کی کسی اور آفت کا کوئی بھی خوف نہ آ سکتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ایک ضروری شرط یہ بھی لگی ہوئی تھی کہ جس کے پاس یہ ہو وہ پاک چال چلن اور اعلیٰ کردار وسیرت کا مالک ہو۔ اس کے لئے تو اس موتی کے پاس کبھی ختم نہ ہونے والے خزانے تھے۔ لیکن اگر کوئی بدچلن شخص اس کا مالک بن جائیگا تو یہ موتی اس کی مَوت کا سبب بن جائیگا۔ یہ سوچ کر کہ اس موتی کے عجیب وغریب خوبیاں سننے کے بعد ممکن ہے کرشنؑ اسے اپنے پاس رکھنا چاہے۔ سترجیت نے اسے اپنے بھائی پرسینؑ کو دے دیا۔ جب یہ بھائی موتی پہنے ہوئے شکار پر نکلا تو ایک

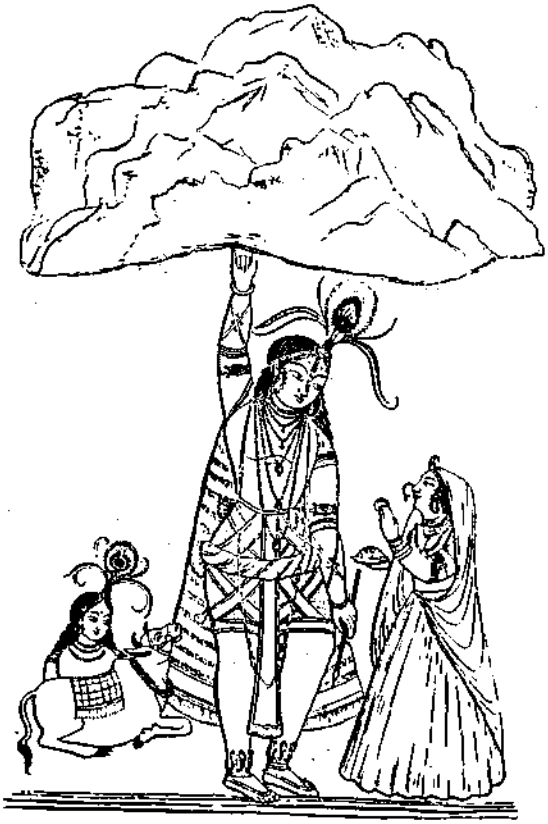

کرشنؑ ___
گوردھن پہاڑ
کو ایک ہاتھ پر
اٹھائے ہوئے ہے

شیر نے اُسے مار ڈالا۔ ریچھوں کے بادشاہ جمبوت دیکھ رہا تھا کہ موتی شیر کے منہ میں ہے۔ اُس نے شیر پر حملہ کر کے اُسے مار ڈالا اور موتی پر قبضہ کر لیا۔ جب پرسین واپس نہ آیا جیسا کہ حسب معمول اُسے آنا چاہیئے تھا تو یادو قبائل (کرشن کے قبیلے والے) سوچنے لگے کہ شاید کرشن نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے اس نے کچھ بھائی بند اپنے ساتھ لئے اور کھوج نکالنا شروع کیا۔ آخر یہ اس گھوڑے تک پہنچ گئے جس پر سوار ہو کر پرسین شکار پر نکلا تھا اور جہاں شیر نے اُسے مار ڈالا تھا۔ اس طرح اس کی بے گناہی ثابت ہو گئی۔ اس کے بعد وہ جمبوت کے غار کی طرف چل پڑا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے ریچھ شہزادے سکومارا کو دیکھا جو مطلوبہ موتی سے کھیل رہا تھا۔ وہ غار کی طرف چل پڑے ریچھ بادشاہ اور اسکے درمیان اکیس دن تک لڑائی ہوتی رہی۔ جب اتنے دنوں دوارکا میں اس کے گھر والوں کے پاس اس کی کوئی خبر نہ پہنچی تو سب نے سوچا کہ وہ مر گیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اسکی رسوماتِ مرگ بھی ادا کر دیں۔ لیکن ان رسوم میں جو پانی اور خوراک اُسے بھیجی گئی اس کی بدولت وہ ریچھ بادشاہ پر غالب آ گیا۔ جمبوت ریچھ بادشاہ نے اپنی بیٹی جمبوتی کا بیاہ اس سے کر دیا اور وہ فتح یاب ہو کر گھر واپس آ گیا۔ اس نے موتی ستر جیت کو واپس کر دیا اور اسکی بیٹی ستیہ بھامہ کو اپنی بیوی بنا لیا۔ اس موتی نے اور بہت سے تنازعے کھڑے کئے تاہم آخر میں ایک نیک دل بادشاہ اکرور کے پاس پہنچ گیا۔ جب یہ موتی کرشن کو پیش کیا گیا تو اس نے اعتراف کیا کہ اسکی سولہ ہزار بیویاں ہیں اس لئے اس موتی کا رکھنا اس کے لئے ممکن نہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اسکی بیوی ستیہ رام بھی وہ شرائط پوری نہیں کرتی جو اس موتی کے مالک کے لئے ضروری ہیں۔

چرواہوں کی بیویاں (گوپیاں) اسکی محبت میں دیوانگی کی حد تک مبتلا رہتی تھیں۔ جب وہ اور بلرام بانسری بجاتے تو تمام گوپیاں جمع ہو کر اُن کے ساتھ ناچنا شروع کر دیتی تھیں چونکہ ناچ کے دوران سب گوپیاں اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دے سکتی تھیں اس لئے وہ اپنی اتنی صورتیں بنا لیتا تھا، جتنی گوپیاں ہوتی تھیں ہر گوپی یہی سمجھ لیتی کہ اس نے اصلی کرشن کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے۔ ایک مرتبہ نوجوان گوپیاں کپڑے اُتار کر دریائے جمنا میں نہا رہی تھیں۔ پہلے تو کرشن انھیں چھپ کر دیکھتا رہا۔ پھر اس نے سب کے کپڑے چرا لئے اور ایک درخت کے اُوپر جا بیٹھا۔ اس نے کہا میں کسی کے

کپڑے واپس نہیں کرونگا جب تک تم میں سے ہر لڑکی الگ الگ فریادی بن کر اور اپنے کپڑے لینے کیلئے دونوں ہاتھ سر سے اُوپر سیدھے کرکے نہ آئیگی۔ بھاگوت پُران میں ہے کہ یہ لڑکیاں کرشن کی تلاش میں شہوانی جذبات سے مغلوب رہتی تھیں پھر بھی انکے گناہ دھو دیئے گئے تھے لکھا ہے کہ "جس بھی انداز سے آدمی اسکی پوجا کرتا ہے اسے نجات ملجاتی ہے۔ بعض اُسے بیٹے کی حیثیت سے جانتے اور چاہتے تھے، بعض دوست بن کر، بعض دشمن بن کر اور بعض عاشق بن کر تو آخر کار ان سب کو نجات مل گئی۔"

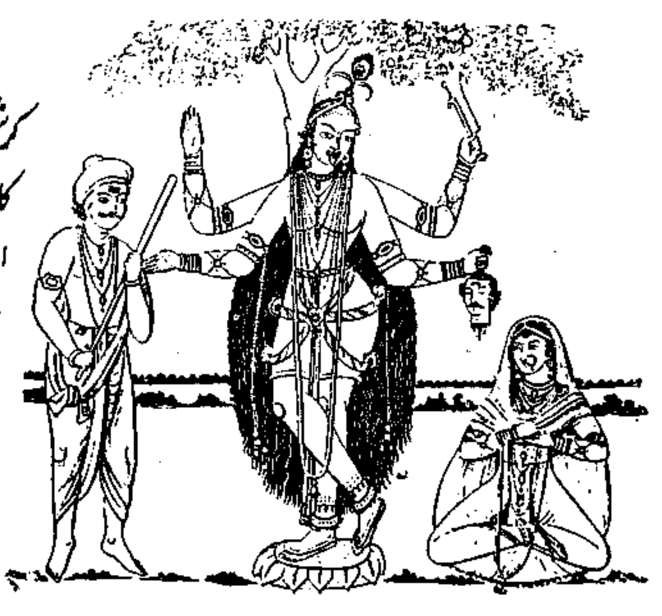

کرشن "کالی دیوی"
کا رُوپ دھار کر
اپنی محبوبہ رادھا کے
خاوند کو غلط فہمی میں
مبتلا کر رہا ہے

ان تمام عورتوں میں سے کرشن کی سب سے زیادہ چہیتی رادھا تھی جو ایاناگوش کی بیوی تھی۔ اس کی نند نے اپنے بھائی سے کہہ دیا کہ تمہاری بیوی بدچلن ہے۔ رادھا ڈر گئی کہ کہیں وہ اسے قتل نہ کر دے۔ اس نے یہ خوف اپنے عاشق کے سامنے رکھا تو اس نے کہا کہ تم فکر نہ کرو۔ جب بھی تمہارا خاوند ادھر آنکلے گا تو میں کالی کی صورت اختیار کرلوں گا۔ وہ تمہیں اپنے عاشق کی گود میں دیکھنے کی بجائے تمہیں ایک دیوی کی پُوجا کرتے ہوئے پائیگا۔ چنانچہ ایسا ہوا اس کا خاوند وہاں سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ رادھا کرشن کے ساتھ جھکی ہوئی ہے لیکن اس نے کرشن کو کالی سمجھ لیا ——

رادھا کا نام کرشن کے نام کا جزوِ لاینفک ہے۔ مذہبی گیتوں میں، بھجنوں میں، دعاؤں میں، تصویروں میں جہاں کہیں کرشن کا نام آئیگا اس کے ساتھ رادھا کا نام بھی ضرور آئیگا۔ اس دیوتا کی بیویوں کو بھلا دیا گیا ہے لیکن اس کی محبوبہ رادھا کی پرستش کرشن کی پرستش کے ساتھ ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ کرشن ان گوپیوں کے ساتھ محوِ رقص تھا کہ ارشتا نامی ایک جن نے وحشی سانڈ کی شکل اختیار کر کے اس پر حملہ کر دیا۔ کرشن خاموشی سے اس کے پہنچ جانے کا انتظار کرتا رہا۔ جونہی یہ قریب آیا اس نے اس کے سینگ پکڑ لئے۔ سانڈ اسکے پہلوؤں میں اپنے گھٹنے گاڑنے کی کوشش کرتا رہا آخر کرشن نے اسکی گردن کو اس طرح مروڑ دیا جیسے گیلے کپڑوں کو نچوڑتے ہیں۔ پھر اس کے سینگ اُکھیڑ کر انہی سینگوں سے اُسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا۔

کچھ سالوں کے بعد کنس کو اسکی موجودگی کی اطلاع ہو گئی۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، اس نے اسے قتل کرنے کے لئے کئی جن بھیجے لیکن کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ اب راجہ کنس نے ایک منصوبے کے تحت چال چلی۔ اس نے علاقے کے چند نیک آدمیوں میں سے ایک کو، جس کا نام اکرور تھا کرشن اور بلرام کے پاس بھیجا کہ فلاں وقت کھیلوں کے مقابلے ہو رہے ہیں براہ کرم آپ شاہی مہمان کی حیثیت سے ان میں شرکت کریں۔ اُس کا خیال تھا کہ اُن کے محافظ اُن کے ساتھ نہیں ہوں گے اس لئے انھیں ختم کر دینا آسان ہوگا۔ اس نے کیسن نامی ایک جن کو حکم دیا کہ تم گھوڑے کی صورت بدل کر سڑک پر ہی ان پر حملہ کر دو۔ جب گھوڑا حملہ کرنے کے لئے قریب آیا تو کرشن نے اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈالدیا۔ گھوڑے کا منہ سُوجتا سُوجتا گیا حتےٰ کہ پھٹ گیا اور جن دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ یہیں سے کرشن کے بہت سارے ناموں میں سے ایک نام کیشو بھی ہے جس کے معنے ہیں کیشِن کو قتل کرنے والا۔

اکرور نے کرشن کو بتا دیا تھا کہ راجہ کنس کے دل میں اس کے متعلّق بھیانک قسم کے خیالات اُٹھتے رہتے ہیں۔ اس نے کئی سازشیں کی ہیں اور متعدد منصوبے بنائے ہیں کہ تمہیں ختم کر دے لیکن وہ ناکام رہا ہے اور اب اپنی ناکامی کی وجہ سے وہ اور بھی غضبناک ہو رہا ہے۔ اس پر کرشن نے اُسے بتایا کہ کنس اور اس کے حمایتی تین دنوں کے اندر ختم کر دیئے جائیں گے تو وہ بہت خوش ہوا۔ متھرا کے قریب پہنچ کر وہ ان شاہی مہمانوں سے رخصت لے کر ایک طرف کو چلا گیا۔ یہ لوگ شہر

میں داخل ہوئے تو انکی طرف کسی نے توجّہ نہ کی کیونکہ انھوں نے غریب دیہاتیوں کا لباس پہن رکھا تھا راجہ کنس کا دھوبی کپڑے دھو رہا تھا۔ یہ سیدھے اس کے پاس چلے گئے۔ انھوں نے راجہ کنس کے کپڑے زمین پر پھینک دیئے وہ ان پر حملہ آور ہوگیا تو انھوں نے اسے مار ڈالا۔ پھر انھوں نے راجہ کنس کے کپڑے پہن لئے۔ راستے میں انھیں ایک گُل فروش ملا۔ انھوں نے زرق برق کا شاہانہ لباس پہن رکھا تھا۔ پھر یہ مضبوط اور خوبصورت نوجوان بھی تھے۔ گل فروش نے اپنے کچھ بہترین پھول انھیں پیش کئے۔ انھوں نے خوش ہوکر پھول لے لئے اور اُسے دعائیں دیں۔ خاص طور پر کرشن نے اسے یہاں کی خوشحال زندگی اور مرنے کے بعد بہشت کی بشارت دی۔ آگے بڑھے تو ایک معذور لڑکی کُبجا نامی انھیں ملی جو عطر اور تیل پھلیل محلات کی طرف لے جا رہی تھی۔ کرشن نے کچھ خوشبوئیں اس سے مانگیں تو اس نے دے دیں۔ اس پر کرشن بہت خوش ہوا۔ اسکی جسمانی معذوری درست ہوگئی اور وہ حسین دوشیزہ بن گئی۔ پھر یہ دونوں بھائیوں کو اپنے گھر لے گئی۔

اگلا دن کھیلوں کا مقرّرہ دن تھا۔ فہرستیں تیار کی گئیں۔ شہنائیاں بجائی گئیں اور ڈو وحشی پہلوانوں کو حکم دیا گیا کہ جائز یا ناجائز ہر طریقہ استعمال کر کے تمہیں کرشن اور اس کے بھائی کو قتل کرنا ہے اور اگر تم ناکام رہے تو یہ ہاتھی جو تیار کھڑا ہے تمہیں روند ڈالے گا۔ لیکن یہ پہلوان اور ہاتھی خود مارے گئے۔ یہ دیکھ کر کہ اس کا اتنا بڑا منصوبہ سارے کا سارا خاک میں مل گیا ہے راجہ کنس آپے سے باہر ہوگیا۔ اس نے بلند آواز میں محافظوں کو کہا کہ وہ ان نوجوانوں کو مار ڈالیں۔ مگر کرشن نے فوراً بادشاہ پر حملہ کر دیا اور اُسے قتل کر دیا۔ یہ سب کچھ ہزاروں لوگوں کے اجتماع کے سامنے ہوا۔ پھر کرشن نے اپنے ماں باپ وَسو دیوؔ اور دیوکی کے قدموں کے چھُوا اور کنس کے باپ اُگرسین کو تخت پر بٹھا دیا۔ یہ دونوں بھائی متھرا میں رہائش پذیر ہوگئے۔

کرشن متھرا کے لوگوں کے بہت کام آیا۔ راجہ کنس کے سُسر جَرا سندھا نے اٹھارہ مرتبہ متھرا والوں پر حملہ کیا مگر ہر مرتبہ کرشن کی طاقت نے اُسے شکست دی۔ لوگ ان طویل حملوں سے تھک چکے تھے کہ ایک نیا دشمن کھڑا ہوگیا۔ یہ یاوَن (اَدان ؟) کا بادشاہ کالا یاوَن تھا جو کرشن کی سربراہی میں یادُو قبیلے سے زور آزمائی کرنا چاہتا تھا۔ کرشن نے سوچا کہ ایک ہی وقت میں ڈو دشمنوں سے لڑائی مول لینے سے لوگ تھک کر چور ہو جائیں گے لہٰذا اس نے اِن کے لئے ایک نیا شہر بسایا جو اتنا

مضبوط تھا کہ عورتیں بھی اسکی حفاظت کر سکتی تھیں۔ اپنے لوگوں کو اس طرح محفوظ و مامون کر کے شہر کے باہر آگیا جسے دشمن کی فوج نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ یہ اکیلا اور بالکل نہتا باہر آیا۔ بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ کرشن نے دیکھا کہ بادشاہ اس کے تعاقب میں آ رہا ہے تو وہ ایک غار میں گھس گیا۔

بادشاہ یہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص غار کے دہانے پر لیٹا ہوا ہے۔ اس نے اُسے ٹھوکر ماری لیکن ٹھوکر لگتے ہی وہ فوراً وہاں راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ بات یہ تھی کہ ایک شخص مُچوکنڈا نامی کو دیوتاؤں نے ایک نعمت یہ عطا کی تھی کہ وہ عرصۂ دراز تک سوتا رہے گا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جو کوئی اسے جگائے گا تو اس کے بدن سے یہ حرارت نکلے گی کہ جگانے والا شخص بھسم ہو جائیگا۔ بادشاہ نے سمجھا یہ کرشن ہے اس نے ٹھوکر لگائی اور جل کر راکھ ہو گیا۔ اب کرشن باہر آیا تو اس نے فوج اور خزانوں پر قبضہ کر لیا کیونکہ انکا اب کوئی مالک نہیں رہا تھا۔

اور بہت سی حسین لڑکیوں کے علاوہ کرشن ایک خوبصورت دوشیزہ رکمنی کے دامِ محبّت میں بھی گرفتار ہو گیا جو وِدھایا کے بادشاہ بھیسمک کی بیٹی تھی۔ لیکن لڑکی کا بھائی رُکمن اس سے نفرت کرتا تھا اس نے بہن کا رشتہ دینے سے انکار کر دیا اور جارسندھ کے مشورے پر اسکی نسبت سشوپال سے طے کر دی۔ یہ سشو پال دراصل ہرن یک سپو اور راون ہی تھا جسے سابقہ اوتاریت کے دوران وشنو نے قتل کیا تھا۔ بیاہ کی رات کو کرشن دلہن رکمنی کو اُٹھا کر لے گیا۔ اور بلرام اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ گیا کہ اپنی حفاظت آپ کریں۔ رُکمن نے ایک بڑی فوج لیکر اس کا تعاقب کیا لیکن کرشن نے فوج کو بڑی آسانی کے ساتھ تباہ کر دیا۔ وہ اپنے سالے رُکمن کو بھی قتل کر دیتا مگر رکمنی نے آکر سفارش کی۔ یہ رکمنی دراصل لکشمی اور سیتا اور دوسری عورتیں تھیں جو شِوا کی سابقہ اوتاریتوں میں اسی رشتے کے ساتھ اوتاریت اختیار کرتی رہی تھیں۔

اس واقعے کے فوراً بعد اِندرا نے کرشن سے ملاقات کی۔ پرگیوتیشا کے بادشاہ "نرکا" نے ساری مخلوق کو اپنی بدکرداریوں سے پریشان کر رکھا تھا۔ اندرا اس کے خلاف کرشن کی ہمدردی اور مدد کا طالب ہوا۔ "وہ دیوتاؤں کی، رشیوں کی، جنوں کی، بادشاہوں کی، سب کی دوشیزائیں اُٹھا کر لے جاتا ہے اور انھیں اپنے محل میں بند کر دیتا ہے۔ وہ "ورُونا" کا چھاتا بھی اُٹھا کر لے گیا ہے۔ اور

ماں اَدِتی کی آسمانی بالیاں بھی لے گیا ہے جن سے آبِ حیات ٹپکتا ہے، اور اب وہ میرا ہاتھی مانگ رہا ہے۔" کرشن فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ بادشاہ سے مقابلہ ہوا۔ مخالف فوجوں کو شکست ہوئی۔ نَرَک قتل ہوا اور کرشن نے سارا مالِ مسروقہ حاصل کر لیا۔ جس جس کا مال تھا اُسے واپس کر دیا گیا اور ہر ایک نے کرشن کا شکریہ ادا کیا۔ زنانخانے میں ۱۶۱۰۰ حسینائیں مقیّد تھیں۔ "ایک مبارک گھڑی میں اس نے ان تمام دوشیزاؤں کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ پھر مدھو کے دشمن نے اپنے اتنے ہی رُوپ بنا لئے جتنی یہ لڑکیاں تھیں۔ ہر لڑکی یہی سمجھتی تھی کہ اس نے اکیلے اُسی سے بیاہ کیا ہے وہ اپنی ہر ایک بیوی کے الگ الگ گھر میں اسی صورت میں رہنے لگا۔ یہ ایک تحفہ تھا جو اُسے شِوا کی بیوی اُوما کی طرف سے ملا تھا۔ یعنی سولہ ہزار ایک سَو بیویوں کا تحفہ !

ایک مرتبہ شِوا اور کرشن کے درمیان ایک شدید جھگڑا اٹھ کھڑا ہوگیا۔ وہ اس طرح کہ کرشن کا ایک پوتا اَنیرُدّھا بانا کی بیٹی اُوشا پر عاشق ہوگیا۔ بانَ شِوا کا پجاری تھا۔ اَنیرُدّھا اپنی محبوبہ سے خفیہ ملاقاتیں کیا کرتا تھا۔ ایک دن بانَ کے محافظوں نے اُسے پکڑ لیا اور قید کر دیا۔ بادشاہ اُسے چھوڑنے پر رضامند نہ ہوا تو کرشن نے اس پر حملہ کر دیا۔ لیکن شِوا اور اس کا بیٹا کرتی کییا بان کی حمایت میں لڑنے لگے۔ جب فریقین تھک گئے، شِوا اکتایا ہوا اپنی رتھ میں بیٹھا تھا، کرتی کییا میدان سے بھاگ گیا تھا اور کرشن بھی اپنے معمولی ہتھیار استعمال کر کے تنگ آ چکا تھا تو اس نے اپنا چکّر پھینکا جو ہمیشہ اسکی خواہش پوری کرتا اور کبھی ناکام نہ رہتا تھا۔ اس چکّر نے بانَ کے سَو بازو کاٹ ڈالے۔ جب کرشن دوسری بار اپنا چکّر پھینکنے لگا تو شِوا نے اُسے روک لیا اور اپنے دوست کی زندگی کے لئے سفارش کی۔ کرشنا نے سفارش منظور کرتے ہوئے کہا: "تم صحیح سوچ رہے ہو کہ تم مجھ سے الگ نہیں ہو۔ جو کچھ میں ہوں، وہی کچھ تم ہو۔"

جب کرشن اپنے پوتے کو چھڑانے سونِت پُور جا رہا تھا تو ایک عجیب دشمن سے اس کا واسطہ پڑا۔ تاپ (بخار) جو مہیشور (شِوا) سے خارج ہوا تھا اور جس کے تین پاؤں اور تین سر تھے بانَ کی حمایت میں اس کے مقابل آ گیا اور اس کے ساتھ ہتھیلی پر جان رکھ کر لڑنے لگا۔ بَلدیو (بلرام) کے اُوپر اسکی راکھ چھڑکی گئی تو اس کا سارا جسم تپ گیا اور اسکی آنکھوں کے چھپّر تک کانپنے لگے وہ کرشن کے جسم سے لپٹ گیا اور اسے سکون حاصل ہوا۔ آسمانی کمان کے اُدھیاتی مالک کو اس

عجیب بلا سے بچانے کے لئے خود کرشن کے اندر سے ایک بخار خارج ہوا جو شِوا والے بخار سے اُلجھ پڑا اور بالآخر اس نے اُسے مار بھگایا۔ برہما یہ لڑائی دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ دیوتا دونوں ہاتھوں سے بخار کو پیٹ رہا ہے تو اس نے منت سماجت کی کہ بس اب اسے کافی سزا مل چکی ہے تو مدھو کے دشمن نے جس بخار کو خود پیدا کیا تھا۔ اُسے واپس اپنے جسم میں جذب کر لیا۔ مخالف بخار کرشن سے یہ کہتا ہوا بھاگ گیا: "جو لوگ ہماری اس لڑائی کو یاد کریں گے انھیں کبھی بخار والا کوئی مرض لاحق نہ ہوگا۔"

کرشن کا ایک رقیب بھی پیدا ہوگیا تھا۔ ایک شخص نے، جس کا نام پَونڈرک تھا، یہ دعویٰ کیا کہ وِشنو کا اصل اَوتار وہی ہے جبکہ واسُودیو (وَسُو دیو کا بیٹا) فریب دے رہا ہے۔ بنارس کا راجہ اسکی ترغیب سے مغلوب ہوکر اس کو ماننے لگا اور اس جھوٹے کرشن کا پیروکار بن گیا۔ یہی نہیں بلکہ اس جھوٹے کرشن کے کہنے پر اس نے اصلی کرشن کے نام حکم بھیجا کہ آکر اس کرشن کی اطاعت کرو نیز یہ کہ چکّر اور دوسری آسمانی نشانیاں بھی اپنے ساتھ لاؤ۔ کرشن نے تامّل نہ کیا اور فوراً وہاں پہنچ گیا۔ مخالف کی فوج اس کے ہاتھوں چند لمحوں میں ملیا میٹ ہوگئی۔ پھر اس نے اپنے مخالف سے مخاطب ہوکر کہا: "تم نے مجھ سے میری نشانیاں مانگی ہیں تو لو یہ ہے میرا چکّر، یہ ہے میرا نیزہ اور یہ ہے "گرُوڈ"۔ اسے اپنے جھنڈے پر چڑھا دو۔" چکّر نے اپنا کام دکھایا۔ جھوٹے کرشن کے اس نے ٹکڑے کر دیئے۔ چونکہ بنارس کے راجہ نے لڑائی جاری رکھی اس لئے اس کا سر کاٹ دیا گیا اور اسے شہر کے وسط میں پھینک دیا گیا۔ لوگوں نے اپنی اس مصیبت میں شِوا کو پکارا شِوا نے ایک وحشی مونث شکل کی کوئی مخلوق انکی مدد کیلئے بھیجی لیکن کرشن کے چکّر نے اس کا تعاقب کیا، لیکن اس سے نکلنے والی تابکاری اتنی زیادہ تھی کہ جس شہر میں وہ چھپ گئی تھی وہ سارا شہر بھسم ہوگیا۔

جب کرشن اپنے تمام کام ختم کر چکا اور جن بھوت، بدکردار لوگ اور خاص طور پر کنس تباہ ہو چکے تو اب اس کے واپس چلے جانے کا وقت آن پہنچا۔ لیکن آسمان کی طرف روانہ ہونے سے پہلے ایک اور بات کا پورا ہونا ضروری تھا۔ کرشن کا تعلق یادَو نسل سے تھا۔ بعض ناراض براہمنوں نے یہ سراپ دیا ہوا تھا کہ یادَو نسل ساری کی ساری ختم ہو جائے۔ اس سراپ کا پس منظر یہ ہے کہ ایک

دفعہ نارد اور کچھ اور رشی اپنی عبادت میں مصروف تھے کہ یادو نسل کے چند لڑکوں نے شرارت کی اور ایک زنانہ لباس پہنا کر ان کے پاس لے آئے اور کہنے لگے: اس لڑکی سے کیا پیدا ہوگا؟ رشیوں کو بہت غصہ آیا۔ انھوں نے کہا: اس لڑکی سے (جو حقیقتہً کرشن ہی کا بیٹا تھا) ایک ڈنڈا پیدا ہوگا جو تمام یادو نسل کو ختم کر دیگا۔ چنانچہ اس بددعا کے مطابق کرشن کے بیٹے سامبا نامی کے جسم سے ایک ڈنڈا پیدا ہوا۔ راجہ اگرسین نے حکم دیا اس ڈنڈے کو پیس کر سمندر میں پھینک دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن اس کا کچھ بُرادہ ساحلِ سمندر پر بکھر گیا تو اس سے "نرسل" پیدا ہوگئے۔ ڈنڈے کا ایک سرا جو نیزے کے سر کی شکل کا تھا نہ توڑا جا سکا۔ اس چھوٹے سے ٹکڑے کو سمندر میں پھینک دیا گیا اس ٹکڑے کو ایک مچھلی نے نگل لیا۔ اس مچھلی کو ایک ماہی گیر نے پکڑ لیا۔ ایک شِکاری نے جس کا نام جَرَ تھا اس سے "تیر کی نوک" بنا ڈالی۔

اب دیوتاؤں کی طرف سے ایک قاصد کرشن کے پاس پہنچا کہ تمہارا کام ختم ہو چکا ہے اب آسمانوں میں واپس آ جاؤ۔ وہ اپنے آسمانی گھر کو واپس جانے کیلئے تیار تھا لیکن چاہتا تھا کہ اسکی نسل کسی طرح موعودہ تباہی سے بچ جائے۔ اُس نے یادو لوگوں کو مشورہ دیا کہ اپنا شہر چھوڑ کر پربھاشا چلے جائیں۔ لیکن جب یہ لوگ ساحلِ سمندر پر پہنچے تو انھوں نے بہت زیادہ شراب پینا شروع کر دی۔ پھر آپس میں اُلجھ پڑے۔ خانہ جنگی شدّت اختیار کر گئی تو انھوں نے ہتھیاروں کے طور پر وہ نرسل اُکھیڑ لئے جو سامبا کے جسم سے نکلے ہوئے ڈنڈے کے برادے کے بکھر جانے سے یہاں پیدا ہوگئے تھے۔ ان ڈنڈوں نے وہ کام کر دکھایا جو بڑی بڑی فوجوں سے بھی نہ ہو سکتا تھا۔ یادو خاندان سارے کا سارا فنا ہو گیا صرف یہی دو بھائی، کرشن اور بلرام بچ رہے۔ اب یہ دونوں افسردہ خاطر ایک دریا کے کنارے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ بلرام کے منہ سے ایک سانپ نکلا۔ یہ وہی شیش ناگ تھا جس کا اوتار بن کر یہ دنیا میں آیا تھا۔ اس طرح بلرام ختم ہو گیا۔ کرشن اپنا ایک پاؤں گھٹنے پر رکھے سوچ میں غرق بیٹھا تھا کہ جَرَ شکاری ادھر سے گزرا۔ اس نے کرشن کو غلطی سے ہرن سمجھ لیا۔ لہذا کمان میں رکھکر وہی تیر چلا دیا جو اس نے مچھلی کے پیٹ سے نکلی ہوئی لکڑی کے ٹکڑے سے بنایا تھا۔ اس طرح کرشن کی موت بھی اسی ڈنڈے سے واقع

ہوئی جو براہمنوں کی بد دعا سے کرشن کے بیٹے سامبا کے جسم سے پیدا ہوا تھا۔ "جَرَ" شکاری نے مرتے ہوئے کرشن سے معافی مانگی۔ کرشن نے کہا: ذرا بھی نہ ڈرو اے شکاری۔ جاؤ تم سیدھے بہشت میں جاؤ جو دیوتاؤں کا مسکن ہے۔" فوراً ایک رتھ نمودار ہوئی جس پر وہ شخص سوار ہوگیا اور کرشن نے اپنا فانی جسم چھوڑ دیا۔

کرشن کے سوانحِ حیات زیادہ وِشنو پُران سے لیے گئے ہیں۔ بھاگوت پُران بھی ان سے متفق ہے تاہم اس میں اور بہت سی کہانیاں اسی قسم کی دی گئی ہیں جو ہم نے یہاں درج کی ہیں ان پُرانوں کے لکھنے والوں کے دل میں کرشن کی اُلوہیت کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کتابوں کا زیادہ تر حصہ ان بھجنوں اور دعاؤں پر مشتمل ہے جن میں اسے بزرگ و برتر ہستی کہہ کر پکارا گیا ہے۔ تاہم مہا بھارت میں وہ ایک ہیرو سے قدرے بلند نظر آتا ہے بشرطیکہ ہم ان تحریروں کو نظر انداز کر دیں جو یقیناً بعد کے اضافے ہیں اس زمانے کے مصنّفین اسے شِوا کے پرستش کرتے ہوئے دکھاتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جو نعمتیں کرشن کے پاس تھیں وہ اسی دیوتا کی عطا کردہ تھیں۔

مہا بھارت میں کرشن سے متعلق جو حوالے ملتے ہیں وہ یہ ہیں: "کرشن نے پھر شِوا کی پُوجا کی، آواز سے، دل سے، سمجھ بوجھ سے اور عمل سے۔" یعنی اس وقت جب وہ آسمانی ہتھیار مانگنے ارجن کے ہمراہ شِوا کے مسکن پر گیا۔ شِوا نے جواب دیا: "کرشن نے صحیح معنوں میں میری پرستش کی ہے۔ اس بنا پر مجھے کرشن سے زیادہ پیارا کوئی نہیں ہے۔" ایک بھجن میں کرشن شِوا کی اس طرح تعریف کرتا ہے: "میں مہا دیو اور اس کے قدیم کارناموں کو جانتا ہوں۔ وہ تمام مخلوقات کا آغاز، وسط اور منتہیٰ ہے۔" بھیشم کہتا ہے: "رُدرا کی پُرخلوص پُوجا کرنے کی بدولت دنیا پر طاقتور کرشن چھایا ہوا ہے۔ یہ مہا دیو پورے ایک ہزار سال تک ریاضتیں کر کر کے شِوا کو راضی کرتا ہے جو اُسے نعمتیں عطا کرتا ہے۔" یہ شِوا کو راضی کرنے کا نتیجہ تھا کہ کرشن کا ایک بیٹا جمباوتی سے پیدا ہوا۔ اسی سے اس نے سُدرسن چکر حاصل کیا۔ اسی سے اُس نے آٹھ نعمتیں حاصل کیں جن میں اُوما نے مزید آٹھ کا اضافہ کیا۔ شِوا نے جو نعمتیں دیں اُن میں ایک نعمت "ایک سو سینکڑہ" بیٹوں کی نعمت تھی۔ کرشن کے قول کے مطابق شِوا تینوں دنیاؤں میں سب سے اعلیٰ ہستی ہے۔

چونکہ وہ تمام دیوتاؤں سے برتر ہے اس لئے وہ مہا دیو ہے اور چونکہ وہ تمام انسانوں کو ان کے تمام اعمال میں آسودہ و خوشحال رکھتا ہے اس لئے وہ شِوا یعنی سیوا کرنے والا یا مخلوق کی بہبودی کا خیال رکھنے والا ہے ——

ذیل کی حکایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب مہا بھارت لکھی گئی تو اُس وقت کرشن کی اُلوہیت کسی طور بھی عام نہیں تھی۔ جب راجہ یدھشٹر نے قربانی کا اہتمام کیا تو تجویز پیش ہوئی کہ چونکہ حاضرین میں سب سے بڑا سردار کرشن موجود ہے اس لئے چڑھاوے وہی وصول کرے سِسّو پال نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی اور اپنے دلائل میں زور بھرنے کے لئے اُس نے کرشن کی بدکرداریاں گنوا دیں۔ کرشن پہلے تو خاموشی سے سب کچھ سنتا رہا پھر اس نے کہا "وقت آگیا ہے کہ میں اپنے بدنام کنندہ کو قتل کر دوں۔ میں نے اس کے ایک سو جرائم معاف کر دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن اب اس نے ایک سو سے زیادہ مرتبہ مجھے ناراض کیا ہے"۔ اور پھر اس کے کبھی ناکام نہ ہونے والے چکر نے اپنا کام دکھایا۔ مہا بھارت کی بعض دوسری عبارتوں میں شِوا کو کرشن کی تعریف میں ایسی ہی بلند آہنگ زبان استعمال کرتے دکھایا گیا ہے جیسے کرشن شِوا کی تعریف میں استعمال کرتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ پوری نظم کی عام روح کے قطعاً متضاد ہے اس لئے اس حقیقت میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ یہ تحریریں اس وقت ایزاد کی گئیں جب کرشن کی پوجا نے شِوا کی پوجا کو بہت حد تک پیچھے ہٹا دیا تھا۔

مہا بھارت میں کرشن کا جو کردار پیش کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کرشن دھوکا دینے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینے میں کسی سے بالاتر نہیں تھا۔ کوروؤں اور پانڈوؤں کی بہت بڑی جنگ کے دوران ایک کورو سردار درونا چاریہ کی بہادری اور جنگی مہارت سے پانڈو بہت پریشان تھے۔ اس سردار کا ایک بیٹا "اَشوتّھما" نامی تھا جس سے سردار کو بڑی محبّت تھی۔ کسی نے کہہ دیا کہ اگر یہ خبر مشہور کر دی جائے کہ اَشوتّھما مارا گیا ہے تو اس کا باپ غم سے نڈھال ہو کر لڑنے کے قابل نہیں رہے گا۔ درونا چاریہ نے یہ افواہ سنی لیکن اس نے کہا جب تک یدھشٹر اسکی تصدیق نہیں کرے گا وہ اس افواہ کو تسلیم نہیں کرے گا یدھشٹر نیک سیرت راجہ تھا۔ اس نے جھوٹ بولنے سے گریز کیا لیکن جب کرشن نے کہہ

دیاکہ اسی طرح کہہ دو تو یُدھشٹر نے جھوٹ بول دیا کہ اَشوتھما مارا گیا ہے۔ یہ نام ایک ہاتھی کا بھی تھا راجہ نے یہ ذُومعنیٰ لفظ کہہ کر درونا چاریہ کو دھوکا دیا۔

کرشن کے بہت سے نام ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور یہ ہیں :

۱۔ گوپال : چرواہا
۲۔ گوپی ناتھ : گوالنوں کا مالک
۳۔ مَتھرا ناتھ : متھرا کا مالک

۸۔ الف بَالَ رامُ اَوتار

وشنو کے اَوتاروں کی فہرست میں بعض لوگ اِسے آٹھواں اَوتار مانتے ہیں۔ اس صورت میں کرشن کو اوتار نہیں کہا جاتا بلکہ خود وشنو کہا جاتا ہے، یعنی اسے وشنو کی ایک شکل یا مظہر سمجھا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں بھائی ملکر آٹھواں اَوتار بنتے ہیں کیونکہ کرشن وشنو کے سیاہ بال سے اور بالرامُ اس کے سفید بال سے پیدا ہوا۔ چونکہ زمینی زندگی کے دوران یہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے مستقل ساتھی تھے اس لئے جن مہمّات کا ذکر کرشن کے تذکرے میں کیا گیا ہے ان میں بَلرامُ بھی شریک تھا۔ البتہ بعض حکایات صرف بالرامُ سے بھی مخصوص ہیں۔

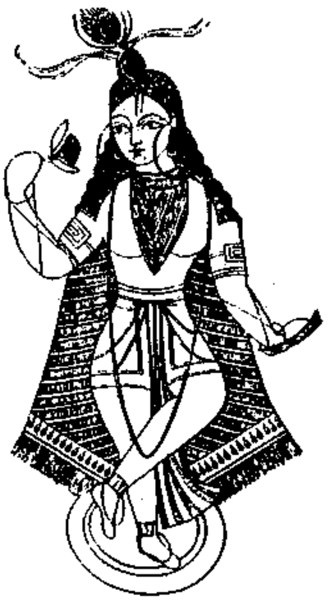

بَلرامَ

بالرامَ شیش ناگ کا اوتار تھا۔ اس لئے بالرامَ کو وِشنو کے ایک حصّے کا حصہ کہا جاتا ہے یہاں شیش ناگ کے بارے میں تھوڑی سی وضاحت بے محل نہ ہوگی۔ شیشَ (انتہا) اور اَننتَ (بے انتہا) دونوں نام ناگ دیوتا کے ہیں جس کے ایک ہزار سر ہیں۔ جب وشنو تخلیق کے درمیانی وقفے کے دوران آرام کرتا ہے تو اس کو اپنا تکیہ یا کرسی بنا لیتا ہے۔ اعتقاد یہ ہے کہ دنیا شیش ناگ کے سر پر رکھی ہوئی ہے اور شیش ناگ کچھوے کی پیٹھ پر کھڑا ہے۔ جب کچھوا اپنے پاؤں کو حرکت دیتا ہے یا شیش ناگ جمائی لیتا ہے تو زمین پر بھونچال آ جاتا ہے۔ یہی وہ سانپ تھا جسے امرت منتھن کے عمل کے دوران نیترا (مدھانی بلونے کی رسی) بنایا گیا تھا۔ ہر کلپ یا زمانے کے اختتام پر اس ناگ کے جسم سے جو حرارت نکلتی ہے اسی سے دنیا فنا ہو جاتی ہے۔ جب پریشان حال دیوتاؤں نے وِشنو کو درخواست کی کہ وہ زمین پر ظاہر ہوکر انھیں کنس کے مظالم سے نجات دلائے تو وشنو نے اپنی پیدائش سے ایک سال پہلے، یوگ نندرا کے ذریعے، بالرام کا جنین دیوکی کے رحم سے روہنی کے رحم میں منتقل کر دیا تھا۔ روہنی وَسودیو کی دوسری بیوی تھی جو گوکل میں رہتی تھی۔ یہ اس لئے کیا گیا تھا کہ وہ ظالم کنس کے منتقمانہ غضب سے بچ جائے کیونکہ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ دیوکی کے ہاں جونہی کوئی بچہ پیدا ہو اُسے فی الفور قتل کر دیا جائے۔ جب یہ تقریباً ایک سال کی عمر کو پہنچا تو اس نوزائیدہ بچے کو چرواہے نندا اور اسکی بیوی یسودا کے سپرد کر دیا گیا جو بعد میں کرشن کے ماں باپ کے طور پر مشہور ہوئے اب یہ دونوں لڑکے اکٹھے پرورش پانے لگے۔ کرشن کی پیدائش پر داسودیو نے راتوں رات کرشن کو نندا کی نوزائیدہ بیٹی سے بدل دیا تھا ——

بالرام معجزانہ قوتوں کے اعتبار سے کرشن کے بعد دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ ایک دن وہ چرواہے لڑکوں کے ساتھ جنگل میں گھوم پھر رہا تھا کہ لڑکوں کو بیر کھانے کا شوق ہوا۔ انھوں نے بالرام سے کہا اس بیری کو ہلاؤ۔ یہ بیریاں ایک جن دھینوک کی تھیں۔ جونہی اس نے بیری کو جھنجھوڑا جِنّ بہت بڑے خوفناک گدھے کی صورت میں آکر اس پر حملہ آور ہو گیا۔ اس نے بلرام پر دولتی جھاڑنا چاہی۔ بالرام نے اسکی پچھلی ٹانگیں پکڑلیں اور سر کے اوپر سے گھما کر اُسے اس زور سے زمین پر پٹخ دیا کہ یہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کا کرنگ بالرام نے ایک کھجور کے درخت کے اوپر

پھینک دیا۔ پھر اس جنّ کے دوست اور رشتے دار وغیرہ حملہ آور ہوئے تو ان سب کو ایک ایک کر کے بالرام نے مار گرایا اور پھلدار درختوں کا جھنڈ جنّوں کے قبضہ سے نکل کر چرواہے لڑکوں کی تحویل میں آگیا۔ ایک مرتبہ جب وہ یہاں کھیل رہے تھے تو پرلمبا نامی ایک جن انکے ہم عمر لڑکے کی صورت بنا کر ان کے ساتھ کھیلنے لگ گیا۔ کھیل کھیل میں اس نے بلرام کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور پھر ایک طرف کو دوڑ پڑا۔ اس نے دیکھا کہ لڑکا بھاری ہے تو اس نے اپنی جسامت بڑھانا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ ایک پہاڑ کے برابر ہوگیا۔ بالرام خوف سے کانپ گیا۔ اس نے مدد کے لئے کرشن کو پکارا۔ کرشن نے آواز دی: "تم اپنی الوہیاتی اصلیت کو کیوں بھول رہے ہو۔ تم تو بے حد و نہایت قوتوں کے مالک ہو اپنے دل میں یاد کرو کہ تم کون ہو، اور اس دیو کو خود ہی ختم کر دو۔ کچھ لمحے کے لئے اپنے فانی وجود کو معطل کر دو اور پھر وہی کرو جو مناسب ہو۔" بالرام نے اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے دیو کو گھٹنوں سے دبانا شروع کیا اور اپنے مکّوں سے اسے اسقدر مارا کہ وہ مر گیا۔ اسی طرح کی مکہ بازی سے اس نے راجہ کنس کے کھیلوں والے مقابلے میں اپنے حریف کو بھی مار ڈالا تھا۔

کرشن نے متھرا کے لوگوں کی حفاظت کے لئے دوارکا کے نام سے شہر بسایا تھا۔ بالرام کچھ دن یہاں رہا تو کرشن نے اسے وَرَج بھیج دیا کہ اپنے بچپن کے ساتھیوں کو مل آؤ۔ اس کے وَرَج کے قیام کے دوران وَرُونا نے اپنی بیوی وَرُونی سے کہا: اے مدرا تم ہمیشہ سے اننت (شیش ناگ) کے لئے قابلِ قبول رہی ہو، پس جاؤ اور اس کی خوشیوں میں اضافہ کر دو۔ خاوند کے حکم کی تعمیل میں اس نے اپنا مسکن ورِنداون کے جنگل میں ایک کدمبا درخت کے اندر بنا لیا۔ بالرام سیر کرتے ہوئے ادھر آ نکلا۔ اس درخت سے جو شراب بنتی ہے اس کی خوشبو سے وہ مسحور ہوگیا۔ تیز شراب پینے کا اس کا پرانا جذبہ پھر جاگ اٹھا۔ اس نے اس درخت کا رس پی لیا تو اس کے دماغ پر بہت زیادہ نشہ چڑھ گیا۔ اس نشے کی حالت میں اس نے دریائے جمنا کو حکم دیا کہ میرے پاس آجاؤ میں نہانا چاہتا ہوں۔ دریا کے حکم پہ اس نے اپنے ہَل کا پھل دریا میں پھینک دیا اور اس کے ذریعے دریا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اب جہاں کہیں جاتا دریا اس کے پیچھے پیچھے گھسٹتا رہتا۔ جب اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا تو اس نے دریا کو آزاد کر دیا۔

دوستوں سے ملنے ملانے کے بعد یہ دوارکا واپس آگیا تو اس نے راجہ رائے وَتہ کی بیٹی ریوتی سے بیاہ کر لیا۔ یہ بادشاہ چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی کے لئے کوئی اچھا رشتہ مل جائے۔ چنانچہ مشورہ لینے کی غرض سے یہ برہما کے پاس پہنچا۔ اس نے اُسے عرصۂ دراز تک اپنے پاس رکھ لیا۔ اور وشنو کی عظمتوں کے بارے میں ادھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ جب وہ واپس آیا تو اُس نے دیکھا کہ اُس کی طویل غیر حاضری کے دوران لوگ نیکی میں، قد و قامت اور طاقت میں بہت انحطاط پذیر ہو چکے ہیں۔ تاہم بَرہما کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے وہ دوارکا چلا گیا اور اپنی بیٹی بالرامؔ کو بیاہ دی۔ بالرامؔ نے دیکھا کہ دلھن تو بہت طویل قامت ہے تو اس نے اپنے ہَل کے ذریعے موزوں حد تک اس کا قد چھوٹا کر دیا۔ ایک موقع پر بالرامؔ اور دیوکی اکٹھے تھے تو ایک جِنّ دِوِی وِدا نے انھیں بہت تنگ کیا۔ اس جِنّ کو مختلف رُوپ دَھار لینے کی قدرت حاصل تھی۔ وہ بندر کی شکل بنا کر آیا اور دیوتاؤں اور انسانوں کی قربانیوں میں گڑبڑ کر کے اُنھیں پریشان کرنے لگا۔ آخر بلرامؔ نے اُسے زور سے مُکّا مارا اور یہ ختم ہو گیا۔

اگرچہ کرشن اور بلرام دو بھائی آپس میں بڑے پیار سے رہتے تھے تاہم ایک موقع پر اُن کے درمیان لڑائی بھی ہو گئی۔ ایک آدمی سَتا دَھنوَن پر ایک نہایت بیش قیمت موتی چُرانے کا شبہ ہوا۔ کرشنؔ اور بلرامؔ اس کے تعاقب میں ایک ایسی جگہ پر آکر رُک گئے جہاں سڑکوں کے خراب ہونے کی وجہ سے گھوڑے انکی رتھ کو کھینچ نہیں سکتے تھے۔ بالرامؔ رتھ میں بیٹھا رہا اور کرشن مفروضہ چور کے پیچھے پیدل دوڑ پڑا۔ جب قریب پہنچا تو اس نے اپنا چکّر پھینکا۔ آدمی کا سر کٹ گیا اور وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔ لیکن موتی برآمد نہ ہوا۔ کرشنؔ موتی کے بغیر واپس آیا تو بلرامؔ کو شک گزرا کہ کرشنؔ نے موتی چُرا لیا ہے۔ وہ سخت طیش میں آکر کہنے لگا: "واشودیو! تم مال خزانے کے اتنے حریص ہو گئے ہو، شرم آنی چاہیئے۔ میں تمہارا کوئی بھائی وائی نہیں ہوں۔ میرا راستہ الگ تمہارا راستہ الگ۔ جہاں جانا چاہو چلے جاؤ۔ اب میرا واسطہ نہ تمہارے ساتھ ہے، نہ گھر کے ساتھ ہے اور نہ دوارکا کے ساتھ ہے۔ اب تمہارا مجھ پر اپنی جھوٹی قسمیں تھوپنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔" بلرامؔ "وِدیہا" چلا گیا جہاں راجہ جَنک نے اُسے تین سال تک مہمان بنائے رکھا۔ پھر جب اُس کا غصّہ فرو ہوا تو اس نے کہا کہ اُسے بھائی کے بارے میں غلط فہمی ہوئی

ہے۔ چنانچہ وہ اپنے گھر دوارکا میں واپس آ گیا۔

۹۔ بُدھ اَوتار

"وِشنو کے اَوتاروں کی فہرست میں وِشنوؔ کا یہ اَوتار ابتداءً بالکل اجنبی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پُرانوں میں اس کا ذکر محض سرسری طور سے آیا ہے ۔ اور اس سرسری سے ذکر کے پیچھے بھی یہی نیّت رہی ہو گی کہ ہندُومَت اور بُدھ مت کے درمیان مفاہمت کی کوئی راہ نکالی جائے ۔ اور یہ تاثّر دیا جائے کہ ہندُومَت بدُھ مَت کا اتنا مخالف نہیں ہے کہ انکا آپس میں سمجھوتہ نہ ہو سکے۔" یہ بات چیمبرز سائیکلو پیڈیا میں لکھی ہے ۔ اس سے بالکل الگ بات کرنل کینیڈی نے اپنی کتاب ہندُو مائیتھالوجی کے صفحہ ۲۴۴ پر لکھی ہے کہ پُرانوں کے بُدھ اور بُدھ مذہب کے بانی بُدھ کے درمیان سِوائے نام کے اشتراک کے اور کچھ نہیں ہے ۔ یہ جو ان دونوں کو ایک بنانے کی کوششیں کی گئی ہیں یہ یوروپی دانشوروں کا کارنامہ ہے جو اطلاعات جمع کرنے میں زیادہ محتاط نہیں رہے ۔ اور جو شہادتیں اُنکے سامنے تھیں انھیں صحیح طریقے سے نہیں پرکھ سکے کرنل کینیڈی کے اس نظریئے کا دفاع نہیں کیا جاسکتا ، تاہم جو بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں مذاہب کے حامیوں اور پیرکاروں کے درمیان شدید اختلافات تھے ۔ لہٰذا یہ کوئی تعجّب خیز بات نہیں ہے اگر بُدھ کے مفصّل حالات براہمنوں کی کتاب میں درج نہیں ہیں ۔ نہ ہی یہ بات حیرانی میں ڈالنے والی ہے کہ تھوڑے بہت جو بھی حالات ہمیں ان کتابوں میں ملتے ہیں وہ بُدھ کے کردار کو قابلِ نفرت رنگ میں پیش کرتے ہیں ۔ جب براہمنوں کی آنکھوں کے سامنے بُدھ مَت انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے بُدھ کے پیروکاروں کی تعداد حیران کن حد تک بڑھنے لگی تو براہمنوں کی عقل اس سے زیادہ کچھ سوچ ہی نہ سکتی تھی کہ یہ عظیم کارنامہ دیوتا کے اَوتار کے علاوہ کوئی انسان بھی سرانجام دے سکتا ہے ۔

لہٰذا انھیں مجبوراً بدھ کو اَوتار تسلیم کرنا پڑا ۔ دوسری طرف بات یہ ہوئی کہ بُدھ مت کی تعلیمات براہمنیت کے خلاف اور ہندو مت کے بالکل برعکس تھیں ۔ اس مشکل پہ عبور پانے کے لئے یہ منطق گھڑ

لی گئی کہ جن لوگوں نے دیوتاؤں کی پرستش کو چھوڑ رکھا ہے یا جو انکی پُوجا میں کوتاہیاں برت رہے ہیں، بدھ مت انھیں گمراہ کرکے کمزور بنانا اور ان سے غلطیاں کراکر انھیں بدکار و بدکردار بنانا چاہتا ہے تاکہ یہ لوگ ٹھوکریں کھاکر اپنے چھوڑے ہوئے دیوتاؤں کے در پہ پھر سجدہ ریز ہوجائیں اور انہی سے خیر و برکت مانگیں ——

بُدھ اوتار

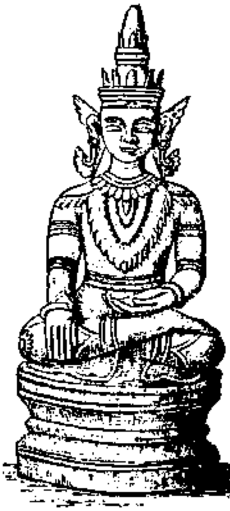

بھاگوت پُران میں اس کے متعلق صرف چار مختصر سی عبارتیں ہیں :

(۱)۔ "کالی یگ کے شروع ہوتے ہی وِشنو کِکٹ میں جن کے بیٹے بدھ کے نام سے اوتاریت اختیار کرلے گا تاکہ دیوتاؤں کے دشمن دھوکے میں مبتلا ہوجائیں۔"

(۲)۔ "بالائے فہم و ادراک ہستی نے فانی انسان کی صورت اختیار کی، پھر اس نے مایا کے بسائے ہوئے تین شہروں اور کاشی میں کافرانہ عقائد کی تبلیغ کی، تاکہ ویدوں کے مقرر کردہ مذہب پر ثابت قدم رہنے والے دیوتاؤں کے دشمنوں کو دھوکے میں رکھ کر تباہ کردیا جائے۔"

(۳)۔ "بے عیب بُدھ کی ثناخوانی کرو جو دیتاؤں اور دانوؤں کو فریب میں مبتلا کرنے والا ہے۔"

(۴)۔ "وِشنوُ بُدھ بن کر کافروں کو اپنے الفاظ کے ذریعے فریب دیتا ہے۔"

سَکند پُران میں ایک حکایت بھاگوت پُران کی دی ہوئی حکایت کی نسبت زیادہ مفصّل ہے زمین ایک سخت قحط کا شکار ہوگئی کیونکہ مسلسل چھ سالوں تک بارش نہ ہوئی تھی۔ پریشان ہوکر برہما

ایک شہزادے رپن جیا کے پاس آیا اور کہنے لگا "اگر تم بادشاہ بن جاؤ تو دیوتا تمہاری سیوا کریں گے"۔ شہزادے نے پوچھا: باقی سب لوگوں کو چھوڑ کر مجھے کیوں منتخب کیا گیا ہے؟ برہما نے جواب دیا: باقی سب بادشاہ بدکردار ہیں۔ دیوتا زمین پہ اس وقت تک بارش نہیں برسائیں گے جب تک تم حکومت قبول نہیں کرو گے۔ دیوتاؤں کی خدمت کے باعث تمہارا نام دیوداس ہوگا۔ دیوداس نے برہما کی پیشکش اس شرط پہ قبول کر لی کہ تم میری خدمت کرو گے اور زمین پر تمہارے سِوا اور کسی کا عمل دخل نہ ہوگا، تمام دیوتا زمین کو چھوڑ جائیں گے۔ اکیلے تم ہی انسانوں کو مسرتیں عطا کرو گے۔ برہما نے اس شرط کو پورا کرنے کے لئے شِوا کو بڑی مشکل سے کاشی (بنارس) چھوڑ دینے پہ راضی کیا جو اس کا بڑا پسندیدہ مسکن تھا۔

دیوداس نے کاشی کو پایۂ تخت بنالیا اور آٹھ ہزار ۸۰۰۰ سال تک بنی نوع انسان کے مفادات میں حکومت کرتا رہا۔ اب دیوتا اس کی طاقت کو دیکھ کر اس سے حسد کرنے لگے۔ یہ اکٹھے ہو کر اپنے گورد وِرہسپتی کے پاس گئے۔ انھوں نے دیوداس کی حکومت کے اثرات و نتائج کی تو تعریف کی لیکن شکائیتہً یہ بھی کہہ دیا کہ اس کا فائدہ دیوتاؤں کو نہیں پہنچ رہا بلکہ خود اُسے مل رہا ہے۔ شِوا خاص طور پہ رنجیدہ تھا کیونکہ اُسے کاشی سے جبراً نکالا گیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اس وجہ سے بھی ناراض تھا کہ اُس نے کاشی کے باشندوں کے حالات دریافت کرنے کیلئے کئی قاصد بھیجے لیکن جو بھی یہاں پہنچا واپس نہ گیا بلکہ یہیں کا ہو کر رہ گیا۔ یہاں وہ بہشت میں اپنے آقا کے پاس رہنے سے بھی زیادہ خوش تھے۔ شِوا کی درخواست پہ وِشنو لکشمی اور گرودا کو لیکر کاشی کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے اپنی خدائی طاقت سے کاشی سے تھوڑا سا شمال کی طرف اپنا ایک خوبصورت سا مسکن بنایا اور اس کا نام دھرمَ کھیترَ رکھا۔ یہاں اپنی خوبصورت بیوی کے ساتھ بُدھ کے نام سے رہائش پذیر ہوگیا۔ لکشمی اس کے فرقے کی بھکشو بن گئی۔ گرودا پنیا کرتی کے نام سے ظاہر ہوا اور اس نے ایک کتاب ہاتھ میں لئے شاگرد کا رُوپ دھار لیا۔ پھر یہ بڑے غور سے اپنے گورد (یعنی بُدھ) کے "فریب دینے والے" اسباق سُننے لگا۔ بُدھ نے اسے نرم، میٹھی اور پیار بھری آواز میں فطری اور بالائے فطرت مذاہب کے مختلف شعبوں میں تربیت دی۔

وِشنو نے بُدھ بن کر یہ تعلیم دی کہ کائنات کا کوئی خالق نہیں ہے۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ

کوئی ایک آفاقی اور سب سے بلند و بالا رُوح یا جوہر ہے کیونکہ برہما، وِشنو رُدرا اور دوسرے دیوتا وغیرہ ہماری طرح جسمانی ہستیوں ہی کے نام ہیں۔ موت ایک پُرامن نیند ہے۔ پھر اس سے کیوں ڈرا جائے؟

اس کے علاوہ اس نے کہا: ہمیں دوسروں کی زندگی کی حِفاظت بھی اُسی طرح کرنی چاہیئے جس طرح ہم اپنی زندگی کی حِفاظت کرتے ہیں۔ "خوشی" بہشت ہے اور "غم" دوزخ ہے۔ جہالت سے آزادی سب سے بڑی نجات ہے۔ قربانیاں پیش کرنے کی رسمیں احمقانہ فعل ہیں۔

پنیاکِرتی کی مخلصانہ محنت سے یہ عقائد بہت جلدی سارے شہر میں پھیل گئے۔ عورتوں میں لکشمی نے تبلیغ شروع کردی۔ اس نے کہا کہ چونکہ جسم زوال پذیر ہے اس لئے خاک ہو جانے سے پہلے اس سے جتنا حظّ اُٹھایا جا سکتا ہے اُٹھایا جائے۔ تمام خوشیاں نفسانی مسرّتوں کے اندر ہیں۔ ذات پات کی تفریق محض فضول ہے۔ چونکہ لکشمی نے اپنی پیروکاروں کو بہت سے فیوض بھی عطا کئے تھے اس لئے اسکی تعلیم بھی بڑی تیزی سے پھیل گئی۔

شہر میں ان عقائد کے پھیل جانے سے دیووداس بڑا کبیدہ خاطر ہوگیا۔ وِشنو ایک براہمن کی صورت بنا کر اس کے پاس گیا، اُس کی مصیبتوں کے احوال سنتا رہا اور بڑا خوش ہوا جب اُس نے کہا کہ میں حکومت چھوڑنا چاہتا ہوں تو بادشاہ نے بہت سی مثالیں دیں جن میں نیک لوگوں کو تکلیفیں پہنچی تھیں اس بنا پر کہ اُن کے پاس دیوتاؤں کی برکتیں تھیں۔ آخر میں اس نے پوچھا کہ میری آخری نجات کیسے ہوسکتی ہے۔ وِشنو نے کہا تم نے شِوا کو کاشی چھوڑنے پر مجبور کر کے دانشمندانہ کام نہیں کیا۔ اب اس طرح کرو کہ اس دیوتا کی مورتی بناؤ اور اسکی پوجا کرو۔ اسی سے تمہاری خواہش پوری ہوگی۔ دیووداس نے اس مشورے پر عمل کیا، اپنی جگہ اپنے بیٹے کو تخت نشین کر دیا اور لنگا قائم کر کے اسکی پوجا شروع کردی کیونکہ شِوا کی پرستش کا یہی طریقہ تھا۔ ایک دن جبکہ یہ پُوجا میں مصروف تھا شِوا ظاہر ہوا اور اُسے اپنے آسمان پر لے گیا۔

بدھ مت کے عروج کے بارے میں شِوا پُران میں ایک اور حکایت درج ہے:

برہمادری پہاڑ کے قریب جنوبی علاقے میں گوتم نامی ایک مشہور رشی نے اپنی بیوی اَہلیا کے ساتھ ایک ہزار سال تک سخت تپسیا (ریاضت) کی۔ اس زمانے میں شدید خشک سالی تھی جسے دور کرنے کے لئے گوتم نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ چھ مہینے تک وَرُونا کی پرستش کی۔ وَرُونا نے

خوش ہو کر پوچھا کیا فیض چاہتے ہو تو اس نے کہا : بارش۔ وَرُونا نے کہا میں خدائی حکم کو کیسے ٹال سکتا ہوں ؟ تم کوئی ایسی چیز مانگو جو میرے اختیار میں ہو۔ اس پر گوتمؔ نے کہا تم انتہائی خوبصورت " خانقاہ " مہیا کر دو جس کے ارد گرد تازہ پھلدار درختوں کے جھُنڈ ہوں تا کہ دھوپ نہ ستائے۔ یہاں مرد اور عورتیں استغراق کے ذریعے غم و الم اور تفکّرات سے نجات حاصل کریں گی اور چونکہ تم پانی کے آقا اور مالک ہو اس لئے اس خانقاہ کو ایک دائمی چشمہ بھی عطا کر دو وَرُونا نے یہ خواہش پوری کر دی اور گوتمؔ کی خانقاہ اس زمین پر سب سے زیادہ خوبصورت جگہ بن گئی۔

ایک دن گوتمؔ کے شاگرد چشمے پر پانی بھرنے گئے تو وہاں چند براہمن عورتوں نے انھیں روکا کہ پہلے ہم اپنے برتن بھر لیں پھر تم پانی لینا۔ پھر شاگردوں کی بجائے اَہلیا خود پانی بھرنے گئی تو اس کے ساتھ بھی براہمن زادیوں نے یہی سلوک کیا۔ یہی نہیں بلکہ اُلٹا اپنے خاوندوں سے شکایت کی کہ اَہلیا ہمارے ساتھ ٹھیک طرح سے پیش نہیں آتی۔ یہ لوگ مشورہ لینے گنیشؔ کے پاس پہنچے، گنیش انکی پرستش سے خوش تھا اور چاہتا تھا کہ ان کو کوئی نعمت عطا کرے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں یہ نعمت کافی ہے کہ گوتم اپنی خانقاہ چھوڑ جائے اور ہم پر اس کا گناہ بھی نہ ہو۔ گنیش نے نیم دلی سے اُن کی یہ استدعا منظور کر لی۔ براہمنوں کو گناہ سے بچانے کے لئے اُس نے یہ کیا کہ اپنے آپ کو ایک بیمار، لاغر اور مریل گائے کی صوُرت دیدی۔ گوتم چاولوں کے کھیت میں کھڑا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک گائے چاولوں کا کھیت اُجاڑ رہی ہے۔ رشی کو علم نہیں تھا کہ کسی نے رُوپ دھارا ہوا ہے اُس نے ایک تنکا اُٹھایا اور گائے کو وہاں سے بھگانے کی کوشش کی لیکن اس تنکے کا گائے کو چھونا تھا کہ گائے گر گئی اور مر گئی۔ گاؤ ہتھیا کا اتنا بڑا جرم سرزد ہو گیا تھا لہٰذا اسکی پاداش میں اسے اپنی خانقاہ کو چھوڑنا پڑا۔ یہ اور اُسکی بیوی بیچاری خانقاہ سے دُور چلی گئی۔ جب تک اس بہت بڑے گناہ کی سزا پوری نہ ہو یا اس کی تلافی کسی کنوارے وغیرہ سے نہ کی جائے اُن کی کوئی عبارت بھی قابل قبول نہ تھی۔ گوتم براہمنوں کے پاس پہنچا۔ اُس نے گناہ کی تلافی کا طریقہ پوچھا۔ انھوں نے کہا تم بَرہَما کے پہاڑ کے گرد سَو چکر لگاؤ، گنگا میں نہاؤ اور شِوا کی ایک کروڑ مورتیوں کی پُوجا کرو۔ اُس نے یہ سب کچھ کر ڈالا۔ شِوا اسکی لگن اور خلوص سے اس قدر خوش ہوا کہ اس نے خود ظاہر ہو کر گوتم کو اُسے خانقاہ سے نکالنے والی گنیش کی ترکیب

اور براہمنوں کی سازش کا سارا قصہ سنا دیا۔ پھر اس نے دریائے گنگا کو اس کے اتنے قریب کر دیا کہ یہ اس میں بآسانی نہا سکتا تھا۔ روایت کہتی ہے کہ گوتم براہمنوں کے رویّہ سے اتنا دل برداشتہ ہُوا کہ یہ ان کے مسلک سے بالکل الگ ہوگیا اور اس نے اپنا ایک الگ مذہب ایجاد کرلیا جس نے براہمنیت کو ایک عرصہ تک گرہن لگائے رکھا۔

ہندوؤں نے بُدھ کو وشنو کا اَوتار بنا کر جس انداز سے پُرانوں وغیرہ میں پیش کیا ہے وہ ہم نے بالاختصار پیش کر دیا ہے۔ بُدھ مت کی بنیاد دو ہزار سال پہلے رکھی گئی تھی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت اس کے پیروکاروں کی تعداد پچاس کروڑ کے لگ بھگ ہے

بُدھ مت کا آغاز بھی اسی عقیدے سے ہوتا ہے جو اس میں اور ہندومت میں مشترک ہے یعنی "آواگون" کا عقیدہ۔ ہندومت کی رُو سے رُوحیں مختلف قالب بدلتی رہتی ہیں تاآنکہ یہ اس قابل ہو جاتی ہیں کہ "خُدا" کے اندر واپس جذب ہو جائیں جہاں سے یہ نکلی تھیں۔ ہر سطح کی زندگی کو اس کے خاتمے پر اچھی طرح سے پرکھا جاتا ہے اور اگلی پیدائش میں اس کے سابقہ جنم کے اعمال کے نتیجے کے مطابق رُوح کو نچلی یا بالائی سطح کی زندگی دے دی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے تاوقتیکہ رُوح اپنے آپ کو تمام آلائشوں سے اس قدر پاک صاف نہ بنا لے کہ یہ "خُدا" کے اندر جذب ہو سکے۔

بُدھ مت میں تناسخ اَرواح کے عمل کی صُورت ذرا مختلف ہے کیونکہ یہ مذہب سرے سے اَرواح کے وجود ہی کا منکر ہے۔ اس مذہب کی رُو سے جونہی کوئی شخص مر جاتا ہے تو ایک نیا وجود دنیا میں آجاتا ہے لیکن یہ کم وبیش اَبتر حالت میں ہوتا ہے۔ یہ ابتر حالت اس کے تمام سابقہ جنموں کے اعمال کے مجموعے کے مطابق متعیّن ہوتی ہے۔ سابقہ جنموں کے اچھے بُرے اعمال کے مجموعے کو کَرَم کہتے ہیں۔ عملاً ہندومت اور بُدھ مت کے اس عقیدے میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔ تاہم بُدھ مت ایک قدم آگے بڑھا کر یہ کہتا ہے کہ چونکہ خوشی اور غمی کا انحصار صرف اور صرف کَرَم پر ہے اس لئے خدا کے وجود اور عدم وجود کا کوئی سوال ہی سامنے نہیں آتا۔ یہ مذہب فرض کر لیتا ہے کہ "وجود" لازماً المناک و پُرمصائب ہے اس لئے سب سے بڑی مسرّت یہ ہونی چاہیئے کہ "وجود" ہی سے خلاصی مل جائے

ضروری نہیں ہے کہ موت ہمیں یہ خلاصی مہیا کرے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ جس غم واندوہ کی زندگی سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں موت ہمارے اوپر اس سے بھی بدتر زندگی کے دروازے کھول دے ——

بدھ نے مذہب کی بنیاد جن چار اصلی صداقتوں پر رکھی ہے وہ یہ ہیں :

(۱) دکھ درد کا واقعی وجود ہے۔

(۲) آرزو دکھ درد کا سبب ہے۔

(۳) دکھ درد کا خاتمہ نِروان سے ہو سکتا ہے۔

(۴) وہ راستہ جو نِروان کی طرف لے جاتا ہے۔ اس میں سب سے بڑی چیز آرزو سے دامن چھڑانا ہے۔ جب یہ مقام مل جائے (یعنی ترکِ ترک کی حد تک، تو پھر روح نِروان کیلئے تیار ہو جاتی ہے۔ جو آدمی اس حالت میں مرے گا وہ دوبارہ پیدا نہیں ہو گا پیدائش اور موت کے چکر سے نکلنے کا نام مُکتی یا نِروان یا نجات ہے۔

دنیا میں جتنے بھی اخلاقی ضوابط اپنی مکمل ترین صورت میں موجود ہیں ان میں ایک ضابطۂ اخلاق بدھ مت کا، ہر نیکی کا سرچشمہ "میتری" ہے جس کا ترجمہ محبت یا سخاوت کیا جا سکتا ہے اسکی تشریح یوں کی گئی ہے :

> "اس سے مراد وہ خاص محبت یا جذبۂ الفت نہیں جو کسی انسان کے دل میں کسی دوسرے ایک انسان یا بہت سے انسانوں کے لئے موجزن رہتا ہے بلکہ یہ وہ عالمگیر سطح کا احساس ہے جو تمام انسانوں کے اندر، بلاتفریق ہیچ قسم، جذبہ اخوت و ہمدردی کو ابھارتا ہے اور ثابت قدمی سے ایک دوسرے کی مدد کرنے پر قائم رکھتا ہے۔"

(یہاں تک کے حالات ہندوؤں کی کتابوں سے لئے گئے ہیں)

اب بُدھ کے حالات زندگی کے بارے میں جو اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔ وہ للِت وِستر سے لئے گئے ہیں جو بُدھ مَت کے پیروکاروں کی تصنیف ہے۔ (دیکھئے میکس مُلّر؛ چپس۔ جلد (۱) صفحہ ۲۱۰ ومابعد)

بُدھ کا لفظ اسمِ صفت ہے جس کے معنے ہیں روشن ضمیر، عاقل، باطن پاک وغیرہ۔ لہٰذا جس عظیم ہستی کے حالات ہم یہاں بیان کر رہے ہیں امتیاز کے لئے اُسے مہاتما بُدھ کہا جانا چاہیئے۔ مہاتما بدھ کپل وستو میں پیدا ہُوا جو نیپال کے پہاڑوں کے دامن میں اسی نام کی ایک سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ اس کا باپ کپل وستو کا بادشاہ، ساکیا (تاتاری۔ ٹیمرین۔ زط۔ جَٹ۔ جَت) خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ گوت اُس کی گوتم تھی۔ اسکی ماں مایا دیوی بادشاہ سُپر بُدھ کی بیٹی تھی۔ اس اعتبار سے مہاتما بدھ پیدائشاً کھشتری تھا یعنی عسکری ذات سے تعلق رکھتا تھا۔ ساکیا کا لقب اس نے خاندان سے لیا اور گوتم کا لقب اسے قبیلے سے ملا جو باعزّت اور با احترام اور مشہور گوتم نسل کے روحانی بزرگوں سے آ رہا تھا۔ بُدھ کا نام اسے زندگی کے اَواخر میں دیا گیا تھا اسی طرح غالباً سِدھارتھ کا لفظ بھی بعد کے لوگوں کی عطا ہے کیونکہ اس کے معنے ہیں "وہ جس کا کام تکمیل پا چکا ہو"۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ نام اسے بچپن میں ہی دیا گیا تھا۔ اس کی ماں کی وفات اس کی پیدائش کے ساتویں دن ہوگئی۔ اس کے باپ نے اسے متوفیہ کی بہن کے سپرد کر دیا جو بہن کی وفات سے پہلے ہی اسکی بیوی بن چکی تھی بچے کی تعلیم و تربیت اتنے اعلیٰ پیمانے پر ہوئی کہ حُسنِ صورت اور حُسنِ سیرت میں یہ بچہ یکتا ہوتا چلا گیا۔ لڑکپن ہی میں یہ اتنا زود فہم اور فطین ثابت ہوا کہ اُستادوں کے علم سے بھی اس کا علم بڑھ گیا۔ ایک خصوصیت البتہ یہ نمایاں ہوتی گئی کہ یہ اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کی بجائے اکیلا رہنے کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ پھر اسی عمر ہی میں یہ جنگلوں کے گھنے سایوں میں چلا جاتا اور پہروں مراقبے میں رہتا۔ ایک دفعہ یہ گم ہوگیا تو اس کے باپ نے اسے انہی گھنے سایوں میں ڈھونڈ نکالا۔ اس خدشے کے پیشِ نظر کہ نوجوان شہزادہ محض "خواب دیکھنے والا" ہی بن کر نہ رہ جائے بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ اس کی فوری طور پر شادی کر دی جائے۔ جب بوڑھے وزیروں نے یہ معاملہ تخت کے مستقل وارث کے سامنے رکھا تو اُس نے سوچنے کیلئے سات دن کی مہلت مانگے

اس نے سوچا اور وہ اس نتیجے پہ پہنچا کہ شادی اس کے سکون قلب میں خلل انداز نہیں ہو سکتی لہٰذا اس نے وزیروں کو اجازت دے دی کہ شہزادی تلاش کی جائے۔ منتخب شدہ شہزادی دَن دُہنی کی خوبصورت بیٹی گوپا تھی۔ پہلے تو اس کے باپ نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا کہ لوگوں کی افواہ کے مطابق نوجوان ذہانت اور مردانگی میں پست معیار پر ہے مگر جب قوّت ذہانت اور ہتھیار چلانے کے کرتبوں کا مقابلہ ہوا اور بادشاہ نے دیکھ لیا کہ اس نے تمام حریفوں کو پچھاڑ دیا ہے تو اس نے بڑی خوشی سے یہ رشتہ قبول کر لیا۔ انکی شادی بڑی پُرمسرت ثابت ہوئی۔ تاہم شہزادہ بدستور اپنے خیالات میں مستغرق رہتا اور موت و حیات کے مسائل پر سوچتا رہتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا: زمین پر کوئی چیز مستقل نہیں ہے۔ کوئی چیز حقیقی نہیں ہے۔ زندگی اس چنگاری کی مانند ہے جو لکڑی کو توڑنے سے نکلتی ہے۔ یہ روشنی دیتے ہی بجھ جاتی ہے ہم نہیں جانتے یہ کہاں سے آئی اور کدھر کو چلی گئی۔ یہ ستار کی گونج ہے اور دانا آدمی بے فائدہ پوچھتا ہے کہ یہ آواز کدھر سے آئی تھی اور کدھر کو چلی گئی۔ ضرور کوئی برتر و بالا ذہانت کہیں موجود ہے جہاں ہم سکون حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر میں اسے پالوں تو انسان کے پاس روشنی لا سکتا ہوں۔ اگر میں خود آزاد ہوتا تو دنیا کو بھی نجات دے سکتا تھا۔“ بادشاہ نے یہ محسوس کر کے کہ نوجوان شہزادہ اُداس اُداس رہتا ہے اس کی توجّہ تصوّرات کی دنیا سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ تین ایسے واقعات اس کے تجربے میں آئے جو عام نوعیت کے ہیں اور ہر شخص کے تجربے میں آ سکتے ہیں۔ انہی سے مہاتما بدھ کی زندگی پر بڑی شدّت سے اثر انداز ہوئے انہی سے مہاتما کی آئندہ زندگی ایک خاص نہج پہ آ گئی اور انہی سے اس کے قلب و نظر میں وہ روشنی پیدا ہوئی جو آگے چل کر ایک مذہب کی بنیاد بن گئی۔

ایک دن شہزادہ گوتم اپنے مصاحبین کے ساتھ باغ کی طرف جا رہا ہے۔ اسکی سواری شہر کے مشرقی دروازہ سے نکلی تو اُسے سڑک پہ ایک بوڑھا شخص دکھائی دیا جو بے حد کمزور، بے طاقت بلکہ ضعف و نقاہت کی آخری حد تک پہنچا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہڈیوں کے اُوپر کھال منڈھی ہوئی ہے اور وہ بھی ڈھیلی ڈھالی سی، یہاں تک کہ جسم کی رگیں بھی صاف نظر آ رہی تھیں۔ سارے جسم پہ مرجھائی ہوئی جلد کی جھریاں تھیں۔ سر کے بال اُڑ چکے تھے۔ منہ میں کوئی

دانت نہیں تھا۔ کھوکھلی آواز کے نکالنے میں بیچارے کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ایک لکڑی کے سہارے خمیدہ کمر ہو کر چل رہا تھا۔ بدن کا عضو عضو اور جوڑ جوڑ کانپ رہا تھا۔ شہزادے نے رتھبان سے پوچھا: کون ہے یہ شخص؟ کمزور اور نڈھال جس کا خون اور جس کی کھال دونوں سوکھ چکے ہیں۔ کھال ہڈیوں سے چمٹی ہوئی ہے۔ دانت گر گئے ہیں۔ جسم تباہ ہو چکا ہے لکڑی پہ جھکا ہوا یہ چل بھی نہیں سکتا۔ ہر قدم لڑکھڑا رہا ہے۔ کیا اسکی یہ حالت اس کی کسی خاندانی خصوصیت کی وجہ سے ہے یا ہر مخلوق کا یہی انجام ہوتا ہے"۔

رتھبان نے جواب دیا: "جناب والا! یہ آدمی بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ چکا ہے اس کے حواس مختل ہو چکے ہیں۔ مصائب و تکالیف نے اسکی قوتیں ختم کر دی ہیں۔ اور اب تو اس کے خویش و اقارب بھی اس سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ یہ بیکار ہو چکا ہے۔ اس لئے بے سہارا ہے۔ سب لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہے، یہ جنگل میں شجر خشک و اُفتادہ کی مانند ہے۔ یہ کسی موروثی خرابی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ہر جاندار مخلوق کی جوانی بالآخر بڑھاپے سے شکست کھا جاتی ہے۔ آپکا باپ، آپکی ماں، آپکی بیوی بچے اور سب رشتہ دار اور دوست اسی حالت پر آجائیں گے۔ یہ تمام مخلوقات کا مقرر کردہ انجام ہے"!

شہزادے نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا: افسوس ہے کہ لوگ اتنے جاہل، کمزور اور دیوانے ہیں کہ جوانی کے نشے میں آ کر اپنی قوت و شوکت کی ڈینگیں مارتے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ بڑھاپا اُن کا انتظار کر رہا ہے۔ رتھبان! رتھ کو روک لو! جب میں بھی بڑھاپے کا شکار ہوں تو مجھے ان سیر سپاٹوں کی مسرتوں سے کیا غرض! نوجوان شہزادہ باغ کی سیر کو جانے کی بجائے گھر پلٹ آیا ———

دوسری مرتبہ شہزادے کی سواری شہر کے جنوبی دروازے سے گزری۔ یہاں اسکی نظر ایک بیمار شخص پہ پڑی جو بخار سے بھُن رہا تھا۔ جسم نڈھال ہو چکا تھا، کیچڑ میں لت پت، کوئی دوست بھی اس کے قریب نہیں تھا، کوئی اس کا گھر نہیں تھا، سانس بھی مشکل سے لے رہا تھا اپنے آپ سے اور قدم قدم بڑھتی آنے والی موت کی ہیبت سے خوفزدہ تھا۔ شہزادے نے رتھبان سے وہی سوال کیا جو پہلے کر چکا تھا اور وہی جواب پایا جو پہلے پا چکا تھا۔ اس نے کہا:

"افسوس! صحت بھی تو خواب کا ایک کھیل ہے۔ ابتلائے مرض کے خوف ہی نے یہ بھیانک شکل اختیار کرلی ہے۔ کوئی سمجھدار آدمی اس صورت حال کو دیکھ کر سیر و تفریح کا خیال دل میں نہیں لاسکتا۔ رتھبان، واپس چلو!"

تیسری مرتبہ شہزادہ سیر کے لئے شہر کے مغربی دروازہ سے نکلا۔ اس نے ایک انسانی لاش دیکھی جو کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی۔ دوست احباب اور عزیز واقارب اس کے پاس کھڑے دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، سسکیاں بھر رہے تھے، چیخ چلا رہے تھے۔ اپنے بال نوچ رہے تھے۔ سینے پر مُکّے مار رہے تھے اور انھوں نے سروں پر مٹی ڈالی ہوئی تھی۔ شہزادے نے پھر رتھبان کو روکا اور کہا: یہ دردناک منظر بھی دیکھ لو۔ افسوس اس جوانی پر جو بڑھاپے کی تباہ کاریوں کا شکار ہو جائے! افسوس اُس صحت پر جسے اتنی بیماریاں کھا جائیں افسوس اُس زندگی پر جو صرف چند لمحات پر مشتمل ہے۔" اب پہلی دفعہ شہزادے نے اپنے دل کی بات ظاہر کی اور رتھبان سے کہا: آؤ واپس چلیں، مجھے اب سوچنا ہوگا کہ نجات کیسے حاصل ہو!"

اب ایک آخری واقعے نے اس کے خیالات کے مدوجزر کو ختم کر دیا۔ وہ باغ کی سیر کے لئے شہر کے شمالی دروازے سے نکلا۔ راستے میں اس نے ایک بھکاری کو دیکھا جو بظاہر پُرسکون سراپا انکسار، نظریں نیچی کئے ہوئے، سنیاسیوں کا لباس زیب تن کئے، باوقار انداز سے چل رہا تھا لیکن ہاتھ میں کشکولِ گدائی لئے ہوئے تھا۔ "یہ کون ہے؟" شہزادے نے پوچھا! رتھبان نے جواب دیا: جناب، یہ ان لوگوں میں سے ہے جو بھکشو یا مذہبی گداگر کہلاتے ہیں اس نے تمام مسرّتوں کو، تمام خواہشات کو، تمام دلچسپیوں کو ترک کر دیا ہے اور اب زُہد و پرہیز کی زندگی گزار رہا ہے۔ اس دنیا میں یہ اپنے آپ پر فتح پانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ زاہد مرتاض بن چکا ہے۔ جذبات سے عاری، حسد و رشک سے بے نیاز، یہاں سے وہاں بھیک مانگتا پھرتا ہے!"۔

"یہ بڑی اچھی بات کہی ہے تم نے، رتھبان!" شہزادے نے جواب دیا۔ "دانا لوگ ہمیشہ بے نفس پجاریوں کی تعریفیں کرتے آئے ہیں۔ اب یہی میری اور سب مخلوقات کی پناہ گاہ ہوگا یہی راستہ ہمیں اصل زندگی کی طرف، خوشیوں کی جانب اور ابدیت کی سمت لے جائیگا۔ چلو رتھبان

واپس چلو!"

شہزادے نے گھر پہنچ کر اپنی بیوی اور اپنے باپ کو بتا دیا کہ میں اب دنیاداری کو ترک کر کے جنگلوں کی تنہائیوں کی طرف جا رہا ہوں۔ چنانچہ ایک رات جب محافظ، جو اسکی نگرانی پر مامور تھے، گہری نیند سو رہے تھے، یہ محل سے نکل کھڑا ہوا۔ ساری رات سفر میں گزری، پَو پھٹتے ہی اس نے گھوڑا اور زر و زیور سائیس کو دیدیئے اور اُسے کپل وستو واپس بھیج دیا۔ جہاں سے اُس نے سائیس کو واپس کیا وہاں ایک یادگار آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ چینی سیّاح ہیون سانگ نے اُسے دیکھا تھا۔ گورکھپور سے مشرق جنوب مشرق کی سمت پچاس میل کے فاصلے پر کُشی نگر نام کے ایک گاؤں کے کھنڈرات ہیں، اُنکی طرف جانے والی سڑک پر ایک بہت بڑے جنگل کے کنارے پر یہ یادگار موجود ہے۔

مہاتما بدھ سب سے پہلے ویسلی پہنچا اور ایک مشہور براہمن کا شاگرد بن گیا جس کے ۳۰۰ چیلے تھے۔ یہ براہمن جو کچھ بتا سکتا تھا اُسے بتا چکا تو وہ مایوس ہو کر وہاں سے چل پڑا اُسے نجات کا راستہ نہیں مل سکا تھا۔ پھر مگدھ یا بہار کی راجدھانی راج گریہہ میں ایک اور براہمن کے پاس گیا جس کے سات سو چیلے تھے۔ لیکن یہاں بھی ذریعۂ نجات کا سوال تشنۂ جواب ہی رہا۔ اس نے یہ جگہ بھی چھوڑ دی۔ اس کے پانچ ہم جماعتوں نے بھی اس کی پیروی کی۔ پھر چھ سال تک ایک بستی اُرُوِلوا کے قریب مکمل عالمِ تنہائی میں گزار دیئے، زُہد و پارسائی میں اپنے آپ کو سخت مجاہدوں اور ریاضتوں میں مُبتلا رکھا۔ اس عرصے کے ختم ہونے پر اُسے یقین ہو گیا کہ سنیاس یا ترکِ دنیا و علائق بھی حقیقت کی تلاش کے راستے میں پھندے اور رُکاوٹی پتھر کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس سے نہ سکونِ قلب حاصل ہو سکتا ہے اور نہ یہ نجات کی طرف لے جاتا ہے۔ اُس نے مشقتیں چھوڑ دیں۔ اس پر اس کے پانچ چیلے بھی اسے کافر کہہ کر چھوڑ گئے۔ اب وہ بالکل اکیلا ہو گیا تو اس نے اپنے ذہن میں ایک نظام کے جو دھندلے سے نقوش مرتّب کر رکھے تھے۔ ان پر غور و فکر شروع کر دیا۔ وہ اب جان چکا تھا کہ آدمی کی نجات کے لئے نہ تو براہمنوں کے عقائد کسی کام کے ہیں اور نہ ان کی ریاضتیں کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اس طرح بڑھاپے، بیماری اور موت سے چھٹکارا پانے کا بھی ان کے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔ طویل سوچ بچار کے مراقبوں

اور اندرونی روشنی کے حاصل ہونے کے بعد بالآخر اُس نے یہ تصوّر کر لیا کہ وہ صحیح علم تک پہنچ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ خوف ہی زندگی کی تمام مصیبتوں کی جڑ ہے، اسی سے تمام تبدیلیاں رُونما ہوتی ہیں اور اسی کا انسداد ضروری ہے۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد وہ بُدھ مشہور ہو گیا کچھ دن بُدھ تأمّل کرتا رہا کہ اس علم کو اپنے تک محدود رکھے یا دنیا کو بھی باخبر کرے۔ انسانوں کے دکھ درد کے خیال سے اس کے اندر ترحّم کے جذبات غالب آ گئے تو یہ شہزادہ ایک مذہب کا بانی بن گیا جس کے پیروکار آج دو ہزار سال سے زائد گزر جانے کے بعد بھی تقریباً پچاس کروڑ کے لگ بھگ ہیں

اس نئے معلّم کی اس کے بعد کی زندگی بہت سادہ سی ہے۔ یہ بنارس چلا گیا جسے مذہبی علم و ادب کا مرکز مانا جاتا رہا ہے۔ اس کے پہلے پیروکار وہی پانچ ہم جماعت بنے جو اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے کیونکہ اس نے براہمنیت کی رسومات و عقائد کا جوا اُتار پھینکا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے مریدوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ اُسے مگدھ کے بادشاہ بِمبیسارا نے بُلا لیا۔ یہ اُسکی راجدھانی راج گریہہ میں پہنچ گیا۔ وہاں راجے یا کسی امیر سوداگر نے اُسے ایک خانقاہ تعمیر کر دی۔ اس کے اکثر وعظ یہیں کہے گئے اور کچھ ملحقہ پہاڑیوں میں ادا ہوئے ہیں۔

اس کے تین سرکردہ مُرید سَری پُترا۔ کاتیایَن اور مَودگل یایَن مگدھ ہی میں اس کے ساتھ آ ملے۔ خاصی مُدت تک بادشاہ اُسکی سرپرستی کرتا رہا لیکن پھر بادشاہ کو اس کے بیٹے اَجاتا سترُو نے قتل کر دیا تو بُدھ کچھ وقت کیلئے دریائے گنگا کے شمال میں سراوستی میں مقیم ہو گیا۔ یہ کوسال کی راجدھانی تھی

اس کے اکثر وعظ یہاں کے بھی ہیں۔ خود بادشاہ پراسین جیت نے بھی اس کا مذہب قبول کر لیا۔ پھر بارہ سال کی غیر حاضری کے بعد ہمیں اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کپل وستو میں اپنے باپ سے آ کر ملا۔ اس نے وہاں بہت سے معجزے دکھائے اور اپنے پورے ساکیا خاندان کو اپنے مذہب کا پیروکار بنایا۔ عورتوں میں اسکی بیوی اور اس کی خالہ اسکی اوّلین پیروکار ہیں۔

بُدھ کی آخری عمر کے تمام واقعات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اسّی سال کی عمر پائی۔ ایک مرتبہ وہ راج گرہا میں بھی گیا جہاں اس کے سابقہ دشمن اور اپنے باپ کے قاتل

اَجاتا شترُو نے عام لوگوں کے سامنے اپنے جرائم کا اعتراف کیا۔ یہاں سے واپس ہوا تو بہت سے پیروکار اس کے پیچھے چل پڑے۔ گنگا کے پتن پر آکر یہ ایک مربع شکل کے پتھر پر کھڑا ہو گیا اور راجَ گِریہا کی طرف منہ کر کے بڑے جذباتی انداز میں کہنے لگے: "میں آخری مرتبہ اس شہر کو دیکھ رہا ہوں"۔ پھر وہ ویسلی بھی گیا اور یہاں سے رخصت ہو کر کُشی ناگر کے نزدیک پہنچ کر اس کی جسمانی قوّت جواب دے گئی۔ وہ جنگل میں ٹھہر گیا۔ سال کے ایک درخت کے نیچے اس نے سمادھی جمادی اور یہیں اسکی رُوح قفسِ عنصری کو چھوڑ کر پرواز کر گئی۔ یا جیسا کہ ایک بُدھ مَت کا پیروکار کہے گا اس نے نِروانَ حاصل کر لیا۔

۱۰ - کلکی اَوتار

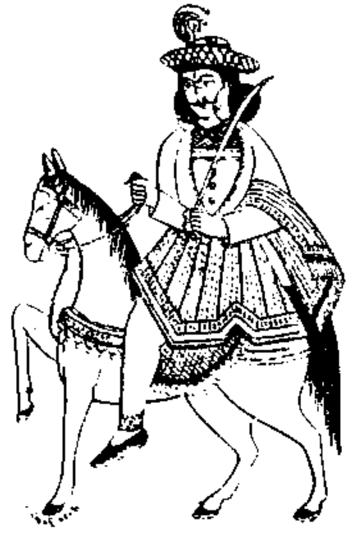

یہ اَوتار ابھی تک نہیں آیا۔ ہندوؤں کو یہ توقّع ہے کہ جس طرح زمین کو نظم و نسق، ضبطِ اخلاق اور مُسرّتیں عطا کرنے کے لئے وہ "عظیم ہستی" اکثر زمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرماتی رہی ہے اسی طرح اب بھی کسی وقت عالمگیر نیکی، امن اور خوشحالی کی عملداری قائم کرنے کے لئے تشریف لائیگی۔ جب وِشنو کرِشن کے رُوپ میں واپس آسمان کو چلا گیا تھا۔ اُس وقت چوتھا زمانہ یعنی کالی یُگ شروع ہو چکا تھا۔ یہ زمانہ، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اضطراب اور باہمی لڑائی جھگڑے کا زمانہ ہے۔ اس کے ختم ہونے کے قریب وِشنو پھر اَوتار بن کر کلکی کے نام سے آئیگا اور بدعملیوں کا خاتمہ کر کے اوّلین یا کرِتا یُگ یعنی زمانۂ صداقت کے مُشابہ نیکی کی حکومت"

قائم کرے گا۔ یہ چار زمانے، اسی ترتیب سے اور انہی خصوصیات کے ساتھ بار بار آتے رہیں گے یہاں تک کہ ہر چیز کا آخری انجام پہنچ جائیگا۔

وشنو پران سے لئے گئے ذیل کے اقتباس میں اُن حالات کا ذکر ہے جنہیں کلکی اوتار آ کر ٹھیک کرے گا۔ “مگدھ میں ایک بادشاہ وِشو پھینک نامی تمام کھشتری نسل کو ختم کر دیگا۔ ماہی گیروں غیر مہذب وحشی لوگوں، براہمنوں اور دوسری ذاتوں کو عروج دے کر طاقتور بنائے گا جبکہ شودر اچھوت اور جاہل وغیر مہذب لوگ سندھ، دروِک، چندر بھاگا اور کشمیر کے مالک ہوں گے۔”

بادشاہ بدسرِشت، تند مزاج، جھوٹ بولنے کے عادی اور مکّار ہوں گے۔ وہ عورتوں، بچوں اور گایوں کے قاتل ہوں گے وہ رعایا کی جائیدادیں چھین لیں گے۔ انکی طاقت محدود ہوگی اور ان کا عروج وزوال تیز رفتار ہوگا انکی عمریں کم ہونگی لیکن انکی خواہشات ناقابل تسکین ہوں گی۔ ان سے پارسائی کا مظاہرہ بہت کم ہوگا۔ مختلف ممالک کے لوگ ان سے مل جائیں گے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنا شروع کر دیں گے۔ شہزادوں کی قسم کے لوگوں کی ہمنوائی جُہلا اور غیر مہذب لوگ کریں گے جبکہ شرفار کو نظر انداز کر دیا جائیگا۔ دولت اور نیکی رُوز بروز گھٹتی چلی جائیگی۔ یہاں تک کہ دنیا اس سے خالی ہوجائیگی۔ صرف ملکیت ہی بڑائی کا پیمانہ رہ جائیگا اور دولت ہی پرستش کی دیوی بن جائیگی۔ مرد اور عورت کے درمیان صرف جنسی جذبہ ہی باہمی مودت کا رشتہ رہ جائیگا۔ مقدمہ بازی میں صرف جھوٹ ہی کامیابی کا ضامن ہوگا۔ عورتیں محض جنسی تسکین کا ذریعہ سمجھی جائینگی۔ زمین کا تقدس صرف اس کے معدنی ذخائر کی بنا پر ہوگا (یعنی مقدّس مقامات کی اہمیّت کم ہوجائیگی) براہمن کے گلے میں براہمنیت کا صرف دھاگا ہی رہ جائیگا۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں صرف ظاہری نمائش ہی وجہ امتیاز ہوگی۔ بد دیانتی واحد ذریعۂ روزگار ہوگی۔ کمزوری انحصار کا سبب بن جائیگی۔ علم و ادب کے لئے اپنے دفاع کا حربہ صرف ظن وگمان اور دھمکی آمیز روّیہ رہ جائیگا۔ خودسر آزادی اور بے راہ روی کو عبادت سمجھا جائیگا۔ مذہبی رسوم بے روح اور نمائشی ہونگی۔ باہمی رضامندی کا نام بیاہ ہوگا۔ اعلیٰ لباس کو عزّت کی علامت سمجھا جائیگا۔ دور دراز کے پانیوں کو مقدّس چشمے تصوّر کر لیا جائیگا۔ اپنے لالچی حاکموں کی روزافزوں فرمائشوں کا بھاری بوجھ نہ اُٹھا سکنے کے سبب لوگ وادیوں میں پناہ گزین ہوجائیں گے اور

جنگلی شہد، جڑی بوٹیاں، پھل پھول اور پتے وغیرہ خوشی خوشی کھائیں گے۔ درختوں کی چھال ان کا لباس ہوگا اور سردی، گرمی، دھوپ، بارش اور آندھیوں میں پڑے رہیں گے۔ کسی آدمی کی عمر تیئیس سال سے آگے نہ بڑھ سکے گی۔ اس طرح "کالی عہد" میں انحطاط و زوال زوروں پر ہوگا یہاں تک کہ انسانی نسل مکمل تباہی تک پہنچ جائیگی۔

"جب ویدوں کے بتائے ہوئے طریقے اور قانونی ضابطے تقریباً ختم ہو چکے ہونگے۔ کالی عہد بھی اختتام کے قریب ہوگا، تو پھر اُس خُدائی وجود کا ایک حصہ زمین پر نازل ہوگا جو برہما کی صورت میں اپنی ہی روحانی فطرت سے قائم ہے، جو اوّل بھی ہے آخر بھی ہے اور جو ہر چیز کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ وہ آٹھ فوق البشر صلاحیتیں لے کر کلکی کے نام سے سنبھل گاؤں کے مشہور براہمن خاندان وشنویس میں پیدا ہوگا۔ اپنی ناقابلِ شکست قوتوں سے تمام ملیچوں کو، چوروں کو اور انصاف و مُساوات کے دشمن لوگوں کو ختم کر دیگا اور زمین پر نیکی کی عملداری قائم کر دیگا۔ کالی عہد کے آخری دنوں میں جو چند لوگ زندہ ہوں گے اُن کے دلوں کو شفاف و بے زنگ بنا دیگا۔ یہ پاک شدہ لوگ آئندہ نسلوں کا بیج بن جائیں گے اور کِرِتا یُگ یعنی زمانہ صداقت کے قوانین کی پیروی کریں گے

کلکی اوتار کو بیانات اور تصاویر میں ایک سفید رنگ کے انسان کی صُورت میں دکھایا جاتا ہے جو ایک سفید گھوڑے پر سوار یا اس کے آگے جھکا ہوا ہے۔ اسکے ہاتھ میں ایک تلوار ہے۔

جَگن نَاتھ

پُرانوں کی فہرست میں اس دیوتا کو وِشنو کے اَوتاروں میں شمار نہیں کیا گیا۔ روایات اسے اَوتار بتاتی ہیں اور عام عقیدہ یہ ہے کہ یہ خود وِشنو ہی کا مظہر ہے اس کے کسی حصے یا جوہر کا اَوتار نہیں ہے۔ اس بات میں شک و شبہ کی کافی گنجائش موجود ہے کہ آیا شروع شروع میں جگن ناتھ [دنیا کا مالک] کا کوئی تعلّق وِشنو کے ساتھ تھا یا نہیں۔ زیادہ تر امکان یہ ہے کہ یہ وادیٔ سندھ کے قدیم باشندوں کا دیوتا تھا اگرچہ اس کی پرستش کرنے والے قبائل

اب ناپید ہو چکے ہیں اسکی پرستش سے ہندو متأثر ہوتے تو انھوں نے اسے اپنے مجموعۂ اصنام میں شامل کرلیا۔ جب یہ نیا دیوتا ان کے ہاں آگیا تو اسے وِشنو کا ایک اور مظہر تسلیم کرلیا گیا۔ اس کے علاوہ ایک امکان یہ بھی ہے کہ "پُوری" بُدھ مَت کا مرکزی مقام تھا۔ جب بدھ مَت پہ پابندیاں عائد کردی گئیں اور اس کے پیروکاروں کو تشدُّد کا نشانہ بنایا گیا۔ تو بُدھ مَت کے اس مرکز کو ہندُوؤں کے مندر میں تبدیل کردیا گیا۔ جگن ناتھ برائے نام ہندوؤں کا دیوتا تھا لیکن حقیقتاً یہ بدْھ مَت والوں کا تھا۔ اس کا ثبوت یوں ملتا ہے کہ اس کی عجیب وغریب اور نامکمّل مُورتی اس کے سِوا اور کچھ نہیں کہ یہ بدُھ مَت کے مرکزی اور بنیادی عقیدے کی علامات کو پردے میں چھپا کر پیش کرنے کی ایک صورت ہے۔ عین ممکن ہے کہ تشدد سے بچنے کے لئے یہ مشہور کردیا گیا ہو کہ یہ وِشنو ہی کی ایک صورت ہے۔ پوری اس کی پرستش کا بڑا مقام ہے۔ اس شہر کے تقدّس کے بارے میں بہت سی حکایات ملتی ہیں۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ جگن ناتھ پوری جاتے ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم جگن ناتھ کی پُوجا کو جا رہے ہیں جیساکہ وہ دوسرے دیوتاؤں کے سلسلے میں کہتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم جگن ناتھ کو دیکھنے جا رہے ہیں۔ گناہوں سے نجات حاصل کرنے کے خواہشمند پجاری بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جگن کو مندر میں دیکھ لینا، یا جب اسے غسل دیا جا رہا ہو اُس وقت دیکھ لینا یا جب یہ اپنی خوبصورت بگھی میں سوار ہو اس وقت اس کا دیکھ لینا ہی گناہوں کی معافی کے لئے کافی ہے۔

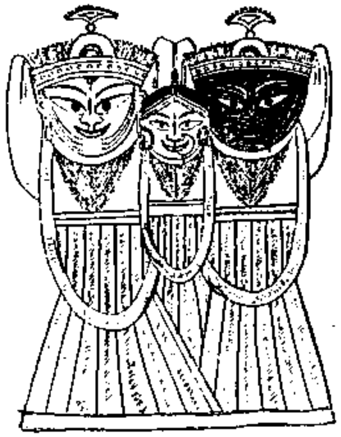

جگن ناتھ

آئینِ اکبری سے لیا گیا یہ اقتباس دیکھیئے :

> "ایک بادشاہ کو ایک شہر بسانے کا شوق ہوا تو اُس نے ایک براہمن کو بھیجا کہ جاؤ کوئی موزوں مقام دیکھ آؤ۔ بڑی جستجو کے بعد براہمن ایک سمندر کے کنارے پہنچا۔ وہاں اس نے ایک کوّے کو غوطے لگاتے دیکھا جب وہ نہا چکا تو اس نے سمندر کو تعظیم پیش کی۔ براہمن پرندوں کی زبان سمجھتا تھا۔ کوّے نے اُسے بتایا کہ تھوڑی دیر رک جاؤ تمہیں اس سرزمین کے عجائبات کا خود ہی علم ہوجائیگا۔ بادشاہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اُس نے جگہ کے قریب جہاں کوّا ظاہر ہوا تھا ایک شہر اور مندر تعمیر کروا دیا۔ ایک رات راجہ کو خواب میں کسی نے مخاطب کر کے کہا : فلاں دن ساحل سمندر پر سے دیکھتے رہنا۔ پانی سے ایک لکڑی ۵" انچ لمبی اور ۱۸" انچ چوڑی اُبھریگی۔ یہ دیوتا کی صحیح شکل ہے اسے لے لو اور سات دن تک اپنے گھر میں چھپائے رکھو۔ پھر یہ جو بھی شکل اختیار کرلے اسے مندر میں رکھ دو اور اسکی پُوجا کرو۔" بادشاہ نے خواب میں دیئے اس مشورہ پر عمل کیا۔ جب وہ صورت مندر میں متمکن ہو چکی تو بادشاہ نے اس کا نام جگن ناتھ یا سارے جگ کا مالک رکھ دیا۔ پھر ہر طبقے کے لوگ اسے پُوجنے لگے۔"

ایک اور حکایت یوں ہے کہ جب جرَا شکاری نے کرشن کو اتفاقاً تیر چلا کر مار ڈالا تو جہاں کرشن مرا وہاں ایک درخت کے نیچے اس کی ہڈیاں گلتی سڑتی رہیں۔ اِتفاق سے ایک نیک آدمی اُدھر آنکلا تو اُس نے ان ہڈیوں کو اکٹھا کر کے ایک صندوق میں رکھ لیا۔ یہ ہڈیاں بڑے عرصے تک اس صندوق میں پڑی رہیں تا آنکہ ایک بادشاہ اِندرُدھمنا کو، جو وِشنو کو راضی کرنے کی کوشش کر رہا تھا، یہ ہدائیت ملی کہ تم ایک مُورتی بناؤ اور اسے ان ہڈیوں میں رکھ دو۔ اِندرُدھمنا نے اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے دیوتاؤں کے ہنرمند وِشوَکرمَ کی مدد چاہی۔ اس نے مُورتی

بنا دینا منظور کر لیا لیکن یہ شرط لگا دی کہ اگر کسی نے اُسے یہ کام کرتے دیکھ لیا یا اس کے کام میں خلل ڈالا تو وہ مورتی کو نامکمل چھوڑ کر چلا جائے گا۔ کام شروع ہو گیا۔ ایک ہی رات میں اس نے اُڑیسہ کے نیلے پہاڑوں میں ایک شاندار مندر تعمیر کر دیا اور پھر مورتی کو بنانے بیٹھ گیا۔ پندرہ دن تو بادشاہ نے صبر سے گزارے لیکن جب صبر نہ کر سکا تو حماقت کر کے دیوتا کو کام کرتے دیکھنے لگا۔ کاری گر دیوتا ناراض ہو گیا، اس نے کام بند کر دیا اور بدصورت مورتی جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پاؤں چھوڑ کر چلا گیا۔ بادشاہ گھبرا کر برہما کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا گھبراؤ نہیں میں اس مورتی کو اسی بدشکلی میں ہی مشہور کر دونگا۔ جب مندر کا افتتاح ہوا تو بادشاہ نے تمام دیوتاؤں کو شرکت کی دعوت دی۔ کئی دیوتاؤں نے دعوت قبول کی۔ بَرہمَا خود پجُاری بنا اور اس نے اس دیوتا کو آنکھیں اور "رُوح" عطا کر دیئے اس طرح جگن ناتھ کی شہرت قائم ہو گئی۔ پوری کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی اصل مُورتی کی نقلیں تیار کر کے رکھ دی گئی ہیں اور عام طور پر اس کے ساتھ کرشن کے بھائی بَالرَام اور اسکی بہن سبُھدَرا کی مورتی بھی رکھ دی جاتی ہے۔

جگن ناتھ کے بارے میں ایک بنگالی روایت یوں ہے :

نارَاین (وِشنو) اور اس کی بیوی نے اُڑیسہ کے نیلے پہاڑوں کو اپنا مسکن بنا لیا۔ یہاں اسے نِیل مادَھو کے نام سے پکارا جانے لگا۔ بے شُمار دیوتا اور انسان آنا شروع ہو گئے تو ارد گرد کے علاقے کو لوگ موکشیا کھیترا (آئندہ کے جنموں سے نجات کا میدان) کہنے لگ گئے ایک بادشاہ اِندرَ دھُمنا کو، جو سورج کا ایک بیٹا تھا اور وشنو کا پُرخلوص پجُاری تھا، نیل مادَھو کی زیارت کا شوق ہُوا۔ اُس نے اپنے خاندانی پجاری کے بھائی وِدیاپتی کو اُڑیسہ بھیجا کہ راستہ بھی دیکھ آؤ اور حالات بھی معلوم کر آؤ تاکہ تمہاری رہنمائی میں ہمارے قافلے کو وہاں پہنچنے میں آسانی ہو گی۔ واپس آکر وِدیاپتی نے ایسے ایسے چشم دید حالات سنائے کہ بادشاہ کا شوق اور زیادہ تیز ہو گیا۔ آخر تمام انتظامات مکمل کر کے بادشاہ کنبے سمیت روانہ ہو پڑا۔

لیکن جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ دیوتا نے تو لوگوں کے سامنے آنا بند کر دیا ہے۔ بادشاہ بہت غمگین ہو گیا۔ وہ غم اور پریشانی میں زور زور سے چلّانے لگا تو آسمان سے آواز آئی : نیل مادَھو کو تم تو نہیں دیکھ سکتے لہذا اب یوں کرو کہ لکڑی کا ایک بت بنالو اور اسکی پوجا شروع کر دو

نارائنؔ اس کے اندر بس جائیگا اور اس بُت کے نظارے سے ہی تمہیں اور دوسروں کو مُکتی نصیب ہو جائیگی۔ بادشاہ نے اس مشورے پر عمل شروع کر دیا۔ وہ بت بنا رہا تھا کہ نارائنؔ خود ایک بوڑھے وِشوَکرمؔ نامی براہمن کی صورت اختیار کر کے وہاں آگیا اور اس نے کہا میں یہ بُت تمہیں پندرہ دنوں کے اندر تیار کر دوں گا۔ چنانچہ وقتِ مقررہ کے اندر جگن ناتھ اور اس کے بھائی اور بہن کا بُت تیار ہو گیا ــــــ

جگن ناتھ کی پُوجا کی جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ اس کا بت نہ صرف اس کے مندر میں پُوجا جاتا ہے بلکہ سال کے اندر تین دن تک اُسے باہر عوام الناس کی زیارت کیلئے بھی رکھ دیا جاتا ہے۔ پہلے دن، جسے اِشنان یاترا کہتے ہیں، بُت کو مندر سے نکال کر ایک بہت بڑے اور اُونچے پلیٹ فارم پر رکھ دیا جاتا ہے اور پجاری لاکھوں لوگوں کی موجودگی میں اسے غسل دیتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس غسل سے بُت کو یا دیوتا کو سردی لگ گئی ہے۔ دس دنوں کے بعد رتھ جاترا کا دن منایا جاتا ہے۔ یعنی اس دن بُت کو ایک بہت بڑی رتھ میں، جسے خاص طور پر اسی مقصد کیلئے تیار کیا جاتا ہے، رکھکر ایک اور دیوتا کے مندر میں تبدیلیٔ ہوا کے لئے لے جاتے ہیں۔ اس رتھ کو پُرجوش مجمع کھینچتا ہے۔ مفلس اور جاہل لوگ اس رتھ کے کھینچنے کو اپنے لئے بڑی سعادتمندی سمجھتے ہیں۔ یہاں چند دن رہنے کے بعد واپسی کا تیسرا تہوار منایا جاتا ہے۔ (بُت کی گاڑی کے پہیوں کے نیچے آکر جان دیدینا بعض کے نزدیک بہت بڑی نیکی ہے۔ اب بھی سینکڑوں لوگ اس طرح خودکشی کرکے مُکتی اور نِروان حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں) ــــــ

جگن ناتھ پوری میں مذکورہ تین تہواروں پر یا عام پرستش کے دوران بہت سی ایسی رسمیں اَدا کی جاتی ہیں جن سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ یہ مندر اگرچہ ہندوؤں کا بیان کیا جاتا ہے لیکن دراصل یہ بُدھ مَت کے پیروکاروں کا مندر ہے۔ اُوپر کرشن کی ہڈیوں کا ایک صندوق میں رکھے جانے کا جو قصہ بیان ہوا ہے اس کے بارے میں بھی زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ یہ ہڈیاں کرشن کی نہیں بُدھ کی ہونگی۔ ہڈیاں نہیں تو کچھ بُدھا کی یادگار اثری چیزیں ضرور ہونگی جو بُت کے اندر محفوظ کی گئی ہیں۔ جن دنوں بُدھ کا نام لینا، اس کی پرستش کرنا یا اس سے

کسی قسم کا کوئی تعلق ظاہر کرنا سخت خطرناک تھا یہ مشہور کر دیا ہوگا کہ یہ یادگار نشانیاں کرشن کی ہیں تاکہ ہندو لوگ احتراماً خاموش رہیں۔ کرشن کی ہڈیوں کا امکان اس لئے بھی نہیں ہے کہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق کسی مُردہ جسم کا چھوجانا بھی ناپاک کر دیتا ہے چہ جائیکہ کوئی ہڈیوں کو اکٹھا کرے اور اسے صندوق میں اور بعد میں بُت کے اندر رکھ دے۔ بُدھ کی یادگار نشانیوں کو محفوظ رکھنے کا اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا سوائے اس کے کہ ایک افسانہ گھڑلیا جائے اور اسے تقدّس کے غِلاف میں لپیٹ کر مخالفین کی دستبرد سے بچا لیا جائے۔

چیتنیا ۹

چیتنیا کے پیروکار اسے وِشنو کا اَوتار مانتے ہیں۔ چونکہ یہ شخص تاریخی زمانے میں یعنی آج سے تقریباً چار سو، سال پہلے رہتا تھا۔ اس لئے یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ ایک انسان کس طرح دیوتا بن گیا۔ بنگال میں ناڈیا میں اسکی پُوجا ہوتی ہے اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ اس کے مندر میں کرشن کی ایک بہت چھوٹی سی مورتی رکھی ہے جس کا یہ پیروکار اور پرستار تھا۔ اس کے مقابلے میں چیتنیا کا بُت بہت بڑا اور نمایاں ہے۔ وہ ہندو جو اس دیوتا کو مانتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ وِشنو کے جتنے اَوتار ہوتے ہیں ان میں چار سب سے زیادہ اہم ہیں۔ پہلا سَتیہ یُگ میں آنے والا اَوتار جسے شُکلا ورنَ (سفید) کہتے تھے اَننتَ تھا۔ دوسرا اَوتار جو رکت ورنَ (سرخ) کے نام سے ترِیتا یُگ میں آیا کپِل دیَو تھا۔ تیسرا اَوتار دوار پَرَ یُگ میں کرِشنَ ورَن (سیاہ) کے نام سے آنے والا کرشن تھا اور چوتھا اور آخری اَوتار چیتنیا تھا جو پِتَ وَرنَ (زرد) کے نام سے مشہور ہو کر کالی یُگ میں آیا۔

اس فرقے کا بانی، جس کا سب سے زیادہ نمایاں اور روشن فرد چیتنیا تھا، بنگال کے شہر سنتی پور کا رہنے والا ایک براہمن تھا جس کا نام اَدیتیاَ تھا۔ ایک اور لیڈر نِتنا نندا نامی ندیا کے گاؤں میں چیتنیا سے تھوڑا سا عرصہ پہلے پیدا ہوا تھا۔ چیتنیا کا باپ ایک براہمن

جس کا نام جگن ناتھ مشرا تھا۔ اس کی ماں کا نام سچی تھا۔ ان کا پہلا بیٹا وِسو بھرا ایک مذہبی گداگر تھا جب اُن کا یہ مشہور بیٹا پیدا ہوا اس وقت اسکی ماں بوڑھی ہو چکی تھی۔ یہ لڑکا بے حد کمزور پیدا ہوا۔ اس زمانے کے رواج کے مطابق اس کمزور لڑکے کو ٹوکرے میں ڈال کر درخت کے ساتھ لٹکا دیا گیا تاکہ یہ مر جائے۔ اتفاّق سے اَدیتیا کا اُدھر سے گزر ہوا تو اس نے اس بچے کو اس طرح درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے ٹوکرے میں دیکھا تو اس نے سوچا کہ ہو نہ ہو یہ دیوتا کا وہی اَوتار ہے جس کا میں منتظر ہوں اور جس کے بارے میں پیشین گوئی بھی کر چکا ہوں۔ اس نے فوراً اپنے پاؤں کے ساتھ نرم نرم زمین پر وہ منتر لکھا جو کرشنؑ پُوجا کے اسرار و رموز سے آشنا بنانے کے لئے پہلی مرتبہ پجاری سے پڑھوایا جاتا ہے۔ یہ دیکھکر ماں بہت متاثّر ہوئی۔ اس نے بچے کو درخت سے اٹھا لیا۔ بچہ پہلے دودھ نہ پیتا تھا اب اس نے بڑی رغبت سے دودھ پینا شروع کر دیا اور پھر بہت جلدی مضبوط و توانا ہو گیا۔

چَیتنیا نے حصولِ علم میں بڑی ترقی کی۔ سولہ سال کی عمر میں اس نے وِشنو پریا سے بیاہ کر لیا اور چوالیس سال کی عمر تک اس کے ساتھ رہا۔ اَدیتیا اور دوسرے فقیروں نے اسے ترغیب دی کہ زُنّار توڑ کر ہماری مذہبی زندگی میں شامل ہو جاؤ۔ اس کا مطلب اس بلند مقام کو چھوڑ دینا تھا جو ہندو معاشرے میں براہمن کو حاصل ہے۔ گھر، والدین اور بیوی کو چھوڑ کر وہ بنارس چلا گیا۔ یہاں اس نے اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کر دی اور بہت سے لوگوں کو اپنا شاگرد اور ہمخیال بنا لیا۔ انھیں اس نے وَیشنواس کا نام دیا یعنی وشنو کے پجاری۔ اگرچہ اس کی تعلیمات قدامت پسند ہندو مت کے بالکل متضاد و برعکس تھیں پھر بھی وہ بہت کامیاب رہا۔ بہت سے لوگ جو پہلے شِوا اور دوسرے دیوتاؤں کی پُوجا کرتے تھے اب اس کی تعلیمات کے زیرِ اثر کرشنؑ کو بلند ترین ہستی مان کر اسکی پرستش کرنے لگے اس کی تعلیمات کے چند اہم نکات یہ ہیں :

۱ــــ انسان کو دنیاوی، مادّی اور غیر مذہبی زندگی ترک کر کے اپنا فالتو وقت مندروں اور مقدّس مقامات کی زیارات میں صَرف کرنا چاہیئے۔

۲ــــ انھیں ذات پات کی تفریق ختم کر دینی چاہیئے۔ جو کوئی بھی اس کے فرقے میں شامل ہو وہ بلا امتیاز ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر کھا پی سکتا ہے۔

۳ ـــــ ہم وِشنو کے نام کی عزت کرتے ہیں، اسی دیوتا پہ اعتماد اور یقین (بھگتی) رکھتے ہیں، اور اسی کو ذریعۂ نجات جانتے ہیں۔

اس نے بیواؤں کو دوسرے بیاہ کی اجازت دیدی۔ گوشت اور مچھلی کے استعمال کی ممانعت کر دی اور اُن دیوتاؤں کی پرستش کو بھی بند کردیا جن کے لئے جانوروں کی قربانیاں دی جاتی تھیں۔ یہی نہیں۔ بلکہ اس نے اپنے پیروکاروں کو بھی سختی سے منع کر دیا کہ جو لوگ ایسی قربانیاں دیتے ہیں وہ ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلّق نہ رکھیں۔

پھر بنارس کو چھوڑ کر جتینیا پوری چلا گیا جہاں جگن ناتھ کا مندر ہے۔ یہاں اس نے زائرین میں اپنے عقائد پھیلانا شروع کر دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہیں اُسے چار زائد بازو بھی عطا ہوئے اَدیتیا اور نِتیا نندا جنہوں نے اسے اپنا لیڈر بنایا تھا کچھ عرصہ بنارس میں رہے اور اسی قسم کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ لیکن بعد میں وہ دنیا دار اور غیر مذہبی زندگی کی طرف لوٹ گئے۔ پھر بھی ان کے جانشینوں کا احترام اس فرقے کے لوگ ابھی تک کرتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بنگال کی ہندو آبادی کا پانچواں حصہ اس گورو کا پیروکار ہے۔

کامَ دیوَ

کامَ دیَو یا ہندوؤں کا کیوپڈ (دیوتائے عشق) عام خیال کے مطابق وِشنو اور لکشمی کا بیٹا ہے جب وہ کرشنَ اور رُکمنی کی صورت میں اَوتار بن کر آئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بَرہما کا بیٹا ہے اس دوسرے خیال کی تائید غالباً مندرجۂ ذیل اشارات سے ہوتی ہے:

رگ وید میں کام کو اس اوّلین حرکت سے تعبیر کیا گیا ہے جو "واحد" کے اندر اُس وقت پیدا ہوئی جب وہ جوشِ نمو یا تجرید کی قوّت کے ذریعے "زندگی" میں داخل ہوا۔

اَتھروَ وید میں کامَ یا آرزو کی، جو جنسی مسرّتوں کی آرزو نہیں۔ بلکہ عمومی نیکی کی آرزو ہے، ایک عظیم قوّت ہونے کے اعتبار سے تکریم کی گئی ہے اور اسے تمام دیوتاؤں سے افضل سمجھا گیا ہے۔ اسے

دشمنوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے بھی پکُارا گیا ہے۔ رگ وید کے ایک بھجن میں اس کی پُوجا کی گئی ہے اور اسے دیوتاؤں سے بالا تر کہا گیا ہے۔ ایک دوسرے بھجن میں اسے جنسی محبت کا دیوتا بھی کہا گیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ بول دیکھئے :

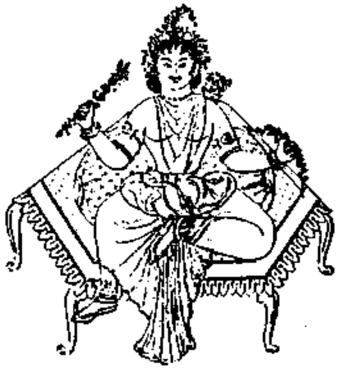

کامَ دیوَ

اے کاش کچھ اس طرح بن پڑے کہ کامؔ
اپنے تیر کی شِست سیدھی کرلے
وہ تیر جسے غم و اندوہ کے پَر لگے ہوئے ہیں
وہ تیر جو چاہت کے کنڈی دار کانٹوں سے آراستہ ہے
وہ تیر جو طلب کی تیز نوک رکھتا ہے
وہی تیر، اے محبوب، تیرے دل میں پیوست کر دے

پرانوں میں اسے اسی کردار میں پیش کیا گیا ہے ——————

ہندو دیومالا میں کامؔ کو شِوا کے غیظ و غضب کے ہدف کے طور پر جانا اور پہچانا جاتا ہے ایک جن جس کا نام تارکؔ تھا دیوتاؤں کو بہت پریشان کرتا رہتا تھا۔ دیوتا اسکی تباہی کے درپے تھے لیکن اس کی تباہی صرف شِوا کے کسی بیٹے کے ہاتھوں ہوسکتی تھی۔ بدقسمتی سے شِوا اپنی بیوی ستی کی موت کے غم میں اتنا مغموم اور دل گرفتہ ہوگیا کہ اب اس پر محبّت کا کوئی اثر ہی نہ ہوتا تھا۔ یا یوں کہیئے کہ اس کے دل و دماغ سے محبت کا احساس ہی مٹ چکا تھا۔ دیوتاؤں نے کامؔ کی منّت کی کہ تم ہماری مدد کرو اور اپنے تیروں سے شِوا کا دل گھائل کر دو۔ کامؔ کامیاب ہوگیا اور پاروتی نے

(جو ستی ہی کا نیا روپ تھا) دِل فِگار دیوتا کو اپنی زُلفِ گِرہ گیر کا اسیر بنا لیا۔ شِوا نے ناراض ہو کر کامَ کو اپنی تیسری آنکھ کے شعلے سے بھسم کر دیا۔

وَمنا پُران میں کامَ کے تیروں کے اثرات کے طویل حالات درج ہیں۔ جب شِوا کامَ کے تیروں سے زخمی ہو گیا تو اس کا سکون و قرار ختم ہو گیا اس نے کلِندی ندی میں چھلانگ لگا دی۔

لیکن "اس کا پانی خشک ہو گیا اور ندی کا رنگ کالا ہو گیا اس دن سے آج تک اس کا کالا پانی، اگرچہ مقدس ہے تاہم جنگل میں سے اس طرح بہہ رہا ہے جیسے کسی دوشیزہ کے سیاہ زلفوں کو باندھنے والا تاگا ہوتا ہے۔"

شِوا سکون کی تلاش میں جگہ جگہ پھرتا رہا۔ اسے اس حالت میں دیکھکر دَرُدَ وَنَم کے جنگل میں رہنے والے سادھوؤں کی بیویاں اس کے پیچھے چل پڑیں اور انھوں نے گھروں کو چھوڑ دیا۔ ان کے خاوند بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے شِوا کو لعنتیں بھیجنا شروع کر دیں۔ اس پر شِوا کو کامَ پر غصہ آیا اور اس نے اُسے بھسم کر دیا۔

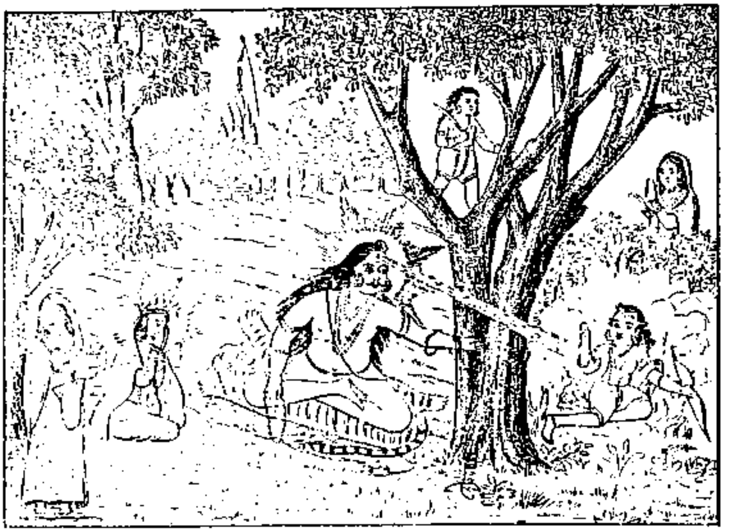

شِوا
کامَ دیوا
کو بھسم کر رہا
ہے۔

بھاگوت پُران میں اس کہانی کو یوں آگے بڑھایا گیا ہے کہ کامَ کی موت کے غم سے اسکی بیوی رَتی پاگل ہو گئی۔ اس نے پاروتی سے استدعا کی کہ شِوا سے کہہ کر میرے خاوند کو دوبارہ زندہ کرا دو۔ پاروَتی نے کہا: تمہاری یہ خواہش اس طرح پوری ہو گی کہ کامَ سری کرشن کے بیٹے کی صورت میں پیدا ہو گا

اور اس کا نام پرَدیمنا ہوگا۔ سمبرا نامی ایک جنّ اسے اٹھا لے جائے گا اور اُسے سمندر میں پھینک دیگا ایک مچھلی کے جسم میں داخل ہو کر یہ سمبرا کی خوراک میں دوبارہ ظاہر ہوگا۔ تم جاؤ اور سمبرا کے گھر میں سکونت اختیار کرلو جب تمہارا خاوند وہاں پہنچے تو اسے لے لو اور اسکی پرورش کرو۔ آخر کار یہ سمبرا کو قتل کردیگا اور ہنسی خوشی تمہارے ساتھ رہیگا۔ اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے رَتی اس جِن کے گھر میں نوکرانی بن کر رہنے لگی۔

وِشنو پُران میں ہمیں اس کہانی کی تکمیل ملتی ہے :

" جب پرَدیُمنا چھٹے دن کا ہوا تو سمبرا جنّ نے اُسے " پنگھوڑے " ہی سے چُرا لیا۔ اُسے ناردرِشی نے بتا دیا تھا کہ اگر یہ زندہ رہا تو تمہیں قتل کر دیگا۔ سمبرا نے اسے سمندر میں پھینک دیا جس میں بڑے خوفناک آبی پرندے رہتے ہیں۔ ایک بڑی مچھلی نے اِسے نگل لیا۔ اور یہ اُس کے جسم سے دوبارہ پیدا ہوا کیونکہ ایک ماہی گیر نے مچھلی کو پکڑ کر اسوُرہ سمبرا کے حوالے کر دیا تھا۔ اُسکی بیوی (بھاگوت پُران میں نوکرانی لکھا ہے) مایا دیوی نے، جو باورچیوں کے کام کی نگرانی کرتی تھی، مچھلی کا پیٹ چاک کرایا تو اس میں سے یہ پیارا سا خوبصورت بچہ برآمد ہوا۔

مایا دیوی حیران ہو رہی تھی کہ یہ بچہ کون ہو سکتا ہے اور یہاں کیسے آگیا ہے کہ نارَد ظاہر ہوا اور اس نے اسکی حیرت کو رفع کرتے ہوئے کہا : یہ اس ہستی کا بچہ ہے جو اس ساری دنیا کو تخلیق کرتا اور پھر فنا کر دیتا ہے۔ یہ وِشنو کا بیٹا ہے جسے سمبرا نے اس کے پنگھوڑے سے چرا کر سمندر میں پھینک دیا تھا۔ اور پھر اس مچھلی نے اُسے نگل لیا تھا۔ اب یہ تمہارے بس میں ہے۔ اے حسین عورت! اب تو نے ہی انسانیت کے اس بے بہا گوہر کو پرورش کی آب و تاب اور خالص عشق و محبت کی نگہداشت عطا کرنی ہے"۔ مایا دیوی نے اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے پوری توجہ سے بچہ کو پروان چڑھایا۔ یہ حسین و جمیل نوجوان شباب کو پہنچا تو حُسنِ صُورت اور حُسنِ سیرت دونوں میں یکتائے روزگار تھا۔ مایا دیوی نے اُسے تمام رُوحانی علوم اور ساحری کے فنون میں طاق بنا دیا تھا کیونکہ وہ عالی ذہن اور پاک دل پرَدیمنا میں اور اپنے آپ میں کوئی فرق نہیں سمجھتی تھی۔ وارفتگیٔ شوق اور شدّتِ عشق کی گرمی کو محسوس کرتے ہوئے ایک دن کرشن کے بیٹے نے کنول کی آنکھ والی مایا دیوی سے پوچھ لیا " : تم مجھ سے مُحبّت کے جذبات کا اس شدّت سے اظہار کیوں کرتی ہو جو ایک ماں کی شان کے شایان نہیں ہیں"۔ مایا دیوی نے جواب دیا : میرے محبوب! میں تمہاری ماں نہیں ہوں، نہ تم

میرے بیٹے ہو۔ تم وشنو کے بیٹے ہو جسے کالا سمبر نے اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا تھا تمہیں مچھلی نے نگل لیا تھا اور پھر میں نے تجھے مچھلی کے پیٹ سے نکالا ہے۔ تمہاری مشتاق ماں تمہاری جدائی میں ابھی تک رو رہی ہے۔" جب بہادر پَردیمنا نے یہ بات سنی تو وہ غضبناک ہو گیا۔ اس نے سمبر کو جنگ کے لئے للکار دی۔ لڑائی میں مادھَو کے بیٹے نے سمبر کی فوجوں کو شکست دی۔ پھر سمبر نے ساحری سے کام لیا لیکن سات مرتبہ اس کے طلسم کے فریب کو توڑ دیا گیا پھر آٹھویں طلسم کا آپ ساحر بن کر اس نے سمبر کا جادو اسی پر پلٹ دیا اور اُسے قتل کر دیا۔ اسی قوّت کے ذریعے وہ فضا میں اُبھرا اور مایا دیوی سمیت باپ کے گھر کے اندرونی کمروں میں جا اُترا۔ جب اندرون خانہ کی عورتوں نے اُسے دیکھا تو وہ سمجھیں یہ خود کرشنؑ ہے۔ رکمنی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ وہ پیار سے بولی :

خوش بخت ہے وہ عورت جس کا بیٹا تم جیسا ہے
عنفوانِ شباب میں
میرا بیٹا بھی آج زندہ ہوتا ، میرا پَردیمنا !
تو اس کی عمر بھی یہی ہوتی
کون ہے وہ خوش قسمت ماں جس کے تم سپوت ہو ؟
تمہاری شکل و صورت سے
اور اس محبت سے جو تمہیں دیکھ کر میرے دل میں موجزن ہو رہی ہے،
مجھے یقین ہو رہا ہے کہ تم ہَری کے بیٹے ہو۔

اس لمحے کرشنؑ اور نارَد پہنچ جاتے ہیں۔ نارَد رکمنی سے کہتا ہے : "یہی تو ہے تمہارا بیٹا جو سَمبرا کو قتل کر کے تمہارے پاس آیا ہے۔ سَمبَر کو جس نے بچپن میں اُسے چرا لیا تھا ! یہ ہے نیک سیرت مایا دیوی، اس کی بیوی ! نہ کہ سَمبَر کی بیوی ! اب سنو اصل کہانی : جب مَن متھ (کامؑ) دیوتائے عشق بھسم ہو گیا تھا تو حسن کی دیوی نے اسے دوبارہ زندہ کرنے کیلئے ایک نظروں کو دھوکا دینے والی، صورت اختیار کر لی تھی۔ پھر اس نے اپنے کرشموں سے سَمبَر جِنّ کو گرویدہ کر کے اسے مختلف فریبِ نظر شعبدوں میں مبتلا رکھا۔ یہ تمہارا بیٹا وہی کامؑ ہے اور یہ ہے دیوی رتی، اس کی بیوی !"

تصویروں میں کامؑ دیو کو ایک حسین نوجوان کی صورت میں دکھایا جاتا ہے جو ہاتھوں میں ایک

کمان اور پھولوں کے تیر تھامے ہوئے ہے۔ وہ اپنی بیوی رتی کے ہمراہ تینوں دنیاؤں میں پھرتا رہتا ہے اور اس کے ہمراہ کوئل، شہد کی بھنبھناتی مکھی، بہارِ مشخّص اور بادِ صبا کے جھونکے اس کے رفیق بن کر رہتے ہیں ——

کامؔ دیوؔ کے بہت سے ناموں میں سے کچھ مشہور نام یہ ہیں:

۱ —— مَدَن : وہ جو محبت سے سرشار کر دیتا ہے۔
۲ —— مَنْ مَتھ : وہ جو دلوں کے اندر مد و جزر پیدا کر دیتا ہے
۳ —— مَارَ : زخمی کرنے والا
۴ —— پَرَدیمنا : سب پر فتح پانے والا
۵ —— اَننگ : بے جسم
۶ —— کُسُوُمیسو : پھُولوں کے تیروں والا۔

* * *

۱۶
سولھواں باب

"شِوا"

شِوا ہندو تریمورتی کا تیسرا شخص ہے۔ برہما تخلیق کرنے والا اور وِشنو تحفظات فراہم کرنے والا ہوگیا، تو ضرورت محسوس ہوئی کہ نظام کو مکمل کرنے کیلئے ایک خدائے مرگ وفنا بھی ہونا چاہیے کیونکہ ہر چیز زوال وانحطاط پذیر ہے۔ چنانچہ تباہ کاری کو شِوا کا خصوصی فریضہ سمجھا جاتا ہے۔ جس صورت میں عام طور پر اسے دکھایا جاتا ہے وہ اس کے اس فریضہ سے ہم آہنگ نظر نہیں آتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندومت کی تعلیمات کے مطابق موت، وجود سے عدم کی طرف چلے جانے کا نام نہیں۔ بلکہ "زندگی" کی ایک نئی شکل میں تبدیل ہو جانے کا نام ہے۔ پس وہ

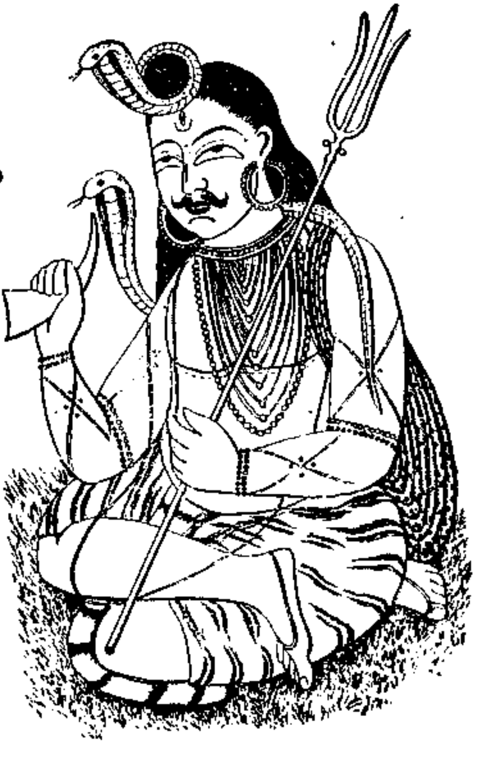

جو تباہ کرتا ہے درحقیقت ہستیوں کو وجود کی نئی صورتیں اختیار کرنے کا مُوجب بنتا ہے۔ ان معنوں میں "تباہ کنندہ" کو تخلیقِ نو کرنے والا تصوّر کیا جائیگا۔ شِوا کا نام بھی، جس کے معنی ہیں روشن، مسرور، اور خدمت گزار وغیرہ، اسی نُکتے کی ترجمانی کرتا ہے۔

ویدوں کے بعد کے ہندومت میں، جیساکہ رزمیہ نظموں اور پُرانوں سے ظاہر ہوتا ہے شِوا ایک بہت ہی اہم کردار اَدا کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اس کی تعریف و توصیف میں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اس کا نام دیوتا کی حیثیت سے ویدوں میں کہیں بھی نہیں آیا۔ لہذا انسان میں اس کے لئے زیادہ احترام کا مقام پیدا کرنے کے لئے اُسے ویدوں کا رُدرَ کہہ دیا گیا ہے ویدوں کی بعض عبارتوں میں رُدرَ اور اگنی کو ایک ہی دیوتا ظاہر کیا گیا ہے لیکن رِگ وید میں جو امتیازی اسمائے صِفات اس کے لئے استعمال ہوئے ہیں اُن سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ اس کے ابتدائی پرستار اسے عام طور پر اگنی سے الگ اور جُدا دیوتا مانتے تھے۔

رُدرَ سے متعلّق براہمنا میں جو عبارتیں ہیں اور اسی دیوتا کے بارے میں جو ابتدائی تفاصیل ہمیں رزمیہ نظموں سے ملتی ہیں۔ انہیں پہلو بہ پہلو رکھ کر دیکھا جائے تو ہمیں اختلافات کی ایک ایسی وسیع خلیج حائل ہوتی دکھائی دیگی۔ جسے کسی بھی قدیمی مواد سے نہیں پاٹا جاسکتا۔ مہابھارتؔ کا رُدرَ عام کردار کے اعتبار سے، اسی نام کے اس دیوتا سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے جس کا بیان ہمیں سَت رُدرِیا میں ملتا ہے لیکن بعد کے ادب میں اس کی اہمیت بہت زیادہ بڑھا دی گئی ہے۔ اسکی صِفات اور واضح کردی گئی ہیں اور اسکی شخصیّت کے بارے میں جو تصوّرات تھے انہیں اضافی نقوش اور متعدد حکایت کے ذریعے زیادہ صاف اور نمایاں کر دیا گیا ہے۔ ایک کمتر اور تحتانی دیوتا رہنے کی بجائے، جیساکہ وہ ویدک زمانے میں تھا، اب رُدرا نے اگنی۔ وایُو۔ سُوریہ۔ مِترا اور وَرُونا کو بھی پیچھے دھکیل دیا ہے۔ اور انہیں مکمل طور پہ سائے میں ڈال دیا ہے۔ رزمیہ حکایات میں اگرچہ اِندرا ابھی تک نمایاں مقام پر فائز ہے تاہم وہ ایک ماتحت پوزیشن میں آکر نیچے گر گیا ہے اور قوّت و شوکت میں رُدرا کا قطعاً مقابلہ نہیں کرسکتا جو وشنو کے ساتھ اب براہمنوں کی دنیا میں خصوصی پرستش کا مرکز و محور بن چکا ہے۔

رُدرَ سے متعلق ویدوں میں جو عبارتیں ملتی ہیں ان میں جو کچھ دھیمی لے میں رُدرَ کے بارے میں کہا

گیا ہے وہی کچھ بلند آہنگ لب و لہجے میں بعد کی کتابوں میں شِوا کے بارے میں ملتا ہے ۔ مثلاً ذیل کی عبارتیں دیکھئے : "ہم رُدرا کو کیا کہہ سکتے ہیں جو ذہین ہے، طاقتور ہے، سب سے زیادہ حسین ہے ۔ جو اس کے من کو بھائیگا وہی کریگا ۔ اَدِتی ہمارے مویشیوں، آدمیوں اور بچوں کے لئے شفا لائے ۔ ہم بھجنوں کے آقا اور قربانیوں کے مالک رُدرَ سے، جس کے پاس ہر مرض کا علاج اور شفا ہے، بس اُس کا خیر و برکت والا لطف و کرم مانگتے ہیں ۔ ہاں اسی رُدرَ سے مانگتے ہیں جو سورج کی طرح روشن ہے، جو سونے کی طرح چمکدار ہے اور جو دیوتاؤں میں سب سے اچھا اور سب سے خوبصورت ہے ۔" اسی بھجن میں رُدرَ کو ماروت یعنی طوفان کے دیوتاؤں کا باپ کہا گیا ہے ۔ ایک اور بھجن میں رُدرَ کو یوں پکارا گیا ہے : نہایت موزوں تھام رکھی ہے تم نے کمان اور اس کے تیر ۔ نہایت خوبصورت ہے تمہارے گلے میں پڑی ہوئی مالا جس میں ہر انداز کی خوبی ہے ۔" یجرُوید میں ہے ۔" ایسا ہو جائے کہ وہ جو کھسک جاتا ہے، وہ نیلی گردن والا، وہ سرخ رنگ کا دیوتا ہمارے اُوپر مہربان ہو جائے ۔" "سب احترام نیلی گردن والے کا ہزار آنکھوں والے کا، نعمتوں سے بھرے ہوئے کا، رُوحوں کے آقا اور مالک کا اور چوروں کے سردار کا !"

رُدرَ کی پیدائش کے اس احوال میں اُسے اور اگنی کو ایک مانا گیا ہے : موجودات کا آقا و مالک کنبہ دار تھا، اُوشا (طلُوعِ سحر) اس کی بیوی تھی ۔ ایک سال میں ان کا ایک بیٹا ہوا ۔ لڑکا رونے لگا تو پرجاپتی نے اس سے کہا : " لڑکے ! تم کیوں روتے ہو ؟ تم تو بڑی مشقّت اور ریاضت کے بعد پیدا ہوتے ہو ۔ لڑکے نے جواب دیا : میری بُرائی دُور نہیں کی گئی اور مجھے نام بھی نہیں دیا گیا ۔ مجھے نام دیجئے ۔" پرجاپتی نے کہا تم رُدرا ہو ۔ یہ نام ملتے ہی اگنی اس کی صورت بن گیا کیونکہ رُدرَ اگنی ہے ۔ وہ رُدرَ تھا کیونکہ وہ رو رہا تھا ۔ (رُد کے معنے رونا ہیں) ۔ رُدرَ کی پیدائش کا یہ بیان وشنو اور مارکندیا پُرانوں کے بیان سے ملتا ہے ۔

اس دیوتا کی زندگی کے حالات کو مربوط انداز میں پیش کرنا ناممکن ہے ۔ اُس کے عہدے یا فریضہ کو اس طرح واضح نہیں کیا گیا جس طرح وشنو کے ایک اَوتار کیلئے ہونا چاہیئے یعنی اس کی پیدائش زندگی اور موت وغیرہ کے حالات کا علم ہمیں اس تفصیل کے ساتھ نہیں دیا گیا جس طرح دوسرے

اَوتاروں کا حال دیا گیا ہے۔ اگرچہ شِوا کئی مرتبہ زمین پر انسانی صورت میں ظاہر ہُوا ہے اور اکثر اوقات اپنے پسندیدہ شہر بنارس میں بھی رہائش پذیر رہا ہے لیکن اس کا آسمانی گھر کوہ ہمالیہ میں کیلاش پر تھا۔ اندریں حالات زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ بہت سی حکایت میں سے چند ایک ایسی انتخاب کر کے پیش کر دی جائیں جن میں اسکی سیرت اور کارناموں کا ذکر ہے۔ ان حکایات سے ہمیں اس زمانے کے خیالات کا بھی علم ہو جائیگا۔ جب یہ شِوا کے بارے میں لکھی گئی تھیں۔

رامائن کے مطابق رُدر نے دَکشا کی بیٹی اوما سے شادی کی۔ یہ وہی اوما ہے جو شِوا کی زندگی میں مختلف مواقع پر پاروتی۔ دُرگا۔ کالی وغیرہ کے رُوپ میں ظاہر ہوتی رہی ہے۔ اس خوف سے کہ ایسے والدین کے بچوں کے ساتھ رہنا خطرناک ہوگا دیوتاؤں نے ملکر شِوا اور اوما کو استدعا کی کہ وہ پرہیز کی زندگی گزاریں۔ انھوں نے یہ بات مان لی۔ لیکن کرتی کیا کی پیدائش کو نہ روکا جا سکتا تھا۔ اوما نے اعلان کر دیا کہ دوسرے دیوتاؤں کی بیویاں بھی بے اولاد ہوں گی۔ رُدر نے سمندر کے بلونے کے دَوران بڑی نمایاں جگہ حاصل کر لی تھی۔ اس نے زہر پی لیا تھا جو آبِ حیات سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ اس زہر کی وجہ سے اسکی گردن کا رنگ نیلا پڑ گیا تھا۔ اسی وجہ سے اسے نیل کنٹھ بھی کہتے ہیں۔

ایک دن اوما اپنے خاوند کے ساتھ کیلاش والے گھر میں بیٹھی تھی۔ اس نے دیکھا کہ دیوتا اپنی رتھوں میں بیٹھے ایک طرف کو جا رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا باپ ایک بہت بڑی قربانی کر رہا ہے اور یہ سب دیوتا اسکی دعوت پر قربانی میں شرکت کرنے کے لئے جا رہے ہیں چونکہ شِوا نے دکشا کو ناراض کیا ہوا تھا اس لئے اُسے نہیں بلایا گیا تھا۔ بھاگوت پُران میں اس ناراضگی کا پسِ منظر اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ایک موقع پر پرجاپتی نے قربانی ادا کی تو وہاں دیوتا اور رِشی جمع تھے دکشا داخل ہوا تو سب اس کے اعزاز میں کھڑے ہو گئے لیکن اس کا باپ برہما اور مہادیو (شِوا) کھڑے نہ ہوئے۔ دکشا نے اپنے باپ برہما کو سلام کیا اور اس کے حکم پر ایک طرف کو بیٹھ گیا لیکن شِوا کے سلوک پر اُسے سخت غصہ آ رہا تھا۔ اُسے پہلے سے بیٹھا دیکھ کر دَکشا احترام میں اس کوتاہی کو برداشت نہ کر سکا۔ وہ کنکھیوں سے اُسے اس طرح دیکھتا رہا جیسے کہ وہ اسے کھا جائے گا۔ پھر

بولا: "سنو او براہمنو، رشیو، دیوتاؤ اور اگنیو! جہالت اور جذباتیت کے اثرات قبول کیے بغیر میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نیک لوگوں کا طرزِ عمل کیسا ہوتا ہے۔ لیکن یہ بے شرم شخص (اشِوا) دنیا کے محافظوں والی صفات سے نیچے گر گیا ہے۔ یہ ضدی شخص نیک لوگوں کی راہ سے تجاوز کر رہا ہے۔ اس نے میری شاگردی اختیار کی۔ پھر نیک لوگوں کی طرح اس نے آگ اور براہمنوں کے سامنے میری بیٹی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ہاں میری بیٹی کا جو ساوِتری سے مشابہ ہے اب اس بندر کی آنکھوں والے نے میری آہو چشم بیٹی کا ہاتھ لیکر بھی نہ الفاظ کے ذریعے میرا احترام کیا ہے اور نہ مجھے اٹھ کر سلام کیا ہے۔ میں رضامند نہیں تھا پھر بھی میں نے اپنی بیٹی اس ناپاک اور مغرور، روایات کو توڑنے والے اور پابندیوں کو منسوخ کر ڈالنے والے شخص کو بیاہ دی جیسے کوئی ویدوں کو شُودروں کے حوالے کر دے۔ یہ خوفناک مَرگھٹوں میں پھرتا رہتا ہے جہاں جنّ اور بھوت پریت بستے ہیں۔ یہ دیوانوں کی طرح، ننگ دھڑنگا، بکھرے بالوں والا شخص، مُردہ آدمیوں کی کھوپڑیوں کے ہار گلے میں ڈالے اور مُردہ انسانوں کی ہڈیوں کے زیور پہنے لوگوں پر ظاہر کرتا ہے کہ میں شِوا (نیک اور مبارک) ہوں لیکن حقیقۃً یہ اَشِوا (نامبارک) ہے! پاگل ہے جسے پاگل ہی چاہتے ہیں یہ سردار ہے بھوت پریت کا جن کی سرشت ہی ظلمت ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس مکّار دل مغضوب الغضب شخص کو جس کی پاکیزگی زائل ہو چکی ہے برہما کے کہنے پر اپنی نیکدل بیٹی بیاہ دی!" اس طرح شِوا کو گالیاں دیکر دکشا نے پانی کو چھُوا اور غصے میں آکر یہ بددُعا دی کہ بھَو (شِوا) ہمیشہ دیوتاؤں میں کمتر اور کہتر رہیگا اور کبھی دیوتاؤں کی پرستش کا کوئی حصّہ نہ لے سکے گا۔ نہ اِندرا کے ساتھ، نہ اُپیندرا (وِشنو) کے ساتھ اور نہ دوسروں کے ساتھ۔"

یہ سراپ دیکر دکشا اجتماع سے چلا گیا۔ اس کی روانگی کے بعد مہادیو کے ایک پیروکار نے اس کو سراپ دیا اور جو براہمن اس کے طرفدار تھے انھیں بھی سراپ میں شامل کر دیا۔ "وحشی دکشا عورتوں کا حد سے زیادہ حریص ہو جائے۔ اس کا سر فوراً بکری کے سر کا سا ہو جائے۔ یہ احمق ہستی اس دنیا میں رسمی جہالت کے ساتھ زندہ رہے۔" اس مجمع میں دکشا کا ایک بھائی اور رِشی بھِرگو بھی موجود تھا۔ اس نے شِوا کے پیروکاروں پر یہ مزید پھٹکار ڈالی: بھَو (شِوا) کی رسومات پر عمل کرنے والے کافر اور سچی مقدّس کتابوں کے مخالف ہو جائیں۔ ان کی پاکیزگی

ختم ہوجائے، انکی سمجھ بوجھ دھوکے کھاتی رہے، یہ بالوں کا، راکھ کا اور ہڈیوں کا لباس پہنیں۔ یہ شِوا کے حلقۂ ارادت میں چلے جائیں جہاں تندوتیز شرابوں کو دیوتا تسلیم کیا جاتا ہے یہ سُراپ سُن کر شِوا اور اس کے ساتھی اجتماع سے چلے گئے جبکہ دکشا اور دوسرے پرجاپتیوں نے ایک ہزار سال تک اُس قربانی کو جاری رکھا جس میں وشنو کو پرستش کا محور سمجھا جاتا تھا۔ واضح رہے کہ مختلف اسناد کے مطابق پرجاپتیوں یعنی انسانی نسل کے آبا و اجداد کی تعداد سات[۷] یا دس[۱۰] یا اکیس[۲۱] ہے۔

شِوا اور دکشا کے درمیان یہ لڑائی جاری رہی چنانچہ جب شِوا کے سُسر دکشا کو پرجاپتیوں کا سردار مقرر کیا گیا اور اس نے ایک بہت بڑی قربانی کی تقریب کا اہتمام کیا تو اس نے شِوا اپنے داماد کو شرکت کی دعوت نہ دی۔ اُوما کو بہت رنج ہوا جب اس کے خاوند نے اُسے بتایا کہ دیوتاؤں کا سابقہ عمل یہ رہا ہے کہ تمام قربانیوں میں میرے لئے کوئی حصّہ الگ نہیں کیا جاتا تھا اوّلین رواج کے مطابق بھی دیوتا قانونی طور پہ قربانی کا کوئی حصّہ میرے لئے مختص نہیں کرتے تھے"۔ مہابھارت کے مطابق شِوا اپنے نوکر چاکر لے کر مقامِ قربانی پر پہنچا۔ اس نے اُودھم مچا کر سارے انتظامات کو تلپٹ کر دیا۔ "قُربانی" نے ایک ہرن کی صُورت اختیار کر لی لیکن شِوا نے آسمان تک اس کا تعاقب کیا۔ اُس کے ماتھے سے پسینے کا ایک قطرہ گرا جس سے آگ بھڑک اٹھی۔ اس آگ میں سے ایک خوفناک وجود جُوَر (بخار) برآمد ہوا جس نے قربانی کے لئے تیار کی گئی دوسری چیزوں کو بھی جلا ڈالا۔ اب برہما شِوا کے سامنے ظاہر ہوا۔ اس نے وعدہ کیا کہ آئندہ دیوتا اُسے قربانیوں کا حصّہ دیا کریں گے۔ تاہم جُوَر کو زمین پر رہنے دیا گیا۔

بھاگوت پُران میں دکشا کی تقریب کے خاتمے کا حال کسی قدر طویل اور مختلف دیا گیا ہے لکھا ہے کہ ستی (اوما) اس تقریب میں شریک ہونے کے لئے بڑی بے چین تھی۔ اس کے خاوند نے اسے بہت منع کیا لیکن یہ باز نہ آئی۔ اُس کے باپ نے اس کی توہین کر دی تو اُس نے اپنے باپ کو خاوند کی دشمنی پہ بُرا بھلا کہا۔ نیز دھمکی دی کہ چونکہ اس کا رشتہ باپ کے ساتھ صرف جسمانی وجود کی وجہ سے ہے اس لئے وہ جسم کو چھوڑ رہی ہے۔ چنانچہ اس کی رُوح پرواز کر گئی۔ یہ دیکھ کر شِوا کے خدمتگاروں نے، جو اُوما کے ساتھ آئے تھے، شِوا کو قتل کرنے کے لئے

اس پر حملہ کر دیا۔ لیکن یہ حملہ ناکام بنا دیا گیا اور شِوا کے خدمت گاروں کو وہاں سے بھاگ جانا پڑا جب شِوا کو بیوی کی موت کی اطلاع ملی تو وہ بہت خفا ہوا۔ اس کے بالوں کی ایک لِٹ سے ایک خوفناک جن وِرَ بھدرَ نامی پیدا ہُوا۔ شِوا نے اُسے حکم دیا کہ دَکشا کو اور اُسکی قربانی کو تباہ کر دو اس نے بھرگُو کی داڑھی نوچ ڈالی، بھگ کی آنکھیں نکال دیں، پُوشن کے دانت توڑ دیئے اور دَکشا کا سر کاٹ دیا۔ اس مصیبت میں دیوتاؤں کو مشورہ دیا گیا کہ شِوا کو راضی کر د۔ چنانچہ تمام دیوتا کیلاش پہنچے۔ انھوں نے دیکھا کہ شِوا "پجاریوں کی خواہش کے مطابق لِنگا اٹھائے ہوئے آرہا ہے اور اس کے ساتھ راکھ ہے، ایک ڈنڈا ہے، بالوں کا گچھا ہے، چاند کا ایک ٹکڑا ہے بارہ سنگے کی کھال ہے اور اس کا جسم شام کے بادل کی طرح چمک رہا ہے۔" اس نے دیوتاؤں کی بات سنی کسی قدر نرم پڑتے ہوئے اس نے کہا کہ دَکشا کا اپنا سر تو اس کے دھڑ پر نہیں لگ سکتا، البتہ اس پر بکری کا سر لگا دیا جائے۔ چنانچہ قربانی مکمل کی گئی۔ وشنو نے اجتماع سے خطاب کیا اور کہا کہ میں ہی سب سے اعلیٰ اور برتر دیوتا ہوں۔ میرے پجاریوں کی تکلیفیں اس وقت شروع ہوتی ہیں جب وہ اپنے آپ کو مجھ سے الگ سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس پر خود دکشا نے شِوا کی پُوجا شروع کر دی۔ اُوما جس نے اپنی مرضی سے شعلوں میں داخل ہو کر جسم اور رُوح کے تعلق کو منقطع کر دیا تھا "سَتی" بن گئی اور پاروتی کی شکل میں دوبارہ پیدا ہو گئی۔ اس صورت میں یہ ہمالیہ اور مینا کے دیوتا ہماوت کی بیٹی تھی۔

شِوا نے ایک تارک الدُّنیا کا بھیس بدل لیا۔ اس کی پرستش اگرچہ عام طور پر لنگا پرستش کی صُورت میں کی جاتی ہے لیکن اسکی جو تصویریں بنائی جاتی ہیں اُن میں اُسے انسانی شکل میں دکھایا جاتا ہے جو پاروتی کے ساتھ ہمالیہ میں رہتا ہے۔ کبھی جنوں کو پاؤں سے کچل رہا ہے اور کبھی انھیں قتل کر رہا ہے۔ اس نے گردن کے گرد ایک سانپ لپیٹ رکھا ہے۔ اور اس کے گلے میں انسانی کھوپڑیوں کا ہار ہے۔ اسے تمام خارجی نشاناتِ اقتدار مثلاً ایک سفید بیل جس پر وہ بیٹھا ہے، ایک ترشول، چیتے کی کھال، ہاتھی کی کھال، ایک پھندا، جھنجھنا وغیرہ مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ اس کی تین آنکھیں ہیں، دو حسبِ معمول اور تیسری ماتھے میں ہے۔ ہو سکتا ہے ان تین آنکھوں سے اشارہ تین ویدوں کی طرف ہو یا ان سے زمانۂ ماضی، حال اور مستقبل مُراد ہو

اس کے ماتھے پر ہلال بھی ہے۔ جب سمندر کو بلویا گیا تھا تو پیدا ہونے والی چیزوں میں ایک چاند بھی تھا جو اس کے حصے میں آیا تھا۔ اس کے علاوہ مہا دیوا شِوا کو کبھی کبھی ایک اور شخصیت دیگرانسانیت سے بھی جوڑ دیا جاتا ہے۔ اس صورت میں اسے ایک تارک الدُّنیا جوگی دکھایا جاتا ہے جس کے بال گندھے ہوئے ہیں، جنگلوں میں رہتا ہے اور جو لوگوں کو اپنی مثال دیکر یہ سمجھا رہا ہے کہ قوّت صرف سخت ریاضتیں کرنے اور خود عائد کردہ سزائیں بھگتنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جذبات کو دبا دینے اور جسم کو اذّیت پہنچانے سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح مجرّد سوچ کی بہت بڑی خوبی بلند ترین روحانی علم کی طرف لے جاتی ہے اور اسی سے بالآخر عظیم روحِ کائنات سے اتّصال اور اس کے اندر فی الواقعہ جذب ہوجانا نصیب ہوتا ہے۔"

شِوا نے عام زاہد اور تارک الدُّنیا کی حیثیت سے زندگی کیسے گزاری اس کا بیان وامَن پُران کی اس حکایت میں ملتا ہے: " دیوی (پاروتی) شدید گرمی سے پریشان ہوئی تو اُس نے خاوند سے کہا: او اِیشا، گرمی کی شدّت بڑھتی جا رہی ہے۔ تمہارا اپنا کوئی گھر نہیں ہے جہاں ہم چلے جائیں اور وہاں رہ کر اپنے آپ کو آندھیوں، گرمی اور سردی سے بچا سکیں؟ شنکرَ نے جواب دیا: پیاری میں پناہ گاہ سے محروم ہوں مستقل طور پہ جنگلوں میں پھرتے رہنے والا ہوں۔ شنکرَ اور ستی نے گرمیوں کے دن درختوں کی چھاؤں میں گزار دیئے۔ اب کالے کالے بادلوں والا موسم برسات آگیا۔ ستی نے پھر شِوا سے کہا: او مہیشور! دل کو تہ و بالا کر دینے والی ہوائیں چل پڑی ہیں، تیز رفتار رودکوہیاں شور مچاتی بہہ نکلی ہیں، کیلاش پر ایک گھر بنالو جہاں میں تمہارے ساتھ سکون سے رہ سکوں۔ شِوا نے جواب دیا: پیاری ہمارے پاس اتنی دولت نہیں ہے کہ ہم مکان بنا سکیں۔ میرے پاس تو ہاتھی کی کھال کے لباس اور سانپوں کے زیورات کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جب " شِوا کی جان" نے یہ سخت الفاظ سُنے جو بظاہر صحیح لیکن فی الحقیقت سچے نہیں تھے تو وہ چونکی۔ شرم وحیا اور غصّے کے ملے جلے جذبات سے وہ زمین کو گھورتی رہی پھر اس نے کہا: شمبھو! تم ہی بتاؤ ہم بارشوں اور ہواؤں کا موسم درختوں کے سائے میں کیسے آرام سے گزار سکتے ہیں؟ شِوا نے جواب دیا: جانِ من! ہم کسی ایک بادل کا لباس اوڑھ لیں گے تو برسات کا موسم بھی تمہارے نرم ونازک بدن پہ بارش کا ایک چھینٹا ڈالے بغیر

گزرجائیگا۔ یہ کہہ کر شِوا نے ایک بادل کو روک لیا اور دکشا کی بیٹی کے ساتھ اس کے اندر رہائش پذیر ہو گیا۔ اسی سبب سے اس کا نام جِمُولا کیتو یعنی بادلوں کے نشان والا بھی ہے۔ بارشیں ختم ہوگئیں تو وہ مندرَ پربت میں مقیم ہو گئے۔

شِوا اور اسکی بیوی کی گھریلو زندگی کوئی زیادہ خوشگوار نہ تھی۔ چونکہ اپنے پرستاروں کو یہ دونوں میاں بیوی فیوض وبرکات عطا کرسکتے تھے اس لئے عموماً ان میں جھگڑا رہتا تھا۔ جسے ایک عطیّہ دینا چاہتا دوسرا اُسے بددعا کا مستحق سمجھتا۔ رامائن اور مہا بھارت میں ان کے درمیان اسی قسم کے ایک جھگڑے کا حال درج ہے۔ یہ جھگڑا رامؔ اور راون کی جنگ کے حوالے سے پیدا ہوا تھا۔ انکی جنگ کے ابتدائی دنوں میں رامؔ کو اپنے حریف پر فتح حاصل نہیں ہو رہی تھی کیونکہ شِوا اسکی مدد کر رہا تھا۔ جن دیوتاؤں کو روان نے تنگ کر رکھا تھا وہ رامؔ کے ہمراہ شِوا کے پاس گئے اور اس سے استدعا کر وہ راون کی مدد نہ کرے۔ شِوا راضی ہوگیا کہ لڑائی کے ساتویں دن میں تمہارے ساتھ چلوں گا اور تمہارے دشمن کی تباہی کا منظر دیکھوں گا۔ درگا (پاروتی) نے اپنے خاوند کو سختی سے ملامت کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم اپنے ہی پُجاری کی تباہی کا منظر دیکھو گے جو انتہائی خراب موسم میں بھی چار آگوں کے درمیان کھڑے ہو کر تمہاری پوجا کرتا رہا ہے، سخت کڑاکے کی سردیوں میں، پانی میں کھڑے ہو کر بھی اس نے تمہاری پوجا نہیں چھوڑی، پھر موسلا دھار بارشوں میں سر کے بل اُلٹا کھڑا ہو کر بھی تمہاری پرستش میں مصروف رہا ہے۔ پھر اس نے گالیوں کی بوچھاڑ کر دی اور کہا تم اب مُرجھائے ہوئے بڈھے کھوسٹ ''نشہ آور جڑی بوٹیوں کا دُھواں پینے والا'' قبرستانوں میں پھرتے رہنے والے اور بدن پر راکھ کا بھبوت ملنے والے فقیر بنے پھرتے ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں بھی تمہارے ساتھ اس مہم پر جاؤں گی؟ اب شِوا بھی غصّے میں آگیا۔ کہنے لگا: تم صرف ایک عورت ہو اور کچھ نہیں جانتی۔ تمہارا کوئی عمل عورتوں والا بھی نہیں ہے۔ تم بھی جگہ جگہ پھرتی رہتی ہو، لڑائیوں میں مصروف رہتی ہو، شرابی ہو، گھٹیا لوگوں کی صحبت میں وقت گزارتی ہو، جِنوں بھُوتوں کو قتل کر کے انکا خون پی جاتی ہو اور انکی کھوپڑیوں کے ہار گلے میں پہن لیتی ہو۔'' اس ملامت پر درگا کو اِتنا طیش آگیا کہ دیوتا ڈر گئے انھوں نے رامؔ سے کہا: آؤ ہم سب مل کر اُسکی منّت زاری کریں ورنہ راون کو کبھی شکست نہ ہو گی۔ رامؔ نے درگا کو منایا۔ اور راون کی تباہی پر رضامند ہوگئی۔ ''سوِپا کھیانَ''

میں درگا کو انتہائی حاسد عورت بتایا گیا ہے کیونکہ اس کا خاوند گداگری کے دوران شہر کے اُن علاقوں میں بھی اکثر پھرتا رہتا تھا جہاں بُری شہرت کی عورتیں رہتی تھیں۔ رامائن میں ایک خوفناک جھگڑے کا ذکر ہے جس میں پرشورام نے اپنے دو بیٹوں کرتی کیا اور گنیش کو پیٹ ڈالا۔

وامن پُران میں ایک حکایت درج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ شِوا نے مذہبی گداگروں کا لباس اور انکی عادات کیوں اختیار کیں۔ لکھا ہے کہ پہلے جب تمام چیزیں تباہ ہوگئیں اور ایک وسیع سمندر کے علاوہ اور کچھ نہ بچا تو وہ مالک جو بالائے ادراک ہے ایک ہزار سال کی گہری نیند سو گیا جب رات گزر گئی تو برہما کے دل میں تین دنیاؤں کو تخلیق کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ویدوں میں مہارت رکھنے والے نے اپنے آپ کو غیر خالص صِفات سے آراستہ کیا پھر اُس نے پانچ سَروں والی ایک جسمانی صورت اختیار کی اُس زمانے اندھیرے میں سے ایک اور صورت بھی پیدا ہوئی جس کی تین آنکھیں تھیں، بَل کھائے بال تھے اور جو ایک ترشول اور جپالی لئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد برہما نے اَہنکرَہ کو پیدا کیا۔ یہ تھا انفرادی وجود کا شعور۔ یہ فوراً اُن دونوں خداؤں کی فطرت پر چھا گیا پھر اس کے زیرِ اثر رُدرَ نے برہما سے کہا: سنایئے آقا آپ اِدھر کیسے آگئے؟ آپ کو کس نے تخلیق کیا ہے؟ برہما نے جواباً اس سے پوچھا: آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اس پر دونوں کے درمیان خوفناک لڑائی شروع ہوگئی۔ غصّے میں آکر شِوا نے برہما کا پانچواں سر کاٹ ڈالا جس نے یہ تکبّر والی بات کہی تھی۔ لیکن جب شِوا نے کٹے ہوئے سر کو زمین پر پھینکنا چاہا تو سر نہ گرا بلکہ اس کے ہاتھوں ہی میں رہ گیا۔ براہمنوں کے باپ "برہما" کو تکلیف دینے کے جرم کی وجہ سے شِوا کی طاقت کم پڑگئی تھی۔ اس کمزوری کی حالت میں اسے قتل کرنے کے لئے برہما نے ایک دیو پیدا کیا۔ اس دیو سے بچنے کے لئے شِوا بھاگ کر بنارس میں آگیا۔ لیکن ایک سزا اس کو یہ مل رہی تھی کہ وہ جہاں کہیں جاتا تھا برہما کا کٹا ہوا سر اُسے اٹھانا پڑتا تھا۔ بنارس شہر کی تقدیس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہیں شِوا کا وہ بہت بڑا گناہ معاف ہوا اور یہیں اُسے برہما کے سر سے بھی چھٹکارا مِلا۔ چنانچہ براہمن ہتیا کے گناہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے اُسے در بدر پھرنا پڑا اور وہ گداگر بن گیا۔

عام نام جس سے شِوا کو یاد کیا جا "مہا دیو" ہے۔ یعنی بڑا دیوتا۔ اسکی ابتدا کیسے ہوئی۔ اُس کی تفصیل مہابھارتَ میں ملتی ہے۔ اَسورہ کو برہما نے ایک نعمت یہ عطا کر رکھی تھی کہ وہ تین ایسے

قلعوں میں رہیں گے جنہیں صرف وہی دیوتا تباہ کرسکیگا جو ایک ہی تیر سے اِن کو گرا دے گا۔ اتنے مضبوط دفاع کے مل جانے کی وجہ سے وہ دوسرے دیوتاؤں سے نفرت کرنے لگے ۔ پریشان ہوکر یہ دیوتا برہما کے پاس گئے مگر اس نے انھیں آگے مہا دیوؔ کے پاس بھیج دیا۔ شِوا نے انھیں بتایا کہ وہ اکیلا ان قلعوں کو نہیں توڑ سکتا ، البتہ اگر وہ اسکی آدھی طاقت لے جائیں اور اس کے ساتھ اپنی طاقت بھی ملالیں تو یہ کام وہ خود کر سکتے ہیں ۔ انھوں نے کہاکہ ہم تو آپکی آدھی طاقت بھی برداشت نہیں کرسکیں گے لہذا بہتر یہ ہے کہ آپ ہماری آدھی طاقت لے لیں اور اسکی مدد سے اکیلے ہی یہ کارنامہ سرانجام دے دیں۔ مہا دیوؔ مان گیا ۔ اور اس طرح تمام دیوتاؤں سے زیادہ طاقتور بن گیا پھر اس کا نام مہا دیو پڑ گیا۔ تاہم پرسورامؔ کے احوال میں ایک حکایت سے شِوا پر وِشنو کی برتری ثابت ہوتی ہے ۔ جبکہ وہ پُران جو صرف شِوا کی تعریف کیلئے وقف ہیں ان میں یہ واضح طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ برہما اور وِشنو دونوں اس سے کمتر ہیں ۔

مندرجہ ذیل حکایت میں مختلف دیوتاؤں کی وحدت کا سبق دیا گیا ہے ۔ ایک دفعہ شِوا کے ساتھ لکشمی اور درگا بیٹھی تھیں۔ لکشمی نے کہاکہ وِشنو اس کا خاوند شِوا سے بڑا ہے کیونکہ شِوا اسکی پوجا کرتا رہا ہے۔ بحث ہو رہی تھی کہ خود وِشنو ظاہر ہوگیا ۔ یہ حقیقت اپنی بیوی پر واضح کرنے کے لئے کہ وہ اور شِوا دونوں ایک ہیں وہ شِوا کے جسم میں داخل ہوگیا اور وہ دونوں ایک ہوگئے ۔ اس حکایت کی ایک اور شکل ہمیں سکندا پُران میں ملتی ہے ۔ شِوا نے ایک موقع پر وِشنو سے کہاکہ وہ ایک حسین عورت کی شکل اختیار کرلے جس طرح اسوُرہ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرتے ہوئے اس نے سمندر بلونے کے وقت اختیار کی تھی اور اس چالاکی سے دیوتا سارا امرت خود پی گئے تھے ۔ وِشنو راضی ہوگیا۔ شِوا نے اسے اس حسین وجمیل صورت میں دیکھا تو جذبات پر قابو نہ پاسکا اور اسے گلے سے لگا لینے کیلئے جھپٹا۔ وِشنو دوڑ پڑا لیکن شِوا نے اسے پکڑ لیا اور اس زور سے بھینچا کہ دونوں ایک ہوگئے۔ دونوں دیوتاؤں کے جسم کو اس طرح ایک ہوجانے کے حوالے سے اُنھیں ہر ہری کہا جاتا ہے ۔

شِوا کو ہمیشہ تین آنکھوں والا دکھایا جاتا ہے۔ یہ تیسری آنکھ اس کے ماتھے میں ہے ۔ اس انوکھی وضع کی توجیہہ مہابھارت میں دی گئی ہے جو یہ ہے : ہمالیہ پہاڑ میں شِوا سخت ریاضتیں

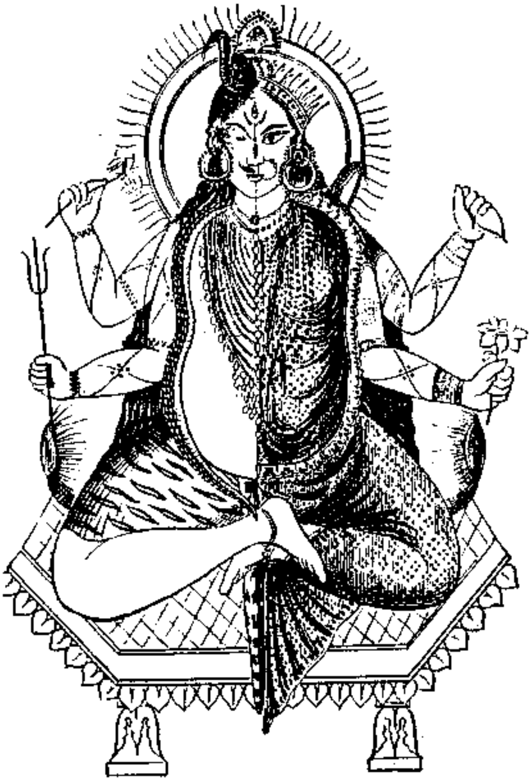

ہر ہری

کرتا رہا تھا۔ ایک دن وہ اپنے کسی خیال میں مست بیٹھا تھا کہ اس کی بیوی چند سہیلیوں کے ساتھ آئی اور اس نے ہنسی کھیل میں چپکے سے پیچھے آ کر اپنے دونوں ہاتھ اسکی آنکھوں پر رکھ دیئے۔ اس کا نتیجہ بہت ہی غیر متوقع نکلا۔ اچانک ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ دنیا بے نور، بے جان اور بے رونق ہو گئی لیکن فوراً ہی تاریکی چھٹ گیا ایک بہت بڑا شعلہ مہا دیو کے ماتھے سے نکلا۔ ماتھے میں تیسری آنکھ پیدا ہو گئی جو سورج سے زیادہ روشن تھا۔ اس آنکھ کی آگ سے پہاڑ جھلس گیا اور اس پر جو چیز بھی تھی وہ بھسم ہو گئی۔ اُوما معذرت خواہی کے انداز میں کھڑی ہو گئی اور پھر، ایک ہی لمحے میں اس کے باپ ہمالیہ کو اسکی سابقہ حالت پر لوٹا دیا گیا۔

ہر دیوتا کا ایک مخصوص پرندہ یا جانور ہوتا ہے جس پر سوار ہو کر وہ سفر کرتا ہے۔ اس پرندے یا جانور کو کہتے ہیں۔ شوا کا واہن بیل ہے۔ اس کا نام نندی تھا۔ مہا دیو کے مندروں کے سامنے بیل کی اکثر مورتیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔

چونکہ خود شِوا نے زاہد، تارک الدُّنیا کی زندگی گزاری ہے اور خود عائد کردہ سزائیں، سختیاں اور مُصیبتیں جھیلتا رہا ہے اس لئے جو اس کے پجاری ہیں وہ اس بات میں یقین رکھتے ہیں کہ اگر وہ بھی ایسی ہی صعوبتوں میں سے گزریں گے تو شِوا ان پر راضی ہو کر انھیں گوناگوں انعامات سے نوازیگا۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ ملک بھر میں ہزاروں کی تعداد میں سنیاسی گھومتے پھرتے در در بھیک مانگ رہے ہیں اور سردی گرمی کی عقوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ بعض اپنے جسم کو انتہائی اذیّت میں مبتلا رکھتے ہیں۔ کوئی اپنے کسی بازو یا ٹانگ کو ایک ہی حالت میں بے حرکت بنائے کئی سال سے کھڑا ہے یہاں تک کہ دورانِ خون رک جانے سے یہ عضو بالکل بے جان ہو جاتا ہے اور سوکھی لکڑی کی طرح ٹانڈا سا بن جاتا ہے۔ کسی نے سورج پر نظریں جمائی ہیں تو آنکھ کا جھپکا لینا بھی اس کے لئے ممکن نہیں رہا۔ کوئی انگوٹھے کا ناخن انگلی میں چبھو کر اس ناخن کو اتنا بڑھا رہا ہے کہ یہ انگلی کے پار نکل آئیگا۔ کوئی چُپ کا روزہ رکھے ہوئے ہے اور کسی نے سانس کی آمد و رفت پر قابو پا رکھا ہے چپ کا روزہ رکھنے والے اتنی مشق کر لیتے ہیں کہ پھر یہ زبان اور ہونٹوں وغیرہ کو حرکت بھی نہیں دے سکتے اور اس طرح قوتِ گویائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس دیوتا کے اعزاز میں منائے جانے والے بعض تہواروں میں چھوٹے طبقے کے لوگ بانسوں کے جھُولے اس طرح جھولتے تھے کہ ان کے جسم میں زور سے سوئیاں اور لوہے کی دوسری نوکدار چیزیں چُبھ جاتی تھیں۔ اسی طرح بُلندی سے چھلانگ لگا کر تیز چاقوؤں پر آگرنا تو اکثر لوگوں کا معمول تھا۔ ان اذیّت ناک آزمائشوں سے بآسانی گزرنے کے لئے لوگ انھیں مفت بھنگ پلاتے ہیں۔ اس ساری کارروائی کے لئے سند شِوا کی زندگی ہے۔

بھاگوت پُران سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس میں شِوا کی شکل و صُورت اور کردار و سیرت کو تفصیلاً پیش کیا گیا ہے۔ موجودہ دَور کی پرستش کا انداز اُسی کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شِوا کا ایک پُجاری سخت مصیبت میں گرفتار تھا۔ شِوا نے اس کی تکلیف کو سمجھتے ہوئے پاروتی کے جسم کی آدھی صورت اختیار کر لی۔ اپنے گُندھے ہوئے بالوں کو باندھ لیا۔ جسم پر راکھ مَل دی۔ بہت بڑی مقدار میں بھنگ پی لی اور دوسرے نشہ آور پودے کھا لئے۔ سفید سانپوں کا زُنّار پہن لیا۔ ہاتھی کی کھال اوڑھ لی۔ منکوں کی مالا اور کھوپڑیوں کا ہار

گلے میں ڈال لیا۔ نندی پر سوار ہوکر جنوں اور بھوت پریت کو ساتھ لیا۔ چڑیلیں، ڈائنیں اور بدروحیں اس کے ہمرکاب چل پڑیں اور اس ہئیت میں بھولا ناتھ برآمد ہوا۔ اس کے ماتھے پر چاند تھا اس نے دریائے گنگا کو سر پر اُٹھا لیا۔ اس وقت اسکی آنکھیں سرخ تھیں اس کے پاس تباہ کن ہتھیار اس کا ترشول تھا۔ اسی کے ساتھ اس نے اپنے پرستار کے دشمن کو مار ڈالا۔

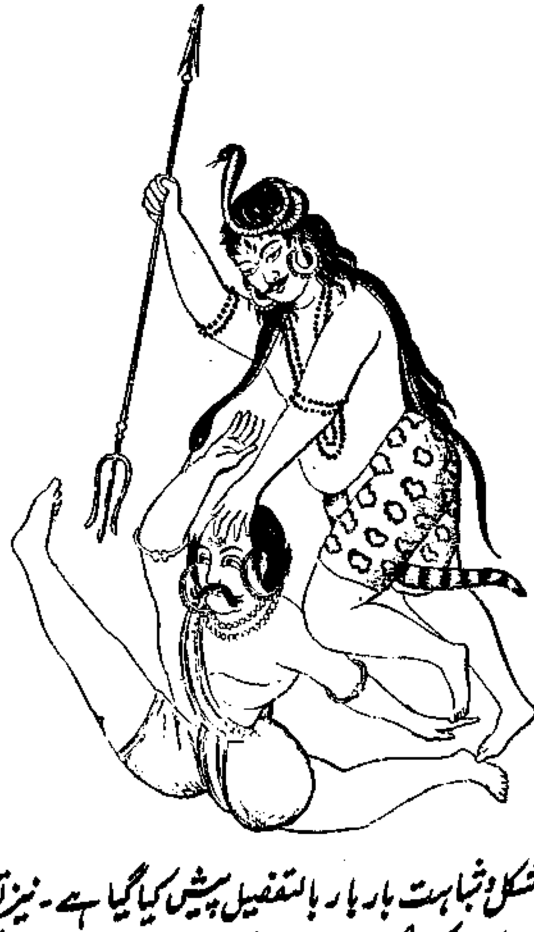

شِوا ایک اُسورہ کو قتل کر رہا ہے

پُرانوں میں شِوا کی شکل وشباہت بار بار بالتفصیل پیش کیا گیا ہے۔ نیز تصاویر میں بھی اسے انسانی صورت دی گئی ہے لیکن اس کی پُوجا کیلئے اس کے مندروں میں جو مورتی رکھی ہے وہ آدمی کی شکل بجائے آلۂ تناسل کی شکل کی ہے۔ جو لوگ اس کے علامتی مفہوم سے ناواقف ہیں اُن کے ذہن میں تو اسے دیکھ کر کوئی ناپاک خیالات نہیں اُبھرتے لیکن جن لوگوں کو ان حکایات کا علم ہے جن میں اسے شِوا کی علامت بتایا گیا ہے ان کے لئے ناممکن ہے کہ اسے دیکھ کر یا اسکی پُوجا کر کے یا اسکی

پوجا کا نظّارا کرنے کے بعد اس کے دل میں جنسی خیالات پیدا نہ ہوں لیکن ہندو مرد اور عورتیں بچے بوڑھے نوجوان اُسے بے ضرر سمجھتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کا مقصد مرد اور عورت کے اعضائے تولید کی نمائندگی ہے۔

اسے شِوا کا نمائندہ کیسے بنا لیا گیا اس کے بارے میں بھی بہت سی حکایات ہیں۔ امکان اس بات کا نہیں ہے کہ یہ تصوّر ہندوؤں میں کہیں باہر سے آیا ہے کیونکہ آج کے ترقی یافتہ علم الاصنام کی روشنی میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ لنگم پُوجا کا تصوّر دنیا کی کسی اور قوم میں نہیں پایا گیا۔ پدما پُران ہمیں واضح طور بتاتا ہے کہ یہ پُوجا بھرگُو کی ایک بددُعا کا نتیجہ تھی جب اُسے یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا کہ تین خداؤں میں سے سب سے بڑا کون ہے تو یہ رشی شِوا کے گھر پہنچا۔ مگر اُسے اندر داخل ہونے سے یہ کہکر روک دیا کہ دیوتا اپنی بیوی کے ساتھ محوِ استراحت ہے۔ بھرگو کچھ دیر تو انتظار کرتا رہا مگر جب صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تو اس نے کہا: او شنکر! چونکہ تم نے میرے ساتھ اہانت آمیز سلوک کیا ہے اور پاروَتی کو گلے سے چمٹا لیا ہے اس لئے تمہاری پوجا کی ظاہری شکل و صورت بھی لِنگا اور یوُنی ہوگی۔

وامن پران کے مطابق لِنگا پوجا بہت سے رشیوں کے سراپ کا نتیجہ تھی۔ جب دکشا کی قُربانی کے موقع پر ستی مر گئی تو شِوا اسکی جدائی کے غم میں دیوانوں کی طرح دربدر پھرتا رہا۔ وہ ایک خانقاہ سے دوسری میں جاتا لیکن اُسے کہیں سکون نہ ملتا۔ جب زاہدوں کی بیویوں نے اُسے دیکھا تو وہ سب بُری طرح اسکی دامِ محبّت میں گرفتار ہو گئیں اور جگہ جگہ اس کے پیچھے پھرتی رہیں۔ ان کے خاوندوں نے ناراض ہو کر اس پر پھٹکار ڈالی اور اسے قوّتِ مردانگی سے محروم کر دیا۔ ایک بڑا کہرام مچ گیا۔ شِوا کی طرفداری میں برہما اور وشنو رشیوں کے پاس گئے اور اسکی سفارش کی۔ رشیوں نے کہا: ہم اپنی پھٹکار اس شرط پر واپس لیتے ہیں کہ اس مجرم دیوتا کی نمائندگی لنگا کرے گا۔ پس اس کے بعد دیوتاؤں اور انسانوں دونوں کے لئے لِنگا ہی پرستش کی چیز بن گیا۔

شِوا پُران سے لیا گیا یہ اقتباس بھی دیکھئے:

> رام نے ایک راکشس کو ناقابلِ شکست طاقت کی نعمت عطا کر دی۔ راکشس نے اس نعمت کو آزمانے کے لئے کامرُوپ نامی بادشاہ پر حملہ کر دیا۔ اسکی سلطنت اور خزانوں پر قبضہ

کر کے اس نے بادشاہ کو زنجیروں سے باندھ کر قیدِ تنہائی میں ڈال دیا۔ بادشاہ عبادتگزاری میں مشہور تھا۔ اس نے پُوجا پاٹ قیدخانے میں بھی جاری رکھی۔ وہ روزانہ گارے سے شِوا کے لنگ بناتا اور پوری رسوم کے ساتھ انکی پوجا کرتا رہا۔ ادھر راکشش نے اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا اور اس نے مفتوحہ علاقوں میں ہر جگہ پرستشیں ممنوع قرار دے دیں۔ اور جو احکام دیدوں میں ہیں انہیں بھی ختم کر دیا۔ دیوتا اس کی روزافزوں طاقت سے گھبرا گئے تو انھوں نے شِوا سے مدد طلب کی اور اُسے گارے کے بنے ہوئے لِنگا کی پرستش پر راضی کر لیا۔ سانبھو نے اُن سے کہا کہ میں بادشاہ کا مرُوپ کے ذریعے، جو اس وقت قید میں ہے، تمہارے دشمن کو ستیا ناس کر دونگا۔ اسی لمحے بادشاہ لنگا کے سامنے انتہائی استغراق کے عالم میں بیٹھا تھا۔ ایک محافظ دوڑتا ہوا راکشش کے پاس گیا اور کہنے لگے: "آپکا قیدی آپکو تکلیف پہنچانے کے لئے کچھ غیر مناسب سی رسمیں ادا کر رہا ہے۔" یہ سن کر دیو بپھر گیا؟ اس نے تلوار سونت لی اور بادشاہ سے کہنے لگا: "سچ سچ بتاؤ کہ تم نے کس کی پرستش کی ہے۔ سچ بولوگے تو تمہیں قتل نہیں کرونگا، جھوٹ بولوگے تو مار ڈالوں گا"۔ بادشاہ نے شِوا کی حفاظت پر پورا یقین رکھتے ہوئے کہا: "میں شنکر کی پوجا کر رہا ہوں، جو کچھ کرنا ہے کر لو"۔ راکشش نے کہا: "شنکر میرا کیا بگاڑ سکتا ہے؟ میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ ایک مرتبہ مجبور ہو کر اُسے میرے چچا راون کا نوکر بننا پڑا تھا۔ تم اس کی قوتوں پر بھروسہ کر کے مجھ پر فتح پانے کی کوشش کر رہے ہو؟ بہرحال جب تک مجھے اپنا یہ آقا نہ دکھاؤ گے اور مجھے اسکی قدرت کا قائل نہ کرو گے اس وقت تک میں اسکی خدائی کا یقین نہیں کرونگا"۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ "میں تو حقیر اور ناچیز ہوں۔ مجھے دیوتاؤں پر کیا اختیار حاصل ہو سکتا ہے؟ البتہ اتنا مجھے یقین ہے کہ وہ عظیم طاقتوں والا مجھے بے مدد نہیں چھوڑ دیگا"۔ اس پر راکشش نے طنزاً کہا: "گانجے اور شراب کا رسیا، آوارہ گرد فقیر، کس طرح اپنے پجاریوں کی حفاظت کر سکتا ہے! اگر تمہارا آقا ظاہر ہو جائے تو میں ابھی اسکے ساتھ جنگ کرنے کو تیار ہوں"۔ اس کے بعد اُس نے اپنی فوج کو بُلا لیا، بادشاہ کو

گالیاں دیں، شِوا لِنگا کو تلوار سے ٹھوکر لگائی اور کہا : دیکھ لو اپنے آقا کی طاقت کو !" جونہی اسکی تلوار لِنگا سے مَس ہوئی ہَرَ اس سے پیدا ہو گیا۔ اس نے کہا : دیکھ، میں ہی ایشور ہوں اور اپنے پجاریوں کی مدد کو پہنچتا ہوں۔ اور ہمیشہ انھیں سلامتی اور خوشی عطا کرتا ہوں۔ اب ڈر میرے قہر سے !" پھر شِوا نے راکششوں پر حملہ کر دیا اور تیسری آنکھ سے نکلنے والی شعاع کے ذریعے، اُسے اور اس کی فوج کو بھسم کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ شِوا کے ایک ہزار سے زائد نام ہیں۔ وہ جو اُوپر بیان ہو چکے ہیں ان کے علاوہ مندرجہ ذیل نام زیادہ مشہور ہیں :

۱ —— مہیشورَ : بہت بڑا خُدا
۲ —— اِیشور : عظیم الشّان
۳ —— چندرَشیکر : ماتھے پر نصف چاند سجانے والا
۴ —— بُھتیشورَ : بھوتوں کا خُدا
۵ —— مُرتُنجیا : فاتح مرگ
۶ —— شری کانتَ : خوبصورت گردن والا
۷ —— سَمَرا ہارا : سَمَر یا کام دیو کو تباہ کرنے والا
۸ —— گنگا دھرَ : وہ جو دریائے گنگا کو اپنے بالوں میں رکھتا ہے
۹ —— ستھانو : لازوال، قائم الدّائم
۱۰ —— گِرِشا : پہاڑوں کا آقا
۱۱ —— ڈگمبرا : خلا جس کا لباس ہے (ننگا)
۱۲ —— بھگوَت : آقا
۱۳ —— اِسانَ : حاکم
۱۴ —— مہاکالَ : بڑا وقت
۱۵ ترَی امبکا : تین آنکھوں والا

پنچانن

یہ شِوا کی وہ صورت ہے جس میں اُسے پانچ چہروں والا دکھایا گیا ہے۔ اس میں اس کا جسم اور زاہدوں والا لباس وہی ہے جو عام صورتوں میں ہے۔ بیماری سے شفایابی کیلئے اُسے اسی نام سے پکارا جاتا ہے جن مقامات پر اس دیوتا کا کوئی مندر نہیں ہے یا اس دیوتا کی کوئی مورتی نہیں ہے وہاں ایک بے ڈھنگے پتھر کے سامنے اسکی پوجا کی جاتی ہے۔ اس پتھر کو سُرخ روغن

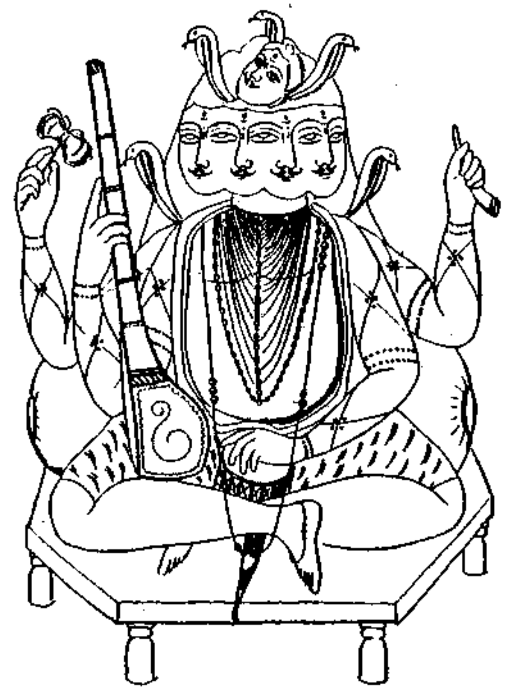

پنچانن

مَل دیا جاتا ہے اور اسے ایک درخت کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ عورتیں اس پتھر سے اولاد مانگتی ہیں اور دوسری مرادیں طلب کرتی ہیں۔ بیماری کے دنوں میں اسے چڑھاوے دیئے جاتے ہیں خواہ بیمار شخص شِوا کا پجاری ہو یا نہ ہو۔ مرگی کی صورت میں عام عقیدہ یہ ہے کہ مریض کو پنچانن نے گرفت میں لیا ہوا ہے لہذا چڑھاوے دے کر اُسے مریض کو چھوڑ جانے کی درخواست کی جاتی ہے۔ جب بیمار شفایاب ہو جاتا ہے تو یقین کر لیا جاتا ہے کہ پنچانن رخصت ہو گیا ہے۔

ستراٹھواں باب

اُوما

اُوما کا لفظ شِوا کی بیوی کے نام کے طور پر پہلی مرتبہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ مقدّس کتابوں میں اُس کے بہت سارے نام اور بہت سی شکلیں ہیں۔ اور ہر شکل اور نام کی توجیہہ میں کوئی نہ کوئی حکایت بھی بیان کی گئی ہے زیادہ مشہور ناموں اور شکلوں کی حِکایات کو ہم تاریخ وار ترتیب دیکر یہاں پیش کریں گے۔

جب دیوی اُوما کی حیثیت سے ظاہر ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ برہما کے ایک بیٹے دَکشا کی بیٹی ہے۔ اس کا باپ رضامند نہیں تھا کہ اسکی بیٹی ایک گداگر سے بیاہی جائے۔ لیکن برہما کے سمجھانے بجھانے پر اس کے خدشات دُور ہو گئے۔ شِوا کو عام طور پر مہا دیوَ کہا جاتا ہے لیکن اُوما کو محض دیوی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اپنے وجود کے اس دورانیئے میں اسے سَتی بھی کہتے ہیں۔ یہ نام اس واقعے کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں اس کے باپ نے اس کے خاوند کو ایک بڑی قربانی کی تقریب میں نہ بلا کر اسکی ہتک کی تھی۔ خاوند کی اس ہتک کو برداشت نہ کرتے ہوئے اُوما نے اپنی مرضی سے قربانی کی آگ میں چھلانگ لگادی تھی اور دیوتاؤں اور براہمنوں کے سامنے جل کر مرگئی تھی۔ ستی کا معنیٰ ہے سچّی یا نیک عورت۔ یہ نام ان بیواؤں کو دیا جاتا ہے جو خاوند کے مرجانے پر اس کے ساتھ زندہ جل جاتی تھیں اور اپنی سچی وفاداری کا ثبوت پیش کرتی تھیں۔

اَولیّن کتابوں میں سے ایک میں اُوما کا نام اَمبیکا بھی آتا ہے۔ یہاں اسے رُدرَ کی بہن اور بعد کی کتابوں میں اس کی بیوی کہا گیا ہے۔

قدیم ترین کتاب جس میں اُوما کا نام آتا ہے تَل وَکارَیا کینا اُپنشد ہے۔ اس کتابچے کے تیسرے حصّے میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ برہما کو دیوتاؤں کے حق میں کسی لڑائی میں فتح حاصل ہوئی لیکن دیوتا اس کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھنا چاہتے تھے تو برہما انھیں اس غلطی سے باز رکھنے کے لئے ظاہر ہوا۔ دیوتاؤں نے اسے پہلے نہیں دیکھا تھا اس لئے وہ اسے نہیں پہچانتے

تھے۔ انھوں نے اگنی اور وایو کو یہ معلوم کرنے کے لئے مامور کیا کہ یہ ہیئتِ غیر محسوس کون ہے۔ برہما کے پوچھنے پر ان دیوتاؤں نے اپنا تعارف یوں کرایا کہ ایک کے پاس جلا ڈالنے کی قوّت ہے اور، دوسرے کو ہر چیز کے اڑا دینے کی قدرت حاصل ہے تو برہما نے اس سے کہا کہ گھاس کے اس تِیلے کو جلا اور اُڑا دکھاؤ تو وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔ آخر بیچارے یہ معلوم کئے بغیر کہ وہ کون ہے واپس آگئے۔ پھر اندرا کو بھیجا گیا لیکن جونہی یہ اس ہستیٔ نامعلوم کی قریب پہنچا وہ ہستی غائب ہو گئی۔ اِندرا آسمانوں کی طرف بلند ہو گیا۔ راستے میں اُسے ایک زرق برق عورت ملی جس نے اپنا نام اوما ہیماوتی بتلایا۔ اس سے اِندرا نے پوچھا یہ ہیئتِ غیر محسوس کون ہے؟ عورت نے جواب دیا یہ برہما ہے برہما کی اس فتح پر خوشیاں مناؤ۔ چنانچہ اس طرح اُسے برہما کا علم ہو گیا۔ اُوما کا معنی بعض شارحین نے عِلم بتایا ہے۔ اس اعتبار سے اُوما "خدائی علم" کی تجسیم ہے۔

جس طرح شِوا کے اندر سب سے پہلے ڈو دیوتا، اگنی اور رُدرَ، جڑے ہوئے ہیں اسی طرح اس کی بیوی کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بہت سی خدائی صورتوں کا مجموعہ ہے جب ہم اس کے اسمائے صفات پر غور کرتے ہیں تو یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اسکی بعض صفات مثلاً اُوما۔ اَمبیکا۔ پاروتی۔ ہیماوتی اُسے رُدرَ کی بیوی ہونے کی حیثیت سے حاصل ہیں اور بعض صِفات مثلاً کالی، اسے اگنی کی بیوی کی حیثیت دی گئی ہیں۔ اسی طرح گوری اور چند دوسرے نام شاید "نرّتی" کے حوالے سے اسے دیئے گئے ہیں۔ جو تمام برائیوں کی دیوی ہے۔ اس کی مثال ہمیں بھارت کے ایک بھجن میں ملتی ہے جو 'یدھشٹر' درگا کی تعریف میں گاتا ہے اور اُسے یشودا کرشنا کے نام سے پکار کر "نندا چیرواہے کے گھر پیدا ہونے والی"۔ "وسودیو کی بہن"، "کنس کی دشمن" اور "سنکرشن کی ہم شکل" کہتا ہے۔ جب اُوما اور کالی کو ایک سمجھ لیا جاتا ہے اور کالی کو بھی اُوما کی طرح "آسمانی دانائی" کا مجسمہ کہا جاتا ہے تو اس قسم کی تشریحات یقیناً ضروری ہو جاتی ہیں۔

رامائن کی اس عبارت میں اُوما کو ہماوت اور مینا کی بیٹی کہا گیا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مصنّف کے ذہن میں اُوما اور پاروتی غیر واضح اور باہم الجھی ہوئی ہیں۔ "پہاڑوں کے سردار اور دھاتوں کی بہت بڑی کان ہماوت کے ہاں ڈو بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کے حسن و جمال کی

مثال زمین پر نہیں ملتی۔ میرو کی بیٹی جس کا نام مینا تھا اور جو ہماوت کی چہیتی بیوی تھی اُنکی نازک کمر ماں تھی۔ اس کے بطن سے ہماوت کی سب سے بڑی بیٹی گنگا پیدا ہوئی۔ دوسری بیٹی اُوما تھی جو، زہد و عبادت میں یکتائے روزگار تھی۔ اس نے سخت ریاضتیں کیں اور تپسیا کے کئی نصاب پورے کئے۔ پہاڑوں کے سردار نے اپنی یہ زاہدہ بیٹی جس کی سخت کوشی کی ہر جگہ دھوم تھی۔ بے مثال رُدر کو بیاہ دی۔ پہاڑوں کے بادشاہ کی یہی دو بیٹیاں تھیں، گنگا، دریاؤں میں سب سے زیادہ مشہور۔ اور اُوما، بہترین دیوی!

ہری ونسا میں ہماوت اور مینا کی تین بیٹیوں کا ذکر ہے مگر گنگا کا نام نہیں ہے۔ "انکی (یعنی پتریوں کی) ذہنی بیٹی کا نام مینا تھا جو عظیم پہاڑ ہماوت کی مشہور بیوی تھی۔ پہاڑوں کے بادشاہ کے ہاں تین بیٹیاں ہوئیں: اَپرنا۔ ایکَ پرنا اور ایکَ پاتلا۔ ان تینوں نے اتنی سخت ریاضتیں کیں جو نہ دیوتا کر سکتے تھے اور نہ انسان کر سکتے تھے۔ ان ریاضتوں نے ساکن اور متحرک دونوں دنیاؤں کو پریشان کر دیا۔ ایکَ پَرنا (ایک پات) صرف ایک پتّا کھا کر گزارہ کرتی تھی۔ ایک پاتلا صرف ایک پاتلا کھا کر بسر اوقات کر لیتی تھی اور اَپرنا بالکل کچھ نہیں کھاتی تھی۔ لیکن اس کی ماں ممتا سے مجبور ہو کر اُسے فاقوں سے باز رہنے پر مجبور کرتی رہتی تھی۔ وہ کہتی تھی: اُو۔ ما یعنی "اوہ۔ ایسا نہ کرو"۔ پس یہ زاہدہ تین دنیاؤں میں اوما کے نام سے مشہور ہو گئی۔ ان تینوں بیٹیوں کے "بے حس" بدن تھے۔ یہ سب پاک تھیں اور الُوہیاتی علم میں کامل دسترس رکھتی تھیں۔ اُوما ان میں سب سے بڑی اور اعلیٰ صِفات کی مالک تھی۔ استغراق سے حاصل ہونے والی قوّت کی بدولت اس نے مہا دیوَ ایسے خاوند کو حاصل کر لیا تھا۔

ہندوؤں کی قدیم تحریروں میں اُوما کے بہت سے نام ملتے ہیں جن کے تحت یہ اب بھی جانی پہچانی اور پوجی جاتی ہے لیکن اس زمانے میں اُسے شِوا کی بیوی ہونے کے حوالے سے مذکور نہیں کیا گیا۔ اُوما "دانائی" تھی، امبیکا "رُدرا کی بہن" تھی اور دُرگا "قربانی کا شعلہ" تھی۔ اور اُوما کا آخری تشخص کالی آگ کے دیوتا اگنی کی سات شعلہ زن زبانوں میں سے ایک کا نام تھا۔

اُوما کو کرتی کیا کی ماں کہا جاتا ہے اور ایک اعتبار سے یہ گنیش کی ماں بھی ہے لیکن یہ بات

واضح نہیں ہے کہ یہ بچے اس کے اُوما کی حیثیت سے تھے یا جب یہ دوسری بار پاروتی کی صورت میں ظاہر ہوئی ، اس حیثیت سے تھے ۔

اُوما کی تخلیق کے بارے میں کُرما پُران کا یہ بیان دیکھئے :

" جب برہما اپنے بیٹوں پر ناراض ہوا کہ تم نے زاہدانہ زندگی کیوں اختیار کی ہے اور انسانی نسل کو آگے بڑھانے سے کیوں انکار کر رہے ہو تو اس کے غصّے میں سے ایک صورت برآمد ہوئی جو نصف مرد اور نصف عورت تھی۔ اس صورت سے برہما نے کہا : اپنے آپ کو تقسیم کر دو۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔ جو نصف حصہ نر تھا وہ رُدر بن گیا اور مادہ نصف نے دکشا کی بیٹی ستی کی صورت اختیار کر لی۔ پھر جب اس نے اپنے خاوند رُدر کی توہین برداشت نہ کرتے ہوئے دکشا کی قربانی کے موقع پر خودکشی کر لی تو پھر یہ دوسری مرتبہ پاروتی کے نام سے ہماوت اور مینا کی بیٹی بن کر ظاہر ہوئی ۔

اگرچہ اُوما کو شوا کی بیوی کہا جاتا ہے تاہم یہ اس دیوتا کی قوّتِ فعّال کی نمائندہ ہے اس قوّت نے یہ جسم اس لئے اختیار کیا کہ اس کے اندر مدغم ہو سکے جس طرح وشنو کی قوّت نے لکشمی اور سیتا وغیرہ کی شکل اختیار کر لی تھی ۔

پاروتی

یہ دیوی اپنی اس صورت میں اپنے خاوند کی مستقل اور ہمہ وقت ساتھی ہے ۔ تاہم اس سے الگ ہو کر بھی اس کے بعض کارناموں کا ذکر ملتا ہے ۔ پُرانوں کے اندر شوا اور پاروتی ایک دوسرے کی محبت کی پینگیں بڑھاتے نظر آتے ہیں۔ یا پھر کیلاش پربت پر بیٹھے ہندو فلسفے کے سب سے مشکل سوالات پر بحث کر رہے ہیں کبھی کبھی ان کے درمیان لڑائی بھی ہو جاتی ہے ۔ مثلاً ایک مرتبہ شوا نے اسے سیاہ فام ہونے کا طعنہ دیا تو وہ روٹھ کر جنگلوں میں چلی گئی ۔ وہاں اُس نے سخت ریاضتیں کیں تو برہما نے ظاہر ہو کر اسے عطیۂ فیض دیا جس سے اس کی رنگت سنہری ہو گئی ۔ اس واقعے کی مناسبت سے اس کا نام گوری بھی ہے ۔

وشنو پُران کی یہ حکایت اس کی ابتداء پر روشنی ڈالتی ہے : کیلاش پربت پر برہما شوا کی ملاقات

کو گیا تو شِوا نے اُس سے کہا : جلدی بتاؤ برہما تم میرے پاس کیوں آئے ہو ؟ برہما نے جواب دیا : ایک بڑے طاقتور اَسُورہ اَندھکا (اندھیرا) نے دیوتاؤں کو سخت پریشان کر رکھا ہے ۔ وہ میرے

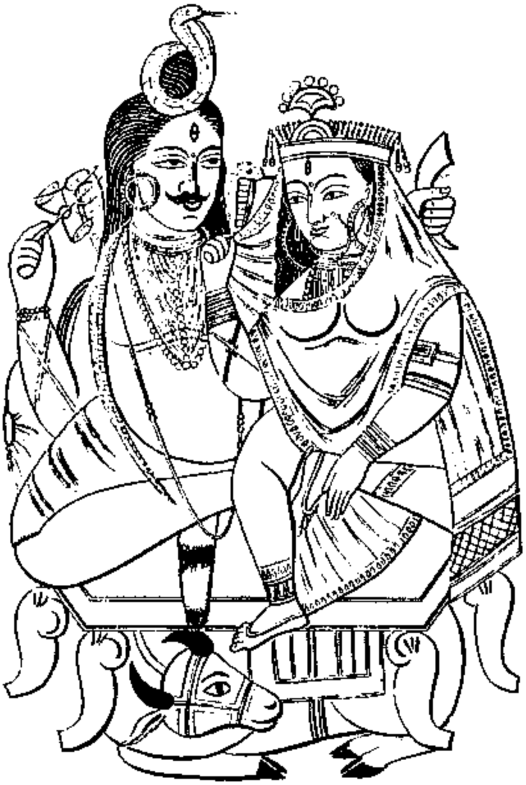

شِوا اور
پاروَتی

پاس پناہ لینے آئے تھے ۔ اب میں اُنکی شکایات کی اطلاع لیکر تمہارے پاس دوڑتا آیا ہوں ۔ برہما نے پھر بڑے غور سے شِوا کو دیکھا ۔ شِوا نے خیال کی طاقت سے وشنو کو بلا لیا ۔ یہ تینوں دیوتا ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ۔ پھر اُنکی تین چمکدار نگاہوں کے اتصال سے ایک ناکتخدا دوشیزہ کی پیاری پیاری صورت ابھری ، نیلے آسمان کے رنگ والی ، جیسے نیل کنول کی پتیاں ہوتی ہیں ۔ یہ قیمتی موتیوں سے آراستہ تھی ۔ اس نے شرمیلے انداز میں برہما ، وِشنو اور شِوا کو جھک کر تعظیم پیش کی اور حیا سے تمتاتی ہوئی ایک طرف کھڑی ہو گئی ۔ پوچھا گیا کہ تم کون ہو اور تم نے کالے ، سفید اور سرخ ، تین رنگوں سے کیوں اپنے آپ کو اِمتیاز دے رکھا ہے ، تو اُس نے جواب دیا ، تمہاری ہی تیز نظروں سے میں پیدا ہوئی ہوں ۔ کیا تم اپنی ہی محیطِ کل قوّتوں کو نہیں جانتے پہچانتے ؟ اس پر برہما نے اسکی تعریف کی

اور کہا : تم تینوں زمانوں، ماضی۔ حال اور مستقبل کی دیوی ہوگی۔ کائنات کو قائم و برقرار و محفوظ رکھنے والی ہوگی۔ لوگ مختلف ناموں سے تیری پوجا کریں گے اور تم اپنے پجاریوں کی خواہشات کی تکمیل کا سبب بن جاؤ گی لیکن اَے دیوی! جن رنگوں سے تم نے اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز بنایا ہوا ہے اُنکے مطابق اپنے آپ کو تین حصّوں میں تقسیم کر دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کا سفید حصّہ سرَسوتی بن گیا، خوشنما، پیاری سی موہنی صورت جو برہما کی تخلیق کاری میں برابر کی شریک ہے۔ سرخ حصّہ لکشمی تھا، وِشنو کی محبوبہ جو اس کے ساتھ مل کر کائنات کو تحفّظات بہم پہنچاتی ہے۔ اس کا تیسرا اور کالا حصّہ پاروَتی بن گیا جسے بڑی بڑی صِفات کے عِلاوہ شِوا کو قوّت بھی حاصل تھی۔" اسکی رنگت سیاہ سے سنہری کیسے ہوگئی اسکی حِکایت پہلے بیان ہو چکی ہے۔

وَیوُتا پُران میں وہ حالات درج ہیں جن کے تحت اُوما اس زمین پہ دوبارہ ظاہر ہوئی اور جس نے اپنی جان کی قربانی دیکر پاروَتی کی صورت میں پاروتی کا لقب حاصل کیا۔ شِوا نے جب اپنی بیوی کی موت کی خبر سنی تو وہ غم سے بے ہوش ہوگیا۔ ہوش آنے پہ وہ بہشت کے دریا کے کناروں کی طرف دوڑا۔ یہاں اس نے اپنی بیوی کی نعش کو سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں جَپالی تھی اور وہ خود اس طرح جگ مگ کر رہی تھی جیسے کٹھالی سے نکلا ہوا سونا آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔ جونہی اس کی نگاہ اپنی بیوی کی بے جان صورت پر پڑی، غم کی شدّت سے اس کے حواس جاتے رہے۔ جب اسکی حالت قدرے بحال ہوئی تو اس نے اپنی بیوی کے حسین چہرے پہ نظریں گاڑ دیں، اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور زبان لڑکھڑانے لگی۔ غم سے بھری ہوئی دردناک آواز سے اس نے اپنی جان محبوبہ کو خطاب کیا اور کہا :

> " اُٹھو، اُٹھو، میری محبوبہ ستی، اُٹھو! میں ہوں شنکر۔ تمہارا اپنا
> شنکر۔ تمہارا پَتی! تم میرے ساتھ ہو تو میں قادرِ مطلق بھی ہوں،
> اشیائے فطرت کا خالق بھی ہوں اور ہر طرح کی خوشیوں اور مسرتوں
> کا بانٹنے والا بھی ہوں اَے میری قوّت و شوکت! اب تم میرا ساتھ
> چھوڑ گئی ہو تو تمہارے بغیر میں ایک بے رُوح لاش کی مانند ہوں
> بے حس و حرکت، بے طاقت اور بے قوّت۔ میں کچھ بھی تو نہیں کر سکتا

> میری جان! تم نے کیوں مجھے چھوڑ دیا ہے، ان مسکراتے ہونٹوں سے کچھ تو بولو! ان پیار بھری نظروں سے میٹھے امرت کے چند قطرے ہی چھلکا دو! بولو، میری روح کی آواز بولو! اپنے پیار بھرے الفاظ کی بارش سے میرے سوکھے سڑے دِل کی کچھ تو پیاس بجھا دو۔ غم سے جلی ہوئی روح تمہاری پیار بھری باتوں کی بارانِ رحمت کی منتظر ہے پہلے تو جب تم مجھے دُور سے آتا دیکھ لیتی تھی تو تمہاری کوئل جیسے سندر آواز میرا استقبال کرتی تھی، آج میں تمہارے اتنے قریب ہوں تو تم بولتی بھی نہیں ہو۔ کیوں خفا ہو گئی ہو اپنے دلدار سے، اپنے چاہنے والے سے؟ دیکھو میں کتنا رو رہا ہوں کتنا نڈھال ہوں تمہارے غم میں! اے میرے دل وجان کی مالک، اٹھو اے کائنات کی ماں، اٹھو! اے حُسنِ مجسّم، اے جمال مکرّم! تم تو مر ہی نہیں سکتی۔ اے میری وفادار رفیقۂ حیات، اب تم میرا احترام کیوں نہیں کرتی؟ میری راہوں پر آنکھیں کیوں نہیں بچھاتی؟ بولو، بولو، بیاہ کے وقت میرا ساتھ دینے کی جو قسم کھائی تھی اُسے کیوں توڑ دیا تم نے؟

شِوا غم سے پاگل ہو گیا۔ اس نے محبوب کے مردہ جسم کو اُٹھا لیا۔ پھر اسے بار بار چُوما اور سینے سے چمٹا لیا۔ ہونٹ سے ہونٹ، سینے سے سینہ پیوست کر کے شنکر نے نعش کو بھینچ لیا۔ کئی دفعہ بے ہوش ہوا کئی دفعہ پھر اُٹھ کھڑا ہوا پھر آخر کار ستی کو اسی طرح سینے کے ساتھ چمٹائے دیوانہ وار دوڑ پڑا۔ غم سے نڈھال، ہوش وحواس سے محروم، کائنات کا یہ مُعلّم ساتوں دیپوں پر آوارہ وسرگردان پھرتا رہا۔ آخر تھکاوٹ اور غم واندوہ سے چور ہو کر غشی کے عالم میں برگد کے ایک درخت کے نیچے گر پڑا۔ دیوتاؤں نے جب اُسے اس حالت میں دیکھا تو وہ سخت سراسیمہ ہو گئے۔ برہما اور وِشنو کو لے کر وہ فوراً اس جگہ پر پہنچ گئے جہاں یہ پڑا تھا۔ وِشنو نے نیم بے ہوش شِوا کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ پھر اس

نے کہا: " او شِوا ہوش میں آؤ۔ سنو میں کیا کہہ رہا ہوں۔ تمہیں سَتی ضرور واپس مل جائے گی کیونکہ شِوا اور سَتی ایک دوسرے سے اسی طرح علیحدہ نہیں ہو سکتے جس طرح ٹھنڈک پانی سے، حرارت آگ سے، خوشبو زمین سے اور چمک سورج سے الگ نہیں ہو سکتی۔

یہ الفاظ سن کر شِوا نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ ان آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے وہ لڑکھڑاتی آواز میں بولا: اے صورتِ تنویر! تم کون ہو؟ یہ تیرے ساتھی کون ہیں؟ میں کون ہوں؟ میرے ساتھی کہاں ہیں؟ تم اور یہ سب لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں کہاں ہوں؟ کدھر جا رہا ہوں؟ وِشنو نے یہ بے ربط باتیں سنیں تو پھر رو پڑا۔ اس کے اور شِوا کے آنسوؤں سے ایک جھیل بن گئی جو اب بھی زیارت گاہِ عوام و خواص ہے۔ بڑی دیر کے بعد وشنو نے شِوا کو خاموش کیا۔ یہ اس کے وعدے سے خوش ہو گیا اور اس نے چشمِ تصوّر سے دیکھ لیا کہ اُس کی سَتی اس کے سامنے موتیوں سے آراستہ ایک رتھ میں بیٹھی ہے، بہت سے خدمت گار اس کی حاضری میں کھڑے ہیں، اس نے بہت قیمتی لباس پہن رکھا ہے، زیوروں کی چکاچوند سے جگمگا رہی ہے اور اس کے حسین چہرے پر ایک معصوم سی مسکراہٹ کھیل رہی ہے۔ جدائی کا غم کسی قدر ہلکا ہو گیا۔ پھر جب سَتی نے اس سے کلام کیا تو اسکی دل کی کلی کھل اُٹھی۔ سَتی نے کہا: " ثابت قدم رہو، اے مہا دیو، میری روح کے آقا اور مالک! میں وجود کے جس رُوپ میں بھی رہوں گی۔ تم سے کبھی جُدا نہ ہو سکوں گی۔ اور اب میں ہمادت کی بیٹی بن کر پیدا ہوئی ہوں تاکہ تمہاری بیوی بن سکوں لہٰذا اب میری جدائی کا ہرگز غم نہ کرنا۔" یہ کہہ کر سَتی غائب ہو گئی۔

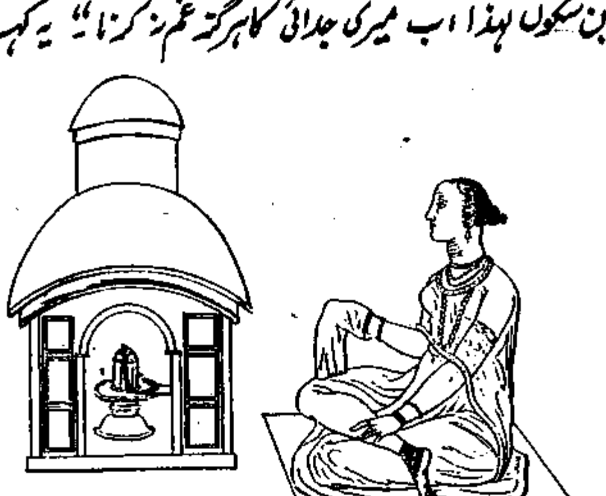

پاروتی لنگا کی پُوجا کر رہی ہے

اسی پُران کے ایک اور باب میں اُنکے دوبارہ ملاپ کی کہانی اس طرح درج ہے : ستی نے ہماوت کی بیوی کے رحم میں دوسرا جنم پایا۔ شِوا نے اسکی چتا سے ہڈیاں اور راکھ اکٹھی کی۔ ہڈیوں کا ہار بنایا اور راکھ کو اپنے بدن پر مل لیا۔ اور اس طرح اپنی محبوبہ کی یادگار اشیاء کو محفوظ کر لیا۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد مینا کے بطن سے ستی پیدا ہوئی۔ تخلیق شدہ ہستیوں میں حُسنِ صورت اور حُسنِ سیرت میں اس سے بڑھکر اور کوئی نہیں تھا۔ یہ اپنے کوہستانی مسکن میں پرورش پاتی اور بڑھتی رہی۔ جیسے چاند ہلال سے بدر کی تکمیل تک پہنچتا ہے۔ ابھی لڑکی ہی تھی کہ آسمانوں سے اس نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی : شِوا کو اپنا خاوند بنانے کیلئے سخت ریاضتوں کا ایک دَور پورا کرو۔ یہ کسی اور طریقے سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ پاروَتی کو اپنے حسن اور جوانی پر غرور تھا۔ اس نے آسمانی ہدایت کو سنا۔ وہ نفرت سے مسکرا دی اور سوچنے لگی کیا وہ جو میری سابقہ موت کے غم میں پاگل ہو کر ہوش و حواس تک کھو بیٹھا تھا اب مجھے اپنی دلہن کے طور پر بھی قبول نہیں کریگا؟ اور پھر جن کا، میاں بیوی کا رشتہ، ازل سے جوڑ دیا گیا ہو ان میں جدائی کیسے ہوسکتی ہے اپنے شباب کی دلکشی اور حُسن کی سحر آفرینی اور گوناگوں دلکشیوں پر اعتماد کرتے ہوئے اُسے یقین سا ہو گیا کہ جونہی شِوا اس کا نام سنے گا وہ فوراً اُسے اپنی بیوی بنالے گا۔ لہٰذا پاروَتی نے ریاضتیں نہ کیں اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف رہ گئی۔ لیکن اُسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ نہ صرف اُسے سخت ریاضتیں کرنی پڑیں بلکہ کام دیو کی خدمات بھی حاصل کرنا پڑیں۔ دیوتاؤں کے کہنے پر کام دیو نے اسے تیرِ عشق سے گھائل کر دیا جب پاروتی اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ پھر شِوا نے کام دیو کو اپنی تیسری آنکھ کی شعاع سے بھسم کر دیا تھا۔ یہ سارا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔

مذکورہ بالا پُران کے بعد کی ایک بنگالی تحریر میں درگا کے بارے میں ایک حکایت بیان ہوئی ہے کہ جب وِشوا نے ستی کے مُردہ جسم کو اُٹھا لیا تو وہ دیوانہ وار ناچنے لگ گیا۔ اتنے بڑے بوجھ کے نیچے زمین کانپ اٹھی۔ وِشنو ڈر گیا کہ زمین پر تباہی آجائے گی تو اس نے فوراً اپنا معجزہ نما چکر پھینکا جس نے لاش کے ۵۱ ٹکڑے کر دیئے۔ یہ ٹکڑے مختلف مقامات پر گرے، پاؤں کہیں گرا، ہاتھ کہیں اور ٹانگ کہیں۔ جہاں جہاں یہ ٹکڑے گرے وہاں مندر بنا دیئے گئے۔ اور اس دیوی کی پُوجا شروع کر دی گئی۔

تصویروں میں پاروتی کو ایک گورے رنگ کی خوبصورت عورت کے رُوپ میں دکھایا جاتا ہے جس کے کوئی زائد اعضا نہیں ہیں۔ کوئی اعجاز بھی اس سے منسوب نہیں ہے۔ البتہ جب یہ دُرگا یا کالی کے رُوپ میں ظاہر ہوتی ہے تو پھر یہ اُلوہیاتی قوّتیں استعمال کرتی بھی دکھائی دیتی ہے۔ اور پاروتی والے کردار سے بالکل مختلف نظر آتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ابتداءً یہ الگ الگ دیویاں تھیں۔ لیکن اب اِن کو ایک ہی دیوی سمجھا جاتا ہے۔

دُرگا

شِوا کی بیوی اب اس سے بالکل مختلف کردار میں ہمارے سامنے آ رہی ہے جس میں ہم نے اُسے سابقہ حکایات میں دیکھا تھا۔ اَدتاریت کے ان رُوپوں میں شِوا کی بیوی ہوتے ہوئے بھی اس کے کام کاج ایک عام عورت والے تھے اور ہر جگہ اس نے عورتوں والی صفات کا مظاہرہ کیا تھا۔ اب دُرگا کے رُوپ میں وہ ایک بڑی طاقت والی اور بہادر سُورما ہے۔ اور زمین پر اس کی آمد جِنّوں کی تباہی کے لئے ہے جو دیوتاؤں اور انسانوں کو تنگ کرتے ہیں۔

اس کو درگا کا نام اس لئے مِلا کہ اُس نے دُرگ نامی اَسُورہ کو قتل کیا تھا۔ دیوی کا نام دُرگا اسی دُرگ کی تانیث ہے۔ اس واقعے کی تفصیل سکند پُران میں اس طرح دی گئی ہے۔ رُورُو آسُورہ کے بیٹے دُرگ نے برہما کو راضی کرنے کے لئے کچھ سخت قسم کی ریاضتیں کیں تو اُس نے اُسے کچھ فیوض و برکات عطا کر دیں۔ انکی وجہ سے وہ بہت طاقتور بن گیا۔ یہاں تک کہ اُس نے تینوں دنیاؤں کو فتح کر لیا اور اندرا اور دوسرے دیوتاؤں کو ان کے تخت سے ہٹا دیا۔ پھر اس نے رِشیوں کی بیویوں کو مجبور کرنا شروع کر دیا کہ وہ اسکی تعریف کے بھجن گائیں۔ اس نے دیوتاؤں کو آسمانوں سے نیچے اُتار کر جنگلوں میں بھیج دیا کہ اب یہیں رہا کرو۔ پھر اس کا حکم تھا کہ میں سر سے اشارہ کروں تو فوراً آکر میری تعظیم کیا کرو۔ اس نے تمام مذہبی رسومات منسوخ کر دیں۔ براہمنوں نے اس کے ڈر سے ویدوں کا پڑھنا چھوڑ دیا۔ دریاؤں نے اپنے راستے بدل لئے۔ آگ نے اپنی قوت زائل کر دی اور خوفزدہ ستارے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس نے بادلوں کی

شکل اختیار کر کے خوب مینہہ برسائے تو زمین نے خوف کے مارے بھرپور فصلیں دینی شروع کر دیں اور درخت ایسے ترو تازہ ہو گئے کہ بے موسم پھل دینے لگے۔

دیوتاؤں نے اپنی بدحالی کا رونا شوا کے آگے رونا چاہا۔ اِندرا، ان کے بادشاہ نے کہا: اس نے مجھے تخت سے اُتار دیا ہے۔ سُوریہ نے کہا: اس نے میری بادشاہی چھین لی ہے۔ شوا نے ان پر ترس کھاتے ہوئے پاروتی سے کہا کہ تم جاؤ اور اس دیو کا خاتمہ کرو۔ اس نے یہ مہم بہ طیبِ خاطر قبول کر لی اور دیوتاؤں کو تسلّی دی۔ پہلے اس نے کال راتڑی (اندھیری رات) کو بھیجا جس کے حسن جہانسوز نے تینوں دنیاؤں کے باشندوں کو مسحور کر رکھا تھا اور کہا کہ اس دیو کو رام کر کے اس سے منوالو کہ یہ قدیمی نظام کو بحال کر دیگا لیکن دُرگ نے اپنے سپاہی بھیج دیئے کہ کال راتڑی کو گرفتار کر کے میرے پیش کرو۔ کال راتڑی نے منہہ سے ایک ایسی پھونک ماری کہ سب سپاہی راکھ ہو گئے۔ اب تو دُرگ کے غصّے کا پارا اور بھی چڑھ گیا۔ اُس نے تیس ہزار کی تعداد میں ایسے دیو بھیج دیئے کہ ان کی جسامت سے ساری زمین بھر گئی۔ ان دیووں کو دیکھ کر کال راتڑی بھاگ کر پاروتی کے پاس آگئی۔ دیو بھی اس کے تعاقب میں چلے آئے۔ دُرگ دس کروڑ رتھ، ایک سو بیس ارب ہاتھی، ایک کروڑ تیز رفتار گھوڑے اور ان گنت سپاہی لے کر پاروتی سے لڑنے کے لئے وندھیا پربت پر پہنچ گیا۔ جونہی یہ قریب آیا پاروتی نے اپنے ایک ہزار بازو پیدا کر لئے۔ مختلف ہستیوں کو اپنی مدد کے لئے بلایا اور اپنے بدن سے متعدد ہتھیار تخلیق کر لئے۔ (ان ہتھیاروں کی ایک طویل فہرست اس پُران میں دی گئی ہے)۔ دیو کے فوجی دستوں نے پاروتی پر تیروں کی اس طرح بوچھاڑ کر دی جیسے طوفانی بارش میں زور سے موٹے موٹے قطرے گرتے ہیں۔ ان دستوں نے درخت اور پہاڑ اُکھاڑ اُکھاڑ کر پھینکے تاہم پاروتی نے صرف ایک ہتھیار پھینکا جو بہت سے دشمنوں کے بازو کاٹتا چلا گیا۔ پھر دُرگ نے خود ایک جلتا ہوا تیر دیوی پر چلایا لیکن دیوی نے اُسے پکڑ کر دُور پھینک دیا۔ اس نے دوسرا تیر چلایا لیکن پاروتی نے سو تیر چلا کر اُسے روک لیا۔ پھر اس نے پاروتی کے سینے کو نشانہ بنا کر ایک تیر چلایا لیکن پاروتی نے اسے ایک لمبے برچھے کو اور ایک بھاری مگدر کو روک لیا۔ آخرکار قریب آکر پاروتی نے دُرگ کو پکڑ لیا اور اسے اپنے بائیں پاؤں کے نیچے دبا لیا۔ لیکن دُرگا نے اپنے آپ کو چھڑا لیا

اور پھر سے لڑنا شروع کر دیا۔

اب پاروتی نے اپنے جسم سے بہت سے امدادی وجود پیدا کر لئے۔ جنہوں نے دیووں کے سپاہیوں کا قلع قمع کر دیا اس کے جواب میں درگ نے ژالے کی ایک خوفناک بوچھار بھیجی لیکن ایک خاص ہتھیار سوشن کے ذریعے اس کے اثرات زائل کر دیئے گئے۔ اب اس جن نے پہاڑ جتنے بڑے ہاتھی کا روپ دھار لیا اور دیوی پر حملہ آور ہو گیا لیکن دیوی نے اسکی ٹانگیں باندھ دیں اور اپنے ناخنوں سے جو چھوٹی خمدار تلوار کی طرح تھے اس کے جسم کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر وہ ایک بھینسا بن کر اُٹھا۔ اس نے اپنے نتھنوں کی پھنکار سے درختوں کو اکھیڑ دیا اور پھر اپنے سینگوں سے پتھر، پہاڑ اور درخت پاروتی پر پھینکے۔ اب پاروتی نے اپنے ترشول سے اُسے زخمی کر دیا، وہ آگے پیچھے لڑھکتا رہا، پھر اس نے بھینسے کی صورت چھوڑ کر اپنی دیو والی اصلی صورت اختیار کر لی۔ اب اس کے ہزار بازو تھے اور ہر بازو میں ایک ہتھیار تھا۔ پاروتی کے قریب آیا تو اس نے اسے بازوؤں سے پکڑ لیا، اُسے ہوا میں لے گئی اور وہاں سے اسے پوری طاقت کے ساتھ زمین پر پٹخ دیا۔ یہ دیکھ کر کہ گرنے سے بھی وہ نہیں مرا اس نے ایک تیر سے اس کا سینہ چھید دیا جس سے اس کے منہ سے خون ندیوں کی طرح پھوٹ نکلا اور وہ مر گیا۔ دیوتا بہت خوش ہوئے کیونکہ اس دیو کے مرنے سے ان کی سابقہ عظمت دوبارہ مل گئی تھی۔

درگا کی اصلیت کے بارے میں ایک اور تفصیل "چنڈی" میں ملتی ہے جو مارکنڈیا پُران کا ایک حصہ ہے۔ "ایک مرتبہ دیوتاؤں اور اسورہ میں جنگ ہوئی تو دیووں کا بادشاہ مہیشہا کامیاب ہو گیا۔ اس نے دیوتاؤں کو اتنا ذلیل وخوار کیا کہ یہ بیچارے دنیا میں گداگر بن کر پھرتے رہنے پر مجبور ہو گئے۔ اندرا پہلے انھیں برہما پھر شوا کے پاس لے گیا۔ لیکن چونکہ دیوتا کوئی مدد نہ کر سکتے تھے اس لئے یہ وشنو کے پاس پہنچے۔ وہ انکی زبوں حالی کو دیکھ کر اتنا غم زدہ ہوئے کہ اس کے چہرے سے غیرت وحمیت کی ندیاں پھوٹ پڑیں۔ اُن سے مہا مایا کے نام کی ایک زنانہ صورت وجود میں آ گئی۔ غیرت وحمیت کی ندیاں دوسرے دیوتاؤں کے چہرے سے بھی پھوٹیں جو مہا مایا کے اندر داخل ہو گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ آگ کے پہاڑ کی طرح غیرت وحمیت

کا مجسّمہ بن گئیں۔ پھر دیوتاؤں نے اپنے تمام ہتھیار اس خوفناک ہستی کے حوالے کر دیئے۔ اس نے ایک دلدوز چیخ ماری اور پھر یہ ہوا میں بلند ہو گئی۔ اس نے دیو کو قتل کر دیا۔ اور دیوتاؤں کی عظمت بحال کر دی۔ وامنؔ پُران میں جو تفصیل دی گئی ہے وہ قدرے مختلف ہے۔ جب دیوتا دادخواہی کے لئے وشنو کے پاس پہنچے تو اُس نے، اس کے حکم پر شنکر نے، برہما نے اور دوسرے دیوتاؤں نے اپنے چہرے اور اپنی آنکھوں سے ایسے شعلے نکالے کہ چمک دمک کا ایک پہاڑ بن گیا۔ اس پہاڑ سے کُتیاینی ظاہر ہوئی جو ایک ہزار سورجوں کی طرح مُنوّر تھی۔ اسکی تین آنکھیں، کالے بال اور اٹھارہ بازو۔ شِوا نے اُسے اپنا ترشول دیا۔ وِشنو نے چکّر، وَرُونا نے ایک سنکھ، اگنی نے ایک تیر، وایو نے ایک کمان، سُوریہ نے تیروں سے بھرا ہوا ترکش، اندرا نے رعد، کویرا نے نیزہ، برہما نے جپال اور گڑدی، اکَل نے ڈھال اور تلوار، اور وشِوا کرم نے ایک جنگی کلہاڑا اور دوسرے ہتھیار دیئے۔ اس طرح مسلّح ہو کر اور دیوتاؤں کی دعائیں لے کر کتیاینی وندھیا کی پہاڑیوں کی طرف چل پڑی۔ یہاں پہنچی تو اس پر چنڈا اور منڈا کی نگاہ پڑ گئی وہ اس کے حسن و جمال سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے اپنے بادشاہ مہیش کو اطلاع کر دی۔ بادشاہ نے اسے حاصل کرنا چاہا تو کتیاینی نے کہا تم مجھے لڑائی میں جیت کر حاصل کر سکتے ہو۔ چنانچہ وہ آگے بڑھا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ کتیاینی شیر پر سوار تھی۔ اُتر پڑی اور مہیش کی پیٹھ پر سوار ہو گئی جو ایک بھینسے کی شکل میں تھا اس نے اپنے نازک پاؤں سے اس کے سر پر اتنی شدید ضربیں لگائیں کہ وہ گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ اس نے تلوار سے اس کا سر کاٹ ڈالا۔

تصویروں میں اسے سونے کے رنگ والی (سندری) عورت دکھایا جاتا ہے جس کا چہرہ خوبصورت اور نرم و گداز ہے۔ اس کے دس بازو ہیں۔ ایک میں برچھا ہے جس سے وہ مہیش دیو کو چرکے لگا رہی ہے۔ بائیں بازوؤں کے ایک ہاتھ سے اس نے سانپ کی دم پکڑ رکھی ہے اور دوسرے سے اس نے جنّ کے بال پکڑ رکھے ہیں جس کے سینے کو یہ سانپ کاٹ رہا ہے۔ اس کے باقی ہاتھ مختلف ہتھیاروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس کا شیر اپنی دائیں ٹانگ کو جھکائے ہوئے ہے۔ عام طور لکشمی، سرسوتی، کرتی کیا اور گنیش کی مُورتیاں دُرگا کی مورتی کے ساتھ بنائی اور پُوجی جاتی ہیں۔

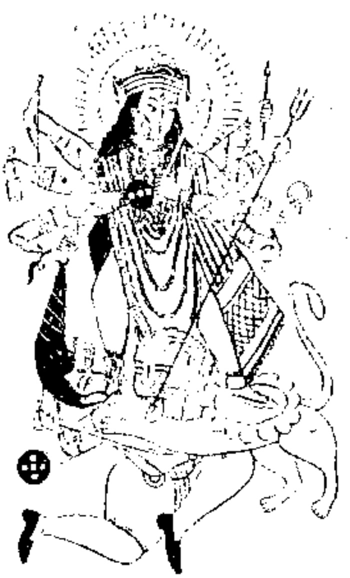

دُرگا
(دَس بھُوجا)

بنگال میں ہندوؤں کے جتنے تہوار منعقد ہوتے ہیں ان میں دُرگا پُوجا سب سے زیادہ مقبول عام ہے۔ یہ تہوار تین دن رہتا ہے اور سال کی سب سے بڑی تقریب اسی دن منائی جاتی ہے لوگ دور دراز کا سفر طے کر کے بھی اس دن گھروں کو واپس آ جاتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں اس دیوی کو بھینسوں اور بکریوں کی قربانیاں پیش کی جاتی ہیں۔ گانے بجانے کی محفلیں جمتی ہیں اور ضیافتیں کی جاتی ہیں۔ رات بھر جشن کا سماں رہتا ہے۔ اگرچہ دُرگا کے بڑے تہوار کا موسم تو خزاں ہے تاہم یہ بہار میں بھی منایا جاتا ہے۔ اسکی وجہ بنگالی ادبیات میں یہ بتائی گئی ہے کہ راونؔ درگا کا پکّا پجُاری تھا اور روزانہ چنڈی کے اشلوک سنا کرتا تھا۔ جب رامؔ نے اس پر حملہ کیا تو اس دیوی نے اپنے پجاری کی مدد کی۔ راون یہ پرستش بہار کے دنوں میں کرتا تھا۔ رامؔ نے دیکھا کہ اس کی مدد تو دیوی کر رہی ہے تو اس نے خود اسکی پوجا شروع کر دی۔ یہ خزاں کا موسم تھا۔ دیوی نے رامؔ کی پرستش سے خوش ہو کر اپنی مدد راونؔ سے منتقل کر کے رامؔ کی طرف پھیر دی۔

کہا جاتا ہے کہ دُوجنّوں سُمبھا اور نسمبھا کی سرکوبی کے لئے اس نے دس رُوپ اختیار کئے مارکنڈیا پُران میں ان کی تفصیل اس ترتیب سے دی گئی ہے :

۱ —— بطورِ درگا اسے دیوؤں کا پیغام ملا۔
۲ —— بطورِ دَس بھوجا (دس ہاتھوں والی) اس نے اُنکی فوج کے ایک حصّے کو تباہ کر دیا۔

۳۔ بطورِ سِنگھا واہنی (شیر سوار) یہ رَکتا وِجا سے لڑی۔

۴۔ بطورِ مَہیش مَردِنی (بھینسے کو مار ڈالنے والی) اس نے سُنبھا کو قتل کیا جو بھینسے کی شکل میں تھا۔

۵ بطورِ جگدھاتری (دنیا کی ماں) اس نے دیووں کی فوج پر غلبہ پایا۔

۶ بطورِ کالی (سیاہ فام) اس نے رکتا وِجا کو قتل کیا۔

۷ بطورِ مُکتا کیسی (لہراتے بالوں والی) اس نے دیووں کی ایک اور فوج پر فتح پائی۔

۸ بطورِ تارا (نجات دہندہ) اس نے سُنبھا کو اسکی اپنی شکل میں قتل کیا۔

۹ بطورِ چِنّامستکا (سر کے بغیر) اس نے نِسُمبھا کو قتل کیا۔

۱۰ بطورِ جگدگوری (مشہورِ عالم سُندری) اس نے دیوتاؤں کے شکریے اور انکی دعائیں حاصل کیں۔

جس بڑی جنگ کی کامیابی کے لئے دُرگا نے اتنے سارے رُوپ بدلے اس کا ذکر مارکنڈیا پُران میں اس طرح ملتا ہے:

ترِیتا یُگ کے خاتمے پر دو دیووں سُمبھا اور نِسُمبھا نے دس ہزار سال تک مذہبی ریاضتیں کیں۔ اسکی وجہ سے شِوا کو زمین پر اُتر آنا پڑا۔ اُسے معلوم ہوا کہ ان غیر معمولی ریاضتوں کے ذریعے یہ توابدیت کے طلبگار ہیں (جو صرف دیوتاؤں کا حق ہے) شِوا نے انھیں سمجھایا بجھایا کہ اور جو کچھ چاہو مانگ لو ابدیت تمہیں نہیں مل سکتی۔ مگر یہ نہ مانے اور انھوں نے اس سے بھی زیادہ سخت ریاضتیں شروع کر دیں اور مزید ایک ہزار سال تک ان میں مشغول رہے۔ شِوا پھر حاضر ہوا اور اس مرتبہ بھی اس نے ابدیت دینے سے انکار کر دیا اب یہ دونوں سر نیچے پاؤں اُوپر کر کے سلگتی ہوئی آگ کے اُوپر لٹک گئے یہاں تک کہ خون انکی گردنوں سے پھوٹنے لگا۔ اس حالت میں آٹھ سو سال گزر گئے تو دیوتا لرز اُٹھے۔ انھوں نے سوچا کہ اگر انھوں نے یہ ریاضت جاری رکھی تو یہ جِنّ تو ہمیں حکمرانی سے محروم کر دیں گے۔

دیوتاؤں کے بادشاہ نے اجلاس بلایا اور دیوتاؤں کے سامنے اپنے خدشات رکھے۔ سب نے کہا ہاں فکرمندی کی بات تو ہے لیکن اس کا علاج کیا کیا جائے؟۔

اندرا کی تجویز پر محبت کے دیوتا کندرپا کو نہایت حسین آسمانی حوروں رمبھا اور تلتما کے ساتھ بھیجا گیا کہ تم ان جنّوں کے دل کو شہوانی خواہشات سے بھر دو۔ کندرپا نے اپنے تیر سے دونوں کو زخمی کر دیا۔ ان کی محویت ختم ہو گئی اور جب انھوں نے دو خوبصورت عورتوں کو اپنے سامنے دیکھا تو یہ مکر کے جال میں پھنس گئے۔ انھوں نے ریاضتیں ترک کر دیں اور پانچ ہزار سال ان عورتوں کی صحبت میں گزار دیئے۔ اس کے بعد انھیں اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ ہم نے شہوانی خواہشات سے مغلوب ہو کر ابدیت کی اُمیدوں کو منقطع کر دیا ہے۔ انھیں شبہ ہوا کہ یہ جال اِندرا کا بچھایا ہوا تھا۔ انھوں نے آسمانی حوروں کو واپس آسمان کی طرف بھیج دیا اور ریاضتیں پھر سے شروع کر دیں۔ اب انھوں نے اپنی ہڈیوں تک گوشت کاٹ کاٹ کر اسے بھُونا اور شِوا کو پیش کیا۔ یہ ریاضت انھوں نے ایک ہزار سال تک جاری رکھی یہاں تک کہ وہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچا بن کر رہ گئے۔ شِوا ظاہر ہوا اور اس نے انھیں یہ فیض عطا کیا کہ مال و دولت میں اور طاقت میں تم دیوتاؤں پر بھی سبقت لے جاؤ گے۔

چونکہ اب یہ دیوتاؤں سے بھی زیادہ طاقتور تھے لہٰذا انھوں نے اُن سے لڑنا شروع کر دیا۔ ہر لڑائی میں فتح ان کا مقدر بن چکی تھی لہٰذا انھوں نے تمام دیوتاؤں کو مطیع بنا لیا۔ جب اِندرا اور دوسرے دیوتا ذلّت و خواری کی انتہا کو پہنچ گئے تو انھوں نے برہما اور وِشنو کو مداخلت کیلیے گزارش کی۔ انھوں نے انھیں شِوا کے پاس بھیج دیا۔ مگر شِوا نے کہا میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ جب انھوں نے شِوا کو یاد دلایا کہ آپ ہی کی عطا کردہ نعمت سے ان جنّوں نے انھیں اس حال تک پہنچایا ہے تو شِوا نے کہا: اچھا۔ تو پھر تم دُرگا کے حضور ریاضتیں پیش کرو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ کچھ عرصے کے بعد دیوی ظاہر ہوئی اور انھیں فیض بخشا۔ پھر اس نے پانی کا گھڑا سر پر رکھے ایک عام عورت کا بھیس بدلا اور ان دیوتاؤں کے مجمع میں سے گزری۔ پھر یہ واپس اپنے اصلی رُوپ میں آگئی اور کہنے لگی ہاں اب یہ میری تعریف کے گیت گا رہے ہیں!

اب یہ نئی دیوی کوہ ہمالیہ پر چڑھ گئی جہاں شُمبھا اور نشُمبھا کے دو ایلچی چنڈا اور منڈا رہتے تھے۔ چونکہ یہ جن پہاڑ کے اُوپر گھومتے پھرتے رہتے تھے اس لیے انھوں نے دیوی کو دیکھ لیا۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر یہ بھونچکا سے رہ گئے۔ انھوں نے اپنے آقاؤں کو اسکی خبر دی

انھوں نے کہا اس دیوی کی محبّت جیتنے کی کوشش کرو خواہ تمہیں وہ تمام خزانے دینے پڑ جائیں جو ہم نے آسمان کے دیوتاؤں سے لوٹے ہیں ۔

سُمبھا نے دیوی کے پاس سگریو کو قاصد بنا کر بھیجا اور پیغام دیا کہ تینوں دنیاؤں کے خزانے اب میرے محل کے اندر ہیں ۔ اس کے علاوہ چڑھاووں کا سارا مال جو پہلے دیوتاؤں کو ملتا تھا اب مجھے ملتا ہے ۔ اگر تم میرے پاس آجاؤ تو یہ تمام چڑھاوے، یہ سارے مال خزانے اور یہ سب دولت تمہارے قدموں پہ نچھاور کر دوں گا ۔ تم ہر چیز کی مالک ہوگی ۔ دیوی نے جواب دیا: تمہاری پیش کش تو واقعی دلکش ہے لیکن میں نے عہد کر رکھا ہے کہ میں اسی کی ہو کر رہوں گی جو میرے غرور پندار کو شکست دیکر مجھے لڑائی میں جیت لے گا ۔ سگریو نہیں چاہتا تھا کہ ناکام لوٹے اس نے مثبت جواب پر اصرار کیا لیکن جب دیکھا کہ دیوی اپنی بات پر اَڑی ہوئی ہے ۔ تو اس نے ذرا تحکمانہ لہجے میں کہا: " جنگ میں بھی وہ تمہیں ضرور جیت لے گا اور تمہارے غرور کو بھی توڑ دیگا ۔ کیا تم نہیں جانتی میرے آقا کو جس نے ایک ایک کر کے سب دیوتاؤں، جنوں بھوتوں اور انسانوں کو شکست دیکر اپنا مطیع بنا رکھا ہے ؟ تینوں دنیاؤں میں کوئی ایک بھی تو اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکا ! تم ایک عورت ذات ہو کر اس کا مقابلہ کیا کروگی ؟ اگر میرے آقا نے مجھے حکم دیا ہوتا تو میں تمہیں مجبور کر کے اسی وقت اس کے پیش کر دیتا ۔" دیوی نے کہا یہ سب کچھ بجا اور درست ہے ۔ لیکن میں اپنے عہد سے مجبور ہوں ۔ اپنے آقا سے جا کر کہو کہ آئے اور اپنی طاقت کے جوہر دکھائے ۔

قاصد نے سارا ماجرا اپنے آقا کو کہہ سنایا ۔ سمبھا یہ سن کر غصے سے بھر گیا ۔ کوئی جواب دیئے بغیر اس نے اپنے سپہ سالار دھم لوچن کو حکم دیا کہ اسی وقت جاؤ اور ہمالیہ سے اس دیوی کو پکڑ کر میرے پیش کرو ۔ اور اگر کوئی اس کے چھڑانے کی کوشش کرے تو اسے بالکل تباہ کر دو ۔ سپہ سالار ہمالیہ پر پہنچا اور دیوی کو اپنے مالک کا حکم سنایا ۔ دیوی نے مسکرا کر کہا: ٹھیک ہے اپنے مالک کے حکم کی تعمیل کرو ۔ سپہ سالار آگے بڑھا تو وہ اس زور سے دھاڑی کہ وہ جل کر راکھ ہو گیا ۔ پھر اس نے اس کی ساری فوج کو تباہ کر دیا ۔ البتہ چند سپاہی شکست کی خبر پہنچانے کیلئے چھوڑ دیئے ۔ اب سُمبھا اور نسمبھا دونوں غضبناک ہو گئے ۔ انھوں نے

چنڈا اور منڈا کو بھیجا۔ یہ ہمالیہ پر پہنچے تو انھوں نے دیکھا ایک عورت گدھے کی پیٹھ پر بیٹھی زور زور سے قہقہے لگا رہی ہے۔ انھیں اپنی طرف آتا دیکھ کر دیوی کو غصہ آگیا اُس نے فوجی سپاہیوں کے دس دس، بیس بیس اور تیس تیس آدمی اپنی طرف کھینچ لیئے اور انھیں اس طرح کھانے لگی جیسے کوئی پھل کھاتا ہے۔ پھر اس نے منڈا کو بالوں سے پکڑ لیا اور اس کا سر کاٹ کر منھ پر رکھ لیا اور اس کا خون پی گئی۔ چنڈا نے اپنے ساتھی کو اس طرح قتل ہوتے دیکھا تو وہ قریب آگیا۔ دیوی اس وقت ایک شیر پر سوار تھی۔ اس نے جھپٹ کر منڈا کو پکڑ لیا اور اسکے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو اس نے چنڈا کے ساتھ کیا تھا۔ اس کے کچھ فوجیوں کو ہڑپ کر گئی اور پھر اس کا بھی خون پی گئی۔

دیووں نے جب یہ چونکا دینے والی افسوسناک خبر سنی تو اُنھوں نے خود جانے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے بے شمار دیووں کی ایک فوج مرتب کرلی اور پھر وہ ہمالیہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اس لشکرِ بے پناہ کو دیکھکر دیوتا دم بخود رہ گئے۔ مہا مایا (درگا) کی مدد کے لئے بہت سی دیویاں اُتر آئیں۔ لیکن دُرگا نے بہت جلدی دشمن کی فوج کو ختم کر دیا۔ سُمبھا اور نِسُمبھا کی فوجوں کا سب سے بڑا سردار رکتا وِجا تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ ساری فوج تباہ ہو چکی ہے تو وہ بدولڑائی کے لئے وہ خود سامنے آگیا۔ دیوی نے اُسے بہت چرکے لگائے لیکن ہُوا یوں کہ اس کے زخم سے جونہی کوئی خون کا قطرہ زمین پر گرتا اس میں سے ایک ہزار مسلح نوجوان اور پیدا ہوجاتے اور ان میں کا ہر سپاہی رکتا وِجا کی طرح طاقتور ہوتا۔ اس نئی صورتحال کی وجہ سے دُرگا لاکھوں کروڑوں دشمنوں کے درمیان گھر گئی۔ اس حیرتناک نظارے پہ دیوتا بھی گھبرا گئے۔ آخر چنڈی دیوی، جس نے اس معرکے میں کالی یعنی دُرگا کی مدد کی تھی، آگے بڑھی اور اس نے دُرگا سے کہا: اگر تم اس دیو کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پی جاؤ تو میں اسے مصروف رکھوں گی اور اس عجیب الخلقت فوج کو تباہ کردوں گی۔ کالی نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ اس ترکیب سے سپہ سالار اور اسکی ساری فوج کا خاتمہ ہوگیا۔ اب سُمبھا اور نِسُمبھا انتہائی مایوسی اور غصے کے عالم میں دست بدست لڑائی کے لئے سامنے آگئے۔ سُمبھا نے پہلے وار کیا اور پھر لڑائی چھڑ گئی۔ لڑائی طرفین کی طرف سے ناقابلِ یقین حد تک خوفناک تھی۔ آخر دونوں مارے گئے اور کالی اپنے

مقتولین کو ہڑپ کرنے کے لئے آرام سے بیٹھ گئی۔ دیوتاؤں اور دیویوں نے اس آسمانی دیوی کی کامیابی پر غلغلے بلند کئے اور اسکی تعریف میں گیت گانے لگے۔ دیوی نے ہر ایک کو فیوض و برکات سے نوازا۔

یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہے کہ دُرگا کی یہ مختلف شکلیں اس کے اَوتار ہونے کی شکلیں ہیں۔ بلکہ یہ تو درحقیقت صِفاتی نام ہیں یا اس بڑی جنگ میں لڑائی کے مختلف انداز ہیں جو دُرگا نے اختیار کئے۔ اسی طرح کالی اور پاربتی کی شکل و صُورت اور کردار میں اتنا بڑا تضاد ہے کہ ان دونوں کو ایک ہی ہستی قرار دینا آسان نہیں ہے۔ پھر بھی دُرگا کو جب پوری طرح ایک مسلّح جنگجو کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے تو بھی اس کے چہرے سے سابقہ صُورتوں والی متانت اور اس کے سنہری رنگ کی چمک دمک ٹپکتی رہی ہے پس معقول قضیہ یہ نظر آتا ہے کہ "کالی" ابتداءً اُوما اور پاربتی سے بالکل الگ ہستی تھی۔

مہابھارت میں اَرجن کے ایک بھجن میں دُرگا کے بہت سے نام گِنوائے گئے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ عظمت ہو تمہاری اَے سِدھاستانی' (سِدّھاؤں کی سپہ سالار) شریف، مندرا پر بسیرا کرنے والی، کماری (شہزادی) کالی، کپالی، کپیلا، کرشن پنگلا! عظمت تمہاری اَے مہا کالی، چنڈی، چنڈا، تارنی (نجات دہندہ) وَرَوَرنی (خوبصورت رنگ والی)۔ اَے خوش بخت کال یاینی، اَے کرالی۔ اَے وِجیا۔ اے جَیا (فتح) گوالوں کے سردار (کرشن) کی چھوٹی بہن مہیش کا خون پی کر خوش ہونے والی! اے اُوما سکمبھری۔ اے سفید فام، سیاہ فام۔ اے کیتابا کو۔ تباہ کرنے والی۔ تم برہما (یا دیدوں) کا علم ہو جسم دار ہستیوں کی نیند ہو۔ اَے سکند (کرتی کیا) کی ماں۔ خدائی صفات والی دُرگا! ویرانوں میں رہنے والی عظیم دیوی۔ خالص دل سے تمہاری تعریف کی جاتی ہے۔ اپنی مہربانیوں سے مجھے لڑائی میں ہمیشہ فتح مند رکھو" ایک اور شعر میں اسے ہمیشہ وندھیا کی پہاڑیوں میں رہنے والی کہا گیا ہے جو تیز شراب پینے میں خوش رہتی ہے۔ جو کچا گوشت اور قربانی کے شکار کو کھا جاتی ہے۔

○

دُرگا کی مختلف صُورتیں

۱۔ دُرگا دیووں کے دُو قاصدوں چنڈا اور منڈا سے ملنی والی صورت، جس نے اپنے حسن و جمال سے انھیں مسحور کر دیا۔ پھر ان کی اطلاع پر ان کے آقا سُمبھا نے اُسے شادی کا پیغام بھیجا۔

۲۔ دَس بھُوجا دس ہاتھوں والی۔ اس صُورت میں اس نے سپہ سالار دُھم لوچنا کے تحت سُمبھا کی فوج کو تباہ کر دیا۔ چند بھگوڑوں کو جانے دیا تاکہ وہ شکست کی خبر اپنے آقا کو دیں۔

۳۔ سِنگھاواہنی شیر سوار۔ چندا اور مندا سے لڑائی۔ اس وقت اُس کے چار بازو تھے اس نے سرداروں کا خون پی لیا اور یہ ان کے بہت سے فوجیوں کو کھا گئے

۴۔ مہِیشَ مارِدنی مہیشَ کو مار ڈالنے والی۔ جب سمبھا نے بھینسے کی شکل اختیار کر کے اس پر حملہ کیا تو اُس نے اسے قتل کر دیا۔ اس موقع پر اس کے آٹھ اور بعض روایات کے مطابق، دس بازو تھے۔

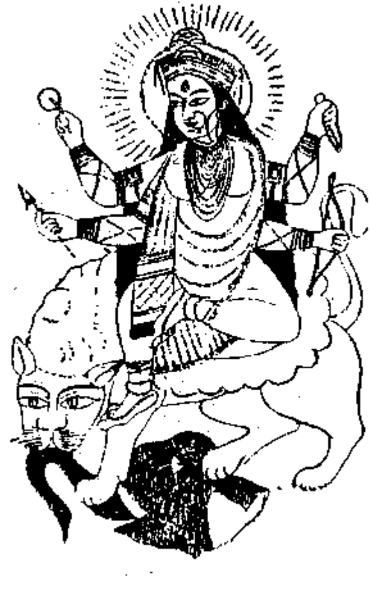

جگ دھاتری

۵۔ جگ دھاتری

دنیا کی ماں۔ دیووں کی ایک اور فوج کو اس صورت نے تباہ کیا اسے سرخ لباس میں شیر کی پیٹھ پر سوار دکھایا گیا ہے اس کے بھی چار بازو ہیں اور بہت حد تک سنگھا واہنی کے مشابہ ہے۔ فرق صرف ہتھیاروں میں ہے۔ سنگھا واہنی کی صورت میں وہ تلوار اور برچھا لئے ہوئے ہے اور دو ہاتھوں سے اپنے پجاریوں کا حوصلہ بڑھا رہی ہے۔ جگ دھاتری کی صورت میں اس کے پاس سنکھ، چکر، اور تیر کمان ہے۔ ان تمام صورتوں میں یہ صاف رنگ خوبصورت اور نرم دل عورت دکھائی دیتی ہے۔

۶۔ کالی (سیاہ فام عورت)

اب اسے کالی ما یا کالی ماتا کہتے ہیں۔ اس صورت میں اس نے چنڈی کی مدد سے دیو کے فوجی سردار رکتا وجا کو قتل کیا۔ رکتا وجا کے آدمی مارے گئے تو اس نے دیوی پر خود حملہ کر دیا تھا۔ جب زمین پر گرنے والے اس کے خون کے ہر قطرے سے ایک ہزار سپاہی پیدا ہونے لگے جن میں سے ہر ایک اس کی طاقت کے برابر تھا تو اس وقت دیوی کی ایک صورت چنڈی پیدا ہوئی جو اس کی مدد کو پہنچی۔ کالی نے دیو کا خون پی لیا اور نئے سپاہیوں کو پیدا ہونے سے روک لیا۔ چنڈی نے بڑھکر دیو کو قتل کر دیا۔

کالی کو ایک سیاہ فام عورت کی شکل میں دکھایا جاتا ہے جس کے چار بازو ہیں۔ ایک میں تلوار ہے، دوسرے میں اس دیو کا سر ہے جسے اس نے قتل کیا ہے اور باقی دو کے ساتھ وہ اپنے پجاریوں کی حوصلہ افزائی کر رہی۔ بالیوں کی بجائے دو لاشیں ہیں اور گلوبند کی جگہ کھوپڑیوں کا ہار ہے۔ اس کے جسم پر سوائے ایک جانگھیا کے اور کچھ نہیں ہے اور جانگھیا بھی کیا ہے مردہ آدمیوں کے ہاتھ ہیں۔ اسکی زبان باہر نکلی ہوئی ہے۔ اس کی آنکھیں شرابیوں کی آنکھوں کی طرح سرخ ہیں۔ اس کے چہرے اور سینے پر خون کے دھبے ہیں۔ یہ اپنی ران پر ایک پاؤں رکھکر کھڑی ہے۔ اس کا دوسرا پاؤں اس کے خاوند کے سینے پر ہے۔ دیووں پر فتح پانے کے بعد وہ اتنا ناچی تھی کہ زمین کانپنے لگی۔ شوا نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر یہ اپنے رقص میں اس قدر وارفتہ ہو گئی کہ اسے خاوند کا پتہ بھی نہ چلا۔ وہ مردہ لاشوں میں لیٹ گیا اور یہ اس پر بھی ناچنے لگی لیکن اچانک اس نے دیکھ لیا کہ خاوند اس کے پاؤں کے نیچے ہے

خاوند کی اس بے حرمتی پر شرم کے مارے اس نے اپنی زبان باہر نکالی۔

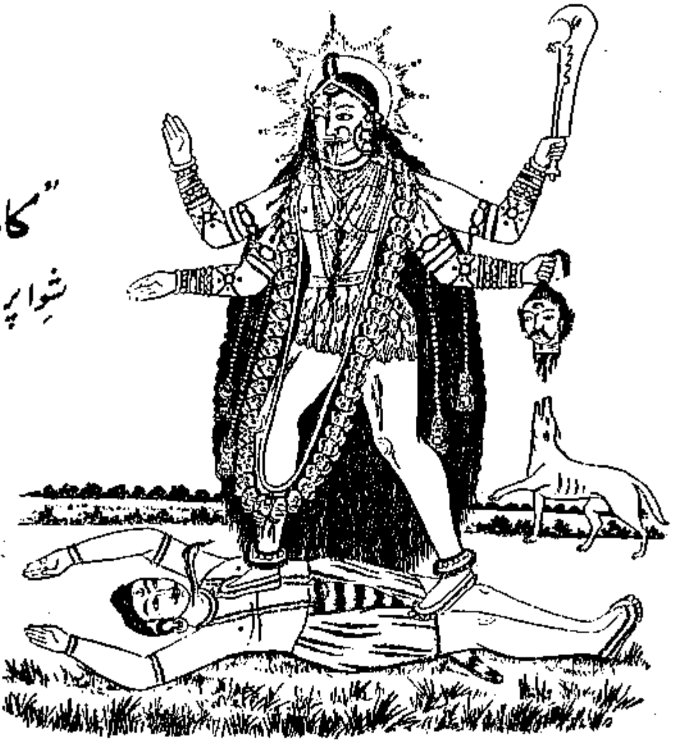

"کالی"
شِوا پر رقص کر رہی ہے

رامایَن کے چار نسخے ہیں : والمیکی، وِیاس دیو۔ اَدھوتؔ اور اَدھیتمؔ۔ اس آخری رامایَن میں کالی کی اصلیت کو بالکل مختلف انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مصنّف کا مقصد سیتا کی عظمت کو بڑھانا ہے اور یہ بتانا ہے کہ کالی تو محض اس کا ایک رُوپ تھا۔ جب رَاون کو ختم کرنے کے بعد رام واپس آیا تو اس نے اپنی طاقت پر فخر کیا۔ سیتا مسکرائی اور کہنے لگی کہ "تم خوش ہو رہے ہو کہ تم نے دس سَروں والے راون کو مارا ہے۔ اگر اسکے ہزار سر ہوتے تو کیا کرتے ؟ رامؔ نے جواب دیا "اسے بھی مار ڈالتا۔ اور اب بھی مار ڈالوں گا۔ ہے کوئی ایسا ؟" سیتا نے جواب دیا : ہاں ہے۔ لیکن اب تم گھر پر رہو۔" لیکن رام نہ مانا۔ اس نے بندروں کی فوج پھر اکٹھی کی اور بیوی اور بھائیوں کو لیکر اس نئے راونؔ سے لڑنے کے لئے نکل کھڑا ہوا اور ست دِیپا کی طرف چل پڑا۔ ہنومان کو بھیجا گیا کہ تم اس دیو کا مسکن تلاش کرو اور

اس کی بابت تمام اطلاعات اکٹھی کرو۔ اسکی واپسی پر رامؔ حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ دیو نے حملہ آور کی فوج کو "اپنے بچے" کہہ کر آواز دی اور تین تیر چھوڑے۔ ایک تیر نے اس کے تمام بندروں کو اُن کے گھر کشکندھا میں پہنچا دیا۔ دوسرے تیر نے جنوں بھوتوں کے لشکر کو لنکا روانہ کر دیا۔ تیسرے تیر سے رامؔ کی ساری سپاہ اجودھیا اسکی راجدھانی پہنچ گئی۔ رامؔ اس طرح اپنے آپ کو تنہا پاکر پریشان ہو گیا اس نے سوچا کہ اس کی ساری فوج تباہ ہو گئی ہے وہ رونے لگ گیا۔ سیتا نے، اپنے خاوند پہ ہنستے ہوئی کالی کی خوفناک صورت اختیار کر لی اور اس ہزار سروالے دیو پہ وحشیانہ حملہ کر دیا۔ یہ لڑائی دس سال جاری رہی آخر کار سیتا نے دیو کو قتل کر دیا۔ اس کا خون پی لیا اور وہ ناچنے لگی۔ اس نے دیو کا ایک ایک عضو کاٹ کر ادھر اُدھر پھینک دیا۔ اس کے رقص سے زمین کانپنے لگی۔ جب شِوا زمین پر لیٹ گیا تو اُسے معلوم ہُوا کہ وہ تو اپنے خاوند کی بے حرمتی کر رہی ہے۔ بس وہ رک گئی۔ اس طرح شِوا نے دنیا کو بچا لیا۔ سیتا اپنے اصلی روُپ میں آگئی اور پھر یہ اور رامؔ اور سب بھائی گھر واپس آ گئے۔

سکند پُران کہتا ہے کہ چنڈی، جو کالی کو چھڑانے اور اسکی مدد کرنے آئی تھی جب یہ رکتا وِجا کے ساتھ برسرِ پیکار تھی، دیوی کی ایک صوُرت تھی۔ یہ امر بھی دلچسپ ہے کہ کرسمبھا کی فوج کے سردار مارے جانے کے بعد بھی بار بار ظاہر ہوتے ہیں۔ حالانکہ سِنگھاداہنی نے انکا خون تک پی لیا ہوتا ہے۔ دوُ اسُورہ چنڈا اور منڈا اپنی خدائی ماؤں سے فیض حاصل کر کے اس قدر طاقتور بن گئے تھے کہ انھوں نے تین دنیاؤں کو فتح کر ڈالا تھا۔ دیوتاؤں نے دیوی کو پکارا تو وہ چنڈی کے روُپ میں ظاہر ہوئی۔ اس نے کہا کہ جب تک وہ شِوا کو راضی نہ کر لے وہ ان کے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے وہ جنگلوں میں چلی گئی۔ جب وہ پرستش میں مصروف تھی تو شِوا ایک بہت بڑے لِنگا کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس نے کہا: اَے دیوی! تینوں دنیاؤں میں تمہاری عظمت پَرَشکتی (قوتِ ہستیٔ برتر و بالا) کی حیثیت سے کی جاتی ہے۔ جہاں کہیں تم ہوتی ہو وہیں میں ہوتا ہوں اور جہاں میں ہوتا ہوں وہیں چنڈیکا ہوتی ہے۔ ہمارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ چنڈی نے جواب دیا: پہلے میں نے چنڈا اور منڈا کو لڑائی میں قتل کیا تھا۔ لیکن اب وہ طاقتور اسورہ بن کر پھر پیدا ہو گئے ہیں اور تین دنیاؤں کو انھوں نے پریشان

کر رکھا ہے۔ اب ان کو تباہ کرنے کے لئے میں تمہاری مدد اور حفاظت کی طلبگار ہوئی ہوں۔ شِوا مدد کا وعدہ کرتا ہے اور اُسے قاصد کے بھیس میں مقابلے کا چیلنج دیکر بھیج دیتا ہے وہ چیلنج قبول کر لیتے ہیں لیکن شِوا کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔

لِنگا پُران کی تعلیمات کے مطابق کالی اگرچہ دُرگا کی تخلیق ہے تاہم اس سے بالکل منفرد ہے۔ کسی وقت ایک اُسورہ عورت نے جس کا نام دارکا تھا۔ یکسوئی کے ذریعے ایسی طاقت حاصل کر لی تھی کہ وہ دیوتاؤں اور براہمنوں کو آگ کی طرح بھسم کر دیتی تھی۔ چونکہ ہر وقت اس کے پاس اُسورہ عورتیں جمع رہتی تھیں۔ اس لئے وِشنو اور دوسرے دیوتا اس پر حملہ کرنے سے گھبراتے تھے۔ کہ شاید اس طرح اُن سے عورت کے قتل کا گناہ سرزد نہ ہو جائے۔ شِوا سے مداخلت کی استدعا کی گئی تو اس نے دیوی سے یوں خطاب کیا: "پیاری! میں استدعا کرتا ہوں کہ اس دوارکا کی تباہی کا کام تم کرو۔ یہ سن کر پاروتی نے اپنے مادّے سے کالے رنگ کی ایک دوشیزہ تخلیق کی جس کے گندھے ہوئے بال تھے، ماتھے میں ایک آنکھ تھی، ہاتھ میں ایک ترشول اور ایک کھوپڑی لئے ہوئے تھی اور شکل ایسی خوفناک تھی کہ دیکھ کر جی کانپ اٹھتا تھا۔ اس نے آسمانوں کا لباس پہن رکھا تھا اور ہر قسم کے زیورات سے آراستہ تھی۔ ظلمت کی اس بھیانک چیز کو دیکھ کر دیوتا خوف کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے۔ پاروتی نے پھر بے شمار جنّ، بھوت پریت وغیرہ پیدا کئے

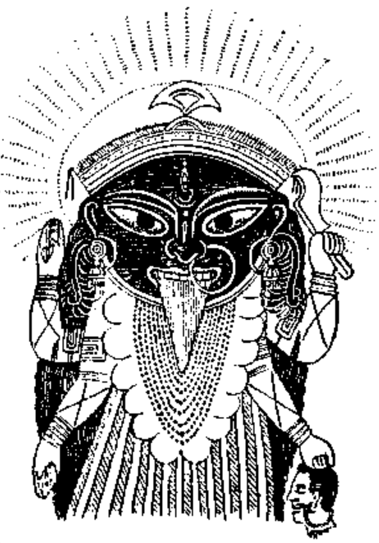

کالی

یہ کالی کے خدمت گار تھے اور اس کے احکام کے پابند تھے۔ کالی نے ان کی معیّت میں دوار کا پر حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا۔

مارس اپنی کتاب "انڈین اینٹی کوئیٹیز" میں صفحہ ۱۸۴-۱۱ پر "کالی" کے بارے میں ایک اور تفصیل دیتا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس دیوی کی اصلیت اور پیدائش وغیرہ اس کی زندگی اور تاریخ کے عین مطابق ہے۔ مکمل ہتھیار بند ہو کر یہ جنگی تربیت یافتہ دیوی درگا کی آنکھ سے اُس وقت پیدا ہوئی جب وہ دشمنوں کے حملوں سے نڈھال ہو کر گرنے ہی والی تھی۔ کالی نے اپنی تمام قوتوں کو درگا کی غیر معمولی قوتوں سے مِلا لیا اور پھر ان دونوں نے دشمنوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ دشمن کی ساری فوج تہس نہس ہو گئی۔

مارکنڈیا پُرانے "کالی" کو لکشمی کی پیدا وار بتاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ تمام چیزوں کا اصل مأخذ مہالکشمی ہے جو تمام موجودات پر مسلط ہے خواہ دیکھی جا سکے یا نہ دیکھی جا سکے۔ اس نے اپنے وجود سے ظلمت کی صِفت کو الگ کر دیا تو اس ظلمت سے ایک ایسا وجود پیدا ہو گیا جو رات سے بھی زیادہ کالا تھا۔ اس کی پتلیاں خوفناک اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ اس نے ایک تلوار، ایک صراحی، ایک سر اور ایک ڈھال تھام رکھی تھی۔ گلے میں کھوپڑیوں کا ہار پڑا تھا۔ اس کے بہت سے نام تھے، مثلاً مہاکالی، ایکا دِیرا، کالا راتڑی وغیرہ۔ پھر پاکیزگی کی صفت سے لکشمی نے سرسَوتی کو پیدا کیا پھر مہالکشمی نے مہاکالی اور سراسَوتی سے کہا: آؤ ہم اپنے ہی وجود سے کچھ جُڑواں صورتیں، دیوتا اور دیویاں، پیدا کریں۔ اس نے ایک نر اور ایک مادہ کو جنم دیا اور ان کا نام برہما اور لکشمی رکھا۔ اسی طرح مہاکالی نے شِوا اور سراسَوتی کو، اور سراسوتی نے گوری اور وِشنو کو جنم دیا۔ مہالکشمی نے پھر سراسَوتی کی برہما سے، گوری کی شِوا سے اور لکشمی کی وِشنو سے شادی کر دی

اصل میں بات یہ ہے کہ ہر مصنّف جس کسی دیوی کے حالات کو عنوان بنا کر لکھتا ہے تو وہ اِسی دیوی کو ہی سب کا ماخذ و منبع قرار دیدیتا ہے۔ جو کچھ لکشمی کے بارے میں اُوپر بیان ہوا ہے یہی کچھ دُرگا کے بارے میں دوسری کتابوں میں ملتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ پہلے انسانی قربانیاں کالی کو پیش کی جاتی تھیں۔ اب یہ قربانیاں بند ہو چکی ہیں۔ لیکن یہ بندش ہندوؤں کی بہت بعد کی تصانیف کی رُو سے ہے، ان

سے پہلے نہیں تھی بلکہ اس کے لئے واضح ہدایات موجود تھیں۔ مثلاً کالیکا پران میں شِوا اپنے بیٹوں بھیرو کو تلقین کر رہا ہے کہ "بارہ سنگھے اور رہنو سے اس کا گوشت میری محبوبہ (کالی) کو پانچ سو سال تک خوش رکھتا ہے۔ ایک انسان کی قربانی، جو مقرّرہ قوانین کے مطابق ہو، دیوی کو ایک ہزار سال تک مسرور رکھتی ہے۔ تاہم انسانوں کی قربانی سے یہ ایک لاکھ سال تک خوش رہتے ہیں اسی طرح انسانی گوشت سے کاماکھیا، چندیکا اور بھیرو، جو میرا ہی رُوپ دھار لیتے ہیں، ایک ہزار سال تک خوش رہتے ہیں۔ خون کے مشروب کا چڑھاوا، جسے مقدّس کتابوں کی رُو سے پاک کر لیا گیا ہو، آبِ حیات کے برابر ہے۔ آدمی کا سر اور کچا گوشت بھی چندیکا کو مسرور کرتا ہے اگر قربانی پیش کرنے والا اپنے جسم سے خود ہی خون نکال کر چندیکا دیوی کو پیش کر دے تو یہ سب سے زیادہ قابلِ قدر چڑھاوا سمجھا جاتا ہے۔

قربانی پیش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی قربانی دے رہا ہے وہ دُو دفعہ کہے کالی، کالی! پھر کہے: خوش آمدید دیوی، گرج کی دیوی، خوش آمدید لوہے کے عصا والی دیوی! پھر وہ کلہاڑا اپنے ہاتھ میں لیکر "کال راتڑی" منتر پڑھے جو یہ ہے:

ہڑنگ بڑنگ۔ کالی کالی۔ اے خوفناک دانتوں والی دیوی!
کھاؤ، کاٹو، تباہ کر دو ہر ناپاکی کو، کاٹ ڈالو اس کلہاڑے
کے ساتھ۔ باندھو، باندھو۔ پکڑو، پکڑو، خون پی جاؤ۔
سپھینگ سپھینگ (قطرہ قطرہ)۔ محفوظ، محفوظ!
کالی کو ڈنڈوت!

قربانی کے مختلف جانوروں کے لئے مختلف منتر ہیں۔ مثلاً اگر شیر کی قربانی پیش کی جاتی ہے تو کہا جائیگا:

او ہری! شیر کے رُوپ میں تم چندیکا کو اُٹھائے ہوئے ہو۔ میری برائیوں کو بھی اُٹھا لو اور میری بدبختیوں کو دور کر دو۔ اے شیر! تمہاری شکل ہری نے اختیار کی تھی۔ انسانی نسل کے ناپاک حصّے کو سزا دینے کے لئے! اور پھر اس شکل میں سچی بات تو یہ ہے کہ اُس نے ظالم ہرن یک سپُو کو قتل کر دیا تھا۔

مادہ جانوروں کی قربانی نہیں دی جاتی سوائے البتہ بہت ہی خاص حالات میں، تاہم عورت کی قربانی بالکل ممنوع ہے۔ حکم یہ ہے کہ شہزادے، مملکت کے وزراء کونسلر اور شراب بیچنے والے آسودہ حالی اور دولت حاصل کرنے کے لئے انسانی قربانی پیش کریں۔ (اپنی نہیں بلکہ کسی نوکر، مقروض، خریدشدہ مفلس، مجرم وغیرہ کی) اور دیوی کو جو "شکار" پیش کیا جاوے وہ اگر بھینس ہے تو چار سال کا ہو اور اگر انسان ہے تو پچیس سال کا ہو۔ اس موقع پر یہ منتر پڑھا جاتا ہے:

"خوش آمدید تین آنکھوں والی دیوی! جس کی انتہائی بھیانک شکل
ہے جس کی گردن میں انسانی کھوپڑیوں کا ہار ہے۔ جو تمام بدرُوحوں
کو تباہ کرنے والی دیوی ہے۔ جو کلہاڑے اور ایک برچھے سے
مُسلح ہے! اس خون کے ساتھ تمہیں سلام!"

دشمن کی بجائے کسی اور شخص یا جانور کو بھی قربان کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں انسان، بھینس یا بکری وغیرہ کو دشمن کا نام دے دیا جائے گا۔ اور ساری رسومات میں اسی نام کو دہرایا جائیگا۔ تصوّر یہ کر لیا جاتا ہے کہ دشمن کی روح اس کے اندر آجاتی ہے اور اس طرح اس کی موت سے دشمن کی موت بھی ہو جاتی ہے۔ اس موقع پر قربانی کرنے والے کو کہنا چاہیئے:

"او بھیانک شکلوں والی دیوی! او چنڈلیکا! کھا جاؤ ہڑپ کر جاؤ
اس میرے دشمن (نام لیکر) کو! آگ کی بیوی آگ کو سلام!
یہ ہے میرا دشمن جس نے مجھے دکھ دیا ہے۔ اب یہ اس (شخص یا
جانور) میں مشخّص ہو کر پیشِ خدمت ہے۔ اسے تباہ کر دو۔
او مہا ماری!"

خونی قربانیوں کیلئے خواہ کسی "شکار" کو قتل کرنا ہے یا قربانی دینے والے کے اپنے خون کے مشروب کی پیشکش ہے یا اس کا گوشت بھونا جانا ہے۔ بہت سی رسومات اور قاعدے قانون مقرر ہیں۔ بعض تہواروں میں اب بھی، لیکن شاذ، پجاری اپنا گوشت کاٹ ڈالتے ہیں اور اس ظالم دیوی کو خوش کرنے کیلئے اپنا جسم جلا ڈالتے ہیں۔

۷۔ مُکتاکیشی (لہراتے ہوئے بالوں والی) اس روپ میں دُرگا نے دیو کی فوجوں کے ایک اور حصّے کو تباہ کیا تھا۔ شکل وصورت میں اسے کالی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں دکھایا گیا۔ اس کے چار بازو ہیں۔ بائیں ہاتھ میں ایک تلوار اور ایک فولادی ٹوپی تھامے ہوئے ہے۔ دائیں ہاتھ سے خوف دور کرتی اور حوصلہ بڑھاتی دکھائی گئی ہے۔ یہ بھی اپنے خاوند کے جسم پر کھڑی ہے۔

۸۔ تارا (بچانے والی) اس نے سُمبھا کو قتل کیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سُمبھا کا سر اور دوسرے میں تلوار ہے۔ اسکی شکل بھی کالی کی شکل کے مطابق ہے۔

۹۔ چھنامستکا (بے سر) اس نے نسمبھا کو قتل کیا۔ اس کی شکل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی مہم مشکل تھی کیونکہ اس کا اپنا سر جسم سے آدھا الگ ہو چکا تھا۔ اُسے تصویروں میں صاف رنگت والی ننگی عورت دکھایا جاتا ہے جس نے کھوپڑیوں کا ہار پہن رکھا ہے اور جو اپنے خاوند کے جسم پر کھڑی ہے۔

۱۰۔ جگدگوری (زرد رنگ عورت مشہور عالم سندری) اس نے دیوتاؤں اور انسانوں کو دیووں سے نجات دلا کر ان کی تعریفیں اور شکریے اور دعائیں لیں۔ اس کے چاروں ہاتھوں میں ایک سنکھ ایک چکّر، ایک عصا اور کنول کا پھول ہے۔

سال کے مختلف موسموں میں دُرگا کی مورتیاں مذکورہ بالا تمام ناموں سے بنائی جاتی ہیں۔ ان کے پجاری ان مورتیوں سے طرح طرح کی برکتیں طلب کرتے اور مُرادیں مانگتے ہیں۔ ان ناموں کے عِلاوہ دوسرے ناموں سے بھی اس دیوی کی پوجا کی جاتی ہے۔ مثلاً چند ایک نام یہ ہیں:

۱۱۔ پرَت نیگرا اچھے تناسب والی۔ دُرگا کے اس نام کی مورتی نہیں بنائی جاتی۔ لیکن پجاری رات کے وقت سرخ کپڑے پہن کر اسے سرخ رنگ کے پھول، شراب اور خونی قربانیاں پیش کرتا ہے جانوروں کے گوشت کو کسی نشہ آور مشروب میں ڈبو کر بھونا جاتا ہے۔ تصور یہ کیا جاتا ہے کہ دشمن کا گوشت بھی اسی طرح جل جائیگا جس طرح یہ

آگ میں پھول رہا ہے۔

۱۲۔ اَنّ پُورنا وہ جو خوراک سے سیر ہو جاتی ہے۔ اسے خوبصورت عورت کے رُوپ میں ایک کنول کے پھول پر کھڑا ہوا دکھایا جاتا ہے۔ یا بعض تصویروں میں تخت

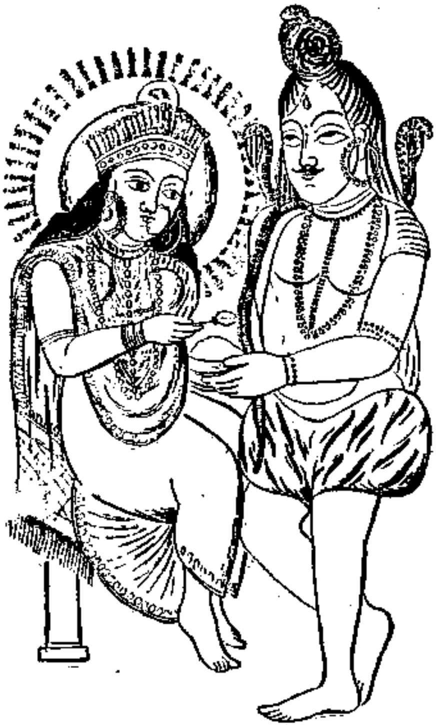

اَنّ پُورنا

پر بیٹھی ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں چاولوں کا پیالہ ہے دوسرے میں ڈوئی ہے۔ شِوا ایک گداگر کی صورت میں اس سے بھیک مانگ رہا ہے۔ شِوا بھیک مانگ کر اپنے بیوی بچوں کے لئے روزی کماتا تھا لیکن ایک موقع پر اس نے نشہ آور بوٹیوں کا رس پی رکھا تھا اس لئے وہ گداگری کیلئے نہ نکلا۔ درگا نے اُسے بتایا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ پچھلے دن کی آدھی بھیک وہ کھا چکے تھے، باقی آدھی کو گنیش کے چوہے اور کرتی کیا کے مور نے ختم کر دیا تھا۔ یہ سن کر شِوا بھیک مانگنے چلا گیا اور درگا اپنے بچے لیکر باپ کے گھر روانہ ہو گئی۔ لیکن راستے میں اسے نارد مِلا جس نے اسے اَنّ پُورن کہہ کر پکارا اور کہا جہاں جہاں سے شِوا بھیک مانگتا ہے تم ان پر پابندیاں لگا دو اور ممانعت کر دو۔ اس کا نتیجہ یہ

نکلا کہ شِوا کو کوئی کچھ بھی نہ دیتا۔ نارد اُسے ملا اور کہنے لگا گھر جاؤ۔ اَنّ پُورن نے گھر کے دروازے پر اس کا استقبال کیا اور اُسے خوراک دی۔ کھانا کھا کر یہ اتنا خوش ہؤا کہ اس نے اَنّ پُورن کو سینے سے لگا لیا اور اُسے اس زور سے بھینچا کہ دونوں کا جسم ایک ہو گیا۔

۱۳۔ **گنیش جننی** گنیش کی ماں۔ ایک بچہ اس کی گود میں ہے۔ اسی صورت میں اس کی پُوجا کی جاتی ہے۔

۱۴۔ **کرشن کرورا** وہ جو کرشن کی چھاتی سے لگائے ہوئے ہے۔ جب کرشن نے دریائے جمنا میں ایک سانپ کلیا سے لڑائی کی تھی تو سانپ نے اُسے ڈس لیا تھا۔ وہ درد سے بیتاب ہو کر دُرگا کو پکارنے لگا۔ درگا نے اس کی پکار سنی تو اپنی چھاتی کا دودھ اُسے پلا دیا اور یہ شفایاب ہو گیا۔

اٹھارواں باب

شِوا اور پاروَتی کے بیٹے

۱۔ گنیشَ

گنیش کو عام طور پہ شِوا اور پاروَتی کا سب سے بڑا بیٹا خیال کیا جاتا ہے، لیکن پُران اسکی پیدائش کے بارے میں بہت مختلف باتیں بتاتے ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ حکمت اور دانائی کا دیوتا ہے۔

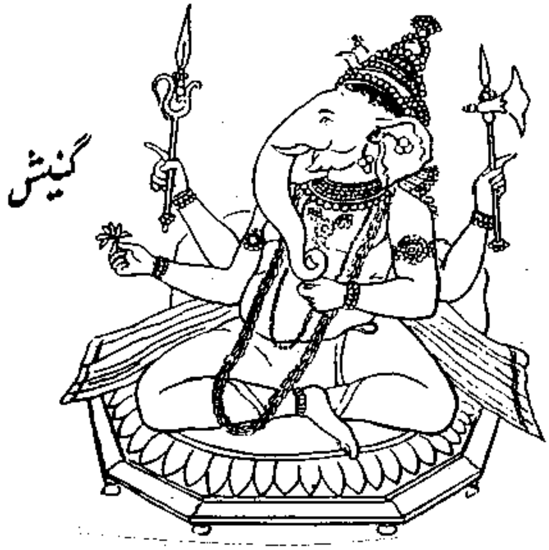

تمام قربانیاں، تمام مذہبی رسومات، علم و ادب کی تمام سنجیدہ تحریریں اور دنیا داری کے تمام اہم امور گنیش کا نام لیکر شروع کئے جاتے ہیں۔ یہ لفظ گنَ اور اِیشَ سے مرکّب ہے گنَ کے معنے ہیں دیوتاؤں کا اکٹھ، اور ایشَ کے معنے ہیں حاکم یا رہنما یا منتظم۔ گویا یہ دیوتا تمام دوسرے دیوتاؤں کا منتظم ہے۔

گنیشَ محتاط منصوبہ بندی اور حکمتِ عملی کا دیوتا ہے۔ صرف پدما پُران کہتا ہے کہ یہ شِوا اور پاروَتی کا بیٹا ہے۔ اسے تصویروں میں ہاتھی کے سر والا دِکھایا جاتا ہے۔ ہاتھی دانائی کی علامت

ہے۔ اسے ایک چوہے پر بیٹھا ہوا یا چوہے کی ہمراہی میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ عام طور پر اس کے چار، لیکن کبھی کبھی چھ یا آٹھ یا صرف دُو ہاتھ ظاہر کئے جاتے ہیں۔ جسم کے اعتبار سے اسے ہمیشہ بھاری بھر کم دکھایا جاتا ہے۔ اس کی تصویریں اور مورتیاں اکثر دکانداروں کے دروازوں پر رکھی رہتی ہیں یہ بتانا آسان نہیں ہے کہ گنیش کو اتنی مقبولیت سے کیوں پوجا جاتا ہے کیونکہ پُرانوں میں اسکی اُلوہیاتی قوت کا اظہار کرنے والی بہت کم حکایات ملتی ہیں۔ برہما وَیوَرتَ پُران اسکی پیدائش کی تفصیل اس طرح بتاتا ہے: شِوا کے ساتھ بیاہ ہو جانے کے بہت عرصہ بعد تک پاروَتی کے کوئی بچہ پیدا نہ ہَوا تو وہ بہت پریشان ہوئی۔ اسے بچے کی بڑی خواہش تھی۔ اس کے خاوند نے مشورہ دیا کہ تم پُنیا کوَرَتا والی پرستش کرو۔ یہ وِشنو کی پوجا ہے جو ماگھ کی چاند راتوں کے تیرھویں دن شروع کی جاتی ہے اور جسے ایک سال تک جاری رکھا جاتا ہے۔ اس دَوران ہر روز پھُول، پھل، روٹیاں، برتن، موتی، سونا وغیرہ کا دان دیا جاتا ہے اور ایک ہزار براہمنوں کو کھانا کھِلایا جاتا ہے۔ اس پُوجا کے اَدا کرنے والے کو بڑی احتیاط کے ساتھ دل کی صفائی کا خیال رکھنا اور ہرَی کا تصوّر جمانا پڑتا ہے۔ پاروَتی نے سَنَت کمارَ کی مدد اور نگرانی میں یہ عمل دریائے گنگا کے کنارے بیٹھ کر پورا کیا۔ لیکن کچھ وقفے کے دوران واپس گھر آ کر پہلے کرشن کو مجسمۂ نور کی صورت میں اور پھر ایک بوڑھے براہمن کی صورت میں دیکھا۔ اس پوجا کا نتیجہ برآمد ہونے میں کچھ دیر لگ گئی تو وہ بہت مغموم ہو گئی۔ نگاہوں سے اوجھل کسی وجود نے اس سے کہا:
اپنے کمرے کے اندر جاؤ تمہیں وہاں تمہارا بیٹا مِل جائے گا "جو گولوکا" کا مالک یعنی کرشن ہے کیونکہ تمہاری پرستش کے خلوص سے متاثر ہو کر کرشن نے تمہارے بیٹے کا رُوپ دھار لیا ہے۔

اس موقع پر تمام دیوتا شِوا اور پاروتی کو مبارکباد دینے آئے۔ بچے کو دیکھنے کے لئے ہر دیوتا کو الگ الگ بھیجا گیا۔ اُن میں زُحل سیّارہ بھی تھا جو اگرچہ نومولود کو دعائے برکت دینے کا بڑا خواہشمند تھا تاہم اس نے اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور وہ سارا وقت زمین کی طرف دیکھتا رہا۔ پاروَتی نے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا: میں وِشنو کے دھیان میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ میں نے بیوی کی محبت کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر میری بیوی بگڑ گئی اور اس نے مجھے یہ سراپ دیا کہ تم جس کسی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھو گے وہ تباہ ہو جائے گا۔ اس لئے اب میں بڑی احتیاط کرتا ہوں اور کسی کے چہرے پر اپنی نظر نہیں پڑنے دیتا۔ پاروتی نے پروا نہ کی اور کہا جو ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ تم بے شک بچے کو

دیکھ لو۔ اس نے دھرم کو گواہ بناتے ہوئے کہ پاروتی نے اُسے اجازت دی ہے گنیش کو نگاہ بھر دیکھ لیا۔ فوراً بچے کا سر دھڑ سے جدا ہو گیا اور کرشن کے آسمان کی طرف اُڑ گیا جہاں یہ اس مادّے سے یکجان ہو گیا جس سے الگ ہوا تھا۔

دُرگا نے بے سر کا دھڑ اپنے بازوؤں میں تھام لیا اور زمین پر بیٹھ کر زور زور سے رونے لگی سب دیوتا بھی رونے لگ گئے۔ وشنو نہ رویا۔ وہ گرودا پر سوار تھا۔ اُڑ کر پُشپا بھدرا دریا پر پہنچا۔ جہاں اس نے دیکھا کہ ایک ہاتھی سو رہا ہے۔ اس نے فوراً اُس کا سر اُتار لیا اور اُڑتا ہوا واپس پہنچا اور اسے گنیش کے جسم پر چپاں کر دیا۔ گنیش کو دوبارہ زندگی مل گئی۔ خوشیاں منائی گئیں۔ والدین نے دیوتاؤں اور براہمنوں میں قیمتی تحفے تقسیم کئے۔ پاروتی کے باپ "مشفق ہمالیہ" نے بھی خزانے بانٹے۔ بدقسمت زحل کو ایک سراپ مِلا اور وہ جب سے اب تک لڑکھڑاتا لنگڑاتا چلتا ہے۔

اسی پُران کے ایک دوسرے حصّے میں مزید تفصیل دی گئی ہے لیکن یہ اُوپر دیئے گئے حالات سے مختلف ہے۔ شوا نے ناراض ہو کر آدیتہ (سورج) کو قتل کر دیا۔ اگرچہ اسے واپس زندہ کر دیا لیکن اس سے کشیپ رِشی ناراض ہو گیا اور اس نے بد دعا دی کہ شِوا کے بیٹے کا سر ضائع ہو جائیگا جس ہاتھی کا سر گنیش کے جسم پر رکھا گیا تھا وہ اِندرا کا ہاتھی تھا۔ اس کا سر اس لئے کاٹا گیا کہ اس نے پھولوں کا وہ ہار اپنی گردن سے گرا دیا تھا جو دُرواسس رشی نے اُسے دیا تھا۔ تاہم اندرا اپنے ہاتھی سے محروم نہیں ہوا کیونکہ وِشنو نے، اپنی بیوی کی استدعا پر، اُسے ایک اور ہاتھی دے دیا تھا۔

گنیش کا بیرونی دانت صرف ایک ہے۔ اسی لئے اسے ایک دنت بھی کہتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ: پرسورام جو شِوا کا خاص شاگرد تھا۔ ایک دفعہ اپنے آقا سے ملنے کیلاش پر گیا جب وہ اس کے گھر پہنچا تو گنیش نے اسے اندر والے کمرے میں نہ جانے دیا کیونکہ اس کا باپ سو رہا تھا۔ پرسورام نے اصرار کیا تو دونوں لڑ پڑے۔ گنیش نے اسے سونڈ میں لیکر اُچھال دیا اور یہ زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔ جب ذرا سنبھلا تو اس نے اپنا کلہاڑا گنیش پر دے مارا۔ گنیش نے بڑی انکساری سے اسے دانتوں پر روک لیا لیکن اس کا ایک دانت کٹ گیا۔ گنیش نے کلہاڑے کو ادب سے اس لئے لیا تھا کہ یہ اُس کے باپ نے پرسو رام کو دیا تھا اور گنیش نے اسے پہچان لیا تھا۔ پاروتی کو بیٹے کے دانت کے اس طرح کٹ جانے پر بڑا غصہ آیا۔ وہ پرسورام کو سراپ دینے ہی لگی تھی کہ کرشن

لڑکے کی صورت میں آ پہنچا اور اس نے سب کا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔ پرسورام کرشن کا مخلص پجاری تھا اس لئے وہ اس کی مدد کو پہنچا۔ کہا جاتا ہے کہ برہمانے پاروتی سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے بیٹے کی پوجا دوسرے دیوتاؤں کی پوجا سے پہلے ہوگی۔ اس کے دانت ٹوٹ جانے کی وجہ بھی ایک بددعا تھی جو ایک رشی تلسی نے اُسے دی تھی۔ یہ دونوں کسی بات پر لڑ پڑے تھے۔

متسیا پران میں گنیش کی ابتدا کے بارے میں بالکل مختلف حالات بیان ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ پاروتی نہانے گئی اور اپنے ساتھ تیل پھلیل وغیرہ لے گئی پھر ان سے اور اپنے بدن کی میل کچیل سے ایک آدمی کا بت بنایا۔ پھر اس پر گنگا کا پانی چھڑک کر اُسے زندگی دیدی۔ اس بت کا سر ہاتھی کا تھا۔ شوا پران میں اس سے آگے لکھا ہے کہ گنیش کو زندگی عطا کر کے پاروتی نے اسے اپنے دروازے پر بٹھا دیا کہ کسی کو مداخلت نہ کرنے دے کیونکہ اندر وہ نہا رہی ہے۔ اتنے میں شوا آگیا اور اس نے اندر جانا چاہا مگر اس نے اُسے نہ جانے دیا۔ جھگڑا بڑھ گیا۔ شوا نے گنیش کا سر کاٹ ڈالا لیکن جب اسکی پاروتی نے اُسے بتایا کہ اس نے میرے ہی حکم پہ دروازہ بند کر رکھا تھا اور پھر وہ رونے لگی کہ یہ تو میرا بیٹا تھا جسے تم نے مار ڈالا ہے تو شوا نے حکم دیا ہے کہ جو پہلا سر دستیاب ہو وہ میرے پاس لایا جائے۔ اتفاق سے یہ ہاتھی کا سر تھا۔ شوا نے یہ سر اپنے بیٹے کے دھڑ سے لگا دیا اور اس طرح اسے زندگی مل گئی۔

واراہ پران میں بتایا گیا ہے کہ گنیش کو شوا نے اکیلے ہی تخلیق کیا۔ ہوا یوں کہ غیر فانی ہستیوں اور پاک رشیوں نے محسوس کیا کہ نیک اور بد دونوں اعمال کے کرنے میں کسی کو کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ کوئی ایسا واسطہ ہونا چاہیئے جو برے کام کرتے وقت مخالفت کرنے والے کی صورت میں سامنے آجائے اور انسان کے اور اسکی بدعملی کے درمیان حائل ہو جائے۔ مشورے کے لئے یہ شوا کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: اے مہادیو! خداؤں کے خدا! تین آنکھوں والے! ترشول کے مالک! صرف تم ہی ایسا وجود تخلیق کر سکتے ہو جو نامناسب اعمال کے سرزد ہونے سے پہلے مخالفانہ رکاوٹ بن جاوے۔ یہ الفاظ سن کر شوا نے پاروتی کی طرف دیکھا۔ پھر وہ سوچ میں پڑ گیا کہ دیوتاؤں کی خواہش کیسے پوری کی جا سکتی ہے۔ اچانک اس کے چہرے کی تنویر سے ایک نوجوان برآمد ہوا جس کے حسن وجمال کی شعاعیں چار اطراف میں پھیل گئیں۔ اس کی تمام صفات شوا

والی تھیں اور بظاہر وہ دوسرا رُدر دکھائی دیتا تھا۔ آسمانوں کی تمام عورتیں اس کے حُسن و جمال سے دم بخود رہ گئیں۔

اوما نے اس حسین و جمیل نوجوان کو دیکھا تو اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ غصّے میں آ کر اس نے اُسے سراپ دیا : خوش لِقا نوجوان کی صورت میں تم میری نگاہوں کے دشمن نہیں بن سکو گے لہٰذا فوراً ہاتھی کا سر اور ایک بہت بڑا پیٹ اختیار کر لو تا کہ تمہارا ظاہری حسن و جمال غائب ہو جائے۔ پھر شِوا اپنے بیٹے سے مخاطب ہوا : تمہارا نام شِوا کا بیٹا اور گنیشؔ ہو گا۔ تم وِنؔ یکؔ اور گنؔ کے سردار ہو گے۔ "کامیابی" اور "مایوسی" دونوں تم سے پیدا ہونگے۔ اور دیوتاؤں میں، قربانیوں میں اور تمام معاملات میں تمہارا ہی اثر درسوخ ہو گا۔ ہر موقع پر تمہاری پوجا سب سے پہلے ہو گی اور تمہارا نام سب سے پہلے لیا جائے گا۔ جو کوئی ایسا نہ کریگا اس کے تمام مقاصد اور اس کی تمام دعائیں ناکام ہو جائیں گی۔

سکندا پُران میں گنیش کے وجود کا مقصد اور اس کی ابتدا کے حالات زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ شِوا پاروَتی کو مخاطب ہو کر کہتا ہے : دوَاپَر یگ اور کالی یگ کے درمیانی وقفے کے دوران نور و ظلمت کی جو ملی جلی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اس میں عورتیں، غیر مہذب وحشی لوگ، شودرَ اور گناہوں کے کام کرنے والے دوسرے لوگ آسمانوں میں داخل ہو گئے کیونکہ انھوں نے سوم اِیشوَرَ (سومناتھ) کے مندر کی زیارت کر لی تھی۔ قربانیاں، زاہدانہ اعمال، دان پُن کے عطیات اور تمام دوسرے مقررہ احکام و رسومات کی پابندیاں ختم کر دی گئیں اور لوگ صرف شِوا کے مندر کی طرف جوق در جوق جانے لگے۔ بس پھر کیا تھا، نوجوان اور بوڑھے، وہ جو وید دل پر عبور رکھتے تھے اور وہ جو ان سے ناواقف تھے، بلکہ عورتیں اور شودرَ بھی آسمانوں پر چڑھ گئے اور وہاں تل دھرنے کو جگہ بھی نہ رہی۔ اندرا اور دوسرے دیوتاؤں کو بڑی پریشانی ہوئی کہ اب آدمیوں نے آسمانوں پر قبضہ کر لیا ہے تو ہم کہاں جائیں گے۔ سب مل کر شِوا کے پاس پہنچے کہ اس یلغار سے ہمیں بچایئے اَے شنکرُ! آپ کی مہربانی سے اب آسمان آدمیوں سے بھر گیا ہے۔ اور ہمیں تقریباً نکال دیا گیا ہے۔ یہ فانی لوگ جہاں اور جدھر چاہتے ہیں آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک یہ نعرہ لگاتا پھرتا ہے کہ میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ دھرمَ راجا ان کے اچھے اور بُرے

اعمال کے رجسٹر دیکھ کر ورطۂ حیرت میں گم ہے۔ سات دوزخیں انہی کے استقبال کے لئے تیار کی گئی تھیں لیکن تمہارے مندر کی زیارت کے بعد ان کے سب گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ اب یہ نہایت اعلیٰ مستقبل کو حاصل کر چکے ہیں"۔ شوا نے جواب دیا: سوم کے ساتھ میرا یہی وعدہ تھا، اور یہ وعدہ کسی صورت میں بھی توڑا نہیں جاسکتا۔ جو کوئی بھی سوم ایشور کے مندر کی زیارت کریگا وہ آسمان (بہشت؟) میں ضرور پہنچے گا۔ لیکن ٹھہرو، پاروتی کی منت سماجت کرو وہ تمہاری اس مصیبت سے چھٹکارے کا کوئی راستہ ضرور نکال لے گی۔ چنانچہ دیوتا پاروتی کے پاس پہنچے اور اس کی تعریف میں یوں گویا ہوئے:

"تمہاری تعریف اَے دیویوں کی دیوی! سب سے اعلیٰ
سب سے برتر! کائنات کو سہارا دینے والی، تمہاری
تعریف! تم تخلیق بھی کرتی ہو اور تباہ بھی کرتی ہو! ہمیں
اپنی مدد عطا فرماؤ اور اس مصیبت سے بچا لو۔"

اَے دیوی! اِندرا اَور دیوتاؤں کی دعا سن کر تم نے ان پر ترس کھایا تھا، اور پھر آہستہ آہستہ تم نے اپنے بدن کو مَسلا تو ایک حیرت انگیز وجود پیدا ہو گیا تھا جس کے چار بازو تھے اور ہاتھی کا سر تھا اور پھر تم نے دیوتاؤں کو اس طرح خطاب کیا تھا: تمہارے فائدے کیلئے میں نے یہ وجود تخلیق کیا ہے جو آدمیوں کی راہ میں رکاوٹ بنے گا اور اُنکی توجہ کو پھیر کر اُنکی سومنات کی زیارت کی خواہش کو ختم کر دیگا اور اس طرح یہ لوگ دوزخ میں گر جائیں گے۔ یہ سُن کر دیوتا خوش ہو گئے اور گھروں کو واپس چلے گئے۔

ہاتھی کے چہرے والے نے پھر دیوی سے کہا: اَے حسین دیوی، فرمائیے میرے لئے کیا حکم ہے؟ تم نے جواب دیا: آدمیوں کی سومنات کی زیارت کی راہ میں رکاوٹیں ڈالو۔ ان کے دل میں عورتوں، بچوں، دنیاوی ملکیتوں اور مال و دولت کی محبت پیدا کر دو تاکہ اپنے اس مقصد سے غافل ہو جائیں۔ ہاں البتہ وہ لوگ جو مندرجۂ ذیل بھجن سے تمہاری دلجوئی کریں ان کے راستے سے رکاوٹیں ہٹا دو تاکہ وہ سومنات کے مندر کی پوجا کریں اور شوا کی خوشنودی حاصل کریں۔ بھجن یہ ہے:

اوم — میں تمہاری تعریف کرتا ہوں اے تکلیفوں کے

آ قا اور مالک ! تم سِدّھی (علم) اور بدّھی (عقل و فہم)
کے محبوب خاوند ہو گنپتی ، ناقابلِ شکست اور فتح عطا کرنے
والے ! جو تمہاری پوجا نہیں کرتے ان کی کامیابی کی راہوں
میں رکاوٹیں ڈالنے والے ! میں تمہاری تعریف کرتا ہوں
اَے گنیشؔ ! اُومؔ کے مُدراؤنے بیٹے ۔ ثابت قدم اور
آسانی سے راضی ہوجانے والی ! اَے وِن یک میں
تیری تعریف کرتا ہوں ۔ اے ہاتھی کے چہرے والے
جس نے پہلے دیوتاؤں کی حفاظت کی اور اُن کی خواہشات
پوری کیں ، میں تیری تعریف کرتا ہوں ۔"

پاروتی نے کہا : اس طرح تمہاری تعریف اور پوجا کی جائیگی ۔ اور جو کوئی پہلے سے اپنی قربانیوں ' یاترون اور دوسرے اعمال میں تمہارا نام لیگا یا تمہیں پکاریگا تو اَے دیوتا وِنّ یک ! اس کی مُرادوں کے بر آنے میں کوئی مشکل حائل نہ ہوگی اور اس کے تمام کام مفید ثابت ہوں گے ۔

کہا جاتا ہے کہ ویاس جی نے اپنی کتاب مہا بھارت گنیشؔ سے لکھوائی ۔ اس کتاب کے "آدی پروا" میں مذکور ہے کہ جب رشی نے کتاب تصنیف کرنی چاہی تو برہما نے اُسے مشورہ دیا کہ تم گنیش کو کاتب بنالو ۔ چنانچہ ویاس نے پہلے کچھ مشکل عبارتیں اُسے پریشان کرنے کے لئے لکھوائیں ۔ ان عبارتوں کو آج تک سوائے مصنّف اور اس کے شاگرد دسوکا کے اور کوئی نہیں سمجھ سکا ۔ گنیشؔ سے ان کے معنوں پر غور کر رہا تھا کہ وہ کیا لکھ رہا ہے ، اتنے میں ویاس نے کچھ اور مشکل عبارتیں بنا ڈالیں ۔

۲ ۔ کرِتی کیا

جنگ کے دیوتا اور دیوتاؤں کے فوجوں کے سپہ سالار کرِتی کیا کو شِوا اور پاروتی کا چھوٹا بیٹا کہا جاتا ہے ۔ اکثر پرانوں کی حکایات میں اُسے ایسا ہی کہا گیا ہے ۔ لیکن یہ ان کا بیٹا اس لحاظ سے ہے کہ انہوں نے اسے بنایا تھا ۔ دیوتاؤں نے برہما سے کہا کہ ہماری فوجوں کا کوئی قابل سالار ہونا چاہیئے

تو اس نے اس کی پیدائش کا انتظام کیا۔ راماین میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”چونکہ شِوا، دیوتاؤں کا آقا اور مالک، سخت ریاضتوں میں مصروف تھا اس لئے دیوتا برہما کے پاس گئے۔ انھوں کہا کہ مہا دیو کی جگہ پر ہمیں سپہ سالار دیا جائے۔“ آپ نے مہا دیو کو پہلے ہماری فوجوں کا سالار بنایا تھا۔ اب وہ اُوما کے ساتھ بہت بڑی ریاضتوں میں مصروف ہے۔“ برہما نے جواب دیا کہ چونکہ اُوما کی ایک بد دُعا کے مطابق دیوتاؤں کی بیویوں کا کوئی بیٹا پیدا نہیں ہو سکتا اس لئے اگنی کا ایک بیٹا دریائے گنگا کے بطن سے پیدا ہونا چاہیئے تاکہ یہ تمہاری فوجوں کا سالار ہو۔“ اس جملے کی تشریح کہ اگنی اس دیوتا کا باپ ہوگا۔ مہا بھارت سے لئے گئے اس اقتباس میں ملتی ہے۔ کرتی کیا کو جنرل کا عہدہ سونپا ہی گیا تھا کہ ”وہ دیوتا جس کا نشان بیل ہے (یعنی شِوا) اپنی دیوی کے ساتھ پہنچ گیا۔ اُس نے خوش ہو کر اُسے تکریم دی۔ براہمن اگنی کو رُدر کہتے تھے۔ لہذا کرتی کیا رُدر کا بیٹا ہے۔

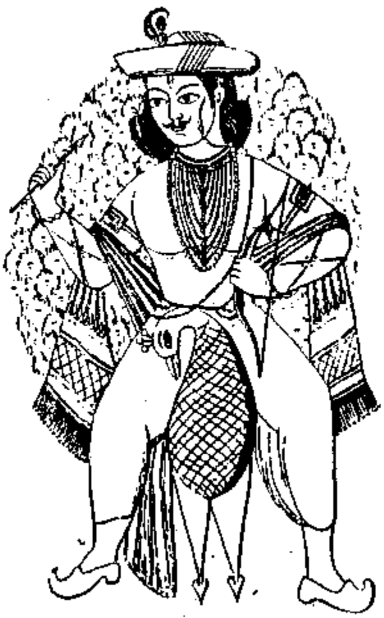

کرتی کیا

جب دیوتاؤں نے رُدر کو اس کا احترام کرتے دیکھا تو انہوں نے بھی اس بڑی خوبیوں والے دیوتا کو رُدر کا بیٹا کہنا شروع کر دیا کیونکہ اس بچے کو پیدا رُدر ہی نے کیا تھا جب وہ آگ میں داخل ہوا تھا۔ سکند (یعنی کرتی کیا) سب سے مشہور دیوتا اگنی سے پیدا ہوا جو رُدر تھا اور

سواہا (ادما) سے اور رِشیوں کی چھ بیویوں سے، رُدرَ کا بیٹا تھا۔"

اس اقتباس کا مفہوم اس سے ماسبق عبارت کے پڑھنے سے زیادہ واضح ہوجاتا ہے:

"دانوَس نے دیوتاؤں کی فوج کو شکست دے دی تو اِندرا بڑا پریشان ہوا۔ وہ اس موضوع پر محوِ استغراق ہے کہ اس نے ایک عورت کی چیخ سنی جو اُسے مدد کے لئے پُکار رہی تھی اور ایک خاوند مانگ رہی تھی جو اس کی حفاظت کرسکتا۔ اِندرا دیکھتا ہے کہ اسے کیشِن جِنّ نے پکڑ رکھا ہے اِندرا نے اسے لعن طعن کی تو جِنّ نے ایک گدّ اِندرا پر دے مارا۔ اِندرا نے اپنے "رعد کے تیر" سے اسے توڑ ڈالا۔ اس کے اگلے وار پر جِنّ زخمی ہوکر بھاگ گیا۔ اِندرا نے عورت کے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا میرا نام دیوَ سینا (دیوتاؤں کی فوج) ہے۔ میری ایک بہن ہے جس کا نام دیتیاسینا (دیتیاؤں کی فوج) ہے ہم دونوں پرجاپتی کی بیٹیاں ہیں۔ آپ مجھے ایک موزوں خاوند مہیّا کردیں جو دیوتاؤں کے دشمنوں پر فتح پا سکے۔ اِندرا دیوَسینا کو برہما کے پاس لے جاتا ہے اور کہتا ہے اسے خاوند دو۔ برہما وعدہ کرتا ہے کہ جس قسم کا مددگار خاوند یہ چاہتی ہے پیدا ہوجائیگا اِتفاق سے وَسِشتھا اور دوسرے رِشی ایک قربانی کر رہے تھے۔ اِندرا کی پیشوائی میں سب دیوتا سومَ رس پینے کی غرض سے وہاں چلے گئے۔ اگنی کو پکارا گیا تو وہ بھی سورج کے خطے سے اُتر کر آگ کے اندر داخل ہوگیا۔ اس نے رِشیوں کے پیش کردہ مشروب کو لے لیا اور پھر دیوتاؤں کو دیدیا۔

آگ سے باہر آتے ہوئے اس نے ان عظیم رِشیوں کی بیویوں کو دیکھ لیا جو اپنی خانقاہوں میں پڑی آرام کر رہی تھیں اور میٹھی نیند میں تھیں۔ سنہری قربان گاہوں کے مُشابہ۔ چاند کی کرنوں کی طرح پاکیزہ آگ کے شعلوں کی طرح روشن۔ چمکدار ستاروں کی طرح جھلملاتی ہوئی۔ رشیوں کی ان بیویوں کو دیکھ کر اگنی کے حواس میں ہلچل مچ گئی۔ اس پر شہوت کا غلبہ ہوگیا۔ گھریلو آگ میں داخل ہوکر کیوں نہ قریب سے انہیں دیکھوں۔ گھریلو آگ میں داخل ہوکر اس نے ہر ایک کو اپنے شعلوں سے مَس کیا اور انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہا۔ بڑے عرصے تک وہ یہاں رہ پڑا۔ اس کی تمام تر توجّہ ان خوبصورت عورتوں پر جمی رہی۔ اُن کے حسُن سے مسحور ہوکر وہ مغلوب ہوگیا۔

اگنی براہمنوں کی بیویوں کو حاصل نہ کرسکا تو اس نے اپنے جسمانی وجود کو ترک کر دینے کا فیصلہ کیا اور پھر جنگل میں چلا گیا۔ پھر سواہا، دکشا کی بیٹی، سب سے پہلے اس کے عشق میں مبتلا ہوگئی۔ یہ وارفتۂ شوق

لیکن الزامات سے پاک دیوی بہت دنوں سے اس کی کسی کمزوری کی تلاش میں تھی لیکن اسے کوئی کمزوری مل نہ سکی تھی۔ اب اسے معلوم ہوا کہ وہ جنگل میں چلا گیا ہے اور شہوت نے اُسے پریشان کر رکھا ہے تو اس وارفتۂ شوق دیوی نے دل ہی دل میں سوچا: "میں اسکی محبّت میں بیتاب ہوں۔ اس لئے باری باری سات رِشیوں کی بیویوں کا رُوپ دھار لوں گی اور اگنی کی محبت کو اپنی طرف مائل کروں گی اس طرح وہ بہت خوش ہوگا اور میری خواہش پوری ہوتی رہیگی"۔ سب سے پہلے اس نے اَنگِرس کی بیوی سیوا کی صورت اختیار کی۔ اور پھر یہ خوبصورت دیوی اگنی کے پاس چلی گئی "اگنی تمہیں مجھ سے محبّت کرنی ہوگی۔ میں تمہاری محبّت میں بہت بیقرار ہوں۔ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو میں مرجاؤنگی۔ اگنی! میں ہوں سیوا، تمہارے پاس آئی ہوئی، اَنگِرس کی بیوی۔ نیک عورتوں کی بھیجی ہوئی!" اگنی نے جواب دیا: تم کو، اور سات رِشیوں کی محبوب بیویوں کو یہ کیسے معلوم ہوا ہے کہ میں محبّت سے بیتاب ہوں؟" اگنی دعوتِ گناہ کو رَد نہ کر سکا۔

سیوا کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر وہ اس طرح رشیوں کی بیویوں کے رُوپ میں دیکھی گئی تو ان پر بدکاری کا الزام لگ جائے گا۔ پس اس نے وِشنو کے پرندے گرُوڑ کی صورت اختیار کر لی اور جنگل سے اُڑ گئی۔ پھر دوسری دفعہ وہ اگنی کے پاس دوسرے رشی کی بیوی کی شکل میں آئی اور اس طرح اس سے چھ ملاقاتیں کر گئی۔ پھر اس نے اگنی کی صحبت سے جو جراثیم حاصل کئے تھے وہ اس نے ایک سنہری تالاب میں ڈالدیئے جس کی پوجا یہ رِشی کرتے تھے۔ اس تالاب سے ایک "بیٹا" پیدا ہوا۔ تالاب کے اس بیٹے کمُار (کرتی کیہا) کے چھ سر تھے، دگنے کان تھے، بارّہ آنکھیں، بازو اور پاؤں تھے۔ ایک گردن اور ایک پیٹ تھا۔

کرتی کیہا کا بیاہ دیوسینا سے کر دیا گیا۔ رشیوں کی چھ بیویاں، اسکی مائیں، اس کے پاس آئیں انھوں نے شکایت کی کہ ان کے خاوندوں نے انھیں چھوڑ دیا ہے اور سابقہ مقام سے گرا دیا ہے۔ انھوں استدعا کی کہ بہشت (سُورگ) میں ان کا داخلہ کرا دیا جائے۔ جب سکند نے انکی خواہشات پوری کر دیں تو سواہا اس سے کہنے لگی: اصل بیٹے تو تم میرے ہو۔ میں تم سے وہ محبّت مانگتی ہوں جس کا حاصل ہونا بہت مشکل ہے۔ تم مجھے وہ محبت حاصل کرا دو"۔ سکند نے پوچھا تم کونسی محبّت کی خواہشمند ہو؟ سواہا نے جواب دیا: میں بچپن سے ہی اگنی کی گرویدہ ہوں۔ میں دکشا کی بیٹی سواہا —— لیکن

اَے میرے بیٹے! اگنی مجھے اچھی طرح نہیں جانتا حالانکہ میں اس پر دل وجان سے فریفتہ ہوں"۔ سکندَ نے جواب دیا۔ براہمنوں کا جو بھی مشروب بھجنوں میں جائز قرار دیا گیا ہے، اے دیوی، وہ اسے ہمیشہ اُٹھا کر آگ میں پھینکیں گے اور کہیں گے "سواہا" (خوش رہو)۔ اس طرح اَے حسین دیوی! اگنی تمہارے ساتھ مسلسل زندگی بسر کریگا۔" پھر برہما پرجاپتی نے سکندَ سے کہا: تم بھی اب، تریپورہ کو پریشان کرنے والے، اپنے باپ مہادیوَ کے پاس جاؤ۔ تم غیر مفتوح کو رُدرا نے تمام دنیاؤں کے بھلے کے لئے پیدا کیا جو اگنی کے اندر داخل ہو گیا تھا۔ اور تمہیں اُوما نے پیدا کیا ہے جو سواہا کے اندر داخل ہو گئی تھی!

یہ جو رُدرَ کے اگنی کے اندر داخل ہو جانے کی بات ہے اس کی وضاحت ہمیں رامائن میں ملتی ہے دیوتاؤں کو یہ خوف پریشان کرنے لگا کہ شِوا اور پاروَتی جیسے عظیم جوڑے کی اولاد کے ساتھ رہنا ہمارے لئے سخت دشوار ہوگا تو انھوں شِوا اور پاروَتی کی منّت کی کہ آپ بچے پیدا نہ کریں۔ شِوا مان گیا لیکن اُوما نے ناراض ہو کر کہا: اچھا، اگر میں بچے نہ جنونگی تو دیوتاؤں کی بیویوں کے بھی کوئی اولاد نہ ہوگے بدقسمتی سے دیوتا اپنی استدعا لے کر دیر سے پہنچے تھے۔ اس لئے وہ کرتی کیا کی پیدائش کو نہ روک سکے۔ اس جرثومے کو جس سے یہ پیدا ہوا زمین نے لے لیا۔ اگنی اور وائیو اس کے اندر داخل ہو گئے اور انھوں نے اِسے اُوما کی بہن گنگا کے پاس محفوظ کر دیا اور اس طرح یہ دیوتا پیدا ہُوا۔

شِوا پُران اسکی اصلیت کے بارے میں مختلف بات بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کی پیدائش "تارکا" کی تباہی کیلئے عمل میں آئی تھی۔ اُوپر مہادیوَ کو تریپورہ کو پریشان کرنے والا کہا گیا ہے۔ یہ ایک جنّ تھا جو تریپورہ کا بادشاہ تھا۔ یہ انتہائی ظالم اور خودسر تھا۔ اس نے ریاضتیں کر کے برہما کو عطیّات دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے یہ گیارہ ریاضتیں کیں اور ان میں سے ہر ایک ریاضت سَو سال کی تھی:

۱ —— وہ ایک پاؤں پر کھڑا ہو گیا، دوسرے پاؤں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور انھیں اُوپر آسمان کی طرف اُٹھایا، پھر اپنی نظریں سورج پر جما دیں۔
۲ —— وہ ایک پنجے کے بل کھڑا رہا
۳ —— وہ صرف پانی پی کر گزارہ کرتا رہا
۴ —— وہ صرف ہوا کھاتا رہا

۵ — وہ پانی میں رہا
۶ — اسے زمین میں دفن کر دیا گیا
۷ — اسی طرح آگ میں رہا
۸ — ہاتھوں کے سہارے درخت کے ساتھ لٹکا رہا۔
۹ — سر کے بل کھڑا رہا
۱۰ — اپنے جسم کا وزن ایک ہاتھ پہ اُٹھائے کھڑا رہا۔
۱۱ — سر نیچے پاؤں اُوپر کر کے درخت کے ساتھ لٹکا رہا۔

ایسی سخت ریاضتوں کے انعام کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔ نیم دیوتاؤں کی فوج کے لوگ اور خود اندرا گھبرا گئے کہ اگر یہ ریاضتیں اسی طرح سخت اور مشکل ہونگی تو ان کا اقتدار ختم ہو جائیگا۔ لہٰذا وہ سب برہما کے پاس گئے اور اپنے خدشات بیان کرنے لگے۔ برہما نے کہا: میں ان ریاضتوں کو روک تو نہیں سکتا البتہ اب وہ جو بھی عطیہ طلب کرے گا میں اُسے دیکر بھی اُسے تمہارے خلاف بے اثر بنا دوں گا۔

ریاضتوں کے خاتمے پر تارکا نے مطالبہ پیش کیا کہ وہ قوّت و اقتدار میں بے مثال ہو جائے اور مہا دیو کے بیٹے کے علاوہ اور کوئی ہاتھ اُسے قتل نہ کر سکے۔ یہ عطیہ ملتے ہی وہ اتنا طاقتور ہو گیا کہ اندرا کو مجبوراً اُسے آٹھ سروں والا سفید گھوڑا " اُکھی سراوا" دینا پڑا۔ کوویر کو اپنے ایک ہزار بحری گھوڑوں سے محروم ہونا پڑا۔ رشیوں کو کام دھینو" نامی گائے دینی پڑی جو طلب کی ہوئی ہر چیز مہیا کر دیتی تھی۔ خوف کے مارے، سورج کی حرارت نہ رہی اور چاند ڈر کر مستقلاً بدر بن کر کھڑا کانپتا رہا۔ ہوائیں اُس کے حکم پر چلنے لگیں اور اس طرح وہ فطرت کے سارے انتظامات پر وہ مُتصرّف ہو گیا۔

نارَدَ نے ایک بیاہ کی پیشین گوئی کی تھی اور کہا تھا کہ اس سے دنیا کا نجات دہندہ پیدا ہو گا لیکن مہا دیو پر جذبۂ عشق کا کوئی اثر ہی نہ ہوتا تھا۔ اِندرا نے کامؔ کو ترغیب دی کہ تم مہا دیو کی گھات میں رہو۔ پھر اس نے ایسا انتظام کیا کہ پاروتی جب اسکی مورتی کو سجانے کے لئے پھول چن رہی ہو اور ناز و ادا کرتی ہوئی شِوا کے سامنے آئے تو کامؔ اُسے اپنے تیر سے گھائل کر دے۔ چنانچہ

ایسا ہی ہُوا۔ مہادیو اپنی محویت کے عالم میں تھا۔ کامَ اپنی بیوی رَتی (خواہش) اور اپنے گہرے دوست وسنتوُ (بہار۔ بسنت) کو ساتھ لے گیا اور منصوبے کے مطابق اس نے شِوا کو گھائل کر دیا۔ شِوا نے غصّے میں آکر کامَ کو اپنی ماتھے والی آنکھ کی تیز شعاع سے بھسم کر دیا کیونکہ وہ اسکی محویت میں مخل ہُوا تھا۔ یہ کہانی کئی بار دہرائی جا چکی ہے۔ مختصراً یہ کہ شِوا اور پاروتی کا بیاہ ہو گیا لیکن بڑی مدت گزر گئی اور ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہُوا۔ دیوتا وغیرہ تو نجات دہندہ کے انتظار میں تھے لیکن یہاں کسی بچے کی آمد کی کوئی خبر ہی نہ تھی۔ لوگ بہت پریشان ہوئے انھوں نے اپنی آہ و بکا پھر جاری کر دی۔ مہادیو کی موجودگی میں اگنی یہ خبر سنانے کیلئے وہاں پہنچ گیا کہ وہ انہیں ایک بیٹا مہیّا کر دیگا جیسا کہ دیوتا چاہتے ہیں۔ یہ بیٹا تارِکا کو تباہ کر دیگا۔ شِوا اپنی بیوی کو چھوڑ کر ابھی آیا ہی تھا کہ اگنی نے فوراً فاختہ کی صورت اختیار کر لی اور اس نے مہادیو سے وہ جرثومہ لے لیا جس سے کرتی کیا پیدا ہُوا تھا۔ فاختہ اُسے زیادہ دُور نہ لے جا سکی تو اس نے اُسے دریائے گنگا میں گرا دیا۔ اس کے کنارے پر ایک لڑکا ظاہر ہوا جو چاند کی طرح خوبصورت تھا اور سورج کی طرح چمکدار تھا۔ اس کا نام اگنی بھُو رکھا گیا (یعنی اگنی سے پیدا ہونے والا) اور سکند اور کرتی کیا وغیرہ کے نام دیئے گئے۔

اتفاقاً چھ راجاؤں کی چھ بیٹیاں (بنات النعش) نہانے آگئیں۔ انہوں نے اس لڑکے کو دیکھا تو ہر ایک نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ انھوں نے اسے اپنی چھاتیوں کا دودھ پلانا چاہا تو اس کے چھ منہ بن گئے۔ لڑکے نے سب کا دودھ پی لیا یہیں سے اس کا نام شستھی ماتریا (چھ ماؤں والا) پڑ گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بچے کی کوئی ماں نہ تھی، وہ صرف باپ سے وجود میں آیا تھا۔ پھر وقت آنے پر کرتی کیا اور تاریکا کے درمیان لڑائی ہوئی جس میں جنّ مارا گیا۔

ایک کہانی مشہور ہے کہ کس طرح گنیش نے اپنے بھائی کو "عقل کی مار" دی۔ ہُوا یوں کہ ان بھائیوں کو دُو بہنوں سدھی اور بدھی سے محبّت ہو گئی۔ طے یہ پایا کہ دنیا کا چکر لگا کر جو پہلے واپس آئیگا وہ ان کو حاصل کر سکے گا۔ گنیش نے عقلی دلائل اور حوالجات کی مہارت سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ دنیا کا چکر لگا کر بھائی سے پہلے واپس آگیا ہے حالانکہ وہ گیا ہی نہیں تھا۔ کرتی کیا تھکا ماندہ واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مقابلہ تو گنیش جیت چکا ہے۔ جب گنیش کی چالاکی ظاہر ہو گئی تو دونوں کنیے ناراض ہو گئے۔

کرتی کیا کی اصلیت کے بارے میں ایک اور روایت بھی ہے۔ شِوا نے اپنی آنکھوں سے چنگاریاں

چھوڑیں جو سَرَوَنْ جھیل میں جا پڑیں۔ یہاں یہ چھ بچے بن گئے۔ جنہیں رِشیوں کی بیویوں نے پرورش دی یہ چھ عورتیں بنات النعش ہیں جب پاروَتی نے ان خوبصورت بچوں کو دیکھا تو اس نے پیار سے انہیں گلے لگا لیا۔ پھر اس زور سے بھینچا کر ان کے چھ دھڑ باہم پیوست ہو کر ایک بن گئے۔ جبکہ ان کے چھ سر اور بارہ بازو اُسی طرح رہ گئے۔

جنوبی بھارت میں کرتی کیا کو "سُبرَمَنیا" کہا جاتا ہے۔ سکند پُران میں اسکی سُورہ کے ساتھ لڑائی کا مفصّل حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح اس کے باپ نے اسے دَکشا کی قُربانی میں گڑبڑ کرنے کے لئے بھیجا اور کس طرح دکشا کے بہکاوے پر خوبصورت دوشیزاؤں نے راستے ہی میں اُسے گھیر لیا اور رقص و سرود میں اُسے مصروف رکھا۔ اس وقت مندروں میں ناچنے والی لڑکیوں میں رِواج ہے کہ وہ اس سے بیاہ رچا لیتی ہیں۔ یہ بیسوائیں بن کر رہتی ہیں مگر شادی کسی سے نہیں کرتیں۔ یہ رِواج مندرجۂ بالا واقعے کے حوالے سے ابھی تک چل رہا ہے۔

* * *

حصّۂ سوم

کمتر درجے کے دیوتا

فوقُ البشر یا اُلوہیاتی مقام کے رِشی

اُنیسواں 19 باب

بھرگو

جب برہمانے دنیا کو آباد کرنا چاہا تو اس نے اپنی طرح کے کچھ "مولودۂ ذہن" بیٹے پیدا کر لئے ان کے نام یہ ہیں :

(۱) بھرگُو (۲) پُلاستا (۳) پُلاہَ (۴) کرتُو (۵) انگی رس ۔ (۶) مریچی (۷) دکشا
(۸) اَتری (۹) وشِستھ ۔(۱۰)۔ نارَد۔

یہ نو برہما یا برہمارشی کہلاتے ہیں اور پُرانوں میں انہیں بہت اہمیت دی گئی ہے مہا بھارت میں صرف سات کا ذکر تھا، لیکن اس رزمیہ کے مختلف حصوں میں جو فہرستیں ملتی ہیں ان میں بڑا اختلاف ہے۔ سات رشیوں کے متعلق تو مشہور ہے کہ یہ دُبِ اکبر ——— میں نظر آجاتے ہیں جب انکی بیویاں خوشۂ پروین میں چمک دمک دکھا رہی ہوتی ہیں۔ ان رشیوں کو پرجاپتی، یعنی اولاد کے مُورثین اعلیٰ، برہما پترا یعنی برہما کے بیٹے، اور براہمن بھی کہتے ہیں۔ وشنو پران کے مطابق بھرگُو نے اپنی بھتیجی کھیاتی سے شادی کی جو دکشا کی بیٹی تھی۔ اس بیوی سے اس کے ہاں سری یا لکشمی پیدا ہوئی۔ لیکن عام عقیدہ یہ تھا کہ لکشمی تو سمندر بلونے کے وقت تحفے کے طور پر آئی تھی لہذا اس تضاد کو یہ کہہ کر دُور کیا گیا ہے کہ " دیوتا ہوں، جانور ہوں یا انسان ہوں ان سب میں ہَری ہی سب کا نَر ہے اور جتنی بھی مادہ مخلوق ہے وہ لکشمی ہے[1]

مَنُو نے تخلیق کے بیان میں دس مہارشیوں کا ذکر کیا ہے جنہیں اس نے خود پیدا کیا تھا اور جن میں ایک کا نام بھرگُو بتایا ہے۔ اس بھرگُو نے پھر آگے سات اور مَنُو پیدا کئے اور پھر ان سات مَنُوؤں سے وہ سب کچھ پیدا ہوئی جو اس وقت ہے۔ مہا بھارت میں ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ تو معلوم ہے کہ چھ بڑے رشی برہما کے " مولودۂ ذہن " بیٹے ہیں لیکن ان میں بھرگُو کا کہیں نام نہیں آتا۔ پھر اسی کتاب میں ایک جگہ بھرگُو کو وَرُنا کا بیٹا ظاہر کیا گیا ہے لیکن یہاں وَرُنا

اور برہما کو ایک ہی ہستی بتایا گیا ہے اس ساری گڑبڑ کو اس طرح صاف کر دیا گیا ہے کہ :

> " ایک قربانی کی تقریب میں، جس میں برہما صدر تھا، وَرُونا
> کا ایک حصّہ قربانی کی آگ میں ڈال دیا گیا۔ وہاں سے تین آدمی،
> جسم والے، نمودار ہوئے۔ سب سے پہلے بھَرگو آگ کے
> شعلوں (بھڑک) سے باہر آیا پھر انگِراس انگاروں سے
> اور کَوِی (لکھے) راکھ سے نکلے۔ مہادیوَ، وَرُونا اور پاوَنَ
> تینوں دیوتاؤں میں سے ہر ایک نے کہا یہ بچے میرے ہیں ان
> کے علاوہ اگنی اور برہما بھی ان کے دعویدار بن گئے۔ آخر طے
> پایا کہ بھَرِگو ورونا کا بیٹا ہے، انگِراس اگنی کا بیٹا ہے اور کَوِی
> برہما کا بیٹا ہے "

اس نظم (مہابھارت) کے ایک اور حصّے میں کہا گیا ہے کہ : "ہم نے سنا ہے کہ قابلِ احترام رِشی بھَرِگُو کو برہما نے وَرُونا کی قربانی کے موقع پر آگ سے پیدا کیا تھا۔" بھاگوتَ پُران میں ہے کہ وہ "خالق" کی جلد میں سے برآمد ہوا۔ پھر مہابھارتَ میں ایک جگہ یوں بھی لکھا ہے کہ قابلِ احترام بھَرِگُو برہما کے دل کو پھاڑ کر باہر آیا۔

دَکشا کی اس بڑی قربانی کے موقع پر جس میں شِوا کو نہیں بلایا گیا تھا بھَرِگُو نے بڑے پُجاری کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ چونکہ اس نے شِوا اور اس کے پیروکاروں کی مخالفت اور دکشا کی حمایت کی تھی اس لیئے جھگڑے کے دوران اُسے اپنی داڑھی سے محروم ہونا پڑا۔

مہابھارتَ میں ایک حکایت ہے جس میں بھَرِگُو اندرا کو سراپ (بددُعا) دیتا ہے "اس وقت کے اِندرا کا نام نہوشا تھا۔ وہ بڑا مغرور بن گیا تھا۔ اس گناہ کی پاداش میں اُسے سابقہ نیکیوں سے محروم کر دیا گیا۔ اس نے رِشیوں کو مجبور کر رکھا تھا کہ وہ اسے ہر جگہ اُٹھائے پھریں جب اُسے اٹھانے کے لیئے اگستیا کی باری آئی تو بھَرگو نے اُسے کہا : تم کیوں دیوتاؤں کے اس بد دماغ بادشاہ کے توہین آمیز روّیے کے آگے جھکتے ہو؟ اگستیا نے جواب دیا کہ آج تک کسی رِشی نے نہوشا کو سراپ نہیں دیا کیونکہ ایک نعمت کے ذریعے اس کو یہ قدرت حاصل ہے

کہ وہ جس کسی پر اپنی نظر ڈالے گا اُسے اپنا فرماں بردار بنا لے گا۔ پھر تم جو بھی مشورہ دو گے میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔ بھرگو نے پھر اُسے بتایا کہ آج نہوشا تمہیں اپنی رتھ سے باندھ کر ٹھوکریں لگائے گا۔ مجھے برہما نے خاص طور پر اس کا انتقام لینے کیلئے بھیجا ہے اگر اس نے ایسا کیا تو میں غصّے میں آکر اُسے سراپ دوں گا اور اس ظالم کو سانپ بنا ڈالوں گا۔

طاقتور نہوشا نے سرسوتی کے کنارے سے اگستیا کو بلایا اور کہا کہ مجھے اُٹھاؤ۔ ذی شان بھرگو نے مَیترا وَرُم (اگستیا) سے کہا: اپنی آنکھیں بند کر لو، میں تمہارے بالوں کے جھوڑے میں گھس رہا ہوں۔ بادشاہ کا تختہ اُلٹنے کی غرض سے بھرگو اگستیا کے بالوں میں چھپ گیا۔ اگستیا چپ چاپ بُت بنا کھڑا رہا۔ بادشاہ اس کے پاس آگیا۔ اگستیا کو رتھ میں جوتنے کے لئے رتھ بھی قریب لائی گئی۔ بھرگو بادشاہ کی نگاہ قوت کو جانتا تھا اس لئے اُس نے اسکی طرف نہ دیکھا۔ نہوشا نے اگستیا کو گاڑی میں جوت دیا اور کہا کہ چلو۔ مگر وہ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ بادشاہ نے اُسے چابک مارے مگر پھر بھی وہ سکون کے ساتھ کھڑا رہا۔ اس پر بادشاہ نے اُسے ٹھوکر ماری۔ بھرگو جو اگستیا کے بالوں میں چھپا ہوا تھا غضبناک ہو گیا۔ پھر اس نے شدید لہجے میں دیوتاؤں کے بادشاہ نہوشا کو سراپ دیا۔ "او احمق! چونکہ غصّے میں آکر تم نے رشی کو سر پر چوٹ لگائی ہے اور اس عظیم منی کو مارا ہے اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائی ہے اس لئے سانپ بن جاؤ اور فوراً زمین پر گر پڑو۔" نہوشا فوراً سانپ بن کر زمین پر گر پڑا اگر بھرگو کو اندرا نے دیکھ لیا ہوتا تو وہ اُسے سزا نہ دے سکتا!

بھرگو نے ایک اور موقع پر اگنی کو بھی اسی طرح بد دعا دی۔ مہا بھارت میں لکھا ہے کہ ایک عورت پلوما نامی کی منگنی ایک جن کے ساتھ ہو گئی۔ بھرگو نے اس کے حسن سے متأثر ہو کر اس سے ویدوں کے احکام و رسوم کے مطابق شادی کر لی اور اسے خفیہ طور پر اُٹھا لے گیا۔ جنّ نے اگنی دیوتا کی مدد سے وہ جگہ تلاش کر لی جہاں دلہن کو چھپایا گیا تھا۔ وہ اُسے وہاں سے اُٹھا کر اپنے گھر لے آیا بھرگو اگنی پر ناراض ہوا کہ کیوں اس نے جن کی مدد کی ہے۔ پھر اس نے اُسے سراپ دیا کہ اے اگنی دیوتا! تم آئندہ ہر چیز کو کھا جاؤ گے۔ اگنی دیوتا نے بھرگو سے کہا: دیکھو، میں نے سچ بول کر اپنا فرض ادا کیا ہے۔ پھر تم نے مجھے سراپ کیوں دیا ہے؟ یاد رکھو کہ جب کسی سے کوئی بات

پوچھی جائے اور وہ جان بوجھ کر جھوٹ بولے تو وہ اپنی اگلی پچھلی ساٹھ پشتوں سمیت دوزخ میں جائیگا۔ اور جو حقیقت کو جانتے ہوئے بھی "اطلاع" کو روک لے یا خاموش رہ جائے اس کے لئے بھی یہی سزا ہے۔ سَراپ تو میں بھی دے سکتا ہوں لیکن ایک براہمن کا احترام کرتے ہوئے میں اپنے غصّے کو پی رہا ہوں۔ میں فی الحقیقت دیوتاؤں اور پچھلے بزرگوں کا مُنہ ہوں۔ جب ان کو گھی پیش کیا جاتا ہے تو وہ اُسے میرے ذریعے سے کھاتے ہیں کیونکہ میں اُن کا مُنہ ہوں پھر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ آج کے بعد میں ہر چیز کو کھا جایا کروں گا؟ بھرگُو نے یہ تقریر سُن کر اپنی بد دُعا میں ترمیم کر دی اور کہا: جس طرح سورج اپنی روشنی اور حرارت سے ساری اشیائے فطرت کو پاک بنا دیتا ہے اسی طرح اگنی میں سے جو چیز بھی گزریگی اگنی اُسے پاک صاف بنا دیگا۔

کہا جاتا ہے کہ بھرگو نے ایک بڑا عجیب و غریب کارنامہ سرانجام دے ڈالا۔ اُس نے ایک کھشتری بادشاہ کو براہمن میں تبدیل کر دیا۔ اس بے مثال کام کی تفصیل مہابھارت میں اس طرح دی گئی ہے:

کاشی (بنارس) کے بادشاہ دیوداس پر وِتاہَویا کے بیٹوں نے حملہ کر دیا اور اس کے سارے کنبے کو قتل کر ڈالا۔ مصیبت زدہ بادشاہ بھرَدواج رِشی کے پاس گیا اور اس نے اسکی خاطر ایک قربانی پیش کی۔ اس قربانی کے نتیجے میں بادشاہ کا ایک بیٹا پرَتردھن پیدا ہوا۔ جب یہ جوان ہوا اور اس نے جنگی فنون میں مہارت حاصل کر لی تو اس کے باپ نے اسے وِتاہَویا کے بیٹوں سے بدلہ چکانے کے لئے بھیجا۔ اب وِتاہَویا کو ایک اور رِشی بھرگُو کے پاس جانا پڑا اس نے اُسے پناہ دینے کا وعدہ کر لیا۔ پرَتردھن بھی اس کے تعاقب میں رِشی کے پاس پہنچ گیا اور اس نے مطالبہ کیا کہ پناہ گیر کو میرے حوالے کیا جائے۔ بھرگُو نیکی اور پارسائی میں بہت مشہور تھا اس نے پناہ گیر پر ترس کھاتے ہوئے جواب دیا کہ یہاں کوئی کھشتری نہیں ہے، سب براہمن ہیں۔ بھرگو کی اس سچی بات پر پرَتردن بہت خوش ہوا اور سادھو کے پاؤں چھوتے ہوئے اس نے کہا: اے ذی شان رِشی! پھر بھی میں نے اپنا مطلب پا لیا ہے اور بادشاہ کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ اپنی ذات بدل ڈالے۔ یہ وِتاہَویا بھرگُو کے ایک بول سے براہمن رشی اور وید خواں بن گیا۔

متسیا پُران میں انیس بھرِگوؤں کے نام دیئے گئے ہیں جنہوں نے بھجن تصنیف کئے۔ خود بھرِگوُ مہابھارت کے راویوں میں سے ایک ہے۔ بھرِگو دراصل دیومالائی ہستیاں ہیں جن کا تعلق ہوائی یا درمیانے طبقے کے دیوتاؤں سے تھا۔ یہ آگ کے دریافت کنندہ تھے اور یہی تھے جو آگ کو انسان کے پاس لائے۔ اس نسل کا تعلق تاریخ سے یوں بنتا ہے کہ اب بھی براہمنوں کے ایک بڑے خاندان کا نام بھرِگوُ ہے اور رِگ وید کے بھجنوں میں اس حقیقت کی طرف اشارے بھی ملتے ہیں۔

رامائن میں بھرِگوُ کا کوئی زیادہ ذکر نہیں۔ اُسے اس کتاب میں مہارشی کہا گیا ہے۔ اندرا کے تخت پر بھرگو کی ایک بیوی قبضہ کرنا چاہتی تھی تو وشنو نے اُسے قتل کر ڈالا۔ یہی بات جب رامؔ کو یاد دِلائی گئی تو اُس نے بھی ایک ڈائن کو قتل کر ڈالا۔ بھرِگوُ رِشی کی پوجا ساگر کی بے اولاد بیویاں بیٹیا حاصل کرنے کے لئے کرتی تھیں۔ اس نے ایک کو ایک بیٹا اور دوسری کو ساٹھ ہزار بیٹے عطا کر دیئے۔ پرسُورامؔ اس کے جانشینوں میں سے بہت ہی روشن اور قابلِ قدر بہادر تھا۔

۲۔ پُلستیا

یہ برہما کے "مولودۂ ذہن" بیٹوں میں سے ہے۔ اس کا احترام اس لئے کیا جاتا ہے کہ اسی کی وجہ سے پُران انسان تک پہنچے۔ اسے مذہبی کتابوں کا ظاہر کنندہ کہا جاتا ہے۔ وِشنو پُران میں لکھا ہے کہ راوی پَراشَر نے اپنے شاگرد میتریا کے سوال کے جواب میں کہا کہ "تم نے مجھے وہ بات یاد دلا دی جو پُرانے وقتوں میں میرے باپ کے باپ وشسِتھ نے بیان کی تھی۔ میں نے سن رکھا تھا کہ میرے باپ کو ایک راکشس ہڑپ کر گیا تھا جسے وشوامتر نے اس کام پر مامور کیا تھا مجھے بہت غصّہ آیا اور میں نے ایک قربانی شروع کر دی تاکہ راکشس تباہ ہو جائیں۔ میری رسم کی اَدائیگی سے سینکڑوں راکشس راکھ کا ڈھیر بن گئے اور قریب تھا کہ تمام فنا ہو جاتے کہ میرے دادا وِسِشتھ نے مجھ سے کہا: بس کرو، میرے بچے۔ غصّہ ٹھنڈا کرو۔ راکشس قابلِ مواخذہ نہیں ہیں۔ کیونکہ تمہارے باپ کی موت تقدیر کا کام تھا۔" پَراشَر نے قربانی کا عمل بند کر دیا اور اس کا دادا خوش ہو گیا۔ تب پُلستیا اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: "چونکہ دشمنی اور غصّے کی شدّت میں تم نے اپنے جدّ کی بات مان لی ہے اس لئے، نیز تمہارے رحم کرنے کی وجہ

سے تمہیں یہ نعمت دیتا ہوں کہ تم تمام علوم و فنون میں طاق ہو جاؤ گے چونکہ تم نے تحمّل سے کام لیا ہے اور غصے کی حالت میں بھی تم میری اولاد کو تباہ کر ڈالنے سے باز رہ گئے ہو، اس لئے میں تمہیں ایک اور نعمت یہ دیتا ہو کہ تم پُرانوں کے ایک خلاصے کے مصنّف ہو گے۔ دیوتاؤں کی صحیح فطرت کو سمجھ لو گے اور میری مہربانی کی بدولت تمہاری سمجھ بوجھ بے نقص اور شکوک سے پاک ہو گی۔" چنانچہ پَراشَر پُران کو ٹھیک اسی طرح بیان کرنے لگا جس طرح پہلے اُسے وَسِشتھ اور دانا پُلَستیا نے بتایا تھا۔

پُلستیا نے دکشا کی ایک بیٹی پَرِیتی سے شادی کی جس سے ایک لڑکا رشی اگستیا پیدا ہوا بھاگوت پُران کہتا ہے کہ اس کی بیوی کا نام ہَوِربھُو تھا اور اس سے دو بیٹے اگستیا اور وِشرَوس پیدا ہوئے۔ وِشرَوس کُوویرا، راون اور دوسرے راکھشسوں کا باپ تھا۔

پَراشَر نے راکشسوں پر کیوں حملہ کیا اس کی وجہ مہابھارت کی ایک حکایت میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ایک بادشاہ کسی جنگل میں ایک تنگ راستے پر سے گزر رہا تھا سامنے سے ایک رِشی سکتی نامی، پَراشَر کا باپ بھی اُسی راستے سے آ رہا تھا۔ بادشاہ کلماشپَدا نے اُسے کہا: راستے سے ہٹ جاؤ۔ رِشی نے کہا میں نہیں ہٹوں گا تو بادشاہ نے اُسے چابک مارے۔ رِشی نے سَراپ دیا اور بادشاہ آدم خور راکشس بن گیا۔ اس آدم خور نے سکتی اور وَشِشتھ کے سارے بیٹوں کو ہڑپ کر لیا۔ سکتی کی بیوی اسکی موت کے وقت حاملہ تھی۔ اس حادثے کے فوراً بعد پَراشَر پیدا ہُوا اور اسے دادا نے پالا پوسا۔ جب وہ جوان ہو گیا تو اس نے راکشسوں کا قتلِ عام شروع کر دیا جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے لیکن وَشِشتھ، پُلَستیا اور دوسروں نے اسے روک دیا۔

۳۔ پُلاہ

ہندو دیومالا میں یہ رِشی کچھ زیادہ مشہور نہیں ہے۔ اس نے دکشا کی بیٹی کشما (صبر) سے شادی کی جس سے اس کے تین بیٹے ہوئے۔

۴۔ کرتُو

پُلاہ کی طرح یہ بھی زیادہ نہیں جانا پہچانا جاتا۔ اس نے دکشا کی ایک اور بیٹی سنّتی (عجز و انکساری) سے شادی کی جس کے بطن سے اس کے ہاں ساٹھ ہزار "بالک ہلیا" رشی پیدا ہوئے۔ ان میں سے کسی کا قد انگوٹھے کے ایک پور سے زیادہ نہ تھا۔ یہ سب پرہیزگار، پاک اور نیک تھے اور سورج کی کرنوں کی طرح چمکتے تھے۔

۵۔ اَنگِرَس

اَنگِرَس کی شہرت رگ وید کے کئی بھجنوں کے مصنّف ہونے کی وجہ سے ہے۔ پہلے اس نے سمرتی سے شادی کی جس سے اسکی چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ (سمرتی کے معنے ہیں حافظ)۔ پھر اس نے دکشا ہی کی دو بیٹیوں سُوُدھا (دیوتاؤں کے چڑھاوے کا مشروب) اور ستی سے شادی کی۔ اس کی یہ نام نہاد بیٹیاں "پرت ینگراس رچیس" وہ بچپیں اشعار ہیں جو تقریبات کی صدارت کرنے والے دیوتاؤں کو مخاطب کر کے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے نام کے استعمال میں کچھ ابہام ہے۔ اس لفظ کا مادّہ بھی وہی ہے جو اگنی کا ہے اور یہ اگنی کی صفت کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ پھر یہ نام اگنی کے باپ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور یہی نام اگنی کی ایک بیٹی اگنیا کے ایک بیٹے کا بھی ہے۔

اَنگِرَس کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے بھرگُو کے ساتھ مل کر ہند میں آگ کی پرستش کو رائج کیا۔

۶۔ مَرِیچی

مَرِیچی کی شہرت اُس کے اپنے کسی کام کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی اولاد کے کارناموں کی وجہ سے ہے۔ اس کا سب سے زیادہ ذی شان اور عالی قدر بیٹا کشیپ ہے جس کا بیٹا وشنو بن کر آیا اور ایک بونے کی صورت اختیار کر کے اوتار بن کر ظاہر ہوا۔ کشیپ کی تیرہ بیویوں میں دِتی اور

اَدِتی بھی تھیں جو اسکی نسل سے دیوتاؤں کی مائیں نہیں۔ اس سے پہلے کے ایک زمانے میں جسے تُشیتس کہا جاتا ہے بارہ معزز دیوتا تھے موجودہ دور کے آغاز یا آخری مَنو چکشوسَن کے عہدِ حکومت میں انھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا: آؤ، جلدی سے ہم اَدِتی کی بچہ دانی میں داخل ہو جائیں تا کہ ہم اگلے مَنونتر میں پیدا ہو کر پھر دیوتاؤں کے مقام پر فائز ہو سکیں۔ چنانچہ وہ اَدِتی کے بطن سے مَریچی کے بیٹے کشیپ کے ہاں پیدا ہوئے۔ اسی مادری نسبت سے ان کو اَدِتیہ کہتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

وِشنو۔ شکر۔ اَریمن۔ دھوتی۔ تیسترَی۔ پُشن۔ وِوَسوت۔ سَوِتری۔ مِترا۔ وَرُونا۔ اَنس اور بھگت۔

اس بات کی تشریح کہ دیوتا بھی پے در پے پیدائشوں میں سے گزرتے رہتے ہیں ہمیں وائُو پُران میں ملتی ہے۔ "کلپ کی ابتداء میں بَرہما نے اپنے نائب اور مددگار بنا کر بارہ دیوتا تخلیق کئے جن کو جَیا کہا جاتا ہے۔ یہ دیوتا استغراق میں اتنے گم ہو گئے کہ اس کے احکام کو نظر انداز کرنے لگ گئے۔ اس پر اس نے اعلان کر دیا کہ وہ ہر مَنونتر میں، ساتویں مَنونتر تک دوبارہ پیدا ہوتے رہیں۔ وِشنو پُران میں اسکی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ دیوتاؤں کے یہ طبقے ایک ہزار زمانوں کے خاتمے پر اپنی مرضی سے دوبارہ پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کے ظاہر ہونے اور غائب ہو جانے کو پیدائش اور موت کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ عہد بہ عہد اسی طرح موجود رہتے ہیں جس طرح سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔

کشیپ کی بیوی دِتی سے دو بیٹے پیدا ہوئے، ہَرن یکَ شپُو اور ہرن یاکشا جن کو تباہ کرنے کیلئے وِشنو (جسے یہاں دِتی کی بہن اَدِتی کا بیٹا کہا گیا ہے) اوتار بن کر آیا۔ گویا یہ دشمن اس کے خالہ زاد تھے۔

۷۔ اَتری

اَتری بہت سے ویدک بھجنوں کا مصنف تھا، خاص طور پر اُن کا جو اگنی، اندرا، اَسوِن اور وِسوَ دیو کی تعریف میں ہیں۔ اُس نے اَنسُویا سے شادی کی۔ اُس سے اس کا بیٹا دُروَاسس پیدا ہوا

یہ دروا سس وہی رشی ہے جس کی اندرا نے توہین کی تھی۔ سوما چاند کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ اس کے باپ اُتری کی آنکھوں سے پیدا ہوا تھا۔

جب یہ رشی اور اس کی بیوی بوڑھے ہو چکے تھے تو رامؔ چندر، سیتا اور لکشمن نے اپنی بن باسی کے دَوران اس رشی کی کٹیا پر اُن سے ملاقات کی تھی۔ رامائنَ میں ہے کہ :

اُتری کی پاک کٹیا پر آیا وہ ایک دن
پاؤں رشی کے چھوئے بصد عجز احترام
اس کی دعائیں لیں
شفقت بھری دعائیں جو ایک باپ دیتا ہے
فرزندِ نیک خو کو

اُتری اس ذی شان مہمان سے اپنی بیوی کا تعارف اس طرح کراتا ہے :

دس ہزار سال سے یہ زاہدۂ پرخلوص
مشقتوں، ریاضتوں میں جان و دل سے منہمک!
دس برس تک بادلوں نے بارشیں تھیں روک لیں
خشک تھے میدان سب، سٹر گئی ہریاولی
میری بیوی نیک دل نے
ہر طرف اُگا دیئے۔ پھول، پھل اور سبزیاں
ہرے بھرے درخت سبز
بلایا گنگا کو حکم دے کر
بہو ہمارے قریب آ کر
اسی طرح اس نے سادھوؤں کی
بھی کلفتیں دور کر دیں ساری
ان کی پرستشوں میں کوئی خلل نہ آئے
پیدا نہ ہو رکاوٹ

اہلِ فلک کا کام کیا اس زاہدہ نے جب
دس راتوں میں بدل گئی پھر ایک ایک شب
اور دیوتا اُترنے لگے
تحفے لئے مدد کے، تعاوُن کے، خیر کے !

پھر اَنسوُیا اپنے خاوند کے ساتھ بن باسیوں کے استقبال کے لئے کٹیا سے باہر آئی۔ شہزادی سیتا اسے مل کر بہت خوش ہوئی۔ اس نے کہا کوئی نعمت مانگو۔ سیتا کو کسی خاص چیز کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے بوڑھی زاہدہ نے پیار سے کہا :

آج کا میرا یہ تحفہ
تمہارے میٹھے صبر و شکر کا پھل ہے
اس قیمتی لباس کو قبول کر کے پہن لو
یہ انمول، نایاب پارچہ آسمانوں میں بُنا گیا ہے
یہ موتی ہیں تمہارے نازک اعضا کی آراستگی کیلئے
اور اُس اُبٹنے میں ہیں خوشبوئیں لدی ہوئی
اَے مُتحمل دوشیزہ میرے اس تحفے سے تمہارے حسن کو
چار چاند لگ جائیں گے۔ اور تمہاری ایک ایک سانس کے ساتھ
اس کا پاک اور پائیدار اثر قائم رہے گا
یہ اُبٹنا بدن پر ملوگی تو اک نئی چمک دمک تمہارے خاوند پر پڑیگی
اور لکشمی کا سارا حُسن
وِشنو کے آسمانی دلکش چہرے پر فروزاں ہو جائیگا۔

۸۔ دَکشا

شِوا کی بیوی "اُدما" کا باپ ہے۔ اپنی برادری میں اسکی شہرت زیادہ تر اپنے داماد کی عظمت کی وجہ سے ہے۔ یہ بھی برہما کا "مولودۂ ذہن" بیٹا ہے۔ ایک جگہ یہ بھی ہے کہ یہ

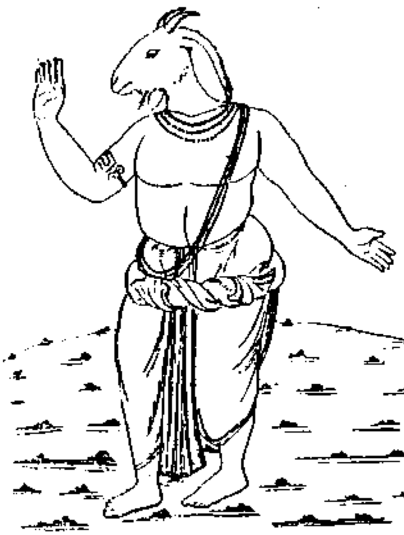

دکشا

اپنے باپ کے انگوٹھے سے پیدا ہوا۔ وہ بڑے پرجا پتیوں میں سے تھا۔ "پرجا پتی" کا ذکر سابقہ اوراق میں بہت جگہوں پر آیا ہے اس لئے اس لفظ کی تھوڑی سی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اس لفظ کے معنے ہیں مخلوقات کا آقا و مالک۔ پرجا پتی کو عام طور پر بنی نوع انسان کے اوّلین آباء و اجداد سمجھا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس لفظ سے صرف برہما مُراد لیا جاتا ہے کیونکہ وہی مخلوقات کا اصل خالق ہے! بعض اوقات اسے سب سے پہلے انسانوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جن سے پھر آگے انسانی نسل پھلی پھولی۔ اصلاً یہ لفظ سوِتری اور سوما کے لئے نیز "ہِرن یاگربھ" یعنی برہما کیلئے استعمال ہوا تھا۔ اس کے بعد یہ ایک علیٰحدہ دیوتا کیلئے استعمال ہونے لگا جس کا ذکر رِگ وید میں تین مقامات پر آتا ہے۔ پرجا پتی سے کبھی کبھی کائنات بھی مُراد لیتے ہیں اور جس طرح بَرہم کو شخصی یا غیر شخصی صُورت میں بیان کیا جاتا ہے اسی طرح اس کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ شروع شروع میں پرجا پتی کے سِوا اور کسی کا وجود نہ تھا اور یہی ہے وہ سرچشمہ و ماخذ و منبع جہاں سے تخلیق کا آغاز ہوا۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ کائنات پرجا پتی ہے، وَچ اس کا دوسرا حِصّہ تھی، وہ حاملہ ہو گئی، اس سے الگ ہو گئی اور اس نے اس مخلوقات کو پیدا کیا۔ پھر وہ پرجا پتی میں داخل ہو گئی۔" لیکن اس کے ساتھ ہی پرجا پتی کو ثانوی یا ماتحت دیوتا کے طور پر بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اور اسے تینتیس[۳۳] دیوتاؤں میں شامل کرلیا جاتا ہے۔

منُو کی تصنیف کے وقت تک تخلیق کو برہما کا خصوصی کارنامہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دھرم شاستر میں اسے ہی پرجاپتی لکھا گیا ہے۔ لیکن بعد کی تحریروں میں یہ لقب ان کو دے دیا گیا ہے جو اس سے پیدا ہوئے یا جنہوں نے دنیا کو آباد کرنے کے کام کو جو اس کا کام تھا جاری رکھا۔

مہابھارت میں دکشا کی اصلیت کے بارے میں دو بڑے واضح بیانات ہیں۔

" دکشا، عظیم الشان رشی، خاموش اور پرسکون طبیعت والا، جوشِ زہد و پارسائی میں باعظمت برہما کے دائیں انگوٹھے سے نکلا۔ بڑے رشیوں کی تمام شان و شوکت کے ساتھ پیدا ہونے والے پرچیتا (ایک اور پرجاپتی) کے دس بیٹے نیکی اور پارسائی میں مشہور ہیں۔ ان کے منہ سے جو آگ نکلی تھی اس سے درخت پودے وغیرہ جل گئے تھے۔ انہی دس بیٹوں سے دکشا پراچیتس پیدا ہوا اور پھر دنیا کے باپ دکشا سے باقی مخلوقات پیدا ہوئی۔ ویرینی کے ساتھ ہمبستری کرکے دکشا منی نے اپنے جیسے ایک ہزار بیٹے پیدا کئے جو مذہبی رسومات کی ادائگی میں مشہور تھے۔" ہری ونسا میں وشنو اور دکشا کو ایک کہا گیا ہے۔ ایک ہزار یگوں کے خاتمے پر پہلے کسی زمانے کے براہمن جو علم اور استغراق میں کامل تھے، دنیا کی شکست و ریخت میں مصروف ہو گئے۔ تب وشنو برہما میں سے نکلا یہ ورائے حلقۂ حواس تھا اور سوچ کے استغراق میں ڈوبا ہوا تھا یہ پرجاپتی دکشا بن گیا اور اس نے متعدد مخلوقات کو تشکیل دیا۔"

وشنو پران میں دکشا کے حالات اور زیادہ مفصل دیئے گئے ہیں:

" برہما سے اسکی "مولودۂ ذہن" اولاد پیدا ہوئی جو باپ کی طرح سوچ میں غرق تھی، انکی شکلیں اور انکی صلاحیتیں بھی اسکی جسمانی فطرت سے حاصل ہوئی تھیں۔ دراصل یہ جسم کے اندر ملفوف وہ روحیں تھیں جو عقلِ کل کے وجود سے پیدا ہوئی تھیں۔ چونکہ یہ وجود اپنی تعداد کو بڑھا نہیں سکتے تھے اس لئے برہما نے بھرگو وغیرہ کو اپنی ہی مانند دوسرے "مولودۂ ذہن" بیٹے بناکر پیدا کیا۔

پرجاپتیوں کی اس فہرست میں خاصہ بڑا اختلاف اور تنوّع ہے لیکن جو تبدیلیاں کی گئی ہیں وہ اضافے کی صورت میں ہیں اور اضافے ابتدائی اصل تعداد سات میں ہوئے جن کے نام عموماً درج کئے گئے تھے۔ اگر تمام پرانوں میں درج شدہ نام جمع کئے جائیں تو یہ سترہ بنتے ہیں۔ یہ سادہ سا

بیان کہ پہلے پرجاپتی برَہما کی قوّت ارادی یا اس کے ذہن سے پیدا ہوئے صوفیوں کے پراگندہ دل کی تسکین نہیں کر سکا۔ لہٰذا کچھ پرانوں میں، مثلاً بھاگوت، وایو اور لنگاس میں کہہ دیا گیا ہے کہ یہ اپنے باپ کے جسم سے پیدا ہوئے، یعنی بھرگو اس کی جلد سے پیدا ہوا، مریچی اس کے دل سے، اَتری آنکھوں سے، انگیرس منہ سے، پلستیا کانوں سے، پلاہ ناف سے، کرتو ہاتھ سے، وشِشٹھ سانس سے، دکشا اس کے انگوٹھے سے اور نارد ہونٹوں سے پیدا ہوا۔ مقرون سے مجرّد تک کا سفر واقعی بہت مشکل ہے۔ قلب ونظر کو صاف کرنے کا مفہوم ہی اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ انہیں تجسیم کی آلودگی سے محفوظ و مبرّا رکھا جائے۔ پرانوں میں اس بات پر بھی مکمل اتفاق نہیں ہے کہ کون جسم کے کس حصّے سے پیدا ہوا۔

وشنو پران میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ دکشا پراچیتس کا بیٹا ہے لیکن مشکل پر قابو پانے کے لئے یہ بیان بھی لکھ دیا گیا ہے کہ پہلے وہ برہما کا بیٹا بن کر پیدا ہوا بعد ازیں پراچیتس کا بیٹا بنا۔ یہ پراچیتس جو دکشا کے آباء بتائے گئے ہیں، ایک طاقتور پرجاپتی (مؤرث اعلیٰ) "پراچن ویرہس" کے بیٹے تھے۔ اس کا نام اس لئے پڑا کہ اس نے زمین پر وہ مقدّس گھاس رکھی جس کا رُخ مشرق کی طرف رہتا ہے۔ سخت ریاضتوں کا ایک دور گزارنے کے بعد اس نے سمندر کی بیٹی سَوَرنا سے شادی کر لی۔ اس سے اس کے دس بیٹے ہوئے جو پراچیتس کہلائے اور جو فنونِ جنگ میں مہارت رکھتے تھے "یہ لوگ ایک ہی فرائض سرانجام دیتے تھے۔ یعنی مذہبی مشقتوں میں لگے رہتے تھے۔ یہ دس ہزار سال تک اسی طرح سمندر کی تہ میں ڈوبے پڑے رہے۔" اتنی طویل مشقت اور ریاضت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ان کے باپ کو برہما نے انسانی کنبے کو بڑھانے کا حکم دیا تھا۔ اپنے وعدۂ اطاعت کا پاس رکھتے ہوئے اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ برہما کے احکام کی تعمیل کی بہترین صورت صرف یہی ہے کہ سخت سے سخت ریاضت کی جائے۔ کیونکہ "جو کوئی اچھی نعمتیں عطا کرنے والے وشنو کی پرستش کرتا ہے وہ بلاشک وشبہ اپنی مرادوں کو پالیتا ہے۔" اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

جب سمندر میں ڈوبے ہوئے یہ بیٹے وشنو کی پرستش میں محو تھے تو وشنو ظاہر ہوا اور انکی خواہش سن کر کہنے لگا: تم نے جو نعمت طلب کی ہے وہ تمہیں دیتا ہوں کیونکہ میں، اچھی چیزوں کا دینے والا

تم سے مطمئن ہوں۔ پراچیتیں کے دس ہزار سال تک سمندر میں ڈوبے اور پرستش میں محو رہ جانے کے دوران زمین پر بڑی فراوانی سے درخت اُگ آئے۔ لوگ فنا ہو گئے۔ ہواؤں کا چلنا بند ہو گیا جھاڑ جھنکار کی کثرت سے سورج نظر نہ آتا تھا۔ اور انسان دس ہزار سال سے محنت کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ جب رشیوں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو ان میں سے پہلے ہوائیں نکلیں جنہوں نے درختوں کو جڑ سے اُکھیڑ دیا پھر شعلے نکلے جنہوں نے ان درختوں کو جلا ڈالا۔ اس طرح جنگلات جلدی صاف ہو گئے۔ نباتی دنیا کے بادشاہ سوما نے جب درختوں کی عام تباہی دیکھی تو وہ "پدرانِ اوّلین" کے پاس گیا اور کہنے لگا : اپنی نفرت کو روک لو اور میری بات سنو۔ میں تمہارے اور درختوں کے درمیان ایک معاہدۂ صلح کرا دیتا ہوں۔ مستقبل کے دریچوں میں سے جھانکنے والو! میں نے جنگلوں کی بیٹی کی پرورش کی ہے جس کے نام مارِلیشا ہے۔ یہ تمہاری دلہن بن کر درُوا کی نسل کو بہت زیادہ پھیلائے گی۔ تمہاری اور میری چمک دمک کے اشتراک سے پدرِ اوّل دکشا پیدا ہوگا۔ چونکہ اس میں میرا ایک جزو شامل ہوگا اور تمہاری قوّت و شوکت بھی اسے حاصل ہوگی اس لئے وہ آگ کی طرح نورانی بھی ہوگا اور انسانی نسل کی افزائش کا باعث بھی بنے گا۔

اس کے بعد سوما نے ان بھائیوں کو مارِلیشا کے حالات سے آگاہ کیا۔ اُس نے کہا کہ اگلے وقتوں میں دریائے گومتی کے کنارے کنڈو نامی ایک رِشی رہتا تھا جو دانائی اور ریاضت کوشی میں بہت مشہور تھا۔ اِندرا نے پرم لوچا نامی ایک پری اس کی توجہ ہٹانے کے لئے بھیج دی۔ یہ دونوں ۱۵۰ سال تک اکٹھے رہے۔ اس دوران منی عیش و عشرت کا دلدادہ بن گیا۔ جب پری کا مقررہ وقت ختم ہو گیا تو اُس نے جانے کی اجازت چاہی لیکن منی نے اصرار کیا کہ تم میرے پاس رہ جاؤ۔ کئی صدیوں کے اختتام پر وہ بار بار رخصت مانگتی رہی لیکن مُنی ہر بار اُسے روکے رکھا۔

ایک موقع پر، جب وہ کٹیا چھوڑ کر کہیں باہر کام پر جا رہا تھا اور جلدی میں تھا تو پری نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا : دن تیزی سے ڈھلتا جا رہا ہے، میں سندھیا کرنے جا رہا ہوں، دیر ہو گئی تو ایک فرض کی ادائیگی سے رہ جاؤں گا۔ پری اندازِ دلربائی سے مسکرائی اور کہنے لگی : "جناب والا! کیوں آج کے دن کے ختم ہونے کی بات کرتے ہو، تمہارا دن تو کئی سالوں کا دن ہے۔ یہ دن سب کے لئے عجوبے کا دن ہوگا۔ بتاؤ اس کا کیا مطلب ہے؟"

منی نے کہا: اے حسینہ تم علی الصبح دریا کے کنارے پر آئی تھیں، میں نے تمہاری ایک جھلک دیکھی اور تم کٹیا کے اندر چلی گئیں۔ اب یہ شام کا دور ہے اور دن جا چکا ہے۔ تمہاری اس ہنسی کا کیا مطلب ہے، مجھے سچ سچ بتاؤ؟" پرم لوچا نے جواب دیا، معزز براہمن تم نے ٹھیک کہا کہ میں یہاں صبح کے وقت آئی تھی لیکن میری آمد کے بعد تو صدیاں بیت چکی ہیں۔ یہی سچ ہے۔" پھر اس نے بتایا کہ انھیں اکٹھے رہتے ہوئے نو سو سات سال چھ مہینے تین دن گزر چکے ہیں۔ اب منی بھانپ گیا کہ پری کو ضرور اندرا نے اس کی پوجا میں خلل ڈالنے کے لئے بھیجا ہوگا۔ اور وہ اسے اس الوہیاتی علم سے محروم رکھنا چاہتا ہوگا جس کے حصول کی چاہت میں وہ ریاضتیں کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ اس پر سخت خفا ہوا لیکن آخر میں یہ کہہ کر کہ گناہ سارا میرا اپنا ہے اسے بہ امن و سلامتی چلے جانے کا حکم دیدیا۔

منی کی یہ باتیں سن کر پرم لوچا کانپ گئی۔ وہ لرزہ بر اندام کھڑی منی کو اور اپنے گھر کو دیکھ رہی تھی کہ اس کے ایک ایک مسام سے پسینے کے قطرے چھوٹنے لگے۔ منی نے اسے یوں ہکا بکا دیکھ کر گرج کر کہا: نکل جاؤ، نکل جاؤ یہاں سے!" یہ سن کر وہ اپنی کٹیا سے باہر آئی۔ ہوا میں بلند ہوئی اور درختوں کے پتوں سے اپنے جسم کا پسینہ پونچھنے لگی۔ پری ایک درخت سے دوسرے تک پہنچ کر پتوں کو اپنے پسینے سے نم آلود کرتی رہی۔ درختوں کی چوٹیوں پر شام کے دھندلکے والی رنگت کی نرم نرم شاخوں اور تازہ کونپلوں سے اس نے اپنے اعضا کو خشک کیا۔ لیکن یہ پتے، یہ کونپلیں، یہ شاخیں اس کے پسینہ سے تر بتر ہوگئیں۔ یہاں تک کہ منی کا وہ بچہ جو اس پری کے پیٹ میں تھا سارے کا سارا پسینہ بن کر باہر آگیا اور شبنم کے قطروں کی طرح خوشنما، سرسبز اور شاداب پتوں پر چمکنے لگا۔ درختوں نے اس زندہ شبنم کو وصول کیا اور بادِ صبا کے آہستہ خرام جھونکوں نے اس کے ہر قطرے کو اپنی آغوش میں لیکر ایک جگہ اکٹھا کر دیا۔ پھر اس مجموعۂ قطرات کو میں نے، یعنی نباتات کے بادشاہ سوما نے اپنی محبت اور شفقت کی شعاعوں سے نشوونما دینا شروع کر دیا۔ پانی کی اس کمیت کا حجم اور وزن بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ درختوں کے پتوں پر سکون پانے والے قطرے اس دوشیزہ ماریشا کی صورت اختیار کر گئے۔ پراچیتس بھائیو! یہ سدا بہار درخت ماریشا کو تمہارے سپرد کر دیں گے۔ یہ کندو کی نسل سے ہے۔ پرم لوچا کی بیٹی ہے، درختوں کی پروردہ ہے اور ہواؤں اور چاند کی دختر ہے!

سوما ان پراچیتس بھائیوں کو مزید بتاتا ہے کہ اپنے پچھلے جنم میں ماریشا ایک شہزادے کی بیوہ تھی لیکن بے اولاد تھی۔ اس نے بڑے خلوص سے وِشنو کی پوجا کی تو اُس نے خوش ہو کر اس سے کہا: مانگو کیا مانگتی ہو۔ اس نے جواب دیا: میں چاہتی ہوں کہ آئندہ کی پیدائشوں میں مجھے باعزت خاوند ملیں اور میرا ایک ایسا بیٹا ہو جو انسانوں کے "پدرِ اوّل" کا مقام رکھتا ہو اور میری کوئی پیدائش بھی عام طریقے سے نہ ہو۔" وِشنو نے وعدہ کرلیا کہ اگلی زندگی میں تمہیں بڑی طاقتوں والے دس خاوند دیئے جائیں گے۔ عالیشان کارناموں کی وجہ سے اُنکی بڑی دھوم ہوگی اور تمہارا ایک بیٹا ہوگا جو بڑا بہادر اور شجاع اور پدرِ اوّل کے رتبے پر فائز ہوگا اور ممتاز ہوگا۔ اس سے انسانوں کی بہت سی نسلیں آگے چلیں گی اور اس کی اولاد سے یہ دنیا بھر جائیگی۔ تمہاری پیدائش بھی، اے نیک سیرت خاتون! عجوبۂ روزگار ہوگی اور لوگوں کے دل اس اعجاز سے مسرور ہوں گے۔" یہ کہہ کر دیوتا غائب ہوگیا۔ سوما نے اپنے سننے والوں کو بتایا کہ یہی ہے وہ ماریشا جسے وشنو نے نوازا ہے۔

سوما نے بات ختم کی تو اس کے کہنے کے مطابق پراچیتس بھائیوں نے ماریشا کو اپنی بیوی بنالیا اور درختوں کے خلاف اپنی نفرت کو بھلا دیا۔ اس ماریشا سے اُن کا بیٹا دکشا پیدا ہوا جو اپنی سابقہ پیدائش میں برہما کا بیٹا تھا۔ اس بڑے رِشی نے تخلیق کو آگے بڑھانے اور انسانی نسل کی افزائش کیلئے اولاد پیدا کی۔ برہما کے حکم کی تعمیل میں اُس نے دو پاؤں والے جانور اور چوپائے بنائے، متحرک اور ساکن چیزیں بنائیں اور پھر اپنی مرضی سے کچھ عورتیں پیدا کیں۔ جن میں سے دس اس نے دھرم کو دے دیں، تیرہ کشیپ اور ستائیس سوما کو عطا کردیں۔ یہ عورتیں وقت کو قاعدے کے اندر رکھتی تھیں۔ سوما سے مراد یہاں چاند ہے۔ ان عورتوں سے دیوتا، سانپ دیوتا، بڑی قامت و جسامت والے دیو، مویشی اور پرندے وغیرہ پیدا ہوئے۔ اسی طرح آسمانی درباروں کے گانے بجانے والے اور رقاص، بدروحیں مثلاً ڈائنیں، چڑیلیں وغیرہ اور بہت سے وجود بھی انہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد آئندہ کی پیدائشیں، خاص طور پر ذی رُوح مخلوقات کی، عام طریقے سے ہونا شروع ہوگئیں۔ دکشا کے وقت سے پہلے والی پیدائشیں عجیب طریقوں سے ہوتی تھی۔ کوئی "مولودۂ ذہن" ہوتا تھا۔ کوئی "مولودۂ اِرادہ" ہوتا تھا۔ کوئی قوّتِ بصارت سے یا قوّتِ لامسہ سے پیدا ہو جاتا تھا اور کوئی زاہدوں، پارساؤں اور رشیوں کی ریاضتوں کی قوّت

کے ذریعے وجود میں آجاتا تھا۔"

دکشا کی دنیا کو آباد کرنے کی پہلی کوشش ناکام ہوگئی۔ اَسکنی کے بطن سے اس کے ایک ہزار بیٹے پیدا ہوئے لیکن نارَد نے اُنہیں اولاد پیدا نہ کرنے کی ترغیب دی۔ اسی بیوی سے پھر ایک ہزار بیٹے پیدا ہوئے اور پھر نارَد نے انہیں بچے پیدا کرنے سے روک دیا۔ پرجاپتی کو غصہ آیا اور اس نے نارَد کو بد دعا دی۔ پھر اس نے اَسکنی سے ساٹھ بیٹیاں پیدا کیں اور انہیں مختلف خاوندوں کو دیکر آبادی میں اضافہ کیا۔ بڑی مدت کے بعد جب زمین پر امن اور خوشحالی کا دَور دَورہ ہُوا تو دیوتاؤں کو ان کے صحیح مقامات عطا ہوئے۔ دَکشا کو پرَجاپتیوں کا سردار مقرر کیا گیا۔ اس اعتبار سے دکشا ہی انسانوں کے پدرانِ اوّلین میں سب سے بڑا ہے۔

شِوا کے حالات میں یہ بات آچکی ہے کہ دَکشا ہی نے جب اپنے ذی شان داماد کی توہین کی تھی تو اس کا اپنا سر کاٹ دیا گیا تھا اور اس کی بجائے بکری کا سر لگا دیا گیا تھا۔ یہ گویا اس کی جہالت اور حماقت کی مستقل علامت ہے۔

وَسِشٹھَ

وِسَشٹھَ اور پُلَستیا دُونوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ وِشنو پُران کے راوی ہیں۔ تاہم یہ ویدوں کے بہت سے بھجنوں کا مُصنّف بھی ہے۔ اس کے علاوہ یہ وَسِشٹھَ ہی تھا جس نے پراشَر کے غصے کو ٹھنڈا کیا تھا جب وہ راکشسوں کا بالکل خاتمہ کر رہا تھا کیونکہ ان کے بادشاہ نے اس کے باپ کو قتل کر دیا تھا۔

ویدوں کے مُرتبیّن کو ویاس کہتے ہیں۔ ہر عہد میں یہ مختلف لوگ تھے۔ دواپَر زمانے کا ویاس یعنی ویدوں کو ترتیب دینے والا یہی وَسِشٹھَ ہے۔

وِسَشٹھَ نے کئی بادشاہوں کے ہاں خاندانی پجاری کے طور پر بھی کام کیا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام سَوداسُ تھا۔ شِکار کھیلتے ہوئے اس کے سامنے دُو چیتے آ گئے۔ اس نے ایک کو اپنے تیر سے ہلاک کر دیا۔ مرتے وقت اس چیتے نے ایک خوفناک جِناتی شکل اختیار کرلی اور دوسرا اُس کا ساتھی غائب ہوگیا اور بدلہ لینے کی دھمکی دے گیا۔ اب معلوم ہوا کہ یہ چیتے تو اصل میں راکشس تھے

اس واقعے کے کچھ دن بعد بادشاہ نے قربانی کی ایک تقریب منعقد کی۔ وشِشٹھ کہیں باہر چلا گیا تو تو جو راکشش بدلہ لینے کی دھمکی دیکر غائب ہوگیا تھا اس نے وشِشٹھ کی صورت اختیار کرلی اور بادشاہ کے پاس آکر کہنے لگا: "اب جبکہ قربانی ختم ہوچکی ہے مجھے کھانے کے لئے کچھ دیجئے۔ میں اسے پکاکر ابھی واپس آتا ہوں۔" یہ کہہ کر اُس نے باورچی کی شکل اختیار کرلی اور انسانی گوشت پکاکر بادشاہ کے سامنے لے آیا۔ اسی دوران اصلی مُنی بھی واپس آگیا۔ بادشاہ نے کھانا اس کو پیش کیا لیکن وشِشٹھ کو قوّتِ استغراق کے ذریعے معلوم ہوگیا کہ یہ انسانی گوشت ہے اُس نے غصے میں آکر بادشاہ کو بددعا دی کہ جو کھانا تم نے میرے سامنے رکھا ہے اسی قسم کا کھانا تمہاری بُھوک کو تیز کرتا رہے گا بادشاہ اس کے طیش میں آجانے پر حیران ہوگیا۔ وشِشٹھ نے اسکی حیرانی کو دیکھ کر پھر مراقبہ کیا تو اسے منتقم راکشس کی ساری کارستانی کا علم ہوگیا۔ اب چونکہ اپنی بددُعا واپس نہ لے سکتا تھا اس لئے اس نے ترمیم کردی کہ تمہاری یہ کیفیت دس بارہ سال تک رہے گی۔ یہ وہی بادشاہ تھا جسے وشِشٹھ کے بیٹے سکتی نے سراپ دیکر راکشش بنا دیا تھا اور پھر یہ راکشس اُسی سراپ دینے والے رشی کو کھا گیا تھا۔

وشِشٹھ نے "نمی" نامی ایک بادشاہ کو بھی سراپ دیا تھا۔ وہ اس طرح کہ اس بادشاہ کو ایک ایسی قربانی اَدا کرنا تھی جسے ایک ہزار سال تک جاری رہنا تھا۔ اس نے وشِشٹھ سے کہا کہ وہ اس قربانی کا سرپرست پجاری بننا قبول کرلے۔ مگر وشِشٹھ نے کہا: چونکہ میں اندرا کے لئے ایسی ہی قربانی میں پہلے سے مصروف ہوں اس لئے اگلے پانچ سو سال تک یہ کام نہیں کرسکوں گا۔ بادشاہ نے یہ سن کر گوتم کو پجاری مقرر کردیا اور قربانی کی رسومات شروع کردیں۔ اِندرا کا کام ہوتے ہی وشِشٹھ بادشاہ نمی کی تقریب جاری کرنے پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک اور پجاری نے یہ کام شروع کر رکھا ہے اُسے بڑا غصّہ آیا اور اس نے بادشاہ کو سراپ دے دیا کہ تم اب جسمانی صورت میں موجود نہیں رہو گے۔ بادشاہ کو اس بات کا علم ہوا تو جواباً اُس نے بھی رِشی کو سراپ دیدیا۔ دونوں بددعائیں مؤثر ہوگئیں لیکن چونکہ وشِشٹھ کی روح میترا اور ورونا کی رُوحوں سے واصل ہوچکی تھی (جب یہ دونوں دیوتا اُروسی کے حسن کے قتیل ہوگئے تھے) اس لئے رِشی کی روح اُن سے گر گئی اور وہ پھر ایک بار اس پری کے ذریعے مجسم ہوگیا۔ اس کہانی کی تائید میں رِگ وید میں ایک شعر ہے جس میں وشِشٹھ کی میترا

اور ورُونا کے ہاں پیدائش کا ذکر ہے۔ لکھا ہے:

> "اور وسشٹھ تم مترا اور ورُونا کے ایک بیٹے ہو اور اُروسی کی روح
> سے ایک براہمن بن کر پیدا ہوئے ہو۔ تمام دیوتاؤں نے تمہی کو برتن میں
> رکھا تھا یعنی اس قطرے کو جو خدائی مراقبے سے گرا تھا۔"

وسشٹھ بادشاہ سوداس کا شاہی پجاری تھا۔ لیکن وشوامتر خواہشمند تھا کہ یہ عہدہ مجھے ملے۔ اس پر ان دونوں کے درمیان کئی جھگڑے ہوئے جن کے قصے مشہور ہیں۔ ایک اور موقع پر ایک بڑا دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ وہ اس طرح کہ وسشٹھ بادشاہ ہریش چندر کا بھی شاہی پجاری بن گیا۔ وشوامتر نے اس کے بادشاہ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو وسشٹھ طیش میں آ گیا۔ اس نے وشوامتر کو سراپ دیا اور وہ بگلا بن گیا۔ وشوامترا نے جواباً اسے سراپ دیا تو یہ بھی ایک پرندہ بن گیا۔ یہ دونوں پرندے ہوا میں لڑنے لگے۔ پھر لڑتے لڑتے اتنی شدت سے ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے لگے کہ خود برہما کو آکر ان دونوں کا غصہ ٹھنڈا کرنا پڑا۔ ان کی اس ساری باہمی کشمکش کی اصل وجہ یہ تھی کہ وشوامتر پیدائشاً کھشتری تھا۔ اس نے ریاضتوں کے ذریعے، خود عائد کردہ سزائیں بھگت کر اور کئی ٹونے ٹوٹکے کر کے براہمن جاتی میں داخل ہو جانے کا شرف حاصل کر لیا تھا۔ اس سے پہلے وہ ایک بادشاہ تھا۔ وسشٹھ کے پاس ایک حیرت انگیز گائے تھی جو اپنے مالک کی ہر خواہش پوری کر دیتی تھی۔ وشوامتر یہ گائے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ وہ براہمن نہ تھا جن کو فوق البشر قوتیں حاصل ہوتی ہیں اس لئے ناکام رہ جاتا تھا۔ چنانچہ اس نے سوچا پہلے براہمن بنا جاتے اور پھر جب اُسے براہمن کا اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے گا تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے گا۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ براہمن بن کر اس نے وہ گائے حاصل کر لی۔

۱۰۔ نارد

وشنو پران میں برہما کے بیٹوں کی فہرست میں نارد کا نام نہیں ہے۔ لیکن عام طور پر اسے برہما کا بیٹا ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ بعض محققین اس کی پیدائش مختلف صورت میں بتاتے ہیں۔ نارد دیوتاؤں کا پیغام رساں ہے۔ یہ عام طور پر ایسی اطلاعات پہنچاتا ہے جو صرف دیوتاؤں کو معلوم ہوتی ہیں۔

یہ نارد ہی تھا جس نے دکشا کے بیٹوں کو اولاد پیدا نہ کرنے کی ترغیب دی تھی اور اس مداخلت کی پاداش میں اسے سراپ دیا گیا تھا۔ پھر یہی نارد تھا جس نے کنس کو کرشن کی اطلاع دیکر واسودیو کے بچے قتل کروا دیئے تھے۔ اس کی ان ہی شرارتوں کی وجہ ہے "کلی کارکا" مشہور ہے۔ اس لفظ کے معنے ہیں "جھگڑا کھڑا کرنے والا"۔ آج کل کے ڈراموں میں اسے جاسوس اور بنے بنائے کام بگاڑنے والے شخص کا کردار دیا جاتا ہے۔ نارد سے عام طور پر گالی مراد لی جاتی ہے اور یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ جھگڑالو اور دخل درمعقولات دینے والا شخص ہے۔

برہما کے نامور بیٹے نارد کے افعال ایک پران کا موضوع بنے ہوئے ہیں۔ وہ ایک داتا قانون ساز تھا عام فنون اور آلات حرب وضرب کے استعمال میں ماہر تھا۔ دیوتاؤں کا فصیح البیان قاصد تھا۔ یہ پیغامات دیوتاؤں کے اپنے درمیان ہوتے تھے یا پھر وہ جو دیوتا اپنے خاص پسندیدہ انسانوں کو بھیجتے تھے اور پھر موسیقی میں بھی مہارتِ تامہ رکھتا تھا۔

جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے نارد کی اصلیت کے بارے میں بھی بہت سے اختلافات ہیں۔ بھاگوت پران کے مطابق یہ وشنو کا تیسرا اوتار تھا۔ منو کہتا ہے کہ وہ ان مہارشیوں میں سے تھا جنہیں اس نے اس عہد کے شروع میں تخلیق کیا تھا۔ ایک اور جگہ پر ہے کہ "برہما نے کہا، اٹھو رودرا اور دنیا کا نظام سنبھالنے کے لئے "آدمی" کو پیدا کرو۔ رودر نے تعمیل کی لیکن جو آدمی بنائے وہ چیتوں سے بھی زیادہ وحشی تھے کیونکہ انکی سرشت میں تخریبی صفت کے علاوہ اور کوئی خاصیت رکھی ہی نہیں گئی تھی۔ اور ان کے جذبات میں طیش کے علاوہ اور کوئی جذبہ ہی نہ تھا۔ پھر رودر، برہما اور وشنو نے اپنی قوتوں کو باہم ملا دیا اور دس آدمی بنائے جن کے نام نارد وغیرہ تھے۔ شوا پران کہتا ہے کہ نارد اپنے باپ کی ران میں سے نکلا۔ لکھا ہے کہ برہما نے دنیا کو آباد کرنے کی غرض سے چار وجود تخلیق کئے۔ چونکہ یہ بے لگام اور ضبط ناآشنا تھے اس لئے ان کا والد رونے لگ گیا۔ اسے چپ کرانے کے لئے شوا نے رودر کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنے ماتھے کے ایک شکن میں سے اور پانچ سروں اور دس بازوؤں میں سے برہما کو کچھ زائد طاقت دیدی اور پھر برہما نے بھرگو اور سات رشیوں کو پیدا کیا اور اس کے بعد نارد کو اپنی ران سے نکالا۔

دوسری پیدائش میں نارد کشیپ اور دکشا کی ایک بیٹی کا لڑکا بن کر پیدا ہوا۔ جب اس نے

پرجاپتیوں کے بیٹوں کو اولاد پیدا کرنے سے منع کیا تو دکشا بہت خفا ہوا۔ اور اس نے سراپ دیا کہ تمہیں کسی جگہ قرار نصیب نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ نارَدؔ فطرتاً بے لگام و بے ضبط ہے۔

ایک دفعہ نارَد کو اس کے باپ نے بھی بدُعا دی اور پھر اس نے جواباً برہما کو بدُعا دیدی برہما نے بیٹے نارَد سے کہا تم دنیا کو آباد کرنے میں میری مدد کرو اور شادی کر لو۔ نارَد جو کرشن کا پجاری تھا ناراض ہوگیا اس نے کہا صرف کرشن کی پوجا ہی سے فوز و فلاح مِل سکتی ہے دوسرے کاموں سے نہیں مل سکتی خواہ یہ کتنے بڑے ہی کام کیوں نہ ہوں۔ تم بہت ہی غلط تعلیم دینے والے اُستاد ہو۔ برہما نے اُسے سراپ دیا کہ تم نفسانی خواہشات کے غلام اور عورتوں کے دلدادہ بن کر رہوگے نارَد نے جواباً بددعا دی کہ تمہیں کوئی شخص بھی پرستش کے قابل ہستی نہیں سمجھیگا اور نہ ہی تمہاری مُورتی یا تصویر وغیرہ بناکر تمہاری پُوجا کرے گا۔ تم ایسی عورت کے پیچھے بھاگتے پھروگے جو تمہاری خواہشات سے بہت پست ہو گی" نارَد کی اس بددعا کی وجہ سے خالقِ دنیا کی پرستش بند ہو چکی ہے۔ پھر اُس نے جب اپنی بیٹی کا حسن عالمتاب دیکھا تو اس پر فریفتہ ہوگیا اور اس کے پیچھے پیچھے بھاگا۔ باپ کی بددعا کے نتیجے میں نارَد نے اپنا براہمنی وجود ترک کر دیا اور بالآخر اندرا کے آسمان کا سازندہ اور گوّیا گندھرَو بن گیا۔

مہابھارت میں نارَد کو ایک مذہبی استاد ظاہر کیا گیا ہے اور رامائن میں اسکی تعلیمات کا ایک نمونہ دیا گیا ہے۔ ایک براہمن اپنے مردہ بیٹے کی لاش اُٹھائے ہوئے اَجودھیا میں رامؔ کے محل کے دروازے پر بیٹھا چلاّ چلاّ کر رو رہا تھا۔ اُسے خود معلوم نہیں تھا کہ اسکی اچانک موت کی کیا وجہ ہے اس لئے وہ اسے بادشاہ کی کسی بدکرداری کا نتیجہ سمجھ رہا تھا۔ رام نے اپنے صلاح کاروں کو بلایا اس وقت نارد نے یہ تقریر کی: "بادشاہ! سنو میں بتاتا ہوں کہ لڑکے کی بے وقت موت کیسے واقع ہوئی ہے اور جب سچائی تم پر واضح ہو جائے اور تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہیں کیا کرنا ہے تو اسے فوراً کر ڈالو!" یہ کہانی جو اُس نے کہہ سنائی مختصراً یوں ہے: "ایک بہت ہی خود اعتماد شُودر نے اس بات کا کوئی خیال نہ کیا کہ جس زمانے میں وہ رہتا ہے ابھی اس میں یہ حکم نہیں تھا کہ اتنی گھٹیا اور نچلی ذات کے لوگ بھی ریاضتیں کر سکتے ہیں۔ لیکن اس نیچ ذات کے انسان نے یہ جرأت کی ہے اور مشقّتیں اور ریاضتیں کر کر کے اعلیٰ مذہبی رموز و اسرار تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے"

رام نے وسیع پیمانے پر تفتیش کرائی تو معلوم ہوا کہ واقعی ایک شخص اس عظیم ترین گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور اسی طرح کیا ہے جس طرح نارد نے بیان کیا تھا۔ اس شودر نے اپنی ذات کا اعتراف کیا اور یہ بھی مان لیا کہ وہ دیوتاؤں کے مقام کو حاصل کرنے کے لئے یہ ریاضتیں کرتا رہا ہے۔ رام نے فوراً اس کی گردن اُڑا دی۔ دیوتاؤں نے اس کے اس فعل کی تعریف کی اور کہا کہ کوئی نعمت مانگو۔ رام نے کہا کہ اس براہمن کا بیٹا دوبارہ زندہ ہو جائے۔

دیوتاؤں نے کہا وہ تو فوراً اسی لمحے زندہ کر دیا گیا تھا جس لمحے تم نے شودر کی گردن اُڑا دی تھی۔

نارد کرشن کا دوست اور ساتھی تھا۔ کیونکہ موسیقی میں بہت مہارت رکھتا تھا۔ وہ اپنی اس مہارت پر کچھ زیادہ ہی خود اعتماد بن گیا۔ ایک مرتبہ اُس نے کرشن کی ایجاد کردہ سرمدی سُروں کی نقل کرنے بلکہ اُنہیں بہتر بنانے کی کوشش کی تو کرشن نے اُسے سخت سزا دی۔ اس نے اس سے بنسری چھین کر ایک ریچھ کے ہاتھوں میں تھما دی اور ریچھ نارد سے بھی بہتر سُروں میں اسے بجانے لگ گیا۔ اسی طرح کرشن اپنے اس دوست کے ساتھ بہت سے عملی مذاق کرتا رہتا تھا۔

ایک دفعہ وہ اس حد تک چلا گیا کہ اُس نے اسے عورت میں تبدیل کر دیا۔

نارد کا اس وجہ سے بہت زیادہ احترام کیا جاتا ہے کہ اس نے والمیکی کو رامائن القا کی جب نارد نے رام کی زندگی کے حالات والمیکی کو سنانا شروع کئے تو والمیکی نے محسوس کیا کہ جو کچھ اُسے بتایا جا رہا ہے اُس کا ضبطِ تحریر میں لانا اس کی طاقت سے باہر ہے۔ اس پر خود برہما ظاہر ہوا اور اُس نے بالمیکی کی حوصلہ افزائی کی۔

> "اب آؤ اُسے بہترین دانا بینا انسان اور رام کے سوانح حیات
> بیان کرو۔ اعلیٰ اور عظیم حالات! یعنی وہ کہانی لکھو جو زاہد و
> پارسا نارد نے تمہیں سنائی ہے، اسے شاندار پیرائے میں
> کھول کر ظاہر کر دو۔"

⁂

بیسواں باب

کُویرا

ہندوؤں کی دیومالا میں دولتمندی کے اس دیوتا کو کوئی نمایاں مقام نہیں دی گئی۔ رامائن میں اس کا ذکر مال وزر کے آقا و مالک کی حیثیت سے بکثرت آتا ہے لیکن اس کی مورتیاں اور تصویریں کہیں بھی دستیاب نہیں ہوتیں۔ مہا بھارت میں ہے کہ برہما کا ایک مولودۂ ذہن بیٹا پُلستیا تھا۔ اس کا پھر ایک مولودۂ ذہن بیٹا ہوا جس کا نام "گوِی پُترا وِشیش راوَن" (یعنی کُویرا) تھا۔ یہ اپنے آپ کو چھوڑ کر برہما کے پاس چلا گیا۔ برہما نے خوش ہو کر اسے غیر فانی بنا دیا اور مال وزر و دولت کا دیوتا بنا دیا پُشپک کے نام کی گاڑی عطا کی اور لنکا کو اس کا دار الحکومت مقرر کر دیا۔ اس کی یہ گاڑی بہت بڑی تھی اور یہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ مالک کی مرضی کے مطابق چلتی تھی۔ راون نے یہ گاڑی کویرا سے جبراً چھین لی۔ تاہم راون کی موت کے بعد رام نے اُسے اصل مالک کو لوٹا دیا۔

بیٹے کے اس طرح چھوڑ جانے پر پُلستیا کو بڑا غصہ آیا۔ اُس نے اپنے آدھے حصے کو وِلیس رَوس کو صُورت تو دیدی جو وِلیسراوَن سے نفرت کرنے لگ گیا۔ وِلیسراوَن نے اپنے باپ کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی بہت کوشش کی اور اُسے اس غرض سے تین خوبصورت راکشسائیں لونڈیوں کے طور پر دے دیں۔ پُشپوتکا کے دو بیٹے راوَن اور کمبھ کرَن پیدا ہوئے، مالنی نے وِبھیشن اور راکا نے کھر اور سُورپنکھا کو جنم دیا۔ بیٹے سب کے سب بہادر اور مذہبی رسومات کے پابند تھے لیکن وِلیسراوَن کی خوشحالی دیکھ کر جلنے لگے۔ کھر اور سُورپنکھا کے سوا سب نے ریاضتیں شروع کر دیں تاکہ برہما خوش ہو جائے۔ ایک ہزار سال کے بعد راوَن نے اپنا سر کاٹ کر بطور نذرانہ آگ میں پھینک دیا۔ برہما ان کی ریاضتوں کو بند کرانے کے لئے اور انھیں فیوض و برکات دینے کی غرض سے ظاہر ہوا۔ اُس نے حکم دیا کہ راون جتنے چاہے اپنے سر اور چہرے بنا لے، نیز وہ انسانوں کے سوا باقی سب کے لئے ناقابل شکست ہوگا۔ کمبھ کرَن لمبی نیند سوتا رہے گا۔ یہ نعمتیں پا کر راون نے وِلیسراوَن کو لنکا سے

نکال دیا۔ کویرا گندھ مادن چلا گیا۔ راون بادشاہ بن گیا تو اُس نے اپنی طاقتیں ظالمانہ انداز میں استعمال کرنی شروع کر دیں۔ رشی لوگ بھاگ بھاگ کر برہما کے پاس پہنچے۔ اُس نے وعدہ کیا کہ چونکہ اسے کوئی دیوتا یا اسورہ نہیں مار سکتا اس لئے چار بازوؤں والا وِشنو، جنگجوؤں کا سردار میرے امر پہ زمین پر اُترے گا اور اس کا خاتمہ کریگا۔

رامائن (اُتر کانڈ) کویرا کو پُلستیا کے بیٹے کی بجائے پوتا کہتا ہے۔ کِرت یُگ میں نیک پُلستیا کو مختلف دوشیزائیں اپنے رقص و سرود کی محفلوں سے تنگ کرتی تھیں۔ اس نے اعلان کر دیا کہ آئندہ جو بھی کوئی گانے ناچنے والی میری خانقاہ کے قریب دیکھی جائیگی وہ ماں بن جائیگی۔ ترِن وِندو کی بیٹی نے یہ اعلان نہیں سنا تھا۔ وہ خانقاہ کے قریب آگئی اور پُلستیا کی دھمکی کا شکار ہوگئی۔ اس کے باپ کو علم ہوا تو اُس نے اُسے پُلستیا سے بیاہ دیا۔ اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام وِسرَوس رکھا گیا۔ یہ زاہد و پارسا بن گیا تو اس کی شادی مُنی بھرد واج کی بیٹی سے کر دی گئی۔ ان کے جو بیٹا ہوا برہما نے اس کا نام وَیسراون (کویرا) رکھا۔ اس نے ہزاروں سال ریاضتیں کیں اور پھر برہما سے یہ نعمت حاصل کی کہ یہ مال و زر کا دیوتا ہوگا اور دنیا کے محافظین میں سے ایک ہوگا۔ اپنے باپ وَیسرَوس کے ایماء پر اس نے لنکا پر قبضہ کر کے اسے اپنا گھر بنا لیا۔ پہلے اسے وِسوکرما نے راکشسوں کے لئے تعمیر کیا تھا لیکن وہ وشنو کے ڈر سے اسے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

ایک راکشس شہزادہ جس کا نام سُمَلی تھا اور جسے پاتال میں دھکیل دیا گیا تھا اتفاق سے زمین کی سیر کو آنکلا۔ اُس نے کویرا کو اپنی خاص گاڑی میں بیٹھا باپ کے گھر جاتے دیکھ لیا۔ اس کو ایک تدبیر سوجھی جس کے ذریعے اُس نے سوچا کہ میں اپنی کھوئی منزلت کو بحال کر سکتا ہوں۔ اس نے اپنی بیٹی کیکسی کو وِسرَوس کے پاس بھیج دیا کہ اسے اپنے اُوپر مائل کرد۔ وِسرَوس اس پر مہربان ہو گیا اور یہ راون، کمبھ کرن، سوپرنکھا اور وبھیشن کی ماں بن گئی۔ جب کیکسی نے وِسرَوس کی شان و شوکت دیکھی تو اس نے راون کو اکسایا کہ تم بھی اسی شان و شوکت والے بن جاؤ۔ راون نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سخت ریاضتیں شروع کر دیں اور انھیں ایک ہزار سال تک جاری رکھا یہاں تک کہ برہما نے اسے انسانوں سے قوی تر ہستیوں کیلئے ناقابل شکست بنا دیا۔ راون کے طلب کرنے پر کویرا کو بھی لنکا کا شہر اس کے حوالے کرنا پڑا۔

اُوپر کہا گیا تھا کہ کُوبیرا زمین کا محافظ بھی ہے۔ عام طور پہ کہا جاتا ہے کہ محافظ چار ہیں۔ رامؔ اُن کے نام بتاتا ہے:

وہ جس کے ہاتھ پیکان رعد کو چلاتے ہیں (اِندرا)
مشرق کا محافظ ہو جائے
یمؔ کی نگرانی جنوب پر ہو
وَرُونا کے بازو مغرب کا دفاع کریں
اور کُوبیرا، دیوتائے زر، اپنی مضبوط گرفت کے ساتھ
شمال کی محافظت کرے

جب آٹھ محافظوں کا ذکر آتا ہے تو چار زائد محافظ یہ مُراد لئے جاتے ہیں: اگنی جنوب مشرق کا نگران، سُوریہ جنوب مغرب کا پاسبان، سوما شمال مشرق کا محافظ اور وائیو شمال مغرب کی دیکھ بھال کرنے والا۔

کُوبیرا کو یکشسوں کا بادشاہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ وحشی لوگ ہیں جنہوں نے پیدا ہوتے ہی کہا تھا ہمیں کچھ کھانے کو دو۔ یہ ہمیشہ شکار کی گھات میں رہتے ہیں اور جنگ میں جنہیں قتل کرتے ہیں اُنہیں کھا جاتے ہیں۔

رامائن میں شروع سے آخر تک کوبیرا کے محل اور باغات کی خوبصورتی اور دلکشی کے مختصر حوالے ملتے ہیں اور یہ لکھا ملتا ہے کہ کُوبیرا عطا کنندۂ مال و زر ہے۔ بھَرَدواجؔ رِشی رامؔ اور لکشمن کا شاندار استقبال کرنے کا آرزومند کہتا ہے:

یہاں کُوبیرا کے باغات آ جائیں تو کیا بات ہے
وہ جو شمالی کُورو میں واقع ہیں
درختوں کے پتے ایسے ہوں جیسے کپڑے پر موتی ٹکے ہوتے ہیں
اور اُن کے پھل ایسے ہوں جیسے آسمان کی پریاں

اس کا باغ ایک ایسی جگہ پہ واقع ہے جہاں کے باشندے اپنی فطری نشو و ارتقا کی تکمیل تک آزادانہ پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں بے مشقّت مسرتیں اپنی مکمل صورت میں ہر ایک کو دستیاب

ہیں۔ جہاں زمانے کے کوئی نشیب و فراز نہیں ہیں، ضعیفی سے قوا مضمحل نہیں ہوتے، موت نہیں ہے، خوف نہیں ہے، نیکی اور بدی میں کوئی امتیاز نہیں ہے، عدم مساوات کے ظاہر کرنیوالے تین الفاظ "بہترین"۔ "بدترین" اور "متوسط" سے کوئی واقف نہیں ہے اور چار یگوں کی تبدیلی سے کوئی تغیّر پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں کوئی غم نہیں تھکاوٹ اور اکتاہٹ نہیں، تفکرات نہیں، بھوک نہیں اور خوف نہیں لوگ مکمل صحتمند ہیں، ہر مرض سے آزاد ہیں دس اور بارہ ہزار سال تک کی عمر پاتے ہیں۔"

سیتا کی تلاش کے لئے سگریو اپنی فوج کو مختلف اطراف و اکناف کو بھیج رہا تھا تو اُس نے شمال کی فوج کے کمان دار ستَ بَل سے اس باغ کا ذکر ان الفاظ میں کیا : بے آب و گیاہ صحراؤں کے خوفناک خطوں سے آگے بڑھتے چلے جاؤ یہاں تک کہ پُر بہار مُسرّتیں تمہارا استقبال کرنے لگیں گی اور تم کیلاش کی چمکدار بلندیوں تک پہنچ جاؤ گے۔ وہاں ایک محل کھڑا ہے خالص سونے میں جڑا ہوا۔ پرانے وقتوں میں کُوبیرا نے یہ تعمیر کرایا تھا۔ یہ وہ گھر ہے جس کا نقشہ آسمان کے مصوّروں نے مرتّب کیا تھا اور پھر کاریگروں کے فنی مہارت رکھنے والے ہاتھوں سے اسے تعمیر کیا وہاں پانی کے اُوپر کنول تیرتے ہیں، نیم شگفتہ کلیاں اور پھول سفید ہنسوں اور بطخوں کے جھرمٹ میں تیر رہے ہیں۔ جہاں آسمان کی پریاں چہلیں کرنے کو اترتی رہتی ہیں۔ وہاں بادشاہ وَیسَراُن رہتا ہے جس کی دھوم سارے جگ میں ہے۔ جو انسانوں کو سنہری تحفے بھیجتا ہے اور اپنے دوستوں "گوہ یکاؤں" کے ساتھ رہتا ہے۔"

جب رامؔ اور لکشمن جنگل میں گھوم پھر رہے تھے تو ان پر ایک دیو ورادھا نامی نے حملہ کر دیا تھا یہ اسے اپنے ہتھیاروں سے قتل نہ کر سکے تو انہوں نے اسے زمین میں دفن کر دیا۔ اس نے اپنی اصلی صورت اختیار کر لی اور بتایا کہ کُوبیرا کی ایک بددُعا سے اُسکی صورت بدل گئی تھی۔ رمبھا کی ساحرانہ اَداؤں سے بہت زیادہ محبت کرنے کی پاداش میں اُس کی شکل بھیانک بنا دی گئی تھی لیکن کُوبیرا نے نجات کی ایک شرط یہ بھی لگا دی تھی کہ :

جب دسرتھ کا بیٹا رامؔ تمہیں مار ڈالیگا اور تم پر فتح پا لے گا تو تم واپس اپنی شکل پر آجاؤ گے اور آسمان تمہیں تمہارا مقام دوبارہ واپس دے دیگا۔

جب راونؔ اپنی قوّت و اقتدار کے پورے عروج پر پہنچ گیا تو اس نے دیوتاؤں کو اپنے گھر کے مختلف کام کاج کرنے پر لگا دیا۔ اِندرا اس کے لئے پھولوں کے ہار بناتا تھا، اگنی اس کا باورچی

تھا، سورج کو حکم تھا کہ تم دن کو روشنی کرو۔ چاند کو حکم تھا کہ تم رات کو منوّر رکھو اور کُویرا کو حکم تھا کہ تم ہمارے خزانچی بنے رہو۔

کُویرا نے یکشی یا چرَوی سے شادی کی۔ اس کے دو بیٹے نارَد کی بددعا سے درخت بن گئے اور اور تب تک اسی حالت میں رہے جب کرشنَ نے بچپن میں انھیں جڑ سے اکھیڑ دیا۔ نارَد نے کیوں بددعا دیکر انھیں درخت بنا دیا تھا وہ بھی سن لیجئے۔ نارَد نے انھیں جنگل میں ایک تالاب میں اپنی بیویوں کے ساتھ نہاتے دیکھ لیا۔ یہ نشے میں تھے۔ بیویاں تو اپنے فعل پر شرمندہ ہوئیں اور نارَد کے پاؤں پڑ گئیں۔ لیکن انہوں نے نہ رشی کی موجودگی کا خیال کیا اور نہ اس سے معافی مانگی۔ اس پر انہیں بددعا کے اثرات کے طور پر یہ سزا بھگتنی پڑی۔

* * *

۲۱

اکیسواں باب

'رامائن کے نیم دیوتا'

۱۔ سُگریو

راونؔ کی تباہی کے لئے رام نے بندروں کا جو لشکر تیار کیا اس کا نہایت طاقتور سربراہ سگریو تھا۔ جب وشنو آسمان کو چھوڑ کر رامؔ کی صورت اختیار کرکے زمین پر اوتار بن کر آرہا تھا تو اس نے دیوتاؤں سے کہا: رام کی مدد کے لئے جنگ کے دوران ہر قسم کی مدد تیار رکھو۔ ایسے چہرے اور ایسی صورتیں اختیار کرتے رہو جو حسبِ خواہش بدلی جا سکیں۔ ان کرداروں میں جادوگری کی ہنرمندی ہو اور ہیرو کی سی قوت و طاقت ہو اور جو پرواز میں تیز رفتار ہواؤں کو بھی مات کر دیں۔ دیوتا راضی ہو گئے اور انہوں بے شمار بیٹوں کے دَل کے دَل بنا ڈالے

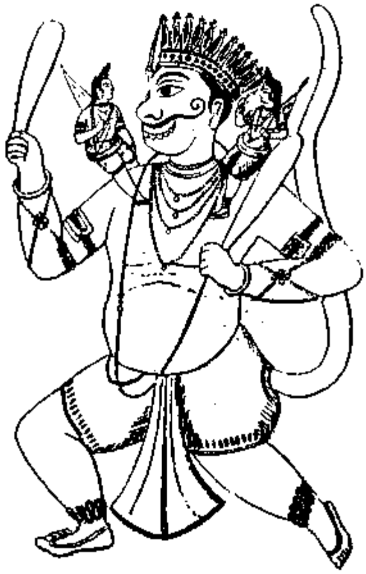

جو جنگلی باشندوں کے رُوپ میں تھے سُگریو کے بارے میں لکھا ہے کہ سُورج کی عظیم ترین آگ اُس بہادر سُگریو کی سرپرست تھی۔ بندروں کے اس بادشاہ کے ساتھ رامؔ کی ملاقات اُس وقت ہوئی جب اس کے بھائی بالی نے اس کا تخت چھین کر اُسے جلاوطن کر دیا تھا۔ رامؔ نے ایک دیو کبندھا کو قتل کر دیا تو مرتے وقت یہ دیو بادیہ نورد و ہیرو کو شاہ سُگریو کے بارے میں یہ تفصیل بتاتا ہے :

رامؔ میری بات سنو ، سگریو کو ڈُھونڈ نکالو
اس کا بھائی بالی ہے ، اِندرا کا ہے بیٹا
لڑ جھگڑ کر بھائی کو ہے ملک بدر کر ڈالا
چار بڑے سردار ابھی تک اس کے سچّے ساتھی ہیں
رشیامُوک پہاڑی میں یہ ساتھ اُن کے ہے رہتا

وَانرُوں کا آقا ہے انصاف پسند اور سچّا
مضبوط ، توانا ، ہیبت والا شان اور شوکت والا
نرم مزاج ، مضبوط ارادہ ، دانشوری میں یکتا
وعدے کا بھی پکا ہے یہ نیک ، شجاع ، بہادر
سوچی سمجھی ہر تدبیر سے ظاہر ہے دانائی
لیکن
ہوسِ اقتدار نے اس کے بھائی کو ورغلا دیا اور
اُس نے بادشاہ کو تخت سے اُتار کر جنگلوں میں
رہنے پر مجبور کر دیا۔
اَے رامؔ۔ سِیتا کی تلاش میں یہ تمہارا وفادار
تمہاری پوری مدد کریگا۔

رامؔ نے اُس کی پناہ گاہ ڈھونڈلی اسکی بپتا سنی۔ اپنی رام کہانی کہہ سنائی۔ بالی کو شکست دینے

کا وعدہ کیا اور سگریو کو واپس تخت پر بٹھانے کا اطمینان دلایا۔ سگریو نے بھی وعدہ کیا کہ سیتا کو ڈھونڈ نکالنے اور اُسے واپس لانے میں وہ اس کی پوری مدد کرے گا۔ رامؔ نے جلد ہی اپنا وعدہ پورا کر ڈالا۔ وہ سگریو اور دوسرے ساتھیوں کی ہمراہی میں بالی کے شہر کی طرف روانہ ہو پڑا۔ سگریو نے بالی کو دست بدست لڑائی کا چیلنج دیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ سگریو مغلوب ہونے ہی والا تھا کہ رامؔ نے تیر چلا دیا۔ بالی اس کی مہلک ضرب سے گر گیا۔ مرنے سے پہلے بالی نے رامؔ کو خوب ملامت کی اور کہا رامؔ تم نے اُسے مار ڈالا ہے جس نے تمہیں کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ اور تم نے وار بھی چھپ کر بزدلوں کی طرح کیا ہے؛

کیا شہرت تمہیں ملے گی ایسے شخص کو مار کر جس کے مقابلے
میں تم کبھی آگے ہی نہیں۔ لڑائی میری اور میرے دشمن کے
درمیان تھی اور تم نے چھپ کر مجھ پر وار کیا

مجھے یقین تھا کہ تم مجھے چھپ کر مارنے کو پسند نہیں کرو گے
جبکہ میں اپنے دشمن سے یکسوئی کے ساتھ لڑ رہا ہوں گا
مجھے کبھی یہ خیال تک نہ آ سکتا تھا کہ ایک بالکل اجنبی شخص
مجھ پر یوں چھپ کر تیر چلائے گا۔
اب تمہارا فاسد اور بدخو دل ظاہر ہو گیا ہے
جو ایک کھلے منہ والے لیکن اُوپر سے گھاس
سے ڈھکے ہوئے کنوئیں کی مانند ہے۔
تم نے نیکیوں کا تمغہ تو سجا رکھا ہے لیکن
مکاری اور بدترین گناہ سے تیری رُوح آلودہ ہے

رامؔ نے بالی سے کہا تقدیر نے تمہاری موت لکھ رکھی تھی اس لئے اس کے خلاف بحث کرنا فضول ہے بالی کی موت پر سُگریو کو دوبارہ تخت نشین کر دیا گیا۔ وہ وانروں کا بادشاہ تھا۔ رام نے اُسے چار ماہ کی مہلت دی کہ عرصے سے کھوئی ہوئی سلطنت اور بیوی سے لطف اندوز ہو لو۔ لیکن اس مدت کے گذر جانے کے بعد بھی وہ بازیافتہ حکومت اور بیوی کی صحبت میں ایسا کھو گیا کہ اُسے رامؔ سے کیا ہوا

وعدہ بھول گیا۔ لکشمن نے اُسے وعدہ یاد دلایا تو اس نے حکم دیا کہ بہت بڑی فوج تیار کی جائے چنانچہ ریچھوں، بندروں وغیرہ کا ایک بہت بڑا لشکر سیتا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ معلوم ہوا کہ سیتا کہیں جنوبی علاقوں میں مقیّد ہے جہاں ہنومان کی حکمرانی ہے۔ ہنومان نے بڑی محنت کر کے سیتا کا کھوج نکالا۔ فوج ساحلِ سمندر تک پہنچ گئی۔ لنکا کے جزیرے کو بھارت کی سرزمین سے مِلانے کے لئے ایک پل کا تعمیر کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ نَل کی سرکردگی میں بندروں نے انتہائی سرعت کے ساتھ پل تیار کر ڈالا اور رام کی فوجیں سمندر کے پار اُتر گئیں۔ جونہی لنکا کا شہر نظر آیا بندروں کی فوجوں نے اسے گھیرے میں لے لیا اور پھر سگریو نے زمین سے چھلانگ لگائی اور ایک ہی جست میں وہ شہر پناہ کے کونے والی دفاعی عمارت پر پہنچ گیا۔ بے خوف و خطر، سینہ تانے وانروں کا بادشاہ طیش میں آ کر لنکا کے بادشاہ کو کھڑا للکار رہا تھا۔ اس کے جوش و خروش کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بڑے درشت لہجے میں اس نے اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اس طرح خطاب کیا: "او جنوں کی نسل کے بادشاہ! میں رام کا دوست اور غلام تمہیں للکار رہا ہوں دنیا کے آقا اور مالک نے مجھے قوّت عطا کر دی ہے، اب میں تمہارے اور تمہارے

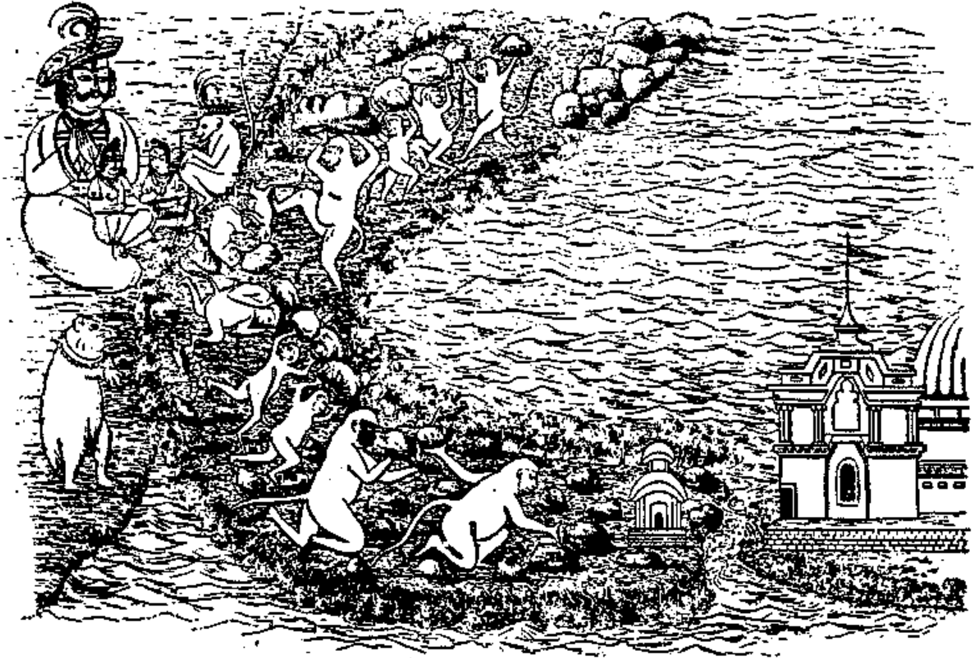

نَل کی سرکردگی میں بندر پل تیار کر رہے ہیں۔

محفوظ قلعے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔" اس کا چیلنج ابھی ہوا میں ہی گونج رہا تھا کہ اُس نے پھر چھلانگ لگائی اور راون کے منہ کو نوچ کر اُس کے سر کا تاج اُتار لیا۔ اور جوش میں آ کر اسے زمین پر دے مارا دیو بھی سیدھا اپنے دشمن پر جھپٹا۔ اپنے مضبوط بازوؤں کو اُس نے اس کے گرد ڈھیلا دیا اور اسے گرد اسے گھما کر دُور پھینک دیا۔ پے در پے ضربوں کے درمیان بندروں کا بادشاہ اپنے پاؤں پر پھر اُٹھ کھڑا ہوُا اور پھر دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ دونوں کے اعضاء خون سے تر بتر تھے اور دونوں ایکدوسرے کو پکڑے ہوئے تھے۔

لڑائی جاری تھی۔ کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تھا۔ راون نے اپنی جادوگری کو مدد کے لئے بُلا لیا۔ لیکن بہادر سُگریو فوراً اس کے ہتھکنڈے کو بھانپ گیا۔ اُس نے اُوپر کی طرف ہوا میں جست لگائی تازہ سانس، تازہ قوّت تازہ جذبہ لیکر اور دشمن کی ساحری سے بچ بچا کر رگھو کے شہزادے بیٹے کے پاس خوش و خرم واپس آ گیا۔

اس پہلی لڑائی کے دوران راون کا بھائی کنبھ کرن دیو بھی شہر سے باہر نکل کر بندروں کی فوج میں اُودھم مچانے لگا۔ اس نے وانر فوج کا قتل عام شروع کر دیا اور جسے قتل کرتا اسے کھا جاتا۔ ہزاروں کی تعداد میں اس نے اپنے مقتول کھا ڈالے۔ اس دیو کی جسامت کا اندازہ اس بیان سے لگائیے کہ وہ وانروں کو پکڑ پکڑ کر زندہ بھی منہ میں ڈال لیتا تھا تو کچھ وانر اس کے جبڑوں میں چھُپ کر اپنی جان بچا لیتے اور کچھ اس کے نتھنوں میں سے نکل کر چھلانگ لگاتے ہوئے بھاگ جاتے اور اس کے کان کے سوراخوں سے باہر آ جاتے۔ بالی کے بیٹے انگد نے بندروں کی فوج کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے اسے زمین پر اس زور سے مارا کہ یہ بے ہوش ہو گیا۔ اس دیو نے ہنومان کو پہلے ہی زخمی کر دیا تھا۔ اب اس نے سُگریو پر حملہ کرنا چاہا لیکن سگریو نے ایک پوری پہاڑی اس پر دے ماری۔ تاہم دیو نے اپنا سینہ آگے کر لیا اور پہاڑی کو سینے پر لیکر ایک طرف کو پھینک دیا۔ پھر دیو نے سگریو پر برچھا پھینکا مگر ہنومان نے اسے ہوا ہی میں پکڑ لیا اور گھٹنے پر رکھ کر اس کے ڈو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر:

> دیو نے لنکا کے پہاڑ کی چوٹی توڑ کر سگریو پر پھینکی۔ کوئی
> طاقت اسے روک نہ سکتی تھی۔ سُگریو بے ہوش ہو کر

> گر گیا۔ دشمن نے جھک کر اسے پکڑ لیا۔ اور اسے اٹھا کر
> اس طرح بھاگا جیسے موسم خزاں میں بادِ صبا بادل کے ٹکڑوں
> کو آسمان پہ لئے پھرتی ہے۔

دیو اپنے قیدی کو لیکر لنکا شہر کے اندر داخل ہُوا تو لوگوں نے واہ واہ کے غلغلے بلند کئے اور تعریفوں کے ڈونگرے برسائیے :

لیکن :

> آہستہ آہستہ وانروں کے بادشاہ نے زندگی کی رمق کو محسوس کرنا
> شروع کر دیا۔ اس کے حواس درست ہو گئے۔ طاقت عود کر
> آئی۔ دیو بڑیں ہانکتا جا رہا تھا اور یہ انھیں سن رہا تھا۔ اچانک
> اس نے دانتوں سے، ناخنوں سے، پاؤں سے دیو کو نوچنا
> شروع کر دیا۔ اس نے اس کے پہلو کو کاٹا، نوچا، ناخن گاڑ کر
> چیرا اور جگہ جگہ سے زخمی کر دیا۔ دیو درد سے بلبلا اُٹھا اور اس
> نے زور سے اپنا بوجھ زمین پر پھینک دیا۔ وانروں کے بادشاہ
> پر دیو کے مکّوں کی بارش پڑ رہی تھی مگر یہ اس پھُرتی سے چھلانگ لگا
> کر ہوا میں اُبھرا کہ دیو کا بھاری بھرکم جسم اسے پکڑ نہ سکا۔ پھر
> سُگریو ایک اُڑتی ہوئی گیند کی مانند، یہ جا وہ جا، قلعے کی دیوار
> پار کر گیا۔

لکشمن نے اس دیو کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن رامؔ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس نے اپنے تیروں سے پہلے ایک ایک کر کے اس کے اعضاء کاٹے پھر سر کو جسم سے الگ کر دیا۔ جب یہ مر گیا تو اس کے دو بھائی کنبھا اور نکنبھا میدان میں آ گئے۔ سگریو نے کنبھا کو پکڑ کر سمندر کی طرف اچھال دیا۔ ساحل پہ پہنچ کر کنبھا نے سگریو کے سینے پر اس زور کی ضرب لگائی کہ اس کی اپنی کلائی ٹوٹ گئی۔ سُگریو نے گردن کے نیچے اُسے ایک ایسا مکہ مارا کہ یہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اب اس کے بھائی نکُنبھا نے سگریو پر حملہ کر دیا : طیش سے اس کی آنکھیں سرخ انگارے کی مانند چمکنے لگیں۔ اس نے پوری طاقت سے کے

ساتھ وانر بادشاہ پر کلہاڑے سے حملہ کیا لیکن اس زندہ چٹان پر پڑکر کلہاڑا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ سگریو اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنے دشمن کے سینے پر اس زور سے گھونسا رسید کیا کہ وہ مرگیا۔

سگریو اور اسکی بہادر فوج نے شاہی وعدے کو پوری طرح نبھاتے ہوئے رامؑ کی آخری فتح تک اس کا ساتھ دیا۔ سگریو کے لشکر کے لاکھوں سپاہی موت کی آغوش میں جا چکے تھے لیکن جب رامؑ نے یمؑ کو استدعا کی تو تمام مقتولین دوبارہ زندہ ہوکر سگریو کو مل گئے۔ پھر جب رام اپنی "جادو کی گاڑی" میں بیٹھ کر واپس اپنے شہر میں آیا تو سگریو اور دوسرے وانر سردار بھی اس کی اجازت سے اس کے ساتھ آئے اور رامؑ کی تخت نشینی کے جشن میں شریک ہوئے۔ رامؑ نے ان سب کا شکریہ ادا کیا اور انہیں قیمتی تحائف دیکر رخصت کیا۔

۲۔ ہنومان

لنکا کی مہم میں بندر لیڈروں میں ہنومان سب سے مفید کارآمد اور دانا و وفادار دوست ثابت ہوا۔ یہ ایک وانر یعنی بندر ماں کے بطن سے وایو کا بیٹا تھا۔ اس کی پیدائش کے حالات کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

آسمانی پریوں میں سب سے زیادہ حسین اور آسمانی رکشیوں میں سب سے زیادہ مشہور، پیاری "کنجی کستھل" ایک معزز وانر کی بیوی بن گئی۔ اس کا آسمانی نام ختم ہو گیا اور زمین پر یہ اپنے نئے نام "انجنا" سے پکاری جانے لگی کیونکہ دیوتاؤں کے کسی سراپ سے یہ آسمانوں سے گر کر زمین پر آ رہی تھی اور اس نے صورت بھی وانروں کی اختیار کر لی تھی۔ شباب کے دہلیز پر قدم رکھے یہ حسینہ بالوں میں پھول سجائے، شوخ رنگ کے ریشمی لباس پہنے آسمانوں کو چھونے والی پہاڑی چوٹیوں پر گھومتی رہتی تھی۔ ایک دفعہ رنگین کپڑے پہنے پہاڑ کی ایک بلند چٹان پر کھڑی تھی کہ ہوا کا دیوتا وایو اس کے پہلو میں آگیا۔ اور اس حسینہ کو پیار کے جھونکوں سے گدگدانے لگا۔ اس نے اس کے لباس کو ذرا سا سرکا دیا تو عجیب حسن کی جھلک اس کی آنکھوں میں پھر گئی۔ سینے اور اعضاء کے خطوط پر، گردن اور کندھوں پر ہوا کی ہلکی ہلکی ہیل نے اس کے نرم وگداز جسم کو سہلایا۔ ہوا کا دیوتا اس کی بے مثال سحر آفرینیوں میں

سے اس طرح وارفتہ ہوگیا کہ اس نے اسے اپنے بازوؤں میں تھام لیا۔ پھر اس مشتاق دیوتا سے وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی : "کس کی ناپاک محبّت نے ایک وفاشعار بیوی کو اس طرح گنہگار بنا دیا ہے" دیوتا نے کہا : نہ ڈرو، نہ گھبراؤ اور نہ کوئی فکر کرو۔ بلکہ مجھ پر اعتماد رکھو۔ میری محبت نے تمہیں گناہ گار نہیں بنایا بلکہ ایک ایسا طاقتور، عظیم الشان اور دانا بیٹا عطا کیا ہے کہ جس کی قوّتیں اور صلاحیتیں بے شمار ہوں گی۔" یہ کہہ کر دیوتا غائب ہوگیا اور مفتوح حسینہ دل میں احساسِ ندامت کی بجائے انبساط و سرور لئے واپس آگئی۔ وقتِ مقررہ پر اس کا بیٹا پیدا ہوا۔ یہ ابھی بچہ ہی تھا کہ اس نے سورج کو طلوع ہوتے دیکھا۔ سمجھا کہ یہ کسی درخت کا پھل ہے۔ اسے پکڑنے کے لئے اُچھلا تو ہوا میں نو سّو میل تک بلند ہوگیا۔ ایک اور موقع پر اِندرا نے اس پر تیر چلایا اور یہ ایک چٹان پر گر پڑا تو اس کے رخسار پھٹ گئے۔ اس دن سے اس کا نام ہَنُومان پڑگیا کیونکہ اس کے معنے ہیں لمبے جبڑوں والا اس کے باپ نے یہ دیکھا تو وہ ناراض ہوگیا۔ جب ہوائیں چلنا بند ہوگئیں تو دیوتا خوفزدہ ہوکر وائُیو کے پاس آئے۔ بَرہما نے وعدہ کیا کہ یہ لڑکا جنگ میں نہیں مارا جاسکے گا اور اندرا نے کہا کہ آئندہ اس کے تیر اسے کبھی زخمی نہ کرسکیں گے۔

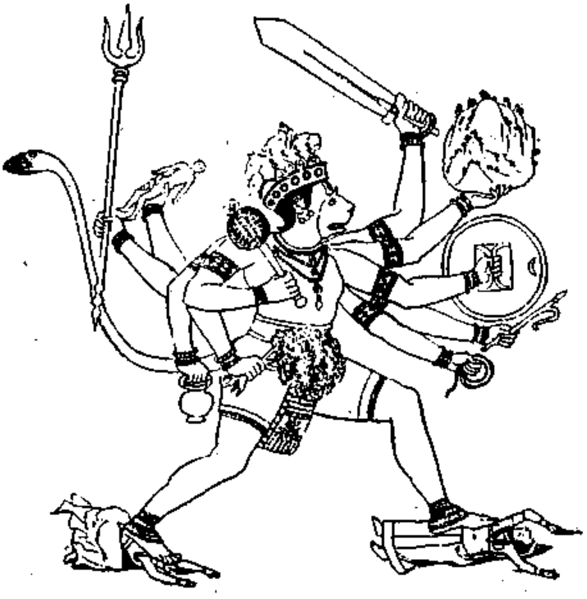

ہنُومان

اس بندر سردار نے رامؔ کی نہایت قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔ یہی ہنومان تھا جس نے سیتا کا

پتہ لگایا تھا اور رام کا پیغام اس تک پہنچایا تھا۔ لنکا کو بھی اسی نے جلا ڈالا تھا۔ اور جو راکشس وہاں رہتے تھے انھیں خوف زدہ کر دیا تھا۔ پھر یہ ہنومان ہی تھا جس نے رامؑ کو کندھے پر اُٹھا کر بھارت سے لنکا پہنچا دیا تھا۔

ہنومان کی تمام حیرت انگیز صلاحیتیں رامؑ کی خدمت گزاری میں صرف ہوئیں۔ جب رامؑ اور لکشمن، لڑائی کے دوران زخمی ہو گئے اور انکی زندگی بچ جانے کی اُمید صرف اسی میں تھی کہ چند طبی جڑی بوٹیاں جو صرف کوہ ہمالیہ پر ہوتی ہیں فوراً مہیا کی جائیں تو ہنومان نے ہی یہ کارنامہ سرانجام دیا اور بوٹیوں کی شناخت بھول جانے پر پوری پہاڑی اُٹھا لایا جس پر دوسری ہم شکل بوٹیوں کے ساتھ مطلوبہ سرجیون بوٹی بھی تھی۔ اس طرح دونوں بھائیوں کو دوبارہ نئی زندگی مل گئی۔ بوٹیوں کی شناخت بھول جانے کے علاوہ ایک اور مشکل بھی پیش آئی۔ وہ یہ کہ راون کے ایک چچا کال نیمی سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ ہنومان کو، جو سرجیون بوٹی کے تین پتے لینے کے لئے کوہ ہمالیہ جا رہا ہے، تم مار ڈالو گے تو لنکا کی آدھی سلطنت تمہیں دی جائے گی۔ یہ جوگی بن کر ہنومان سے پہلے وہاں پہنچ گیا۔ اُس نے ہنومان سے کہا آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ ہنومان نے انکار کیا لیکن جونہی وہ ایک تالاب میں داخل ہوا۔ گھڑیال نے اس کا پاؤں پکڑ لیا۔ ہنومان نے اسے تالاب سے باہر کھینچ کر مار ڈالا۔ لیکن اس مردہ گھڑیال سے فوراً ایک اپسرا برآمد ہوئی جسے دکشا کی بد دعا نے گھڑیال بنا دیا تھا۔ اپسرا نے اسے واپس اپنی اصلی حالت پر لانے کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ جوگی بھیس بدل کر تمہیں قتل کرنے کے لیے بیٹھا ہے ہنومان نے جوگی کی ٹانگ پکڑ کر اس زور سے پھینکا کہ وہ سیدھا لنکا میں راونؑ کے دربار میں تخت کے آگے جا گرا۔

رامائن کے اُتر کانڈ میں ہنومان کے بارے میں ہے کہ وہ بہت عالم فاضل بھی تھا۔ "بندروں کا سردار علم میں پختہ ہے۔ شاستروں میں اس کا کوئی مدِمقابل نہیں ہے، مذہبی کتابوں کی تفہیم میں بھی اپنی مثال آپ ہے۔ رسوم و رواج کے علوم میں اور ریاضتوں کے قواعد و قوانین کے جاننے میں وہ دیوتاؤں کے گوروؤں کے برابر ہے۔ مذہبی کتابوں کے علوم میں اسکی مہارت کے بارے میں خود رامؑ تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ :

یہ وہ ہے جس کے الفاظ میٹھی لے میں بہتے چلے جاتے ہیں

سارا رگ وید اسے اَزبر ہے
اور اس کے حافظے میں محفوظ ہے۔ یجوش اور سامن کے گیت
زبان کے اصول و قواعد پر پوری مہارت رکھتا ہے۔
کیونکہ لمبی تقریر جو اس نے کی وہ کتنی فصیح اور بلیغ تھی
اور کہیں بھی کوئی غلطی اس نے نہیں کی

آج تک ہنومان کو الوہیاتی مقام دیا جاتا ہے اور بھارت کے اکثر حصّوں میں اسکی عام پوجا ہوتی ہے زندہ بندروں کو اس کے نمائندے سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مندروں میں ان کے وَلفر دکھائی دیتے ہیں۔ انھیں کھانا کھلانا اچھا کام تصوّر کیا جاتا ہے۔ اور انھیں مارنا یا تکلیف دینا مذہبی گناہ ہے۔

۳۔ نَل

نَل دَمینتی کی ایک کہانی مہابھارت میں ملتی ہے جس میں نَل کو دَمینتی کا خاوند دکھایا گیا ہے۔ دَمینتی کو اگنی، ورُونا اور یَم بھی حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن نَل نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔ مہابھارت کے قصّے والا نَل اور ہے اور جس کا ذکر ہم یہاں کر رہے ہیں وہ نَل اور ہے۔ ناموں کے اشتراک کی وجہ سے ان دونوں کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیئے۔ رامائن میں جس نَل کا ذکر ہے وہ بندروں کا ایک اور سردار تھا۔ یہ وِسوکرم کا بیٹا تھا جو دیوتاؤں کا معمار ہے اور جس نے ان کے خوبصورت شہر تعمیر کئے ہیں۔ چونکہ نَل کا باپ تعمیرات کا ماہر تھا اور دیوتاؤں کے لئے اعلیٰ درجے کے ہتھیار بھی بناتا تھا اس لئے نَل کو یہ مہارتیں ورثے میں ملی تھیں۔

جب رام کی فوج سمندر تک پہنچی تو اسے عبور کر کے لنکا تک پہنچنے کی دشواری سامنے آئی۔ رامؑ سمندر کو خشک کرنے کے لئے اپنا تیر چلانے ہی والا تھا کہ سمندر کا دیوتا حاضر ہوا، عناصر میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ اس دیوتا نے رامؑ کو یوں خطاب کیا :

ہوا، ایتھر، آگ، مٹی اور پانی فطرت کی منشا کی تعمیل میں
اپنا اپنا راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں

قدیم زمانے سے جو قانون مقرر ہے اس کے مطابق میں پایاب نہیں ہوسکتا
اس لئے اَے رگھو کے بیٹے! میری نصیحت کو سنو
محبت یا اُمید یا خوف، کچھ بھی ہو، میں یہ کبھی نہیں کروں گا
کہ پانی کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ڈھیری بنا دوں اور آپ کے لئے راستہ نکل آئے۔
یہ تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔
البتہ تمہاری مدد میں اس طرح کر سکتا ہوں کہ
جب سمندر میں مدّوجزر پیدا کر دوں گا تو تمہارے لئے راستہ نکل آئیگا۔
اور جس طرح شہروں میں پکے فرش کی گلیاں ہوتی ہیں
اسی طرح تمہارے پاؤں کے نیچے بھی سڑک سی بن جائیگی

اس کا پہلا حرفِ نصیحت یہ تھا کہ سمندر پر تیر چلانے کی بجائے تم شمال کی طرف تیر پھینکو جہاں قابلِ نفرت جنات کی ایک نسل رہتی ہے۔ پھر نَل کو آگے بڑھنا ہوگا:

نَل ایک بہت حیران کن کام سرانجام دیگا۔ یہ وِسوکرم کا بیٹا
جو وانر ہی کی نسل سے ہے اور جس نے اپنے باپ کا عظیم الشان
فن وراثت میں حاصل کیا ہے
نَل کو بلاؤ، وہی یہ بہت بڑا کام کریگا
اُسے آسمانوں کی طرف سے یہ ہنرمندی حاصل ہوئی ہے
وہ سمندر کے آر پار پل تعمیر کر دیگا

نَل نے اعلان کیا کہ میں بخوشی یہ عظیم اور ضروری کام قبول کرتا ہوں، میں کر سکتا ہوں اور میں کروں گا۔ پھر وہ رامؔ کو اطمینان دلاتا ہے:

"میری ماں نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے ہی وِسوکرم سے یہ نعمت حاصل کر لی تھی کہ اَے
مندری! تیرا یہ بیٹا عظمت اور ہنرمندی میں میرا ثانی ہوگا"
لیکن کیوں اپنی تعریفوں سے میں آپکے کان بھروں۔ میرا کام
چھپا نہیں رہے گا حکم دیجئے وانروں کی فوج کو، اور

آج ہی اس پُل کی بنیاد قائم کر دی جائے !
رام نے نَل کی مہارت پر اعتماد کیا اور وانروں کو حکم دیا کہ "پُل" کی تعمیر کا سامان اکٹھا کرو:
وانر اپنی آرامگاہوں سے اُٹھ کھڑے ہوئے
بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں مستعد تھے
جنگلوں کے بڑے بڑے تناور درخت انھوں نے اکھاڑ ڈالے اور پھر
انھیں سمندر تک گھسیٹ کر لے آئے

طاقتور اوزاروں سے انھوں نے چٹانیں توڑ ڈالیں۔ پہاڑ گرا دیئے
رکے ہوئے پانی اُوپر اُٹھنے شروع ہوئے
آسمان سے بارش برسنے لگی
جب پہاڑ سمندر میں گرتے تھے تو سمندر گرجتا تھا، چیختا تھا، شور مچاتا تھا
پھر انتہائی مضبوط اور بہت بڑا پل تیار ہو گیا
تین سو میل لمبا
موسم خزاں کے بادلوں سے بھی بڑی چٹانیں
ایک دوسرے سے باندھی ہوئی،
ساحل پر کی مضبوط رسیوں کے ساتھ
سمندر میں پھینکی گئیں۔ اور ان کے ساتھ ہی پھینکا گیا
ہر پہاڑی کا ڈو نیم ٹکڑا اور درخت جن پر پھول ابھی تک سجے ہوئے تھے۔
اَلاَمان کا شور تھا
پانی کی سطحیں تہ و بالا ہو رہی تھیں
بڑی بڑی چٹانیں ایک منصوبے کے تحت گر رہی تھیں۔
اتنی محنت کی ان جاں نثار اور پھرتیلے وانروں نے
کہ روزانہ سورج کے غروب ہونے تک

چونتیس میل تک یہ ڈھانچا تیار ہو جاتا
دوسرے دن کی مشقت
ساٹھ میل اور آگے بڑھ جاتی
اور پانچویں دن جب سورج غروب ہوا
تو یہ سارا محیرّ العقول کام ختم ہو چکا تھا
اور اس چوڑی سڑک پر، ہر ایک
وَانر بڑی تیزی کے ساتھ دوڑ رہے تھے
یہ دیکھنے کے لئے کہ کہیں کوئی چٹان کمزور تو نہیں ہے

۴۔ نیلا

اس سردار کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اَگنی سے پیدا ہوا۔ اس کی کیفیت یوُں بیان کی گئی ہے:

شعلے کی طرح چمکتا ہوا
جو شان و شوکت میں، قوّت میں اور قیمت میں
اپنے آقا سے بھی بڑھ گیا جس نے اسے پیدا کیا تھا

اس قدر تعریف کے باوجود رامائن میں اس کے کوئی خاص کارنامے درج نہیں ہیں۔ اُسے فوج میں ایک باوقار عہدہ حاصل تھا۔ وہ فوج کے ایک ڈویژن کا کمانڈار تھا اور اس کے ذمّہ خاص کام یہ تھا کہ وہ ہر طرف چاک و چوبند نگہبان پھیلائے رکھے تاکہ دشمن چوری چھپے اچانک حملہ نہ کر سکے۔ گویا وہ سگریو کے لشکر کا محافظ بھی تھا۔ چونکہ اَگنی کا بیٹا تھا اس لئے اس کی نگاہ بہت تیز تھی وہ ہر چیز کو صاف اور واضح طور پر دیکھ سکتا تھا اور اسکی تیز نظری کی اس صفت نے بہت کام کیا۔

۵۔ سُوشینَ

وَرونا نے رام کی مدد "بہ تحفہ" دیکر کی۔ یہ سُگریو کے غاصب بھائی بالی کی بیوی تارا کا باپ تھا۔

اسے مغربی فوجوں کی کمان سپرد کی گئی۔ سگریو نے اُسے کہا تھا :

ہمارے دو سو ہزار بہترین جوان تمہارے ساتھ رہیں گے
اور (سیتا کی تلاش میں) سارا مغرب چھان ماریں گے

جب یہ اور دوسرے سردار تلاش میں ناکام ہو کر رامؑ اور سگریو کے پاس واپس آئے تو انہوں نے کہا :

ہر پہاڑی پہ ہمارے قدم پڑے ہیں
ہر جنگل میں، ہر غار میں، ہر گہری ندی میں
اور جتنی آوارہ ندیوں کو ہم جانتے ہیں
خشکیوں میں سے گزرتی ہوئی جو سمندروں کی طرف بہتی ہیں
ہمارے پاؤں نے آپ کے حکم کے تحت ان سب کو کھنگال ڈالا ہے
اُلجھی ہوئی شاخوں والے گھنے درخت اور ویرانے
اور پودوں کی ناقابل گزر جھتّیں
اور بیلدار بوٹیاں اور گندھی ہوئی گھاس، ہم نے سب چھان ماری ہے

اگرچہ وہ صحیح جگہ تو معلوم نہ کر سکے جہاں سیتا کو چھپایا گیا تھا تاہم انھوں نے یہ دریافت کر لیا تھا کہ راونؔ اسے جنوب کی طرف اس علاقے کو لے گیا ہے جو ہنومان کی عملداری میں ہے۔ اس طرح تلاش کا کام ایک متعینہ سمت اختیار کر گیا۔ دشمن کے ساتھ لڑائی کے دوران سوشین نے اچھی خدمات سرانجام دی۔ وہ اس طرح کہ جب رامؑ اور لکشمن اِندرجیت کے طلسمی پھندے سے مغلوب ہو گئے تو سگریو اور اس کے ساتھی سخت پریشان ہوئے۔ وانر بادشاہ کو یہ علم تھا کہ جس جادو میں یہ گرفتار ہیں اس سے انہیں صرف گرُوڈ ہی چھڑا سکتا ہے۔ جب اِن کے ہوش و حواس بحال ہوئے تو اس نے سوشینؔ سے کہا تم ان کو لیکر کِشکندھ خانقاہ کی طرف اُڑ جاؤ جہاں یہ محفوظ رہ سکتے ہیں اس دوران میں اکیلا ہی راون کے ساتھ لڑتا رہوں گا۔ چنانچہ یہ اکیلا لڑتا رہا اور اس نے سِیتا کو چھڑا لیا۔ پھر سوشینؔ نے طبیب بن کر کہا :

سنو میری بات !

جب دیوتاؤں اور جنّوں بھُوتوں کے درمیان لڑائی ہوئی تھی
تو اس وحشتناک جنگ میں، جنوں نے
تیروں کے طوفان برسا دیئے تھے
آسمانی سُورما زخمی ہو ہو کر گر رہے تھے

درد سے نڈھال
پھر برہسپتی نے جڑی بوٹیوں سے ان کو شفایاب کیا
ان کے زخم ٹھیک ہو گئے
اور نئی طاقت، نئے ولولے کے ساتھ اور نئے جوش کیساتھ یہ پھر تر و تازہ ہو گئے

دُور بہت دُور، دُودھ کے سمندر کے ساحل پر
اب بھی وہ بُوٹیاں بڑی کثرت سے اُگی ہوئی ہیں۔
کوئی انتہائی تیز رفتار وانر جائے اور ہماری انتہائی ضرورت کو پورا کرے
چُنس اور سمپتی لے آئیں یہ بوٹیاں کیونکہ وہ پہچانتی ہیں ان کے پتوں کو
جو ہر زخم کو مندمل کر دیتے ہیں اور نئی زندگی عطا کرتے ہیں

اس سمندر کے پہلو میں
جسے قدیم زمانے میں بلویا گیا تھا
اور جس کی سطح پر اَمرت اُبھرا تھا

جہاں سفید درخت جھوم رہے ہیں
چندرا کی خوبصورت بلندی پر جہاں درونا کھڑا ہے
دیوتاؤں نے ان بوٹیوں کو اُگایا ہے
اور ہر چمکتی ہوئی ڈھلوان وادی دودھیا سمندر کی طرف چلی جا رہی ہے
ان بوٹیوں کو وہاں سے تیز رفتار ہنومان ہی لا سکتا ہے

یہ عجیب و غریب اثرات والی بوٹیاں!
یہ بُوٹیاں ہنُومان لایا۔ زخم ٹھیک ہو گئے اور بہادر سُورما تر و تازہ ہو کر پھر جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

بائیسواں باب

مہابھارت کے نیم دیوتا

مہابھارت کے ان ہیروز کا آپس میں اتنا گہرا اور قریبی تعلق ہے کہ اگر ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ بیان لکھا جائے تو بہت سے واقعات کو بار بار دہرانا پڑے گا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ مہابھارت کی اصل کہانی کو یہاں مختصر مگر جامع انداز میں پیش کر دیا جائے ۔

سوما (چاند) کو چندر بنسی خاندان کا بانی سمجھا جاتا ہے ۔ یہ ہستناپور کا حکمران تھا۔ اس کی پانچویں پشت کے حاکم کے دو بیٹے پورو اور یادو ہوئے ۔ جن سے چندر بنسی خاندان کی دو شاخیں آگے بڑھیں ۔ کرشن اور بالرام کے حالات میں ہم نے دیکھ لیا تھا کہ انکی وفات سے یادو خاندان ختم ہو گیا تھا۔ دوسری شاخ کے بانی پورو سے سولھویں پشت پر بھارت کا نام آتا ہے جس کی وجہ سے ملک کو بھی اس وقت بھارت یا بھارت ورش (یعنی بھارت کا ملک) کہتے ہیں ۔ بھارت سے آگے تینتیسویں پشت پر سانتنو آتا ہے جس کے دو بیٹے تھے ۔ ایک بیٹا بھیشم گنگا (دریائے گنگا) سے اور دوسرا وچتر وریا ستیاوتی سے تھا۔ یہ ستیاوتی ایک اپسرا ادرکا کی بیٹی تھی جسے زمین پر مچھلی کی صورت میں رہنے کی سزا دی گئی تھی ۔ رشی پراسر دریائے یمنا عبور کرتے ہوئے اس کی بیٹی سے ملا تو نتیجہ میں ویاس پیدا ہو گیا ۔ یہ دریا کے ایک جزیرے میں پیدا ہو گیا اس لئے اس کا نام دیپ ینا پڑ گیا (وہ جو جزیرے پر چلتا پھرتا ہے) ۔ ویاس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ویدوں کا مرتب تھا۔

مہابھارت اور پرانوں کا مؤلف تھا اور فلسفۂ ویدانت کا بانی تھا۔ ستیاوتی کا یہ بیٹا (ویاس) سانتنو کے ساتھ بیاہ کرنے سے پہلے کا تھا۔ لہٰذا یہ تینوں بھائی یعنی بھیشم، وچتروریا اور ویاس ایک دوسرے کے " آدھے بھائی " تھے ۔ بھیشم برہمچاری بن گیا (ساری عمر شادی نہ کرنے والا) ۔ ویاس جنگلوں میں استغراق کی زندگی گزارنے چلا گیا گو کہ اس نے ماں سے وعدہ کر لیا تھا کہ ہر بات میں وہ اس

کے تابع فرمان رہے گا ۔

اب ہوا یہ کہ وِچِتر وِریا بے اولاد مر گیا ۔ سیتا وتی کو مجبوراً ویاسؔ کو کہنا پڑ گیا کہ وہ بے اولاد بیواؤں سے بیاہ کر لے ۔ اس کے نتیجے میں ایک بیوی اُمبیکا سے "مادر زاد اندھا" بیٹا دھرت راشٹر پیدا ہوا ۔ اس کے اندھا ہونے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب ویاسؔ جنگلی زندگی سے واپس آیا تو اس کا چہرہ اتنا بھیانک تھا کہ جتنا وقت یہ گھر پر رہتا اُمبیکا آنکھوں پر ہاتھ رکھے رہتی ۔ یا انہیں بند رکھتی ۔ دوسری بیوی اُمبلیکا سے بیٹا پیدا ہوا تو اس کی رنگت زرد زرد سی تھی ۔ اس پیلے پن کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اُمبلیکا خاوند سے ڈرتی رہتی تھی ۔ اس پیلی رنگت والے بیٹے کا نام پانڈو رکھا گیا تاہم سیتا وتی ان دونوں پوتوں سے مطمئن نہیں تھی ۔ وہ ایک اور صحیح و سالم بچہ چاہتی تھی لیکن اُمبیکا نے اپنی بجائے اپنی ایک کنیز کو آراستہ پیراستہ کر کے ویاسؔ کے پاس بھیج دیا ۔ چنانچہ اس لڑکی سے وِدُورا نامی بیٹا پیدا ہو گیا اب اسکی ماں کے احکام کی تعمیل ہو چکی تو ویاسؔ واپس جنگلوں میں چلا گیا ۔

ان بچوں کی نابالغی کے دَوران ان کا چچا بھیشم ان کے نام پر ہستناپور کی حکومت چلاتا رہا ۔ ان بچوں کی تعلیم و تربیت بھی اس کے سپرد کر دی گئی تھی ۔ چنانچہ دَھرت راشٹر اندھا ہونے کے باوجود باقی دونوں سے زیادہ طاقتور تھا ۔ پانڈو کو تیر اندازی میں مہارت حاصل ہو گئی اور وِدُورا نیکی اور دانائی میں ان سے سبقت لے گیا ۔

جب لڑکے بالغ ہو گئے تو دھرت راشٹر کو اَندھا ہونے کی بنا پر بادشاہی کے لئے نااہل قرار دیدیا گیا ۔ وِدُورا بادشاہ نہ بن سکتا تھا کیونکہ اس کی ماں شُودر تھی ۔ لہٰذا پانڈو کو بادشاہ بنا دیا گیا دَھرت راشٹر نے گندھارا کی بیٹی سُبلا یا سوبالیئی سے ، جسے گندھاری بھی کہتے تھے ، شادی کی ۔ پانڈو نے کُنتی بھوج کی متبنّٰی بیٹی پرِتھا (یا کُنتی) سے بیاہ کیا ۔ اس پرِتھا نے ایک دن ، شادی سے پہلے ایک طاقتور رِشی مُنی دُرواسس کی ، جو ان کے گھر مہمان بن کر ٹھہرا تھا ، اتنی عزّت کی کہ اُس نے اسے ایک "جادو" دیا اور ایک منتر سکھا دیا جس کے ذریعے وہ ہر دیوتا سے حسبِ خواہش بیٹا لے سکتی تھی تعجّب کے عالم میں اس نے سُورج کو بلا لیا ۔ اس سے اس کا ایک "مادر زاد زرہ پوش" بیٹا پیدا ہوا لیکن رشتہ داروں کے طعنوں اور ملامتوں سے ڈر کر پرِتھا نے یہ بچہ دریا میں بہا دیا ۔ یہ ایک رَتھبان اُدھی رَتا نامی کو مل گیا اور اسکی بیوی رادھا نامی نے اس کی پرورش کی اُدھی رتا اور رادھا نے اس کا نام

سوشین رکھا لیکن بعد میں یہ رادھیو مشہور ہوگیا۔ جب یہ جوان ہوگیا تو اندرا دیوتا نے اسے بے پناہ قوّت عطا کر دی اور اس کا نام بھی بدل کر کرنؔ رکھ دیا۔ چونکہ یہ سورج کا بیٹا تھا، اس لئے وَیکرتنا بھی کہلایا۔

اپنے چچا بھیشم کے کہنے پر پانڈو نے ایک اور شادی مدرا کے بادشاہ سَلیا کی بہن "مادری" سے کرلی۔ اس شادی کے فوراً بعد پانڈو نے ایک بہت بڑی مہم سر کی اور وہ اپنی راجدھانی کی سرحدوں کو وہاں تک بڑھا کر لے گیا جہاں تک یہ اس کے جدِّ امجد بھارتؔ کے عہدِ حکومت میں تھیں۔ پھر یہ اپنی دونوں بیویوں کو ساتھ لیکر جنگلوں میں مقیم ہوگیا تاکہ وہاں رہ کر شکار کھیلنے کے جذبے کی تسکین کرتا رہے۔ اس کی غیر حاضری میں بھیشم کی معاونت اور سربراہی میں اندھا دَھرت راشٹر اس کی بجائے حکومت کرتا رہا۔

دَھرت راشٹر کے ایک سَو بیٹے تھے۔ ان کی پیدائش کی کہانی اس طرح سے ہے کہ ایک دفعہ ویاسؔ رِشی کی ملکہ گندھاری نے بڑی خاطر تواضع کی تو ویاس نے اُسے ایک نعمت عطا کی کہ جو چاہو مانگ لو۔ ملکہ گندھاری نے کہا میں ایک سو بیٹوں کی ماں بننا چاہتی ہوں۔ دوّ سالوں کے بعد اس کے ہاں گوشت کا ایک لوتھڑا پیدا ہُوا۔ ویاسؔ نے اُسے انگوٹھے کے برابر ایک سَو ایک ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ وقت معیّنہ پر ان ٹکڑوں میں سے بیٹے پیدا ہوئے۔ سب سے بڑے بیٹے کا نام دریودھنؔ رکھا گیا۔ ایک لڑکی بھی ہوئی جس کا نام دُہسالا تھا۔ دَھرت راشٹر کے ان بیٹوں کو عام طور پر کورُو یا کوروس کہا جاتا ہے۔

پانڈو کی اولاد کو اُلوہیاتی طور پر نسبت دی جاتی ہے۔ جیسا کہ اُوپر کہا گیا ہے پانڈو شکار کھیلنے کا بہت شوقین تھا۔ ایک دفعہ اس نے پانچ تیروں سے ایک نر اور ایک مادہ ہرن مار گرایا۔ یہ دراصل میاں بیوی دوّ رشی تھے جنہوں نے ہرنوں کی صورت اختیار کی ہوئی تھی۔ رِشی نے پانڈو کو بددعا دی کہ تم اپنی ایک بیوی سے بغل گیری کی حالت میں مروگے۔ اس بددعا سے ڈر کر پانڈو نے برہمچاری رہنے کا عہد کرلیا، اپنی ساری جائیداد براہمنوں میں بانٹ دی اور خود تارک الدّنیا سادھو بن گیا۔

اس پر پانڈو کی بیوی پرِتھا نے خاوند سے دُرواسس کے عطا کردہ سحر اور منتر کے استعمال کی اجازت لے لی۔ چنانچہ اس کے تین بیٹے پیدا ہوئے: دیوتا دھرمُ سے یُدھشٹر، دیوتا وایو سے بھیمؔ اور اندرا سے اَرجنؔ۔ اب پانڈو کی دوسری بیوی مادری کو بھی بچے پیدا کرنے خواہش ہوئی پرِتھا نے اِسے

مشورہ دیا کہ تم اَسون کو بلالو۔ چنانچہ اس کے دو جُڑواں بیٹے نکُل اور سہدیو پیدا ہوئے۔ اس کے کچھ دیر بعد، جب پانڈو رِشی کی بد دعا کو بھُول چکا تھا، وہ اپنی بیوی مادری سے بغل گیر ہُوا اور مر گیا مادری کو اپنے خاوند کی لاش کے ساتھ زندہ جلا دیا گیا۔

پانڈو کے یہ پانچ بیٹے یُدھشٹر۔ بھیم۔ اَرجن۔ نکُل اور سہدیو جنہیں عام طور پر پانڈُو یا پانڈوَ کہا جاتا ہے اپنی ماں پرِتھا کے ساتھ ہستناپور واپس آگئے۔ دھرت راشٹر بھائی کی موت کی خبر سن کر بہت غمگین ہوا۔ اس نے پانڈو کے بیوی بچوں کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اس طرح اُس کے بیٹے کورو اور پانڈو کے پانچ بیٹے پانڈُو یا پانڈوَ کے ساتھ رہنے لگے۔

یہ چچیرے بھائی ابھی بچے ہی تھے کہ ان میں لاگ بازی شروع ہوگئی۔ ایک دفعہ تو یہ حسد یہاں تک پہنچ گیا کہ دریودھن نے بھیم کو زہر پلا دیا اور بے ہوشی کی حالت میں اسے پانی میں پھینک دیا۔ اتفاق سے یہ ناگاؤں (سانپ جنوں) کا مسکن تھا۔ انھوں نے بھیم کے جسم کا سارا زہر چوس لیا اور اسے ایک ایسا مشروب پلا دیا جس سے اسکی قوّت دس ہزار ناگاؤں کے برابر ہوگئی۔ پھر پانڈوؤں کو ختم کر دینے کے کئی منصوبے تیار کئے گئے۔ لیکن یہ سب ناکام ہوئے

مہابھارت میں پانچ پانڈو بھائیوں کا کردار بڑی فنکارانہ لطافت اور نزاکت سے تراشا گیا ہے اور ساری نظم میں کہیں بھی ربط اور تسلسل کو ٹوٹنے نہیں دیا گیا۔ سب سے بڑا بھائی یُدھشٹر دھرم (نیکی) کا بیٹا، ہندوؤں کے معیارِ عمدگی پر ہر لحاظ سے پورا اُترتا ہے۔ وہ منصف اور عادل ہے، حلیم الطبع ہے۔ پُرسکون اور معتدل مزاج کا باوقار اور بہادر شخص ہے۔ طبیعت کا ٹھنڈا اور حوصلے والا لیکن جرأتمندانہ، دراز قد و قامت کا رُعب دار سورما ہے جو اپنے نام کی مناسبت سے جنگ میں ثابت قدم رہنے والا بھی ہے۔ لکھا ہے کہ شیر کی طرح شاہانہ چال ڈھال اور کنول کے پھول جیسی آنکھوں والا یہ شخص ہر طبقے میں احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔

بھیم (وایو کا بیٹا) وحشیانہ قوّت اور جرأتمندی کا نمونہ ہے۔ دیو قامت۔ فوری طور پر اور شدت کے ساتھ حرکت میں آنے والا۔ گرم مزاج اور اچانک بھڑک اُٹھنے والا، کسی قدر منتقم لیکن وحشی پن کی حد تک ظالم، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، خوفناک شخص ہے۔ اسکی طاقت کا انحصار اس کی بسیار خوری پر بھی تھا۔ اس کا ایک نام وِرکو دَر بھی ہے یعنی بھیڑیئے کے معدے والا

کہا جاتا ہے کہ پانچ بھائیوں کی روزانہ خوراک کا آدھا حصہ یہ اکیلا کھا جاتا تھا۔ تاہم یہ بے لوث اور گرمجوشی سے محبت کرنے والا شخص بھی تھا، خاص طور پہ اپنی ماں اور اپنے بھائیوں سے اس کی محبت بے مثال ہے۔

اُرجن (اِندر کا بیٹا) صحیح معنوں میں مہابھارت کا ہیرو ہے۔ وہ مرعوب نہ ہونے والا بہادر، سخی، نرم دل، تیز فہم، پاکیزہ شعور اور معاف کر دینے والا شخص تھا۔ اس کے ساتھ ہی فوق البشر قوتوں کا مالک، اسلحہ کے استعمال میں ماہر اور پہلوانی کے فن میں بھی یکتا تھا۔

اُسونوں کے بیٹے نکُل اور سہدیو بھی پیاری شخصیتوں کے مالک ہیں، شریف النفس اور حساس! ان پانچ بھائیوں کو دھرت راشٹر کے ایک سو بیٹوں کے بالکل برعکس اور متضاد صفات کا مالک دکھایا گیا ہے۔ یعنی انھیں کینہ پرور، بے عزت، رزیل اور بدکار ظاہر کیا گیا ہے۔ سورج کا بیٹا کرن پانچ پانڈو بھائیوں کا نیم برادر ہے لیکن کوروؤں کا نہایت قابلِ قدر حمایتی ہے اگرچہ کردار کے اعتبار سے یہ ان سے بالکل مختلف ہے۔ اسے اعلیٰ درجے کا شجاع، واجب الاحترام، خلوص اور ایثار کا پیکر اور وسیع القلب کردار کی صورت میں پیش کیا گیا ہے جو بداعمالیوں کی کشش کے سرنگوں نہیں ہوتا اور کوروؤں کا حامی ہونے کے باوجود، جو بلاشبہ بُرے لوگ ہیں، ان سے الگ رہتا ہے۔

ان تمام چچیرے بھائیوں کو ہستنا پور میں مشہور براہمن اتالیق درُونا نے تعلیم و تربیت دی۔ ان سب کو اسلحہ کا استعمال سکھایا گیا لیکن اُرجن، جسے درُونا نے جادو کے کچھ ہتھیار دیئے، ان سب سے سبقت لے گیا۔ بھیم اور دریودھن دونوں کو ان کے پھپھی زاد بھائی بالرام نے مگدر چلانا سکھایا۔ بھیم کی ماں پرتھا واسُودیو کی بہن تھی اس لئے کرشن کی پھوپھی تھی۔ جب ان کی تعلیم ختم ہو گئی تو کھیلوں کا ایک عام مقابلہ ہوا جس میں نوجوانوں نے تیر اندازی میں اپنی اپنی مہارت کے جوہر دکھائے، رتھ بانی، گھوڑوں اور ہاتھیوں کے کرتب، تلوار، برچھے اور مگدر کی مشقیں اور کشتی وغیرہ کے بھی مقابلے ہوئے لیکن سب سے زیادہ مظاہرہ اُرجن نے پیش کیا۔ جب وہ طاقت کے کرتب دکھا چکا تو اس نے لوہے کے گھومتے ہوئے ایک جانور کے جبڑوں میں سے بیک وقت پانچ تیر پار کر دیئے۔ پھر ایک تاگے کے ساتھ بندھے ہوئے گائے کے سینگ کے کھوکھلے سرے میں سے اکیس تیر گزار دیئے۔ جب وہ یہ کرتب دکھا چکا تو کرن نام کا ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے

بھی وہ ہی کرتب کر کے دکھا دیئے اور اَرجن کو چیلنج دیا کہ میرے ساتھ دو بدو لڑائی لڑو۔ لیکن وہ اپنی ولدیت سے مطمئن نہ کر سکا تو شہزادوں کے مدِّ مقابل آنے والوں میں اس کا نام شامل نہ ہو سکا۔

کھیلوں کے مقابلے ختم ہو جانے کے بعد یُدھشٹر کو دلی عہد مقرر کر دیا گیا۔ بہت جلدی یہ اتنا ہر دلعزیز ہو گیا کہ لوگ اس کے باپ کے عہدِ زرّیں کو بھی بھول گئے۔ رعایا کی خواہش تھی کہ یُدھشٹر کو فی الفور تخت نشین کر دیا جائے لیکن کورُوؤں نے بڑی سخت مخالفت کی۔ سب سے پہلے پانڈُوؤں اور انکی ماں کو وَارَناوت کے ایک مکان میں بھیج دیا گیا جس میں بارود وغیرہ کی قسم کا کوئی جلنے والا مواد رکھ دیا گیا تھا تاکہ یہ سارا کنبہ ہی جل جائے۔ وِدُورا نے پانڈُوؤں کو اطلاع کر دی اور یہ بچ گئے۔ لیکن جو آدمی ان کو ساتھ لایا تھا وہ اور اس کے ساتھ پانچ بچوں والی ایک عورت، جنہیں بھیم نشہ پلاکر یہاں لایا تھا جل کر مر گئے۔ کورُوؤں کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ اُن کا منصوبہ کامیاب ہو گیا ہے۔ پانڈو بھائی اپنی ماں کو لیکر جنگلوں میں جا بسے جہاں بھیم نے ایک دیو ہِندِمبا کو قتل کر کے اس کی بہن سے شادی کر لی۔

کچھ وقت کے بعد یہ لوگ وِیاسؔ کے مشورے پر "ایک چکر" نامی شہر میں چلے گئے جہاں یہ براہمن بھکاری کے روپ میں زندگی گزارنے لگے۔ اس شہر کے نزدیک وَک نامی ایک راکشش رہتا تھا۔ اس نے شہر والوں کو روزانہ کھانا بھیجنے پر مجبور کر رکھا تھا لیکن جو یہ شخص کھانا لیکر جاتا وہ اسے بھی ہڑپ کر جاتا تھا۔ ایک دن کھانا پہنچانے کی باری ایک برہمن کی آگئی۔ اسکی بیوی اور بیٹی نے کہا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ جائیں گی۔ پھر اس کا چھوٹا بچہ توتلی زبان میں کہنے لگا: اَبّا رو مت امّی آہیں نہ بھرو۔ میں گھاس کے اس نوکدار تیلے سے اس وحشی آدم خور دیو کو قتل کر دوں گا"۔ یہ باتیں بھیم چھپ کر سن رہا تھا۔ بچے کی بات سن کر بھیم تڑپ اُٹھا۔ اُس نے کھانا لیا اور دیو کو دینے چلا گیا اور اسے مار ڈالا۔

اس واقعے کے بعد ویاس اپنے پوتوں کے پاس آیا اور اس نے آکر کہا کہ پنچال کے بادشاہ کی بیٹی دروپدی تم پانچ بھائیوں کی مشترکہ بیوی بنے گی۔ تقدیر کا یہی فیصلہ ہے۔ یہ لڑکی اپنی پہلی پیدائش میں ایک رِشی کی بیٹی تھی۔ اس نے شوہر حاصل کرنے کے لئے سخت ریاضتیں کی تھیں شِوا اس کی ریاضت سے خوش ہو کر کہنے لگا: چونکہ تم نے پانچ دفعہ کہا ہے کہ مجھے خاوند چاہیئے

اس لئے تمہارے پانچ خاوند ہوں گے۔" اُن دِنوں رواج تھا کہ زور آزمائی اور تیر اندازی وغیرہ کے مقابلے ہوتے اور شہزادیاں اپنی مرضی کے مطابق بہترین مظاہرہ کرنے والے کو اپنا خاوند منتخب کر لیتی تھیں۔ اس رسم کو سُوئمبر کہتے تھے۔ دروپدی کے سوئمبر پہ ایک گھومتے ہوئے چکر میں سے گزار کر مچھلی کی آنکھ میں تیر پیوست کرنا تھا۔ تاہم ایک کڑی شرط یہ بھی تھی کہ نیچے رکھے ہوئے پانی کے عکس میں دیکھ کر اُوپر معلّق مچھلی کو نشانہ بنایا جائے۔ ارجن نے کمال مہارت سے تیر اندازی کا یہ مقابلہ جیت لیا۔

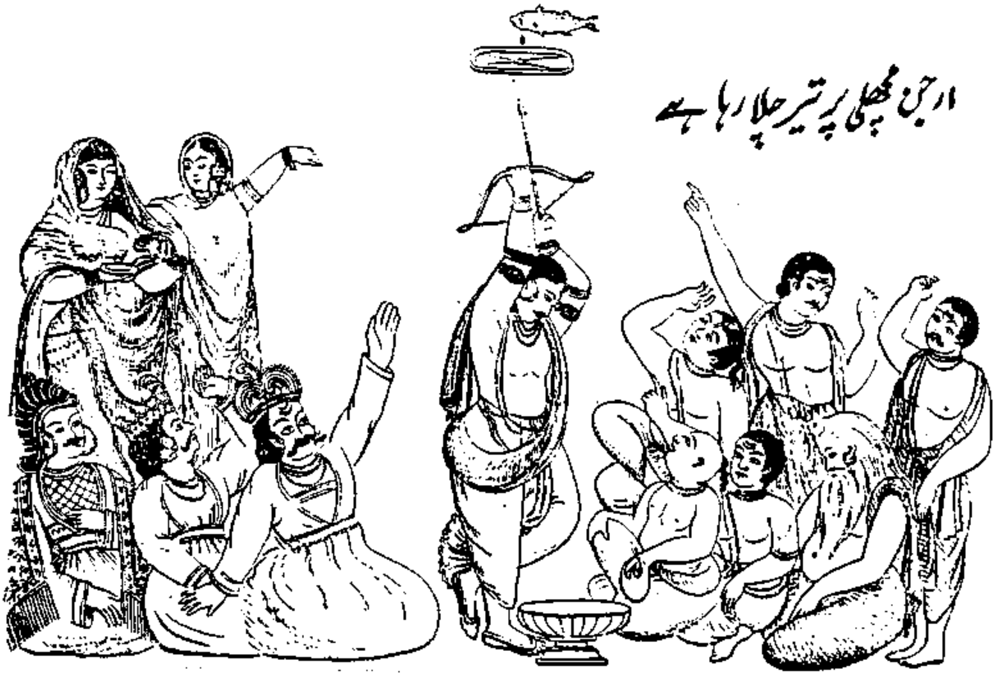
ارجن مچھلی پر تیر چلا رہا ہے

دروپدی کے سوئمبر سے جب یہ بھائی واپس آتے تو ان کی ماں نے یہ خیال کر کے کہ یہ بھیک اکٹھی کر لائے ہیں ان کے قدموں کی چاپ سنتے ہی کہہ دیا: "اسے آپس میں بانٹ لو۔" ماں کے الفاظ رَد نہیں کیے جا سکتے تھے۔ ویاسؔ نے جو کہا تھا کہ یہ پانچوں بھائیوں کی بیوی ہوگی وہ بات پوری ہو کر رہی۔ مہابھارت کے مصنّف ویاس کو خیال آیا کہ یہ بات جو اس نے لکھ دی ہے کہ یہ پانچ بھائیوں کی مشترکہ بیوی تھی اور یہ کہ ایک سے زیادہ خاوندوں کا اس زمانے میں رواج تھا، تو اس بات میں کچھ نامناسبت سی ہے۔ چنانچہ اس نے مزید وضاحت یہ پیش کر دی کہ

ارجن دراصل اندرا کے جوہر کا ایک حصّہ تھا۔ اسی طرح اس کے بھائی بھی اسی دیوتا کے حصّے تھے اسی طرح دروپدی خود بھی لکشمی ہی کا ایک رُوپ تھی چونکہ پانچوں بھائی اندرا ہی کا حصّہ تھے اس لئے مشترکہ طور پر ایک بھائی رکھنے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ ویسے اُنیسویں صدی کے اختتام تک (ممکن ہے اب بھی ہو) بھارت کے پہاڑی قبیلوں میں ایک خاوند کا رواج جاری تھا۔ دروپدی کا ہر بھائی سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ تاہم دروپدی کے علاوہ ان بھائیوں کی اور بیویاں بھی تھیں اُوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ بھیم نے ہندمبا سے شادی کی تھی۔ ارجن نے کرشن کی بہن سُبھدرا سے بھی شادی کی۔ ایک سانپ پری اُلُودی سے بھی شادی کی اور مُنی پورہ کے بادشاہ کی بیٹی چترانگدا سے بھی بیاہ رچایا تھا۔

جب دروپدی سے شادی ہو جانے کی وجہ سے پنچال کے بادشاہ کے ساتھ پانڈو بھائیوں کی رشتہ داری قائم ہوگئی تو انہوں نے اپنا بھیس اُتار ڈالا۔ پھر ان کے چچا دھرت راشٹر نے سلطنت تقسیم کر دی۔ اپنے بیٹوں کو انھوں نے ہستناپور دیدیا، پانڈوؤں کو دریائے جمنا کے قریب ایک ضلع کھانڈو پرستھ دے دیا۔ یہاں اُنہوں نے اندرا پرستھ (دہلی) کی بنیاد رکھی اور یُدھشٹر کی زیرنگین اُن کی سلطنت بڑھنے اور پھیلنے لگ گئی۔

ارجن نے ایک قسم پوری کرتے ہوئے تنہا جنگلوں میں بارہ سال گزار دیئے۔ وہاں اسکی ملاقات کرشن سے ہوئی۔ جس نے اسے دُوارکا آنے کی دعوت دی۔ وہاں اسکی شادی سُبھدرا سے ہوگئی۔ یدھشٹر کی تاجپوشی کی تقریب میں شمولیت کیلئے کرشن کو مدعو کیا گیا۔ نارد کی تجویز پر بھیشم نے کہا کہ اس وقت جو شخص سب سے زیادہ طاقتور اور اعلیٰ کردار کا ہو اس کے نام پر مشروب کا چڑھاوا دیا جائے۔ اس نے کرشن کو منتخب کیا لیکن سِسوپال نے نہ صرف اعتراض کیا بلکہ کرشن کو سرعام بُرا بھلا بھی کہا۔ اس پر کرشن نے "چکر" سے اس کا سر قلم کر دیا۔

اس کے بعد ہستناپور میں ایک تہوار منایا گیا جس میں پانڈوؤں کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی یدھشٹر کو جُوا کھیلنے کی ترغیب دی گئی۔ جوئے میں وہ سلطنت، تمام ملکیتیں اور آخر میں دروپدی کو بھی ہار گیا۔ تاہم ایک سمجھوتا طے پاگیا کہ بارہ سال تک دریودھن ساری راجدھانی پر حکومت کریگا جبکہ پانڈو دروپدی سمیت اتنی ہی مدت کے لئے جنگلوں میں گزاریں گے۔ تیرھویں

سال مختلف بھیس بدل لیں گے اور اپنے نام بھی اور رکھ لیں گے۔ جنگلی زندگی کے دوران ارجن کوہ ہمالیہ کی طرف چلا گیا تاکہ سخت ریاضتیں جاری رکھ کر اپنے لئے آسمانی ہتھیار حاصل کر سکے۔ کچھ عرصے کے بعد شِوا ظاہر ہوا لیکن اس نے "کِراٹا" کی صورت اختیار کی ہوئی تھی۔ "کِراٹا" جنگلی پہاڑی آدمی کو کہتے ہیں۔ رامائن میں ان کو جندیوں کے رہنے والا کہا گیا ہے جو کچّا گوشت کھاتے تھے، پانیوں میں رہتے تھے اور نصف آدمی نصف شیر تھے۔ ارجن کے سامنے کِراٹا آیا تو اسی لمحے ایک جنّ مُوکَ نامی جنگلی سؤر کی شکل اختیار کر کے اُن پر حملہ کر دیا۔ شِوا اور ارجن دونوں نے تیر چلایا اور جنّ مر گیا۔ اب اِن کے درمیان جھگڑا اکھڑا ہو گیا کہ جنّ کس کے تیر سے مَرا ہے۔ شِوا کہتا کہ میرے تیر سے مَرا ہے ارجن کہتا نہیں میرے تیر سے مرا ہے۔ شِوا کو ارجن کی بہادری کا اندازہ لگانے کا موقع مل گیا۔ دونوں لڑ پڑے۔ ارجن اس کِراٹا کے ساتھ دیر تک لڑتا رہا لیکن فتح نہ پا سکا۔ آخر وہ پہچان گیا کہ شِوا دیوتا ہے۔ یہ اس کے قدموں میں گر گیا۔ شِوا اسکی بہادری پر بڑا خوش ہوا اور اس نے متبرک ہتھیار پاشُوپت اسے عطا کر دیا تاکہ اس کی مدد سے یہ کرن اور کورو شہزادوں کے خلاف جنگ جیت سکے۔

بن باس کے تیرھویں سال پانڈو شاہ وِرات کے دربار میں بھیس بدل کر حاضر ہوئے اور اسکی نوکری اختیار کر لی۔ یُدھشٹر نے اپنے آپ کو براہمن ظاہر کیا اور اپنا نام کنک بتایا۔ ارجن نے ہیجڑے کا لباس پہن لیا اور "وِرِہی نہنلا" کے نام سے موسیقی اور رقص سکھانے پر مامور ہو گیا۔ ایک دن جب وِراتا اور چار پانڈو بھی باہر گئے ہوئے تھے دریودھن اور اس کے بھائی نے وِرات کی راجدھانی پر حملہ کر دیا اور کچھ مویشی بھگا لے گئے۔ بادشاہ کے بیٹے اُتّرا نے اس کا تعاقب کیا جبکہ ارجن اس کا رتھبان تھا۔ جب یہ دشمن کے قریب پہنچے تو اُتّرا کا خوف کے مارے دل بیٹھنے لگا۔ مجبوراً ارجن کو بتانا پڑا کہ اصل میں وہ کون ہے۔ اس نے شہزادے سے کہا "ڈرو مت، میرے ساتھ جگہ بدل لو۔ میں لڑوں گا تم رتھ چلانا۔ لیکن فی الحال میرا راز افشا نہ کرنا۔" شہزادے کا حوصلہ بندھ گیا، ارجن نے دشمن کی ساری فوج کو شکست دیدی اور چرائے ہوئے مویشی بھی واپس چھین لی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وِراتا کے بلائے ہوئے ایک بہت بڑے اجلاس میں پانڈوؤں کو شہزادوں کی صف میں جگہ دی گئی اور بادشاہ نے انکا پر جوش استقبال کیا۔

اس کے بعد شہزادوں کا ایک خصوصی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں کرشنَ اور بالرام نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس کا مقصد ایسا طریقِ عمل سوچنا تھا جس سے پانڈو اپنی ملکیتیں واپس لے سکیں بعض شرکا کی رائے تھی کہ فوراً جنگ لڑی جائے لیکن کرشن اور بالرامَ نے اصرار کیا کہ پہلے مذاکرات کے ذریعے معاملات طے کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس رائے پر عمل کیا گیا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اسی دوران کرشنَ اور اس کا بھائی واپس دوارکا آگئے چند دنوں کے بعد کورو شہزادہ دریودھن کرشنَ کی مدد حاصل کرنے کے لئے دوارکا پہنچا۔ اسی دن اسی مقصد کے لئے پانڈو شہزادہ ارجن بھی وہاں پہنچ گیا۔ اتّفاق کی بات کہ جس کمرے میں کرشنَ سو رہا تھا اس کے دروازے پر یہ دونوں سوتر (چچیرے بھائی) اکٹھے پہنچے۔ دریودھن کمرے کے اندر پہلے پہنچا اور کرشن کے سرہانے کھڑا ہو گیا ارُجن اس کے بعد داخل ہوا تو باادب پائنتی کی طرف کرشن کے پاؤں کے قریب کھڑا ہو گیا۔ کرشنَ نے آنکھیں کھولیں تو اس کی پہلی نظر ارجن پر پڑی۔ پھر جب دونوں نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو کرشنَ نے کہا چونکہ ارُجن کو میں نے پہلے دیکھا ہے اس لئے انتخاب کا حقدار ارُجن ہو گا۔ انتخاب اس بات میں کرنا ہے کہ ایک طرف میں اکیلا ہوں گا لیکن لڑائی میں حصّہ نہیں لوں گا۔ دوسری طرف میرے ایک کروڑ سورماؤں کی فوج ہو گی۔ ارُجنَ نے فوراً اکیلے کرشنَ کو چُن لیا۔ دریودھن خوش ہو گیا کہ اُسے ایک بہت بڑی فوج مل گئی ہے۔ دریودھن نے پھر بالرامُ کی مدد مانگی لیکن کرشنَ نے کہا کہ ہم دونوں بھائیوں نے اس جنگ میں عملی حصّہ نہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ کرشنَ نے البتہ ارُجن سے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ اس کا رتھبان ہو گا اور وِراٹا کی راجدھانی میں پانڈوؤں کے ساتھ آنے ملے گا۔

پھر ایک بار تازہ مذاکرات شروع کئے گئے۔ ثالث کی حیثیت سے کرشن خود کوروؤں کے پاس گیا۔ مشاورتی اجلاس میں اس نے اپنی اُلوہیاتی صورت بھی اختیار کر لی۔ برہما اس کے ماتھے میں جلوہ فروز تھا، رُدرَ دیوتا اس کے سینے پر تھا، دنیا کے محافظین اس کے بازوُوں سے ظاہر ہو رہے تھے اور اگنی اس کے منہ سے نمودار تھا اور دوسرے بہت سے دیوتا اس کے وجود کے آگے پیچھے صاف نظر آ رہے تھے لیکن صلح صفائی کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ چچیرے بھائیوں کے درمیان جنگ اٹل ہو چکی تھی۔ بھیشم کو کورو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا اور درُوپدَ کے بیٹے،

دھرِشٹدیُمنا کو پانڈووں کی فوج کا کمانڈر بنا دیا گیا۔ ویاس نے اندھے دَھرت راشٹر کو بینائی عطا کرنے کی پیش کش کی تاکہ وہ اس جنگ کا نظارا کر سکے لیکن اس نے انکار کر دیا۔ تاہم اس کے رتھبان سنجے کو یہ صلاحیت بخش دی گئی کہ وہ جنگ میں ہونے والے تمام واقعات کی تفصیل سے باخبر رہے اور اپنی قوّتِ متخیّلہ کے ذریعے جہاں چاہے پہنچ جائے اور اسے کسی قسم کا کوئی گزند بھی نہ پہنچے

دونوں فوجیں موجودہ دہلی کے شمال مغرب میں واقع میدان کوروکشیتر میں متصادم ہو گئیں اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ "دیوپیکر ہاتھی میدان جنگ میں دندنا رہے ہیں، آدمیوں، گھوڑوں اور گھڑسواروں کو روندتے کچلتے جا رہے ہیں اور بڑی بڑی قَتیلوں کے ساتھ تباہی مچا رہے ہیں بھاری بھرکم مگدر اور نیزے بھالے ایک دوسرے سے یوں ٹکراتے ہیں جیسے بجلیاں پے در پے کڑک رہی ہوں۔ گڑگڑاتی ہوئی رتھیں ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو رہی ہیں۔ ہزاروں تیر سنّاٹے کے ساتھ ہوا کا سینہ چیرتے ہوئے آدمیوں کے جسموں میں پیوست ہو رہے ہیں۔ ان کی بوچھاڑ سے آسمان پر اندھیرا چھا رہا ہے۔ نقاروں، دماموں اور سنکھ اور نفیریوں کی آواز سے کان پھٹے جا رہے ہیں۔ ہر طرف بھگدڑ مچی ہوئی ہے، کشتوں کے پُشتے لگ رہے ہیں اور موت میدانِ جنگ کے ایک ایک چپّے پر ناچ رہی ہے۔" پانڈووں نے شہ زوری کے بڑے کرتب دکھائے۔ ارجنؔ نے بیک وقت پانچ سو سورماؤں کو مار گرایا۔ میدان کو لاشوں سے اور دریا کو خون سے بھر دیا۔ یُدھشٹر نے ایک سو آدمی آنکھ جھپکنے میں قتل کر دیئے۔ بھیمؔ نے ایک کوہ پیکر ہاتھی کو تباہ کر دیا اور ان تمام سورماؤں کو قتل کر دیا جو اس پر سوار تھے اور چودہ پیدل الگ جو اس کے ہمراہ تھے۔ یہ سارا کچھ اُس نے مگدر کی ایک ضرب سے کیا۔ نکلؔ اور سہدیو نے رتھوں کے اندر بیٹھ کر لڑتے ہوئے بھی ہزاروں کے سر کاٹ ڈالے اور انہیں بیج کی طرح زمین میں بو دیا۔ جو ہتھیار استعمال ہوئے انکی ایک سو اقسام کے نام گنوائے گئے ہیں۔ ہر لیڈر کے پاس اپنا اپنا سنکھ تھا اور ہر سنکھ کا نام رکھا گیا تھا۔ اسی طرح لیڈروں کے ہتھیاروں کے بھی نام تھے۔

پہلی دست بدست لڑائی بھیشم اور ارجن کے درمیان ہوئی۔ بھیشم کے جسم میں اتنے تیر پیوست ہو گئے "کہ جسم پر دو انگلیوں سے زائد کہیں بھی کوئی جگہ نہ تھی جہاں تیر نہ گڑا ہوا نہ ہو۔ وہ رتھ سے گرا لیکن زمین کو نہ چھو سکا کیونکہ سینکڑوں تیر اس طرح پیوست تھے کہ تیروں کا ایک کھٹولا سا بن

گیا تھا۔ اس بچارے کو تیروں کے اسی کھٹولے پر پڑا رہنے دیا گیا۔ اسے اپنے باپ کی طرف سے یہ نعمت عطا ہوئی تھی کہ وہ اپنی موت کا وقت آپ مقرر کر سکتا تھا۔ اس قریب المرگ حالت میں اس نے موسم گرما تک زندہ رہنے کی خواہش کی۔ دونوں طرف کے سورماؤں نے جنگ بند کر دی تاکہ وہ اس عجیب وغریب منظر کو دیکھ سکیں اور اپنے مرتے ہوئے رشتہ دار کو الوداعی سلام کہہ سکیں۔ اس کربناک حالت میں تیروں کے کھٹولے پر پڑے ہوئے اس کا سر ایک طرف کو لٹک گیا تو اس نے تکیہ مانگا۔ فوجی سردار جلدی سے نرم نرم تکیئے لائے لیکن اس جفاکش بوڑھے بہادر نے سختی کے ساتھ نرم تکیئے لینے سے انکار کر دیا۔ ارجن نے تین تیر زمین میں گاڑ کے اس کے سر کے لئے ایک سہارا سا بنا دیا، بھیشم نے اسے قبول کر لیا۔ پھر اس نے ارجن سے کہا: مجھے تھوڑا سا پانی پلاؤ۔ ارجن نے زمین پہ ایک تیر چلایا اور وہاں سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ اس پانی سے بھیشم کی طبیعت اتنی تازہ اور بشاش ہو گئی کہ اس نے دریودھن کو بلوا کر کہا کہ اس سے پہلے کہ حالات اور زیادہ بگڑ جائیں تم آدھی سلطنت پانڈوؤں کو دیدو۔

بھیشم کے زیر ہو جانے پر شہزادوں کے اتالیق درونا کو کورو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ مہابھارت میں بہت سی دست بدست لڑائیوں کا ذکر ہے۔ کرن نے بھیم کے بیٹے کو، جو راکشش ہڈمبا سے تھا، قتل کر دیا۔ پانڈوؤں کے سردار دھرشٹدمنا نے جو دروپد کا بیٹا تھا، درونا کو مغلوب کر لیا۔ درونا چونکہ براہمن تھا اور براہمن کا قتل بہت بڑا گناہ ہے اس لئے درونا نے اپنے دشمن کو اس گناہ سے بچانے کے لیئے خود ہی جان دے دی اور اسے "سورج کی طرح درخشاں" حالت میں بہشت میں پہنچا دیا گیا۔ درونا کی بجائے اب کرن کو کورو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ بھیم نے سلیا کو للکارا اور دوبدو لڑائی شروع ہو گئی۔ اس لڑائی کی تفصیل بڑی شاعرانہ خوبصورتی سے پیش کی گئی ہے۔

اس کے بعد یدھشٹر نے سلیا کے ساتھ لڑائی کی اور اسے قتل کر دیا۔ کوروؤں کو پے بہ پے شکستیں ہوئیں تو انھوں نے آخری زور دار حملے کیلئے اپنے آپ کو تیار کیا۔ اس لڑائی میں بے حد قتل وغارت ہوا "تمام گیارہ فوجیں تباہ ہو گئیں" اور صرف چار سردار دریودھن، اسوتھامن، (درونا کا بیٹا) کرتا ورمن اور کرپا بچ گئے دریودھن فرار ہو گیا۔ اس نے ایک جھیل میں چھلانگ

لگا دی۔ اس نے جادو کے زور سے اپنے گرد ایک حصار سا بنا لیا اور اس طرح محفوظ رہا۔ پانڈوؤں نے اس کی پناہ گاہ ڈھونڈ نکالی۔ لیکن جب انہوں نے اسے طنزاً کہا کہ باہر نکل آؤ تو اس نے کہا تم جاؤ سلطنت سنبھالو۔ میرے سارے بھائی مارے جا چکے ہیں اب میرے لئے زندگی میں کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی۔ لیکن چچیرے بھائیوں کے بار بار طعن تشنیع پر وہ مجبوراً باہر نکل آیا۔ بھیم سے لڑا اور اس کے ہاتھوں مارا گیا۔ باقی تین کورو سردار اسے چھوڑ کر جنگلوں میں چھپ گئے۔

رات کو یہ لوگ ایک درخت کے نیچے آرام کر رہے تھے کہ اسوتھامن نے ایک اُلّو کو دیکھا جس نے سوتے ہوئے کوّوں پر حملہ کر کے انھیں مار ڈالا۔ اس واقعے سے اسے خیال آیا کہ کیوں نہ وہ بھی اسی طرح چوری چھپے پانڈوؤں پر حملہ کر دے۔ چنانچہ کرپا اور کرتا ورمن کو اس نے باہر دروازوں پر رکھوالی کیلئے کھڑا کر دیا اور آپ اندر داخل ہو کر سوئے ہوئے پانڈوؤں کو اندھیرے میں قتل کرنے لگ گیا۔ رات بھر میں ان تینوں نے ساری فوج کا صفایا کر دیا۔ پانڈو شہزادے اور کرشن باہر ہونے کی وجہ سے بچ گئے۔ یہ تینوں دریودھن کے پاس آئے اور اسے اپنی کارگزاری سے آگاہ کیا۔ انکی کہانی سُن کر اُس کے اندر زندگی کی تھوڑی سی رمق آ گئی، اس نے اُن کا شکریہ ادا کیا، انھیں الوداع کہا اور ختم ہو گیا۔

اس بہت بڑے سردار کی آخری رسومات ادا کرنے کے بعد یُدھشٹر کو ہستنا پور کے بادشاہ کے طور پر تخت نشین کیا گیا۔ لیکن اب وہ نہایت غمگین اور دل برداشتہ ہے۔ وسیع پیمانے پر انسانوں کے قتلِ عام سے وہ بہت غمزدہ ہے کرشن کے مشورے پر وہ اور اس کے بھائی بھیشم سے ملنے جاتے ہیں جو ابھی تک تیروں کے کھٹولے پر پڑا ہے۔ اس اسے حالت میں اُٹھاون ۵۸ راتیں بیت چکی ہیں اس نے اپنے ملنے والوں کے سامنے بڑی طویل تقریریں کیں اور پھر اسکی روح آسمانوں کی طرف پرواز کر گئی۔

یدھشٹر فتح کے پھریرے لہراتا راجدھانی میں داخل ہو رہا تھا کہ اسکی خوشی کم کرنے والا ایک واقعہ پیش آ گیا۔ ایک راکشس جس کا نام چارواک تھا، براہمن کا بھیس بدلے ہوئے سامنے آ گیا اور اس نے مخلوق کے قتل عام پر اسے لعن طعن کرنا شروع کر دیا۔ لیکن براہمنوں نے تاڑ لیا کہ یہ بہروپیا ہے اس لئے انھوں نے اسے اپنی آنکھوں کے شعلوں سے بھسم کر دیا۔ بادشاہ کی

روح کو پھر بھی چین نہ آیا۔ کچھ وقت کے بعد اس نے سلطنت چھوڑ دی اور اپنے بھائیوں اور دروپدی کو لیکر کوہ میرُو کی طرف جہاں اِندرا کی بہشت ہے روانہ ہو پڑا۔

جب چار بھائیوں کو شاہ یُدھشٹر کے عظیم فیصلے کا علم ہوا
تو بلا تاخیر وہ دروپدی سمیت روانہ ہو پڑے
اور ان کے پیچھے پیچھے ایک کتا بھی چل پڑا
خود بادشاہ راجدھانی کے دروازے سے نکلنے والا ساتواں فرد تھا
اور شہر کے تمام مرد، عورتیں اور بچے اشکبار تھے لیکن خاموش تھے
یہ سب شہر سے باہر آ گئے، گردنیں جھکی ہوئی تھیں
تاہم کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کہ واپس آ جاؤ
اور پھر الوداع کہہ کر، اسی طرح خاموشی سے سر جھکائے سب لوگ
واپس آ گئے۔

سات افراد کا یہ قافلہ چلا جا رہا ہے، دِل میں تمام دنیاوی تعلقات کو ترک کر دینے کا عزم لئے۔ قلب کی گہرائیوں میں صرف ایک ہی آرزو تڑپ رہی ہے اور وہ ہے لامحدود ہستی کے اندر جذب ہو جانے کی تڑپ! سفر کرتے کرتے یہ سمندر کے کنارے تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں اُرجن تیر کمان اور ترکش پھینک دیتا ہے۔ اب سامنے کوہ میرو صاف دکھائی دے رہا ہے۔ دروپدی کی اُمیدیں ٹوٹ جاتی ہیں اور وہ زمین پر گر پڑتی ہے۔ ایک ایک کر کے سب گرتے جاتے ہیں۔ باقی صرف یُدھشٹر، بھیم اور کتا رہ گئے ہیں۔ بھیم کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ اتنی پاک ہستیوں کو موت کیوں آ گئی ہے۔ اس کا بھائی اُسے بتاتا ہے کہ دروپدی تو اس لئے مر گئی ہے کہ اسے اُرجن سے شدید محبّت تھی۔ سہدیو کی موت اس لئے واقع ہوئی ہے کہ اُسے اپنے علم پر ناز تھا۔ نکُل کو اُس کے جھوٹے فخر نے موت سے ہمکنار کیا ہے۔ اور ارجن کا قصور یہ ہے کہ دشمن کو تباہ کر دینے کی قوت پر اُسے حد سے زیادہ اعتماد تھا۔ اب بھیم بھی مر جاتا ہے تو اُسے بتایا جاتا ہے کہ اس کی موت کا سبب خود غرضی، غرور اور عیش کوشی ہے۔ یُدھشٹر اکیلا، کتے کے ساتھ، آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے:

اچانک ایک آواز کیساتھ، جو زمین اور آسمان میں گونج گئی ،
طاقت ور اور قوی دیوتا ، رتھ میں بیٹھا، اس کی طرف بڑھا
اَے باعزم شہزادے ! آؤ ! اُوپر آجاؤ !
بادشاہ نے مڑ کر اپنے مَرے ہوئے بھائیوں کو دیکھا
اور پھر، فکرمند ہو کر، ہزار چشم دیوتا سے کہنے لگا :
میرے بھائیوں کو بھی ساتھ لو،
یہ بھی میرے ساتھ جائیں گے ، اے دیوتاؤں کے دیوتا !
ان کے بغیر تو میں بہشت میں بھی جانا نہیں چاہتا
اور وہ دور جو نازک دروپدی پڑی ہے ، وفاشعار بیوی، شہزادی،
لازوال مسرتوں کی حقدار
اسے بھی ساتھ لے چلو !
رحم کرو ، میری یہ التجا قبول کر لو

اِندرا دیوتا اُسے اطلاع دیتا ہے کہ اس کے بھائیوں اور دروپدی کی روحیں پہلے ہی بہشت میں پہنچ چکی ہیں لیکن جسم کے ساتھ صرف اُسے ہی داخلے کی اجازت دی گئی ہے ۔ بادشاہ نے کہا: " تو پھر یہ کتا میرے ساتھ جائیگا! " دیوتا نے کہا : نہیں ، یہ نہیں جا سکتا ۔ یدھشٹر کہتا ہے : پھر میں بھی نہیں جاتا ۔ اندرا کہتا ہے ، تم نے بھائیوں کو چھوڑ دیا ہے تو اس کتے کو کیوں نہیں چھوڑتے ۔ یدھشٹر جواب دیتا ہے : مجھے یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ میں انہیں دوبارہ زندہ کر سکوں ، اس لئے میرا ان کا چھوڑ دینا میری مجبوری ہے لیکن یہ کتا زندہ ہے اس لئے اس کے جیتے جی میں اسے نہیں چھوڑ سکتا ۔

یہ کتا دراصل اس کا باپ دھرمُ تھا جس نے یہ روپ دھارا ہُوا تھا ۔ بیٹے کی بات سن کر یہ اپنے اصلی روپ میں آجاتا ہے اور دونوں بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں ۔

یہاں پہنچ کر وہ دیکھتا ہے کہ دریودھن اور اس کے چچیرے بھائی سب پُرمسّرت زندگی گزار رہے ہیں لیکن ارجن اور باقی نظر نہیں آ رہے تو وہ یہاں رہنے سے انکار کر دیتا ہے ۔ " میں

ان کے بغیر یہاں نہیں رہونگا۔" وہ کہتا ہے۔ پھر ایک فرشتہ اُسے بہشت سے نکال کر دوزخ کی طرف لے جاتا ہے۔ یہاں اس کے بھائیوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی ہیں جو اُسے مدد کیلئے پکار رہی ہیں۔ یُدھشٹر فرشتے سے کہتا ہے "تم چلے جاؤ میں یہیں رہوں گا۔" بھائیوں کے ساتھ دوزخ کی اذیتیں برداشت کرنا بہتر ہے اس سے کہ میں بھائیوں کے بغیر بہشت میں رہوں۔"

"اتنا اعتماد اور یقین! یہ تو آزمائش تھی تمہاری!" فرشتے نے کہا۔

اب وہ بہشتی گنگا میں نہا رہا ہے اور بہشت میں درُوپدی، بھائیوں اور دوسروں کے ساتھ ایسا آرام، سکون اور مسرّتیں حاصل کر رہا ہے جن کا زمین پر میسّر آنا ممکن ہی نہیں ہے!

⁂

تیسواں باب

سیّارے

ہندوؤں کے بڑے بڑے تہواروں پر تھوڑا سا نذرانہ اکٹھا تمام سیّاروں کو پیش کیا جاتا ہے لیکن ان تہواروں کے علاوہ ان کی اکٹھی پوجا کبھی نہیں کی جاتی۔ البتہ جب کوئی بیمار پڑ جاتا ہے یا جو کوئی اپنی بدقسمتی کو ان میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد سیّارے کے اثرات کا نتیجہ سمجھتا ہے تو وہ انفرادی طور پر ان سیّاروں کی الگ الگ پوجا کر لیتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی ان کی پوجا باقاعدہ ایک ترتیب سے ہوتی ہے۔ سات سیّاروں سے ہفتے کے سات دن منسوب ہیں۔ باقی دو صعودی اور نزولی کو ظاہر کرتے ہیں۔ سوریہ اور چندر (سوما) کو ہم دیوتاؤں کے ذکر میں بیان کر چکے ہیں۔ اُن کا دوبارہ ذکر مختصراً یہاں سیّاروں کے ساتھ دوسرے ناموں کے تحت بھی پیش کیا جائے گا۔

سوریہ یا روی کو سوختہ قربانیوں میں ارک بوٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کا نذرانہ دیا جاتا ہے اور اسی طرح چاند کو پلاس بوٹی کا۔ بدھ (زہرہ) کو اپار مارگ کا۔ منگل (مریخ) کو کھدیرو کا۔ ورہستی کو (مشتری) اسوتھا کا۔ شکر (زہرہ) کو اودمبر کا اور شنی (زحل) کو سمی کا۔ راہو کو دروگھاس کے تیلوں کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔

سورج کی مورتی ملی جلی دھاتوں کا ۱۲ انگل قطر کا گول ٹکڑا ہوتا ہے۔ چندر کی مورتی نصف چاند کی شکل کا ایک ٹکڑا ایک سرے سے دوسرے سرے تک ۱۸ سے ۲۲ انچ لمبا۔ منگل کی مورتی ایک تکونی شکل کا چھ انگل چوڑا ٹکڑا۔ بدھ کی مورتی دو انگل چوڑی سونے کی ایک کمان ہے۔ ورہستی کی مورتی کنول کی شکل کا ایک ٹکڑا ہے۔ شکر کی مورتی چاندی کا مربع ٹکڑا۔ شنی کی مورتی لوہے کی

خمدار تلوار۔ راہو کی مورتی لوہے کا ایک مگر (آدھا بارہ سنگا، آدھا مچھلی) اور کیتو کی مورتی لوہے کا ایک سانپ ہے۔

۱۔ **رَوِی** (سُورج) جس سے رَوِی بار، یا رویوار کے نام کا دن (اتوار) مقرر کیا گیا ہے کشیپ اور آدِتی کا بیٹا ہے۔ اگرچہ سوُریہ کی حیثیت سے اسکی پوُجا روزانہ ہوتی ہے تاہم رَوِی کی حیثیت سے اسکی پوُجا خاص بڑے بڑے تہواروں پر ہوتی ہے۔ علم النجوم کی ایک بہت بڑی کتاب "جوتش تتوا" میں لکھا ہے کہ جو شخص ستارے رَوِی کے تحت پیدا ہوگا اس کا دل فکر مندی کا شکار رہے گا، وہ بیماریوں اور دوسری تکلیف میں مبتلا رہے گا، وہ جلا وطن کر دیا جائیگا یا قیدی ہوگا یا اس کے بیوی بچے اور جائداد وغیرہ ضائع ہوجائیں گے۔

۲۔ **چندر** یا سوم جس سے سُوموار کا دن منسوب ہے۔ جو کوئی شخص سوم کے زیر اثر پیدا ہوگا اس کے بہت سے دوست ہوں گے۔ وہ ہاتھی گھوڑوں اور پالکیوں کا مالک ہوگا۔ واجب احترام اور قوّت والا ہوگا۔ اعلیٰ خوراک کھائیگا اور عمدہ بستروں اور پلنگون پر آرام کریگا۔ سوما کے جانشینوں سے بادشاہوں کی ایک نسل چلے گی جو اسکی بیوی روہنی سے ہوگی۔ انھیں چاند کے بچے (چندر بنسی) کہا جائے گا۔

۳۔ **منگل** جس سے منگل وار کا دن منسوب ہے۔ تصویروں میں سرخ رنگ کا آدمی دکھایا جاتا ہے جس کے چار بازو ہیں اور یہ ایک بھیڑ پر سوار ہے۔ اس نے سرخ گلوبند پہنا ہوا ہے اور اسی رنگ کے اس کے کپڑے ہیں۔ جو شخص منگل ستارے کے تحت پیدا ہوں گے وہ تفکرات والے خیالات کے حامل ہوں گے۔ خطرناک ہتھیاروں سے زخمی ہوگا، قید ہوگا، ڈاکوؤں، آگ وغیرہ کے خوف میں مبتلا رہے گا اور زمین، درخت اور شہرت کو ضائع کر بیٹھے گا۔ اسے ادرکرتی کیپا کو ایک سمجھا جاتا ہے۔

۴۔ **بدھ** جس سے بدھوار بنا ہے۔ یہ سُوما کا بیٹا تارا نامی عورت سے تھا جو دیوتاؤں کے گرو وَرہسپتی کی بیوی تھی۔ اس کی پیدائش پر جب اس کی ماں نے اعتراف کیا کہ یہ سوما کا بیٹا ہے تو اس کے خاوند نے اسے بھسم کر دیا تھا۔ بعد میں برہما نے اُسے دوبارہ زندگی دی اور چونکہ آگ نے اسے پاک کر دیا تھا اس لئے اس کے خاوند نے اُسے واپس قبول کر لیا تھا۔ سمدرُ (سمندر)

اپنے بیٹے پر سخت ناراض ہوا کہ تم نے گورو کی بیوی کی عزت خراب کی ہے اور اسے اپنی وراثت سے محروم کر دیا۔ لیکن اس کی بہن لکشمی کی سفارش پہ اس کا گناہ جزواً معاف کر دیا گیا۔ جب یہ تین دن کا تھا تو چاند کی طرح چمکدار تھا۔ پاروتی کے کہنے پہ اُسے آسمان پر بحال کر دیا گیا۔ پھر اسے شوا کے ماتھے پر سجا دیا گیا اور وہ اسی آرائش کے ساتھ دیوتاؤں کی ایک ضیافت میں پہنچا۔ چندر کو دوبارہ آسمان پر دیکھ کر ورہسپتی کو غصّہ آیا لیکن برہمانے یہ کہہ کر اُس کا غصّہ ٹھنڈا کر دیا کہ اس شہوانی دیوتا کو آسمانوں سے خارج کر کے ستاروں کے درمیان رکھا جائیگا اور اس کے گناہ کا داغ اس کے ماتھے پہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ جو کوئی بُدھ کے زیرِ اثر پیدا ہوگا وہ نہایت خوش قسمت ہوگا۔ اُسے اچھی بیوی ملے گی وغیرہ وغیرہ۔

۵۔ وَرِہسپتی۔ اس سے وَرِہسپتی وار (ویروار) بنا ہے۔ یہ دیوتاؤں کا گورو تھا۔ اسے اور اگنی کو ایک سمجھا جاتا ہے۔ ویدوں کے بھجنوں میں دونوں کے لئے ایک ہی اسمائے صفت استعمال ہوئے ہیں۔ بعد کے زمانے میں اسے اَنگِرس کا ایک بیٹا اور رِشی کہا گیا ہے۔ جو شخص اس سیارے کے تحت پیدا ہوگا وہ ہر دلعزیز ہوگا، محلات، باغات، زمینوں اور مال و دولت کا مالک ہوگا۔ اس کا مذہبی مقام بھی بہت بلند ہوگا اور اسکی تمام خواہشات پوری ہوتی رہیں گی۔ لیکن براہمن اتنے زیادہ خوش قسمت نہیں ہوں گے جتنے دوسری ذاتوں والے ہونگے۔

۶۔ شُکر۔ جس سے شُکروار منسوب ہے، بھِرگو کا بیٹا تھا۔ یہ جنوں بھوتوں کا گورو تھا اور ایک آنکھ سے کانا تھا۔ اس کے کانا ہونے کی کہانی یہ ہے کہ جب وِشنو نے اَوتار کی صورت میں دَیتیا کے بادشاہ بالی کے پاس نعمت طلب کرنے گیا تو شُکر نے بالی کے گورو ہونے کی حیثیت سے بادشاہ کو منع کر دیا کہ اسے کوئی چیز نہ دینا۔ بادشاہ نے پکا اِرادہ کیا ہوا تھا کہ یہ جو کچھ مانگے گا اسے دیا جائے گا۔ پُجاری کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ نعمت کی عطا کو مصدّقہ بنانے کے لئے مخصوص منتر پڑھتا ہے اور برتن میں سے پانی چھڑکتا ہے۔ شُکر کو علم تھا کہ جو کچھ یہ مانگتا ہے اسے دے دیا گیا تو اس سے تباہی آجائیگی لہذا وہ بغیر دیکھے جانے کے پانی کے اندر داخل ہو گیا۔ پھر اس نے برتن میں ایک تیلا ڈال دیا جو اس کی آنکھ میں جا لگا۔ اُسے اس قدر درد ہوا کہ یہ پانی کے اندر زیادہ دیر تک نہ رہ سکا۔ اس کے باہر آتے ہی پانی گرا اور عطیّے کی تکمیل ہو گئی۔ اس طرح شُکر کی

ایک آنکھ ضائع ہوگئی۔ شکر سیارے کے تحت پیدا ہونے والا حال، ماضی اور مستقبل کا علم حاصل کر لینے کی صلاحیت والا شخص ہوگا۔ اسکی بہت سی بیویاں ہونگی اور شاہی چھتر ہوگا۔ دوسرے بادشاہ اس کی پرستش کریں گے۔

ایک حکایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شکر کو مُردوں کو اُٹھا کھڑا کرنے کی قوّت بھی حاصل تھی۔ حکایت اس طرح سے ہے کہ شکر کی بیٹی دیوجانی ورہسپتی کے ایک بیٹے "کچا" کی محبّت میں گرفتار ہو گئی۔ "کچا" "شکر کا شاگرد بھی تھا اور خاص طور پر مردوں کو زندہ کرنے کا منتر حاصل کرنے کے لئے اسے یہاں بھیجا گیا تھا۔ ایک دن دیوجانی نے "کچا" کو بھیجا کہ فلاں جنگل سے پھول چن لاؤ۔ یہ جنگل بعض دیووں کی ملکیت تھا۔ ان دیووں نے پہلے ایک موقع پہ اُسے کھا لیا تھا مگر شکر نے اسی منتر کے ذریعے اُسے دوبارہ زندہ کر دیا تھا۔ اب دیووں نے فیصلہ کیا کہ خود شکر اُسے کھا جائے۔ چنانچہ انھوں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، شراب میں ان ٹکڑوں کو اُبالا اور پھر شکر کو ضیافت پہ بلا لیا۔ کچا بڑی دیر تک واپس نہ آیا تو دیوجانی نے باپ سے کہا کہ اگر وہ اس کے محبوب کو زندہ نہیں کریگا تو وہ جان دیدیگی۔ شکر نے مراقبے سے معلوم کر لیا کہ کچا تو اس کے اپنے ہی پیٹ میں ہے۔ اب وہ پریشان ہوگیا کہ اُسے کیسے زندہ کرے۔ اگر کچا زندہ ہوجائیگا تو اسکی اپنی موت واقع ہوجائیگی۔ بڑی دیر تک سوچنے کے بعد اس نے نوجوان کو اپنے پیٹ کے اندر ہی زندہ کر دیا۔ پھر اسے وہ خاص منتر سکھا دیا جس سے وہ مردے زندہ کرتا تھا۔ کچا کو اسی منتر کی ضرورت تھی۔ وہ شکر کا پیٹ پھاڑ کر باہر نکل آیا اور اس نے اپنے استاد شکر کو بھی دوبارہ زندہ کر دیا۔

۷۔ **سنی** جس سے سنی وار (سنیچر بنا ہے) سوریہ اور چھایا کا بیٹا ہے۔ چھایا نوکرانی تھی جسے سوریہ کی بیوی سورن نے بناؤ سنگار کر کے اپنی جگہ پر خاوند کے پاس بھیج دیا تھا۔ ایک روائیت میں سنی کو بالرام اور ریوتی کا بیٹا بھی کہا گیا ہے۔ تصویروں میں اسے ایک کالا آدمی دکھایا جاتا ہے جس کا لباس بھی کالا ہے اس کے چار بازو ہیں اور یہ گدھ پر سوار ہے سنی کے تحت پیدا ہونے والا شخص تہمتوں کا شکار رہے گا، اس کا مال و زر بکھر جائیگا۔ اس کے بیوی بیٹے، دوست تباہ ہوجائیں گے۔ ہمیشہ دوسروں سے اختلاف رکھے گا اور تکلیفیں اُٹھائے گا۔ اس کے بڑے اثرات کی بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔ ہندو اس سیّارے کے اثرات بد سے ڈرتے ہیں۔

۸۔ **راہو** (صعودی) وِپراچِتی اور سِنہکا کا بیٹا تھا۔ تصویروں میں اسے کالا آدمی دکھایا جاتا ہے جو شیر پر سوار ہے۔ اس سیارے کے زیرِ اثر پیدا ہونے والا شخص مال اولاد عقلمندی وغیرہ تباہ کر بیٹھے گا۔ بے شمار مصیبتوں کا شکار رہے گا اور دشمن اس پر غالب رہیں گے۔ ہندوؤں کے عام عقیدے کے مطابق گرہن کے وقت راہو سورج اور چاند کو کھا جاتا ہے۔ لہٰذا جونہی یہ گرہن کو دیکھتے ہیں تو سب ملکر شور مچاتے ہیں اُونچی آوازیں نکالتے ہیں، سنکھ بجاتے ہیں، نقّارے پیٹتے ہیں تا کہ راہو یہ مُنوّر اجرام واپس کر دے۔ اس رواج کے پسِ منظر میں یہ کہانی بیان کی جاتی ہے کہ راہو دراصل ایک اَسورہ یا جِن تھا جس نے سمندر کے بلونے کے وقت موجودہ صورت اختیار کر لی تھی۔ جب دیوتا اور غیر دیوتا بلو رہے تھے تو سُوریہ اور چندرَ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے وشنو کو اشارہ کر کے بتا دیا کہ فلاں اَسورہ نے اَمرت چکھ لیا ہے۔ وِشنو نے فوراً مجرم کا سر قلم کر دیا۔ لیکن چونکہ وہ اَمرت پی چکا تھا اس لئے نہ سر مر سکتا تھا اور نہ دھڑ مر سکتا تھا۔ لہٰذا سر کو راہو کا اور دَھڑ کو کیتو کا نام دیکر انھیں آسمان پر صعودی اور نزولی کی جگہ دیدی گئی۔ پھر انھیں شکایت لگانے والے دیوتاؤں سے بدلہ لینے کی اجازت دی گئی کہ خاص موقعوں پر راہو ان دیوتاؤں کے پاس پہنچے اور انھیں ناپاک بنا دے چنانچہ ان مواقع پر ان کے جسم دبلے پتلے اور سیاہ پڑ جاتے ہیں۔

* * *

۲۴

چوبیسواں باب

اَسُورہ

پُرانوں میں اور ہندوؤں کی بعد کی تحریروں میں، نیز انکے عام عقیدے کے مطابق "اَسُورہ" طاقتور لیکن بُری ہستیاں ہیں۔ تراجم میں اس کے لئے متبادل لفظ جنّ، بھوت پریت، دیو، ڈائن، چڑیل وغیرہ میں سے کوئی ایک استعمال کر لیا جاتا ہے۔ ابتداءً کمتر قسم کے دیوتاؤں کو سُورہ کہا گیا کیونکہ انکا تعلق سوریہ سے تھا۔ بعد میں اس سے عام دیوتا مراد لئے جانے لگے۔ چونکہ سُورہ دیوتا تھے اس لئے اَسورہ غیر دیوتا ہو گئے اور اسی اعتبار سے دیوتاؤں کے مخالف بلکہ دشمن ہیں۔ تاہم ویدوں میں اَسُورہ کا لفظ اکثر و بیشتر خود دیوتاؤں کے لئے، نہ کہ ان کے دشمنوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ بعد کی کتابوں میں بھی یہی صورتحال رہی ہے۔ رِگ وید میں وَرُونا دیوتا کو اس طرح خطاب کیا گیا ہے۔" بادشاہ وَرُونا نے سورج کے چلنے کیلئے ایک شاہراہ بنا دی ہے۔ اَے دانا اَسُورہ اور بادشاہ! ہمارے گناہوں کی گرہ ڈھیلی کر دو۔" سب کچھ جاننے والے اَسُورہ نے آسمان قائم کئے اور زمین کی حدیں مقرر کر دیں۔ وہ تمام دنیاؤں کے حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے بیٹھ گیا یہ کارنامے وَرُونا کے ہیں۔" "اَسُورہ رُوح برتر و بالا کے رُتبے پر ہے" پھر یہ لفظ پرجاپتی یا مالکِ تخلیق کی صفت کے طور پر بھی آیا ہے۔ ایک دو بار نہیں بار بار اَسُورہ کا لفظ کہیں اکیلے وَرُونا کے لئے اور کہیں اس کے ساتھ مترا کو شامل کرتے ہوئے استعمال ہوا ہے۔" تمام ویدک دیوتاؤں بلکہ دیویوں تک کو یہی خطاب دیا گیا ہے۔ "وَرُونا سب کچھ جاننے والا اَسُورہ تھا، پرجاپتی برتر و بالا ہستی، اندرا، مارُوت، توَشتری، مِترا، رُدرَ، اگنی، وایو، پُشَن، سَوِتری، پرِجنیا، قربانی والے جانور، سب اَسُورہ تھے درحقیقت دیَو (دیوتا) اور اَسُورہ بہت سی کتابوں میں ہم معنیٰ الفاظ ہیں۔"

اس کے برعکس رِگ وید میں اِندرا کو اَسُورہ کا تباہ کرنے والا ظاہر کیا گیا۔" یہی وید جو اَسُورہ کو آسمانی ہستیاں بتاتا ہے اپنے قارئین کے سامنے ایسے منتر بھی پیش کرتا ہے جن کے ذریعے دیوتا

نے اُسورہ پر غلبہ پایا تھا۔ وہ اَشعار جو اَسُورہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں کہ یہ ناپاک اور غیر خدائی وجود ہیں تعداد میں اُن اشعار کی نسبت بہت تھوڑے ہیں جن میں یہ اصطلاح دیوتاؤں اور پجاریوں کے لئے استعمال ہوئی ہے۔" (ڈاکٹر بنیرجی۔ بنگال میگزین۔ اپریل ۱۸۸۰)۔ اَسُورہ کے لفظ کے اس طرح متضاد المعنیٰ استعمال کا ذکر کرنے کے بعد ڈاکٹر بینرجی نے مفاہمت کی بھی ایک صورت نکالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہند آریائی لوگ (جو سُمیر سے نقل مکانی کر کے اِدھر آئے اور اس اعتبار سے حقیقتہً سُمیرین تھے نہ کہ ایرین) یہاں آنے سے پہلے ایرانیوں کے ساتھ قریبی تعلقات استوار کر چکے تھے۔ (بلکہ یہیں انہوں نے اپنے آپ کو آریہ کہلانا شروع کیا تھا) چونکہ ایرانی سب سے پہلے آتش پرست ہیں اس لئے انہوں نے بہت کچھ ایرانیوں کی پرستش کے طریقوں سے لے لیا۔" اس سے زیادہ قدرتی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ ایک شاخ (یعنی سُمیرین) کا اَسُورہ پَراچیتَ یا اَسُورہ وِسوَ دیَد ترجمہ تھا۔ دراصل دوسری شاخ (ایرانیوں) کے " اَہُورہ مَزدا" کا جس کے معنے ژند۔ اَوستا کی رُو سے دانا آقا و مالک کے ہیں۔ ایک شاخ نے اَہورہ کا لفظ اُلوہیاتی مفہوم میں استعمال کیا تو دوسری شاخ نے اسے اسی مفہوم میں گھریلو لفظ بنالیا اور اَہورہ کو اَسُورہ سے بدل دیا جیسا کہ ہائے ہوّز والے اور بہت سے الفاظ سین کی آواز کے ساتھ بدل دیئے گئے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ عراق اور شام (اَسیریا) میں اُشّر کا لفظ برتر و بالا وجود کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ اَسیریَن (عراق و شام کے لوگ) ایران پر حکمرانی کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا قدرتی طور پر یہ لفظ بھی ایران میں حکمرانوں کے توسُّط سے داخل ہو گیا۔ البتہ تبدیلی صرف اتنی آئی کہ ایرانیوں نے اس کے ساتھ مَزدا کا لفظ بڑھا دیا جس کے معنی دانا اور حکیم کے ہیں۔ اس طرح یہ لفظ اَسُوُر مزدا ہو گیا اور ایران میں مقیم سمیرئین نے، جو آگے چل کر آریہ کہلائے اسے قبول کر لیا۔ یہ ہے اَسورُہ کے اچھے معنوں میں استعمال کا پہلو۔ اس کے دوسرے (بُرے معنوں والے) پہلو کو سمجھنے کے لئے ہمیں پھر تاریخ کی طرف لوٹنا پڑتا ہے۔ اَسُوُر کا لفظ صرف بالا و برتر ہستی کیلئے ہی نہیں بلکہ پوری اسیرئین (شام اور عراق کی) قوم کے لئے بھی بولا جاتا تھا۔ نیز اس بالا و برتر ہستی کے پجاری بھی اَسُوُر کہلاتے تھے۔ باہر سے آنے والے فاتحین کے خلاف مفتوحہ لوگوں کے دلوں میں نفرت اور غصہ تو ہوتا ہی ہے تاریخوں میں لکھا ہے کہ شامی اور عراقی اپنے دشمنوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرتے تھے جس طرح بعد

میں ایرانیوں اور ہند آریائی لوگوں میں مخالفتیں شروع ہوگئی تھیں اسی طرح اَسُورہ یعنی عراقی شامی فاتحین اور ایرانیوں کے مابین نفرتیں شروع ہوگئیں۔ ان نفرتوں کے درمیان جب آریاؤں کو ایران سے نکال کر ہندو پاک کی سرحدوں کی طرف دھکیل دیا گیا تو اَسُورہ (عراقی۔ شامی) اور آہورہ مزدا کے ماننے والے ایرانی دونوں قابلِ نفرت ہوگئے۔ اس طرح اَسُورہ کا لفظ جو ایک وقت میں برتر و بالا ہستی کا اسم صفت تھا اب نفرت اور عداوت کی علامت بن گیا۔ اور پھر دیوتاؤں کے دشمن کے معنوں میں بولا جانے لگا۔ معانی کے اس تضاد کو' اس لفظ کے مادّے کے نئے معنے پیدا کر کے سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ پہلے اس کا مادّہ "اَس" تھا۔ (اَسُو کے معنے سانس کے ہیں) اور اس سے روح مُرادلی جاتی تھی۔ اب کہا جاسکتا ہے کہ پہلا الف سابقہ ہے اور نفی کے معنی دیتا ہے اور دوسرا حصّہ سُورہ "دیوتا" کا مترادف ہے۔ گویا اسورہ غیر دیوتا ہوگیا۔ لہٰذا یہ جن بھوت وغیرہ ہیں۔

معانی کی اس تبدیلی کی وجہ کچھ بھی ہو اس وقت اور ہندوؤں کی مابعد کی کتابوں میں اَسُورہ کا لفظ صرف دیوتاؤں کے دشمنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تیتریا سنہتا میں لکھا ہے کہ دیوتا اور اَسُورہ ایکدوسرے سے لڑتے رہتے تھے۔ دیوتا کی تعداد اَسُورہ کی نسبت کم تھی۔ انہوں نے کچھ اینٹیں لیں، قربانی کی آگ کیلئے انھیں خاص طرز سے چُنا اور پھر منتر پڑھا: "تم اضافہ کرنے والے ہو" تو انکی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ سَتَ پَتھَا براہمنا میں لکھا ہے کہ دیوتا اور اَسُورہ دونوں پرجَاپتی کی اَولاد یا جانشین ہیں۔ انھیں اپنے باپ سے سچ اور جھوٹ وراثت میں ملے تھے۔ دیوتاؤں نے جھوٹ کو رَد کرتے ہوتے سچ کو اپنا لیا اور اَسُورہ مخل ہوئے لیکن دیوتا قربانی دینے میں کامیاب ہوگئے اور اس طرح اپنے دشمنوں سے افضل ہوگئے۔ ایک اور حکایت میں کہا گیا ہے کہ اَسُورہ نے قربانی دی تو نذرانے کی چیزوں کو اپنے منہ میں ڈال لیا جبکہ دیوتاؤں نے یہ چیزیں ایک دوسرے کے منہ میں ڈالیں۔ آخر کار پرجَاپتی نے یہ نذرانے جو دیوتاؤں کو خوراک مہیا کرتے ہیں خود آکر ان کو دیئے اور پھر اس کے بعد انکی روزی کا سلسلہ چل نکلا۔

دیوتاؤں اور اَسُورہ کے درمیان لڑائیاں تھیں مگر جب سمندر بلونے کا وقت آیا تو سورہ کو مجبوراً اَسُورہ کی مدد لینی پڑی۔ بعض اَسُورہ ایسے بھی ہیں جو دیوتاؤں سے طاقت اور ہُنر مندی میں کسی طور پر بھی کمتر نہیں ہیں۔ مثلاً ہندو اپنی پیدائش کی سالگرہ پر اَسُورہ بالی کی پوجا کرتے ہیں۔ جلندھر

نے تو خود وشنو کو ایک لڑائی میں شکست دیدی تھی، اندرا اور دوسرے دیوتا اس کے مقابلے میں فرار ہوگئے تھے اور پھر شِوا بھی مدد حاصل کئے بغیر اس کو تباہ نہ کر سکا۔

راہو ایک اُسوُرہ ہے۔ دُرگا اور کالی کو اپنی پوری طاقت ان جابر اور قوّی ہستیوں کو ختم کرنے کے لئے صرف کرنی پڑی جو دیوتاؤں کو تنگ کرتے تھے۔ ان مستقل مخالفوں کے مابین لڑائیوں کے درمیان شُکرَ کو بار بار بُلایا جاتا رہا ہے کہ وہ آکر اُن کے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے آئندہ سطور میں جلندھرَ کی کہانی پیش کی جا رہی ہے جس سے واضح ہو جائیگا کہ اَسُورہ کے بارے میں بعد کی ہندو مذہبی کتابیں کیا کہتی ہیں۔ یہ حکایت پَدم پُرام کے اُترّا کھانڈ سے لی گئی ہے۔

جَلندھرَ

جب پانڈو اپنی مصیبتوں کی وجہ سے پریشان حال تھے تو انھیں حوصلہ دلانے کیلئے نارَد نے جلندھر کی پیدائش اور زندگی کے بارے میں یہ کہانی سنائی۔ اس نے کہا کہ "خوش بختی اور بدحالی سب پر آتی ہے۔ راہو جو سورج کو ہڑپ کر جاتا ہے وہی راہو ہے جس کا سَر وشنو نے دھڑ سے الگ کر دیا تھا۔ پھر جلندھرَ کو دیکھو۔ بہادر جلندھرَ سمندر اور دریائے گنگا کا بیٹا، ایک وقت تھا کہ اس نے وِشنو پہ فتح پالی تھی اور پھر ایک وقت آیا کہ شِوا نے اسے قتل کر دیا۔" جب نارد نے یہ بات کہی تو اس کے سامعین متعجب ہو کر مزید حالات دریافت کرنے لگے۔ چنانچہ نارَد نے بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ اِندرا اور دوسرے دیوتا کیلاش پربت پہ شِوا سے ملنے آئے انھوں نے شِوا کے خاص درباری نندی بَیل سے کہا کہ ہم تمہارے آقا کو اپنے رقص و سرود سے خوش کرنے آئے ہیں۔ شِوا نے انھیں اندر آنے کی اجازت دیدی۔ انھوں نے اپنا فن پیش کیا تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے اِندرا سے کہا: مانگو کیا نعمت مانگتے ہو؟ اِندرا نے گستاخانہ لہجے میں کہا: مجھے اپنا جیسا جنگی سُورما بنا دو۔ نعمت منظور کر لی گئی اور دیوتا رخصت ہوگئے۔ جب یہ جا چکے تو شِوا نے اپنے نوکروں سے پوچھا: تم نے اس کے گستاخانہ لب و لہجے کو محسوس نہیں کیا؟ اس کا یہ جملہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ اس کے سامنے غیظ و غضب کی ایک صوُرت، اندھیرے کی طرح کالی، آ کھڑی ہوئی

اور شوا سے کہنے لگی، تم مجھے اپنی تمثیل بنا دو اور پھر دیکھو میں تمہارے لئے کیا کرتی ہوں۔ شوا نے اس سے کہا: تم بہشت کے دریا گنگا کے ساتھ ہم جسم ہو جاؤ پھر اس کے اور سمندر کے درمیان وصل کی صورت پیدا کرو اور اندرا پر فتح پاؤ۔

شوا کے حکم پر گنگا نے بہشت چھوڑ دی اور سمندر کے ساتھ واصل ہو گئی۔ ان کے ملاپ سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کی پیدائش پر زمین کانپ اٹھی اور رو پڑی۔ تین دنیاؤں میں تہلکہ مچ گیا۔ برہما اس شور و شغب کی وجہ معلوم کرنے آیا اس نے بچے کو دیکھنا چاہا۔ گنگا نے بچہ اسکی گود میں دیدیا بچے نے برہما کا سر پکڑ لیا اور اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اس کے باپ نے اسکی گرفت کو ڈھیلا نہ کر دیا۔ برہما نے بچے کی طاقت کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ چونکہ اس نے میرا سر بہت مضبوطی سے پکڑا ہے اس لئے اس کا نام جلندھر رکھا جائے۔ پھر برہما نے اسے نعمت عطا کی کہ دیوتا اس پر فتح نہ پا سکیں گے اور یہ تینوں دنیاؤں کے مزے لیگا۔

جلندھر کا لڑکپن حیران کن باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہوائیں اُسے اُٹھا کر لے گئیں اور یہ سمندر کے اُوپر اُڑتا رہا۔ یہ شیر پکڑ پکڑ کر انھیں پالتو جانور بنا لیتا تھا۔ سب سے بڑے پرندے اور سب سے بڑی مچھلیاں اسکی مطیع تھیں۔ جب یہ بڑا ہو کر جوانی کو پہنچا تو شکرُ کی استدعا پر اس کے باپ نے جبا دیپ سے سمندر کو ہٹا لیا۔ نیک لوگوں کا یہ مسکن اب اُس کا گھر بن گیا۔ پھر اسی کے نام سے مشہور ہو گیا اور آج تک جلندھر کہلاتا ہے۔ اسوُرہ کے معمار مایا نے وہاں ایک خوبصورت شہر تعمیر کر دیا اور اس کے باپ نے اسے یہاں کا بادشاہ بنا دیا۔ پھر شکرُ نے اسے وہ منتر سکھا دیا جس سے مرُدوں کو زندہ کیا جا سکتا تھا۔ اس نے سورن نامی اپسرا کی بیٹی وِرندا سے شادی کر لی اور پھر شادی کے فوراً بعد دیوتاؤں سے جنگ چھیڑ دی۔

لڑائی سے پہلے اس نے اندرا کے پاس قاصد بھیجا۔ اس وقت اندرا کے اردگرد تین ہزار تین سو تیس لاکھ دیوتا موجود تھے۔ قاصد نے جلندھر کا مطالبہ پیش کیا کہ چاند۔ اَمرت۔ ہاتھی۔ گھوڑا۔ موتی۔ درخت اور دوسری چیزیں جو اندرا نے اس کے چچا سے دودھ کے سمندر کو بلونے کے وقت لوٹ لی تھیں اُسے واپس کی جائیں۔ اس کے لئے اندرا اب سورگ کو چلا جائے۔ اندرا نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا تو جلندھر نے جنگجو سورماؤں کی فوج تیار کی جن کے سر گھوڑے، ہاتھی

اُونٹ، بلی، چیتے اور شیروں کے تھے۔ اس فوج نے اِندرا کے مسکن کو گھیر لیا دیوتا پریشان ہوگئے تو مدد کیلئے وِشنو کے پاس پہنچے۔

اب وِشنو کی آمد پہ لڑائی شروع ہوجاتی ہے۔ دونوں طرف سے ہزاروں مارے جاتے ہیں لیکن دیوتا زخمی ہوکر پہاڑوں کی طرف چلے جاتے ہیں جہاں کی جڑی بوٹیوں سے تازہ دم ہوکر پھر تیار ہوجاتے ہیں آخرکار لڑائی بڑے دیوتاؤں اور بڑے دَیتیاؤں کے درمیان دست بدست شروع ہوجاتی ہے۔ اِندرا بے ہوش ہوکر گر پڑتا ہے۔ رُدرَ کو قیدی بنا لیا جاتا ہے اور کُوبیرا عصا کی ایک ہی ضرب سے ڈھیر ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد دیوتاؤں کے حق میں نقشہ بدل جاتا ہے۔ جب اندرا نے بالی کو ضرب لگائی تو اس کے منہ سے نہایت قیمتی موتی نکل پڑے۔ پھر اس نے اسکی لاش منگوائی اور بجلی کے تیر سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس کے اعمال کی پاکیزگی کی وجہ سے اس کے جسم کے حصے مختلف زرد جواہر کے بیج بن چکے تھے۔ اس کی ہڈیوں سے ہیرے، آنکھوں سے نیلم، خون سے یاقوت مغز سے زمرد اور اس کے گوشت سے بلّور، زبان سے کوڑیاں اور دانتوں سے موتی حاصل ہوئے۔

اِندرا پر جلندھر نے حملہ کیا تو وِشنو اُسے بچانے آگیا۔ اگرچہ اسُورہ نے بڑی بھاری تعداد میں حملہ کیا اور آسمان اُنکے تیروں سے سیاہ ہوگیا تاہم وِشنو نے انھیں سوکھے پتوں کی طرح پامال کر دیا۔ ان میں سے ایک نے، جس کا نام شائیلا روم تھا اور جس کا سر دھڑ سے الگ ہوچکا تھا وِشنو کے معجزنما پرندے گرُوڈ کو پکڑ لیا اور کٹا ہوُا سر فوراً آکر اس کے دھڑ کے ساتھ جُڑ گیا۔ گرُوڈ نے یہ حیران کن واقعہ دیکھا تو اپنے آقا کو ساتھ لیکر اُڑ گیا۔ جلندھر اُس کا تعاقب کرنا چاہتا تھا لیکن رک گیا کیونکہ اُسے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کیلئے شُکرَ کو بُلانا پڑ گیا تھا۔

جلندھر کو معلوم ہوُا کہ دودھ کے سمندر کے درمیان درونا نام کا جو جزیرہ ہے۔ اس کی جڑی بوٹیاں استعمال کر کے دیوتاؤں کے فوجی بھی مَر مَر کر دوبارہ زندہ ہوئے ہیں تو اس نے اپنے چچا سے کہہ کر اس جزیرے کو زیرِ آب کرا دیا۔ دیوتا اس سہولت سے محروم ہوگئے تو انھوں نے وشنو سے مدد طلب کی۔ وشنو نے جلندھر پر حملہ کر دیا لیکن مغلوب ہوگیا۔ قریب تھا کہ اسے قتل کر دیا جاتا کہ لکشمی نے اپنے قریبی رشتہ دار کی منت سماجت کر کے اس کی جان بخشی کرا لی۔ زندگی دوبارہ واپس ملنے پر وشنو نے وعدہ کیا کہ وہ دودھ کے سمندر کے قریب رہیگا۔ اب جلندھر نے تمام دیوتاؤں پر فتح پالی

اور وہ امن اور خوشحالی میں زندگی بسر کرنے لگا۔

دیوتاؤں کو آسمان سے نکال دیا گیا اور انھیں قربانیوں کے نذرانوں اور امرت سے بھی محروم کر دیا گیا تو یہ زیادہ دیر تک اپنی قسمت پر قناعت کر کے نہ بیٹھ سکے۔ یہ سب مل کر برہما کے پاس گئے۔ یہ انھیں شوا کے پاس لے گیا۔ شوا اس وقت تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے اردگرد ہزاروں مخلص خدمت گاروں بیٹھے تھے جو سب کے سب ننگے، بدوضع، الجھے بالوں کے ساتھ، بدن پر مٹی ملی ہوئی اور بدحال تھے۔ برہما نے دیوتاؤں کی صورت حال بیان کی تو شوا نے کہا کہ اگر وشنو بھی اسورہ کو شکست دینے میں ناکام رہا ہے تو اس کے لئے اکیلا اس پر غالب آنا ناممکن ہے۔ پھر مزید سوچ کر اس نے انھیں مشورہ دیا کہ تمام دیوتا متحد ہو کر ایک ایسا ہتھیار تیار کریں جس سے یہ سب کا مشترکہ دشمن تباہ ہو سکے۔ چنانچہ اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے دیوتاؤں نے اپنے غصے سے تمتماتے ہوئے چہروں سے شعلے پیدا کئے۔ ان میں شوا نے اپنی تیسری آنکھ سے نکلنے والی شعاع سوزاں شامل کر دی، وشنو کو بلایا گیا تو شعلۂ غضب اس میں ملا دیا اور پھر شوا سے کہا کہ اب تم جا کر اس دیتیا کو تباہ کرو، میں نہیں جاؤنگا کیونکہ جلندھر لکشمی کا رشتہ دار ہے جب وشوکرم اور دوسرے دیوتاؤں نے اس تیار شدہ کمیّت کو دیکھا تو سب حیران رہ گئے۔ پھر شوا نے اس پر پاؤں رکھ کر اپنے آپ کو اس زور سے گھمایا کہ کمیّت کی ایک تھالی سی بن گئی۔ اس کا نام 'سُدرشن' رکھا گیا۔ اس سے اتنی آتشناک شعاعیں پھوٹنے لگیں کہ دیوتا چلّا اُٹھے: "ہمیں بچاؤ۔" برہما نے اسے ہاتھ میں لیا تو اسکی داڑھی جل گئی۔" ایک کم دماغ شخص کو تحفہ دینے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔" شوا نے یہ کہہ کر اسے اپنے بازو کے نیچے چھپالیا۔

نارد نے جلندھر کو اطلاع دی کہ عنقریب شوا اس پر حملہ کرنے والا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے پاروتی کے حُسن و جمال کی تعریفیں کرتے ہوئے یہ مشورہ دیا کہ تم اس کے خاوند پر حملہ کر کے پاروتی کو حاصل کر لو۔ اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے اس نے راہو کو دیوتا کے پاس قاصد بنا کر بھیجا کہ تم اطاعت قبول کر لو۔ اس کے دربار میں پہنچ کر قاصد نے پنچانن کی صورت اختیار کر کے شوا کو اپنے آقا کا پیغام پہنچایا لیکن بولنا مناسب نہ سمجھا۔ اس کے بالوں سے واسکی سانپ گر کر زمین پر آ رہا اور گنیش کے چوہے کو کھانے لگا۔ اسے دیکھ کر کرتی کیا کے مور نے اتنا شور مچایا کہ سانپ نے چوہے کو چھوڑ دیا اور واپس اپنی صحیح جگہ پر آ گیا۔

اس کے بعد لکشمی اَمرت کا برتن لئے دربار میں داخل ہوئی اور اس نے اس کے ذریعے برہما کے پانچویں سر کو، جو شِوا کے ہاتھ میں تھا، دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس سَر نے زمین پر لڑھکتے ہوئے بڑی بڑی ڈینگیں ماریں مگر شِوا کے بالوں سے برآمد ہونے والی ہزاروں بدصورت شکلوں نے اسے خاموش کر دیا۔ یہ سارا کچھ دیکھ کر اب راہُو بول پڑا۔ اس نے شِوا سے کہا: اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر اب فقیروں کی زندگی بسر کرو۔ شِوا کے اشارے پر نَندی بَیل نے اُسے دروازے سے باہر چلے جانے کا اشارہ کیا۔ یہ گویا جواب تھا اس کے آقا کے پیغام کا۔

اب جنگ اٹل تھی۔ جلندھَر پہلے کیلاش پربت کی طرف بڑھا۔ یہاں پہنچ کر اُسے معلوم ہوا کہ شِوا نے کیلاش کو چھوڑ کر جھیل مَنَس کے قریب ایک پہاڑ میں پوزیشن سنبھال لی ہے۔ جلندھَر کی فوج نے سارے پہاڑ کو گھیرے میں لے لیا۔ نندی نے سب سے پہلے پیش قدمی کی اور تباہی مچا دی۔ محفوظ فوجوں کو بھی بلا لیا گیا لیکن دیوتاؤں کی فوجوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ پارَوتی نے سنا کہ اس کے بیٹے گنیش اور کرتی کیا سخت دباؤ میں آگئے ہیں تو اس نے اپنے خاوند پر زور دیا کہ خود جا کر قوّت آزمائی کرو لیکن ضروری نہیں کہ تم خواہ مخواہ اپنے آپ کو ظاہر بھی کر دو۔ گھر چھوڑنے سے پہلے شِوا نے پاروتی سے کہا: میری غیر حاضری میں بہت محتاط رہنا کیونکہ ہو سکتا ہے دَیتیا بھیس بدل کر اس کے پاس آ جائے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے غصّے کی دو صورتوں "وِیرا بھدرا" اور "مُنی بھدرا" کو ساتھ لیکر میدانِ جنگ کو چلا گیا۔ جب دیتیاؤں اور شِوا کے ملازمین کے درمیان لڑائی کچھ وقت کے لئے طول پکڑ گئی تو جلندھَر نے ایک منصوبہ بنایا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے ذریعے وہ لڑائی کی نسبت زیادہ کامیاب رہیگا۔ اپنے ایک سردار کو اپنی شکل وصورت اور فوجوں کی کمان دیکر اُس نے خود شِوا کی صورت بنالی، دُرُوَرَن کو نندی بنا دیا اور گنیشَ اور کرتی کیا کے سر بغل میں دبا کر جلدی سے شِوا کے گھر پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر پاروتی غم سے نڈھال ہو گئی۔ لیکن اس کو دل میں شک گزرا کہ شاید یہ اصلی شِوا نہ ہو۔ وہ چھپ گئی اور اس نے مصنوعی شِوا کی محبت بھری باتوں سے کان بند کر لئے۔ صحیح پہچان تک پہنچنے کیلئے اُس نے اپنی ایک ملازمہ کو اپنی صورت کا بنا دیا اور آپ کنول کے پھول میں چھپ گئی۔ ملازمہ نے آکر اطلاع دی کہ یہ اصلی شِوا نہیں ہے تو اس کی باقی نوکرانیاں شہد کی مکھیاں بن کر کنول کے پھول کے اردگرد بھنبھنانے لگیں تاکہ اپنی ملکہ کی حفاظت کر سکیں۔

اسی دوران وشنو نے بھی یہی چال چلی اور وہ جلندھر کی بیوی وِرندا کو پھسلانے میں زیادہ کامیاب رہا۔ براہمن کا بھیس بدل کر اس نے وِرندا کے محل کے قریب ایک کٹیا بنا ڈالی۔ پھر اس نے وِرندا کو خواب میں دکھایا کہ اس کے خاوند کا سر اس کے دھڑ سے الگ کر دیا گیا ہے، اس کے جسم اور گوشت کو جنگلی جانور کھا رہے ہیں اور اس کی آنکھوں کو گِدھوں نے نوچ لیا ہے۔ خواب سے پریشان ہو کر وہ جنگل کی طرف دوڑی۔ راستے میں اُسے ایک ڈائن ملی جو اس کے گھوڑوں کو کھا گئی۔ اب اس پہ حملہ کرنے لگی تھی کہ براہمن نے اُسے بچا لیا۔ اور اپنی کٹیا میں لے آیا۔ یہاں وشنو نے اس پہ ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔ اس نے اپنی صُورت اس کے خاوند والی بنالی اور یہ کٹیا میں میاں بیوی کی طرح رہنے لگ گئے۔ بڑی دیر کے بعد وِرندا کو وِشنو کے بہروپ کا علم ہوا تو اس نے وشنو کو سراپ دیا کہ جس طرح تم نے جلندھر کے ساتھ دھوکا کیا ہے اسی طرح تمہارے ساتھ بھی دھوکا ہوگا۔ اپنے آپ کو گناہ سے پاک کر کے وہ مر گئی۔ اس کی لاش جلا دی گئی۔ اس کی ماں نے اسکی ہڈیاں چُن کر دریائے گنگا میں ڈال دیں۔ جس جنگل میں اُسے جلایا گیا وہ اس دن سے لیکر آج تک ورنداوَن (بِندرابن) کہلاتا ہے ——

جلندھر نے جب اپنی بیوی کے دھوکا کھا جانے اور اسکی موت کی خبر سنی تو وہ غصّے سے پاگل ہوگیا۔ پاروَتی کے گھر کی ہمسائیگی چھوڑ کر واپس میدانِ جنگ میں آ گیا۔ شکر کے منتر کے زور سے اسکی فوج کے مقتولین دوبارہ زندہ ہو گئے اور پھر ایک بہت بڑا حملہ کر دیا گیا۔ آخیر میں شِوا اور جَلندھر کی دست بدست لڑائی ہوئی۔ دیتیا نے ساحری کے کئی وار کئے، لڑائی شدید تھی لیکن بالآخر شِوا نے اس کا سر کاٹ دیا۔ تاہم جونہی یہ کٹا دوبارہ دھڑ سے لگ گیا۔ شِوا گھبرا گیا۔ اس نے دیوتاؤں کی مختلف قوّتوں کی زنانہ صورتوں یعنی براہمی، وِیشنوی وغیرہ کو اپنی مدد کے لئے بلایا۔ انھوں نے اس بہادر کا خون پی لیا اور اس طرح انکی مدد سے شِوا اسے ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا اور دیوتاؤں کو بھی اپنی ملکیّتیں واپس مِل گئیں۔

* * *

۲۵ پچیسواں باب

مقدّس جانور اور پرندے

بعض جانور اس لئے مقدّس سمجھے جاتے ہیں کہ یہ کسی نہ کسی دیوتا کے خاص پسندیدہ جانور ہیں اور دیوتاؤں کے ساتھ انکی بھی پرستش کی جاتی ہے۔ ان کا ذکر ضمناً متعلقہ دیوتاؤں کے ذکر میں آچکا ہے۔ ان جانوروں کو واہن کہتے ہیں، یعنی وہ سواریاں جن کے ذریعے یہ دیوتا اور دیویاں سفر کرتی ہیں۔ مثلاً اِندرا اَیرَدَت نامی ہاتھی پر سوار ہوتا ہے۔ شِوا نندی بیل پر، یا ایک بھینسے پر، دُرگا سِنگھ واہنی کے رُوپ میں، ببر شیر پر اور درگا کی صورت میں شیر پر، اگنی مینڈھے پر، وائیو بارہ سنگھے پر، گنیش چوہے پر، اور سَتی بلی پر سواری کرتی ہے۔ شِوا کا وجودِ مستخرجہ ویرا بھدرا، جس نے دکشا کی قربانی کو تہس نہس کر دیا تھا، ایک کتے پر سوار ہو کر گیا تھا۔ کامَ دیوتا تو مَکَرَ نامی دیو پر یا ایک طوطے پر سوار ہو کر سفر کرتا تھا۔ گیدڑ کو درگا کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ صُورت اختیار کر کے درگا نے کرشن کو اسکی پیدائش کی رات کنس کے غیظ وغضب کا شکار ہونے سے بچا لیا تھا۔ بندروں کی پوجا، ہنومان کے نمائندے ہونے کی حیثیت سے، تو بہت عام ہے۔ بعض لوگ کتے کی پُوجا کرتے ہیں بعض اسے ناپاک جانتے ہیں۔

پرندوں میں بطخ برہما کی سواری (واہن) ہے مور کرتی کیا کی، اور گدھ سَنی کی سواری ہے براہمنی چیل کو دُرگا کی ایک صُورت سمجھی جاتی ہے اور کھنجنا (کالَ کَلَچّھی) وشنو کی نمائندہ ہے کیونکہ اس کے زخرے پر جو ایک نشان ہے وہ شال گرامَ کے مُشابہ ہے۔ اُلو کی بھی پُوجا کرتی کیا، برہما اور لکشمی کے تہواروں پر کی جاتی ہے۔ گرُوڈَ (وشنو کی سواری) جَٹایُوس اور سمپاتی (دو گدھ، جنہوں نے رامَ کی مدد کی تھی) ایسے پرندے ہیں جن کا تفصیلی ذکر آئندہ سطور میں کیا جائیگا۔

گائے کسی دیوتا کی سواری نہیں ہے مگر اسکی بھی پُوجا کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ برہمانے گایوں کو اور براہمنوں کو بیک وقت تخلیق کیا تھا۔ براہمنوں کو اس لئے کہ یہ پُوجا پاٹ کی رسمیں ادا کرائیں اور گائیں اس لئے کہ ان سے دودھ، گھی وغیرہ حاصل کر کے دیوتاؤں کو نذرانے کے طور پر

پیش کیا جائے اور ان کے گوبر سے بعض رسوماتِ پاکیزگی کا اَدا کرنا ضروری ہے۔ گائے کی باقاعدہ پرستش ہر سال ہوتی ہے اس پرستش کے دوران اُسی قسم کی رسمیں اَدا کی جاتی ہیں جو بتوں اور مورتیوں کی پرستش کے دَوران ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ گائے کے جسم اور سینگوں پر رنگین نقش و نگار کیے جاتے ہیں اور پھر انہیں دریاؤں میں نہلایا جاتا ہے۔ بعض لوگ گائے کی پُوجا بھی روزانہ کرتے ہیں۔

گَرُوڑ

گرڑ یا سپرن دیومالائی وجود ہے جو نصف آدمی نصف عقاب ہے۔ یہ وشنو کی سواری ہے اسے اُلوہیاتی ہستی تو نہیں کہہ سکتے تاہم یہ وشنو کی مُہّمات میں اکثر اس کے ساتھ رہتا ہے آقا کی پوجا کے ساتھ اس کی بھی پوجا ہوتی ہے اس لئے اس کی پیدائش اور اس کے کارناموں کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

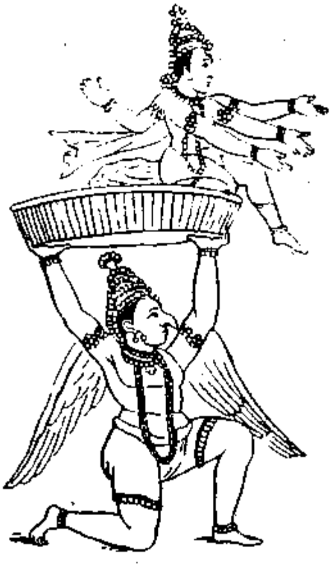

گرُوڑ

جب دَکش کے بیٹوں نے دنیا کو آباد کرنے کا انکار کر دیا تو دکشا نے ساٹھ^{۶۰} بیٹیاں پیدا کر دیں ان میں سے تیرہ^{۱۳} اس نے کشیپ کو دے دیں جو مشہور رِشی تھا۔ ان میں سے ڈُو، گرُوڑ کی وجہ سے مشہور ہوگئیں ہیں۔ کشیپ کے، وِناتا بطن سے، ڈُو وا جب احترام بیٹے گرُوڑا اور اَرُونا پیدا

ہوئے۔ گرودکو سپرن بھی کہاجاتا ہے۔ یہ پَردار قبائل کا بادشاہ تھا۔ اور سانپوں کی نسل کا بے دریغ دشمن تھا۔ ارُونا سورج کا رتھبان ہونے کی وجہ سے مشہور ہوگیا۔ دَکشا کی دوسری بیٹی کدرُو (وناتا کی بہن) کی اَولاد" ایک ہزار طاقتور کثیر پھنوں والے سانپوں پر مشتمل تھی۔ انکی طاقت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ تاہم یہ گرُودَ کی رعایا تھے۔ کہا جاتاہے کہ گرُودَ کی ماں نے بچہ جننے کی بجائے انڈا دیا تھا اس لئے اس کے بیٹے کی شکل پرندوں جیسی ہے۔

ایک اور حکایت کی رُو سے گرُودَ کشیپَ اور دِتی کا بیٹا ہے اس کثیرالافعال بی بی نے ایک انڈا دیا جس کے بارے میں پیش گوئی کی گئی تھی کہ یہ اِسے کسی بہت بڑی برائی سے نجات دلائیگا پانچ سوسال گزر جانے کے بعد گرُودَ اس انڈے سے برآمد ہوُا، اِندرا کے مسکن کی طرف اُڑ گیا۔ وہاں اس نے وہ آگ بجھادی جس نے اِندرا کے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، پھر اُس نے محافظوں پر فتح پاکر اَمرت اٹھالیا اور اس سے اپنی قیدی ماں کو رہائی دلائی۔ اَمرت کے چند قطرے "کُش" گھاس پر گر گئے تو یہ گھاس بھی متبرک ہوگئی۔ سانپوں نے اس گھاس کو اس قدر چاٹا کہ انکی زبانیں کٹ کر دُوشاخہ ہوگئیں۔ تاہم اَمرت چکھ لینے کی وجہ سے انھیں ابدیت کی نعمت مل گئی۔

جونہی گرودَ پیدا ہوا اس کے جسم نے پھیلنا شروع کردیا، یہاں تک کہ اس نے آسمان کو چھولیا۔ دوسرے جانور خوفزدہ ہوگئے۔ اس کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی تھیں۔ اس نے اپنے پیروں کو پھڑپھڑایا تو پہاڑ اُڑ کر دُور جاگرے۔ اس کے جسم سے نکلنے والی شعاعوں نے چار دانگ عالم میں آگ لگادی۔ دیوتا ڈر گئے کہ گرُودَ شاید اگنی کا اَوتار ہے۔ وہ پناہ خواہی کے لئے اگنی دیوتا کے پاس پہنچے۔

گرودَ سانپوں کا جانی دشمن ہے حالانکہ یہ اس کے مَسات (ماسی یعنی خالہ زاد بھائی) تھے۔ اس دشمنی کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کی ماں وِناتا اپنی بہن کدرُو (سانپوں کی ماں) کے ساتھ اس بات پر بحث کرتے کرتے لڑ پڑی کہ سمندر کے بلونے کے وقت جو گھوڑا برآمد ہوُا تھا اس کا رنگ کیسا تھا۔ اس لڑائی نے اتنا طول پکڑا کہ اُنکے جانشینوں میں آج تک دشمنی چلی آرہی ہے۔ جب گرُودَ کی شادی ہونے لگی تو سانپ ڈر گئے کہ اسکی اَولاد ہمیں تباہ کر دیگی

چنانچہ انھوں نے گرد دَ پر حملہ کر دیا لیکن اس نے ان تمام دشمنوں کو ختم کر دیا۔ صرف ایک سانپ بچ رہا جسے اس نے اپنے گلے کا زیور بنا کر پہن لیا۔ توہّم پرست ہندو سونے سے پہلے رات کو تین دفعہ گرودَ کا نام لیتے ہیں تاکہ سانپوں سے محفوظ رہیں۔

مہابھارت سے لی گئی مندرجۂ ذیل کہانی سے معلوم ہوگا کہ کس طرح گرودَ نے اپنی ماں کو قید سے چھڑایا اور وہ خود کیسے وِشنو کا واہن بنا۔ جب گرودَ کی ماں وِناتا اپنی بہن کدرو سے سمندری گھوڑے کے رنگ کی بحث میں شرط ہار گئی تو اُسے سانپوں کی غلامی اختیار کرنی پڑی۔ سانپ ابدیت حاصل کرنا چاہتے تھے انھوں نے کہا کہ اگر اس کا بیٹا گرودَ انہیں چاند لا دے، جس کے سفید دھبے امرت سے بھرے ہوتے ہیں۔ تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔ اس مہم پہ روانہ ہونے سے پہلے وہ کھانا کھانے کے لئے اپنی ماں کے پاس گیا ماں نے اُسے مشورہ دیا کہ ساحلِ سمندر پہ جاؤ اور جو کچھ بھی تمہیں وہاں ملے اسے اکٹھا کر لاؤ لیکن سخت احتیاط کرنا کہ تم کسی براہمن کو نہ کھا لو۔ اگر کسی وقت تمہارے پیٹ میں سخت جلن پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا کہ تم نے کوئی براہمن کھا لیا ہے۔" یہ تنبیہہ لے کر وہ اپنے سفر پہ روانہ ہوگیا۔ راستے میں اُسے ایک گاؤں دکھائی دیا جس میں ماہی گیر آباد تھے۔ اس نے ایک ہی لقمے میں تمام مکانات، درخت، مویشی، آدمی اور دوسرے جانور اپنے اندر ڈال لئے۔ لیکن ان میں ایک براہمن بھی تھا۔ اس سے اس کے پیٹ میں سخت جلن پیدا ہوئی اور اتنا شدید مروڑ اٹھا کہ اس کے لئے ناقابلِ برداشت ہوگیا۔ اس نے جلدی سے براہمن کو کہا کہ فوراً باہر آ جاؤ۔ براہمن نے کہا: میری بیوی بھی جو مچھیری ہے میرے ساتھ آئیگی۔ گرودَ نے کہا: اچھا وہ بھی آ جائے۔

سفر کے دوران اسکی ملاقات باپ کشیپ سے ہوئی جو قطبی تارے کی طرح چمکدار تھا اس نے بیٹے سے کہا: بھوک مٹانے کے لئے فلاں جھیل پہ چلے جاؤ جہاں ایک ہاتھی اور ایک کچھوا لڑ رہے ہیں کچھوا اسّی میل لمبا اور ہاتھی ایک ۱۶۰ سو ساٹھ میل لمبا تھا۔ گرودَ نے ایک پنجے میں ہاتھی کو دوسرے کچھوے کو پکڑ لیا اور آٹھ سو میل لمبے اور اُونچے درخت پر جا بیٹھا۔ درخت کی ایک شاخ پر بہت سے بونے براہمن پوجا کر رہے تھے۔ درخت پہ اتنا بڑا بوجھ آ پڑا کہ اسکے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوگیا۔ گرودَ نے براہمنوں والی شاخ توڑ کر اپنی چونچ میں لے لی اور ہاتھی اور کچھوے کو بدستور پنجوں میں لیکر وہاں سے اُڑ گیا اور ایک غیر آباد ملک کے پہاڑ میں جا بیٹھا جہاں اس نے ہاتھی اور کچھوے سے بھوک کی آگ مٹائی۔

گرُوڑ کو اس سفر کے دوران بڑی حیرت ناک مشکلات سے گزرنا پڑا۔ آخر اس نے چاند کو پکڑ لیا اور اسے اپنے پروں میں چھپا لیا۔ واپس آ رہا تھا کہ اِندرا اور دوسرے دیوتاؤں نے اس پر حملہ کر دیا لیکن اس نے سب کو شکست دی۔ وِشنو کو بھی اس نے خوب پٹخنیاں دیں لیکن اس نے اس کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ وِشنو نے گرُوڑ کو غیر فانی بنا دیا اور اپنے سے بھی زیادہ اُونچا مقام دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ گروڑ وِشنو کی سواری بن گیا۔ اس دن سے وِشنو گروڑ کی سواری کر رہا ہے اور گرُوڑ ایک پھریرے کی شکل میں وِشنو کی گاڑی میں سب سے اُونچا لہراتا رہتا ہے۔

رَامائنَ میں گرُوڑ نے رامؔ کی بڑی اعلیٰ خدمات سرانجام دی ہیں۔ اکثر مقامات پر اسکی حیرت انگیز قوّتوں اور اسکے عجیب وغریب کارناموں کا ذکر آتا ہے۔ ایک موقع پر جب رامؔ اور اس کا بھائی زخمی ہوکر قریب المرگ ہو گئے تھے تو گرُوڑ نے اُنکے زخموں کو ٹھیک کیا اور انہیں صحتیاب کر دیا۔

گرُوڑ کی تصویریں اور مورتیاں مختلف انداز سے بنائی جاتی ہیں۔ کبھی اس کا سر اور اس کے پَر پرندے کی طرح ہوتے ہیں اور جسم اِنسان کا ہوتا ہے۔ کبھی چہرہ انسان کا اور باقی جسم پرندے کا ہوتا ہے۔

جتایُوس اور سمپاتی

یہ دونوں گرُوڑ کے بیٹے ہیں جنہوں نے رامؔ کی مدد کی تھی۔ جب رامؔ لچھمن اور سیتا جنگل میں اپنی کٹیا پر پہنچے جہاں انہیں رہنا تھا تو انھوں نے ایک طاقتور گِدھ کو دیکھا جس کی جسامت اور قوّت بےمثال تھی انھوں نے اسکی یہ عجیب صُورت دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہے تو جٹایوس نے خود اپنا تعارف کراتے ہوئے اپنی ولدیت بتائی اور کہا کہ میں آپکا دوست ہوں۔ جب رَاون کے بھیجے ہوئے بارہ سنگا نے رامؔ کو حیرت میں ڈالکر اپنے پیچھے لگا لیا تو اُسے اعتماد تھا کہ جٹایُوس کٹیا کی ٹھیک حفاظت کر رہا ہے۔ پھر جب راون نے سیتا کو پکڑ لیا تو اس نے جَتایوس کو آواز دی اور کہا:

دیکھو، دیکھو، جنوں کی نسل کا بادشاہ
ظالم، وحشی، خونخوار اور رذیل
رَاون، تباہ کار، مجھے اُٹھائے لئے جا رہا ہے
میں، تشدّد کا بےبس شکار ہو گئی ہوں!

جٹایوس پہلے راون کو دلائل دے دے کر سیتا کو واپس چھوڑ دینے کا اصرار کرتا ہے پھر دھمکی دیتا ہے کہ اس کے تشدد آمیز رویّے کا نتیجہ موت ہو سکتا ہے۔ آخر جب منت سماجت اور دھمکی دونوں کارگر نہ ہوئیں تو لڑنے کیلئے تیار ہو گیا۔ جٹایوس نے راون کی کمان توڑ ڈالی لیکن اس دیو کے تیروں نے گدھ کو زخمی کر دیا۔ گدھ نے تیر پھینکے، راون زخمی ہو گیا، اس کی رتھ کے گھوڑوں کو مار ڈالا اور رتھ کو بھی توڑ ڈالا۔ پھر اس نے رتھبان کو اپنے پنجوں اور چونچ سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ راون رتھ سے نیچے اتر آیا اور پیدل لڑنے لگا لیکن جٹایوس بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکا۔ آہستہ آہستہ کمزور ہوتا گیا اور آخر گر پڑا۔ راون پھر اپنی رتھ پر سوار ہو گیا اور اب ہوا میں اڑنے ہی والا تھا کہ گدھ نے دوبارہ اس پر حملہ کر دیا۔ اس نے راون کے دس بائیں بازو الگ کر دیئے لیکن انکی جگہ اور بازو اُگ آئے۔ آخر راون نے تلوار پکڑی اور گدھ کو مہلک ضرب لگائی۔ پھر سیتا کے ساتھ لنکا کی طرف اڑ گیا۔

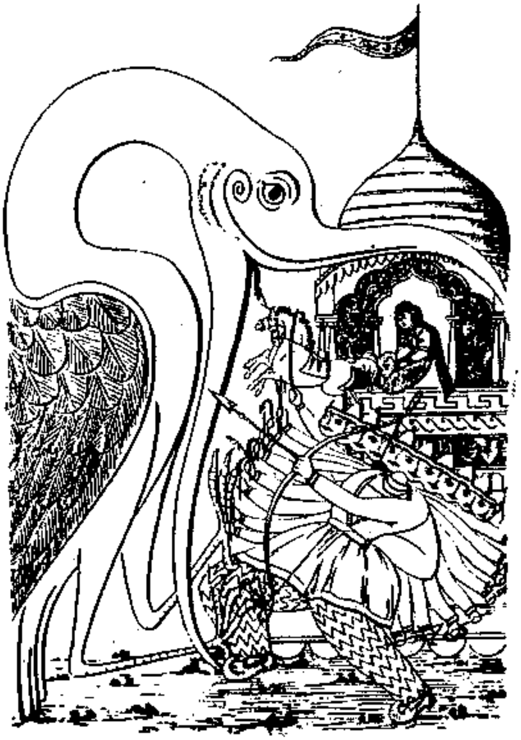

جٹایوس

جب رامؑ اور لکشمن نے سیتا کی تلاش شروع کی اور اس دوران آخری دموں پر آئے ہوئے

پرندے تک پہنچے تو انھوں نے اس کے جسم پر خون کے دھبے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ شاید سیتا کو اُٹھا لے جانے والا مجرم یہی ہے لیکن جب اس نے راون کے آنے، سیتا کے اٹھا لے جانے اور اس کی مزاحمت کرنے کی کہانی سنی تو انکی تسلی ہوئی۔ ان کے سامنے اس پرندے نے جان دیدی اور انہوں نے اسکی آخری رسوماتِ مرگ اَدا کیں۔

سیتا کی تلاش میں یہ لوگ ساحلِ سمندر تک پہنچ چکے تھے لیکن ابھی تک انہیں اس کا کوئی اَتا پتا معلوم نہ ہوسکا۔ ان کے کچھ بندر ساتھیوں نے ایک بہت بڑے گِدھ کو دیکھا جو بہت بوڑھا اور کمزور تھا۔ اس کے سامنے جٹائیوس کا نام لیا گیا تھا تو اس نے اُن سے اسکی خیریت پوچھی۔ جب اُسے بتایا گیا کہ اُسے تو راون نے قتل کر دیا ہے تو وہ آبدیدہ ہوگیا اور کہنے لگا کہ یہ تو میرا بھائی تھا۔ اس نے انتقاماً انہیں بتا دیا کہ اس وقت راون اور سیتا کہاں ہیں۔ اس نے کہا: مجھ میں بہت دُور تک دیکھ سکنے کی صلاحیت ہے جو مجھے گردَ سے وراثۃً ملی ہے۔ چنانچہ وہ ہوا میں بلند ہو گیا اور کہنے لگا میں لنکا کو دیکھ رہا ہوں اے وازوں کے سردارو! تمہاری تلاش کا مطلوب و مقصود لنکا میں موجود ہے۔" اس اطلاع پر ہنومان کو سیتا کے ساتھ بات چیت کرنے کیلئے بھیجا گیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر سیتا کو تسلی دی کہ رامؔ اُسے چھڑانے کے لئے عنقریب آرہا ہے۔

۲۶

چھبیسواں باب

گنگا

گنگا (دریائے گنگا) بھارت کی متبرک ندیوں میں سب سے بڑا دریا ہے۔ اس کے پانی کی تاثیر کے بارے میں عام اعتقاد یہ ہے کہ اس سے سابقہ، موجودہ اور آئندہ کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔ اُسے الوہیاتی مقام دیا جاتا ہے۔ اس کی پیدائش کا حال اور اس کے آسمان سے اُتر کر زمین پر آنے کا قصہ رامائن کا بہت دلچسپ موضوع ہے۔ رامؔ اور لکشمن کے ساتھ وِشوامتر بھی سفر کر رہا تھا جب یہ اس متبرک دریا کے کِنارے پر پہنچے تو انہوں نے اس میں غسل کیا اور مذہبی کتابوں کے احکام کے مطابق دیوتا اور پتاؤں کو نذرانہ پیش کیا۔ جب فارغ ہو کر بیٹھ گئے تو رامؔ نے کہا:

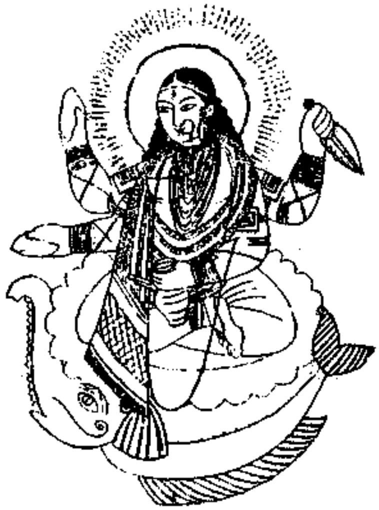

گنگا

اُے نیک دل زاہد مجھے
خواہش ہے کہ تجھ سے سُنوں
گنگا کے رستے تین ہیں

اس کا ہے کیسا ماجرا؟
اس کا جنم، نشوونما
مجھ کو یہ سب قصہ سنا
یہ سن کے زاہد، کہنے لگا: اچھا سنو:
معدنیات سے بھرا ہوا، وہ مضبوط اور طاقتور پہاڑ، ہمالیہ
تمام پربتوں کا آقا اور مالک اور پہاڑوں کا بادشاہ ہے
اسکی دو انتہائی خوبصورت بیٹیاں ہیں
سب حسینوں سے حسین تر۔
ان کی ماں ہے
کوہ "میرُو" کے ارادے کی بیٹی، لازوال پہاڑی کی دختر!
ہمالیہ کی منظورِ نظر۔ جس کا نام مینا ہے
خوش اندام، نازک کمر
گنگا اس کی پہلی بیٹی
اس سے چھوٹی، حسین و جمیل و خوش لقا، اُما ہے نام جس کا
پھر آسمان کے تمام دیوتاؤں کو
گنگا کی ضرورت پڑ گئی
تاکہ ان کے عہد و اقرار کی جلدی تکمیل ہو۔
یہ سب عظیم ہمالیہ کے پاس آئے اور انھوں نے
پربتوں کے بادشاہ سے یہ دوشیزۂ پاک مانگ لی
وہ تین دنیاؤں کی فلاح و بہبود سے بھی بے خبر نہیں تھا
تاہم ایک مقدس جذبے کے تحت، اس نے
اپنی بیٹی گنگا ان ابدی اور لازوال ہستیوں کو دیدی
جس کے پانی پاک کرتے ہیں اور بچا لیتے ہیں

جو اپنی خوشی سے جدھر چاہے گھومتی پھرتی رہتی ہے
حسین اور آزاد
گناہوں کو دھو ڈالنے والی
گناہ گاروں کو، سمندر تک، پاک بنا ڈالنے والی
تین راستوں والی گنگا کو اس طرح حاصل کر کے
دیوتاؤں نے اپنے آسمانی گھر واپس حاصل کر لئے ۔"

اس کے بعد رشی انہیں بتاتا ہے کہ ایودھا کے ایک طاقتور بادشاہ کا نام "ساگر" تھا۔ اس کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس کی بڑی خواہش تھی کہ اس کے کوئی بیٹا ہو۔ ویسے ساگر کی اپنی پیدائش بھی فوق الفطرت تھی۔ اس کے باپ باہو کو جو ایودھیا کا بادشاہ تھا راجدھانی سے نکال دیا گیا تھا۔ ساگر کی ماں اپنے خاوند کے ساتھ جنگل میں چلی گئی۔ اس کی ایک سوکن نے اسے کوئی زہریلی چیز کھلا دی تھی جس کی وجہ سے وہ بچہ پیدا نہ کر سکی جو سات سال سے اس کے پیٹ میں تھا۔ جب اس کا خاوند مر گیا تو اس نے بھی اس کی لاش کے ساتھ جل مرنا چاہا لیکن ایک زاہد پارسا نے اُسے روک لیا۔ اس کا نام اُوروا تھا۔ اس نے رانی سے کہا اب بھی تمہارا بیٹا پیدا ہوگا اور جوان ہو کر طاقتور بادشاہ بنے گا۔ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو اس زاہد اُوروا نے اس کا نام ساگر رکھا۔ "سا" کے معنی ہیں ساتھ اور "گر" کے معنے ہیں زہر۔ ساگر نے دیوتاؤں کی رضا جوئی کی۔ خاص طور پہ رشی بھرگو (یا بعض روایات کے مطابق اس کے پوتے) کو خوش کرنے کے لئے اس نے سو سال سے زائد عرصے تک ریاضتیں کیں۔ اخیر ساگر کی پوجا سے خوش ہو کر رشی نے کہا:

اے ساگر، اے بیداغ بادشاہ!   تجھ سے، طاقتور بیٹوں کی ایک فوج پیدا ہوگی
اور تم نیک نامی اور شہرت حاصل کرو گے   اور بے مثال رہو گے
تمہاری ایک ملکہ سے تمہاری نسل کو برقرار رکھنے والا   تمہارا وارث پیدا ہوگا
اور باقی ملکاؤں سے   کوئی ساٹھ ہزار تمہارے بیٹے پیدا ہوں گے۔

ستائیسواں باب

مقدّس درخت

بہت سے درختوں کو مقدّس سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ یا تو کسی نہ کسی دیوتا کی نمائندگی کرتے ہیں یا ان کے پسندیدہ درخت ہیں۔ انہیں اگانا اور انہیں پانی دینا پُن (ثواب) کا کام سمجھا جاتا ہے۔ نیز ان کا اتنا احترام کیا جاتا ہے کہ انکی سوکھی ہوئی شاخوں کو بھی جلانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ جو رسومات کسی مورتی کو مندر میں پہلی مرتبہ قائم کرنے کے وقت ادا کی جاتی ہیں وہی رسمیں ان درختوں کے لگانے کے وقت اور انکی پوجا کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ مقدّس درختوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ اَسوتّا یا پیپل : یہ درخت وشنو کو عزیز ہے۔
۲۔ وَتّا یا برگد (بڑ) : یہ بھی وشنو کا درخت ہے۔
۳۔ وِلوا یا بیل کا درخت : شِوا کا مقدّس درخت ہے۔
۴۔ وَکل
۵۔ ہَرل ماکی
۶۔ اَملکی
۷۔ نیم
۸۔ تُلسی : اسکی پوجا عام طور پر وشنو کے پرستار کرتے ہیں۔ پودے کو اس دیوتا کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے اس لئے بڑی احتیاط کے ساتھ اس کی پرورش اور دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ ہر صبح کو اس کے نزدیک کی زمین پر پانی اور گائے کے گوبر کا پوچا لگایا جاتا ہے اور رات کو اس کے سامنے دیا جلایا جاتا ہے۔ سال کے دو گرم ترین مہینوں کے دوران پانی کا ایک برتن اس کے اُوپر لٹکا دیا جاتا ہے تاکہ اس میں سے قطرہ قطرہ پانی ٹپکتا رہے اور نمی قائم رہے۔ جب کوئی پودا مر جاتا ہے تو اسے دریا میں اسی احترام کے ساتھ بہا دیتے ہیں جس احترام کے ساتھ کسی مورتی کو اس کی پوجا ختم ہو جانے کے

تُلسی

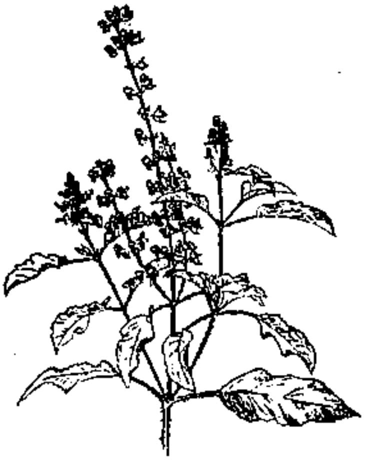

بعد بہادیتے ہیں۔ قریب المرگ شخص کے سرہانے تلسی کی شاخ رکھ دینے کا عام رواج ہے۔ اس پودے کی پرستش کیسے شروع ہوئی اس کی وضاحت اس کہانی سے ہوتی ہے کہ تلسی نامی ایک عورت نے بڑی سخت ریاضتیں اس مقصد کیلئے کیں کہ وہ وشنو کی بیوی بن جائے۔ لکشمی (وشنو کی بیوی) نے یہ سنا تو اس نے اسے سراپ دیکر اُسے اسی نام کے پودے میں تبدیل کر دیا۔ تاہم وشنو نے اپنی اس پجاری کی تشفی کرا دی کہ میں شالی گرام کی صورت اختیار کر کے ہمیشہ تمہارے قریب رہوں گا۔

وائیو اور پدما پران بتاتے ہیں کہ سمندر کے بلونے کے وقت جو چیزیں پیدا ہوئی تھیں اُن میں تلسی کا پودا بھی تھا۔

ان درختوں کے علاوہ دروَ اور کُش گھاس بھی مقدس سمجھی جاتی ہیں اور جو نذرانے دیوتاؤں کو دیئے جاتے ہیں ان میں اُوپر بیان کیے گئے درختوں کے پھولوں کے ساتھ انھیں بھی شامل کیا جاتا ہے۔ کُش گھاس کے تقدیس کے بارے میں مہابھارت کی وہ حکایت ہمیں تفصیل بتاتی ہے جس میں گرودَ سانپوں کیلئے چاند کو پکڑ لایا تھا اِندرا نے اُسے روکا تھا اور امرت کے چند قطرے کُش گھاس پر گر پڑے تھے پھر سانپوں اس گھاس کو چاٹ لیا تو گھاس کی تیز دھار سے کٹ کر سانپوں کی زبانیں دوشاخہ ہو گییں۔ چونکہ گھاس پہ اَمرت گرا تھا اس لئے گھاس مقدّس ہوگئی۔

جنڈی کا ریگستانی درخت بھی مقدّس سمجھا جاتا ہے اور شادی کے وقت دولھا اس کی شاخ کاٹ کر جنّات سے محفوظ رہنے کیلئے اپنے پاس رکھتا ہے۔

اُٹھائیسواں باب ۲۸

متفرق چھوٹے دیوی دیوتا

ا۔ شیتلا

شِیتلا چیچک کے لئے بنگالی لفظ ہے۔ وہ دیوی بھی شِیتلا کہلاتی ہے جو اس بیماری کی ذمہ دار سمجھی جاتی ہے۔ اس کے لفظی معنے ہیں "وہ جو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔"

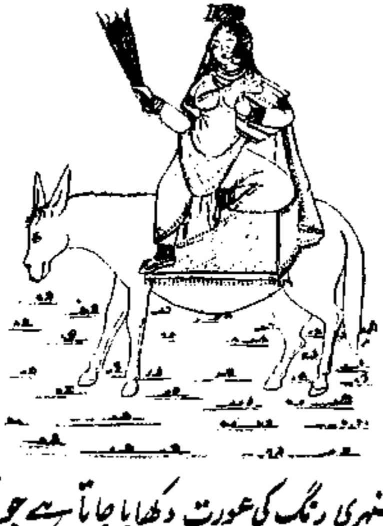

شیتلا

تصویروں میں اس دیوی کو سنہری رنگ کی عورت دکھایا جاتا ہے جو ایک کنول پر بیٹھی ہے یا گدھے پر سوار ہے اور سرخ لباس پہنے ہوئے ہے۔ اس کی مورتی کو یا عام طور پر صرف پانی سے بھرے ہوئے برتن کو سامنے رکھ کر شِیتلا کی پرستش کی جاتی ہے اور یہ توقع کی جاتی ہے کہ پرستش کرنے والے اس موذی مرض سے محفوظ رہیں گے۔ (یعنی دیوی انھیں محفوظ رکھیگی)

بہار کے موسم میں ہندو پہلے اپنے بچوں کو ' دُ۔ ماں کا ہو جانے پر، چیچک سے بطریق بالا محفوظ کر لیتے تھے۔ براہمن، جو یہ رسوماتِ پرستش اَدا کرتے تھے، شِیتلا دیوی کو خوش کرنے کے لئے نذرانے

اور تحائف دیتے تھے اور وعدہ کرتے تھے کہ اگر پُوجا کا عمل جاری رہا تو اور زیادہ تحفے دیئے جائیں۔ پُوجا کے عمل میں جو پھُول استعمال ہوتے تھے وہ بطورِ تعویذ بچے کے بالوں میں ٹانک دیئے جاتے تھے۔ جن کو بیماری لاحق ہو جاتی ہے اُن کے لئے نذرانے روزانہ دیئے جاتے ہیں اور جب بیماری خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ تو مریض کو شیتلا کی مورتی کے سامنے بٹھایا یا لِٹا دیا جاتا ہے اور اسے مورتی کو چڑھائے جانے والے پانی سے نہلایا جاتا ہے اور یہی پانی اسے پینے کے لئے بھی دیا جاتا ہے۔ گداگر ایک پتھر لئے پھرتے رہتے ہیں جو جزواً سنہری ہوتا ہے۔ یہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ پتھر شیتلا دیوی کا مقدّس پتھر ہے۔ جب بیماری پھیلی ہوتی ہو تو ان گداگروں کو لوگ تحفے دیتے ہیں۔

۲۔ مَنَسَا

مَنَسَا سانپوں کے بادشاہ واسُکی کی بہن ہے اور ایک رِشی جَرَت کارُو کی بیوی ہے۔ چونکہ یہ سانپوں کی رانی ہے اس لئے اسے انسانوں کو سانپوں سے محفوظ رکھنے والی دیوی سمجھا جاتا ہے۔ اس دیوی کا دوسرا مشہور نام وِش ہارا یعنی "زہر کو ختم کرنے والی" ہے۔ عام طور پر اس کو نذرانے دینے کے لئے اسکی کوئی مورتی نہیں بنائی جاتی۔ کسی درخت کی شاخ کو یا پانی کے برتن کو یا مٹی کے بنے ہوئے سانپ کو اس کا نمائندہ سمجھ کر سامنے رکھ لیا جاتا ہے۔ مورتی بنائی جاتی ہے تو اس کا لباس سانپوں

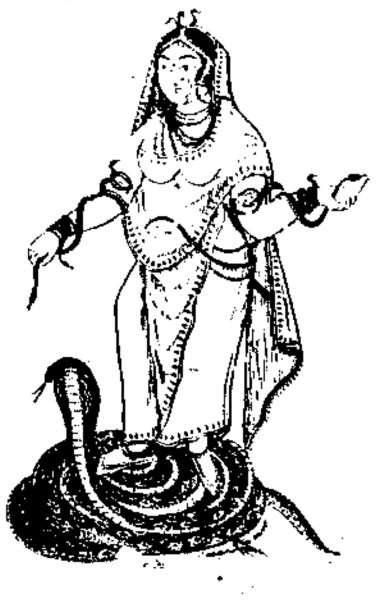

مَنَسَا

کا ہوتا ہے اور شبیہ عورت کی ہوتی ہے جو کنول پر بیٹھی ہوئی یا سانپ پر ایستادہ دکھائی جاتی ہے۔ مندرجۂ ذیل حکایت پر مبنی ایک گیت پر پُوجا ختم کر دی جاتی ہے :

ایک سوداگر چاند نامی نے نہ صرف مَنسَا دیوی کی پوجا کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اس کی سخت توہین کی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے چھ بیٹے سانپ کے کاٹنے سے مر گئے۔ اسی قسم کی مصیبت سے بچنے کے لئے اس کے بڑے بیٹے لکھندر نے لوہے کا ایک گھر بنوا لیا اور اس کے اندر رہنے لگا۔ لیکن مَنسا نے ایک شگاف میں سے سانپ کو اندر داخل کر دیا۔ اس سانپ نے عین اسکی شادی کے دن اُسے کاٹ لیا اور یہ مر گیا۔ اسکی بیوہ روتی پیٹتی اپنی ساس کے پاس پہنچی۔ اس نے اور ہمسایوں نے چندر کو اپنی ضد سے باز رہنے کی بہت ترغیب دی اور کہا کہ دیوی مَنسا کی خوشنودی اور رضا جوئی حاصل کر۔ جس کی وجہ سے خاندان پر اتنی مصیبت آئی ہے، مگر وہ نہ مانا۔ خود مَنسا نے اس کے دوستوں سے کہا کہ اسے ترغیب دو کہ میری دشمنی چھوڑ دے۔ اتنے زیادہ دباؤ پڑنے پر چندر نے انکی بات صرف اس حد تک تسلیم کی کہ اس نے اسکی مورتی کی طرف بائیں ہاتھ سے صرف ایک پھول پھینک دیا۔ اس پر دیوی اتنی خوش ہوئی کہ اس نے اس کے بیٹوں کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس واقعے کے بعد لوگوں کو اس دیوی کی قوتوں کا علم ہو گیا تو انہوں نے اسکی پرستش شروع کر دی۔

مہابھارت نے اسکی شادی کی حکایت بیان کی ہے جو اس طرح سے ہے :

جگت کارو، اس کا خاوند، ایک مشہور رشی تھا۔ اس نے بڑی سخت ریاضتیں کی ہوئی تھیں تمام مقدس تالابوں وغیرہ میں نہا چکا تھا، شادی سے پرہیز کر رکھا تھا اور ان فاقوں اور جفاکشیوں کی وجہ سے اس کا جسم سوکھا سڑا اور جھریدار بن گیا تھا۔ اپنی جہاں گردی کے دوران وہ ایک ایسی جگہ پر پہنچا جہاں بہت سے لوگ ایک درخت کے ساتھ اُلٹے لٹکے ہوئے تھے، نیچے ایک بہت گہری کھڈ تھی اور جس رسی کے ساتھ یہ لٹکے ہوئے تھے اُسے ایک چوہا کتر رہا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو سب اس کے اپنے ہی آباء و اجداد ہیں۔ انکو یہ عذاب اس لئے دیا جا رہا ہے کہ ان کے پیچھے ان کی کوئی اولاد نہیں رہی جو پوجا پاٹ اور دوسری مذہبی رسومات ادا کر کے انہیں رہائی دلا سکتی۔ ان بزرگوں نے اس سے کہا کہ تم سے ہمیں کچھ اُمید تھی کہ تمہارا بیٹا ہی ہماری نجات کا وسیلہ بنے گا لیکن ہماری یہ آخری اُمید بھی مایوسی میں بدل گئی ہے کیونکہ تم نے سخت کوشی کی زندگی بسر کرنے اور شادی نہ کرنے کا عہد کر

دکھا ہے۔ جب انھیں بتایا گیا کہ جگَتَ کارو ہی وہ شخص ہے جس کی پرہیزگاری کی وجہ سے وہ مبتلائے عذاب ہیں تو انھوں نے اس کی منّت سماجت شروع کر دی کہ اب بیوی تلاش کرو اور ہماری نجات کا باعث بنو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس شرط پر اپنی رضامندی کا اظہار کرتا ہوں کہ لڑکی کے والدین اپنی خوشی سے اُسے اپنی بیٹی بیاہ دیں۔ واسُکی یہ بات سن رہا تھا۔ اس نے خود اپنی بہن کا رشتہ اُسے پیش کیا۔ اس بیوی سے اس کے ایک لڑکا ہوا جس کا نام اُستیک رکھا گیا۔ اس بیٹے نے اپنے بزرگوں کو عذاب سے رہائی دلائی اور سانپوں کی نسل کو بھی ختم ہونے سے بچا لیا جب جنمے جایا انہیں ملیامیٹ کرنا چاہتا تھا۔

۳۔ سَستی

سَستی خاص طور پر شادی شدہ عورتوں کی دیوی ہے۔ یہ بچے عطا کرتی ہے، زچگی میں مددگار بنتی ہے اور یہ چھوٹے بچوں کی محافظ ہے۔ تصویروں میں اسے سنہری رنگ کی عورت دکھایا جاتا ہے جس کی ڈھاک (پہلو) پہ ایک بچہ ہے اور جو ایک بلّی پر سوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ہندو عورت کسی بھی صورت میں بلّی کو مضروب نہیں کرتی۔ ڈرتی ہے کہ ایسا کرنے سے دیوی ناراض ہو کر اُسے نقصان پہنچا دیگی۔

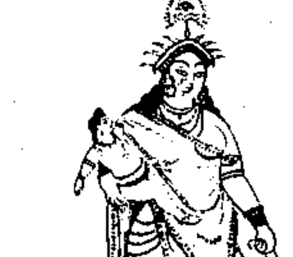

سَستی کی شان میں سال میں چھ مرتبہ تہوار منائے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ جن عورتوں کے بچے مرجاتے ہیں وہ ہر مہینے اس کی پرستش کرتے ہیں۔ جب بچہ چھ دن کا ہوجاتا ہے تو باپ اس کی پوجا کرتا ہے اور جب بچہ تین ہفتوں کا ہوجاتا ہے تو ماں اس دیوی کو نذرانے پیش کرتی ہے۔ سَستی دیوی کی نمائندگی عام طور پر ایک پتھر کرتا ہے جو انسان کے سر کے برابر کی جسامت کا ہوتا ہے۔ اسے برگد کے درخت کے نیچے رکھتے ہیں اور اسے پھولوں سے اور چاول، پھل اور دوسری چیزوں کے نذرانوں سے آراستہ کرتے ہیں۔

۴۔ شال گرام

وِشنو کے پجاریوں کے نزدیک شال گرام سب سے زیادہ مقدّس چیز ہے۔ دوسری چیزیں تو اس وجہ سے مقدّس خیال کی جاتی ہیں کہ ان پر پُوجا کی رسمیں ادا ہوتی ہیں یا ان سے مورتیاں بنتی ہیں یا یہ دیوتاؤں کی نمائندہ ہوتی ہیں لیکن شال گرام کے سلسلے میں یہ بات نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے آپ ہی متبرک ہے۔ یہ ایک سیاہ رنگ کا ایمونائٹ پتھر ہے جو نیپال میں گنڈکی پربت سے دستیاب ہوتا ہے۔ عام عقیدہ یہ ہے کہ اس پہاڑ میں حشرات الارض پتھروں میں سوراخ کرتے رہتے ہیں۔ جب کوئی پتھر الگ ہوجاتا ہے تو وہ دریائے گنڈھک میں گر جاتا ہے۔ لوگ ان پتھروں کو جال ڈالکر نکال لیتے ہیں۔ عام پتھر جیبی گھڑی کے برابر ہوتے ہیں انکی قیمت کا تعیّن انکی جسامت، ان کے کھوکھلے پن اور انکی اندرونی رنگت کی بنا پر ہوتا ہے۔ ان خصوصیات کی کمی بیشی کو معیار بنا کر انکے نام بھی الگ الگ رکھے گئے ہیں۔ کوئی نایاب قسم کا پتھر آجائے تو یہ ہزاروں روپوں میں بک جاتا ہے۔ لوگوں کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ جس کے پاس یہ پتھر ہوگا یا دکشنا ورت نامی گھونگھا ہوگا وہ کبھی افلاس کا شکار نہ ہوگا۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ یہ پتھر مہنگے داموں فروخت ہونگے۔ اس کے ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی ہے کہ یہ پتھر ہاتھ سے چلا جائے تو کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور آئیگی۔ اس عقیدے کی وجہ سے بھی بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ان پتھروں سے الگ ہونا چاہتے ہیں۔ نفع کی خاطر انکا بیچنا بہت ہی معیوب سمجھا جاتا ہے۔

اس پتھر کی تقدیس کے بارے میں بھاگوت پُران میں بھی ایک وجہ بیان کی گئی ہے۔ سنی نے حکمرانی

شروع کی تو برہما سے کہا کر تم میری رعایا بن جاؤ۔ برہما نے اسے وشنو کے پاس بھیج دیا۔ وِشنو نے کہا، کل آکر مجھ سے مل لینا۔ اگلے دن سنی نے دیکھا کہ وشنو نے تو اپنے آپ کو ایک پہاڑ کی صورت میں تبدیل کر لیا ہے تو وہ کیڑا بن گیا۔ اس کیڑے نے جس کا نام وجر کٹ تھا پہاڑ کو بارہ سال تک تکلیف میں مبتلا رکھا۔ اس مدّت کے بعد واپس اپنی شکل اصلی میں آ گیا تو اس نے حکم دیا کہ آئندہ اس پہاڑ (گنڈکی) کے پتھروں کی، اس کے نمائندوں کی حیثیت سے، پُوجا کی جائے۔

براہمن اپنے گھروں میں عام طور پر روزانہ کی پُوجا وِشنو کی اسی شکل کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں۔ موسم گرما میں پانی کا ایک برتن اس کے اُوپر لٹکا دیا جاتا ہے جس میں سے قطرہ قطرہ اس پر گرتا رہتا ہے اور یہ ٹھنڈا رہتا ہے۔ ایک اور برتن اس پانی کو اکٹھا کرنے کے لئے اس کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ پُجاری شام کو یہ جمع شدہ پانی پی لیتا ہے۔ مرتے وقت آدمیوں کو اس پتھر کے نشان دِکھائے جاتے ہیں۔ عقیدہ یہ ہے کہ مرنے والے کی توجہ ان نشانات پر مرکوز رہگی تو رُوح کو وِشنو کے آسمان تک پہنچنے کے لئے محفوظ راستہ آسانی سے مل جائیگا۔

۵۔ ڈھینکی

ڈھینکی، چاول چھڑنے، اینٹوں اور روڑوں کو توڑنے اور اس قسم کے دوسرے کام کرنے کا ایک بھاری بھرکم چوبی شہتیر ہے جو اوکھلی کے ساتھ جُڑا رہتا ہے۔ عام طور پر اسے عورتیں چلاتی ہیں وہ اس کے ایک سرے پر کھڑی ہو جاتی ہیں، ایک خاص بلندی تک اُسے اُوپر اٹھا لیتی ہیں پھر اسے چھوڑ دیتی ہیں اور یہ اپنے وزن کی وجہ سے چاولوں یا روڑوں پر زور سے گرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ نارد کا واہن (سواری) ہے اور اسی کی برکت سے اسے پُوجا کی چیز بنا دیا گیا ہے۔ ایک گورو اپنے چیلے کو ہندو مت کے اسرار و رموز کا سبق دے رہا تھا کہ اس نے کہا ڈھینکی۔ ڈھینکی! یہ سن کر نارد بہت خوش ہوا، اپنے واہن پر سوار ہو کر اس کے پاس آیا۔ اس نے اسے ایک اور منتر سکھا دیا جس سے وہ کامل ہو گیا اور بہشت میں پہنچ گیا۔

ڈھینکی کی پُوجا شادی کے وقت ہوتی ہے۔ یا جب بیٹے کو پہلی بار جَنیو (زُنّار) پہنایا جاتا ہے۔ یا جب بچے کو چاول کھلانے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ یا جب اسی قسم کے دوسرے خوشی کے مواقع آتے ہیں۔

۶۔ کا؟ کون؟

"اَن جانے خدا" کی پرستش اِن ہند آریائی لوگوں سے بہت پہلے نامعلوم کن کن اَقوام نے کی ہے۔ جہاں سے یہ لوگ ابتداءً روانہ ہوئے تھے اُسے سُمیر کا علاقہ کہتے ہیں۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے آج ہمارے سامنے ایسے ایسے حقائق منکشف کرکے رکھ دیئے کہ ظن و تخمین کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ شام، عراق اور وادیٔ سندھ کے ملحقہ ایرانی عِلاقوں میں ایک ایسی منظم اور ترقی یافتہ تہذیب اپنے عروج پر تھی کہ اس کی کوئی مثال ہمیں تاریخ کے صفحات پیش نہیں کرسکتے۔ مذہبی اعتبار سے یہ صرف "اَن دیکھے" خدا کی پرستش کرتے تھے۔ ان سُمیرین کے بڑے بڑے ٹولے دنیا کی مختلف اَطراف میں پھیل گئے اور خدا کے بارے میں سیدھے سادے تصوّرات ساتھ لے گئے۔ جو ٹولا یہاں سے چل کر کچھ دیر کے لئے ایران میں ٹھہرا جہاں آگ کی پُوجا ہوتی تھی اور پھر وہاں سے سُمیرین کے بجائے ایرین کا لقب لے کر آگے بڑھا اور پاک و ہند کی شمالی سرحدوں میں آکر مقیم ہوگیا۔ تو وہ بھی، مختلف تصوّرات کا ملغوبہ بنا لینے کے باوجود "اَن دیکھے" خدا کا پرستار تھا لیکن امتدادِ زمانہ کی وجہ سے "براہمنا کے مُصنّفین اپنی ماضی سے اس طرح مکمل طور پر منقطع ہوچکے تھے کہ بھجنوں کے شاعرانہ اسلوب کو بھول کر اور شاعروں کے دل کے اندر" ان دیکھے خدا "کی تلاش کی جو تڑپ تھی اُسے یکسر فراموش کرکے انھوں نے "خود ضمیرِ استفہامیہ" کے لفظ کو اتنا بڑھا چڑھا دیا کہ یہ دیوتا بن گیا۔ یعنی انہوں نے سوالیہ لفظ کا؟ کیا؟ یا کون؟ کو بھی خدا بنالیا۔ تتیّریا بَراہمنا میں کَنشیتکی براہمنا میں، تانڈیا براہمنا میں اور سَت پتھا براہمنا میں جہاں کہیں بھی سوالیہ اشعار آئے ہیں مصنّف بے جھجک کہہ دیتا ہے کہ "کا" پرجاپتی ہے یعنی مخلوقات کا آقا و مالک ہے! یہ مصنفین یہیں نہیں رکے بلکہ جن بعض بھجنوں میں "کا" کا ضمیرِ استفہامیہ آیا ہے انھوں نے ان بھجنوں کا نام ہی کا دَوت رکھ دیا ہے۔ یعنی "کا" والے بھجن! پھر اس "کا" کے لفظ سے اسمِ صفت بنا لیا گیا اور

اسے بھجنوں کے علاوہ اب "کا" دیوتا کو پیش کئے جانے والے نذرانوں کیلئے بھی استعمال کیا جانے لگا۔ یہ اسمِ صفت تھا "کایا" یعنی "کا" والی یا "کیا" والی یا "کون" والی۔

سنسکرت کے بہت بڑے قواعد دان پانِنی کے وقت تک یہ لفظ اتنا مقبول ہو چکا تھا کہ اس کے مآخذ اور ساخت وغیرہ کی تشریح کے لئے ایک علیحدہ اُصول وضع کرنا کرنا پڑا۔ یہاں شارح "کا" کی وضاحت بُراہمن کے حوالے سے کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کہ مابعد کے پُرانوں کے سنسکرتی اَدب میں "کا" ایک تسلیم شدہ دیوتا کی صُورت میں اُبھرتا ہے اور اس کا شجرہ نسب بھی مرتّب کر لیا جاتا ہے۔ غالباً اس کی بیوی بھی ہے! مَنّو کے قوانین میں تسلیم شدہ بیاہوں کی ایک قسم، جسے عام طور پر "پرَجاپتی بیاہ کا نام دیا جاتا ہے، کایا کے بھاری بھرکم عنوان سے بھی درج ہے۔

مہابھارتَ میں "کا" اور دَکشا کو ایک ہی دیوتا ظاہر کیا گیا ہے۔ اسی طرح بھاگوتَ پُران میں "کا" "کشیپ" کے لئے استعمال ہُوا ہے۔ یہ غالباً اس لئے کہ یہ پرجاپتی کے مُشابہ ہے۔

◆

۲۹ انتیسواں باب

وہ ہستیاں جو فوق البشر تو ہیں لیکن اُلوہیاتی نہیں

اَپسَرا اَور گندھروا

اِندرا کے بہشت یا آسمان میں اَپسَرائیں خُوبرُو حسینائیں ہیں اور گندھروے موسیقار، سازندے اور رقّاص ہیں۔ ویدوں میں اَپسَرائیں کسی جماعت یا طبقے کی صُورت میں نمایاں ہو کر ہمارے سامنے نہیں آتیں۔ اُروَسی اور چند دوسری اَپسَراؤں کا ذکر نام لے کر کیا گیا ہے۔ مَنّو کے قوانین میں کہا گیا ہے کہ انسانوں کے پدرانِ اوّل میں سے سات مَنّوؤں نے انھیں تخلیق کیا ہے۔ رامائن میں انکی اصلیّت کو سمندر کے بِلونے سے منسوب کیا گیا ہے۔ پرانوں میں انکی پیدائش کے بارے میں جو تفصیل دی گئی ہے وہ اس سے متفق ہے۔ کہا گیا ہے کہ جب یہ سمندر میں سے اُبھریں تو نہ تو دیوتا ان سے بیاہ کرنا چاہتے تھے اور نہ اَسورہ اُن سے بیاہ کرنا پسند کرتے تھے۔ لہٰذا یہ دونوں طبقوں کی "مشترکہ جائداد" بن گئیں بعض اوقات انھیں دیوتاؤں کی بیویاں بھی کہا جاتا ہے اور بعض اوقات یہ "دخترانِ مسّرت و نِشاط" کہلاتی ہیں۔

پُرانوں میں انکی بہت سی "گَن" یا جماعتوں کا ذکر ہے۔ وایُو پران انکی چودہ تعداد بتاتا ہے ہَری وَنسا میں یہ سات ہیں۔ ان کی مزید تقسیم دو طرح سے کی گئی ہے ایک دَیوِیکا (سماوی) اور دوسری لَوکیا (دنیاوی)، سماوی کی تعداد دس ہے اور اَرضی یا دنیاوی چونتیس ہیں۔ یہ آسمانی ساٹھ ہیں جنہوں نے اُروَسی بن کر سورماؤں کو خورسند کیا یا جنہوں نے مینکا اور رمبھا کی صورت میں ریاضت کش رشیوں کو اپنے ناز و ادا سے مسحور کر کے اپنے مقاصد سے منحرف کر دیا۔ کاسی کھنڈ کے مطابق ان کی

تعداد ساڑھے چار کروڑ ہے لیکن ان میں صرف ایک ہزار ساٹھ سرکردہ ہیں۔ اَپسرائیں پریوں کی مثل حسین وجمیل اور دلدادۂ عیش وعشرت ہیں۔ یہ گندھروں کی بیویاں یا داشتائیں ہیں لیکن اپنی نوازشات میں حیادار اور کنجوس نہیں ہیں۔ زمین پر انکی محبتوں کے واقعات بہت زیادہ ہیں۔ آسمانوں پر یہ اُن سورماؤں کو بطورِ انعام ملتی ہیں جو جنگوں میں مارے جاتے ہیں۔ انہیں اپنی صورت بدل لینے پر بھی قدرت حاصل ہے اور یہ جنہیں پسند کریں انہیں خوش قسمتی بھی عطا کر دیتی ہیں۔

سَت پَتھ بَراہمنا میں ایک کہانی ہے جو پُرانوں میں بھی منقول ہے۔ یہ کہانی پُرُوْ رَوَس اور اَپسرس اُروسی سے متعلّق ہے۔ اس کہانی سے ان ہستیوں کے کردار کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

اِندرا اور وَرُونا کی بد دُعا کی وجہ سے اُروسی کو مجبوراً آسمان چھوڑنا پڑا۔ پُرُو رَوَس، جو بُدھ اور مَنو کی دختر، کا بیٹا تھا اس پر بُری طرح عاشق ہو گیا۔ اُروسی نے کہا میں چند شرائط پر تمہارے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ اس نے کہا: میری پہلی شرط یہ ہے کہ میرے یہ دُو دُنبے ہیں، میں انھیں دن رات، صبح وشام، ہر وقت اپنے ساتھ رکھتی ہوں، یہ اسی طرح میرے ساتھ رہیں گے۔ میری دوسری شرط یہ ہے کہ میں کبھی تمہیں عریاں حالت میں نہ دیکھوں اور تیسری شرط یہ ہے کہ میں صرف گھی کھاؤں گی۔ پُرُو رَوَس نے تمام شرطیں منظور کر لیں۔ آسمان کے باسی یہ چاہتے تھے کہ اُروسی واپس آسمان پر آ جائے۔ چنانچہ گندھروے رات کے وقت آ کر اُروسی کے دنبے اُٹھا کر لے گئے۔ پُرُووَسس دنبوں کو چھڑانے کیلئے جلدی میں اُٹھا اور کپڑے پہنے بغیر اُروسی کے کمرے میں چلا گیا۔ اُسے یہ بھی خیال تھا کہ سخت اندھیرے کی وجہ سے وہ اُسے اس عریاں حالت میں نہ دیکھ سکے گی۔ اتفاق سے بجلی چمکی اور اُروسی نے اُسے دیکھ لیا۔ چونکہ شرط ٹوٹ گئی تھی اس لیے وہ واپس اپنے آسمانی گھر کو چلی گئی۔ پُرُووَسس اس کی جُدائی میں سخت بیقرار ہو گیا جگہ جگہ اسکی تلاش میں آوارہ پھرنے لگا۔ آخر ایک دن کامیاب ہو گیا۔ اُروسی اُسے مل گئی لیکن کہنے لگی میں ہر سال تمہیں مِلا کروں گی اور ایک بیٹے کا تحفہ دے جایا کروں گی۔ پانچ ملاقاتوں کے بعد اس نے کہا اگر خاص مجھے حاصل کرنے کے مقصد سے تم قربانی پیش کرو تو تم کامیاب ہو سکتے ہو۔ اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے وہ گندھروا بن گیا اور اس نے اس عجیب دلہن کو ہمیشہ کے لئے حاصل کر لیا۔

وِشنو پُران کے مطابق گندھروے بَرہما کے بیٹے تھے۔ گندھروے موسیقی کے دِلدادہ تھے اور ماہر تھے۔ انھوں نے گفتار کی دیوی کا دُودھ پیا تھا اس لئے ان کا ایک نام " گام دَھینتا " (گفتار نوش)

بھی ہے ۔ اسی پُران میں ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کشیپ اور آرشٹ کے بچے ہیں ۔ لہٰذا یہ برہما کے پوتے ہوتے۔ پدما پُران کے مطابق یہ وِچ کے بچے ہیں۔ انکی تعداد چھ کروڑ بتائی جاتی ہے۔ انھوں نے ناگا یعنی سانپ دیوتاؤں کو شکست دی ، اُن کے جواہرات چھین لئے اور انکی سلطنت غصب کرلی۔ سانپ حق رسی کے لئے وِشنو کے پاس پہنچے۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ پرُوکُتسا میں داخل ہوکر اُنھیں تباہ کر دیگا ناگوں نے اپنی بہن نرمدا (دریائے نربدا) کو پرُوکُتسا کے پاس مدد طلب کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ مان گیا۔ سانپوں نے خوش ہوکر بہن کو یہ طاقت عطا کر دی کہ جو کوئی اس کی پُوجا کریگا اور اس کا نام جپتا رہیگا وہ سانپوں کی زہر کے علاوہ تمام زہروں کے اثرات سے محفوظ رہیگا۔

ابتدائی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ گندھروے طوفان کے بادشاہ اِندرا کے مددگار تھے بعد کے لکھنے والوں نے انہیں انعام کے طور پر آسمان کے باشندے بنادیا۔ چونکہ ہر دیوتا کے پاس بیوی یا بیویاں تھیں اس لئے گندھروا کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لہٰذا انہیں حسین لیکن کمزور کردار کی اپسرائیں دے دی گئیں۔ جب بعض جفاکش اور ______ ریاضتیں کرنے والے لوگوں کی سخت کوشی سے خطرہ پیدا ہونے لگا کہ اِندرا کا تخت اور دوسرے دیوتاؤں کا اقتدار چھن جائے گا تو زیادہ دلکش اپسراؤں کو مامور کیا گیا کہ وہ ان پارساؤں کے پاس چلے جائیں اور اپنے زُہد شکن ناز و ادا سے انھیں اپنے مقاصد سے منحرف کریں۔ ان آسمانی موسیقاروں کا نام اور انکی جو عارضی یا کمزور قسم کی شادیاں اپسراؤں سے ہوئی ہیں اُنھیں ملحوظ رکھ کر شادی بیاہ کی پانچ تسلیم شدہ اقسام میں سے ایک یہ بھی جائز قرار دی گئی ہے جس میں مرد اور عورت اکٹھے زندگی گزارنے کا عہد کر لیتے ہیں اور کسی مذہبی یا سماجی رسم کو ضروری نہیں سمجھتے۔

راکشس

ہندوؤں کی داستانوں میں ان خوفناک ہستیوں کے نہ صرف بکثرت حوالے ملتے ہیں بلکہ ان کے افعال و اعمال کو خاصی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ پیدائش کے اعتبار سے یہ سب براہمن ہیں لیکن

عجیب بات یہ ہے کہ انھیں مردم خور بیان کیا گیا ہے۔ دیوی پاروتی نے سارے قبیلہ کو یہ قدرت عطا کر دی تھی کہ پیدا ہوتے ہی یہ جوان ہو جائیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی شکل وصورت تبدیل کر سکتے ہیں۔ ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ یہ گھوڑے، بھینسے اور شیر بن کر ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کے تو سو سو سر تھے۔ ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر راون ہے جو وشنو کا موروثی دشمن تھا۔ وشنو نے کئی مرتبہ اوتار بن کر اسے قتل کرنے کے لئے آسمانی مسکن چھوڑا ہے۔ یہ دیو کئی برس دوزخ میں رہ کر دوبارہ زمین پر ظاہر ہوا۔ اس لئے اب ضروری تھا کہ دیوتا بھی اسی انداز میں زمین پر پھر اُتر آئے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرے۔ راون کے بعض رشتہ دار مثلاً کنبھ کرن، وبھیشن اور اندرجیت اور دوسرے بھی اسی طرح کے بدنام کردار ہیں۔

راون کے بھائی کنبھ کرن نے پیدا ہوتے ہی اپنے بازو پھیلا دیئے اور بھوک مٹانے کیلئے جو چیز بھی سمیٹ سکا اس نے اس کا نوالہ بنا لیا۔ بعد کی زندگی کے دوران ایک موقع پر اس نے پانچ سو اپسراؤں کو پکڑ لیا اور ایک موقع پر اس نے ایک سو رشیوں کی بیویوں پر "شدید ہاتھ رکھا"۔ اور بے شمار براہمن اور گائیں اُٹھا لیں۔ برہما نے کہا اگر تم اپنی خواہشات کو اعتدال پر نہیں رکھو گے تو تمہیں تباہ کر دیا جائے گا۔ اس ڈر کے مارے کہ کہیں اس کا خاتمہ بے وقت نہ ہو جائے اس نے مکمل پرہیز اور زہد کی زندگی شروع کر دی جو دس ہزار سال تک جاری رہنی تھی۔ کچھ وقت کے بعد دیوتا ڈر گئے کہ اگر اس نے یہ ریاضت جاری رکھی تو اس کے نتیجے میں ایک تو یہ پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جائے گا، دوسرے یہ ابدیت حاصل کر لے گا۔ اور پھر یہ دیوتاؤں کو اور آدمیوں کو بلکہ ہر چیز کو ہڑپ کر جائیگا، یہ سب مل کر اس کے تدارک کیلئے برہما کے پاس گئے۔ برہما نے اپنی بیوی سراسوتی سے کہا: تم اس دیو کے دل و دماغ میں اُتر جاؤ اور اسے اتنا بہکاؤ اور سبز باغ دکھاؤ کہ یہ تم سے تا ابد سوتے رہنے کی نعمت مانگ لے۔ یہ منصوبہ کامیاب ہو گیا لیکن راکشس ناراض ہو گئے۔ انھوں نے برہما سے یہ ترمیم منوا لی کہ یہ چھ مہینوں میں ایک دن کے لئے بیدار ہوگا اور اس دن اپنی مرضی کے مطابق جو کچھ کھا سکے گا کھائے گا۔ یہ استدعا منظور کر لی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک کھانے کے دوران اس نے چھ ہزار گائیں، دس ہزار بھیڑیں، دس ہزار بکریاں، چار سو بھینس، پانچ ہزار ہرن کھا کر چار ہزار مٹکے شراب کے پی لئے اور پھر بھائی پہ ناراض ہو گیا کہ مجھے کم خوراک کیوں دی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سیلون میں

اس کا گھیر ۲۰،۰۰۰ (بیس ہزار) میل لمبا تھا اور اس کا بستر اس لمبائی پر پورا آجاتا تھا لیکن راماین کے مطابق یہ سارا جزیرہ صرف آٹھ سو میل کے محیط کا تھا۔

ان دیوؤں سے کن کی نمائندگی مطلوب ہے؟ منّو میں جہاں قربانی کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں یہ بھی لکھا ہے " پدرانِ اوّل کو جو نذرانے پیش کئے جائیں انھیں محفوظ رکھنے کے لئے اہلِ خانہ کو چاہیئے کہ پہلے وہ دیوتاؤں کے نذرانوں سے شروع کرے، کیونکہ راکشس ایسے تمام نذرانوں کو توڑ پھوڑ دیتے ہیں جو اس طرح محفوظ نہیں کر لئے جاتے "۔ راکشسوں کو تین طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا۔ ایک نیم آسمانی قسم ہے یہ کو ویرا کے، (جو محبت کا دیوتا ہے) ملازمین کے ہم رتبہ ہیں۔ دوسرا طبقہ ایک قسم کے بھوت پریت یا چڑیل اور ڈائن وغیرہ پر مشتمل ہے جو قبرستانوں میں گھومتا رہتا ہے، مُردوں کو اٹھا دیتا ہے، قربانیوں میں خلل انداز ہوتا ہے اور آدمیوں کو پھنسا کر انھیں کھا جاتا ہے۔ تیسری قسم اُن کی ہے جو دیوتاؤں کے طاقتور دشمن ہیں "۔ کیا ایسا تو نہیں [illegible] کو برائیوں سے باز رکھنے اور نیکی کی طرف مائل کرنے کے لئے یہ خوفناک [illegible] بعد ایجاد کر لئے گئے تھے؟ مقصود یہ تھا کہ اگر راہِ راست پر نہیں چلو گے تو شر کی یہ بھیانک قوتیں تمہارے خلاف صف آرا ہو جائیں گی! ان کے بارے میں بتایا یہ گیا ہے کہ یہ آدمیوں کو اور گایوں کو کھا جاتے ہیں۔ عام اعتقاد کے مطابق یہ دونوں افعال انتہائی ناقابلِ معافی جرائم ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ سخت قسم کا خوف پیدا کرنے کے طریق ہائے تعلیم اسی بات کو ذہن نشین کرانے کے لئے وضع کئے گئے ہوں کہ اگر تم مذہب سے ذرا بھی ہٹ گئے تو خدا کے دشمن اور آدمیوں کے دشمن تباہ کاریوں میں کامیاب ہونے کے لئے سب کچھ کر گزریں گے۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے جس کی طرف ہمیں ہندوؤں کی رزمیہ کتابوں میں اشارہ ملتا ہے۔ آریاؤں کے وادیٔ سندھ میں جن لوگوں سے تصادمات ہوتے رہے وہ ان سے کہیں زیادہ طاقتور، مہذّب، شہروں کی زندگی گزارنے والے ترقی یافتہ اور توانا لوگ تھے۔ جبکہ یہ قبائلی لوگ جنگلی اور وحشی زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ جب وادیٔ سندھ کے لوگوں نے یہاں انکی دال نہ گلنے دی اور انھیں آگے گنگا جمنا کی طرف دھکیل دیا تو انھوں نے اپنی کتابوں میں انھیں راکشس، آدم خور، جن بھوت اور اس قسم کے بڑے القابات دیکر اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ وادیٔ سندھ کے لوگ ان آریاؤں کی قربانی والے مذہب کے سخت مخالف تھے اور یہ مخالفت اس زمانے

سے چلی آرہی تھی جب یہ دونوں سمیرئین تھے۔ لہذا ان کا دیوتاؤں کا دشمن قرار دیا جانا بھی تعجب خیز نہیں ہے۔ قدرے زیادہ فہیم لوگوں کو انھوں نے "بندر" بنادیا اور باقی جنگجو لوگوں کو راکشس وغیرہ کا نام دیدیا۔

شِوا کے عام ملازمین کو بھی، جو اسی قسم کے لوگ ہیں، بھوت کہا گیا ہے اور شِوا کو بھوت ناتھ یعنی بھوتوں کا سردار کہا جاتا ہے۔ ایک اور لفظ پِسَرچ اس سے بھی بڑا لفظ ہے جو آریاؤں نے استعمال کیا ہے!

جَینی دیوتا

بھارت کے شمال اور شمال مغرب میں جَین مت کے پیرکاروں کی کثرت ہے۔ اس فرقے کی ابتدا زیادہ واضح نہیں ہے تاہم اس کے مذہبی اصول وعقائد بدھ مت کے اصول وعقائد سے بہت حد تک مشابہ ہیں۔ یہ دونوں مذاہب ویدوں کے منجانب خدا ہونے کا سختی سے انکار کرتے ہیں۔ دونوں کو ہندومت کے باغی فرقے کہا جاسکتا ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ انسانوں میں ذات پات کی تقسیم بھی خدائی ہے۔ یہ دونوں مذاہب اس کے منکر ہیں اور انسانوں کی سماجی اور مذہبی مساوات کے قائل ہیں تاہم جَینیوں کو ہندو مذہب سے الگ نہیں سمجھا جاتا۔ کبھی کبھی ایسا اتفاق بھی ہوجاتا ہے کہ جَین مت کا کوئی پیروکار کٹر ہندو کی طرح پوجا کرنا چاہتا ہے تو ہندوؤں کے ذات پات کے نظام میں اس کے لئے بھی جگہ نکل آتی ہے اور اسے اَچھوت نہیں قرار دیا جاتا۔ ہندو دیوتاؤں میں جو زیادہ عام یا جدید قسم کے دیوتا ہیں انھیں بُدھ اور جَین دونوں مانتے ہیں اور دونوں کی پرستش کا طریقہ ملتا جلتا ہے۔ اور اسی طرح کا ہے جو عام ہندو کا ہے۔ ان دونوں مذاہب میں بعض زاہد و پارسا اشخاص کو دیوتا بنایا گیا ہے۔ اور انھیں ہندوؤں کے کمتر درجے کے دیوتاؤں میں شامل کر لیا گیا ہے۔ موجودہ وقت میں بُدھ اور جَینی ایسے بہت ہی سے دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں اور انھیں ہندوؤں کے دیوتاؤں کا متبادل سمجھتے ہیں۔ تاہم دونوں مذاہب نے جو نام اپنے اپنے دیوتاؤں کو دے رکھے ہیں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان مذاہب کے بڑے بڑے خطوط تو باہم مُشابہ ہیں لیکن

اختلافات بھی بہت زیادہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ لیکن متوازی خطوط پر چل رہے ہیں۔

اس وقت جینیوں کے جو رشی ہیں انکی تعداد چوبیس ۲۴ ہے۔ اُنہیں مندروں میں مراقبے کی حالت میں بیٹھا ہوا دکھایا ہوا گیا ہے۔ ان سب کے خدوخال ایک جیسے ہیں۔ لیکن انھیں ایک دوسرے سے ممتاز بنانے کے لئے انکو مختلف رنگ دیئے گئے ہیں۔ یا پھر ان کے نام اُنکی نشستگاہ پر کھود دیئے گئے ہیں یا کوئی جانور وغیرہ کی نشانی اِن کے قریب رکھ دی جاتی ہے۔ ان کے حالاتِ زندگی میں کوئی امتیازی بات نہیں ہے۔ مثال کے طور پر یہاں ان کے پہلے اور آخری زاہد یا دیوتا کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔ انھی سے باقیوں کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

۱۔ وَرِیشَبّھ یہ "اِکوہ وَکوُ" کی شاہی نسل سے نابھی اور مَرُودیوَ کا بیٹا تھا۔ عام طور پر اس کا رنگ زرد دکھایا جاتا ہے اور ایک بیل کی نشانی سے اسے پہچانا جاتا ہے اس کا قد ۲،۵۰ گز تھا اور یہ (۸۴۰۰۰۰۰) چوراسی لاکھ سال زندہ رہا۔ یہ اَوُدھ میں پیدا ہوا تھا۔ جب تخت نشین ہوا تو اسکی عمر بیس لاکھ سال تھی۔ اس نے تریسٹھ لاکھ سال حکومت کی اور ایک لاکھ سال تک یہ ریاضتیں کرتا رہا جس کی وجہ سے یہ رِشی اور پھر دیوتا بن گیا۔

۲۔ پَرسوَتّھ بھی مندرجۂ بالا خاندان سے تھے۔ اسے نیلا رنگ دیا جاتا ہے اور امتیاز کے لئے سانپ اسکی نشانی ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ یہی شخص اس مذہب کا بانی ہے۔ یہ بنارس میں پیدا ہوا اور اس نے تیس سال کی عمر میں زاہدانہ زندگی شروع کی جو ستر سال جاری رہی۔ اسکی وفات سو سال کی عمر میں ہوئی۔

۳۔ مہاویرؔ آخری اور سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کا عام لقب رِشی (اسینٹ یا ولی) ہے اسکی مورتی سنہری رنگ کی ہے اور اسکی نشانی ببّر شیر ہے۔ اس نے دیوتا کا مقام چھوڑ دیا تاکہ بطور رِشی ابدیت حاصل کرسکے۔ اس وقت اس کی عمر کے پچھتر ۷۵ سال باقی تھے۔ اس کے ماں باپ براہمن تھے۔ لیکن اِندرا کو یہ نامناسب لگا کہ وہ جسے اس نے رِشی تسلیم کرلیا ہے اور اس وقت سے تسلیم کیا ہے جب یہ ابھی پیدا بھی نہیں ہُوا تھا یا جس کو اتنا بڑا مقام ملنے والا تھا۔ اسکی پیدائش کسی ادنیٰ گھرانے میں ہو۔ چنانچہ اُس نے نیچ ذات کی عورت کے رحم سے

بچہ نکال کر ایک شہزادی کی بچہ دانی میں رکھ دیا۔ یہ شہزادی، تِرسلا سِدھارتؔ کی بیوی، شاہی نسل سے تھی۔ اُٹھائیس سال کی عمر میں اس کا باپ مرگیا تو یہ بادشاہ بن گیا۔ دو سال تک اس نے حکومت کی۔ پھر بادشاہی چھوڑ کر اس نے ریاضت کشی کی زندگی شروع کر دی۔ پھر بیالیس سال کی مشقتوں کے بعد، جب اس کی عمر بہتر سال کی ہوئی تو اسے ہمیشہ کے لئے درد و الم سے آزاد کر دیا گیا۔ دوسرے لفظوں میں وہ مرگیا اور "مکتی" حاصل کر گیا یعنی آئندہ کی موت و حیات کے چکر سے چھٹکارا مل گیا۔ اور یہ خدا میں جذب ہوگیا۔ روایت کے مطابق آخری جین کی وفات دو ہزار چار سو سال پہلے ہوئی تھی۔

حصّہ چہارم

تیسواں[۳۰] باب

تخلیق کائنات کے بارے میں پرانوں کا بیان

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے تخلیق کائنات سے متعلق کوئی مربوط بیان نکالنا بہت مشکل ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر مصنّفین کا تخیّل بے راہ روی کا شکار ہوگیا ہے۔ ہر مصنّف نے بغیر کسی سند یا حوالے کے وہی کچھ لکھ دیا ہے جو اس کے اپنے خیال میں اچھا تھا۔ دیوتاؤں کے حالات کی طرح یہاں بھی قدیم کتابوں میں جو تھوڑے بہت اشارے تھے انھیں بعد کی تصانیف میں بہت پھیلا کر لکھ دیا گیا ہے۔ رِگ وید کے اس بھجن میں خدا کی تخلیقی قوّت کے فعّال ہونے سے پہلے کی ابتدائی حالت بیان کی گئی ہے:

نہ عدم تھا، نہ وجود، نہ ہَوا تھی، نہ آسمان —
کس نے سب کو ڈھانپ رکھا تھا، کہاں پڑی تھی ہر ایک چیز؟ پانی کی خلیج میں
نہ ہی مرگ تھی نہ حیات تھی، نہ ہی روز و شب کا یہ سلسلہ
وُہی ایک "حیّ و قیوم تھا، نہ کہیں دوئی تھی نہ ماسوا
تاریکی، تاریکی میں چھپی ہوئی تھی، سب سے پہلے یہی تھی، ایک سمندر، نظر فریب!
وہ "واحد" جو ابتری اور بے نظمی کے اندر خلا کی مانند تھا، اپنے اندرونی جذبے سے اُبھرا
ذوقِ نمو کے اس جذبِ دروں سے "خواہش" متحرک ہوئی۔
خواہش! یعنی انائیت کا پہلا بیج (جرثومہ) عدم کو وجود سے ملانے والی کڑی!
وہ کھڑک اُٹھنے والی شعاع جو پاتال تک کی ظلمتوں کا سینہ چیرتی چلی گئی
کہاں تھی یہ؟ بہت نیچے؟ بہت اُونچی؟ کون کوئی بتا سکتا ہے؟
نشو و نما کی قوتوں کو حرکت ملی، سعی و عمل بیدار ہوئے
خود انحصار ملبہ نیچے، اور قوّتِ فعّال اوپر!

کون جانتا ہے؟ کس نے کبھی کچھ بتایا؟ کہاں سے یہ وسیع تخلیق اُبھری؟
دیوتا بھی ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے —— پھر کون اس حقیقت کا راز فاش کر سکتا ہے؟
کہاں سے یہ دنیا وجود میں آئی؟
کیا اسے خدائی ہاتھ نے تشکیل دیا یا نہیں؟
آسمان میں بیٹھا اس کا آقا و مالک ہی بتا سکتا ہے۔
اور وہ بھی اگر دکھا سکے تو!

اس بھجن میں شاید ہندوؤں کے قدیم ترین اندازے ہیں جو تخلیقِ کائنات کے بارے میں ان کے تخیّل میں ابھرے ہیں اور ہم تک پہنچے ہیں۔ ان سے جو دانشمندانہ نتیجہ نکالا گیا ہے وہ یہ ہے کہ صرف خدا ہی جانتا ہے کہ یہ دنیا کس طرح وجود میں آئی۔ لیکن جونہی وقت گزرتا گیا لاعلمی کا اعتراف انسانی ذہن کے تجسّس کو مطمئن نہ کر سکا۔ لہٰذا ازمنۂ مابعد کے اہلِ دانش نے ظن و تخمین کے ذریعے، اس یقین دِہی کے ساتھ کہ یہ علم صحیح ہے، ماورائے فہم و ادراک ہستی پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

اگلا اقتباس رگ وید کے پُرشَ سُکتَ سے لیا گیا ہے جس کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ یہ خیال اور زبان کے اعتبار سے مذکورہ بالا بھجن سے بہت بعد کا ہے:

> ”پُرُوشَ کے ایک ہزار سر، ایک ہزار آنکھیں اور ایک ہزار پاؤں ہیں زمین کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے وہ اس کے اُوپر دس انگل کے فاصلے پر محیط ہے۔ خود پُرُشَ ہی ساری کائنات ہے، اور وہی ہے جو ہو گزرا ہے یا جو آئندہ ہوگا۔ وہ لافانیت کا بھی آقا و مالک ہے کیونکہ (یا جب) وہ خوراک سے پھیلتا ہے۔ جتنے وجود ہیں وہ اس کا ایک چوتھائی ہیں۔ باقی تین چوتھائی میں وہ شامل ہیں جو آسمانوں کے لافانی مخلوق کہلاتے ہیں۔ تین چوتھائی کے ساتھ پُرُشَ اُوپر چڑھ گیا یہاں اس کا ایک چوتھائی پھر پیدا ہوا۔ اُسی سے ویراج پیدا ہُوا اور ویراج سے پُرُوشَ۔ جب دیوتاؤں نے ایک قربانی اَدا کی جس میں نذرانے کے طور پر پیش کئے جانے والا مَشرُوب پُرُشَ ہی تھا تو ”بہار“ اس کا مکھن تھا،

> موسم گرما اس کا ایندھن تھا اور خزاں ان کے ساتھ "چڑھاوے کی چیز"
> تھا۔ اسی عالمگیر قربانی سے مکھن اور دہی مہیا ہوئے۔ اسی عالمگیر قربانی
> سے مہیا ہوئے "رچ" اور "سامن" کے اشعار، اوزان و بحور
> اور یجُس! اسی سے پیدا ہوئے گھوڑے اور دانتوں کی دُو
> قطاروں والے جانور، اور مویشی اور بکریاں اور بھیڑیں۔ جب
> دیوتاؤں نے پُرش کو بانٹا تو اسے کتنے حصّوں میں کاٹا؟ براہمن
> اس کا منہ تھا، راجنیا کو اس کے بازو بنایا گیا، وہ جسے ویش
> کہتے ہیں اس کی رانیں تھیں اور شودر اس کے پاؤں سے پیدا
> ہوئے۔ اس کی ناف سے ہوا اٹھی، سر سے آسمان، پاؤں سے زمین
> اور کانوں سے چہار اطراف پیدا کیے اس طریقے سے دیوتاؤں نے
> دنیاؤں کی تشکیل کی۔"

اب ست پتھا براہمنا سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس میں تخلیق کے دوران استعمال ہونے والے الفاظ دیئے گئے ہیں:

> پرجاپتی نے جب "بھُوہ" کہا تو زمین پیدا ہوگئی، "بھُواہ" کہا تو ہوائی کرہ
> وجود میں آگیا اور "سُواہ" کہا تو آسمان تخلیق ہوگیا۔ کائنات انہی
> دنیاؤں کے ساتھ اکٹھی پھیلی ہوئی ہے۔ "بھُوہ" کہہ کر پرجاپتی نے
> براہمن کو پیدا کیا، "بھُواہ" کہا تو کھشتری تخلیق ہوگئے اور "سُواہ" کہنے سے
> ویش نمودار ہوگئے۔ بھوہ کہہ کر پرجاپتی نے اپنے آپ کو پیدا کیا، بھُواہ
> سے اولاد پیدا ہوئی اور سواہ سے جانور پیدا ہوگئے۔ بس دنیا اتنی
> کچھ ہے: خود آپ — اولاد — جانور!"

تَیتّریا براہمنا کی رُو سے اس ساری کائنات کو برہما نے پیدا کیا۔ یہ کتاب اُسورہ، پِتری (آباؤ اجداد) اور دیوتاؤں کی تخلیق کا احوال بتاتی ہے۔ پرجاپتی نے چاہا: میں پھیل جاؤں۔ اس کے لئے اس نے ریاضت کی۔ اس کی سانس زندہ ہوگئی۔ اس سانس (اَسُو) سے اُس نے اُسورہ پیدا کئے۔ اُسورہ پیدا

کر لینے پر اس نے اپنے آپ کو باپ تصوّر کر لیا۔ پھر اُس نے پتریوں (باپوں کو بنا ڈالا۔ گویا یہ باپوں کے مآخذِ پدری تھے۔ باپوں کو پیدا کر کے وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے انسان پیدا کئے۔ یہ گویا مَردوں کی مردانگی تھی۔ (یعنی مردانہ پن)۔ وہ جو مردوں کے مردانہ پن کو جان لیتا ہوں سمجھدار (ذہین) بن جاتا ہے۔ جب وہ آدمی تخلیق کر رہا تھا تو آسمانوں میں "دن" ظاہر ہوا۔ اس کے بعد اُس نے دیوتاؤں کو تخلیق کیا۔

ساتَ پتھا براہمنا میں آدمیوں اور جانوروں کی تخلیق کا ذکر ہے :

> "پرجاپتی پہلے صرف یہی کائنات تھا۔ اس نے چاہا میں خود اک تخلیق کروں اور پھیل جاؤں۔ (منشور ہو جاؤں)۔ اُس نے اپنی سانسوں سے جانور بنائے۔ اپنی روح سے انسان بنایا۔ آنکھ سے گھوڑا تخلیق کیا، سانس سے بیل، کان سے بھیڑ اور آواز سے بکری بنائی۔ چونکہ اس نے جانور اپنی سانسوں سے تخلیق کئے اسلئے آدمی کہتے ہیں: آدمی پہلا جانور ہے اور سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ روح تمام سانسیں ہیں۔ کیونکہ تمام سانسوں کا انحصار رُوح پر ہے۔ چونکہ اس نے آدمی کو رُوح سے بنایا اس لئے کہتے ہیں: آدمی تمام جانور ہے۔ کیونکہ یہ سب آدمی ہی کے ہیں۔"

ایک اور عبارت میں یہی براہمنا بالکل مختلف تفصیل پیش کرتا ہے :

> "پُروشَ کائنات کی رُوح ہونے کی حیثیت سے بالکل اکیلا تھا۔ وہ کسی خوشی سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا تھا۔ اُسے "دوسرے" کی خواہش ہوئی اس نے اپنے آپ کو دو ٹکڑوں میں بانٹ لیا۔ یہیں سے خاوند اور بیوی اُبھرے ان سے آدمی پیدا ہوئے۔ مؤنث نے سوچا: جب اس مذکر نے مجھے اپنے ہی وجود سے پیدا کیا ہے تو یہ کیسے میرے ساتھ جنسی ملاپ کر سکتا ہے۔ اچھا ہے میں غائب ہو جاؤں۔ بس وہ گائے بن گئی، دوسرا مذکر حصہ بیل بن گیا ان سے سب مویشی پیدا ہوئے۔ پھر وہ گھوڑی بن گئی یہ گھوڑا بن گیا، وہ گدھی بن گئی یہ گدھا بن گیا۔ ان سے پھر کٹے ہوئے سموں والے جانور پیدا ہوئے۔ پھر

> وہ بکری بن گئی یہ بکرا بن گیا، وہ بھیڑ بن گئی یہ مینڈھا بن گیا۔ ان سے بھیڑیں بکریاں پیدا ہوگئیں۔ اسی انداز سے تمام اقسام کے جانوروں کے جانور پیدا ہوتے چلے گئے۔''

اسی براہمنا میں یہ بھی ہے کہ پرجاپتی نے زندہ ہستیوں کو پیدا کیا۔ اُوپر کی زندہ ہواؤں سے اُس نے دیوتا پیدا کئے اور نچلی زندہ ہواؤں سے اس نے فانی جاندار پیدا کئے۔

مَنو نے تخلیق سے متعلق جو تفصیل دی ہے وہ وقت کے اعتبار سے شاید اُوپر دی گئی تفصیل کے اتّباع میں ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں جو خیالات کے چند اشاراتی نکتے تھے مَنُو نے انکو لیکر آگے بڑھایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ :

> ”اُس (قائم بالذّات) کو خواہش کا احساس ہُوا اور اس نے مختلف زندہ ہستیوں کو تخلیق کرنے کا ارادہ کرلیا تو اس نے سب سے پہلے پانیوں کو پیدا کیا اور پھر ان میں ایک بیج ڈال دیا۔ یہ بیج ایک سنہری انڈا بن گیا تھا جس کی چمک دمک سورج کی مانند تھی۔ اس کے اندر وہ بطور برہما خود پیدا ہوا۔ پانیوں کو "نَرہ" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ "نَر" سے پیدا ہوئے اور چونکہ یہ اسکی حرکت کا پہلا دائرہ (آیَن یا راستہ) تھے اس لئے اسے نارایَن کہا جاتا ہے۔
>
> ناقابلِ ادراک، اَبدی، موجود اور غیر موجود اسباب سے پیدا ہونے والے اُس "نر" کی تکریم دنیا میں برہما کے نام سے کی جاتی ہے۔ یہ عظیم الشان ہستی اس انڈے میں ایک سال تک پڑے رہنے کے بعد اپنے فکر کے استغراق کی قوّت سے دو ٹکڑے ہوگئی۔ اپنے جسم کو اس طرح دو حصوں میں بانٹ کر، یہ آقا اور مالک (برہما) آدھے حصّے سے نَر اور آدھے حصے سے مادہ بن گیا۔ پھر اس مادہ حصے کے اندر اس نے وِیرج (مادّۂ مُنویہ) کو تخلیق کیا۔ جان لو اے سب سے اعلیٰ دہری بار پیدا ہونے والے آدمیو! کہ میں جسے اُس نَر وِیرج نے خود تخلیق کیا اس تمام دنیا کا خالق ہوں۔“

پُران تخلیق کی تفاصیل میں بڑی باریکیوں کے ساتھ داخل ہوتے ہیں۔ یہ خاص موضوع ہے جسے کسی پُران کو اسی انداز سے پیش کرنا چاہیئے۔ وِشنو پُران کی پہلی کتاب زیادہ تر اسی تفصیل کو بیان کرتی ہے اس کا ترجمہ انگریزی میں وِلسن نے کیا ہے۔ وہ اس کے دیباچے میں لکھتا ہے : (دیکھئے صفحہ ۳۹)

> "جن چھ کتابوں میں اس موضوع کو تقسیم کیا گیا ہے اسکی پہلی کتاب میں ابتدائی اور ثانوی تخلیق کی تفاصیل نمایاں ہیں۔ پہلی صورت کی تشریح یہ ہے کہ کائنات پراکرتی سے آگے بڑھی۔ پراکرتی اَبدی غیر صاف مادّہ ہے۔ دوسرا مرحلہ یہ تھا۔ کہ پہلے جو ابتدائی مادّہ نشوونما پاچکا ہے اس سے کس انداز میں چیزوں کی صُوَر و اشکال بنائی جائیں یا عارضی تباہی کے بعد یہ دوبارہ کس صُورت میں ظاہر ہوں۔ یہ دونوں تخلیقیں زمانی ہیں لیکن پہلی تخلیق کا خاتمہ صرف بَرہما کی زندگی کے اخیر پہ ہوسکتا ہے۔ جب نہ صرف دیوتا اور دوسری صورتیں فنا ہوجائیں گی بلکہ عناصر بھی اپنے ابتدائی مادے میں مدغم ہوجائیں گے۔ اس ابتدائی ملبے یا مادّے کے علاوہ صرف ایک روحانی وجود موجود رہے۔ یہ اختتام ہر کلپ کے انجام پذیر ہونے پر واقع ہوتا ہے۔ کلپ برہما کا ایک دن ہے۔ اس کا اثر صرف کمتر قسم کی مخلوق کے اشکال و صُوَر پہ ہوتا ہے یا نچلی دنیا پر۔ کائنات کے مادّے کو جوں کا توں چھوڑ دیتا ہے اور رشیوں اور دیوتاؤں کو بھی نقصان نہیں پہنچاتا۔"

وِشنوپران میں تخلیق کے بارے میں جو بیان درج ہے وہ دراصل "سب کے باپ" برہما نے دکشا اور چند رشیوں کے سوال کے جواب میں کہا گیا ہے۔ ان "سوال وجواب" کے انداز والی تفصیل کو رشیوں نے دریائے نربدا کے سواحل پر حکمرانی کرنیوالے بادشاہ پُرُوکتسَ کے سامنے دہرایا تھا۔ مثلاً سوال یہ تھا کہ اُس ہستی کو کون بیان کرسکتا ہے جس کا ادراک ہمارے حواس سے بھی بالاتر ہے جواب دیا گیا کہ وہ برہما ہے جو سب سے برتر وبالا۔ آقا و مالک۔ اَبدی۔ نامولود۔ لافانی ہے۔ وہ پُرشَ اور کالَ کی صورت میں موجود تھا۔ پُرش (رُوح۔ جَوہر۔ اصل الاصول) اس برتر و بالا ہستی کی پہلی صورت ہے اور کالَ (وقت) اس کی آخری صُورت ہے۔ ان کے درمیان اسکی دُو صورتیں اور تھیں، ایک محتاط منصوبہ بندی کی صورت تھی اور دوسری غیر محتاط، بے پروا ہونے کی صُورت تھی۔ یہ چار یعنی :

۱ــــ پَرَدھانَ یعنی ابتدائی خام مادّہ

۲ — پُرشَ یعنی روح یا جوہر یا اصل الاصول
۳ — وَیکتا یعنی وہ خلاصہ یا چیز جو دیکھی جا سکتی ہے، اور
۴ — کالَ یعنی وقت

اپنے صحیح تناسب میں عملِ تخلیق کے رونما ہونے کے اسباب ہیں، حفاظت دینے والے اسباب ہیں اور فنا کی وجوہات ہیں۔ سب سے برتر و اعلیٰ برہما، سب سے برتر و اعلیٰ روح، دنیا کا خلاصہ، تمام مخلوقات کا آقا و مالک، عالمگیر روح، سب سے بڑا حاکم، ہری (وِشنو) خود اپنی مرضی سے مادّے اور جوہر میں داخل ہوا، قابلِ تغیّر اور ناقابلِ تغیّر اصولوں کو جھنجھوڑا اور فعّال کیا اور تخلیق کے "موسم" کو قریب تر لایا جس طرح خوشبو رُوح کو تازگی اپنے قُرب سے عطا کرتی ہے اور روح پر کوئی اُوپر سے یا باہر سے کوئی دباؤ نہیں ہوتا کہ یہ فرحت حاصل کرے، اسی طرح اس عظیم ترین ہستی نے تخلیق کے عناصر پر اثر ڈالا۔"

عناصر کے ارتقائی مراحل کا ذکر کرنے کے بعد وِشنو پُران کہتا ہے کہ اس کے بعد یہ عناصر یعنی ایتھر ہَوا، روشنی، پانی اور مٹی الگ الگ آواز کی خصوصیات کے ساتھ ملحق ہوتی گئیں۔ اور باقی اپنی صفات کے مطابق مثلاً تسکین بخش، خوفناک یا پریشان کن حالت میں ممتاز و نمایاں حالت میں موجود رہیں۔ ان کے اندر قوتیں تو مختلف نوعیت کی تھیں لیکن چونکہ ان کا کسی سے الحاق نہیں تھا اس لئے ایکدوسرے سے یا کسی دوسری چیز سے ملے جُلے بغیر یہ کوئی زندہ چیز تخلیق نہ کر سکتی تھیں۔ چنانچہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے پیوست ہو کر اور باہمی اختلاط کے ذریعے ایک مکمّل وحدت کا ملغوبہ بن کر رہ گئیں۔

دوسری طرف یعنی روح یا جوہر کی سمت سے غیر محتاط اُصولوں، ذہانت اور باقی مجموعی عناصر کی خاموش قبولیت کے نتیجے میں ایک انڈا وجود میں آگیا جو پانی کے بلبلے کی طرح آہستہ آہستہ پھیلتا چلا گیا۔

یہ وسیع انڈا جو عناصر سے مرکّب تھا اور پانیوں پر مقیم تھا، برہما کے روپ میں وِشنو کے لئے بہترین قدرتی گھر تھا۔ اس گھر میں کائنات کا آقا و مالک جس کا جوہر ناقابلِ تجزیہ ہے یعنی وِشنو داخل ہو گیا اور اس نے محسوس شکل اختیار کر لی اور برہما کی شکل میں رہنے لگا۔ اس کی بچہ دانی، میرو پربت سے بھی زیادہ وسیع پہاڑوں کی بنی ہوئی تھی اور طاقتور سمندر وہ پانی تھے جو اس کے خلا کو پُر کئے ہوئے تھے۔ اسی انڈے میں تھے برّاعظم، سمندر اور پہاڑ اور سیارے اور کائنات کے دوسرے

حصّے اور دیوتا، جنّ اور بنی نوعِ انسان وغیرہ چھپے ہوئے تھے۔

قوّتِ فاعلہ کو کام میں لاتے ہوئے ہری، سب کا آقا اور مالک، خود برہما بن گیا اور کائنات کی تخلیق کے کام میں لگ گیا۔ وِشنو اپنی بے پناہ قوّت اور اچھائی کی صِفت کی بدولت تخلیق شدہ چیزوں کو ایک کلپ کے دَورانیئے تک مختلف زمانوں میں محفوظ رکھتا ہے۔ جب کلپ کا دَورانیہ ختم ہو جاتا ہے تو یہی دیوتا، طاقتور خُدا، جس کی ایک صفت اندھیرا بھی ہے، رُدر کی خوفناک شکل اختیار کر لیتا ہے اور پھر ساری کائنات کو نِگل لیتا ہے۔ تمام چیزوں کو ہڑپ کر جانے اور دنیا کو ایک وسیع سمندر کی طرح چھوڑ دینے کے بعد وہ آرام کرتا ہے اور سمندروں کے درمیان اپنے طاقتور سانپ کے بستر پر سو جاتا ہے۔ ایک خاص وقت پر وہ جاگ اُٹھتا ہے اور دوبارہ برہما کی صورت اختیار کر کے تخلیق کا کام پھر سے شروع کر دیتا ہے۔

یہ تخلیق سابقہ تخلیق سے مختلف ہے کیونکہ اب پانی اور مٹی موجود ہیں۔ لہذا یہ تخلیق دراصل پہلے سے موجود مواد کو موجودہ شکلوں میں ڈھالنا ہے۔ وِشنو جانتا تھا کہ زمین پانیوں کے اندر چھپی ہوئی ہے لہذا اُس نے جنگلی سُؤر کی شکل اختیار کی اور زمین کو اپنی قتلیوں پہ رکھ کر اٹھا لایا۔

تخلیق شدہ وجود اگرچہ تباہی والے وقفے میں اپنی اصلی شکلوں میں فنا ہو جاتے ہیں۔ تاہم جو اچھے یا بُرے اعمال انھوں نے سابقہ وجود کے دوران کئے ہوتے ہیں ان کے نتائج سے نہیں بچ سکتے۔ جب برہما دنیا کو نئے سِرے سے تخلیق کرتا ہے تو یہ پہلے والی مخلوقات اسکی مرضی کی اولاد بن کر اُبھرتی ہے۔ یعنی مخلوق کے جو چار طبقے ہیں، دیوتا، آدمی، جانور اور بے جان اشیاء انہی میں اِس مخلوق کو پیدا ہونا ہے۔ برہما نیند سے بیدار ہُوا تو اس نے موجودات کے چار طبقوں یعنی دیوتا، جِنّ بھوت، آباؤ اجداد اور آدمیوں میں تخلیق کا کام شروع کرنا چاہا۔ چنانچہ اس نے ذہن کو مجتمع کر لیا۔

"توجُّہ کو اس طرح مرکوز کر لینے سے اندھیرے کی صفت اس کے جسم پر طاری ہو گئی اور اس میں سے جِنّ بھوت وغیرہ (اَسورہ) سب سے پہلے برآمد ہوئے اور اس کی رانوں سے نکلے۔ برہما نے اندھیرے کو اُتار کر دُور پھینکا تو وہ رات" بن گیا۔ اب برہما نے تخلیق کے عمل کو جاری رکھتے ہوئے ایک اور شکل اختیار کی۔ اس سے وہ بہت خوش ہوا تو اس کے منہ سے دیوتا نِکل پڑے۔ برہمانے

یہ شکل چھوڑ دی تو دن بن گیا۔ یہی وجہ ہے کہ دیوتا دن کے وقت اور اُسورہ رات کے وقت زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔ اب اس نے ایک اور شکل اختیار کی جس میں نیک لوگوں کے ابتدائی خصائص نمایاں تھے۔ اس شکل میں اس کے پہلو سے آباءواجداد (پِتری) پیدا ہوئے۔ ترک شدہ صورت سے شام کا دھندلکا پیدا ہوا۔ اب برہما نے ایک اور صورت اختیار کی جس پہ برُائی غالب تھی۔ اس شکل سے وہ آدمی پیدا ہوئے جن پر جذبات کا غلبہ رہتا ہے۔ جلدی جلدی اُس نے یہ صورت ترک کر دی تو یہ "سَحَر" بن گئی۔ یہی وجہ ہے کہ صبح کی اس روشنی کو دیکھ کر آدمی کے اندر پوری قوّت آجاتی ہے جبکہ آباءواجداد شام کے وقت زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔

اس کے بعد بَدی سے مُرکّب ایک اور صورت اختیار کرتے ہوئے برہما نے بھُوک کو پیدا کیا اور اس بھوک سے غصّہ پیدا ہوا۔ پھر اس دیوتا نے بھوک سے نڈھال مخلوق کو اندھیرے میں دھکیل دیا کیونکہ یہ نہایت کریہہ المنظر اور لمبی داڑھیوں والے تھے۔ یہ لوگ دیوتا کے پاس دوڑے دوڑے گئے۔ ان میں سے جنہوں نے کہا ہمیں تحفظ دو، ہماری رکھوالی کرو انھیں راکھشش کا نام دیا گیا۔ اور جنہوں نے کہا ہمیں کھانے کو کچھ دو تو انہیں یاکشش کہا گیا۔ (یکشا کے معنی کھانا اور رکھشا کے معنے رکھوالی کرنا ہیں) ان کی بدشکلوں کو دیکھکر برہما کے بال کھڑے ہو گئے۔ ڈُو بال گر پڑے (جو واپس لگا دیئے گئے) اور ان کے گرنے سے سانپ پیدا ہو گئے جنہیں سَرپ کہا جاتا ہے سَرپ کے معنے ہیں رینگنا اور اَہی کے معنے ہیں چھوڑ دینا۔ چونکہ ان ڈُو بالوں نے سر چھوڑ دیا تھا اس لئے یہ سانپ "سَرپ آہا" اور پھر سَرپا بن گئے۔ اب دنیا کے خالق کو غصّہ آگیا۔ اُس نے اس حالت میں خوفناک چیزیں پیدا کر دیں مثلاً جِنّ، بھوت، چڑیلیں، چھلاوے، ڈائنیں، کچا گوشت کھاجانے والے وغیرہ۔ اس کے بعد اس نے آسمانی گوّیے اور سازندے پیدا کیئے جنہیں گندھاروا کہا جاتا ہے۔

برہما نے بعض چیزوں کی اندرونی قوّتوں سے اثر قبول کیا تو انھیں اپنی مرضی کے مطابق مختلف شکلوں صورتوں میں پیدا کر دیا۔ مثلاً پرندوں کو اس نے اپنی قوّتِ حیات سے پیدا کیا، بھیڑ کو دل سے بکریوں کو منہ سے، مویشیوں کو پیٹ اور پہلوؤں سے اور گھوڑوں، ہاتھیوں، سَرَبھّا، گیال، ہرنوں اُونٹوں، خچروں، بارہ سنگوں اور دوسرے جانوروں کو اپنے پاؤں سے پیدا کیا۔ جبکہ اس کے جسم کے

بالوں سے جڑیں، پودے اور پھل وغیرہ پیدا ہو گئے۔" اس طرح کہا جاتا ہے کہ تمام اشیائے کائنات برہما ہی سے وجود میں آئیں، جو انڈے کے اندر بھی اس کے ساتھ تھیں۔ لہذا جو کچھ عالم موجودات میں ہے وہ تخلیقی عمل سے نہیں بلکہ عمل ارتقاء سے وجود پذیر ہوا ہے۔ چار ذاتوں میں انسان کی تخلیق کا ذکر اسی پُران میں ہے، اور یہ اُسی طرح ہے جس طرح مَنُو نے بیان کیا ہے۔

اس کے بعد ذکر ہے برہما کے اُن بیٹوں کا جو اس کے "دِل" یا "ذہن" سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ہیں بھرگُو، دکشا اور دوسرے، جن کی تعداد نو ہے اور جو انسان کے آباء و اجداد ہیں۔ اس کے بعد برہما نے اپنے آپکو مَنُو سوایمبھُو کی حیثیت سے پیدا کیا تاکہ تخلیق شدہ اشیاء و اشخاص کی حفاظت ہو سکے۔ اس کی یہ صورت اپنی اصل شخصیت سے پیدا شدہ اور ہو بہو اس کے مطابق تھی۔ پھر اپنے حصّے سے اس نے سَت رُوپ کو بنایا جسے ریاضتوں نے تمام جنسی گناہوں سے پاک بنا دیا پھر خدائی وجود مَنُو سوایمبھُو نے اسے اپنی بیوی بنا لیا۔"

اس کے بعد ذہن سے پیدا ہونے والوں کے جانشینوں کی طویل تفصیل درج ہے اور پھر یہیں بتایا گیا ہے کہ کس طرح سمندر کو بلو کر امرت حاصل کیا گیا اور دیوتاؤں کو ابدیت ملی۔ اس "عہد" کے عمل تخلیق کا ذکر یہیں مکمل ہو جاتا ہے۔

* * *

۳۱

اکتیسواں باب

پُرانوں کی رُو سے تقسیمِ ازمنہ

ہندوؤں کی مقدّس کتابوں میں وقت کو تین بڑے حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یُگ، مَنونترا اور کلپ۔ یُگ چار ہیں، جن کا مجموعی دَورانیہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) خدائی سالوں کے برابر ہے۔ ہر ایک کا الگ الگ دَورانیہ اس طرح ہے:

کرِتا یُگ = ۴۸۰۰ خدائی سال
تریتا یُگ = ۳۶۰۰ 〃
دواپر یُگ = ۲۴۰۰ 〃
کالی یُگ = ۱۲۰۰ 〃

فانی مخلوق کا ایک سال خداؤں کے ایک دن کے برابر ہے۔ سال کے ۳۰۰ دن شمار کئے گئے ہیں لہذا:

کرِتا یُگ = ۴۸۰۰ × ۳۶۰ = ۱۷۲۸۰۰۰ اِنسانوں کے سال
تریتا یُگ = ۳۶۰۰ × ۳۶۰ = ۱۲۹۶۰۰۰ 〃
دواپر یُگ = ۲۴۰۰ × ۳۶۰ = ۸۶۴۰۰۰ 〃
کالی یُگ = ۱۲۰۰ × ۳۶۰ = ۴۳۲۰۰۰ 〃

ایک مہایُگ جس میں یہ چار چھوٹے یُگ شامل ہیں ۱۲۰۰۰ خدائی سالوں یا ۴۳۲۰۰۰۰ انسانی سالوں کا ہوتا ہے۔ ایسے ایک ہزار مہایُگ برہما کا ایک دن ہیں اور اتنی ہی اسکی راتیں ہیں۔ برہما کے ایک دن کو کلپ کہا جاتا ہے۔ یہ گویا ہمارے سالوں کے مطابق ۴۳۲۰,۰۰۰,۰۰۰ سال کا ہوا۔ ہر کلپ میں ۱۴ مَنُو حکومت کرتے ہیں۔ ایک مَنُو کے عہدِ حکومت کو مَنوَنترا کہتے ہیں۔ یہ گویا کلپ کا چودھواں حصّہ ہوا۔

موجودہ کلپ میں چھ منوُ جن میں سویمبھوَ پہلا تھا، گزر چکے ہیں۔ موجودہ منو کا نام وَیوَ ستَ ہے۔ ہر منونترا میں سات رِشی، کچھ دیوتا، ایک اِندرا اور ایک منو اور بادشاہ اور اس کے بیٹے تخلیق کیے جاتے اور پھر فنا کر دیئے جاتے ہیں۔ ان چودہ منونتروں کے ساتھ بیک وقت چار یُگوں کے ایک ہزار نظام جاری رہتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہر ایک منونترا میں چار یُگوں کے ۷۱ نظام گزر جاتے ہیں۔ ان سے اُس دَور کے مَنوؤں اور دیوتاؤں کی زندگیوں کو شمار کر لیا جاتا ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ برہما کے اس ایک دن کے اختتام پر کائنات کی موت واقع ہو جاتی ہے اور یہ موت برہما کی ایک رات کے دورانیئے تک جاری رہتی ہے۔ اس موت کے دوران تمام دنیائیں ایک بہت بڑے سمندر میں تبدیل ہو جاتی ہیں جبکہ کنول کے پھول سے پیدا ہونے والا دیوتا برہما شیش ناگ کو تکیہ بنا کر مزے کی نیند سو رہا ہوتا ہے اور رشی اور دیوتا جنَ لوک میں گہری سوچ میں پڑے کائنات کی بازآفرینی کے منتظر ہوتے ہیں۔ اپنی ایک رات کے بعد برہما جاگ اُٹھتا ہے اور کائنات کی از سرِ نو تخلیق کا کام شروع کر دیتا ہے۔

برہما کا ایک سال اس کے دنوں اور راتوں کی ۳۶۰ کی تعداد کے برابر ہوتا ہے اور ایسے سالوں کی ایک صدی اسکی عمر ہے۔ اسکی عمر کے اس دورانیئے کو پَر کہتے ہیں۔ آدھے دورانیئے کو پَرارَدّھا کہیں گے۔ اس وقت ایک پَرارَدّھا گزر چکا ہے اور اس کے ساتھ ہی بڑا کلپ جسے پدما کلپ کہتے ہیں وہ بھی گزر چکا ہے۔ اس وقت جو کلپ چل رہا ہے یا برہما کا دن جسے وَراہَ (جنگلی سُوَر والا) کہتے ہیں وہ برہما کی عمر کے دوسرے پرارَدّھا کا پہلا دن ہے۔ ہر کلپ کے اختتام پر جو تباہی ہوگی اُسے "نَیَ مِتّیکا" یعنی اتفاقیہ، کبھی کبھار ہونے والی یا اضافی تباہی کہا جاتا ہے۔

جو چیزیں یا ہستیاں اس وقت موجود ہیں انکی تباہی کی تین صورتیں ہیں:

ایک اتفاقیہ دوسری عناصر کی اور تیسری مطلق۔ پہلی یعنی اتفاقیہ یا اضافی تباہی وہ ہے جو برہما کے ایام کے وقفوں کے دوران رُونما ہوتی رہتی ہے یعنی مخلوقات کی مَوت، دنیا کے مسالے یا خلاصے کی موت نہیں یہ موت برہما کی رات کے دوران ہوتی ہے۔ دوسری موت عناصر کے اپنی ابتدائی حالت یا اولیّن ماخذ میں واپس چلے جانے کا نام ہے۔ یہ موت برہما کی زندگی کے

اختتام پر واقع ہوتی ہے اور تیسری مطلق مَوت یا آخری مَوت وہ ہے جسے انفرادی فنائے دائمی کہا جائیگا یعنی آئندہ کی پیدائش سے چھٹکارا۔ اسے موکشا (مکتی) کہتے ہیں اور یہ ہر فرد کی انتہائے آرزو ہے۔

اب تباہی کے طریقِ کار کا اَحوال بھی سن لیجئے۔ مذکورہ چار زمانوں کے ایک ہزار دَورانیوں کے خاتمے پر زمین کا اکثر و بیشتر حصہ صَرف ہوچکا ہوتا ہے پس پھر مرگِ عام شروع ہوجاتی ہے جو سو سالوں تک جاری رہتی ہے۔ چونکہ خوراک ختم ہوچکی ہوتی ہے اس لئے تمام موجودات کمزور، لاغر اور نیم جان ہوجاتے ہیں اور پھر آخر کار مَرجاتے ہیں۔ اس وقت اَبدی وِشنو رُدرَ کی صُورت میں نیچے اُترتا ہے پھر یہ تباہ کار دیوتا اپنی تمام مخلوقات کو اپنے اندر مُدغم کرکے دوبارہ اکٹھا کرلیتا ہے۔ پھر وہ سورج کی سات شعاعوں میں داخل ہوجاتا ہے۔ کُرۂ ارض کے تمام پانیوں کو پی جاتا ہے۔ جہاں کہیں بھی کوئی نمی رہ جاتی ہے مثلاً زندہ اجسام کے اندر، یا زمین کی تہوں میں یا فضاؤں میں، وہ اس ساری نمی کو چُوس لیتا ہے یا اُسے بخارات بناکر اڑا دیتا ہے۔ اس طرح زمین ساری کی ساری سوکھ جاتی ہے سمندر، دریا، رودکوہیاں، چشمے سب خشک بنا دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح پاتال کے طبقوں کا بھی پانی نچوڑ لیا جاتا ہے۔

سورج کی سات شعاعوں میں چھپے ہوئے رُدرَ نے جب تمام پانی، آخری قطرے بلکہ نمی تک کو پی ڈالا تو اب یہ سات شعاعیں سات سورج بن جاتی ہیں۔ جن کی حرارت اور روشنی اُوپر، نیچے اور ہر طرف پھیل کر پاتال سمیت تینوں دنیاؤں کو جلا ڈالتی ہے۔ یہ دنیائیں جل کر بدصورت بے دھج اور سپاٹ بن جاتی ہیں۔ زمین بے آب وگیاہ ہوکر اور جھلس کر کچھوے کی پیٹھ کی طرح بن جاتی ہے "ہَری" ہر چیز کو تباہ کر ڈالنے والا، جس نے رُدرَ کی صورت اختیار کر رکھی ہے، اب شیش ناگ کا شعلہ بار سانس بن جاتا ہے اور اپنی پھنکار سے پاتال کو بھی راکھ کر دیتا ہے۔ پاتال یعنی زمین کے نچلے خطّوں سے بھڑکتی ہوئی آگ زمین کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور اسے بھی جلاکر راکھ بنا ڈالتی ہے پھر شعلے اور زیادہ بلند ہوکر فضاؤں کو اپنا لقمہ بنا ڈالتے ہیں اور دیوتاؤں کے بالائی کُرّے کی طرف بڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہر طرف آگ ہی آگ ہے اور درمیان میں کائنات کے تینوں طبقے کڑھائی کی طرح جلتے دکھائی دے رہے ہیں۔ شعلے اب ہر ساکن اور متحرک جسم کو اپنا نوالہ بناتے

جا رہے ہیں۔ دُو بالائی طبقات (فضا اور آسمان) کے باشندے اس حرارت جہاں سوز سے پریشان ہو کر بالاتر طبقے مَہَر لوک کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ ان کا کام بھی تو ختم ہو چکا ہے۔ لیکن آگ کے شعلے اس طبقے کو بھی گرم کر دیتے ہیں۔ لہذا مَہَر لوک کے لوگ اب اپنی رہائش کا عرصہ ختم کر کے مزید بالاتر جانا چاہتے ہیں اور بالآخر جَنَ لوک میں پہنچ جاتے ہیں۔

آپ جاننا چاہیں گے کہ یہ عالمِ بالا کے لوگ کون ہیں جو ہمہ سوز التہاب سے گھبرا کر بالاتر اور مزید بالاتر طبقات میں پناہ لے رہے ہیں تو اس کی وضاحت وائُیو پُران کے اس اقتباس میں مل جائیگی : " وہ نیک، زاہد اور پارسا انسان جنہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے وِشنو کی پرستش کی ہے اور جو اپنی پاکیزگی اور نیکوکاری میں منفرد اور نمایاں رہے ہے وہ اس تباہی کے وقت مَہَر لوک میں آباد ہیں۔ ان کے ساتھ پِتَری بھی ہیں، مَنُو بھی ہیں، ساتھ رِشی بھی ہیں، آسمانی ہستیوں کے مختلف طبقات بھی ہیں اور دیوتا بھی ہیں۔ یہ دنیا و مافیہا کی آتش گیری کے دوران مَہَر لوک سے جَنَ لوک کی طرف " لطیف شکل " میں جائیں گے۔ جب دنیا کو از سرِ نو زندگی ملے گی (آنے والے کلپ کے شروع ہونے پر) تو ان کو بھی اپنی سابقہ شکلوں میں واپس لایا جائیگا اور وہی جسم عطا کیا جائیگا جو انکا پہلے تھا۔ یہ سارا کچھ برہما کی زندگی میں رونما ہو گا اور اس کی زندگی کے خاتمے پہ ہر چیز فنا ہو چکی ہو گی۔ لیکن جو لوگ اپنی قیام گاہ بَرَہَم لوک میں بنا چکے ہوں گے اور سب سے بلند و بالا ہستیٔ مطلق کے اندر مدّغم ہو کر یکجان ہو چکے ہوں گے انھیں کسی بھی شکل میں واپس آنے کی خواہش یا ضرورت نہ ہو گی بلکہ وہ برہما کے واحد وجود میں ضم ہو جائیں گے :

وِشنو پُران میں یہ بیان مزید اس طرح جاری ہے :

" جناردّنا نے رُدر کی صورت میں ساری دنیا کو ختم کر ڈالا ہے۔ اب وہ اپنی سانس کے ذریعے بھاری بھرکم بادل نکال رہا ہے۔ جسامت میں بہت بڑے اور گرج اور چمک میں کڑکدار بادلوں نے تمام خلاؤں کو گھیر لیا ہے۔ پانی کی تیز اور تُند ندیاں برسا کر ان بادلوں نے اُن غضبناک شعلوں کو بجھا دیا ہے جنہوں نے تین دنیاؤں کو لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ اب یہ مسلسل اور متواتر ایک سو سال تک برستے ہیں اور ساری دنیا پہ بہت بڑا طوفان آ جاتا ہے۔ بارشیں چوسر کے مہروں کے حجم کے برابر قطرے گرا گرا کر زمین پہ پانی برسا رہی ہیں آسمان اور اس کے اور زمین کے درمیان

کا کُرّہ پانی سے بھر گیا ہے ۔ اس وقت دنیا پر اندھیرا چھایا ہوا ہے ۔ چونکہ تمام چیزیں، جاندار اور بے جان، فنا ہو چکی ہیں اس لئے بادل اور بھی تیزی اور شدّت سے پانی برسا رہے ہیں ۔ یہ بارش سوؔ سال تک جاری رہے ۔"

سیلاب کے بعد تخلیق نو کا عمل جاری ہوگا اور اس کا طریق کار وہی ہوگا جو تخلیق کائنات کے عُنوان کے تحت بیان ہو چکا ہے ۔ اب ہم چارؔ یُگوں کی نمایاں خصوصیت کا ذکر کریں گے تاکہ ہندو فلسفۂ تکوین کی ایک جھلک بھی دیکھ سکیں ۔ جیسا کہ اُوپر ذکر کیا گیا ہے، چار یُگ ہیں :

ا- کرِتا ۔ ۲- ترَیتا ۔ ۳- دواپرَ اور ۴- کلی ۔

مہابھارتؔ میں انکی خصوصیات بڑی وضاحت کے ساتھ دی گئی ہیں ۔ یہ ایک مکالمہ ہے جس میں بولنے والا ہنومان ہے (بندر دیوتا) اور سامع بھیم سین (پانڈو سردار) ہے ۔

ا- **کرِتا** :- وہ عہد ہے جسے عہدِ صداقت و نیکوکاری کہہ سکتے ہیں ۔ اس عہد میں نیکی ابدی اور لازوال تھی ۔ اس نہایت اعلیٰ یگُ میں جو کچھ کیا جانا تھا وہ کر لیا گیا تھا (کرِتیا) اور مزید کرنے کو باقی کچھ نہ تھا ۔ فرائض کی ادائیگی میں کہیں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی لوگ انکار کے عادی تھے لیکن بعد میں "وقت کے اثرات سے یہ جگ بھی کمتر مقام پر گر گیا ۔ اس عہد میں کوئی دیوتا نہیں تھے دانو نہیں تھے، گندھرو، یاکشش، راکشس اور پناگ بھی نہیں تھے ۔ کوئی خرید و فروخت کا نظام رائج نہیں تھا ۔ آدمیوں کو کوئی مشقّت نہ کرنا پڑتی تھی ۔ زمین کا "پھل" (ہر طرح کا) محض چاہنے سے مل جاتا تھا ۔ نیکی اور صداقت کا دور دورہ تھا اور دنیا سے رغبت کا رجحان نہیں تھا ۔ کوئی بیماری نہیں تھی اور نہ ہی بڑھاپے کی وجہ سے اعضائے جسمانی میں کوئی اضمحلال یا طاقت کی کمی آتی تھی اور نہ حواس بگڑتے تھے ۔ کوئی بغض اور کینہ نہیں تھا، کوئی رونا دھونا، فخر و تکبّر، دھوکا بازی، جھگڑا فساد، نفرت، ظلم، خوف، دُکھ درد اور مصیبت نہیں تھی اور نہ کہیں رشک اور حسد تھا ۔ اسی وجہ سے بزرگ و بالا برہما اس یگ میں رہنے والے لوگوں کا ماورائی سہارا اور آسرا تھا ۔ اُس وقت نارائن، تمام چیزوں کی رُوح، سفید تھا ۔ اس عہد میں جو مخلوقات ذی رُوح پیدا ہوئی وہ پابندِ فرائض تھی ۔ مدارجِ ایمان و اعتماد میں، تعمیلِ احکام میں اور علم میں سب لوگ برابر تھے ۔

اس عہد میں جو ذاتیں (پیشے) اپنے ذمیہ کام اور فرائض کی ادائگی میں پختہ تھیں اور سب لوگ بے التوا ایک ہی اُلوہیت کی پرستش کرتے تھے۔ ایک ہی منتر پڑھتے تھے ایک ہی قانون کے پابند تھے اور ایک ہی رسم و رواج پر قائم تھے۔ ان سب کے پاس صرف ایک وید تھا۔

۲۔ **تریتا یُگ** :۔ میں "قربانی" شروع ہوئی۔ نیکی پہلے یُگ سے ایک چوتھائی کے برابر کم ہوگئی۔ وِشنو اب سرخ ہوگیا۔ آدمی صداقت شعار تو تھے لیکن انکی صداقت اور نیکوکاری اب رسومات سے وابستہ اور انہی پر منحصر ہوکر رہ گئی تھی۔ قربانی کا دَور دورہ تھا اس میں مختلف رسومات اُبھر آئیں اور کئی ہنرمندیاں پیدا ہوگئیں۔ تریتا عہد کے لوگ ہر کام کسی مقصد کو پیش نظر رکھکر کرتے تھے اور انکی قربانیوں اور دوسری مذہبی رسومات کا مقصد بھی انعامات یا خاص مرادیں حاصل کرنا تھا، خالص پرستش یا عبادت یا ریاضت کرنا نہ تھا۔ اور نہ ہی یہ تھا کہ ہمیں اپنا فرض صرف فرض سمجھ کر ادا کرنا ہے پھر بھی لوگ اپنے ذمیہ فرائض اور رسم و رواج کی پابندی سے قاصر نہیں تھے۔

۳۔ **دواپر** :۔ عہد میں نیکوکاری اور صداقت دو چوتھائی کم ہوگئی۔ وِشنو پیلا ہوگیا اور وید چار بن گئے بعض لوگ چاروں وید پڑھتے تھے، بعض تین، بعض دو اور بعض کوئی وید بھی نہ پڑھتے تھے۔ مذہبی کتابوں کے اس طرح تقسیم ہوجانے سے مذہبی رسومات بھی بے شمار طریقوں سے ادا کی جانے لگیں لوگ ریاضتوں کے ذریعے نعمتیں حاصل کرنے کے دَرپے ہوگئے۔ ان کے جذبات میں تیزی آگئی اور خواہشات بھڑک اُٹھیں۔ ایک وید کو سمجھ نہ سکنے اور اس سے ناواقف ہونے کی بناپر ویدوں کی تعداد بڑھ گئی اور اب نیکی کے زوال کی وجہ سے صداقت کا دامن تھامنے والے لوگ بہت کم تعداد میں رہ گئے ہیں۔ جب لوگ نیکی کی راہوں سے ہٹ گئے تو تقدیر نے انھیں بہت سی بیماریوں خواہشات اور مصائب کا ہدف بنا ڈالا۔ اس سے ان کو سخت تکلیف پہنچی۔ تو یہ پھر ریاضتوں میں پڑ گئے۔ اور دوسرے لوگ جو آسمانی مسرّتیں چاہتے تھے اور خوشیوں کے طالب تھے انھوں نے قربانیاں شروع کر دیں۔ سو دواپر کے اواخر میں انسان بداعمالیوں کی وجہ سے زوال پذیر ہوگیا۔

۴۔ **کلی یُگ** (کلجگ) :۔ میں صداقت اور نیکوکاری صرف ایک چوتھائی رہ گئی۔ اندھیرے کے اس عہد میں پہنچ کر وِشنو کالا ہوگیا۔ ویدوں کے بتائے ہوئے اعمال، نیکی کے کام اور قربانی کی

رسوبات ختم ہوگئیں مُصیبتیں، بیماریاں، تھکاوٹ، اضمحلال، جذباتِ خاسرہ مثلاً غصّہ تفکّرات بھوک اور خوف مسلّط ہوگئے۔ جب زمانہ گھومتا ہے تو نیکی ایک بار پھر زوال پذیر ہوجاتی ہے اور جب یہ ہوجائے یعنی نیکی اور صداقت کم ہوجائے تو انسان بھی زوال پذیر ہوجاتے ہیں۔ جب انسانوں پر انحطاط آجاتا ہے تو اُن کی قوتِ فعال بھی کمزور پڑ جاتی ہے۔ بس یہ ہے کل ٹیگ کی کیفیت جو تھوڑے عرصے سے وجود میں آیا ہے۔ وہ جن کی زندگیاں طویل ہیں اپنے عہد کے عین مطابق عمل کرتے ہیں۔"

بھشیَم پرُاَن میں مذکور ہے کہ کرِتا عہد کے لئے چارہزار سال کی عمر مقرر کی گئی۔ تریتا عہد میں زندگی کا دَورانیہ تین ہزار سال ہوگا اور دواپرَ عہد میں جو اس وقت زمین پر چل رہا ہے اس کا دَورانیہ دّوہزار سال مقرر کیا گیا ہے۔ تِشیا (کالی) عہد کے لئے کوئی پیمانہ مقرر نہیں کیا گیا۔

خاص اور قابل ذِکر بات یہ ہے کہ کرِتا یگ یا عہدِ صداقت ونیکوکاری کے جو خصائص اُوپر بیان ہوئے ہیں اُن میں کہا گیا ہے کہ انسانوں کے الگ الگ افعال و فرائض کی رُو سے ذاتیں سب برابر اور ایک جیسی تھیں۔ اس کا مطلب بالکل واضح طور پر یہی ہے کہ موجودہ ذات پات کے جو امتیازات ہیں وہ اس وقت نہیں تھے۔ اسی طرح یہ بات کہ سب ایک ہی اُلوہیاتی وجود کی پرستش کرتے تھے اور ان کا ایک ہی قانون اور ایک ہی رسم و رواج یا طریق پرستش تھا، اس حقیقت کو ثابت کرتی ہے کہ اُس وقت ان کے آباءواجداد سب کے سب موحِّد تھے اور یہ سب کچھ ایسے عہد میں تھا جسے مصنّف عہدِ صداقت ونیکوکاری کہہ رہا ہے۔

ہندوؤں کے چار جُگ قدیم یونانیوں کے چار زمانوں کے مطابق ہیں بلکہ اُن کے نام بھی انھی کی طرح چار دھاتوں یعنی سونا، چاندی، تانبا اور لوہے پر رکھے گئے ہیں۔ قدیم ایران میں بھی "وقت" کو اسی طرح چار زمانوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں نے اپنا اپنا نظامِ اوقات کسی مشترکہ اصل سے مستعار لیا ہے۔

حِصّہ پنجم

بُدھ مَت

بتیسواں باب

بُدھ مت

اُپنشدوں کے اصول و قواعد اور تخلیق کے بارے میں حسّی فلسفے کو تو براہمنیت کے نظام میں جگہ مل گئی لیکن اور بہت سی تعلیمات ایسی تھیں جو اُن کے کٹّر اور روایتی قدامت پسندانہ رویّوں سے ہم آہنگ نہ ہو سکتی تھیں ان تعلیمات کو روایت پرستی کے مخالف فرقوں نے ترقی دے کر تکمیل تک پہنچایا تھا۔ ان کا سب سے بڑا مُبلّغ وہ عظیم معلّم ہے جس نے چھٹی صدی قبل مسیح کے اواخر اور پانچویں صدی قبل مسیح کے شروع میں زرد لباس پہننے والوں کی ایک جماعت بنائی اور جو بُدھ یعنی روشن ضمیر یا بیدار قلب کے نام سے مشہور ہے اس شخص کی وفات کے بعد کے جو اثرات پوری دنیا پر مُرتّب ہوئے ہیں اگر صرف انہی کو اس کی عالمگیر مقبولیت کا معیار قرار دے دیا جائے تو بلا خوفِ تردید یہ ماننا پڑے گا کہ سرزمینِ ہند و پاک میں اس سے زیادہ بڑا آدمی اور کوئی پیدا نہیں ہُوا۔

بُدھ کے سوانح حیات اور کارناموں کے بارے میں جو روایات ملتی ہیں وہ دوسرے قدیم رشیوں، زاہدوں، پارساؤں بلکہ تاریخی شخصیات کے حالاتِ زندگی کی طرح، مبالغہ آمیزیوں کی زد میں آ کر، بہت کچھ الجھ گئی ہیں۔ اس کی پیدائش اور بچپن کے حالات بُدھ مت کی مذہبی کتابوں کے صرف آخری صحیفوں میں ملتے ہیں۔ وہ حوالے بھی جو اس کی تعلیمات کے حصۂ قانون میں دیئے گئے ہیں اور جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ یہ بُدھ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں وہ بھی یقینی نہیں ہیں۔ بلکہ روشنی حاصل ہو جانے کے بعد بُدھ نے جو پہلا لیکچر دیا تھا اور جس کا عنوان ہے "قانون کے پہیّے کے گھوم جانے کا وعظ" اور جو بدھ مت کے تمام فرقوں کی تعلیمات کی بنیاد ہے، اسکی سند بھی مشکوک ہے۔ یہ وعظ جس شکل میں اس وقت ہمارے پاس موجود ہے قانون کے ابتدائی حصّوں میں درج نہیں ہے۔ اس سے ان شبہات کو بھی تقویت ملتی ہے کہ تاریخی حیثیت والے بُدھ کے اصلی عقائد کہیں موجود ہیں بھی سہی یا نہیں۔ اور اگر وہ موجود ہیں تو کیا ہیں اور ان عقائد سے کس حد تک مختلف ہیں جو اس وقت بدھ مت کے اندر رائج ہیں۔ ایک محقق دانشور کا خیال ہے کہ بُدھ کے اصلی عقائد میں اور اُپنشدوں کے رشیوں کے عقائد میں کوئی بہت زیادہ

فرق نہیں تھا۔ ایک اور ماہر کا خیال ہے کہ بُدھ نے تناسخ کے عقیدے کو رّد کر کے یہ تعلیم دی تھی کہ ایک نسل اپنی پیشرو نسل کے اعمال سے متاثر ہوتی ہے۔ ان سطور میں ہم بُدھ کی زندگی پر بحث نہیں کر سکتے بلکہ صرف اُن واقعات کو سامنے لا سکتے ہیں جن کے بارے میں بُدھ مت کے پیروکار کہتے ہیں کہ یہ بُدھ کی زندگی کے واقعات ہیں۔ اسی طرح ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ بُدھ نے فی الواقعہ کیا تعلیم دی بلکہ صرف اُسے زیرِ بحث لا سکتے ہیں جو بُدھ مت کہتا ہے کہ یہ اسکی تعلیم ہے۔

ان رکاوٹوں کے باوجود بدھو کی زندگی کے چند واقعات ایسے ہیں جنہیں ہم یقینی کہہ سکتے ہیں۔ بُدھ کوہ ہمالیہ کے دامن میں آباد ایک چھوٹے سے قبیلے "ساکیا" کے سردار کا بیٹا تھا۔ وہ تارک الدّنیا ہو گیا۔ پھر اس نے ایک نیا عقیدہ وضع کیا اور بہت سے لوگوں کو اپنا ہمخیال اور پیروکار بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ دریائے گنگا کے شمالی قبائلی علاقوں، مگدھ اور کوسلا کی ریاستوں میں طویل عرصے تک اپنی تعلیمات کو پھیلاتے رہنے کے بعد ۴۸۶ ق م اور ۴۷۸ ق م کے درمیان اسی سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ سر آرنلڈ نے اسکی پیدائش کا سال ۶۲۰ ق م اور وفات کا سال ۵۴۳ ق م لکھا ہے (دی لائٹ آف ایشیا۔ صفحہ ۱۷۱)

ایک رات ساکیا کے بادشاہ سدودھن کی ملکہ مہا مایا نے خواب دیکھا کہ کوئی اسے اُٹھا کر ہمالیہ کی متبرک جھیل "انَ وَت پَت" پر لے گیا ہے۔ وہاں اسے دنیا کے چہار اطراف کے خدائی محافظوں نے غسل کرایا ہے۔ پھر ایک سفید ہاتھی سونڈ میں کنول کا خوبصورت پھول لیکر اس کے پاس آیا ہے اور اس کے پہلو میں داخل ہو گیا ہے۔ اگلے دن سیانوں نے اس خواب کی تعبیر کی کہ اس کے ہاں ایک حیرت انگیز بیٹا پیدا ہو گا جو یا تو ساری دنیا کا شہنشاہ ہو گا یا ایک آفاقی شہرت کا عظیم معلّم بن جائے گا چنانچہ یہ بچہ پیدا ہوا لیکن محلات کی بجائے جنگل میں پیدا ہوا۔ اسکی ماں ملکہ مہامایا زچگی کے لئے اپنے والدین کے گھر جارہی تھی کہ ساکیا کی راجدھانی کپل وستو کے قریب سال کے درختوں کے جھنڈ "لُمبنی" نامی میں بچہ پیدا ہو گیا۔ کہتے ہیں پیدا ہوتے ہی یہ کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے سات قدم لئے اور کہا: یہ میرا آخری جنم ہے، اس کے بعد میری کوئی پیدائش نہیں ہو گی۔

پیدائش کے پانچویں دن ایک رسمی تقریب میں اس کا نام "سِدھارتھ" رکھا گیا۔ اس کا گوترا نام گوتَم تھا جو پالی زبان میں گوتم بولا جاتا ہے۔ بدھ مت کے لٹریچر میں گوتم لکھا جاتا ہے۔ جوتشیوں نے کہا

یہ شہنشاہ بنیگا لیکن ایک پیشگوئی کرنے والے نے صاف کہہ دیا کہ اس کے سامنے چار نشانیاں آئیں گی جن سے اس کے دل پہ یہ حقیقت نقش ہو جائیگی کہ دنیا مصائب و آلام کا گھر ہے۔ پھر یہ آفاقی معلّم بن جائے گا۔ بادشاہ سدودھن یہ پیشگوئی سن کر گھبرا گیا۔ تاہم اس نے : میں ایسے انتظامات کر دوں گا کہ شہزادے کو دنیا کے دکھ درد کا علم ہی نہ ہو سکیگا۔ چنانچہ اس بچے کی پرورش ایسے پر مسرت محلّات میں شروع کی گئی جہاں کے ماحول سے موت، بیماری، اور دوسری تکلیفوں کی ہر علامت ہٹا دی گئی تھی۔ یہیں اس نے وہ تمام علوم و فنون حاصل کر لئے بلکہ اُن میں ماہر بن گیا جن کا جاننا تخت کے وارثوں کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ عقلی اور ذہنی علوم میں بھی اپنے اساتذہ سے آگے بڑھ گیا۔ پھر اس نے اپنی چچازاد یشودھرا سے بیاہ کر لیا۔ اس کے لئے طاقت اور ہُنرمندی کے مقابلے ہوئے تھے۔ اس کے رقیب دیودت سمیت تمام حریف مقابلے میں ہار گئے اور یہ دلہن کو جیت لایا۔

لیکن اس تمام خوش بسری اور کامیابی کے باوجود وہ اندرونی طور پر مطمئن نہیں رہتا۔ باپ کی تمام احتیاطوں کے باوجود انسانی کرب و ابتلاء کی وہ چاروں نشانیاں اس کے سامنے آگئیں جن کا اندیشہ تھا۔ ان نشانیوں نے اس کی آئندہ کی زندگی کی راہیں متعیّن کر دیں۔ دیوتاؤں کو اس کی زندگی کے مقاصد اور لائحہ عمل کا علم تھا اس لئے انھوں نے یہ نشانیاں اسکی چشمِ بصیرت کے سامنے رکھ دیں۔ بڑھاپا، بیماری، موت، ان تینوں نشانیوں نے تو اُسے دل گرفتہ بنا دیا لیکن چوتھی نشانی جو ایک دربدر پھرنے والے گدا کی صورت میں تھی اُسے اُمید اور تسکین کی جھلک دکھا گئی۔ اس گداگر نے زرد رنگ کے مختصر سے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس کا چہرہ پرسکون اور مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ گوتم نے اسی کی زندگی کو اپنا مطمعِ نظر بنا لیا۔

سدھودھن کو معلوم ہُوا تو اس نے احتیاطی تدابیر دگنی کر دیں اور سخت پہرے بٹھا دیئے۔ گوتم اپنے محل میں قیدی کی مانند تھا۔ اس کے اردگرد مسرت و نشاط کے تمام اسباب مہیّا تھے لیکن اُسے پھر بھی سکونِ قلب حاصل نہ ہوا۔ وہ عبرت ناک چار نشانیوں کو بھول ہی نہ سکتا تھا۔ ایک صبح اُسے خوشخبری سنائی گئی کہ تمہارے بیٹا ہوا ہے لیکن اُسے ذرا بھی خوشی نہ ہوئی۔ رات کو نومولود کا جشنِ مسرّت منایا گیا۔ گوتم نے اس موقع کو غنیمت جانا جب سب لوگ سو گئے تو اس نے اپنے سائیس چنّا کو جگایا۔ اس نے گھوڑے پر زین رکھی اور یہ سوار ہو کر رات کی خاموشی میں باہر نکل آیا۔ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ سکونِ قلب کا متلاشی شاہی محلّات

کو چھوڑ کر اور فقیری اختیار کر کے جنگلوں اور بیابانوں میں چلا گیا ہے۔ شہر سے بہت دُور جا کر اس نے زر و جواہرات سے مرصع زیورات اور شاہی لباس اُتار کر چنا کے ہاتھ باپ کو بھجوا دیا۔ اس کا پیارا گھوڑا کنتھک غم سے گر کر مر گیا۔ ایک نیم دیوتا نے اُسے گداگری کے کپڑے مہیا کئے۔ یہ پہن کر اس نے آگے بڑھنے کا عظیم سفر" مہابھنس کرم " اختیار کر لیا اس کی ملکیت میں اب ان کپڑوں کے سوا وہ جو پہنے ہوا تھا اور کچھ نہ تھا۔

کچھ عرصہ تک دربدر گداگری کر کے پیٹ پالتا رہا، پھر ایک جنگل میں مقیم ہو گیا۔ ایک رشی آلاڑ کالام سے اس نے مراقبے کا طریقہ سیکھا اور اُپنشدوں میں براہمنوں کا جو خاص وِرد مذکور ہے وہ سیکھا لیکن اُسے یقین نہ آیا کہ ضبطِ نفس کے ان طریقوں سے یا علم کے ذریعے انسان غم اور دکھ درد سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ پانچ ایسے زاہدوں کے ساتھ شامل ہو گیا جو اپنے آپ کو اذیتیں دیکر اور سخت مجاہدے اور ریاضتیں کر کے مکتی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس کی ریاضتیں اتنی زیادہ شدید ہوتی گئیں کہ اُن پانچ زاہدوں نے اِسے اپنا گورو تسلیم کر لیا۔ چھّ سال تک اس نے اپنے آپکو اتنی زیادہ ریاضتوں میں مبتلا رکھا کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا۔ ایک دن ریاضت اور گرسنگی کی شدّت سے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ساتھیوں نے سمجھا کہ یہ مر گیا ہے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ اُٹھ بیٹھا اور اس نے چھ سال کے طویل تجربے سے اپنے یقین کو اور بھی پختہ کر لیا کہ مجاہدے اور ریاضتیں بے سود ہیں اُس نے پھر گداگری شروع کر دی اور اسکی جسمانی حالت کچھ بہتر ہو گئی۔ اس کے پانچ ساتھی یہ دیکھ کر کہ یہ اُن کے راستے سے منحرف ہو گیا ہے، اُسے چھوڑ گئے۔

ایک دن سِدھارتھ مگدھ کے راجہ بِمبی سار کی ریاست کے "گیا" نامی شہر کے قُرب و جوار میں ایک بہت بڑے پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ قریبی کسان کی بیٹی سجاتا اس کے لئے دودھ میں پکے ہوئے چاول لائی۔ اس نے تھوڑے سے چاول کھا کر غسل کیا۔ پھر ادھر ادھر جنگل میں پھر پھرا کر اسی پہلے درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: جب تک انسانی دکھ درد کا مسئلہ حل نہیں ہو جائیگا میں یہیں بیٹھا رہوں گا، خواہ میرا خون خشک ہو جائے یا ہڈیاں گل جائیں"۔ اس وقت اسکی عمر ۳۵ سال تھی۔

اُنچاس دن اور اُنچاس راتیں وہ عالمِ محویت میں گم اسی ایک جگہ پر بیٹھا رہا۔ پہلے دیوتا اور بھوت پریت

اس کے گرد جمع ہو گئے۔ سب اس انتظار میں تھے کہ کب خدائی روشنی اس کے قلب و نظر کو منور کرتی ہے۔ پھر یہ بھاگ گئے اور "مارا" وہاں پہنچ گیا۔ بدھ مت والوں کا یہ شیطان دنیاوی لذائذ مہیا کرتا ہے۔ اسے دنیا کی روح بھی کہا جاتا ہے۔ "مارا" نے قسم قسم کی لذائذ پیش کیں لیکن گوتم ثابت قدمی کے ساتھ اسکی پیشکشوں کو رد کرتا رہا۔ پھر "مارا" نے قاصد کا روپ دھار کر اُسے خبر سنائی کہ تمہارے اپنے رقیب دیو دت نے بغاوت کر کے تمہارے باپ سدھودھن کو قید کر لیا ہے اور تمہاری بیوی یشودھرا اور تمہارے بیٹے کو پکڑ لیا ہے"۔ گوتم پر اس خبرِ بد کا بھی کوئی اثر نہ ہوا تو مارا نے اپنے تمام ساتھی شیطانوں کو بلا لیا۔ انہوں نے پہلے گرد باد سے حملہ کر کے سارے جنگل کو مرتعش کر دیا، پھر تیز آندھی، طوفانِ باد و باراں اور آخر کار زلزلے کے ذریعے اسے ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی لیکن گوتم ٹانگ پہ ٹانگ جمائے اسی پیپل کے درخت کے نیچے بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ ارادے کی یہ ناقابلِ شکست پختگی دیکھ کر "ورغلانے والے" نے آواز دی: "گوتم! اپنی نیکی اور پاکبازی کا کوئی گواہ پیش کرو!"

گوتم نے خاموشی سے اپنا ہاتھ زمین پر رکھ دیا۔

زمین پکار اُٹھی: "میں اس کی گواہی دیتی ہوں!"

مارا نے آخری وار کے طور پر اپنی تین بیٹیوں خواہش[۱]، نشاط و سرور[۲] اور جذبات[۳] کو بلا لیا جنہوں نے رقص و سرود کی ایسی محفل جما دی کہ شجر و حجر، وحش و طیور عش عش کر اُٹھے۔ مارا کی ان بیٹیوں نے گوتم کو اپنے دامِ فریب میں پھنسانے کی پوری کوشش کی لیکن انکے ناز و عشوے بھی کچھ کام نہ آئے۔ آخر میں اسے روئے جہان کی بادشاہی پیش کی گئی مگر اس نے ٹھکرا دی۔

شیطان شکست کھا کر چلا گیا۔

اب گوتم اکیلا تھا۔ خاموش، ساکن، تن تنہا! اس نے استغراق اور بھی عمیق غوطے لگائے۔ انچاسویں[۴۹] رات کی ظلمتوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے صبح کی پہلی کرن پھوٹی تو آسمانی علم کی روشنی کی "اِک شوخ کرن، شوخ مثالِ نگہِ نور" اس کے دل و دماغ کو منور و تاباں کر گئی۔

صداقت بے نقاب ہو کر جلوہ ریز ہو چکی تھی۔

اس نے انسانی دکھ درد کا راز معلوم کر لیا تھا۔ وہ اب جان چکا تھا کہ دنیا کیوں آلام و مصائب

کا گھر بنی ہوئی ہے۔ اُسے یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ مصیبتوں پر قابو پانے کے لئے انسان کو کیا کرنا چاہئے۔

اب وہ مکمّل روشن ضمیر تھا۔ بُدھ تھا!

اس کا "پیپل کا درخت" بودھی بن گیا، یعنی شجرِ حکمت!

وہ مزید سات ہفتے اسی شجرِ حکمت کے نیچے بیٹھا رہا اور جو نورِ صداقت اُسے حاصل ہو چکا تھا اس پر اور زیادہ غور و فکر کرتا رہا۔ کچھ وقت تک وہ اس تذبذب میں رہا کہ یہ جو صداقت اُسے حاصل ہوئی ہے اسے وہ عام لوگوں تک پہنچائے یا نہ پہنچائے، کیونکہ یہ اتنی دقیق اور ناقابلِ تشریح حقیقت ہے کہ بیان کرنے پر بھی بہت کم لوگ اسے سمجھ پائیں گے لیکن پھر خود برہما دیوتا آسمان سے اُتر کر آگیا۔ اس نے کہا: "جاؤ دنیا کو تعلیم دو۔"

شجرِ حکمت کو چھوڑ کر اس نے بنارس کا رخ کیا۔ اسی کے قریبی گاؤں "ہرنا باغ" (موجودہ سارناتھ) میں پہنچ گیا۔ یہاں اس کے سابقہ پانچ مرید ابھی تک ریاضتوں میں لگے ہوئے تھے۔ اُن پانچ زاہدوں کو بُدھ نے پہلا لیکچر دیا یا بُدھ مت کے پیروکاروں کی زبان میں "قانون کے پہیئے کو حرکت دی" بُدھ کے نئے اصول و عقائد سے یہ پانچ مرید اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے ریاضتیں چھوڑ دیں اور وہ ایک بار پھر اس کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئے۔ اس کے چند دنوں کے بعد ساٹھ نوجوان زاہدوں کا ایک پورا گروہ اس کا پیروکار بن گیا اور بُدھ نے انکو بُدھ دھرم کی تبلیغ کے لئے مختلف اطراف کو روانہ کر دیا۔ بہت جلد اسکی شہرت گنگا کے میدانوں تک پھیل گئی اور وقت کے بڑے بڑے بادشاہ اسکی اور اس کے چیلوں کی سرپرستی کرنے لگ گئے۔ پھر اس نے بھکشوؤں کی ایک منظم جماعت تیار کر لی۔ امتیاز کے لئے انکا زرد لباس مقرر کیا گیا اور پھر ایک خاص طریقِ پرستش بھی ان سب کے لئے تجویز کر دیا تاکہ یکسانی قائم رہے۔ روایات کے مطابق یہ سب اصول و قواعد بُدھ نے خود وضع کئے اور ان کی تفصیلات بھی خود طے کیں۔ اسکی طویل تبلیغ کے بہت سے قصے مشہور ہیں جن کا اعادہ یہاں نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کپل وستو واپس آیا اور اس نے اپنے باپ، بیوی، بیٹے (راہولا) اور درباریوں کو (دیودت سمیت) اپنا پیروکار بنالیا۔ اپنی خالہ اور سوتیلی ماں کرشما گوتمی کی استدعا پر اس نے عورتوں کے لئے "راہبہ جماعت" تشکیل دینے کی اجازت بھی دیدی۔ دیودت کے دل سے ابھی تک حسد نہیں نکلا تھا۔ اس نے اس کے راستے میں ایک مست ہاتھی چھوڑ دیا لیکن ہاتھی نے اسکی بے خوفی

اور نرمیٔ طبع کے آگے سر جھکا دیا اور اس کے پاؤں چھونے لگا۔ انھی دنوں ساکیا قبیلے اور کولیا قبیلے کے درمیان لڑائی ٹھن گئی۔ دونوں فوجیں لڑنے مرنے کو تیار کھڑی تھیں کہ یہ اکیلا میدان میں آگیا اس نے خوں ریزی اور قتل و غارت کے خلاف اتنی مؤثر تقریر کی کہ دونوں فوجیں امن و امان سے واپس چلی گئیں۔ اسی طرح وہ ایک مرتبہ خطرناک ڈاکو انگولی مالا کے اڈے پر اکیلا چلا گیا اور اسے اور اس کے ساتھی ڈاکوؤں کو راہِ راست پر لاکر اپنا پیروکار بنانے میں کامیاب ہو گیا۔

حکایات کے مطابق اگرچہ اس کی زندگی حیرت انگیز واقعات سے پُر ہے تاہم جو سوانح حیات ابتداءً لکھے گئے ہیں ان میں اس کے معجزوں کا ذکر بہت کم ملتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے مخالف لوگوں کے چیلنج کے جواب میں ہوا میں اُڑنے اور دوسرے کئی طرح کے معجزے دکھائے لیکن اُس نے اپنے تمام پیروکاروں اور زاہدوں کو سختی سے منع کر دیا کہ ایسے کوئی کرتب نہ دکھایا کرو۔ فوق الفطرت طریقوں سے بیماروں کو شفایاب کرنے کا بھی کوئی تحریری ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ اس سلسلے میں البتہ ایک واقعہ بڑا دلچسپ ہے جو بہت سی روایات میں ملتا ہے۔ ایک عورت کا اکلوتا بیٹا مر گیا۔ اُسے معلوم ہوا کہ بُدھ نواحی علاقہ میں موجود ہے۔ وہ بیٹے کی لاش کو اُٹھا کر اس کے پاس لے آئی اور اور شدید آہ و زاری کر کے کہنے لگی: میرے اکلوتے بیٹے کو زندہ کر دو۔ بُدھ نے اس سے کہا: قریبی شہر میں جاکر کسی ایسے گھر سے مٹھی بھر رائی لے آؤ جس میں کبھی کوئی شخص مرا نہ ہو۔ وہ ایک ایک گھر پھرتی رہی لیکن اسے کوئی ایسا گھر نہ مل سکا جو موت کی دستبرد سے محفوظ رہا ہو۔ اُسے خود ہی یقین آگیا کہ موت اٹل ہے۔ اس نے صبر کر لیا اور راہبہ بن گئی۔

بُدھ اور اس کے پیروکار سال کے آٹھ مہینے جگہ جگہ سفر کرتے رہتے اور بلا امتیازِ ذات پات اپنے مذہب کی طرف ہر شخص کو آنے کی دعوت دیتے رہے۔ بعض دولتمند مریدوں نے اُنھیں چھپر بنوا دیئے تھے۔ برسات کے چار مہینوں میں سفر ملتوی رہتا اور یہ لوگ انھی چھپروں میں مقیم ہو جاتے یہ گویا بُدھ مت کی اوّلین خانقاہیں تھیں۔ چالیس سال تک بُدھ کی شہرت بڑھتی ہی چلی گئی اور اس کے منظم کئے ہوئے سنگھ بھی تعداد میں زیادہ ہوتے گئے۔ سنگھ کے معنے ہیں جماعت یا بُدھ مت کا ٹولا۔ ان کے اثر اور ہر دلعزیزی میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے یہ سنگھ سال کے آٹھ مہینے چلتے ہی رہتے تھے اور دُور دراز کے علاقوں تک پہنچ جاتے تھے۔ بُدھ کی مخالفت

دیوت کی مذکورہ سازش کے علاوہ اور کہیں نہیں ہوئی۔ البتہ اس کے پیروکاروں کو سخت تکلیفیں اُٹھانی پڑی ہیں۔

اسکی وفات اسّی سال کی عمر میں یا اس سے دو چار سال اُوپر نیچے ہوئی ہے۔ اپنی زندگی کی آخری برسات اس نے ویسلی کے شہر کے قریب گزاری۔ برسات کے بعد یہ اور اس کے پیروکار شمالی پہاڑیوں کی طرف چلے گئے جہاں بُدھ نے جوانی کے دن گزارے تھے۔ راستے میں اس نے اپنے پیروکاروں کو اپنی موت کیلئے تیار کر لیا۔ اُس نے کہا: میرا جسم اب ٹوٹے پھوٹے چھکڑے کی مانند ہے جس کا ہر جوڑ کھِسک چکا ہے۔ میں نے خاص پُراسرار تعلیمات میں اور عام ظاہری تعلیمات میں کوئی فرق یا امتیاز روا نہیں رکھا اور تم کو تمام اصول و عقائد اور طریقے قاعدے وغیرہ بتا دیئے ہیں۔ میں جب چلا جاؤں تو کسی نئے راہنما کو نہ ڈھونڈتے پھرنا۔ دھرم جو تمہیں دے دیا گیا ہے یہی تمہاری رہنمائی کرے گا۔ اپنے آپ پر اعتماد رکھنا۔ اپنی مشعل آپ بن جانا اور اپنے آپ کے سوا کوئی اور پناہ گاہ تلاش نہ کرنا۔

"**پاوا**" نامی قصبے میں ایک عام مرید کُنڈ سُنار نے ضیافت کی جس میں بُدھ نے غلطی سے سوّر کا گوشت کھا لیا۔ اس سے وہ پیچش کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ تاہم اس نے اصرار کیا کہ میں سفر جاری رکھتے ہوئے قریبی شہر کُشی نگر جاؤں گا۔ یہاں شہر کے نوَاح میں وہ "سال" کے ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا۔ رات کو اس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس کے آخری الفاظ یہ تھے:

"تمام مرکّب وُجود انحطاط پذیر ہیں۔ محنت اور
ثابت قدمی کے ساتھ سعی و عمل کرتے رہو۔"

یہ اس کا "پری نِروان" (آخری سانس) تھا۔ اس کے غم زدہ مریدوں نے اس کی میّت جلا دی۔
اس کی راکھ مختلف قبائلوں کے نمائندہ لوگوں اور مگدھ کے راجہ اجاتشترو میں بانٹ دی گئی۔

روایت ہے کہ بُدھ کی وفات کے بعد راہبوں کی ایک بہت بڑی تعداد مگدھ کے دارالحکومت راج گڑھ میں جمع ہوئی۔ اس اجتماع میں سرکردہ راہب "اُپالی" نے مذہبی اصول و قواعد (ونایا پٹکا) پڑھ کر سنائے اور کہا کہ یہ جو قواعد اس نے پڑھ کر سنائے یہ اس نے خود بُدھ سے سنے تھے۔ ایک اور سرکردہ رہنما آنند نے سُتّا پٹکا پڑھ کر سنایا۔ یہ بُدھ کے مواعظ کا مجموعہ ہے جس میں اصول و عقائد

اور اخلاقیات کی باتیں ہیں۔ یہ روایت قابلِ یقین نہیں ہے کیونکہ بدھ مت کی مذہبی کتابیں تو کئی صدیوں کے بعد ترمیم و حذف، اضافہ وغیرہ کے عمل کے بعد وجود میں آئی ہیں ہوسکتا ہے کہ بڑے پیمانے پر یہ اجلاس منعقد ہوا ہو اور اس میں بدھ کے فرمودات جمع کئے گئے ہوں۔

راہبوں کی ایک اور کونسل بدھ کی وفات کے بعد سو سال ویسالی کے مقام پر منعقد ہوئی۔ لیکن اس میں چھوٹے موٹے خانقاہی نظم و نسق کے اختلافات پیدا ہوگئے اور فرقہ بندی نے پہلی مرتبہ سر اٹھایا۔ بدھ مت دو حصوں میں بٹ گیا۔ ایک حصّہ "ستھاوِرا وادِن" یعنی پہلے بزرگوں کے قائم کردہ اصول و قواعد پر عمل کرنے والوں کا بن گیا۔ دوسرا حصّہ "مہاسنگھیکا" یعنی بڑی جماعت کے اراکین کے نام سے وجود میں آگیا۔ اس دوسری کونسل کے بارے میں بھی روایات مشکوک ہیں۔ تاہم اتنا یقینی ہے کہ اس وقت تک مذہب کے اندر وسیع پیمانے پر اختلافات رونما ہوچکے تھے۔ بلکہ وہ باتیں جو ابتداءً صرف خانقاہی نظم و نسق سے متعلق تھیں اب انہوں نے اصول و عقائد جیسے بڑے مسائل کی صورت اختیار کرلی اور اختلافات فرقہ بندی کے رنگ میں سامنے آگئے۔

تیسری بڑی کونسل اشوک کی سرپرستی میں پاٹلی پترا کے مقام پر منعقد ہوئی۔ اس میں اختلافات اور بھی زیادہ واضح ہوگئے۔ "بھٹکے ہوئے لوگوں" کو خارج کردیا گیا اور روایت پرست فرقے ستھاوِراوادِن کو تسلیم کرلیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی کونسل میں پالی کتابوں کے آخری حصوں کا اضافہ کیا گیا۔ اسے دمّا پٹاکا کا کتھاوتھو کہتے ہیں۔ اس میں مابعد الطبیعات اور نفسیات پر بحثیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس حصّے کے اکثر مضامین بھی بہت بعد کے تصنیف شدہ ہیں۔ نیز اس کونسل کی کارروائی کی تفصیلات بھی مشکوک ہیں۔

آج کے بعض مفکرین کا خیال ہے کہ بدھ کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں رکھنا چاہتا تھا اور نہ ہی کبھی اس نے اپنے وضع کردہ اصول و عقائد کو مروّجہ مذہب سے الگ سمجھا تھا۔ یہ صرف ارتقادے کر قدرے بلند تر لے جانا چاہتا تھا یعنی وہ ایک رفیع تر نظام اصول و قواعد مرتب کرنا چاہتا تھا جس کے ذریعے اس کے پیروکار براہمنیت یا اُپنشدوں کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہوکر "نجات" کے راستے پر گامزن ہوسکیں۔ ہمارے نزدیک یہ نظریہ بھی قابلِ تنقید ہے۔ اگرچہ بدھ مت کی ابتدائی روایات ہمیں براہمنیت کے خلاف اور بہت سے فرقے مثلاً جینی اور اجیوک وغیرہ منظم ہو

چکے تھے۔ یہ فرقے براہمنیت کے خلاف صرف زبانی بحث مباحثہ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ عام لوگوں کو بھی بلکہ عام لوگوں کو بھی اپنا ہمخیال بناتے رہتے تھے۔ خود بدھ کے زمانے میں بھی عوام النّاس کو تبلیغ کے شعوری طریقوں سے بدھ مت کی طرف راغب کیا گیا تھا یہاں تک کہ لوگ بدھ کو اپنا نجات دہندہ ماننے لگ گئے تھے۔ بڑے بڑے تاجروں اور مالدار لوگوں کا بدھ مت کی ترویج و اشاعت کے لئے دل کھول کر مدد دینا بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس تحریک کی مقبولیت عوامی ردِّ عمل کا نتیجہ تھی۔

بدھ کے اپنے میں اس مذہب کی حیثیت خواہ کچھ بھی ہو اسکی وفات کے دو سو سال بعد بدھ مت ایک بالکل الگ مذہب کی شکل میں اُبھر کر سامنے آچکا تھا۔ اُشوک نے اپنے زمانے کے مذاہب کی جو فہرست ہمیں دی ہے وہ مقبولیت کی ترتیب کے اعتبار سے اس طرح ہے:
(۱) سنگھ (بدھ جماعت) (۲) براہمن (۳) اُجِویک (۴) نِرگرنتھ (جین مت کی جماعت اور (۵) دوسرے فرقے۔ اُشوک نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ خود سب سے زیادہ سرپرستی بدھ مت کی کرتا ہے تاہم باقی مذاہب کو بھی احترام کی نظروں سے دیکھتا ہے اور اپنی رعایا کو بھی یہی حکم دیتا ہے کہ وہ بھی اسی طرح کریں۔

اشوک کے زمانے تک سرزمینِ ہند پاک خانقاہوں اور بدھ مت کی دوسری مذہبی عمارتوں سے بھری پڑی تھی "مذہب" کی صورت اختیار کرنے کے لئے بدھ مت کو مروّجہ طور طریقوں سے بہت کچھ مستعار لینا پڑا۔ اس نے اپنے زمانے کے مقبول ترین عقائد کو اپنا لیا لیکن قربانی کی رسومات کو جو براہمنیت کی بنیاد تھی سختی سے مسترد کر دیا اس کے مذہب میں قربانیاں صرف انتہائی خاص مواقع پر روا رکھی گئیں اور انہیں بھی مقدّس مقامات سے منسلک کر دیا گیا۔ یہ مقدّس مقامات درختوں کے خاص جھنڈ بھی تھے، کوئی مخصوص ایک درخت بھی تھا جو شہروں سے دور واقع تھا اور وہ ٹیلے بھی تھے جہاں اکابر بدھ رہنماؤں کی راکھ دفن کی جاتی تھی اور جن کے گرد چار دیواریاں تعمیر کر دی گئی تھیں ان مقدّس مقامات کو کیتیا کہا جاتا تھا۔ پھر سادہ لوح عوام یہ سمجھنے لگے کہ ان کیتیاؤں میں جن بھوت اور زمینی روحیں رہتی ہیں۔ چنانچہ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی لوگوں نے ان مقامات کی پوجا شروع کر دی۔ آریاؤں کے بڑے بڑے دیوتاؤں کی بجائے انکی پرستش زیادہ آسان اور کم خرچ تھی کیونکہ ان تک رسائی بہت آسان تھی۔ جین مت کی کتابیں ہمیں یہ بھی بتاتی ہیں کہ روایت پرست مذہب کے

خلاف لوگوں لے ان کیتیاؤں کے اِردگرد پہلے جھونپڑیاں، پھر مکانات بنا لئے۔ انھوں نے بلاشبہ زائرین سے بھیک لینے کی غرض سے ایسا کیا لیکن بعد میں یہ "گاؤں" بنتے گئے۔ خود بُدھ نے ان مزارات یا زیارتگاہوں کو احترام کی نظروں سے دیکھا ہے اور اپنے عوامی پیروکاروں کو بھی ان کا احترام کرنے کی تلقین کی ہے۔ لہٰذا جوں جوں وقت گزرتا گیا ان خانقاہوں کی تعمیرات میں اضافہ ہوتا گیا اور انکی اہمیّت بڑھتی گئی۔ پھر جتنی بڑی اور شاندار عمارت کہیں بن جاتی اتنے ہی گہرے اعتقادات اس عمارت سے وابستہ ہو جاتے۔

بُدھ کی وفات کے بعد "سنگھ" یا بُدھ مت کی جماعتوں نے مسلسل سفر کیا اختیار کرنا اپنا فریضہ نہ سمجھا اور اسے کم کرتے کرتے آخر ختم کر دیا۔ اب وہ صرف برسات کے دنوں میں سفر کرتے تھے کیونکہ اب یہ قصبوں اور بڑے دیہاتوں میں مقیم ہو گئے تھے جو کیتیا کے اِردگرد تعمیر ہوتے جا رہے تھے۔ اب اسی طریق خانقاہی نے بدھ مت کو عروج دینا شروع کر دیا۔ عوامی تبلیغ کا رابطہ کٹ گیا۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جن لوگوں کو بُدھ کی راکھ ملی تھی انہوں نے اس راکھ کو محفوظ کر کے اس کے اُوپر بڑے بڑے سٹوپا بنا دیئے یا ٹیلہ نما عمارت کھڑی کر دی۔ پھر اسکی دیکھا دیکھی اکابر راہبوں کی راکھ پر بھی سٹوپا بننے شروع ہو گئے۔ اسی طرح اگلی چند صدیوں میں بیشمار زیارت گاہیں وجود میں آ گئیں۔ اشوک نے بُدھ کی راکھ اور ہڈیاں ان کے اصل مقامات سے نکلوالیں، انھیں دوبارہ تقسیم کیا اور ان پر مزید زیارتگاہیں (سٹوپا) تعمیر کرا دیں۔ عوامی مذہب کا مقبول درخت پیپل جسے شجرِ حکمت اور بودھی کہا گیا تھا اور بھی مقدّس سمجھا جانے لگا اور اسے سٹوپا کے آس پاس لگا دیا گیا تاکہ بُدھ نے جس درخت کے نیچے بیٹھ کر آسمانی صداقت کی روشنی حاصل کی تھی، اس کی یاد تازہ رہے اور وہ اصل درخت "بودھی یا شجرِ حکمت" اتنا زیادہ مقدّس بن گیا کہ لوگ اسکی زیارت کو حج کا درجہ دینے لگے اور اسکی شاخیں اسی عقیدت کے تحت سیلون تک پہنچ گئیں۔ زیارت کے خاص کمرے سنِ عیسوی کے آغاز کے بعد تعمیر ہونے لگے جب خود بُدھ کی مُورتیاں بنائی جانے لگیں اور انکی پرستش شروع کر دی گئی۔ سادہ لوح پیروکاروں نے تو بُدھ کی زندگی ہی میں اسے اُلوہیاتی مقام دے دیا تھا۔ تاہم اس کی وفات کے بعد اس کی نشانیاں پرستش کی چیزیں بن گئیں۔ سٹوپا "پری نروان" کی یادگار تھے اور پیپل روشنی حاصل کرنے کے واقعے کی نشانی

تھی۔ پرستش کا طریقہ گھڑی کی سوئی کی سمت پر طواف، سجدے اور پھولوں اور کوڑیوں وغیرہ کے نذرانے پیش کرنے پر مشتمل تھا۔ عام معتقدوں کے نزدیک بدھ اب سب دیوتاؤں سے بڑا دیوتا تھا۔

روایات کے مطابق اس مذہب کی سب سے زیادہ مخالفت پشیاترا سونگا نے کی ہے جس نے ظالمانہ طریقے استعمال کر کے اس مذہب کو مٹانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے سفاکانہ رویوں کے باوجود یہ مذہب ترقی کرتا رہا۔ ۲۰۰ ق م سے لے کر ۲۰۰ عیسوی تک کے چار سو سال کے عرصے میں تعمیر کی گئی عمارتیں جتنی بھی دریافت ہوئی ہیں ان میں بدھ مت کی عمارتوں کی تعداد براہمنیت، ہندو مت اور جین مت تینوں کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ پرانے ستوپاؤں کو وسیع کیا گیا، اور انہیں منقش دروازوں، منڈیروں اور جھروکوں سے آراستہ کیا گیا۔ لوگوں کے تمام طبقات، بادشاہ، شہزادے سوداگر اور ہنرمند دستکار انکی زیبائش اور آرائش کے لئے بڑے بڑے عطیات دینے لگے۔ ان عطیات کا ریکارڈ بہت سے کتبات پر درج ہے۔ اگرچہ راہبوں کو از روئے حلف جائدادیں بنانے سے روک دیا گیا تھا اور اُن سے یہ عہد بھی لیا گیا تھا کہ یہ سونے چاندی کو ہاتھ نہیں لگائیں گے لیکن جب خانقاہیں دولتمندوں کی دی ہوئی خیراتوں سے بے حد مالدار بن گئیں، بادشاہوں نے بڑے بڑے گاؤں اُنکے نام وقف کر دیئے اور مالگذاریوں میں معافیاں دے دیں تو حلف بھی برائے نام رہ گئے زر و مال کی ریل پیل دیکھ کر راہبوں نے اپنی قسموں کو اہمیت دینا چھوڑ دیا اور مفلسی کے عہد نامے کو پس پشت ڈال دیا۔

بدھ مت میں فرقے تو شروع سے ہی پیدا ہو گئے تھے لیکن ان فرقوں کے مابین باہمی چپقلش اور دشمنیوں کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا، حالانکہ انکی مذہبی کتابیں بھی ایک سے زیادہ نسخوں میں بٹ چکی تھیں۔ ست وِراوادِن فرقے کا جو پالی قانون ہے اور جس صورت میں یہ اس وقت ہمارے پاس موجود ہے اسی بڑی خانقاہ سے ہی جاری ہوا تھا جس کے موجودہ آثار قصبہ سانچی کے قریب ایک پہاڑی کی چوٹی پر موجود ہیں اور جو ابتدائی بدھ مت کی بہت اعلیٰ درجے کی نشانیاں ہیں۔

چین میں ایک روائیت محفوظ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کنشک (پہلی، دوسری، صدی عیسوی) کی سرپرستی میں چوتھی کونسل منعقد ہوئی جس میں بدھ مت کے دوسرے اہم فرقے سروستی وادِن" کے عقائد کو قوانین کو ضوابط کی شکل دی گئی اور اس کا نام مہا وِبھاشا رکھا گیا۔ جدید خیالات کسی

حد تک پُرانے فرقے مہاسنگھیکا میں داخل ہو چکے تھے لیکن اب بہت زیادہ داخلہ ان کا اس دوسرے فرقے سراواستی وادِن میں ہوا۔ اس بنیادی تبدیلی کی وجہ سے اب بُدھ مت کے دو بڑے فرقے بن گئے۔ ایک فرقے (سرواستی وادِن) کے اکابر دانشوروں نے کہا کہ ہمیں اپنے پیروکاروں کی روحوں کو "نجات" کی منزل تک پہنچانے کیلئے بڑی گاڑی مل گئی ہے جبکہ سُت وِراوادِن اور اس کے ذیلی مکاتب کے پاس صرف چھوٹی چھوٹی گاڑیاں ہیں۔ گاڑی کے تشبیہی لفظ اور اس کے انوکھے استعمال کی بنا پہ بدھ مت کے فرقوں یا مکاتبِ فکر کے نام بھی "بڑی گاڑی"، "چھوٹی گاڑی" اور "برقی گاڑی" ہو گئے۔ ان کا تفصیلی ذکر آئندہ سطور میں کیا جائیگا یہاں اہم بات جو قابلِ ذکر ہے یہ ہے کہ جدید خیالات بدھ مت کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کر دینے کی بنیاد بن گئے۔ ایک حصے کو مہایان (بڑی گاڑی) اور دوسری گاڑی کو ہنایان (چھوٹی گاڑی) کہا جاتا ہے۔ تیسری "برقی گاڑی" ضمنی چیز ہے۔ ہوا یہ کہ جدید خیالات کے زیرِ اثر براہمنوں اور ان کے معاونین نے بھی پُرانے دیوتاؤں سے بڑی حد تک منہ موڑ لیا تھا جن کی پرستش جانوروں کی قربانیوں سے کی جاتی تھی اب عوام نے بھی جدید دیوتاؤں کی طرف رُخ کر لیا تھا۔ یہ ایسے دیوتا تھے جن کے لئے قربانیوں کی بجائے صرف خلوص اور احترام کے ساتھ پرستش کی ضرورت تھی۔ جدید خیالات کے لئے شمال مغربی برِّصغیر میں باہر سے آنے والے حکمرانوں مثلاً ساکا، یونانی، پارتھیئن، کشن وغیرہ نے دروازے کھول دیئے تھے۔ اب عظیم وادیٔ سندھ میں جہاں مدنیت پہلے ہی عروج پہ پہنچی ہوئی تھی سمیریئن فلسفۂ الٰہیات ایران کے ذہن کو ساتھ لیکر داخل ہو چکا تھا۔ ان جدید خیالات میں قوّت و شوکت پہلے سے کہیں زیادہ تھی۔ ان حالات کے تحت بدھ مت کے اساتذہ کو بالکل نیا اندازِ فکر مل گیا۔ چنانچہ اس کا اعتراف انہوں نے واضح الفاظ میں یہ کہہ کر کیا کہ ہمیں "بڑی گاڑی" مل گئی ہے جس کے ذریعے ہم بہت سی روحوں کو "نجات" تک پہنچا دیں گے۔

یہ "بڑی گاڑی" برِّصغیر کے اکثر و بیشتر حصّوں میں بڑی تیزی کے ساتھ مقبول ہو گئی اور "چھوٹی گاڑی" کا اثر کم ہونے لگ گیا کیونکہ حالات "بڑی گاڑی" کے لئے سازگار تھے اور یہ لوگوں کی اکثریت کی ضروریات کو "چھوٹی گاڑی" کی نسبت زیادہ پورا کرتی تھی۔ البتہ سیلون کی "چھوٹی گاڑی" نے جدید خیالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور یہیں سے چل کر "چھوٹی گاڑی" والا فرقہ برما۔ سیام

اور جنوب مشرقی ایشیا کے بہت سے دوسرے ممالک میں پہنچ گیا۔ سیلون میں یہ قومی مذہب بن گیا۔

اس کے برعکس "بڑی گاڑی" بہت جلد فرقوں میں بٹ گئی۔ تاہم متعدد راہب طویل سفر اختیار کر کرکے اسے چین تک پہنچاتے رہے۔ وہاں سے یہ جاپان پہنچ گیا۔ گپتا حکمرانوں کے عہد میں یہ مذہب اپنے عروج پر تھا۔ جب ساتویں صدی عیسوی میں چینی سیاح ہیون سانگ برصغیر میں آیا تو اس وقت "چھوٹی گاڑی" والا مذہب یہاں مفقود ہو چکا تھا۔ البتہ دریائے سندھ کے دونوں کناروں کے ساتھ ساتھ ساحلِ سمندر تک یہ رائج تھا۔ بحیثیت مجموعی یہ بدھ مت کے زوال کا زمانہ ہے۔ بہت سے مقامات پر بڑی بڑی خانقاہیں اجڑ چکی تھیں۔ مقاماتِ مقدسہ کی زیارتیں ترک ہو چکی تھیں لیکن بحیثیت مذہب بدھ مت کی اہمیت ابھی برقرار تھی۔ ہزاروں راہب اجڑی ہوئی خانقاہوں میں بھی موجود تھے۔ انکا مرکز نالندہ تھا جو پال خاندان کے بادشاہوں کی سرپرستی میں بدھ مت کی پارسائی اور علم وادب کا گہوارہ بن چکا تھا مشہور مشنری راہب پدم سمبھوا نالندہ ہی سے، آٹھویں صدی عیسوی میں، بدھ مت کی تبلیغ کے لئے تبت پہنچا تھا۔ چین اور جنوب مشرقی ایشیا کے زائرین اور دانشور بھی خالص عقائد سیکھنے کے لئے اسی شہر میں آتے تھے۔

اس زمانے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ برصغیر کے شمالی علاقوں میں عام ثقافتی معیارات زوال پذیر ہو چکے تھے۔ گپتا عہد کے ختم ہونے کے بعد سے ہندوی مذہب میں عہدِ عتیق کے "ہمدردانہ جادو" اور جنسی تصوف یا پراسراریت کے تصورات زیادہ ابھرنا شروع ہو گئے تھے پھر رفتہ رفتہ یہ ثقافت پر چھا گئے۔ ان ثقافتی تبدیلیوں سے بھی بدھ مت بری طرح متأثر ہوا۔

آٹھویں صدی عیسوی میں مشرقی بھارت میں ایک تیسرے "ذریعۂ سفر" والا مذہب ظاہر ہوا جس نے اپنا نام وجریان یا "بجلی کی گاڑی" والا مذہب رکھا۔ "برقی گاڑی" کا یہ مذہب بنگال اور بہار میں پھیل گیا۔ بدھ مت کی یہی وہ شکل ہے جس میں عہدِ عتیق کے کچھ طور طریقے اور مقامی رسومات کو شامل کر کے تبت میں رائج کر دیا گیا۔ یہ گیارہویں صدی عیسوی کی بات ہے، جب بہار میں وکرم شیلا کی وجریان خانقاہوں سے تبلیغی جماعتیں تبت میں بھیجی گئی تھیں۔

اب بدھ مت کے خلاف مخاصمانہ کارروائیاں بھی شدت اختیار کر گئی تھیں۔ چھٹی صدی عیسوی میں ہن بادشاہ مہر گل نے خانقاہوں کو توڑ پھوڑ دیا اور راہبوں کا قتلِ عام شروع کر دیا پھر

ساتویں صدی عیسوی میں بنگال کے ایک شِوا پرست جنوبی بادشاہ سشانک نے "کانیا کبجا" پر حملہ کرتے ہوئے "گیا" کے شجرِ حکمت کو بھی تقریباً ختم کر دیا۔ بدھ مت کے پیروکاروں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنانے کے اور بھی بہت سے واقعات کا ذکر ملتا ہے لیکن بدھ مت کے برّصغیر کے اندر زوال کا باعث صرف یہ متشدّدانہ مظالم نہیں ہیں۔ انہیں ہم آخری ضرب تو کہہ سکتے ہیں لیکن زوال و انحطاط کے بنیادی اسباب نہیں کہہ سکتے۔ بنیادی اسباب میں پہلی اور سب سے اہم چیز تو وہ فرقہ بندی ہے جو ابتداء ہی سے عمائدین کے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ بدھ مت علیحدہ مذہب ہوتے ہوئے بھی ہندو مت سے علیحدہ نہ ہو سکا بلکہ اس کا دست آموز بن کر رہ گیا۔ مثلاً گپتا عہدِ حکومت اور اس کے بعد ہندوؤں کے مذہبی اجتماعات میں بدھ مت کے اکابر رہنما بھی برابر کے شریک ہونے لگے۔ پھر بدھ مت کے پیروکار عوامی سطح پر معمولی رسومات کی ادائیگی کے لئے بھی ہندو براہمنوں کی خدمات حاصل کرتا تھا۔ پیدائش، موت اور شادی بیاہ کی رسمیں بھی ہندوانہ طریقے پر ادا ہوتی تھیں اور انھیں براہمن آ کر ادا کرتے تھے عام پیروکار تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کا مذہب ویدوں کا منکر ہے۔ یا قربانیوں کے براہمنی طریقے کے خلاف ہے۔ بلکہ وہ تو یہی سمجھتا تھا کہ اس کا مذہب ہندو مت کا ایک الگ سا فرقہ ہے ورنہ اصلاً دونوں ایک ہیں۔ کیونکہ دونوں کا مقصد مکتی حاصل کرنا ہے اور اس مقصد کے حصول کے طریقے مختلف ہو سکتے ہیں۔ چونکہ ہندو مت میں پرستش کی اشیاء بہت زیادہ ہیں اور ہر شخص آزاد ہے کہ جس کی چاہے پرستش کرے اور جس انداز سے چاہے پرستش کرے اس لئے بدھ کے پیروکاروں نے یہی سمجھ لیا کہ وہ ہندو ہی ہیں، بس فرق صرف اتنا ہے کہ ان کا طریقِ پرستش قدرے مختلف ہے تیسری اور سب سے بڑی وجہ ہندو مت کے اپنے اندر احیائے نو اور اصلاح کی تحریک ہے جسے نویں صدی عیسوی میں ہندوؤں کے مذہبی رہنما شنکر نے بڑے پیمانے پر چلایا۔ اس شخص نے تامل علاقے سے روانہ ہو کر شمالی بھارت تک کے طول و عرض میں سفر کر کے بدھ مذہب والوں کے ساتھ مباحثے کئے اور منظّم طریقوں سے اس کے عقائد کے خلاف مہم چلائی جس کا کوئی مؤثر جواب بدھ راہب نہ دے سکے۔ شنکر کی موت کے بعد اس کی تیار کردہ روایت پسند ہندوؤں کی ایک منظّم جماعت نے اس کام کو جاری رکھا۔ ہر نئے خیال اور تصوّر کو اپنے اندر جذب کر لینے کا مزاج جو

ہندو مت نے ابتدا ہی سے بنا لیا تھا شنکر کی اس طاقتور تحریک نے اسے اور زیادہ تقویّت دی۔ یہ تحریک نئے تصوّرات سے متصادم ہونے کی بجائے سمجھوتا کرلینے کے راستے تلاش کرتی تھی اور پھر ہر اُبھرنے والی یا علیحدگی پسند قوّت کو اپنے اندر جذب کرلیتی تھی۔ چنانچہ وسطی شمالی بھارت میں خود بدھ کو بہت بڑے دیوتا "وشنو" کے دس اوتاروں میں سے نواں اوتار مان لیا گیا اور اس طرح بدھ مت نے ہندو مت کے اندر ضم ہوکر اپنی انفرادیت ختم کردی۔ اب یہ ہندو مت ہی کا ایک جدید اور غیر مقلد فرقہ بن چکا تھا، اس سے الگ کچھ نہ تھا۔ اسکی خانقاہیں پہلے ہی برباد ہوچکی تھیں چند ایک راہب جو بچ گئے تھے وہ انہی برباد شدہ اِکّا دکّا خانقاہوں میں محصور ہوکر رہ گئے اور ان کا رابطہ عوام النّاس سے منقطع ہوگیا۔ گویا بدھ مت میں سکت ہی نہیں رہی تھی کہ ہندو مت کی قوّت انجذاب کا مقابلہ کرسکتا۔ یہاں سے فرار ہوکر اس نے نیپال اور تبّت کے پہاڑوں میں جاکر پناہ لی اور ہندوُ بھارت میں یہ مذہب ختم ہوگیا۔

یہ تھی بدھ مت کے برّصغیر میں عروج و زوال کی داستان جسے ہم نے بڑے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فکری اعتبار سے جو تبدیلیاں اس مذہب کے اصول و عقائد اور فلسفے میں ہوتی رہی ہیں انکی طرف گزشتہ سطور میں "چھوٹی گاڑی" "بڑی گاڑی" اور "برقی گاڑی" کے اصطلاحات کی صورت میں کیا گیا تھا۔ دنیا کی ایک تہائی آبادی اس مذہب کی پیروکار ہے۔ اسی کے اخلاقیات کو بھی مذاہب عالم کے اخلاقیات میں باوقار مقام دیا جاتا ہے۔ اس کے فکری نظام کے عروج و زوال کی داستان بالکل الگ ہے جو بڑی دلچسپ بھی ہے اور سبق آموز بھی ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں لازوال اَبدی صداقتوں کی جزئیات نوعِ انسانی کے ہاتھوں میں پہنچ کر کیا کیا صورتیں اختیار کرتی رہی ہیں۔ ہم بدھ مت کی "چھوٹی گاڑی" کو لیکر آگے بڑھیں گے تاکہ فکر و فلسفے کے تدریجی ارتقار کا جائزہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہمارے سامنے آسکے۔

ایک سنہالی روایت کے مطابق "ستھ وِرا وادِن" مکتبِ فکر کے پالی زبان میں مروّجہ قوانین کو سیلون میں "وَتا گامنی" بادشاہ کے عہدِ حکومت میں ضبطِ تحریر میں لایا گیا۔ یہ ۷۷ ق م تا ۹۸ ق م کا زمانہ ہے۔ پہلے ان قوانین کو سنہالی راہبوں کی ایک بڑی کونسل کے سامنے پیش کیا گیا اور اسے آخری شکل دی گئی۔ اگر سابقہ روایات کو درست مان لیا جائے تو ان قوانین کی چھان پھٹک

کا کام تو راج گرہ، ویسلی اور پاٹلی پترا والی تین کونسلوں میں پہلے بھی ہو چکا تھا۔ لیکن یہ زبانی سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے، لکھے نہ جا سکے۔ جن لوگوں نے انھیں زبانی یاد رکھا ان کے پاس بھی حفظ کرنے کے وہ گر نہ تھے جو ویدوں کو یاد کر لینے والوں کے پاس تھے پانچویں صدی عیسوی تک تحریری کتابیں بہت کمیاب تھیں۔ چنانچہ فاہین جب چین سے یہاں زیارتیں کرنے کیلئے آیا تو اسے "وِنایا پٹاکا" کا نسخہ تلاش کرنے میں بڑی دقت کا سامنا ہوا۔ سیلون میں مُرتّب ہونے والا نسخہ بھی ترامیم اور اضافوں کی زد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ جب ان قوانین کو تحریری شکل دی گئی انھی دِنوں سنہالی پراکرت میں پُرانی تشریحوں کو بھی لکھ لیا گیا تھا۔ پانچویں صدی عیسوی میں بہت بڑے مفکّر بُدھ گھوس نے سیلون ہی میں ان تشریحات میں مزید اضافے اور ترمیمیں کیں۔ لیکن اس وقت یہ شرحیں ناپید ہیں۔

موجودہ صورتحال یہ ہے کہ ستّھ وِراوادِن کا جو پالی ضابطۂ قوانین ہے وہ کتابوں، شرحوں اور دوسرے نیم قانونی ضابطوں سمیت صرف اتنا ہے کہ اس سے عام سائز کی الماری ہی بھر سکتی ہے۔

اس سارے اَدب کے تین حصّے ہیں جنہیں "پٹاکا" یا ٹوکریاں کہا جاتا ہے۔ چونکہ احکام و قوانین ناریل کے لمبے لمبے اور خاص طور پر تیار کردہ پتّوں پہ لکھے جاتے تھے اور ان پتّوں کو ٹوکریوں میں محفوظ کر لیا جاتا تھا اس لئے احکام و قوانین کا نام بھی پٹاکا پڑ گیا۔ ان تین ٹوکریوں کے نام یہ ہیں:

(۱) وِنایا پٹاکا (دستورالعمل) (۲) سُتا پٹاکا (وعظ) (۳) اَبھی دھمّ پٹاکا (مابعدالطبیعات)

وِنایا پٹاکا میں بُدھ سے منسوب بعض فیصلے ہیں جن میں بُدھ مذہب کو آگے چلانے کے اصول و ضوابط وغیرہ درج ہیں۔ ہر ضابطے کے ساتھ اس کا محل موقعہ بھی دیا گیا ہے جس میں بُدھ نے یہ فیصلے کئے۔ اس اعتبار سے وِنایا کے اندر بہت کچھ قدیم رِوایات محفوظ ہو گئی ہیں۔

سب سے بڑی اور زیادہ اہم ٹوکری سُتّا پٹاکا ہے جسے مزید پانچ نِکایا یعنی مجموعوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) **دِگھّہ** یا طویل نکایا۔ اس میں بُدھ سے منسوب لمبے لمبے وعظ ہیں اور وہ حالات بھی درج ہیں جن کے تحت یہ وعظ کہے گئے۔

(۲) **مجھّیما** (درمیانی نکایا) ان میں قدرے چھوٹے وعظ درج ہیں۔

(۳) **انگتّرا** (درجہ بندی کیا گیا نکایا) یہ دو ہزار سے زائد مختصر بیانات کا مجموعہ ہے۔ اور گیارہ

حصّے ان موضوعات کی تعداد کے مطابق ہیں جو ہر بیان کے اندر مذکور ہوتے ہیں مثال کے طور وہ حصّے ان دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے جن سے انسان کو پرہیز کرنا چاہیئے اس تیسرے حصّے میں سوچ، قول اور عمل کی تثلیث پہ بحث کی گئی ہے۔ علیٰ ھٰذا القیاس!

(۴) **سَم یُتّ** (مربوط یا باہم پیوست نکایا) ان میں خاص خاص موضوعات پر مختصر فیصلے ہیں:

(۵) **کُھدَّک** (چھوٹا نکایا) اس میں متفرق موضوعات پر نظم اور نثر میں تالیفات ہیں اور بعض بہت قدیم زمانے کی چیزیں بھی ہیں۔ اس نکایا کو پہلے چار نکایا کے بہت بعد مجموعۂ قوانین میں شامل کیا ہے۔ اس کے مشمولات میں یہ چیزیں ہیں:

- **دُھمّ پدا**: نیکی کے عنوان کے تحت منظومات
- **تھیری کا تھا اور تھیرا کا تھا**: بڑے بڑے راہبوں اور راہبات کے بھجن اور اعلیٰ درجے کی شاعری ہے۔
- **جاتکا**: پانچ سو سے زائد نظموں کا مجموعہ جن میں چھوٹی چھوٹی عوامی کہانیاں اور دوسری حکایت ہیں۔ ابتداءً یہ نظمیں راوی کی زبان سے بیان کئے جانے کے انداز پر لکھی گئی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ بُدھ گھوش نے انکی شرح کی اور کہانیوں کو نثری پیرائے میں بھی لکھ دیا۔ اب یہ بلا استثنیٰ اشعار کے ساتھ شائع کی جاتی ہیں۔ کہانیوں میں سے اکثر غیر مذہبی ہیں اور ان میں کوئی بلند پایہ پیغام بھی نہیں ہے۔ لیکن چونکہ انھیں بُدھ کے ساتھ منسوب کر دیا گیا ہے اس لئے انھیں مقدّس سمجھا جاتا ہے۔ عقیدہ یہ ہے کہ بُدھ کو اپنے سابقہ جنم کے واقعات یاد تھے کیونکہ اُسے بُدھ بن کر آنا تھا۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کہانیاں بُدھ نے خود سنائی ہیں۔ جس کسی کو بُدھ بن کر آنا ہوتا ہے۔ اُسے بودھی ستوا کہتے ہیں۔

  یہ کہانیاں ادب کے اعتبار سے بڑا اُونچا مقام رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ سماجی تاریخ کا نہایت قیمتی ماٰخذ ہیں۔

تیسرا پِٹاکا اَبھی دھرم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بُدھ مَت کے تصورات مابعد الطبیّات اور

نفسیات کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اور اس میں سوائے خصوصی ماہرین کے دوسروں کے لئے دلچسپی کا کوئی مواد نہیں ہے اس کے علاوہ یہ دوسرے پٹاکوں سے یقیناً بعد کا ہے۔

ضوابط اور قوانین کے مجموعات اور شرحوں کے علاوہ کچھ نیم قانونی کتابیں بھی ہیں جن میں سب سے بڑی کتاب کا نام ہے "مینیندر کے سوالات" (ملیندا پالیہا)۔ اس میں یونانی باختر کے بادشاہ اور راہب "ناگ سین" کے درمیان جو بحثیں ہوئیں انکی تفصیلات درج ہیں مکالمہ نگاری اور اندازِ بیان اُدیبانہ ہے بعض لوگ اس کے طرزِ استدلال سے یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ اس کا مصنّف افلاطون کے بارے میں ضرور کچھ نہ کچھ جانتا تھا لیکن ایسی کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔ اس میں منظوم تاریخی واقعات بھی ہیں جو سیلون میں بدھ مت کے فروغ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ان کے اندازِ بیان کی نوعیّت کچھ اور ہے۔ تاہم ان تمام منظومات سے ہمیں سیاسی اور سماجی تاریخ سے متعلق بڑی قیمتی معلومات مل جاتی ہیں۔ سب سے قدیم نظم کا نام "دیپ ومسا" یعنی جزیرے کی تاریخ ہے جو چوتھی صدی عیسوی کی تحریر ہے اس میں ادبی محاسن نہیں ہیں اسکے علاوہ "مہا ومسا" یعنی بڑی تاریخ ہے۔ یہ پانچویں صدی عیسوی کی ایک طویل نظم ہے اس میں بعض قطعات نہایت خوبصورت اور پرجوش ہیں۔

یہ ہے چھوٹی گاڑی کا ادب۔ اگر ان کتابوں کا خلاصہ بیان کیا جائے تو وہ مابعد الطبیعاتی مسائل کی بجائے نفسیاتی مسائل کے گرد گھومتا دکھائی دیگا۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ غم، تکلیفیں، بے اطمینانی اور تمام ناخوشگواریاں جنہیں ایک لفظ "دکھ" کے اندر سمویا جاسکتا ہے، عام زندگی کا لازمہ ہیں۔ ان سے محفوظ رہنے کا صرف ایک ہی طریقہ "ترکِ تشنگی" ہے۔ یعنی ذاتی خواہشات، عزائم، ہوسِ اقتدار، وابستگیاں اور غرضمندیاں سب چھوڑ دینا ہوں گی۔ بدھ مت کی روایتی تعلیم کے مطابق اس تشنگی کا سبب انفرادی تشخّص کا فطری مگر غلط یقین ہے۔ یہ یقین اس خیال سے اُبھرتا ہے کہ ہر زندہ چیز کے اندر کوئی مستقل قسم کا مرکزیہ ہے جسے روح یا اَنا کہتے ہیں۔ اس عقیدے پر بدھ مت کے تمام فرقے شروع سے ہی متفق رہے ہیں تاہم جدید دور کے بعض دانشور اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ ہمیں بدھ نے دیا ہے۔ انکا کہنا ہے کہ بدھ نے انفرادی ذات کو ترک کر دینے کی تعلیم روزمرہ زندگی کی صرف نچلی سطح کے لئے دی ہے کیونکہ وہ خود ایک اَبدی روح کے وجود کا قائل تھا

اگر بُدھ کی زندگی کے واقعات پر، جو حکایت کی صُورت میں ہمارے سامنے ہیں، اعتماد کیا جائے تو جو علم بُدھ کو شجرِ حکمت کے نیچے بیٹھ کر حاصل ہوا تھا وہ واقعی اوریجنل تھا اور اُپنشدوں کے مصنّفین کے بھجنوں کی بازگشت نہیں تھا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اہمیّت پہلے بعض اور موضوعات کو حاصل تھی اب اسے کچھ اور موضوعات کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے۔

بُدھ کے اوریجنل عقائد خواہ کچھ بھی ہوں اس بات میں کوئی کلام نہیں ہے کہ بُدھ مت کی بنیادی تعلیمات کا لُبِ لُباب "قانون کے پہیئے کے گھومنے" والے وعظ (دھمّ چکّ پَوَتّن سُتّا) میں شامل ہے۔ بُدھ نے یہ وعظ بنارس میں اپنے پہلے مریدوں کو دیا تھا۔ اسی وعظ میں چار اعلیٰ صداقتیں اور آٹھ اعلیٰ راستے محفوظ ہیں۔ انہیں بُدھ مت کے تمام فرقے بُنیادی اُصولوں کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے :

> میں نے اس طرح سنا ہے کہ ایک دفعہ مرشد بنارس میں "اِسّی پَتنَ" کے نام سے منسوب ہرن باغ میں مقیم تھے، وہاں مرشد نے پانچ راہبوں کو اس طرح خطاب کیا : راستے کے دو کنارے ہیں جن پر راہ گیر کو نہیں چلنا چاہیئے۔ یہ دو کنارے کون سے ہیں؟ خواہشات کی پیروی اور مسرّتوں کی چاہت جو خواہشات ہی سے پھُوٹتی ہے، ارذل ہے، عامیانہ ہے، دوبارہ پیدائشوں کی طرف لے جانے والی ہے، غیر شریفانہ اور بے فائدہ ہے۔
>
> دوسرا کنارہ خود عائد کردہ اذیّتیں سہنے اور سختیاں جھیلنے والی رَوِش ہے، جو المناک ہے، غیر شریفانہ اور بے فائدہ ہے۔ تتھاگتَ کا (یعنی وہ جو روشنی حاصل کر چکا ہے، بُدھ) کا راستہ درمیانی راستہ ہے۔ یعنی ان دونوں کناروں سے بچ کر بیچوں بیچ چلنے کا راستہ۔ یہ راستہ اتنا منوّر ہے کہ اس سے صاف اور واضح نظر آجاتا ہے۔ اس سے

دانائی حاصل ہوتی ہے۔ یہ راستہ امن، بصیرت
حکمتِ تامّہ اور نِروان کی طرف لے جاتا ہے
یہ درمیانی راستہ آٹھ اعلیٰ نکات کا راستہ ہے
اور آٹھ اعلیٰ نکات یہ ہیں:

**صحیح نظریات، صحیح عزم، صحیح گفتار، صحیح
رویّہ اور چلن، صحیح وجۂ معاش، صحیح سعی و عمل
صحیح یادداشت اور صحیح تفکّر و تدبُّر!**

یہ ہے درمیانی راستہ۔ اب تمہیں بتاتا ہوں غم کی
اعلیٰ صداقتیں:

پیدائش غم ہے، عُمر غم ہے، بیماری غم ہے، موت غم
ہے۔ ناخوشگوار کے ساتھ رابطہ غم ہے، خوشگوار سے
جُدائی غم ہے، وہ خواہش جو پُوری نہ ہو غم ہے ——
انفرادیت اور ذاتی تشخص کے پانچوں اجزا غم ہیں۔

اور اب سنو غم کے اُبھرنے کی اعلیٰ صداقت کو۔ غم اُبھرتا ہے
تشنگی سے اور یہ تشنگی دوبارہ پیدائشوں کی طرف لے جاتی ہے
اس سے نشاط و سرور ملتا ہے اور پھر یہ ڈھونڈتی رہتی ہے
اور زیادہ مسرّتوں کو۔ کبھی یہاں، کبھی وہاں —— تشنگی ختم
نہیں ہوتی نفسانی لذائذ کی۔ طویل عمر کی اور ہوسِ اقتدار کی!

اور اب سنو غم کو روک لینے کی اعلیٰ صداقت۔
یہ ہے تشنگی کو مکمل طور پر روک دینا، یہاں تک کہ کوئی جذبہ باقی
نہ رہے تشنگی ختم ہو جائیگی —— اسے ترک کر دینے
سے، اس کے پنجے سے آزاد ہو کر اُبھر آنے سے، اس سے
مکمل رہائی حاصل کر لینے سے، اسے کہیں بھی کوئی جگہ نہ دینے

سے !
اور اب سنو غم کو روکنے کے طریقے کی سعادت سنو۔
یہ ہے آٹھ نکات کا اعلیٰ راستہ۔ یعنی :

"صحیح نظریات۔ صحیح عزم۔ صحیح گفتار۔ صحیح رویّہ اور چلن ۔ صحیح معاش، صحیح سعی وعمل۔ صحیح یادداشت اور صحیح فکر و تدبّر۔"

غم عام زندگی کا لازمی جزو ہے۔ اس کا سبب انفرادی خواہشات کی تسکین تلاش کرتے رہنے کی تڑپ ہے اور یہ صرف اس طرح رک سکتا ہے کہ انفرادی خواہشات کو روک لیا جائے۔ اور یہ صرف اس طرح ممکن ہے کہ ذاتی خواہش اور ذاتی مسرّتوں کے راستے اور ترکِ لذائذ کے انتہائی اقدامات کے درمیان والے راستے یعنی اعتدال کے راستے کو اختیار کر لیا جائے اور ضبطِ نفس کے ساتھ اعلیٰ اخلاق والی زندگی اختیار کر لی جائے۔

یہ بہت ہی سادہ سا اصول تھا مگر بدھ مت کے دانشوروں کی اصطلاحات اور قانونی و ادبی زبان کی تشبیہات اور استعاروں میں اُلجھ کر رہ گیا۔ اس الجھاؤ سے اس سادہ سے اصول کی کئی صورتیں بن گئیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور صورت کا نام ہے "پتِکّا سُمُپّادا" یعنی منحصر ابتدا کا سلسلہ اس میں بارہ اصطلاحات ہیں۔ پالی کتابوں میں کئی مرتبہ انھیں دہرایا گیا ہے اور پھر ان کی بار بار شرحیں جدید اور قدیم دونوں دانشوروں نے لکھی ہیں۔ شاید اصل بات کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ بہرحال ایک دوسرے پر انحصار رکھنے والی بارہ برائیاں یہ ہیں :

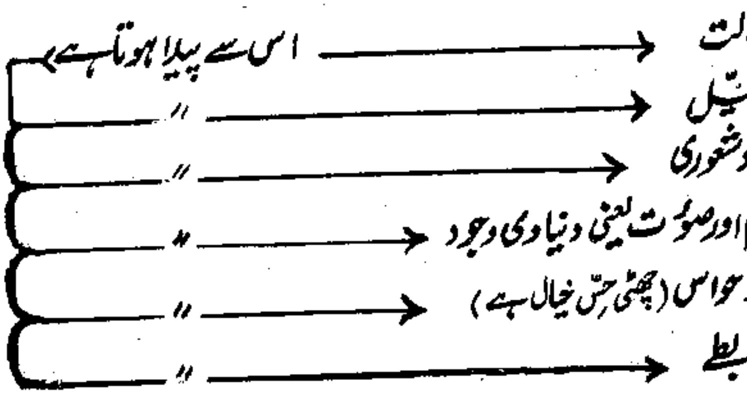
۱۔ جہالت
اس سے پیدا ہوتا ہے
۲۔ تخیّل
"
۳۔ خود شعوری
"
۴۔ نام اور صورت یعنی دنیادی وجود
"
۵۔ چھ حواس (چھٹی حِسّ خیال ہے)
"
۶۔ رابطے
"

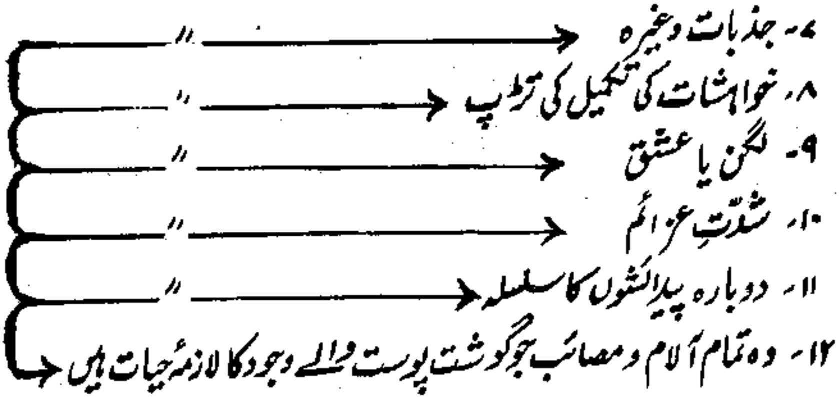

۷۔ جذبات وغیرہ
۸۔ خواہشات کی تکمیل کی تڑپ
۹۔ لگن یا عشق
۱۰۔ شدّتِ عزائم
۱۱۔ دوبارہ پیدائشوں کا سلسلہ
۱۲۔ وہ تمام آلام و مصائب جو گوشت پوست والے وجود کا لازمۂ حیات ہیں

اس بارہ نکاتی عقیدے کی اندرونی تشکیل کے عناصر مفقود ہیں۔ مثلاً ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جہالت سے تخیّل تک پہنچنے کے لئے انسان کو کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے یا پھر تخیّل سے ابھرنے والے وہ تشکیلی عناصر کیا ہیں جو خود شعوری کی صورتگری کرتے ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس۔ لیکن ان سے یہ ضرور ثابت ہے کہ بدھ کے پہلے وعظ کے اندر جس تشنگی کا اظہار کیا گیا تھا وہی انسانی زندگی کے آلام و مصائب کی تہ میں فعّال و کارفرما ہے اور یہ بہرطور جہالت ہی کا نتیجہ ہے۔ تاہم جہالت کیا ہے؟ اسکی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ یہ نظامِ کائنات اور اصولِ تکوین سے عدم واقفیت ہے جو انانیت کے فریب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ جہالت کا پہلا تعلّق کائنات کی فطری بنیاد سے ہے جس کی تین نمایاں خصوصیات یہ ہیں کہ :

(۱) یہ دکھوں سے بھری ہوتی ہے
(۲) یہ ناپائیدار (اَنِکّا) ہے
(۳) یہ بے رُوح (اَنَتّ) ہے۔

پہلی خصوصیات کے بارے میں 'کہ کائنات دکھوں سے بھری ہوئی ہے' بدھ مت والوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ دنیا میں کوئی خوشی ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ زندگی کے ہر شعبے میں غم کا عنصر کسی نہ کسی شکل میں ناگزیر حد تک موجود رہتا ہے۔ بدھ سے یہ جملہ بھی منسوب ہے کہ جس طرح سمندر کا ایک ہی ذائقہ ہے یعنی نمکین ذائقہ اسی طرح میرے اصول و عقائد کا بھی صرف ایک ہی ذائقہ ہے اور وہ ہے غم و اندوہ سے نجات کا ذائقہ!" عام سطح کے وجود میں غم سے کوئی مفر نہیں ہے۔

دوسری خصوصیّت کہ دُنیا ناپائیدار ہے اور اس کا کوئی مستقل وجود نہیں ہے تو اس سلسلے میں بُدھ مَت اور چند دوسرے فلسفیوں کے خیالات میں بہت کچھ اشتراک ہے۔ ہر شخص یا چیز جو بظاہر قائم و ہموار و یکساں نظر آتی ہے درحقیقت عارضی، ناپائیدار اور مرکّب ہے۔ آدمی اپنے بارے خیال کرتے ہیں کہ وہ منفرد وجود اور اَبدی ہے، حالانکہ یہ پانچ "طبعی۔ روحانی" عناصر سے مل کر بنا ہے جو یہ ہیں:

۱۔ جسم۔ ۲۔ جذبات اور احساسات۔ ۳۔ تصوّرات و مدرکات۔ ۴۔ قلبی کیفیات و واردات اور ۵۔ وقوف۔ یہ پانچوں عناصر لمحہ بہ لمحہ بدلتے رہتے ہیں اور انکی کوئی مستقل اساس نہیں ہے آج کا بوڑھا آدمی ہرگز وہ نہیں ہے جو ستر سال پہلے بچے کی صورت میں تھا۔ اسی طرح وہ اس شخص سے بھی مختلف ہے جو وہ جوانی میں تھا، بلکہ ایک لمحہ پہلے تھا۔ ہر لمحے پہلا آدمی غائب ہوجاتا ہے اور اسکی بجائے دوسرا نیا آدمی موجود ہوجاتا ہے۔ اور اس نئے آدمی کے وجود کا قائل نہیں ہے بلکہ وجود میں آنے کا سبب غائب ہوجانے والا پہلا آدمی بنتا ہے۔ بدھ مت کسی وجود کا قائل نہیں ہے بلکہ وجود میں آتے رہنے کا قائل ہے۔ ہر چیز اپنے حالات اور واقعات کے تحت لمحاتی صورتگری میں ڈھلتی رہتی ہے کائنات مسلسل تغیّر میں رہتا ہے۔ لہٰذا قیام و ثبات کے تمام تصوّرات بُنیادی جہالت کا نتیجہ ہیں اور اسی کی وجہ سے غم و اندوہ کے چشمے پھوٹتے رہتے ہیں۔

تیسری خصوصیّت یہ ہے کہ ساری کائنات بغیر کسی غیرفانی رُوح کے ہے۔ تناسخ اَرواح کے عقیدے میں بھی بدھ مَت کے مطابق روحیں ایک زندگی سے دوسری زندگی میں منتقل نہیں ہوتیں بلکہ سابقہ واقعات کی زنجیر کی کڑی کی صورت میں ایک نئی زندگی اُبھرتی ہے۔ دیوتا بھی رُوح کے بغیر ہیں اور اُپنشدوں میں جس رُوحِ کائنات کا ذکر ہے وہ بھی محض فریبِ خیال ہے۔

یہ تھا "چھوٹی گاڑی" والا بدھ فرقہ اور اس کا مذہب۔ یہ ایک ایسا مذہب تھا جس میں روحوں کا بھی کوئی وجود نہیں ہے اور دیوتاؤں کے لئے بھی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ بدھ مت کے اساتذہ میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوسکی کہ وہ دیوتاؤں کے انکار کا کھلم کھلا اعلان کرتے انھوں نے دیوتاؤں کو ایسا وجود سمجھ لیا جو نہ تو کسی صورت میں فوق الفطرت ہیں اور نہ انسانوں سے مختلف ہیں۔ سوائے البتہ اس فرق کے کہ ان کے پاس مسرّتیں اور قوّتیں بہت زیادہ اور وسیع

ہیں۔ بدھ مت کا سچا پیروکار جب نجات کی تلاش میں مصروف سعی وعمل ہوتا ہے تو وہ ان دیوتاؤں کو نظر انداز کر دیتا ہے کیونکہ یہ نہ تو اسے کوئی مدد دے سکتے ہیں اور نہ اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ اگر سچا پیروکار بدھ کے تبلائے ہوئے درمیانی راستے پر چلے گا تو یہ دیوتا بھی، جو کچھ مدد دہ دے سکتے ہیں، دیں گے۔

بدھ مت نے تناسخِ ارواح کے عقیدے کو اپنے زمانے کے مروّجہ عقائد سے لے لیا تھا۔ لیکن مذکورہ بالا قضیات کی روشنی میں اس کی تشریح محال ہے۔ اگر ایک زندگی سے دوسری زندگی کی طرف کچھ بھی منتقل نہیں ہوتا تو وجود میں آنے والی نئی ہستی کو، ہم اس پرانی ہستی سے جو مر گئی ہے، اور جس کے اعمال نے اسے موجودہ سطح پر پہنچایا ہے، کسی طرح باہم جوڑ نہیں سکتے۔ جب ان کا آپس کا کوئی مشترک واسطہ نہ رہا تو نئے وجود میں آنے والی ہستی پرانی ہستی کے اعمال کا خمیازہ کیوں بھگتے۔ یہ اعتراض بدھ مت کے مخالفین نے اٹھایا تو اس کا جواب اس طرح گول مول کر دیا گیا کہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی مشعل کا شعلہ دوسری مشعل کو جلا کر خود بجھ جاتا ہے یہ جواب اس وجہ سے پھسپھسا ہے کہ شعلہ تو منتقل ہوا ناں! پھر کیسے یہ کہا جا سکتا ہے کہ پرانے وجود نے اپنی کوئی چیز نئے وجود کو منتقل نہیں۔ اس جواب کو زیادہ تسلی بخش نہ پا کر ایک اور مثال یہ پیش کی گئی کہ بوڑھا آدمی آج نہیں ہے جو وہ جوانی میں تھا اگر جوانی کی بے راہ روئیوں کا خمیازہ بھگت رہا ہے تو پھر ایک شخص اپنے پیش رو شخص کے اعمال کا نتیجہ بھی بھگت سکتا ہے کیونکہ یہ دونوں اسباب و علل کے قانون کی زنجیر کی کڑیاں ہیں جو موجودہ شخص کے وجود تک آ پہنچی ہیں۔ فرد اور شخص وغیرہ کی اِصطلاحات بھی علیحدہ علیحدہ لمحاتی واقعات کی محض تفہیم کی آسانی کیلئے، چند علامات ہیں۔ اور یہ لمحاتی واقعات غیر معیّنہ میعاد تک جاری رہتے ہیں۔ یہ اسی طرح سے ہے جیسے لکڑی اور دھات کے چند ٹکڑوں کے مجموعے کو آسانی کے لئے ہم رتھ کی علامت دے دیتے ہیں۔

ستھ ورا وادن بدھ مت میں اگر کوئی چیز قائم اور ثابت تھی تو وہ "نروان" کے نام سے موسوم تھی۔ یہ وہ مقامِ مسرّت و انبساط ہے جہاں بدھ اور ارہنت (کاملین) پہنچتے ہیں۔ نروان کے بارے میں بھی عام طور پر یہی سمجھا جاتا رہا ہے کہ یہ مکمّل طور پر فنا ہو جانے کا نام

ہے۔ تاہم ذیل کے بیان سے جو بُدھ سے منسوب ہے نِروان کے یہ معنے نہیں ہیں:

> "میں نے یہ نہیں کہا کہ اَرہنت موت کے بعد بھی
> موجود رہتا ہے اور میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ وہ
> موجود نہیں رہتا ...... کیونکہ ...... یہ اخلاقی
> طور پہ فائدہ مند نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کوئی
> اعلیٰ حکمت حاصل ہوتی ہے۔"

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نِروان کے بارے میں یہ یقین کیا جاتا تھا کہ یہ تو نہ موجود ہونا ہے اور نہ ہی مکمل فنا ہو جانا ہے۔ اگر ساری کائنات متغیّر ہے اور نِروان سکون اور قیام و ثبات کا مقام ہے تو اس سے بھی بُدھ مَت کے فلسفے میں تضاد پیدا نہیں ہوتا کیونکہ نِروان کو کائنات سے باہر بتایا گیا ہے یعنی کائنات نِروان کے نیچے ہے اس لئے اس کا حصّہ ہے۔

یہ تصوّر اُپنشدوں کے "رُوحِ کائنات" والے تصوّر سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ وہاں بھی اس کا معنیٰ مکمّل طور پہ فنا ہو جانا نہیں تھا بلکہ بڑی رنگین عبارت میں اسکی وضاحت اس طرح کی گئی تھی کہ یہ ایک عظیم الشان شہر ہے، بے داغ، بے لوث، خالص اور بے رنگ، جہاں کوئی بڑھاپا نہیں موت نہیں۔ جو محفوظ ہے، پُرسکون ہے اور پُرمسرّت ہے۔" لیکن یہ کہاں واقع ہے تو اس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس کا کوئی خاص محلِ وقوع نہیں ہے بلکہ اسے کہیں بھی حاصل کیا جا سکتا ہے اور کسی وقت بھی حاصل کیا جا سکتا ہے بلکہ یہاں تک کہ گوشت پوست کے اندرہ کر بھی نِروان کا حصول ممکن ہے۔ جس انسان کو یہ مل جاتا ہے وہ اُسے کھو نہیں سکتا اور جب وہ مر جائیگا تو نِروان کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ موت سے پہلے کا نِروان اس کا "پری نِروان" یعنی آخری چھٹ جانا ہوگا کیونکہ اس کے بعد پیدائشوں اور موتوں کا چکر ختم ہو جائے گا۔

یہ جتنے بھی اصول وعقائد اُوپر بیان کئے گئے ہیں یہ سب "چھوٹی گاڑی" والے سَتھَوِراوادِن فرقے کے ہیں۔ اس وقت بُدھ مَت کی مذکورہ شاخ کا یہی فرقہ زندہ ہے اور سیلون، برما، سیام کمبوچیا اور لاؤس میں چھایا ہے۔ "چھوٹی گاڑی" کے دوسرے فرقے معدوم ہو چکے ہیں۔ کبھی یہ برِّصغیر میں ستھوِراوادِن سے بھی زیادہ مقبول تھے۔ ان میں سب سے بڑے فرقے کا نام —

"سَرواستی وادِن" تھا (یعنی وہ جو کہتے ہیں کہ ہر چیز وجود رکھتی ہے) ان کے ہاں بھی اصول وقواعد کا ایک مجموعہ تھا۔ اس فرقے کا ستھوِرا وادِن فرقے سے اختلاف اس بات میں تھا کہ نظامِ کائنات کے عناصرِ ترکیبی تمام کے تمام عارضی نہیں ہیں بلکہ ہر چیز کی سرشت یا قانونِ تخلیق کی صورت میں ہمیشہ سے موجود ہیں۔

اس فرقے کے بعد دوسرا اہم فرقہ سَوتران تِکا کہلاتا تھا۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بیرونی دنیا سے متعلق ہمارا علم صرف امکانی استنباط کہا جا سکتا ہے۔ اس فرقے کے لوگ "بڑی گاڑی" کے بعض مکاتبِ فکر کی ثنالیت کے زیادہ قریب تھے۔

چوتھا فرقہ ایک اور بھی تھا جسے سَمِتّیا کہا جاتا تھا۔ یہ فرقہ کائنات کے "بغیر روح" ہونے کے خلاف تھا اور اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ پدگلَ یا شخص کے اندر روح کی قسم کی کوئی نہ کوئی چیز ضرور موجود ہوتی ہے جو ایک زندگی سے دوسری زندگی کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے۔

بدھ مَت کے ان ابتدائی فرقوں نے ہندو فلسفے کے ارتقار کو تصوّف کے ظن وتخمین سے الگ کرکے بہت آگے بڑھایا ہے:

بدھ نے دنیا کی ابتداء اور انتہا کے بارے میں خیالی گھوڑے دوڑاتے رہنے سے منع کیا ہے۔ "چھوٹی گاڑی" کے بدھ دانشوروں نے نظامِ تکوین کے بارے میں ایک مفروضہ قائم کر لیا تھا جس کی بنیاد زیادہ تر اس وقت کے مروّجہ ہندو خیالات پر رکھی گئی تھی۔ اس میں اہم نکتہ یہ تھا کہ دنیا کسی خالق کی مداخلت کے بغیر جاری وساری ہے۔ ہندوؤں کے تمام تکوینی مفروضات میں جو مشترک بات ہے وہ یہ ہے کہ کائنات ایک دائرے کے اندر متحرک اور فعّال رہتی ہے اور یہ ارتقار کا عمل طے کرنے کے بعد زوال پذیر ہو جاتی ہے تاکہ دوبارہ پھر ارتقار کی طرف بڑھ سکے اور نقطۂ عروج پر پہنچ کر پھر زوال پذیر ہو جائے۔ اس دائروی عمل کے چار بڑے ادوار ہیں۔ پہلے دور میں آدمی زوال پاتا ہے اور آخر میں بلند ترین آسمان کے سوا ہر چیز تباہ اور فنا ہو جاتی ہے۔ نیک لوگ اس آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں اور بدکار دوسری کائناتوں کی دوزخوں میں چلے جاتے ہیں۔ یہ کائناتیں ابھی مختلف ادوار میں سے گزر رہی ہوتی ہیں۔ دوسرا دَور سکون اور بے حرکتی کا دور ہے۔ تیسرے دور میں ارتقائی عمل پھر شروع ہو جاتا ہے۔

بلند ترین آسمان کے نیک "کرم" مائل بہ انحطاط ہو جاتے ہیں اور ایک چھوٹے درجے کا آسمان جسے دُنیائے سُور کہنا چاہیئے اُبھر آتا ہے۔ پھر ایک عظیم ہستی بلند ترین آسمان میں مر جاتی ہے اور اس چھوٹے آسمان یا دنیائے صوَر میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ہستی برہم ہے۔ چونکہ برہم کے سوا اس دنیائے صُوَر میں اور کوئی چیز نہیں ہوتی اس لئے برہم اپنے آپ کو "تن تنہا" پاتی ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اور ہستیاں بھی بلند ترین آسمان سے اُتر کر اس کے پیچھے پیچھے اس نچلے آسمان پر آجاتی ہیں۔ چونکہ برہما دنیائے صُوَر میں سب سے پہلے پیدا ہُوا تھا اور ان نئے پیدا ہونے والوں کی آمد بھی اسکی خواہش کے مطابق ہے اس لئے یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ یہ دیوتاؤں کا بھی خالق ہے اور ساری دنیا کا بھی خالق ہے۔ حالانکہ دنیا تکوینی قانون کے تحت وجود میں آئی ہے اسی دوران زمین اور دوسری چیزیں بھی نشو و نما پا لیتی ہیں۔ اولیّن انسان پریوں کی طرح کی مخلوق ہوتے ہیں لیکن آہستہ آہستہ یہ گھٹنا شروع ہو جاتے ہیں اور بالآخر زمین سے پیوست ہو جاتے ہیں۔ چوتھا دور تسلسل کا دور ہے جس کی نمایاں خصوصیت عروج و زوال کا ایک باقاعدہ نظام ہے جس میں ایک بڑے دائرے کے اندر اور چھوٹے چھوٹے دائرے بنتے رہتے ہیں اور یہ عمل ابد تک جاری رہتا ہے اور بار بار دہرایا جاتا ہے۔ تاہم کوئی بڑا دائرہ اگلے آنے والے سے ہو بہو نہیں ملتا۔ کئی دائرے بُدھ والے ہوتے ہیں اور کئی خالی ہوتے ہیں۔ اس وقت جس دائرے میں ہم زندہ ہیں وہ خوش قسمتی سے بُدھ والا دائرہ ہے۔ اس میں چار بُدھ ۱۔ کرکوچھند۔ ۲۔ کنک منی۔ ۳۔ کاشِ وَپا اور ۴۔ ساکیا منی تو آچکے ہیں، پانچویں بُدھ میتریا کو ابھی آنا ہے۔

اب "بڑی گاڑی" والے مکتبِ فکر کی بات بھی سن لیجئے۔ اس مکتبِ فکر کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اسے جاننے کے لئے ہمیں بُدھ مت کی ابتدائی تعلیمات کا پھر سے جائزہ لینا ہوگا۔ پالی زبان کی مقدس کتابوں میں یہ دعویٰ کہیں نہیں گیا کہ بدھ کسی بھی اعتبار سے فوق الفطرت تھا۔ اس نے اعلیٰ اور ارفع بصیرت اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کی۔ اس کے لئے اُسے بہت سی پیدائشوں کے چکر میں سے گزرنا پڑا تھا پھر وہ کئی زمانوں تک اس کے لئے جدّوجُہد کرتا رہا تھا۔ تاہم اسکی پیدائش، اس کے سینے کا منوّر ہو جانا، اور اسکی موت، تینوں بڑی اہمیت

والے تکوینی واقعات ہیں۔ بدھ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ زمین اور آسمان کے چھوٹے چھوٹے بہت سے دیوتا تو کیا خود برہما اور شکرا (اندرا) جیسے طاقتور دیوتا بھی اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بدھ نے کہا تھا کہ جو کوئی مجھ پر ایمان لائے گا اور مجھ سے محبت کرے گا اسکی اگلی پیدائش یقیناً بہشت میں ہوگی۔ یہ خوشخبری، جو اشوک کے کتبات میں درج ہے عام آدمی کے لئے "نِروانَ" جیسی ناقابلِ بیان اور مشکل الحصول کیفیت کی نسبت زیادہ قابلِ فہم اور پسندیدہ ہے۔

جب بدھ فوت ہو گیا تو، روایت پسند نظریے کے مطابق، اس کے وجود کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ روشنی حاصل ہونے کے وقت جو نِروان اُسے حاصل ہو گیا تھا اب وہ آخری بار اسی کے اندر جذب ہو چکا تھا۔ یعنی بحیثیت فرد اسکی ہستی ختم ہو گئی تھی اور وہ دنیا پر بھی کسی صورت اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ مرتے وقت اُس نے اپنے پیروکاروں سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد رہنمائی لینے کے لئے صرف میرے بتائے ہوئے اصول و قواعد پہ انحصار اور اعتماد رکھنا لیکن ہوا یہ کہ بدھ کی وفات کے فوراً بعد اس کے پیروکاروں نے تین جواہر پیدا کر لئے جو آج بدھ مت کے بنیادی اصولوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ تین جواہر یہ ہیں:

(۱) میں پناہ لینے بدھ کے پاس جاتا ہوں۔

(۲) میں پناہ لینے دھرم (بدھ کے عطا کردہ قوانین و عقائد) کے پاس جاتا ہوں۔

(۳) میں پناہ لینے سنگھ (بدھ کی تیار کردہ جماعت) کے پاس جاتا ہوں۔

پہلے جوہر سے ایک مفہوم یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ میں اسکی تعلیمات کو اپنی پناہ گاہ سمجھتا ہوں اور دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بدھ کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے اور اپنے پیروکاروں کی مدد کر سکتا ہوں۔

بدھ نے شاید یہ تعلیم لوگوں کو خود دی تھی کہ اس سے پہلے جتنے بدھ آچکے ہیں وہ اس سلسلے کی آخری کڑی ہے۔ سابقہ بدھاؤں کی تحریم و تکریم اسی تاریخی بدھ کی زندگی کے دوران بھی کی جاتی تھی۔ بلکہ موریا کے زمانے تک ان کے طور طریقے دور دراز تک پھیلے ہوتے تھے اور اشوک نے بھی اُنکی سرپرستی کی۔ روایت پرست فرقے "ستھَوِرا وادِن" نے تو

پچیس بُدھ شمار کر ڈالے جبکہ بُدھ سے ذرا کمتر ہستیوں "پرَت ییکا بُدھ" کا تو کوئی شمار ہی نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صداقت کو از خود پالیا لیکن جنہوں نے باقی لوگوں کو اپنی تعلیمات سے مستفیض نہیں کیا۔

پہلی اور دوسری عیسوی صدی کے دوران بھارہٹ اور سانچی کے سٹو پاؤں پر جو نقوش کندہ کئے گئے ہیں ان میں بُدھ کی چھوڑی ہوئی بعض نشانیوں کی پُوجا کرتے ہوئے کئی جمگھٹوں کو دکھایا گیا ہے پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد سنگتراشوں نے خود بُدھ کی مورتیاں بنانا شروع کر دیں اور چند پشتوں کے اندر ہی بدھ مت کے تمام فرقوں نے ان مورتیوں کو پوجنا شروع کر دیا اب بدھ مت اپنے ماحول کے ساتھ چل پڑا تھا۔ ہوتے ہوتے ان مورتیوں کو بُدھ مت کی خانقاہوں میں جگہ مل گئی تو خانقاہیں، مندروں میں بدل گئیں اور بُدھ کی مورتیوں پر پھول، خوشبوئیں، جھولتی ہوئی شمعیں اور وہی عجز و نیاز کی نشستیں جو ہندو دیوتاؤں کے لئے مخصوص تھیں اب بُدھ دیوتا کی مورتی کے لوازمات پرستش بن گئیں۔

زرتشت کے عقائد نے مشرق اور مغرب کے اکثر مذاہب کو بڑی شدّت کے ساتھ متاثر کیا ہے ان میں سے ایک عقیدہ "سیاؤ شانت" کا بھی ہے جس کا مطلب ہے کہ دنیا کے خاتمے پر ایک نجات دہندہ آئیگا جو نیکی اور روشنی کے عساکر کو بدی اور ظلمت کی قوتوں کے خلاف منظّم اور صف آرا کریگا شمال مغرب سے آنیوالے حملہ آوروں نے بدھ مت اور زرتشت کے عقیدتمندوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا تو بدھ مت کے اندر "سیاؤ شانت" کا عقیدہ بھی داخل ہو گیا۔ اب عقیدہ یہ ہو گیا کہ چونکہ بدھ سے پہلے بھی بدھ آچکے ہیں اس لئے تاریخی بدھ کے بعد بھی بدھ آئیں گے چنانچہ سنِ عیسوی کے ابتدا میں جو مینندر کے سوالات والا زمانہ ہے، ایک آنے والا "میتریا" نامی بدھ کا عقیدہ بدھ مت کے تمام فرقوں میں راسخ ہو چکا تھا۔

بدھ جا چکا ہے اور میتریا کو ابھی آنا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ ان دونوں کا زمانی بعد کتنے ہزار سال کا ہوگا۔ کیا اس طویل عرصے کیلئے دنیا فلاح دہندہ ہستیوں سے خالی رہے گی؟ میتریا کے عقیدہ سے ضمناً ایک اور عقیدہ پیدا ہو گیا جس کی وضاحت ضروری ہے۔ یہ "بودھی ستوا" کا عقیدہ ہے۔ بدھ مت کے قدیم اعتقادات کی رُو سے بُدھ نے تناسخ کے طویل اور متعدد

مراحل سے گزر کر اور بُدھ کی صورت میں اپنی آخری پیدائش سے پہلے عوامی فلاح و بہبود اور مہربانی و رحمدلی کے بیشمار کارنامے سرانجام دیئے تھے۔ اس کے یہ افعال "بودھی ستوا" کی حیثیت سے ہیں۔ چونکہ میتریا اور بہت سے دوسرے بُدھاؤں کو بھی آنا ہے اس لئے موجودہ وقت میں دنیا کے اندر ضرور بودھی ستوا موجود ہیں جو زندہ مخلوق کی فلاح و بہبود کیلئے مسلسل کام کر رہے ہیں۔ جاتک کہانیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بودھی ستوا آدمی کی صورت میں اوتار بن کر بھی آ سکتے ہیں اکسی حیوان کی شکل بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ تاہم جو بہت زیادہ ترقی یافتہ بودھی ستوا ہیں انکی پوجا بھی کی جا سکتی ہے کیونکہ وہ ضرور آسمانوں میں رہنے والے دیوتا ہوں گے۔ اُن سے مرادیں بھی مانگی جا سکتی ہیں کیونکہ دعاؤں کا قبول کرنا اُنکے مقصدِ وجود کا ایک حصّہ ہے۔ بودھی ستوا کے اس عقیدے نے، جو بُدھ مت کے قدیم عقائد کی بنیاد پر ہی آگے بڑھا تھا، آسمانوں کو بودھی ستوا نامی ہستیوں سے بھر دیا اور نیکی کی ان طاقتور ہستیوں نے بدھ مت کو ایک نئی دیو مالا عطا کر دی۔ پھر اسی سے مہایان یعنی "بڑی گاڑی" والا مکتبِ فکر تشکیل پا کر معرضِ وجود میں آ گیا۔

"بڑی گاڑی" والے مکتبِ فکر کی رُو سے بودھی ستوا بہت سی زندگیوں کے دوران نیکی اور دانائی کے کام سرانجام دیتا ہے تاکہ وہ بُدھ بن سکے۔ عام معتقدین کو اسکی مثال کی پیروی کرنے کی تلقین کی جاتی ہے تاکہ جلدی سے نِروان حاصل ہو۔ چونکہ بودھی ستوا بے حد رحمدلی اور سخاوت کرنے والی ہستی ہے اس لئے اگر کوئی شخص تناسخ کے چکر میں پھنسا ہوا ہے تو اُسے یوں مصیبت میں مبتلا چھوڑ کر بودھی ستوا نِروان داخل نہیں ہوگا کیونکہ وہاں پہنچ کر یہ اہلِ دنیا کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ پس اس کا منطقی نتیجہ اس مزید عقیدے کی صورت میں سامنے آیا کہ بودھی ستوا اس وقت تک بُدھ نہیں بن سکتا جب تک کسی چھوٹے سے کیڑے تک کی مخلوق کو ارتقاء میں اپنی آخری منزل حاصل نہیں ہو جاتی۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے طویل زمانے درکار ہیں۔

وہ جو "ارہنت" کے بارے میں پرانا عقیدہ تھا کہ یہ نِروان کی دہلیز تک پہنچا ہوا، پیدائش کے چکروں سے آزاد ہو جانے والا کامل شخص ہوتا ہے تو بودھی ستوا کے عقیدے کی رُو سے اسے بھی ناقص تصوّر کر لیا گیا۔ کہا گیا ہے کہ ارہنت خود غرض ہے کیونکہ صرف اپنا نِروان چاہتا ہے جبکہ بودھی ستوا بننے کے سعی و عمل میں جتنا کوئی روحانی ارتقاء کی طرف بڑھتا جائے وہ اپنے

اس ارتقا کی قوت کو دوسری زندہ مخلوقات کی مدد اور معاونت میں صَرف کرے تاکہ وہ بھی اپنی تکمیل کی منزل تک پہنچ سکے۔ روحانی قوّت کا ایک شخص سے دوسرے شخص کے اندر پہنچ جانے کا یہ عقیدہ پہلی بار سامنے آیا تو "بڑی گاڑی" والے مکتبِ فکر کی تعلیمات کی خصوصیّت بن گیا "چھوٹی گاڑی" والے مکتبِ فکر میں یہ تھا کہ انسان دوسروں کی مدد صرف نصیحت دے کر یا مِثال پیش کر کے کر سکتا ہے۔ ہر شخص اپنی شمع آپ بنکر اپنی رہنمائی کرے اور ذاتی نجات کے لئے کوشاں رہے۔ لیکن اب یہ جو انتقالِ روحانیت کا خیال ابھرا تو یہ دُور دُور تک پھیل گیا بلکہ "چھوٹی گاڑی" والے مکتبِ فکر تک بھی جا پہنچا۔ برّصغیر کے طول وعرض میں بکھرے ہوئے کتبات میں ایسے جملے بکثرت ملتے ہیں جن میں عطیات دینے والوں کے ماں باپ کے علاوہ تمام زندہ مخلوق کی فلاح وبہبود دعائیں مانگی گئی ہیں۔

اب بودھی سَتّوا صرف رحم وکرم عطا کرنے والا "غیر جسمانی وجود" ہی نہیں تھا بلکہ لوگوں کے دکھ درد میں برابر کا شریک رہنے والا "شخص" بھی تھا۔ بودھی ستوا کے منہ سے اَدا کرائے گئے یہ الفاظ ایک سے زیادہ حوالوں میں ملتے ہیں :

> "میں اپنے اُوپر لیتا ہوں .... تمام لوگوں کے اعمال کی ذمہ داری۔ یعنی اُن کی بھی جو دوزخوں میں ہیں، یا دوسری دنیاؤں میں ہیں، یا جو خطۂ ہائے عقوبت میں ہیں۔ میں ان سب کی عقوبتیں اپنے اُوپر لیتا ہوں .... میں یہ بوجھ اُٹھاتا ہوں اور اس سے ہرگز پیچھے نہیں ہٹتا .... میں خوف زدہ نہیں ہوں میرا حوصلہ پست نہیں ہے .... میں تمام زندہ مخلوقات کا بوجھ اُٹھاؤں گا کیونکہ انھیں بچا لینے کی میں نے قسم کھائی ہے .... میں نے عہد کر رکھا ہے کہ انہیں پیدائش، بڑھاپے، بیماری، موت اور دوسرے جنم کے جنگل سے حفاظت کے ساتھ نکال لاؤں گے مجھے اپنی نجات کی فکر نہیں ہے بلکہ میری کوشش ہے کہ تمام، مخلوقات کو اعلیٰ حکمت و دانش کی سلطانی عطا کر دوں۔ کائنات

> کے اندر گناہ گاروں کے لئے جتنی سزا گاہیں ہیں نے ان سب کے عذابوں کو اپنے اوپر لے لینے کا تہیّہ کر رکھا ہے کیونکہ ہزاروں کے مبتلائے عذاب رہنے کی بجائے ایک کا مبتلائے عذاب رہنا بہتر ہے۔ اس تبادلے کے لئے میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔ میں کائنات کو سزا گاہوں کے چنگل سے، گوشت پوست کی بچہ دانی سے اور موت کی سلطنت سے بچانے کے لیئے اپنا فدیہ دیتا ہوں میں تمام مخلوقات کا تاوان اپنے اُوپر لیتا ہوں۔ میں تمام مخلوقات کا تاوان اپنے اُوپر لیتا ہوں۔ میں تمام مخلوقات کی خاطر ابتلا میں پڑنا چاہتا ہوں۔ میں انہیں کبھی چھوڑ کر نہ جاؤں گا۔ تمام دنیا کو بچا لینے کا، تمام زندگیوں کی خاطر اعلیٰ دانش و حکمت حاصل کرنے کا، میں نے عزم کر لیا ہے۔"

"بڑی گاڑی" والوں کی کائنات میں متعدّد بودھی ستّو شامل ہیں جن میں، ہم اہلِ زمین کے نقطۂ نظر سے، سب سے بڑا بودھی ستّوا "اَوَا لوکی تیشوَرا" ہے۔ اس لفظ کے معنے ہیں وہ آقا جو نیچے دیکھتا ہے اس کا دوسرا نام پَدَم پانی بھی ہے جس کے معنے ہیں کنول اٹھانے والا اسکی خاص صفت رحمدلی ہے۔ اس کی معاونت کا فیض بُدھ مت کی سب سے گہری اور ہولناک دوزخ "اَوِیسی" تک بھی پہنچتا ہے۔ دوسرا اہم بودھی ستّوا "مانجوسری" ہے جس کی خاص صفت عقل و فہم کو تیز کرنا ہے اس کو تصویروں وغیرہ میں اس طرح دکھایا جاتا ہے کہ اس کے ایک ہاتھ میں، جھوٹ، فریب اور غلط کاریوں کو ختم کرنے کے لئے ننگی تلوار ہے اور دوسرے ہاتھ میں کتاب ہے جس میں دانش "پارَمِتَ" درج ہیں۔ پارَمِتَ کے معنے ہیں عظیم روحانی تکمیلات۔ یہ بودھی ستوا کی وضع کردہ بنیادی "قدریں" ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔ سخاوت (دان)۔ ۲۔ اچھا کردار (سِلَ)۔ ۳۔ تحمّل (کسانتی)۔ ۴۔ جُرأت (وِریا)
۵۔ تفکر اور تدبّر یا مراقبہ (دھیان)۔ ۶۔ بصیرت (پراجنَ)۔ ۷۔ کونسا ذریعہ اختیار کرنا ہے اس کے
جاننے اور انتخاب کرنے کی صلاحیّت (اُپایکوسلیا)۔ ۸۔ عزم (پَرَنِدھانَ)۔ ۹۔ قوّت (بَلَ)

اور ۱۰۔ علم (جاننا)۔ بعض فہرستوں میں صرف چھ کا ذکر ہے۔

وَجرَ پانی قدرے سخت طبیعت کا بودھی سَتّوا ہے۔ یہ برائی اور گناہوں کا دشمن ہے اِندرا دیوتا کی طرح اس کے ہاتھ میں بھی بجلی کا تیر ہے۔ آخر میں جو شریف النفس نیک خو اور رحمدل میتریا آئے گا اسکی پُوجا اس وقت بودھی سَتوا کی حیثیت سے کی جاتی ہے۔

ایک اور ہستی کِیستی گربھ بھی قابلِ ذکر ہے۔ یہ اصلاحی سزا گاہوں کا محافظ اور سربراہ ہے۔ اسے خوفناک اذّیتیں دینے والے کی بجائے مثالی قید خانے کے منتظم کی حیثیت دی گئی ہے۔ اسکی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جن سزا پانے والوں کو اس کے سپرد کیا گیا ہے یہ اُن کے لئے قید خانے کی زندگی کو قابلِ برداشت بنائے رکھے اور ان کو معافیاں دِلاتا رہے۔

اگرچہ "بڑی گاڑی" کے مکتبِ فکر کا "چھوٹی گاڑی" کے مکتبِ فکر سے اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے لیکن بڑی گاڑی کا مکتبِ فکر بنیادی اور اصولی طور پر پُراُمید اور رجائیت پسند ہے۔ دنیا میں بہت سے اچھی چیزوں بھی ہیں اور بہت سی بُری بھی ہیں۔ طلبگارِ معاونت کے لئے امداد کے دروازے کھلے ہیں۔ چھوٹے سے کیڑے سے لیکر اُوپر کی ساری مخلوقات تک ہر زندہ چیز ایک طرح کی بودھی سَتّوا ہے کیونکہ "بڑی گاڑی" والے مکتبِ فکر کے لوگ درپردہ یا علانیہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بالآخر ہر وجود کو نِروان حاصل ہو جائیگا اور ہر وجود بُدھ بن جائیگا چونکہ ہر چیز نِروان کے راستے پر گامزن ہے اس لئے ایک اعتبار سے بودھی سَتّوا ہے۔

"بڑی گاڑی" کا مکتبِ فکر بودھی سَتّواؤں کی اتنی بڑی جماعت تیار کر کے بھی مطمئن نہ رہا شاید مہاسنگھیکا فرقے کے بعض منکرانہ خیالات کا کچھ نہ کچھ اثر اس مکتبِ فکر پر بھی ہو گیا تھا۔ اس اثر کے تحت یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ گوتم بدھ محض بشر نہیں تھا بلکہ کسی بڑی بہت قوت وعظمت والی ہستی کا خاکی مظہر بھی تھا۔ اس بہت بڑی ہستی کے تین اجسام ہیں:

(۱) جوہرِ اصلی والا جسم (دھرم کایا)
(۲) فرحت وانبساط والا جسم (سمبھوگا کایا) اور
(۳) تخلیق شدہ جسم (نرمان کایا)۔

ان تینوں میں سے صرف آخری جسم زمین پر دیکھا جا سکتا ہے۔ پہلا یعنی جوہر اصلی والا جسم اَبدُاً کائنات پر چھا کر اس کے اندر نفوذ کرتا رہتا ہے۔ یہی بجدّ آخر بدھ ہے۔ باقی دونوں جسم اسی میں سے نکلے ہیں اور کم و بیش غیر حقیقی ہیں۔ دوسرا فرحت و انبساط والا جسم آسمانوں میں موجود رہتا ہے اور اس وقت وہاں موجود رہے گا جب تک تمام چیزیں جوہر اصلی والے جسم میں جذب نہ ہو جائیں گی۔ تیسرا تخلیق شدہ جسم دوسرے فرحت و انبساط والے جسم کی پیداوار ہے۔

بدھ کا جو فرحت و انبساط والا جسم ہے "بڑی گاڑی" والوں کے اہم ترین آسمان کا صدر دیوتا ہے اس آسمان کا نام سکھاوتی (سرزمین سرور و فرحت) ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں نیک لوگ، بدھ کے تخت کے سامنے واقع خوبصورت جھیل میں، کنول کے غنچے بن کر پیدا ہوتے ہیں۔ اس خدائی بدھ کو عام طور پر "اَمتیابھ" (بے حدّ و حساب شان و شوکت) اور "اَمتیایُس" (بے حدّ و حساب عمر) کہتے ہیں۔ بودھی ستو کی طرح یہ بھی رحمدل ہے۔ اگرچہ یہ بے حدّ و حساب مسرتوں کا مالک ہے پھر بھی اپنی دنیا سے غافل نہیں ہے اس کی دلچسپی دنیا کے علاوہ اپنے آسمان سے بھی ہے۔ اس کے چھو لینے سے کنول کھل اُٹھتے ہیں اور ان میں سے غنچے بنے ہوئے لوگ برآمد ہو جاتے ہیں۔ ان نیک لوگوں کی غذا اس کے مشفقانہ الفاظ ہیں۔ بعض چینی اور جاپانی فرقوں کے عقیدوں کے مطابق جو کوئی بھی اس کا نام لیتا رہے گا وہ کتنا بھی گناہ گار کیوں نہ ہو گا یقیناً آسمان یا بہشت میں ہی دوسرا جنم لے گا۔ اَمتیابھ آسمانی باپ ہے۔ اس کا 'تاریخی بدھ' کا اور آذلوکی تیشوَر کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ "بڑی گاڑی" کے مکتبِ فکر والے (دہایان) انھیں دوسرے بدھاؤں اور بودھی ستوؤں کی نسبت زیادہ اہمیت دیتے ہیں کیونکہ یہ کائنات کے اسی خطّے سے اور زَوال زمانے سے وابستہ ہیں، حالانکہ اور بھی بہت سے آسمانی بدھ ہیں جو دوسری کائناتوں کے آسمانوں میں صدر دیوتا ہیں۔ یہ تمام ہستیاں جوہر اصلی والے جسم سے متخرج ہوئی ہیں اور یہ جوہر اصلی جسم وہی برہم ہی تو ہے جسے اُپنشدوں میں "روحِ کائنات" اور "ہستیٔ مطلق" کہا گیا ہے۔ لیکن یہاں اسے ایک نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے۔ بعد کی تحریروں میں جوہر اصلی والے جسم کو آدی بدھ بھی کہا گیا ہے، یعنی ابتدائی بدھ۔ اور اسکی مزید وضاحت کے لئے یہ الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں: (۱) خلا (شُنج) (۲) حق (تتّو)۔

(۳) حکمت (بودھی) (۴) منزل پاجانیوالوں کی بچہ دانی یا اولین پرورش گاہ۔ (تتہَ گتَ گربھَ)۔ اس کے علاوہ وہ نِروان بھی ہے۔

وہ آخری منزل جس کی وضاحت "ستھَ وِراوادِن" مکتبِ فکر کے دانشور الفاظ کے ذریعے نہیں کر سکے تھے وہ اس بڑی گاڑی والے مکتبِ فکر کے اکثر فرقوں کے نزدیک اُپنشدوں والے برہم کے اندر پُراسرار طور پر ضم ہو جانے سے مختلف نہ تھی۔ ان کے ہاں پہیہ پورے کا گھوم جاتا تھا اور وہ پُراَسرار طور پہ جسے اِبتدائی بدھ مَت والے سختی سے رَد کر دیتے تھے اب اس بعد والے بدھ مَت میں نئی اصطلاحات کے رُوپ میں داخل ہو گیا تھا۔

"بڑی گاڑی" یعنی مہایانَ کی ابتدائی کتابوں میں للِتَ وستارا مشہورَ ہے۔ اس کتاب میں بُدھ کے سوانح حیات بڑی مرصّع اور رنگین زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ پالی زبان کی کتابوں کی نسبت اس میں خارق عادت کرامات کا ذکر بہت زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ دوسری مشہور کتابیں یہ ہیں:

۱۔ سَدّھرَمَ پنڈاریکا (عمدہ قانون کا کنول) اس میں اعلیٰ ادبی رنگ کے طویل مکالمات ہیں۔
۲۔ وَجرَ چھیدِیکا (ہیرے کو کاٹ دینے والا) اس میں مابعد الطبیعاتی تحریریں ہیں۔
۳۔ سُکھاوَتی یُوہا۔ اس میں امتیابھ کی شان اور عظمت بیان کی گئی ہے۔ اور اسکی بہشت کی تعریفیں ہیں۔
۴۔ کَرَن دَوْ یُوہا۔ اس میں اَدَلوکی تیشورا کی عظمتوں کا ذکر ہے۔
۵۔ اَسٹ سَاہسری کپرَجنا پارِیتا۔ اس میں بودھی ستواؤں کی روحانی تکمیلات کا بیان ہے۔

اس آخری موضوع پر ادب کی مقدار خاصی بڑی ہے۔ بڑی گاڑی کے مکتبِ فکر نے ان تمام کتابوں کے علاوہ اعلیٰ درجے کی مذہبی نظمیں بھی تخلیق کی ہیں اور کے گروہی فلسفیانہ ادب کا ذخیرہ بھی خاصہ وسیع ہے بعض تحریریں ادب کے بلند ترین معیار تک پہنچی ہیں۔

بُدھ نے غیر ضروری ظن وتخمین سے منع کیا تھا۔ ستھَ وِرا وادِن کے شارحین کی راہ میں غالباً یہ حکم رکاوٹ بنا ہوا تھا کیونکہ ان کے ہاں منظم فلسفے کی کتابیں بہت کم تخلیق ہوئی ہیں حالانکہ کبھی کبھی یہ لوگ منطقی دلائل سے بھی کام لیتے تھے۔ اُن کے مقابلے میں "بڑی گاڑی" والے

لوگوں نے بہت کچھ تخلیق کیا ہے اس کے فلسفے کے دو مکاتب فکر بہت مشہور ہیں :

ایک مادھ یمیکا اور دوسرا یوگا چارا۔ مادھ یمیکا (درمیانہ) کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس نے سَرداستی وادِن والوں کی غیر مصالحتی حقیقت پسندی اور یوگا چارا کی مثالیت کے درمیان راستہ نکال کر ہندوؤں کے بہت بڑے فلسفی ناگارجنَ کی پیروی کی ہے۔ یہ شخص کنشک کا ہم عصر تھا۔ اسکی کتاب مادھ یمیکا کاریکا کو اس مکتبِ فکر میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ بدھ مت کے تقریباً تمام فرقوں میں کائنات کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ یہ عارضی لیکن ایک دوسرے پر انحصار رکھنے والے واقعات کا ایک مسلسل تغیّر ہے ناگارجن نے بڑے لطیف دلائل دیکر یہ بتایا کہ جب ہم آخری تجزیہ کرتے ہیں تو کائناتی تغیّر غیر حقیقی ثابت ہوتا ہے اور جس چیز نے کائناتی تغیّر کا ادراک کیا تھا وہ شعور تھا جو خود اس تغیّرِ مسلسل کا ایک جزو ہے لہذا سمسار یعنی تناسخِ ارواح کا طویل اور ختم نہ ہونے والا سلسلہ بھی غیر حقیقی ثابت ہوا۔ یعنی یہ حقیقۃً موجود نہیں ہے۔ اب اگر دنیائے تغیّر غیر حقیقی ہے تو جو چیز اسکی ضد ہے یعنی نِروان تو وہ بھی غیر حقیقی ہوا۔ پس نِروانَ اور سمسار میں کوئی فرق نہ رہا جب دونوں عدم ہیں تو پھر اپنی عدمیت کے اعتبار سے ایک ہیں۔ لہذا صرف وہی "شئے واحد" حقیقی وجود رکھتی ہے جس کا کوئی مسند نہیں ہے۔ ناگارجن نے اس حقیقی شئے واحد کو، جس کی خبر دینے والا (یعنی مسند) کوئی نہیں ہے "خلا" یعنی سُنیۃ یا سُنج کہا ہے۔

اس فلسفیانہ انکار موجودات کے باوجود ناگارجنَ اور اس کے پیروکار لاادریت اور تشکیک کا شکار نہیں ہوئے۔ اگرچہ ان کے نزدیک صرف خلا ہی اصل حقیقت ہے تاہم دنیا اور جو کچھ اس کے اندر ہے، یعنی اَمتیابھ سے نیچے کی سطح کی ہر چیز تو اسکی ایک تسلیم شدہ عملی حقیقت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کہیں بہت دُور واقع ہو یا "سَرد" قسم کی ہو۔ بلکہ یہ تو زندگی کیلئے سانس کی مانند ہے انسان کے دل سے بھی زیادہ قریب اور زیادہ حقیقی ہے۔ لہذا دنیا کی زندگی اور نِروان ایک ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یوگا چارا (اتحاد کا راستہ) یا وِجنانَ وادِن مکتبِ فکر نے "چھوٹی گاڑی" والوں کی حقیقت پسندی کو مکمل طور پر رد کر دیا تھا اور اس کی بجائے اتمام تک پہنچنے والی مثالیت کو اپنا لیا تھا

اس نے مادھیامیکا کی تسلیم شدہ حقیقت پسندی کی گنجائش بھی نہ چھوڑی تھی۔ چونکہ دنیا کو شعور نے تخلیق کیا ہے اور اسکی حقیقت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے اس لئے حقیقت صرف ایک ہی رہ جاتی ہے جسے ہم "ایسا ہونا" (تتھانا) یا دھرم دھاتو کہہ سکتے ہیں۔ اس اصطلاح کا آزاد ترجمہ ہوگا "ماحولِ فطرت کا خام مال"۔ اور یہ ناگارجن کے "خلا" کا ہم معنی ہے۔ یوگاچارا مکتبِ فکر نے مدھیامیکا کے کم **مقبول** ہونے کے باوجود بہت سے مشہور فلسفی اور منطقی پیدا کئے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم اسنگا ہے جو چوتھی یا پانچویں صدی عیسوی میں پشاور کا ایک راہب تھا اس کی کتاب سوترا لنکارا اس کے چھوٹے بھائی وسو بندھو کے مکتبِ فکر کی بنیادی کتاب تھی اس کے بعد دگناگا اور دھرم کرتی دو بڑے منطقی مشہور ہیں۔ یوگاچارا کی سب سے زیادہ مشہور تحریروں میں "لنکا وتارا سوترا" ہے جو بڑے لطیف لیکن طویل مضامین پر مشتمل ہے۔

"بجلی کے تیر والی گاڑی" کے مکتبِ فکر کی تفصیلات میں جانے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھ لینی چاہیئے کہ "بڑی گاڑی" والوں سے بہت پہلے مونث دیویاں بھی ان کے گروہِ خداوندان میں جگہ پا چکی تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام پرجن پارامترا ہے جس کے معنے ہیں "تکمیلِ بصیرت" اس دیوی میں بودھی ستّوؤں کی صفات کو مشخص کیا گیا ہے۔ بعد میں جب بدھاؤں اور بودھی ستواؤں کو مذکر فرض کر لیا گیا، کیونکہ انہیں ہندوؤں کے دیوتاؤں کی طرح سمجھ لیا گیا تھا، تو پھر تذکیر و تانیث کا سلسلہ چل نکلا۔ ہندو دیوتاؤں کی بیویاں تھیں جو اپنے خاوندوں کی شکتی یا قوّت اور طاقت کا عملی اور فعال حصّہ تھیں اس لئے بدھ مت والوں نے بھی ضروری سمجھا کہ "پرجن پارامترا" کو بھی دنیا میں فعّال ہونا چاہیئے۔ دیوتا کے بارے میں خیال یہی تھا کہ یہ بالاتر ہستیاں الگ تھلگ رہنا پسند کرتی ہیں اس لئے دنیا کے اندر "دیوی" ہی فعّال رہ سکتی ہے۔ پھر دیوتا تک پہنچنے کے لئے بھی "دیوی" کا درمیانی واسطہ ضروری ہے۔ اس تصوّر کے پیدا ہوتے ہی جنسی تصوّرات بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ لہٰذا "اُوہیائی تخلیقی قوّت" کو بھی جنسی عمل کا نتیجہ سمجھ لیا گیا۔ اس کا اس طرح سمجھ لیا جانا بھی کوئی عجیب بات نہیں ہے کیونکہ جنسی عمل کا تصوّر اتنا ہی قدیم ہے جتنا رگ وید ہے۔ جب یہ خیالات پھیل گئے تو پھر جنسی علامات کے علاوہ جنسی عمل کو بھی ہندومت اور بدھ مت دونوں کی مذہبی رسومات میں شامل کر لیا گیا۔

ان تمام خیالات کے ساتھ ایک نئی ساحرانہ پراسراریت (تصوّف) بھی شامل ہوگئی۔ چھوٹی گاڑی والوں نے سکھایا تھا کہ نجات حاصل کرنے کے لئے انفرادیت کے تصوّر کو خود ضبطی اور مراقبوں کے ذریعے آہستہ آہستہ کم کرتے چلے جانا چاہیئے۔ "بڑی گاڑی" والوں نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ اس عمل میں آسمانی بُدھ اور بودھی ستّوؤں کی عنایات اور مہربانیاں بہت مدد دے سکتی ہیں۔ اس لئے اِس مکتبِ فکر نے یہ تعلیم دی کہ نجات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ساحرانہ قوّت یا وَجرا (بجلی) کا حصول ہے چنانچہ بدُھ مَت کے اس نئے مکتبِ فکر کا نام وَجرایَن یعنی بجلی کے تیر والی گاڑی رکھ دیا گیا۔

یہ تعلیم تو سَتھَ وِرا وادِن نے بھی دی تھی کہ وہ راہب جو ترکِ علائق اور ذہنی تربیت کے ذریعے بلند مقام پہ پہنچ جاتا ہے وہ فوق الفطرت قوّتیں حاصل کرلیتا ہے۔ لیکن عملاً ہوتا یہ رہا ہے کہ راہب آزاد رَو ہوگئے۔ انہوں نے روایتی نظم وضبط کے تحت خانقاہوں میں رہنا چھوڑ دیا اور افسوں گری کے ذریعے، ساحری کے ذریعے اور مردوں سے بظاہر ہمکلام ہوکر پیش گوئیوں کے ہنر میں مہارت حاصل کرکے لوگوں کو کرتب دکھا دکھا کر اپنی کرامات کا سکّہ بٹھانے لگ گئے۔ حالانکہ بُدھ نے ان شعبدہ بازیوں کی سختی سے ممانعت کی تھی۔ چنانچہ شعبدہ باز جادوگری کے انہی راہبوں نے اس نئی "بجلی کے تیروں والی" گاڑی کو چلایا اور پھر بنگال اور بہار کے پال خاندان کے بادشاہوں نے اس مکتبِ فکر ترقی دی، اس کے قوانین وضوابط مرتّب کئے اور اسے مقامِ عظمت عطا کر دیا۔ ساتویں صدی عیسوی میں جب ہیون سانگ یہاں آیا تو اس نے بعض خانقاہوں کو ساحرانہ عملیات کا مرکز بنا ہوا دیکھا۔

اس نئے فرقے کی دیویاں تارا (یعنی نجات دہندہ) تھیں۔ انہیں بدھاؤں اور بودی ستواؤں کی بیویاں سمجھ لیا گیا۔ ان سے کمتر دیویوں کی بھی کثرت تھی۔ ان میں سے بعض کو جنّاتی نام بھی دے دیئے گئے تھے مثلاً ماتنگی یعنی خارج از معاشرہ، پساچی یعنی آدم خور جن بھوت وغیرہ، یوگنی یعنی جادوگرنیاں اور ڈاکنی یعنی چڑیلیں وغیرہ۔ اسی طرح بدھاؤں اور بودھی ستّواؤں کو بھی ہندوؤں کے کمتر "گروہِ خداوندان" میں رکھا گیا۔ انہیں بہت زیادہ بازوؤں والا وحشتناک شکل وصورت میں دکھایا گیا ہے۔

جس طرح براہمنوں کے زمانے میں سوچا گیا تھا اسی طرح اب یہ بھی طے کر لیا گیا کہ دیویوں کو ترغیب دینے کی بجائے انھیں مجبور کر کے اپنی طرف مائل کیا جائے۔ چنانچہ وہ ذرائع جن سے ان کو مجبور کیا جا سکتا ہے تنتر کہلاتے ہیں۔ اسی نسبت سے اس نئے مذہب کا نام بھی تنتری پڑ گیا۔ صحیح تنتر وں کا جاپ صحیح انداز سے کیا جائے یا جادو کی علامت یعنی تنتر کا صحیح طریقے سے استخراج کیا جائے تو انسان دیوتاؤں کو مجبور کر سکتا ہے کہ وہ پجاریوں کو ساحری کی قوتیں عطا کر دیں اور اسے بلند ترین مقام فرحت و انبساط تک پہنچا دیں۔ تنتری بدھ مت کے بہت سے جاپوں میں سے ایک جاپ خاص طور پر مشہور ہے جسے چھ ماتروں والا منتر (سدک مرا) کہتے ہیں۔ وہ منتر یہ ہے :

اوم منی پدمے ہوم۔ یہ منتر تبت میں روزانہ ہزاروں کی تعداد میں لکھا اور جپا جاتا ہے اس کے معنے ہیں ہیرا بے شک کنول میں ہے!

بھارت کے بڑے بڑے مذاہب کی خصوصیت ذہنی تربیت تھی۔ تنتری بدھ مت نے اس کے طریقے کو نظر انداز نہیں کیا، البتہ اس کی سمت بدل دی ہے۔ ان طریقوں کا ابتدائی مقصد صرف فوق الفطرت قوتیں حاصل کرنا تھا۔ وجریان کے مراقبے یقیناً نفسیاتی علاج معالجے کے لئے تھے ان کی مشق کرنے والا اپنے آپ کو اس طرح ہپناٹائز کر لیتا تھا کہ وہ یہ سمجھ لیتا تھا کہ وہ "تارا" (نجات دہندہ) دیوی کے پیٹ سے دوسرا جنم لے رہا ہے تاکہ اپنے باپ بدھ کو قتل کر کے خود اسکی جگہ لے لے۔ کسی مریدنی کے ساتھ جنسی مجامعت کرتا تھا تو بھی اسی تصور کے تحت کرتا تھا کہ دونوں بدھ اور تارا بن جائیں یا وہ خود تارا بن جائے ——— تنتری بدھ مت کی جنسی رسومات میں تمام معاشرتی قیود توڑ دی گئی تھیں یعنی ماں، بہن، بیٹی، بہو وغیرہ سب کے ساتھ جنسی ملاپ کیا جا سکتا تھا۔ دلیل یہ دی جاتی تھی کہ جو فعل جاہل یا عام آدمی کے لئے گناہ ہے وہ کامل یعنی پہنچے ہوئے کے لئے ثواب ہے۔ شراب نوشی، گوشت خوری، حیوانات کا قتل یا انسانوں کا قتل بلکہ ہر گناہ جو تصور میں آ سکتا ہے تنتری مذہب میں نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہو گیا تاہم اتنی بات بطور جملہ شرطیہ رکھ لی گئی کہ یہ گناہ صرف کامل بزرگ ہی کر سکیں گے اور وہ بھی خاص مذہبی رسومات کے ادا کرنے کے مواقع پر کئے جائیں گے۔ اس مذہب کے اس طرح وجود میں آنے کے کچھ عرصہ بعد وجریان کے کاملین نے اپنا وطیرہ یہ بنا لیا کہ روز مرہ

کی عام زندگی میں تو وہ اسی طرح رہتے جس طرح عام لوگ رہتے ہیں لیکن کبھی کبھار گناہوں کا ارتکاب ضرور کرتے تاکہ برائی کی طرف راغب کرنے والی قوّتوں کا دباؤ " اخراجِ قوّت " کے طریقے سے کم ہوتا رہے ۔ اور اس طرح ان کے تصوّرات کے مطابق " اچھی زندگی " گزارنے میں گناہ گاری ان کی محدود معاون ثابت ہو ۔

بدھ مت کے نظام کے بارے میں بھی چند حقائق کا جاننا ضروری ہے ۔ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس نظام میں داخل ہونے کے لئے ذات پات کی کوئی رکاوٹ نہیں تھی ۔ ہاں البتہ غلاموں ، فوجی سپاہیوں ، قرضداروں ، زیرِ کفالت لوگوں اور محتاجوں کے لئے حکم یہ تھا کہ اپنے سرپرستوں سے اجازت لیکر بدھ مت میں داخل ہو سکتے ہیں ۔ جو کوئی راہب بننا چاہتا تھا تو اس کے لئے آٹھ سال سے زائد عمر مقرر تھی تاہم انھیں اپنی رکنیت کو پکّا کرنے کے لئے ایک طویل تدریسی نصاب پورا کرنا پڑتا تھا اور اس کے لئے عمر کی شرط کم از کم بیس سال مقرر تھی ۔ داخلے کی رسومات بڑی سادہ سی تھیں ۔ تین زرد رنگ کے کپڑے پہننا ، سر منڈوانا " تین جواہرات " اور مندرجۂ ذیل دس " اقرار " زبان سے حلفاً ادا کرنا :

(۱) میں یہ عہد قبول کرتا ہوں کہ زندہ مخلوق کو تکلیف پہنچانے سے پرہیز کروں گا ۔
(۲) 〃 〃 〃 ایسی چیز کے لینے سے جو مجھے نہ دی جائیگی پرہیز کروں گا ۔
(۳) 〃 〃 〃 جذبات کی رَو میں بہہ کر برائی کرنے سے 〃
(۴) 〃 〃 〃 جھوٹ بولنے سے 〃
(۵) 〃 〃 〃 سُرا ۔ سرایا ۔ مجّا شرابوں سے جو غفلت کا باعث بنتی ہیں 〃
(۶) 〃 〃 〃 ممنوعہ اوقات میں (دوپہر کے بعد) کھانے سے 〃
(۷) 〃 〃 〃 ناچ ، گانے ، موسیقی اور ڈراموں میں اداکاری سے 〃
(۸) 〃 〃 〃 سہروں ، ہاروں ، پھولوں کے گجروں ، خوشبوؤں ، تیل وغیرہ اور زیورات سے
(۹) 〃 〃 〃 اُونچے اور چوڑے پلنگ کے استعمال سے 〃
(۱۰) 〃 〃 〃 سونا ، چاندی اور دولت اکٹھی کرنے سے 〃

لیکن یہ حلفیہ قبولیت بھی کوئی اتنی زیادہ اور سخت یا پکّی نہیں تھی جو عمر بھر قائم رہتی ۔ اسکی حیثیت

بس ایک سنجیدہ سے عزم کی تھی۔ ان اقراروں کو بار بار دہرایا جاتا تھا۔ تاہم اگر کوئی راہب یہ محسوس کرتا تھا کہ وہ ان پر کما حقہ' قائم نہیں رہ سکتا تو وہ اس نظام کو چھوڑ دینے میں آزاد تھا البتہ رائے عامہ منہ موڑ لینے والوں کو اچھی نظر سے نہ دیکھتی تھی۔ پھر یہ حلفیہ اقرار بھی صرف مقررہ میعاد کے لئے ہوتے تھے۔

مندرجۂ بالا دس اقراروں میں سے پہلے کا مطلب ابتداءً یہ نہیں تھا کہ محض سبزی خوری پر ہی سختی سے عمل کیا جائے لیکن بعض بدھ فرقوں نے ایسا ہی سمجھ لیا تھا۔ راہب کو اس شرط پر گوشت کھانے کی اجازت تھی کہ جانور کو خاص اسی کی خاطر ذبح نہ کیا گیا ہو۔ تیسرے اقرار کا مقصد راہب کیلئے عمر بھر کنوارا رہنا تھا۔ پانچویں کا مقصد ہر قسم کے نشے سے بچ کر رہنا تھا چھٹے کا مقصد یہ تھا کہ راہب دوپہر کے بعد کوئی ٹھوس غذا نہ کھائے۔ گرم آب وہوا کے خطّوں میں جہاں انسانی مشقّت کے کاموں میں مصروف نہ ہو دوپہر کے بعد کھانا نہ کھانا کوئی زیادہ تکلیف دہ بات نہیں تھی۔ کیونکہ راہب میٹھے مشروبات جب چاہتے پی سکتے تھے تاہم تبّت جیسے سرد آب وہوا کے خطوں میں اس اقرار پہ قائم رہنا مشکل تھا۔ لہٰذا انھوں نے شام کا کھانا دوائی کے طور پہ کھانا شروع کر دیا۔ ساتویں اقرار میں مذہبی رسومات کی ادائیگی کے دوران گانے بجانے کو مستثنیٰ کر دیا گیا تھا۔ دسویں اقرار کی توضیح بہت سی خانقاہوں میں زیادہ سنجیدگی سے نہیں کی گئی راہب کے پاس آٹھ چیزوں کا ہونا ضروری تھا۔ تین کپڑے، ایک انگوچھا، ایک پیالۂ گداگری، ایک اُسترا، ایک سوئی اور پینے کا پانی چھاننے کیلئے ایک کپڑا یا رومال وغیرہ تاکہ کوئی ننھی سی جان پانی کے ساتھ اندر نہ چلی جائے۔ ان لازمی چیزوں کے علاوہ بھی اس کے پاس خاصی "ملکیتیں" ہوتی تھیں۔ چونکہ تصور یہ تھا کہ راہب کی ہر چیز، ہر ملکیّت اور ہر جائداد دراصل نظام ہی کی ملکیت ہے جو اس نے قرض لے رکھی ہے اس لئے راہب جائیدادیں بنانے میں آزاد تھا۔

راہب کو اپنی روزانہ کی خوراک کیلئے در در گداگری کرنا پڑتی تھی۔ جمع شدہ خوراک وہ خانقاہ میں لے کر آتا اور اسی سے دوپہر کا کھانا کھا لیتے۔ لیکن جوں جوں خانقاہوں میں زرو مال کی ریل پیل شروع ہوتی گئی گداگری بھی آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔

راہب کے مذکورہ دس اقرار ناموں میں اطاعت یا تعمیلِ حکم کے بارے میں کوئی ایک اقرار بھی شامل نہیں ہے۔ ہر مُبتدی کا ایک گورو تھا اور توقع کی جاتی تھی کہ مُبتدی یا شاگرد اپنے گورو کا احترام کرے۔ لیکن گورو آزاد رَو فرقے کا آزاد رَو فرد تھا۔ کوئی مرکزی اتھارٹی ایسی نہ تھی جو خانقاہوں کو قاعدے قانون کے ضبط میں لے آتی یا ان میں یکسانی پیدا کر سکتی۔ ہر خانقاہ اور راہب اپنا قانون آپ تھا۔ اُسے مہاتما بُدھ کے اصول جس صورت میں بھی ملے تھے اور جس طرح وہ خود ان کی تشریح کر سکتا تھا، وہ اس کے لئے کافی تھا۔ خانقاہ کے عملی دستور میں البتہ جمہوری عُنصر شامل کر لیا گیا تھا۔ وہ اس طرح کہ بڑے راہب کو اُوپر سے مقرّر نہیں کیا جاتا تھا اور نہ اسے اس کا پیشرَو نامزد کرتا تھا بلکہ اسے علاقے کے تمام راہب رائے شماری کے ذریعے منتخب کرتے تھے۔ اسی طرح خانقاہ کے روزانہ معمولات کا انتظام بھی ایک کمیٹی کرتی تھی جو بڑی عمر کے راہبوں پر مشتمل تھی۔ اہم معاملات، مثلاً راہبوں کا داخلہ، خارجہ اور دوسرے اہم فیصلے بھی بڑے راہب کی بجائے اسی کمیٹی کے سپُرد تھے۔

چاند کی ہر پہلی اور پندرہویں رات کو تمام راہب "اُپاوَاستھ" یعنی عام اعترافات کی مجلس میں جمع ہوتے تھے۔ وِنایا پِٹاکا میں سے خانقاہیت کے بارے میں طویل احکام پڑھ کر سنائے جاتے تھے۔ اس کے بعد ہر راہب کو پچھلے پندرھواڑے میں کئے گئے گناہوں اور نافرمانیوں کا اعتراف کرنا پڑتا تھا۔ اگر اس کا کوئی قصور قابلِ مؤاخذہ ہوتا تو اس کا مقدمہ "بزرگوں کی کمیٹی" میں پیش کر دیا جاتا۔ یہ کمیٹی اس پر جسمانی اذیّت کی کوئی سزا مقرّر کر سکتی تھی۔ اُپاوَاستھ کا اجلاس تبلیغی مواعظ پر ختم ہو جاتا۔ ان اجلاسوں میں ارد گرد کے لوگوں کو بھی شریک ہونے کی عام اجازت تھی بلکہ لوگ دور دراز سے آ کر یہ کارروائی بڑی دلچسپی سے دیکھتے اور سنتے تھے۔

راہب کی روزانہ زندگی مطالعہ میں یا مذہبی مشقیں کرتے رہنے میں گزرتی تھی۔ تاہم توقع کی جاتی تھی کہ وہ خانقاہوں کے کاموں میں بھی حصّہ لے۔ مثلاً کوٹھڑیوں کی صفائی، صحن میں جھاڑو دینا یا خانقاہوں کی دوسری عمارات کی دیکھ بھال اور صفائی وغیرہ کے کاموں میں شرکت کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا۔ بڑی عمر کے راہب اپنا زیادہ تر وقت شاگردوں کی تعلیم و تربیت میں گزارتے تھے۔ راہبوں کی رُوحانی مشقوں میں زیادہ اہم مشق کا نام ہے بَرہَم وِہارا۔ اس

مشق میں راہب کو چوکی مار کر بیٹھنا پڑتا ہے۔ لازمی ہے کہ وہ خود بھی خاموش رہے اور ماحول کو پرسکوت رکھے۔ پھر وہ اپنی توجہ کو بُدھ کی چار بڑی نیکیوں یعنی محبت، رحمدلی، سرُور و انبساط اور متانت پر مرکوز رکھتا ہے۔ مراقبے کی اس حالت میں وہ تصوّر باندھ لیتا ہے کہ تمام زندہ مخلوق انہی چار خوبیوں میں منسلک ہے۔ اصطلاحاً اس عمل کو مزاج بنانا کہتے ہیں۔ یعنی راہب رحمدلی کا تصوّر اشیائے کائنات کے حوالے سے باندھ کر اپنا "رحمدلی کا مزاج" بناتا اور اسے ارتکازِ توجّہ سے اِرتقاء دیتا ہے۔ اس طرح وہ مذکورہ چاروں مزاج بنالیتا ہے۔ بعض راہبوں کیلئے پانچواں مزاج برائیوں کے بارے میں بھی مقرّر تھا۔ اس میں راہب کو دنیا کی تمام آوارگیوں اور شرمناکیوں کو اور گوشت پوست کے آدمی کی تمام وحشتناکیوں اور حرص و ہوس کی خرابیوں کو اپنے چشمِ تصوّر کے سامنے لاکر ان پر خیالات کو مجتمع کرنا پڑتا تھا۔ پھر جو راہب ان مراحل سے گزر کر کچھ آگے بڑھ جاتے تھے تو ان کے لئے اور زیادہ مراقبے اور شدید تر مشقیں مقرر تھیں۔ یہ چیزیں انہیں نِروان سے قریب کردیتی تھیں۔

بدھ مت کے آٹھ اعلیٰ نکات پہلے بیان ہوچکے ہیں۔ ان میں سے ساتواں نکتہ یا اشرف راستہ صحیح یادداشت تھا۔ اس کے لئے تربیت کا طریقہ یہ تھا کہ راہب ہر وقت اور مسلسل طور پر اس کام سے آگاہ رہے جو وہ کررہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ لمحے اپنا مشاہدہ آپ کرتا رہے۔ اس کا ہر عمل اور فعل مکمل طور پر شعوری ہو۔ اگر کسی لمحے اپنے کسی عمل سے اسکی توجّہ ہٹ جائے یا اس میں غفلت واقع ہوجاتے یا یہ سوچ سے نکل جائے تو یہ بہت بڑی خرابی ہوگی۔ شعور کو ہر وقت فعّال اور بیدار رکھنے کی مشق کی مثال اس طرح سے ہے کہ اگر وہ کھانا کھارہا ہے تو راہب کو اپنے اس عمل کا پورا پورا علم ہونا چاہیئے، اس کا مقصد معلوم ہو اور یہ بھی پتہ ہو کہ جس بدن کو وہ غذا دے رہا ہے وہ فانی ہے۔ اسی طریقے سے وہ دن بھر کے دوسرے معمولات کے بارے میں بھی شعور کی تربیت کرتا رہے۔

اب ہم بُدھ مت کے ضابطۂ اخلاق کا جائزہ لیتے ہیں، جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ کسی وقت یہ دنیا کا بہترین اور مکمّل ضابطہ تھا۔ آٹھ اعلیٰ نکات جن سے نِروان حاصل ہوتا ہے صرف علم اور اعتقاد کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ عمل کے لئے ہیں۔ اسی طرح اس مذہب کی چار بنیادی

نیکیاں بھی اُپنیشدوں کے عدمِ تشدّد اور پرہیز وغیرہ کے سلبی احکام کی نسبت زیادہ ایجابی ہیں۔

ان میں سب سے پہلی نیکی محبّت ہے جسے پالی زبان میں مَیتا اور سنسکرت میں مَیتری کہا گیا ہے۔ یہ لفظ مِترَ سے نکلا ہے جس کے معنے دوست کے ہیں۔ لہٰذا "پہلی نیکی" کو دوستی یا مہربانی یا کسی کے بارے میں اچھے خیالات رکھنے کے معنوں میں لیا جائیگا۔ تاہم بدُھ مَت کی کتابوں میں بعض مقامات پر مَیتا کی تشریح اس طرح بھی کی گئی ہے :

"کاش ایسا ہو کہ ہر زندہ وجود، کمزور یا طاقتور، چھوٹا یا بڑا، دیکھا ہُوا یا ان دیکھے، دور یا نزدیک، جو پیدا ہو چکا ہو یا جو ابھی پیدا نہیں ہُوا، بھرپور خوشیوں سے ہمکنار ہو۔!

کاش ایسا ہو کہ کوئی کسی کو دھوکہ نہ دے، کوئی کسی کے بارے میں کسی قسم کا کوئی بُرا خیال نہ رکھے، غصّے میں آکر یا ناراضگی یا کسی اور وجہ سے بُری سوچ اور بُری آرزو نہ رکھے۔!

جس طرح سے ماں، جب تک وہ زندہ رہتی ہے، اپنے اکلوتے بیٹے کی نگہداشت کرتی ہے اسی طرح ہر شخص تمام زندہ مخلوق کیلئے ہمہ گیر محبّت کا احساس رکھے۔ وہ ساری دنیا کے لئے دنیا کے اُوپر، نیچے اور اطراف میں، بے روک ٹوک، بلا مخاصمت اور بے حدّ و بے انتہا محبتّوں کو عام کر دے، کھڑے ہوئے، چلتے چلتے، بیٹھے، لیٹے، ہر حال میں محبّت کو ملحوظِ خاطر رکھنے میں ثابت قدم رہے۔"

اس ضمن میں ایک اور اقتباس خاصہ دلچسپ ہے :

ایک آدمی ایک گہرے گڑھے میں خزانہ دفن کر دیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اگر بادشاہ ناراض ہو گیا، یا اگر کسی ڈاکو نے مجھے لوٹ لیا، یا میں مقروض ہو گیا، یا اگر قحط پڑ گیا یا مجھ پر بُرے دن آ پڑے تو یہ دفینہ ضرورت کے وقت میرے کام آئیگا۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ بھول جائے کہ کہاں اس نے خزانہ چھپایا ہے یا اگر کوئی جن بھوت اسے لے اُڑے، یا اس کے دشمن بلکہ اس کے قریبی رشتہ دار اسے نکال لے جائیں تو یہ خزانہ اپنے مالک کو کوئی فائدہ نہ دے سکے گا لیکن سخاوت، نیکی اور اچھائی، پرہیزگاری، خود ضبطی اور رفاہ کے کاموں کے ذریعے مرد اور عورتیں دونوں برابر اور ایک جیسا خزانہ ایسا جمع کر سکتے ہیں جسے کوئی ڈاکو چُرا نہیں سکتا۔ دانا آدمی

کو نیکیاں کرنی چاہئیں۔ یہ وہ خزانہ ہے جو اُسے کبھی دھوکہ نہیں دیگا۔"

ان عبارتوں کی تاریخِ تصنیف تو متعین نہیں ہو سکتی تاہم یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ یہ سنِ عیسوی سے پہلے کی تصنیف شدہ ہیں:

اگرچہ بُدھ مت کا "دوستی کا تصوّر" یعنی میتا بظاہر صرف دل کی کیفیت تک محدود نظر آتا ہے اور عمل کی طرف اشارہ نہیں کرتا تاہم یہ نظریہ کہ "ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے"۔ مہاتما بُدھ کی مندرجۂ ذیل کہانی سے واضح ہے:

> "مہاتما بُدھ اپنے دورے پر تھا اور مختلف خانقاہوں کی کوٹھڑیوں کا معائنہ کر رہا تھا جن میں راہب رہتے تھے۔ اس نے ایک راہب کو دیکھا جو پیچش کی بیماری میں مبتلا تھا۔ یہ مریض اس قدر لاغر اور نحیف ہو گیا تھا کہ اپنے بستر سے نیچے گر پڑا اور پاخانے میں لت پت ہو گیا۔ بدھ نے اپنے ہاتھوں سے اسے سر سے لیکر پیروں تک غسل دیا، پھر بڑے آرام کے ساتھ بستر پہ لٹا دیا اور اپنے مذہب میں ایک نئے قانون کا اضافہ کرتے ہوئے کہا:
>
> بھائیو! تمہاری دیکھ بھال کرنے کے لئے یہاں تمہارا نہ کوئی باپ ہے نہ ماں ہے۔ اگر تم ایک دوسرے کی خود مدد نہ کرو گے تو اور کون کرے گا؟
>
> بھائیو جو کوئی میرا خیال رکھتا ہے اُسے بیماروں کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔"

اس کا اثر یہ ہوا کہ اشوک نے مفت ہسپتالیں کھول دیں اور راہبوں نے طبی تعلیمات حاصل کر کے نہ صرف اپنے مذہب کے لوگوں کا بلکہ عوام الناس کا علاج معالجہ شروع کر دیا۔

پنش اقراروں میں سے پہلے اقرار کی رُو سے بُدھ مت کا کوئی پیروکار شکاری یا قصاب نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرے اقرار کی رُو سے نہ صرف چوری کی ممانعت ہو گئی بلکہ کاروبار میں عقلی

حیلہ کاریوں کا دروازہ بھی بند ہوگیا۔ تیسرا اقرار ہمیشہ کنوارا رہنے پہ زور نہیں دیتا بلکہ قانونی طور پہ جائز شادی بیاہ کی اجازت دیتا ہے۔ اسکی وضاحت اس طور پہ کی گئی ہے کہ یہ حکم غیر فطری اور بغیر قانونی شادی کے جنسی تعلقات رکھنے کی ممانعت کرتا ہے۔ شادی اور طلاق وغیرہ کے بارے میں بُدھ مت نے کوئی مستقل احکام و ضوابط مقرّر نہیں کئے تھے۔ اس وقت بُدھ مت والے ممالک میں یہ قوانین زیادہ تر مقامی رِواج کے تحت چلتے ہیں۔ چوتھا اقرار جھوٹ نہ بولنے کا تھا۔ اس میں جھوٹ کے علاوہ دروغ حلفی اور تہمت طرازی کو بھی شامل کرلیا گیا۔ پانچواں اقرار نشے کی ممانعت کرتا تھا لیکن اسکی وضاحت میں نرم روّیہ اختیار کیا گیا۔

جدید اور قدیم دانشوروں نے اس ضمن میں بُدھ کے ایک وعظ کا سہارا لیا ہے جس میں پہلے چار گناہوں کو بھی عمل کی برائی سے تعبیر کیا تھا اور باقی چھ کو کمتر برائیاں کہہ دیا گیا تھا۔ نشے والی ممانعت اسی کمتر بُرائیوں کی فہرست میں ہے۔ یہ وہ بُرائیاں ہیں جو دولت کو نگل جانے کے لئے چور دروازے ہیں۔ نشے کے علاوہ باقی پانچ کمتر برائیاں یہ ہیں :

گلیوں میں بے وقت آوارہ پھرتے رہنا، میلوں ٹھیلوں اور کھیل تماشے میں بکثرت شرکت کرنا، جوّا کھیلنا، بڑی صحبت اختیار رکھنا اور بیکار رہنا۔

یہ وعظ عام لوگوں کے اخلاقیات کے بارے میں بہت اہم ہے۔ اس میں "سِگال" کو خطاب کر کے عام لوگوں کو ایک دوسرے سے تعلقات قائم کرنے کے بارے میں' والدین اور اولاد' اُستاد اور شاگرد' خاوند اور بیوی اور دوستوں کے بارے میں ہدایات دی گئی تھیں۔ اس میں عام سطح کے اخلاقی اصول و ضوابط ہیں جو دوستی اور پیار محبّت کی فضا قائم کرتے ہیں اور عملی دنیا میں مفید ہیں۔ ان سے بلند پایۂ روحانی سطح کے اخلاقیات کی لطافت نہیں ہے۔ اصلی وعظ تو خاصہ طویل ہے تاہم اس کا مختصر سا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ :

> "خاوندوں کو چاہیئے کہ اپنی بیویوں کا احترام کریں اور جہاں تک ممکن ہو ان کی فرمائشیں پوری کریں۔ انھیں زنا نہیں کرنا چاہیئے۔ انہیں گھر کا سارا انتظام اپنی بیویوں کو سونپ

> دینا چاہیئے۔ اُنہیں عمدہ لباس مہیّا کیا جائے۔ اور اچھے زیورات دیئے جائیں بشرطیکہ وسائل اسکی اجازت دیں۔ بیویوں کو اپنے فرائض کی اَدائیگی میں پختہ اور کامل ہونا چاہیئے۔ سارے کنبے کے لئے نرم رو اور مہربان بننا چاہیئے یہ پاکباز رہیں۔ گھر سنبھالنے میں محتاط ہوں اور اپنا کام ہنرمندی اور جذبۂ خلوص سے سرانجام دیں۔"

آدمیوں کو اپنے دوستوں کے ساتھ سخی اور وسیع القلب ہونا چاہیئے۔ اُن سے نرم گفتاری سے کلام کرنا چاہیئے۔ جس طرح بھی ممکن ہو ان کے مفاد کیلئے کوشاں رہنا چاہیئے انہیں اپنا ہم رتبہ سمجھنا چاہیئے اور وعدہ وفائی کرنی چاہیئے۔ اس کے دوستوں کو بھی لازم ہے کہ اس کے مفادات اور اسکی ملکیتوں کی نگہداشت کریں۔ اگر وہ کسی وقت "اپنے آپ میں نہ رہے" یعنی نشے کی حالت میں ہو، عالمِ فریفتگی میں ہو، یا کسی اور صورت میں احتمال ہو کہ یہ جلدبازی یا غفلت یا لاپروائی کا کوئی کام کر بیٹھے گا تو یہ اس کی صحیح نگرانی کریں۔ مصیبت کے وقت اس کے ساتھ رہیں اور اسکی مدد کریں۔ اس کے خاندان کے باقی افراد کی عزّت کریں۔

آجروں کے لئے لازم ہے کہ اپنے ملازموں اور مزدوروں سے شریفانہ برتاؤ کریں۔ انہیں انکی طاقت سے زیادہ کام نہ دیں۔ انہیں معقول خوراک اور اُجرت دیں۔ بیماری اور معذوری کے دوران انکی دیکھ بھال کریں انہیں باقاعدہ چھٹیاں دیں اور خوشحالی کے دوران انہیں انعام و اکرام اور زائد اُجرت دیں۔ ملازمین کو بھی چاہیئے کہ صبح سویرے اُٹھ کر مالک کی نوکری پہ حاضر ہو جائیں اور رات گئے تک خدمت گزاری کرتے رہیں۔ منصفانہ اُجرت پہ مطمئن رہیں، خوب محنت سے کام کریں اور اپنے مالک کی شہرت کو قائم رکھیں۔ بدھ مت کی اخلاقی تعلیمات میں سب سے زیادہ اہم جاٹکا کہانیاں ہیں۔

ان میں سے اکثر غیر مذہبی ہیں اور روزمرّہ کی زندگی میں محتاط رہنے کا سبق سکھاتی ہیں۔ دوسری کہانیوں کے ذریعے سخاوت اور اِیثار کا درس دیا گیا ہے ان تمام کہانیوں کی اس عِلاقے میں حیثیت وہی ہے جو مغربی ممالک میں اِیسپس فیبلز کو حاصل ہے۔

تینتیسواں[۳۳] باب

جَین مَت

براہمنیت کے روایت پرست مذہب کے خلاف جن نامور اساتذہ نے کامیاب محاذ قائم کئے ہیں، اُن میں مہاتما گوتم بدھ کے ہمعصر وَردھمانَ کا نام قابلِ ذکر ہے جسے اُس کے پیروکار مَہاویر (بڑا وِیرا) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ جَین مَت (یعنی فاتحین کا مذہب) جس کا یہ شخص بانی ہے، بدُھ مَت سے بہت مختلف تاریخ رکھتا ہے۔ یہ مذہب بڑی قوت کے ساتھ قائم ہُوا اور بعض مقامات پر خاصہ مقبول اور موثر بھی ہو گیا لیکن بھارت کی حدود سے باہر نہ نکل سکا۔ بدُھ مَت کے برعکس جَین مذہب نے اپنے اصول و عقائد میں نہ تو کوئی بنیادی تبدیلیاں پیش کیں اور نہ انھیں آگے بڑھایا۔ اسکی تاریخ بھی بدُھ مَت کی تاریخ سے کم دلچسپ ہے اور یہ اُتنی اہمیّت بھی حاصل نہیں کر سکا جتنی اہمیّت بدھ مت کو حاصل ہوگئی تھی اور آج بھی ہے تاہم یہ اپنی سرزمینِ پیدائش میں ابھی زندہ ہے اور اسکے پچیس تیس لاکھ پیروکار جو خاصے مالدار سوداگر ہیں ابھی تک بھارت میں موجود ہیں۔

وَردَھمانَ مَہاوِیرا کی بابت حکایت بھی بدُھ کے بارے میں جو حکایات مشہور ہیں ان سے کم دلکش لیکن زیادہ مصنوعی اور ناقابلِ اعتماد ہیں۔ چونکہ بدُھ مَت کی مذہبی کتابوں میں اس کا حوالہ بُدھ کے سب سے بڑے مخالف کی حیثیت سے ملتا ہے اس لئے اسکی تاریخی اہمیت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ مَہاویَر ۵۴۰ ق۔م کے لگ بھگ پیدا ہوا۔ اس کا باپ سِدھارتھ جِناتِر کا خاندان کا سردار تھا۔ یہ خاندان وَلیسالی کے لِچھوِیا کا حامی تھا۔ اس کی ماں لِچھوِی سردار چیتک کی بہن تِرِسالا تھی۔ اس طرح یہ بھی بدُھ کی طرح گروہی بادشاہیوں والے عسکری خاندانوں کا سپوت تھا۔ یہ چھوٹے چھوٹے حکمران خاندان اس زمانے میں بہت سیاسی اہمیت اور

طاقت رکھتے تھے۔ اگرچہ اسکی تعلیم و تربیت شہزادوں جیسی ہوئی، اس نے شادی بھی کی اور اسکی ایک بیٹی بھی تھی لیکن اسکی اصل دلچسپی "تلاشِ نجات" میں تھی۔ تیس سال کی عمر میں جب اس کے والدین مر چکے تھے، اس نے گھر بار چھوڑ دیا اور وہ تارک الدنیا بن گیا۔ پہلے پہلے اس نے ایک مرتاض گروہ نِرگرنتھ (بندھنوں سے آزاد) کی مشقوں پہ عمل کیا۔ یہ گروہ کسی شخص پارسوا نامی نے اس سے دو سو ۲۰۰ سال پہلے قائم کیا تھا۔ نِرگرنتھ کی اِصطلاح بعد میں مہاویر نے اپنے قائم کردہ مذہب کے اراکین کیلئے استعمال کرلی اور جَین مت کے چوبیس بڑے اساتذہ (تِرتھنکر) میں تیئسواں مقام پارسو کو دے دیا۔

بارہ ۱۲ سوسال تک وردھمان دربدر روٹی مانگنا، مراقبے کرنا، مناظرے کرنا اور اپنے جسم کو طرح طرح کی اذیتیں دیتا اور ریاضتیں کرتا رہا۔ پہلے اس نے صرف ایک ہی کپڑا پہنے رکھا اور اسے بدلنا بھی گوارا نہ کیا۔ پھر تیرہ مہینوں کے بعد اس نے ایک کپڑے کے تکلّف کو بھی برطرف کر دیا اور ساری عمر ننگے بدن گزار دی۔ چھ سال تک ایک ساتھی گوسالؔ اسکی مشقوں میں اس کا شریک رہا لیکن یہ دونوں لڑ پڑے اور وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ اس نے الگ ہو کر آجیوک فرقے کی بنیاد ڈالی۔

ترکِ دنیا کے تیرھویں سال وردھمان کو مکمل روشنی اور نِروانؔ حاصل ہو گیا۔ وہ ارہنت (قابلِ نِروان) فاتح (جِنا) اور ترتھنکر (دریا کو پایاب بنانے والا) بن گیا۔ اب اسکی شہرت بھی پھیل گئی اور اس کے مریدوں میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اس نے گنگا کی راجدھانیوں میں تیس سال تک لوگوں کو تعلیم دی اور جن بادشاہوں نے بُدھ کی سرپرستی کی انھوں نے اسکی بھی سرپرستی کی۔ وہ اپنے بڑے مخالف گوسالؔ کے بعد بھی زندہ رہا اور شاید بدھ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہا۔ اسکی موت خود عائد کردہ فاقہ کشی سے بہتّر سال کی عمر میں مگدھ کے دارالحکومت راجگڑھ کے نزدیک چھوٹے سے قصبے پاوا میں ہوئی۔ تاریخ وفات ۴۶۸ ق۔م مختلف فیہہ ہے۔

جَینی دو صدیوں تک راہبوں اور عام پیروکاروں کی ایک چھوٹی سی جماعت کی صورت رہے ان کے مخالف فرقے آجیوک سے بھی کم تھی۔ جینیوں کی روایات کے مطابق چندرگپت موریا تخت

چھوڑ دینے والے کے بعد [illegible] مذہب میں بطور روایت [illegible] ہوا [illegible] قابل یقین
نہیں [illegible] جینیوں کی [illegible] مہاویر کے [illegible] کے
حامی [illegible] ایک [illegible] قحط کی [illegible] جنوب کی طرف چلے گئے
[illegible] مجبور ہو کر اپنے مذہب [illegible] قائم کر رکھے تھے [illegible]
[illegible] انتقال [illegible] نظم و نسق [illegible] پیدا ہو گئے [illegible] جین مت
کا ایک بڑا [illegible] اگر [illegible] واپس [illegible]
[illegible] تھا [illegible] اصول [illegible] برقرار رکھا
جا سکے [illegible] پیچھے رہ جانے والے [illegible] قحط کی گڑبڑ
[illegible] کپڑے [illegible] اجازت دے دی [illegible] یہاں
سے [illegible] جین مت [illegible] دو فرقے [illegible] اور دوسرا
[illegible] یعنی سفید پوش [illegible] اختیار
[illegible] اصول [illegible] میں
ننگے فرقے والوں نے بھی عام لوگوں میں آتے ہوئے کپڑے پہننے [illegible] شروع کر دیئے لیکن جو
تقسیم ہو چکی تھی وہ برقرار رہی [illegible] آج تک [illegible]

[illegible] روایات [illegible] منعقد [illegible] اور
[illegible] آخری شخص تھا [illegible] مکمل علم تھا [illegible] نے
ایک [illegible] بلائی [illegible] ایک [illegible] مرتب
کرایا جس کے بارہ انگ یا [illegible] (ابواب یا حصے) [illegible] چودہ
[illegible] کی بجائے تسلیم کر لیا گیا [illegible] تسلیم کیا جب کہ
[illegible] فرقے [illegible] اور [illegible] کوئی
[illegible] نہیں [illegible] ہم اپنی مقدس کتابیں [illegible] انھوں نے کچھ کتابیں
تصنیف کر لیں مگر [illegible] کی کتابیں پانچویں
صدی عیسوی میں [illegible] ایک مقام [illegible] منعقد ہونے والی [illegible] شکل

اختیار کر کے لکھ لی گئیں۔ تاہم اس وقت تک متن بہت کچھ بگڑ چکے تھے بلکہ ایک انگ گم بھی ہو چکا تھا اور ابتدائی مجموعۂ قانون میں بارہ اُپانگاہ کی شکل میں اضافے بھی ہو چکے تھے۔ اُپانگاہ کے معنے ہیں چھوٹے چھوٹے اَبواب یا حصّے۔ ان اضافوں کے علاوہ مختلف چھوٹے چھوٹے رسائل بھی وجود میں آ چکے تھے۔ اَزمنۂ وسطیٰ میں بڑی مقدار میں توضیحی ادب پیدا ہو چکا تھا جو پراکرت اور سنسکرت دونوں زبانوں میں تھا اور بہت سے قابل فلسفی راہب سامنے آ چکے تھے جنہوں نے اس فرقے کی کتابوں کی مزید تشریحات کیں۔ بعض راہبوں نے غیر مذہبی اَدب پر توجّہ دی اور اپنی تقدیس کو ضائع کئے بغیر دوسرے علوم کو بھی سیکھا۔ سنسکرت کے آخری عظیم شعراء میں پندرھویں صدی عیسوی کے عظیم شاعر نیاچندرا کا نام مشہور ہے اور یہ جَینی راہب تھا۔ اسی طرح کالیداس کی نظموں کا معیاری تبصرہ نگار اور شارح مکّی ناتھ بھی جینی راہب تھا۔ جینیوں کی ادب نوازی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ کسی بھی مخطوطے کا نقل کر لینا، خواہ یہ مخطوطہ غیر مذہبی ہی کیوں نہ ہو، بہت بڑی مذہبی نیکی کا کام سمجھا جاتا تھا۔ اس کی بدولت شمالی برّصغیر میں بیشمار قلمی کتابیں محفوظ ہیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئیں اور ان میں سے اکثر جینیوں کی کتابیں نہیں ہیں دوسروں کی ہیں۔

مَوریا اور گپتا حکومتوں کے درمیانی عرصے میں جَین مَت کے آثار مشرق میں اڑیسہ سے لیکر مغرب میں متھرا تک ملتے ہیں لیکن بعد میں یہ دو علاقوں میں محدود ہو کر رہ گیا۔ ایک کاٹھیاواڑ اور گجرات کا علاقہ اور راجستھان کے بعض حصّے جہاں سویتمبر فرقے کا غلبہ تھا اور دوسرا جزیرہ نما بھارت کا مرکزی حصّہ، موجودہ میسور اور جنوبی حیدرآباد جہاں دِگمبر فرقے کی کثرت تھی وادیٔ گنگا جو جَین مَت کی اصل جنم بھومی تھی بہت کم متأثر ہوئی۔

مغربی بھارت کے سرداروں نے سویتمبر فرقے کو بہت سہارا دیا۔ اس فرقے نے چونکیہ خاندان کے بادشاہ کمارپال کے عہدِ حکومت، جو بارھویں صدی عیسوی میں گجرات اور کاٹھیاواڑ کا حاکم تھا، بڑا نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ اس بادشاہ نے ایک بہت بڑے جینی دانشور ہیم چندر کی راہنمائی میں جَینی مت میں اصلاحات کیں۔ لیکن اس کی وفات پر اس فرقے کا اثر بہت کم ہو گیا۔ اگرچہ فرقہ پھلتا پھولتا رہا لیکن اسکی اہمیّت ختم ہو گئی۔ اسی طرح جنوب میں ابتدائی زمانہ

وسطیٰ میں دِگمبَر فرقے کا اثر خاصہ بڑھ گیا تھا کیونکہ بعض بادشاہوں نے اس کی سرپرستی کی تھی لیکن جونہی شِوا اور وِشنو کی پوجا ہندوؤں میں تیز تر ہونے لگی اس فرقے پر زوال آنا شروع ہو گیا بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اس فرقے والوں پر سختیاں بھی کی گئیں اور اُسے کچلنے کی پوری کوشش کی گئی۔ تاہم جَین مَت پر انحطاط تو آگیا لیکن یہ مِٹ نہ سکا۔

اگرچہ جینیوں کی مذہبی کتابیں بہت بعد کی تصنیفات ہیں تاہم اس مذہب کے دونوں فرقوں کے بنیادی عقائد میں بہت کم اختلافات ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی عقائد بہت قدیم سے آرہے ہیں اور مہا ویرؔ ہی کے وضع کردہ ہیں۔ جین مَت اور بُدھ مت دونوں اصولاً بے خدا مذاہب ہیں۔ دیوتاؤں یا خداؤں کے وجود کا انکار تو نہیں کرتے لیکن انہیں نظامِ کائنات میں کوئی اہم مقام نہیں دیتے۔ جَین مَت کا عقیدہ ہے کہ دنیا کو کسی "شخصی خُدا" نے نہ تخلیق کیا ہے نہ وہ اسے قائم رکھے ہوئے اور نہ ہی وہ اسے تباہ کریگا بلکہ یہ کائناتی قانون کے تحت چل رہی ہے۔

کائنات اَبدی ہے۔ اس کا وجود بے شمار دائروں میں منقسم ہے۔ ہر دائرے میں عُروج (اُتسرپینی) اور زوال (اَوسرپینی) کے اَدوار آتے ہیں۔ ہر دور اپنے آخری دَور کی مانند ہوتا ہے اور اس میں چوبیس ترتھنکرا اور بارہ آفاقی شہنشاہ (چکرَورتن) آتے ہیں۔ مجموعی طور پر تریسٹھ عظیم انسان (سالَک پُرُش) باقاعدہ وقفوں سے، ہر دائرے کے دوران آکر رہتے ہیں۔ انتہائی عروج کے زمانے میں انسان بہت بڑی قد و قامت کے اور بے حد طویل عمر والے ہوتے ہیں۔ انہیں نہ قوانین کی اور نہ جائدادوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ "اَشجارِ آرزو" (کلپ وَرکسا) انہیں ہر مطلوبہ چیز عطا کر دیتے ہیں۔ اس وقت دنیا بڑی تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہو رہی ہے۔ اس عہد کا آخری تیرتھنکر اپنے آخری نِروان کو پاکر جا چکا ہے۔ آہستہ آہستہ سچا مذہب ختم ہو جائیگا۔ مہا ویرؔ نے تو اس زمانے کے آخری جَینی کا نام اور پتہ تک بتا دیا تھا۔ زمانۂ انحطاط چالیس ہزار سال تک جاری رہے گا۔ آخر میں لوگ قد و قامت میں بونے ہو جائیں گے اور انکی عمر بھی صرف بیس سال ہوگی۔ یہ سب تہذیب و تمدّن کو بھول چکے ہوں گے اور غاروں میں رہیں گے۔ انہیں آگ کا استعمال

تک یاد نہ رہیگا لیکن زمانہ پھر کروٹ لے گا۔ یہ ترقی کرنا شروع کر دیں گے لیکن ایک اور زوال کے لئے۔ یہ ترقی اور انحطاط اسی طرح تا ابد جاری رہے گا۔ بدھ مت اور ہندو مت کے برخلاف جینی مذہب میں دنیا کے بالآخر فنا ہو جانے کا کوئی تصور نہیں ہے۔

کائنات زندہ روحوں اور پانچ غیر ذی حیات باہمی تعامل سے فعال رہتی ہے۔ زندہ روح کو جیوا (زندگی) اور غیر ذی حیات اشیاء کو اجیوا کہا جاتا ہے۔ پانچ غیر ذی حیات اشیاء یہ ہیں:

(۱) آکاش (ایتھر) جو حرکت کا ذریعہ یا اس کی حالت ہے (۲) دھرم یہ ایک طرح کا نا نہی خلا ہے جو حرکت کو ممکن بناتا ہے جیسے دریا مچھلی کے تیرنے کو ممکن بناتا ہے (۳) ادھرم یہ بھی تیسرا خلا ہے اور سکون کو ممکن بناتا ہے (۴) وقت یا کال (۵) مادہ یا پدگل ہے۔ روحیں صرف حیوانات اور نباتاتی زندگی ہی نہیں بلکہ چٹانوں، بہتے پانی اور بہت سی دوسری اشیائے فطرت میں بھی ہیں جنہیں دوسرے فرقے زندہ نہیں سمجھتے۔ روح فطرتاً چمکیلی ہے، ہر چیز کو جاننے والا اور پرمسرت ہے۔ کائنات میں بے شمار روحیں جو بنیادی طور پر مساوی ہیں لیکن ان میں لطیف جوہری کی صورت میں مادہ چمٹ جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ مختلف ہو جاتی ہیں۔ مادے کا یہ لطیف جوہر جو دکھائی نہیں دیتا "کرم" کہلاتا ہے۔ دوسرے مذاہب میں اسے غیر مادی وجود کہا گیا ہے لیکن جین مت میں اسے مادیت کے نقطۂ نظر سے دیکھا گیا ہے۔ فطرتاً چمکیلی روح کو لطیف جوہری مادہ یعنی کرم دھندلا دیتا ہے۔ اس طرح گویا پہلے سے روحانی جسم بنا گیا لیکن اب یہ مادی جسم بن گیا۔ کرم روح کے ساتھ "عمل" کے نتیجے کے طور پر چمٹ جاتے ہیں۔ عمل کوئی بھی ہو اور کسی نوعیت کا ہو اس سے کوئی نہ کوئی کرم ضرور پیدا ہوتا ہے۔ بعض ظالمانہ اور خود غرضی سے بھرے اعمال بہت زیادہ خطرناک کرم ابھارتے ہیں۔ اسی طرح جو کرم پہلے حاصل ہو چکا ہے وہ [illegible] کرموں کو ابھارتا رہتا ہے اور اس طرح تناسخ ارواح کا دائرہ غیر معینہ مدت کے لئے جاری رہتا ہے۔

ان قضایا کی پیش نظر تناسخ کے چکر سے نجات کے طریقہ اس کی صورت میں ممکن ہے کہ کرم کو رد کر دیا جائے یعنی جو کرم روح کو چمٹ چکا ہے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش [illegible] تب

کی جا سکے۔ اندریں حالت کرم کو ترتیب سے جھٹکنے دیا جانا ہے یہ بہت سست رفتار اور مشکل عمل ہے۔ یقیناً بہت سی روحیں یہ عمل نہ کر سکیں گی اور اسی لئے ناپید تناسخ کے چکر میں پھنسی رہیں گی۔ کرم کا مٹانا (نرجرا) صرف خود عائد کردہ اذیتیں بھگتنے سے ممکن ہے نیز اس کے لئے آشرو (یعنی کرم کی سیلابی طاقت سے آلام کو روک لینا (سموَر) بھی ضروری ہے۔ روح کے اندر کرم کا جم جانا (بندھ) اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک اعمال کو بڑی احتیاط کے ساتھ منظم و منضبط بنایا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ [illegible] کی صورت میں جمع نہ ہوگا اور [illegible] اکھڑ جائیگا۔ جب روح آخری بار اپنے آپ کو آزاد کر لیتی ہے تو پھر فوراً کائنات کی بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے جو بلند ترین آسمان سے بھی زیادہ اونچا [illegible] ہے وہیں بے عمل اور ہر چیز کا شعور رکھنے والی پر مسرت کیفیت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آرام پاتی ہے [illegible]

اگرچہ جینی فلسفیوں نے اپنے اصول و عقائد [illegible] علم التعلیم کو بھی ترقی دی لیکن ان کی بنیادی تعلیمات [illegible] جن کو [illegible] تیس [illegible] اس طرح [illegible] جس طرح بدھ مت [illegible] تھے۔ [illegible] لچک پیدا نہیں [illegible] سخت [illegible] سال سے [illegible] زندہ [illegible]

علم جینی کے لئے مکمل نجات کا حاصل کرنا [illegible] اور بدھ مت [illegible] مختلف [illegible] کرتے ہیں۔ جین مت کی تعلیم کے مطابق نروان حاصل کرنے کے لئے تمام [illegible] لباس [illegible] اور مراقبہ کے ذریعے کرم سے نجات حاصل ہو سکتی ہے اور [illegible] کرم کو روح کے اندر داخل ہونے سے روکنے کیلئے سخت نظم و ضبط لازمی ہے۔ لہذا [illegible] زندگی [illegible] تاہم [illegible] جینیوں [illegible] ترک کر دیا تھا [illegible] اور اب [illegible] فرقے والے بھی [illegible] اصول کے پابند نہیں رہے حالانکہ دونوں فرقے مانتے ہیں کہ مکمل نجات کیلئے عریانی لازمی ہے چونکہ [illegible]

تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہے اور کوئی رُوح اب نِروان تک نہیں پہنچتے اور نہ ہی ان کے پہنچنے کی کوئی اُمید ہے اس لئے اب کپڑے پہن لینے کو انسانی کمزوری کے لئے رعایت کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔

جینی راہب کا ابتدائی امتحانِ داخلہ بڑا اذیّت ناک ہے۔ اس کے سر کے بال مونڈے نہیں جاتے بلکہ ایک ایک کر کے اُکھیڑے جاتے ہیں۔ اُسے بہت سی تکلیفوں میں سے گزرنا پڑتا ہوں۔ مثلاً موسمِ گرما کی چلچلاتی دھوپ میں بیٹھ کر مراقبہ کرنا۔ یا متواتر طویل مدّت تک ایک ہی غیر آرام دہ حالت میں بیٹھے رہنا، وغیرہ۔ حالانکہ جَین مَت نے ہندو جوگیوں اور زاہدوں کی زیادہ شدید اور عجیب و غریب مشقتوں کی ممانعت کر رکھی ہے۔ قتل اور دوسرے تشدّد آمیز اعمال سے، جو بالارادہ ہوں یا غیر ارادی، کرمَ تیزی کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں۔ لہٰذا ان سے احتراز لازمی ہے۔ راہب کو بہت کم کھانا چاہیئے اور فاقے زیادہ کرنے چاہئیں۔ بہت سے راہب تو فاقہ کشی سے مر بھی جاتے ہیں۔ راہب کی زندگی پانچ حلفیہ اقراروں کی پابندی میں بسر ہونی چاہیئے: قتل، چوری، جھوٹ، جنسی عمل اور حصولِ جائداد سے مکمل پرہیز راہب کی زندگی کے پانچ حلفیہ اقرار ہیں۔ گوشت خوری راہب اور عام جینی دونوں کے لئے ممنوع ہے کیڑے مکوڑوں کی زندگی بھی مقدّس ہے۔ بدھ مَت کے راہبوں کی طرح جینی بھی پانی کپڑے سے چھان کر پیتے ہیں۔ جینی راہب ہاتھ میں پَروں کے جھاڑو رکھتے تھے تاکہ پاؤں کے نیچے کوئی چیونٹی نہ نہ ماری جائے۔ اسی طرح منہ پر کپڑا باندھے رکھتے تھے کہ کوئی باریک جاندار سانس کے ذریعے اندر نہ چلا جائے۔ کوئی جینی زراعت کا پیشہ بھی اختیار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس میں بہت سی نباتی زندگیوں اور دوسری جانوں کے اتلاف کا اندیشہ تھا۔

بدھ مَت کی طرح جَین مَت نے بھی دیانتداری اور کفایت شعاری کی حوصلہ افزائی کی ہے اسی وجہ سے جَین مَت کے پیروکار بہت جلدی تاجر پیشہ بن گئے۔

جَین مَت کے پاس کوئی خاص سماجی اصول و قواعد نہیں تھے۔ عام جینی کے ہاں پیدائش، موت وغیرہ کی گھریلو رسومات وہی تھیں جو ہندوؤں کے ہاں رائج تھیں۔ ایک وقت جینیوں نے بھی سٹوپا بنائے لیکن یہ باقی نہ رہ سکے۔ پھر انہوں نے مندروں میں تیرتھنکروں کے بت بنا کر رکھے

اور ان کی پوجا شروع کر دی۔ اور انکی پوجا کا طریقہ بھی وہی تھا جو ہندوؤں نے اپنا رکھا تھا، یعنی پھول، خوشبوئیں، دیئے جلانا وغیرہ پھر آہستہ آہستہ ہندوؤں کے بڑے بڑے دیوتا بھی جینی مندروں میں داخل ہوگئے جس طرح بدھ مندروں میں داخل ہوئے تھے اور اس طرح خدا کے انکار کے باوجود یہ مذہب بھی ہندو مت میں جذب ہوگیا۔ اس مت کو ایک علیحدہ "ذات" قرار دے دیا گیا۔

جینیوں کا مذہبی ادب بالعموم خشک ہے۔ اس کے اخلاقیات میں اگرچہ دیانتداری اور رحمدلی کو نیکی کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے تاہم اخلاقی احکام و قوانین ایجابی کی بجائے سلبی ہیں پھر بھی بعض عبارتیں ایسی ملجاتی ہیں جن میں کسی قدر گرمجوشی اور انسانی ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے آچاء انگا سوُتر کا یہ اقتباس دیکھیے :

> "دانا آدمی کو نہ خوش ہونا چاہیئے اور نہ خفا ہونا چاہیئے
> اُسے تمام چیزوں کی مجموعی خوشیوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔
> بہت سے لوگ ایسی زندگی کو عزیز رکھتے ہیں جس میں زمینیں اور
> مکانات ہوں، رنگین لباس ہوں، ہیرے جواہرات ہوں،
> زیورات ہوں۔ یہ لوگ ان چیزوں سے چمٹ جاتے ہیں۔
> صرف وہی لوگ ان چیزوں کو نہیں چاہتے جنہوں نے اپنے
> عمل اور کردار کو منظم اور منضبط کیا ہوا ہے۔ پس پیدائش اور
> موت کو جانتے ہوئے تم اپنے راستے پر ثابت قدمی سے چلو۔
> موت کیلئے کوئی چیز ناقابلِ رسائی نہیں ہے لیکن ہر شخص
> اپنے آپ کا مشتاق بنا ہوا ہے۔ یہ لوگ عیش کوشی سے پیار
> اور محنت اور جفاکشی سے متنفر رہتے ہیں۔ یہ زندہ رہنے کی
> خواہش رکھتے ہیں۔ زندگی ہر چیز کو پیاری ہے"

جین مت کی مثالی اخلاقی تعلیمات کا اندازہ ان اشعار سے لگایئے جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ مہاویر نے گوتم نام کے کسی شخص سے کہے تھے۔

[illegible] جس طرح درخت کا برگ زرد [illegible] جب اس کا وقت پورا
[illegible] ہو جاتا ہے، وہ درخت سے گر کر زمین پر آ رہتا ہے، اسی طرح
[illegible] انسان کی زندگی ہے گوتم! ہمیشہ ہوشیار رہو [illegible]
[illegible] جس طرح شبنم کا قطرہ گھاس کے تنکے پر [illegible]
اپنی چمک دمک دکھا کر غائب ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کی
[illegible] زندگی ہے گوتم! ہمیشہ ہوشیار رہو [illegible]
[illegible] جب جسم بوڑھا ہو جاتا ہے اور بال سفید ہو جاتے ہیں [illegible]
[illegible] زندگی کی توانائیاں کمزور پڑ جاتی ہیں [illegible] اور بیماری [illegible]
لیتی ہے، گوشت پوست گلا سڑ [illegible] چھوڑ دیتا ہے [illegible]
گوتم! ہمیشہ ہوشیار رہو [illegible]
جیسے تمام تعلقات کو دور پھینک دو [illegible] کنول کے پھول کی طرح
[illegible] پاک صاف ہو جاؤ [illegible] جس طرح [illegible] پانی ہوتا
ہے اسی طرح [illegible] بن جاؤ گوتم ہمیشہ ہوشیار رہو

دگمبر فرقے کی تعلیمات سمجھنے کے لئے "پوجیہ پاد" نامی شاعر کے چوتھی صدی عیسوی کے
یہ اشعار سمجھنے [illegible]

"جسم [illegible] دولت [illegible] بیٹے [illegible] روح سے
[illegible] ہیں [illegible]
"[illegible] پرندے [illegible] بسیرا کرتے ہیں
[illegible] صبح [illegible] ہر ایک اپنا [illegible] جاتا ہے
[illegible] ہو جاتے ہیں" [illegible]

"موت میرے لئے نہیں [illegible]
[illegible]
بیماری میرے لئے نہیں ہے۔ پھر [illegible]

نہ میں بچہ ہوں، نہ جوان ہوں، نہ بوڑھا ہوں
یہ تمام کیفیات تو صرف جسم کی ہیں، میری، نہیں!"
"رُوح اور چیز ہے، بدن اور شئے۔
یہ اصل صداقت کا لبِّ لُباب ہے!
اس کے علاوہ جو کچھ بھی آپ کہیں گے
وہ اسی صداقت کی وضاحت ہوگی۔"

۳۴ چونتیسواں باب

اُپنشد

ہم نے اپنی ایک تصنیف " میں ، میرا دین ، میری دنیا" میں ایک جگہ اشارہ کیا تھا کہ ویدانت کا سارا فلسفہ اُپنشدوں میں ہے۔ اس فلسفے کی رُو سے زندگی نیند کی مانند ہے لیکن نیند کی ایسی حالت جس میں خواب تک نہ آئے انسان کا اصل مقصود ہے بے خواب کی نیند سے مُراد زمان و مکان کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو جانا ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ برہم سے پھر جا کر مل جانے کا نام ہے جس سے انسان کسی طرح الگ ہو گیا تھا۔ ویدانتی استغراق اور محویّت میں یہ باور کر لیا جاتا ہے کہ وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو چکا ہے۔ گویا یہ لمحہ آزادی اس کا برہم سے " وصال" کا لمحہ ہے۔ اگر یہ لمحہ مستقل ہو جائے تو وہ اصل لمحہ بھی مستقل ہو جائیگا۔ لہٰذا یہی وہ نیند ہے جس میں کوئی خواب نہیں ہے۔ اس اعتبار سے ویدانت کا فلسفہ تصوّر ہی تصوّر میں انسانی ذہن کے اندر ایک نئی دنیا بسا دیتا ہے۔ چونکہ اس فلسفے نے بہت سے مذاہب کو متأثر کیا ہے اس لئے اُپنشدوں کے بارے میں کچھ مزید تفصیلات کا جاننا ضروری ہے۔

اُپنشد کا لفظی معنیٰ ہے " تدریسی نشست" یا " تصوّف اور خاص پُراسرار علوم کے سکھانے والے استاد کے قدموں میں بیٹھنا" اُپنشدوں کی مجموعی تعداد ایک سو آٹھ ۱۰۸ بتائی جاتی ہے لیکن ان میں اکثر بعد کے زمانے کی غیر مذہبی تصنیفات شامل ہیں اور انکی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ ابتدائی دور کے لکھے ہوئے اُپنشد مثلاً بَرِھدَ رَنیک اور چاندوگیا نثری تخلیقات ہیں۔ ان میں جدید اصول و عقائد کے کسی نکتے کی مختصر سی تشریحات کا ایک سلسلہ ہے جو عام طور پر سوال و جواب کی صورت میں ہے۔ ان کے بعد لکھے گئے اُپنشدوں مثلاً کٹھ

اور سوتیا سوتر میں مضامین منظوم ہیں اور آپس میں مربوط ہیں۔ اُپنشدوں کے ظنی اور تخمینی علوم میں بہت زیادہ تضادات ہیں۔ تاہم اُن کا موضوع ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک "وجود" جس کو عام طور پر برہم یا برہمن کہا جاتا ہے اور جسے رگ وید میں "مقدس لفظ کے جادو" کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے تمام زمان اور مکان پر چھایا ہوا ہے۔ یہی "وجود" تمام اشکال و صُوَر سے اور مظاہرِ فطرت سے پرے اور ان کے نیچے ہے اور اسی سے ساری کائنات جس میں خود دیوتا ("یا چھوٹے خدا) بھی شامل ہیں، اُبھری ہے۔

اُپنشد جس عظیم اور انوکھے علم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ برہمن کے وجود کو صرف تسلیم کر لینے میں نہیں ہے بلکہ اس کے مسلسل شعور رکھنے میں ہے کیونکہ "برہمن" انسانی روح کے اندر رہتا ہے بلکہ یہ ہے ہی انسانی رُوح اور آتما اور ذاتِ مشخص (اسیلف)۔ جب آدمی اس حقیقت کو پالیتا ہے وہ عملِ تناسخ کے چکر سے مکمل طور پر آزاد ہو جاتا ہے۔ اسکی روح اور برہمن ایک ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ خوشی اور غم، زندگی اور موت سے ماورا ہو جاتا ہے۔ نیند میں آدمی کی رُوح آزاد ہوتی ہے۔ یا کائنات میں پرندے یا دیوتا کی مانند آوارہ پھرتی رہتی ہے۔ یہ بادشاہ بن جاتی ہے یا برہمن بن جاتی ہے۔ خواب دیکھنے سے پرے ایک نیند خوابوں کے بغیر بھی ہوتی ہے۔ اس نیند میں رُوح کے تجربات ایسے ہوتے ہیں جن کا اظہار نہیں کیا جاسکتا اور اس سے پرے پھر برہمن ہے۔ جب آدمی برہمن تک پہنچ جاتا ہے وہ آزاد ہو جاتی ہے۔

"ناقابلِ بیان" کے بیان کرنے کی کشمکش میں اُپنشدوں کے دانشوروں کو ہر طرح کی لفظی مُصّوری استعمال کرنی پڑی ہے۔ بعض اوقات تو رُوح کا تصوّر بھی بالکل ابتدائی قسم کا پیش کیا گیا ہے یعنی اسے انتہائی چھوٹا سا آدمی بتایا گیا ہے جو دل کے اندر بیٹھا ہے۔ کبھی بتایا گیا ہے کہ یہ سانس ہے یا پُر اسرار مائع قسم کی کوئی چیز ہے جو رگوں میں دوڑتی پھرتی ہے۔ تاہم کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ غیر جسمانی اور بے حد و مقدار ہے۔

"برگد کا ایک پھل لاؤ"

"یہ لیجئے جناب"

" اسے توڑ دو "
" توڑ لیا ، جناب "
" کیا دیکھتے ہو ؟ "
" بہت باریک اور چھوٹے چھوٹے بیج ، جناب "
" ایک بیج کو توڑ دو "
" توڑ لیا جناب "
" اب کیا دیکھتے ہو ؟ "
" کچھ بھی نہیں جناب "

" میرے بیٹے ! جس چیز کو تم سمجھ نہیں سکے وہی اصل یا جوہر ہے اور اسی اصل یا جوہر میں اتنے بڑے برگد کے درخت کا وجود ہے ۔ مجھ پر یقین رکھو میرے بیٹے کہ اسی اصل یا جوہر میں تمام موجودات کی ذات مشخّص ہے ۔ یہی عین صداقت ہے ، یہی ذات مشخص ہے ۔ اور تم ہی وہ ذاتِ مشخّص ہو ، سویتکیتو !

آپ نے دیکھا کہ یہاں " رُوح " وجود کی نسبت سے اندرونی ذاتِ مشخص ہے جو کسی صورت میں بھی مساوی نہیں ہے ۔ حالانکہ اس زمانے میں " بالخصوص جینیوں کے ہاں ، یہ خیال عام تھا کہ رُوح ایک قسم کے لطیف ترین مادّہ سے بنی ہوئی ہے ۔ " آتمن " کے معنے بلا امتیاز " رُوح " اور " ذاتِ مشخّص " کے لئے جا رہے تھے ۔ اس لفظ کے اس طرح کے استعمال سے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کی کئی عبارتوں کو مبہم بنا دیا ہے ۔

اُپنشدوں کے سارے ادب میں فرد اور کائنات کی روح کی شناخت کو بار بار دہرایا گیا ہے ۔ کبھی رُوح کائنات کی شناخت کو نمایاں کیا گیا ہے ۔ پھر روح کائنات کی نوعیّت اور شناخت کی ماہیّت کی تشریحات بھی مختلف ہیں ۔ " تت توَم اَسی " یعنی تم (فرد) وہی (ذاتِ مشخّص) ہی تو ہو ۔ اُوپر کی عبارت میں یہ الفاظ اور ان کا مفہوم اُپنشدوں کا سب سے بڑا موضوع ہے ۔ یعنی ایک ابدی اصل وجوہر ، جسے الگ نکھیڑا نہیں جا سکتا ، جو نیکی اور بدی سے بالا تر ہے ، شعور کی اس حالت میں ہے جو گہری نیند (سُشُپتی) سے ماورا لیکن

ابھی زندہ اور بیدار ہے۔ اگرچہ اس نے سارے "مکان" کو منطق کی رسائی سے بالاتر کسی پر اسرار صداقت کے ذریعے، بھرا ہوا ہے لیکن تجربے نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ انسانی دل کے مرکز میں رہتا ہے! اس کے علاوہ اس کے بارے میں عام خیال یہی ہے کہ یہ یکساں اور اور غیر شعری ہے۔ برہمن کا لفظ بھی تذکیر و تانیث کے اعتبار سے بے خلاف ہے۔ اس طرح کائنات کی بے ربطی اور کثرتِ تنوّع کی تشریح کر لی جاتی ہے اور اسے "صداقتِ واحد" میں ڈھال لیا جاتا ہے۔

"یہ نمک پانی میں ڈال دو اور کل صبح میرے پاس آؤ۔" بیٹے نے ایسا ہی کیا۔ اگلی صبح باپ نے کہا: "وہ نمک لے آؤ۔" بیٹے نے پانی میں اسے تلاش کیا مگر یہ کہیں نہیں تھا کیونکہ یہ پانی میں حل ہو چکا تھا۔

"پانی کو اوپر سے دیکھو اور بتاؤ یہ کیسا ہے؟"

"یہ نمکین ہے" بیٹے نے جواب دیا۔

"درمیان سے چکھ کر بتاؤ یہ کیسا ہے؟"

"نمکین ہے" بیٹے نے جواب دیا۔

"اب اسے تہہ میں سے چکھو اور بتاؤ کیسا ہے؟"

"نمکین ہے" بیٹے نے جواب دیا۔

تب باپ نے بیٹے سے کہا: "تم نہیں سمجھتے کہ ایک حقیقت (ستؔ) تمہارے اپنے جسم میں بھی ہے میرے بیٹے۔ اور یہ حقیقت فی الواقعہ ہے وہاں۔ ہر چیز جو "ہے" اپنا وجود اسی لطیف جوہر کے اندر رکھتی ہے۔ اور یہی حقیقت ہے! یہی روح ہے! اور تم ہی وہ ہو، سَو یتکیتوُ!"

اس کائناتی روح کی تعریف بعض اوقات منفی انداز سے بھی کی جاتی ہے۔ مثلاً:

"ذاتِ مشخص صرف اس طرح بیان ہو سکتی ہے کہ یہ نہیں ہے، یہ نہیں ہے۔"

بہرحال یہ ناقابلِ فہم ہے۔ غیر فانی ہے - - - - - - غیر الحاقی ہے - - - - - -
غیر مقیّد ہے - - - - - - اس پر کوئی ابتلا نہیں آتی - - - - - - یہ کبھی ناکام نہیں ہوتی۔"

لیکن اس عبارت میں استعمال کیئے گئے انکار یہ الفاظ کے باوجود " یا جنا ولکیا " رِشی جو اس عبارت کا مصنّف ہے ، " اصل کائنات " کو شخصیّت کا ایک درجہ دینے سے نہ بچ سکا بلکہ ایک مقام پر تو اس نے اُسے اور خدائے برتر و بالا کو تقریباً ایک ہی وجود کہہ ڈالا مثلاً

> " وہ عظیم غیر مخلوق " ذاتِ مشخّص " جو علم پر ہی مشتمل ہے ......
> دل کے اندر " ایشَ " ہے ۔ اسی میں آقا اور حکمران اور مالک ہے ،
> بادشاہوں کا بادشاہ ! وہ نیک اعمال سے بڑا نہیں بن جاتا
> اور نہ وہ بُرے اعمال سے کمتر ہو جاتا ہے ۔ بلکہ وہ تو تمام چیزوں
> کا مالک اور آقا ہے ۔ تمام چیزوں کا محافظ ! "

منظوم اُپنشدوں میں " رُوحِ کائنات " کو تکوینی اصل و جوہر ظاہر کرنے کی بجائے ایک دیوتا کی طرح بیان کیا گیا ہے :

> " وہ تمام چیزوں پر محیط ہے ، روشن اور بے جسم ہے ، جسے بدی
> نہ چھو سکتی ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہے ۔ وہ بصیر ہے ، حکیم
> ہے ، ہر جگہ موجود ہے ، قائم بالذّات ہے ۔ اُس نے تمام چیزوں
> کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے " اچھا " بنایا ہے "

جس اُپنشد سے اُوپر والا بند لیا گیا ہے اس میں " روحِ کائنات " کو " اِیشَ " یعنی آقا و مالک کہا گیا ہے ۔ " کٹھَ اُپنشد " اس رُوح کو " خاص شخص " (پُرُش) کہتا ہے ۔ ایک نظم میں روحِ کائنات کا ذکر خوف اور دہشت سے کیا گیا ہے ؛ مثلاً :

> تمام چیزیں ، جو بھی ہیں ، بلکہ ساری دنیا جو برہمن سے وجود میں آئی ہے
> اس کی سانس کے اندر کانپتی ہیں ۔ یہ ایک بہت بڑی دہشت ہے
> جس کی تعریف نہیں ہو سکتی یہ پیکانِ برق و رعد ہے ۔ اور وہ
> جو اس کو جان لیتے ہیں " غیر فانی " بن جاتے ہیں ۔
> برہمن ہی کی دہشت سے آگ جلتی ہے ، برہمن ہی کی دہشت
> سے سورج چمکتا ہے ۔ اور برہمن ہی کی دہشت سے اندرا ،

ہوا اور موت سب بھاگ جاتے ہیں۔"

سوتیا شوتر اُپنشد، جو مذکورہ بالا اُپنشدوں کے بعد کی تصنیف ہے، روح کائنات کو اس طرح بیان کرتا ہے جیسے کہ "خدا" کی صفات بیان کر رہا ہو۔ اب یہ غیر شخصی اصل و جوہر نہیں ہے بلکہ خالق دیوتا ہے یعنی رُدرا یا شِوا دیوتا۔ لکھا ہے کہ رُدرا تک نہ صرف مراقبوں اور اذیّت ناک ریاضتوں کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے بلکہ اس تک پوجا اور خود دفتی کے ذریعے بھی رسائی ہو سکتی ہے۔

> "وہ پھندے والا جو اکیلا حکمرانی کرتا ہے اپنی قوّت کے بل بوتے پر وہ جو طاقت کے ذریعے دنیا کا نظم و نسق چلاتا ہے، دائماً ایک اور وہی ایک ہے، حالانکہ باقی سب کچھ عروج و زوال میں رہتا ہے۔
>
> بس ایک ہی ہے رُدرا۔۔۔۔ جو دنیا پر اپنی قوّت کے بل بوتے پر حکومت کرتا ہے۔ وہی تمام چیزوں کی پُشت پر ہے یعنی اسی نے تمام دنیائیں بنائی ہیں۔ یہ انکی حفاظت کرتا ہے اور پھر وقت ختم ہو جانے پر ان کو لپیٹ لیتا ہے۔
>
> آقا و مالک تمام موجودات کے چہروں میں رہتا ہے انکے سروں میں رہتا ہے، انکی گردنوں میں رہتا ہے۔ وہ سب کے دلوں کے اندرونی حصّے میں رہتا ہے۔ سب پر محیط، ہر جگہ حاضر، شِوا ہے۔"

اُپنشدوں نے جو علم الاخلاق پیش کیا ہے اس کے جاننے کے لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ اپنشدوں میں نجات کے حصول کا ذریعہ علم یا تکمیلِ احساس ہے ایمان یا عمل نہیں ہے۔

بنیادی طور پر ان کے اخلاقیات "مصدّق بالنّتائج" ہیں۔ نیکی اور بدی کو محیطِ کُل برہمن میں تحلیل کر دیا جاتا ہے اور اس طرح یہ صرف اضافی اصطلاحات بن کر رہ جاتی ہیں۔ صداقت کی تلاش کرنے والوں کے نقطۂ نظر سے نیکی کے ذریعے ہی براہمن تک رسائی ممکن ہے۔ بدی

اس کے برعکس کام کرتی ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو مراقبے کی زندگی کے منافی ہے کلیتہً بری ہے ان رکاوٹوں میں سب سے زیادہ خطرناک خودغرضانہ خواہشات ہیں۔ ایک سے زیادہ عبارتوں میں یہ کہا گیا ہے کہ کائنات کے وجود میں آنے کا سبب وہ اوّلیں خواہش تھی جو روحِ کائنات کے اندر پیدا ہوئی۔ لہٰذا حصولِ مسرّت کے لئے زاہد کے لئے لازمی ہے کہ وہ اَشیاء کو تخلیق سے پہلے والی حالت پر واپس لے آئے۔ دنیا کی جو عام قدریں ہیں مثلاً قربانی فیض رسانی بلکہ زُہد بھی صرف اس وقت نیکی کہلا سکتی ہے جب یہ رُوح کو بلندیوں کی طرف لے جائیں

" قانون کے تین شعبے ہیں۔ قربانی، مطالعہ اور سخاوت پہلا شعبہ ہے، ریاضت دوسرا اور اپنے اُستاد کے گھر میں مجرّد بن کر رہنا تیسرا شعبہ ہے لیکن ان تمام شعبوں کے ذریعے آدمی صرف "انعام یافتگان" کی دنیاؤں تک پہنچ سکتا ہے۔ اَبدیت اُسی کو مل سکتی جو برہمن کے اندر جذب ہو جائے۔"

> پُرانے زمانے کے لوگ بچوں کی خواہش نہیں رکھتے تھے۔ ہم بچے لیکر کیا کریں گے جب ہمارے پاس برہمن اور اس کے علاوہ دنیا بھی ہے؟ وہ کہتے تھے۔ پھر انہوں نے بیٹوں کی، دولت کی اور آسمانی دنیاؤں کی خواہشات پر قابو پالیا اور بھکاری بن کر آزاد پھرنے لگے...... وہ جو (برہمن کے راز) کو جانتا ہے خاموش، خودضبط، صابر اور پر اعتماد بن جاتا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو عظیم ذاتِ مشخّص کے اندر دیکھتا ہے اور تمام چیزوں کا مشاہدہ ذاتِ مشخص کی حیثیت سے کرتا ہے...... برائی اس پر غالب نہیں آتی بلکہ وہ برائی پر غالب آجاتا ہے.... برائی سے آزاد ہوکر، تشنگی سے آزاد ہوکر وہ سچا برہمن بن جاتا ہے۔"

اکثر مواقع پر، خاص طور پر بعد کے اُپنشدوں میں، یہ اشارے ملتے ہیں کہ تمام خواہشات خواہ وہ کوئی بھی ہوں، اس نجات دلانے والے علم کے ساتھ ربط نہیں رکھتیں:

"جب دل سے چمٹ جانیوالی تمام خواہشیں جھڑ جاتی ہیں

> تو پھر " فانی " وجود غیر فانی بن جاتا ہے۔ اور اسی زندگی میں برہمن کو پالیتا ہے۔
>
> جب دل کے تمام زمینی بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہی ہر " ہدایت " کا آخری سبق ہے ۔"

نجات حاصل کرنے کیلئے ترکِ دنیا یا زُہد ایسا ضروری نہیں تھا کہ اس کے بغیر نجات حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ بعض بادشاہوں کو بھی اپنی حکمرانی کے دوران نجات مل چکی ہے۔ تاہم نجات والے علم کا مکمّل حصول بہت مشکل تھا۔ خاص طور پر ایسے شخص کے لئے تو اور بھی زیادہ دشوار تھا جس کا دل مادی تفکّرات اور خواہشات سے لبریز رہتا ہو۔ لہذا تمام مسرتیں مشکوک تھیں:

> نیکی اور چیز ہے ، مُسّرت یا خوشگواری اور چیز۔ دونوں ، اپنے اپنے مقاصد کے پیشِ نظر ، انسان کو کنٹرول کرتی ہیں۔ لیکن بہتری اُسی شخص کے لئے ہے جو نیکی کا انتخاب کرتا ہے۔ وہ شخص جو مسرتوں کا انتخاب کرتا ہے نشانے سے چُوک جاتا ہے ۔"

اُپنشِدوں کا اخلاقیاتی رجحان منفی تو ہے لیکن نہ تو اسے غیر اخلاقی کہا جا سکتا ہے اور نہ اسے اخلاقی پابندیوں کو غیر ضروری سمجھنے والا کہہ سکتے ہیں۔ وہ جو بُرے اعمال سے باز نہیں آیا کبھی برہمن حاصل نہیں کر سکے گا۔ صوفیانہ اصطلاحات اور تشبیہات اور سبق آموز کہانیوں کے تکرار کے باوجود کہیں کہیں بلند اخلاقی قدروں کا ذکر بھی آجاتا ہے۔ دیانتداری کی بہت زیادہ تعریفیں کی گئی ہیں :

جاباؔل کے بیٹے ستیہ کامؔ نے ماں سے کہا :

> " ماں ! میں طالب علم بننا چاہتا ہوں۔ میں کس خاندان کا بیٹا ہوں ؟"۔ میرے پیارے ! مجھے تمہارے خاندان کا علم نہیں ہے۔ میں نے تمہیں اپنے شباب کے دنوں میں حاصل کر لیا تھا جب میں نوکرانی بن کر اکثر اِدھر اُدھر سفر کرتی رہتی تھی۔

بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی۔ میرا نام جابَالَ ہے اور تمہارا نام سَتیہَ کامَ ہے۔ تم کہو کہ تم ستیہ کامَ جابالَ ہو۔"

وہ گوتم ہاری دَرُوْمُت کے پاس گیا۔ "جناب میں آپکا شاگرد بننا چاہتے ہوں۔ اندر آجاؤں؟"

"تمہارا کیا خاندان ہے میرے دوست؟" اُس نے پوچھا۔

"جناب مجھے اپنے خاندان کا علم نہیں ہے۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا تھا اور اس نے مجھے بتایا کہ اس نے مجھے عالمِ شباب ہی میں حاصل کرلیا تھا جب وہ نوکرانی کی حیثیت سے اکثر سفر میں رہتی تھی۔ ۔ ۔ ۔ اُس نے کہا ہے کہ وہ جَابَالَ ہے اور میں سَتیہَ کامَ ہوں اس لئے اپنا نام سَتیہَ کامَ جَابَال بتاؤں۔"

"سوائے ایک سچے براہمن کے اتنا دیانتدار اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جاؤ لکڑیاں چُن لاؤ تمہاری شاگردی کی ابتدائی رسومات ابھی ادا ہونگی۔ کیونکہ تم حق بات سے نہیں پھرے!"

بھَرَ دارَ نیاکا اُپنشدِ میں ایک اور خوبصورت اخلاقی عبارت ہے جو حکایت کی شکل میں ہے۔ ہم اس عبارت سے جزوی اقتباس پیش کرتے ہیں کیونکہ اس کے حوالے نے بھی ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کے قارئین کو پریشان کر دیا ہوگا۔

"پَرجاپتی کے سہ نوعی جانشین، دیوتا۔ آدمی اور جِنّ وغیرہ، ایک دفعہ اپنے باپ کے قدموں میں شاگرد بن کر بیٹھے تھے۔ جب انکا تربیتی سبق ختم ہوگیا تو دیوتاؤں نے کہا:

جناب! ہمیں کچھ بتائیے (اپنی روحوں کی بھلائی کے لئے)۔

اس نے جواب میں صرف "دا" کہا اور پھر پوچھا کیا تم نے اسے سمجھ لیا ہے؟ دیوتاؤں نے کہا ہم سمجھ گئے ہیں۔ آپ نے کہا ہے دَامیتَ (خود ضبط بن جاؤ)۔ "ہاں۔ تم نے ٹھیک سمجھا ہے

باپ نے جواب دیا۔
پھر انسانوں نے پوچھا تو اُس نے پھر وہی دُو حرفی لفظ دہرایا:
"دا"۔ اور پوچھا کیا تم نے سمجھ لیا ہے؟ آدمیوں نے کہا
"ہاں ہم نے سمجھ لیا ہے۔ آپ نے کہا ہے دَ اَتّا (دیتے رہو)
"ہاں۔ تم نے ٹھیک سمجھا ہے"۔
پھر جِنّوں وغیرہ نے پوچھا تو اس نے پھر وہی دُو حرفی لفظ دہرا
دیا: "دا" اور پوچھا کیا تم نے سمجھ لیا ہے؟ جنوں نے
جواب دیا: ہم نے سمجھ لیا ہے۔ آپ نے ہم سے کہا
ہے دَایَدھَ دَم (رحمدل بنو)۔" ہاں تم نے بھی ٹھیک سمجھ لیا
ہے۔
"اور پھر بادلوں کی کڑک کی مبارک آواز دہراتی ہے:
"دا۔ دا۔ دا"۔ خود ضبط بنو، عطا کرو، رحمدل بنو۔ بس
یہی تین نیکیاں ہمیشہ سکھائی جائیں:

(۱)۔ اپنے آپ پر ضبط رکھنا
(۲)۔ سخاوت
(۳)۔ رحم

اُپنشدوں کی شاید بلند ترین اخلاقی پرواز اُن نصیحتوں میں پائی جاتی ہے جو "واجناوَلکیا" نے تارک الدنیا بننے سے پہلے اپنی چہیتی بیوی کو کیں۔ لفظ آتمن کے دُو معنے روح یا ذات مشخّص (انگریزی میں سول یا سیلف) کے اعتبار سے عبارت کو دُو طرح سے پڑھا جا سکتا ہے۔ تاہم مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد "ذاتِ کبریا" ہے۔ اس ذاتِ کبریا کو، روح کائنات کو صوفی تمام اشیائے فطرت میں پہچان لیتا ہے اور اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے کیوں کہ رُوح کی وحدت کو قائم رکھنے میں ذاتِ کبریا اور روحِ کائنات اس کے اپنے ساتھ مل کر رہی ہیں۔ مذکورہ عبارت بہت طویل ہے اس لئے ہم اس کے

بعض بہت اہم حصوں کا تشریحی ترجمہ ہی پیش کر سکتے ہیں۔

یاجنا وَلکیا کی دو بیویاں تھیں، مائیتریئی اور کاتیاینی۔ اوّل الذکر کو روحِ کائنات کے بارے میں کچھ علم تھا، لیکن کاتیاینی اُتنا ہی جانتی تھی جتنا ہر عورت جانتی ہے۔ جب یاجناولکیا نے زندگی کا دوسرا پہلو اختیار کرنا چاہا تو اس نے مائیتریئی سے کہا: میں گھربار چھوڑ رہا ہوں آؤ تمہارے ساتھ اور کاتیاینی کے ساتھ کچھ باتیں طے ہو جائیں۔

مائیتریئی نے پوچھا: "میرے سرتاج! اگر میں ساری زمین اور اس کے خزانوں کی مالک بن جاؤں تو کیا غیر فانی بن جاؤں گی؟"

"نہیں"۔ یاجنا وَلکیا نے جواب دیا۔ "تمہاری زندگی دولتمند شخص کی زندگی تو ہوگی لیکن دولتمندی میں اَبدیت کے حصول کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

مائیتریئی نے جواب دیا: "ایسی چیزوں کا کیا فائدہ جو مجھے اَبدیت نہیں دے سکتیں۔ تم مجھے اپنا علم دے دو، میرے سرتاج!"

اس نے جواب دیا: "خاتون! تم مجھے واقعی بہت عزیز ہو اور اب تو اور بھی زیادہ عزیز لگ رہی ہو۔ سو اگر تم یہی چاہتی ہو تو میں تمہیں علم سکھاتا ہوں۔ غور سے سنو!

> " خاوند اس لئے پیارا نہیں ہوتا کہ وہ خاوند ہے۔ خاوند پیارا ہے۔ ذاتِ مشخّص (سیلف) کیلئے۔ اسی طرح بیوی، بیٹے، دولت مویشی، پجاری، سپاہی، دنیائیں، دیوتا، وید وغیرہ ہر چیز ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جسے ہم اسکی اپنی خاطر محبّت کرتے ہیں۔ سب اس لئے پیارے ہیں کہ ہمیں "ذاتِ مشخّص" بہت عزیز ہے۔
>
> یقیناً تم اس "ذاتِ مشخّص" کو دیکھ سکتی ہو، سن سکتی ہو، ادراک کر سکتی ہو اور جان سکتی ہو، مائیتریئی!
>
> اور جب تم "ذاتِ مشخص" اور "غیر ذاتِ مشخّص" (یعنی سیلف اور ناٹ سیلف) میں ثنویت دکھائی دیتی ہے تو آدمی دراصل کسی

اور چیز کو دیکھ رہا ہوتا ہے، سونگھ رہا ہوتا ہے،
چکھ رہا ہوتا ہے ادراک کر رہا ہوتا ہے، اور جان
رہا ہوتا ہے۔
لیکن جب سب کچھ ذاتِ مشخّص (سیلف) ہی ہو جائے
تو پھر اس ذاتِ مشخّص کے علاوہ اور کسی چیز کا
شعور نہیں رہتا۔
میں نے تمہیں علم دے دیا ہے مائیتریئی! یہی اَبدیت
ہے!"
یہ کہہ کر یاجنا ولکیا چلا گیا۔

◆

پینتیسواں ۳۵ باب

ہندو فلسفہ اور اخلاقیات ‘

ہندو فلسفے اور اخلاقیات کی بنیاد جن پختہ اور بے لچک عقیدوں پر رکھی گئی ہے وہ ہیں: ۱۔ کرم کا اٹل قانون۔ ۲۔ سمسار یا آواگون یا روحوں کا جسم بدلتے رہنا اور۔ ۳۔ ذات پات کی ازلی تقسیم جسے کوئی قوت بدل نہیں سکتی۔ گزشتہ اوراق میں ——— ان تینوں کے بارے میں کچھ وضاحتیں پیش کی جاچکی ہیں تاہم فلسفے اور اخلاقیات کے اہم نکات چونکہ انہی عقائد سے براہِ راست مشتق ہوتے ہیں اس لئے ان کا مختصر سا اعادہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اردو اور علاقائی زبانوں میں ہمیں اکثر اس قسم کے جملے ملتے ہیں کہ "ہمارے کرم ہی ایسے تھے" یا فلاں شخص "کرمائٹرِیا یا کرماں پٹیا ہے" یا "اپنے اپنے کرموں کی بات ہے" وغیرہ۔ ان جملوں میں کرم کے لفظ سے عام آدمی قسمت یا تقدیر مراد لیتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کرمَ (نہ کہ کرَم) سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی کام یا فعل یا عمل کے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں کرم اور اس کے نتائج کے جو اصول ہیں ان کی وضاحت اپنشدوں ہی کے زمانے میں کر دی گئی تھی۔ اس لفظ کی تشریح یوں کر دی گئی ہے کہ یہ سابقہ اعمال کی ان دیکھی پختگی ہے جو اکٹھی ہوتی رہتی ہے۔ اور پھر منتشر بھی ہوجاتی ہے۔ اگلی زندگی میں روح کس طرح کا جسم اختیار کریگی یعنی یہ دیوتائی صورت ہوگی، انسانی یا حیوانی پیکر ہوگا یا یہ دوزخ میں ہمیشہ گلتی سڑتی رہیگی، اس طرح موجودہ زندگی میں بھی انسان کے چال چلن، اسکی اچھی بری قسمت، سماجی طبقے کی پیدائش اور خوشی غمی کا فیصلہ بھی سابقہ کرم کے مطابق ہوتا ہے۔ ہر اچھے کام کا نتیجہ جلد یا بدیر خوشی کی صورت میں اور ہر برے کام کا نتیجہ جلد یا بہ دیر، دکھ درد کی صورت میں برآمد ہوکر رہتا ہے۔ چونکہ یہ سب کچھ اپنے ہی کئے کی جزا ہے جو اٹل ہے اس لئے اسے قسمت یا تقدیر کا لکھا

کہنا درست نہیں ہے۔ ہم کرم کے نتائج سے بچ تو نہیں سکتے لیکن دوراندیشی اور صحیح فیصلے کو کام میں لاکر ہم کرم کی اصلاح کرسکتے ہیں اور انہیں اپنے لئے مفید بنا سکتے ہیں۔

روحوں کے بار بار جسم بدلتے رہنے کے مسئلے کی بھی مختلف انداز میں کئی تشریحیں کی گئی ہیں تاہم جس نکتے پر سب مکاتبِ فکر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ "روح" کسی بھی جسم کے اندر اپنی عریاں صورت میں داخل نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک یا ایک سے زیادہ غلافوں میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے یہ غلاف انتہائی لطیف اور مادّی ہوتے ہیں اور انکی نوعیت کا دارومدار بھی سابقہ اچھے برے اعمال کے "نقدِ بقایا" یعنی منفی یا مثبت "بچت" پر ہوتا ہے۔ پھر نئی پیدائشوں کا انحصار بھی انہی غلافوں پر ہے۔ یعنی جس قسم کے غلاف روح کو ملفوف کئے ہوئے ہیں اُسی قسم کے جسم کے اندر رُوح کی آئندہ پیدائش ہوگی۔ رُوح کو جو جسم ملتا ہے وہ بے انتہا لطیف اور قوائے حِسّیہ سے عاری ہوتا ہے یعنی اس میں دل و دماغ والی چھٹّی حِسّ ہی نہیں ہوتی۔ اسی لئے رُوح کو عام طور پر اپنی سابقہ پیدائش یا ایک جسم سے دوسرے جسم کی طرف منتقل ہونے کی کوئی بات یاد نہیں ہوتی البتہ بعض بہت ترقی یافتہ رُوحیں اپنی سابقہ پیدائشوں کے واقعات دوبارہ حافظے میں لاسکتی ہیں بعض فرقوں نے یہ صلاحیّت حاصل کرنے کے لئے خاص طریقے بھی وضع کرلئے تھے۔ رُوحیں ایک برہما کی زندگی کے دوران اجسام بدلتی رہتی ہیں۔ پھر جب کلپ یا تکوینی دن ختم ہوجاتا ہے تو یہ قابل حصول صلاحیّتوں کی صُورت میں واپس برہما کے اندر داخل ہوجاتی ہیں۔ جب برہما مرجاتا ہے یعنی ایک سو تکوینی سالوں کے بعد اور ساری کائنات فنا ہوجاتی ہے تو رُوحیں کائناتی رُوح (وَرلڈ سول) میں جذب ہوجاتی ہے اور ان کے کرم بھی فنا کردیئے جاتے ہیں۔

روح کے جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہوتے رہنے کے عمل کو سمسار کہتے ہیں۔ یہ عمل ہمہ وقت گھومتے رہنے والے پہیئے کی مانند ہے۔ چونکہ متواتر اور مسلسل چکروں میں درماندگی، بے زاری اور افسردگی کا پیدا ہونا ناگزیر ہے اس لئے ہندو مت نے ان چکروں سے چھٹکارا حاصل کرنے کا عقیدہ پیدا کرلیا اور اس کا نام "مکتی" (نجات) رکھ دیا۔ نجات حاصل کرلینے کے بعد "روح" کہاں جائیگی، کس حال میں ہوگی، نیز یہ کہ نجات حاصل کرنے کے ذرائع کیا ہیں ان سوالات پر مفکرین کی آراء میں وسیع اختلافات ہیں۔ چنانچہ انہی اختلافات کی بنا پہ ہندو فلسفے

کو منضبط کیا گیا اور انہی اختلافات سے فلسفے کے مختلف مکاتبِ فکر وجود میں آئے ہیں جن میں سے چھ کو اہمیّت حاصل ہے ۔

ان مختلف مکاتبِ فکر کی نظریاتی طور پر جماعت بندی سنِ عیسوی کے آغاز میں یا اس سے تھوڑا سا عرصہ پہلے کر دی گئی تھی ۔ کٹّر (آرتھوڈاکس) ہندومت نے ان مکاتبِ فکر کو شَدرشَن ، (چھ عقیدے) کا نام دیکر تسلیم کر لیا تھا ۔ شروع شروع میں تو ان عقائد کے مآخذ و مقاصد مختلف تھے لیکن بعد میں مان لیا گیا کہ نجات حاصل کرنے کے یہی چھ راستے صحیح ہیں ۔ پھر مفکرین نے مزید غور و فکر کر کے ایک دوسرے سے ملتے جلتے مکاتب کے جوڑ بنا دیئے اور انہیں تین انواع میں منقسم کر دیا ۔ یہ تقسیم اس طرح سے ہے :

(۱)۔ نیایا اور ویشیشک (۲)۔ سانکھیہ اور یوگا (۳)۔ میمانسا اور ویدانت

(۱) نیایا ۔ (تجزیہ) ۔ جیسا کہ اس لفظ کے معنٰی سے ظاہر ہے یہ اصول مذہب سے زیادہ منطق اور علمیّات کا مکتبِ فکر تھا ۔ جب مابعد الطبیعاتی مسائل پر بحث مباحثوں کا سلسلہ چل نکلا تو دلائل دینے اور دوسروں کے دلائل رد کرنے کے لئے اصول و قواعد وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی ۔ ہندوؤں نے اپنی طرز کے منطقی اصول بنا ڈالے ۔ اس وقت ان کے منطق کی بنیادی کتاب پہلی صدی عیسوی کی مرتّب شدہ نیایا سوترہ ہے جسے ایک شخص گوتم نے ترتیب دیا تھا ۔ اس وقت ہندوؤں کی سوچ کا بڑا موضوع پرمان تھا جس کے معنے ہیں علم کے قابلِ اعتماد ذرائع ۔ نیایا کے متاخر مفکرین کے مطابق پرمان چار ہیں :

۱۔ پرتیکشا یا ادراک
۲۔ انومان یا استنتاج
۳۔ اُپ مان یعنی تقابلی مطالعے سے نتائج اخذ کرنا
۴۔ شبد یا لفظ ۔ یعنی ویدوں سے یا کسی اور قابلِ اعتماد سند سے حوالہ دینا ۔

ویدانت مکتبِ فکر نے ان میں دو اور ذرائع کا اضافہ کر دیا ۔ اس طرح پرمان چھ ہو گئے ۔

۵ ۔ ارتھ پتی یا وجدان یا احتمال ، اور

۶۔ اَنُوپ لبَھدی یا لا ادراکیت ۔ اس کا مفہوم غیر ضروری لیکن عالمانہ پاکیزگی لیا گیا ۔

یہ چھ ذرائع بہت حد تک ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط رہ گئے ۔ تا آنکہ بُدھ مَت کے پیروکاروں نے علم کی تمام صورتوں کو پہلی دو اقسام میں شامل کر دیا ۔ جینیوں نے عام طور پر صرف تین ذرائع یعنی اِدراک ، استنتاج اور الہام کو تسلیم کیا ہے ۔ مادہ پرست مکاتبِ فکر صرف ادراک کو ذریعۂ علم تسلیم کرتے تھے ۔ اُن کے مخالفین نے البتہ اِستنتاج ہی کو استعمال میں لا کر ان پر ثابت کر دیا کہ استنتاج ناقص ذریعۂ علم ہے اور اس سے قابلِ اعتماد علم حاصل نہیں ہو سکتا ۔

طریقِ استنتاج پر مزید غور و فکر اور عملی مطالعے کے بعد صحیح منطق کی صورت اُبھرنے لگی ۔ مابعد الطبیعاتی مسائل پر بحث و تمحیص کے دوران غلط دلائل کا تجزیہ کر کے انکی گروہ بندی کی گئی اور منطقیوں نے تسلیم کر لیا کہ کلاسیکی منطق میں بھی مغالطے پیدا ہو سکتے ہیں ۔ ان مغالطوں کی کئی صورتیں ہیں مثلاً اَر تھَد پَرَ سنگ یعنی تحلیل حماقت یا چکرَ یعنی چکر دار دلائل یا اَنَ وستھا یعنی دلائل کی لامحدود پسپائی یا اَن یونیا سرایا یعنی عقلی بھول بھلیاں یا آتما سرآیا یعنی ایسی دلیل جو مخالف کی تردید کرنے کے لئے دی جائے لیکن فی الحقیقت اس سے وہ بات غلط ثابت ہوتی ہو جو مخالف نے کہی ہی نہیں ۔

اس کے بعد صحیح استنتاج کو منطقی استدلال (سلوجزم) کی مدد سے قائم کیا گیا ۔ اس کی ہندوستانی شکل کا نام پنچاوَیا وا ہے جو ارسطو کی قائم کردہ شکل سے بھی زیادہ پیچیدہ اور رکاوٹوں والی تھی ۔ اس کے پانچ ارکان یہ تھے ۔

۱۔ پرَتجنا (مسئلہ) ۲۔ ہیتو (دلیل) ۳۔ اُداہرَنَ (مثال) ۴۔ اُپ نیا (اس کالا گو ہونا) اور ۵۔ نگَمَنَ (نتیجہ) ۔ اب اس کی مثال دیکھئے :

۱۔ پہاڑ پر آگ ہے
۲۔ کیونکہ اس کے اُوپر دُھواں ہے
۳۔ جہاں دھواں ہو وہاں آگ ہوتی ہے ، جیسے باورچی خانے میں

۴- پہاڑ پر بھی یہی صورت ہے۔
۵- لہٰذا پہاڑ پر آگ ہے۔

اس منطقی استدلال کا تیسرا رکن ارسطو کے مقدمۂ کُبرٰی کے مطابق ہے۔ اس کا دوسرا رکن ارسطو کے مقدمۂ صُغرٰی کے مطابق ہے۔ پہلا رکن اور نتیجہ ایک جیسے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی منطق استدلال میں کلاسیکی منطق کی ترتیب کو اُلٹ دیا گیا ہے۔ یعنی دلیل کو پہلے اور دوسرے جملے میں لایا گیا ہے۔ پھر اسے تعمیم اور مثال کے ذریعے تیسرے جملے میں قائم کیا گیا ہے اور آخر میں پہلے دو جملوں کو دہرا کر نتیجہ نکالا گیا ہے۔ مثال کو (اوپر دیئے گئے جملوں میں باورچی خانہ) عام طور پر دلیل کا ضروری حصّہ قرار دیا جاتا تھا، کیونکہ اس سے بلاغت کی قوّت کو بڑھانے میں مدد ملتی تھی۔ ظاہر ہے کہ منطقی استدلال کا یہ منظم طریقہ بحث و تمحیص کے طویل عملی تجربوں کے بعد ہی وضع ہو سکتا تھا۔ بدھ مت کے پیروکاروں نے سہ رکنی منطقی استدلال کو تسلیم کر لیا اور تیسرے اور چوتھے رکن کو بجا طور پر یہ کہہ کر رَد کر دیا کہ یہ تو ایک ہی بات کو مختلف الفاظ کے ذریعہ دہراتے رہنا ہے۔

اُوپر کی مثال میں یہ تعمیم کہ "جہاں دُھواں ہے وہاں آگ ہے" ایسی تعمیم ہے جس پر استنتاج کا انحصار ہے تاہم اس کے بارے میں خیال کیا گیا کہ یہ "ویاپتی" یعنی بیک وقت اکٹھے رونما ہونے والے عالمگیر واقعات کی طرح کی تعمیم ہے۔ اس رکن کی اصلیت اور خاصیت کے بارے میں بھی بہت بحثیں ہوتی رہیں جن کے نتیجے میں کچھ عام اور کچھ خاص اصولوں کے نظریئے مرتب کئے گئے ہیں لیکن یہ بہت مبہم ہیں۔

ہندوستانی فکر کا کوئی جائزہ مکمل نہیں سمجھا جا سکتا جب تک اس میں جین مت کے علمیات کی اضافت کا کچھ حوالہ نہ ہو۔ جینی مفکرین نے اور ہندو مت سے علیحدہ ہو جانے والے بعض منکرین نے اس چیز کو بالکل مسترد کر دیا جسے کلاسیکی منطق میں "قانونِ استثنائے وسط" کہا گیا ہے۔ جینیوں کے نزدیک صرف دو امکانات "وجود یا عدم" ہی نہیں تھے بلکہ انکی تعداد سات تھی مثال کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

۱- کوئی بھی چیز ہو، مثلاً چاقو بحیثیت چاقو موجود ہے۔

۲۔ یہ کوئی اور چیز، فرض کیا کا نٹا، نہیں ہے۔ اسی بنا پر ہم اس کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ:

۳۔ ایک اعتبار سے اس کا وجود ہے لیکن دوسرے اعتبار سے اس کا وجود نہیں ہے۔ ایک اور نقطۂ نظر سے:

۴۔ یہ ناقابلِ بیان بھی ہے۔ چونکہ اس کے آخری جوہر کا ہمیں علم نہیں ہے اور ہم اس کے آخری مقام کا تعیّن بھی نہیں کر سکتے اس لئے یہ ناقابلِ بیان ہے۔

اس چوتھے امکان کو پہلے تین امکانات کے ساتھ اکٹھا ملا دیا جائے تو تین مزید تصدیقیں یہ پیدا ہو جائیں گی۔

۵۔ یہ ہے تو سہی لیکن اسکی فطری طبع ناقابلِ بیان ہے

۶۔ یہ موجود نہیں ہے لیکن اس کی فطری طبع ناقابلِ بیان ہے

۷۔ یہ موجود ہے بھی سہی اور موجود نہیں بھی ہے لیکن اسکی فطری طبع ناقابلِ بیان ہے۔

تصدیقوں کے اس "سات پہلوؤں والے نظام" کو سیا دواد (یعنی شاید یا ہو سکتا ہے) والا نظام یا سپت بھانگی (تقسیمِ ہفت گونہ) کہتے ہیں۔

اس سیا دواد نظام کے پہلو بہ پہلو جینیوں کے ہاں ایک اور ہفت گونہ نظامِ تصدیق بھی رائج تھا جسے نیا واد کہتے تھے۔ یہ مختلف نقطہائے نظر کے تحت قائم کردہ مفروضے اور ایسے طریقے تھے جن کی مدد سے زیرِ مطالعہ یا زیرِ مشاہدہ اشیاء کی ماہیت تک پہنچا جا سکتا ہے۔ ان میں سے پہلی تین کا تعلّق خود شئے متعلقہ سے تھا (درِوْ یارتھیکا) اور آخری چار کا تعلّق اس کی ترمیمات یا ان الفاظ کے ساتھ تھا جو اس کی تفصیلات مہیّا کرتے ہیں۔ (پَریا یارتھیکا)۔ اس نظامِ تصدیقات کی مثال یہ ہے:

۱۔ آم کے پیڑ کو بیک وقت دو طرح سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ اسکی ایک فردیت کے حوالے سے جس میں اسکی شکل و صورت، اونچائی اور گھیرے وغیرہ کا ذکر ہوگا۔ دوسری طرح کے بیان میں آم کے پیڑوں کی نوع کے حوالے سے اس پیڑ کی خصوصیات متعیّن کی جائیں گی۔

۲۔ اس پیڑ کو آم کے تمام پیڑوں کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی

ہم اسے آم کے پیڑ کے عام تصوّر کے ساتھ مطابقت دیتے ہوئے اور اسکی انفرادی خصوصیات کا خیال نہ کرتے ہوئے بھی اسے سمجھ سکتے ہیں۔

۳۔ اسے محض اکیلے درخت کی حیثیت سے بھی زیرِ غور لایا جا سکتا ہے یعنی اس سے ہٹ کر اسکی خاص صفات کو ذہن میں لائیں ہم اسے فرد کے طور پر بھی سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ:

۴۔ جس حالت میں یہ اس وقت ہے صرف اسی حالت کے اعتبار سے بھی اسے بیان کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً لمحۂ موجود میں یہ پھلوں سے لدا ہوا ہے یا اس پہ بُور آرہا ہے، وغیرہ۔ لیکن اس بیان میں اس کی پہلی حالت جب ابھی یہ پودا تھا نیز آئندہ کی حالت جب یہ ایندھن بن جائیگا، نظرانداز کر دی جائیگی۔

۵۔ ہم اس کے نام کے حوالے سے بھی سوچ سکتے ہیں۔ ذہن میں اسکے ہم معنی الفاظ اور پھر انکے متعلقات کو بھی لا سکتے ہیں اور ان کے اختلافات وغیرہ کو بھی ملحوظ رکھ سکتے ہیں۔

۶۔ ہم اسکی رنگت، شکل وصورت، معانی کے نازک اور باریک فرق کے ساتھ، نیز اسکے موضوع کے اعتبار سے اس کی صفات وغیرہ کے بارے میں بھی سوچ سکتے ہیں۔

۷۔ آخر میں ہم کسی چیز کو اس کے معروف اہم صفت کے تعلّق کے حوالے سے بھی زیرِ غور لا سکتے ہیں۔ مثلاً کسی ہیرو کو "شیر" کہہ دیا گیا ہے تو ہم دل ہی دل میں وہ صفات سامنے لائیں گے جو اُس میں شیروں والی نہیں ہیں اور اسے صرف طاقت اور جُرأت والی ہستی کے طور پر دیکھیں گے

جینیوں نے اس نظام کے آخری تین امکانات کو یہ کہکر مُسترد کر دیا کہ یہ پہلی چار شقوں کے ساتھ مربوط نہیں ہیں۔ نیز ان میں شمارِ الفاظ اور علمیاتی تجسّس کی باتیں ہیں۔

یہ دونوں نظام جو زیادہ تر اصطلاحات میں اُلجھے ہوئے ہیں اور محض علمیاتی مباحث کو پیش کرتے ہیں جدید منطقیوں کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتے۔ تاہم ان میں وسعت اور واقعیت کی وہ ابتدائی اور بنیادی صفات موجود ہیں جن سے یہ احساس اور بھی پختہ ہو جاتا ہے کہ دنیا اس سے کہیں زیادہ لطیف اور پیچیدہ ہے جس طرح کہ ہم اسے سمجھتے ہیں۔ اسی طرح یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کسی چیز کے کسی ایک پہلو کے بارے میں جو بات درست ہے وہ اس کے دوسرے

پہلو کے بارے میں غلط ہوسکتی ہے۔

نیایا یا تجزیاتی نظام کو نجات کا ذریعہ اس لئے سمجھ لیا گیا کہ اس کے تطہیر فکر اور منطقی دلائل سے جو رُوحانی مسرّت حاصل ہوتی ہے وہ رُوح کو دنیا داری کی آلائش میں ملوث شدہ نے سے روکتی ہے۔ نیایا اصل میں منطقی دلائل کا نظام تھا جس پر مذہب کا رنگ چڑھا دیا گیا۔ اس کا تعلق حسیّت اور ادراک سے ہے۔ منہاجی نقطۂ نظر سے یہ موجودہ زمانے کی عقلیت اور منطقی ایجابیت اور لسانی و تحلیلی فلسفے کے زیادہ قریب ہے۔

۲۔ **وَیشیشک** (انفرادی خصوصیات کا مکتبِ فکر) نیایا کا تکملہ تھا۔ یا شاید اس سے بھی پہلے وجود میں آچکا تھا۔ زمانۂ وسطیٰ میں دونوں نظام ایکدوسرے میں ضم ہو گئے اور ایک علیحدہ مکتبِ فکر وجود میں آگیا۔ نیایا مکتب کی خصوصیات منطقی استدلال میں تھی جبکہ وَیشیشک مکتبِ فکر کی دلچسپی مذہب کی بجائے علم الطّبیعات میں تھی۔ اس مکتب کی سب سے پُرانی کتابیں اسکے افسانوی بانی اُلُوکا کناڈا کے سُوتر ہیں۔ ان سوتروں کی بہت سی تشریحیں اور وضاحتیں کی گئی ہیں سب سے بڑے شارح کا نام پُرشستپادَ ہے جو پانچویں صدی عیسوی کا فلسفی ہے۔ وَیشیشک مکتبِ فکر کا بنیادی اصول جو جَین مَت اور بدھ مَت کے بعض فرقوں میں بھی مشترک تھا، یہ تھا کہ فطرت اٹامک ہے یعنی جوہروں سے بنی ہوئی ہے۔ ایٹم رُوح سے الگ ہیں بلکہ رُوح کے لئے آلۂ کار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر عنصر میں بعض ایسی منفرد خصوصیات (وِسیشا) ہیں جو اسے چاؔر دوسری بے جوہر چیزوں سے ممتاز بناتی ہیں۔ یہ چار بے جوہر چیزیں ہیں۔ (۱) زمان، (۲) مکان، (۳) روح اور (۴) ذہن (مائینڈ یا دل و دماغ) ایٹم اَبدی ہیں لیکن برہما کی زندگی کے خاتمے پر جب کائنات فنا ہوجاتی ہے تو یہ ایٹم بھی ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں اور پھر تمام چیزیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ نیا برہما اُن پرانے ایٹموں کو نئی دنیا کی تخلیق کیلئے استعمال میں لاتا ہے۔ اس نظریئے کی رُو سے وَیشیشک مکتب نے رُوح اور مادّے کی ثنویت کا عقیدہ پیش کیا اور پھر یہ کہہ دیا کہ "نجات" کا دارومدار اس بات پر ہے کہ کائنات کی جوہری ساخت کی پوری شناخت رکھی جائے نیز اس کے اور رُوح کے درمیان جو فرق ہے اُسے اچھی طرح ملحوظ رکھا جائے۔

۳۔ **سانکھیہ**: یہ مکتبِ فکر غالباً سب سے زیادہ قدیم ہے۔ بھگوت گیتا میں بھی

اس کا ذکر ہے اور یہ اپنی ابتدائی نانزاشیدہ صورت میں اُپنشدوں میں بھی موجود ہے۔ اس کا افسانوی بانی قدیم زمانے کا رِشی کپل ہے۔ اس فلسفی رشی کی اس وقت کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔ سانکھیہ مکتب کی سب سے پُرانی کتاب کا نام سانکھیہ کاریکا ہے جو چوتھی عیسوی کے ایشور کرشن سے منسوب ہے۔ اس مکتبِ فکر اور جَین مت میں جو مشترک عقیدے ہیں وہ رُوح اور مادّے کی ثنویت اور انکارِ خدا کے عقیدے ہیں۔ یہ مکتبِ فکر پچیس بنیادی اصولوں (تتّوَ) کو حقیقی وجود سمجھتا ہے لیکن کسی اصل الاصول کا قائل نہیں ہے۔ پہلا بنیادی اُصول "پراکرتی" جس کا ڈھیلا ڈھالا ترجمہ "مادہ" کیا جاتا ہے۔ تخلیق، جسے سانکھیہ مکتب فکر تخلیق نہیں کہتا بلکہ ارتقاء کا ایک عمل کہتا ہے۔ کسی اُلوہیاتی فعل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ پراکرتی کے اپنے اندر جو فطری قوّت موجود ہے اسی کی وجہ سے عمل میں آئی ہے۔ دُوسرا بنیادی اُصول "بدھی" یا ذہانت و فطانت ہے جو پراکرتی ہی سے ارتقا پاکر وجود میں آئی ہے۔ اسے مَہَت یا "عظیم ایک" بھی کہا گیا ہے۔ چونکہ پراکرتی سے عملِ ارتقا کے ذریعے اُبھری ہے اس لئے حادث (مخلوق) ہے قدیم نہیں ہے۔ تیسرا اصول "خودشعوری" ہے (اَہنکار)۔ پراکرتی نے ارتقا کی طرف قدم اُٹھایا تو ذہانت نے اپنی فعّال قوتوں کو پہچان لیا اور پھر یہ عمل میں مصروف ہوگئی۔ خودشعوری نے پانچ لطیف عناصر پیدا کئے۔ (تن ماتر)۔ یہ عناصر مادّی ہیں لیکن انتہائی لطیف ہونیکی وجہ سے دیکھے نہیں جاسکتے۔ یہ لطیف عناصر ہیں (۴) ایتھر (۵) ہوا (۶) روشنی (۷) پانی اور (۸) مٹی۔ اِن پانچ لطیف عناصر سے مزید پانچ مادّی عناصر (مہا بھوتَ) پیدا ہوئے۔ پھر خودشعوری نے ان مہا بھوتَ کو کام میں لاکر حواسِ خمسہ کے اعضا بنا ڈالے۔ حواسِ خمسہ (جنا نیندرا) یہ ہیں: (۱۴) سماعت (۱۵) لمس (۱۶) بصارت (۱۷) ذائقہ (۱۸) شامّہ۔ اور پھر ان کے ساتھ ہی پانچ اعضائے عمل (کرمیندرا) پیدا کردیئے یعنی (۱۹) بولنے (۲۰) پکڑنے (۲۱) چلنے پھرنے، (۲۲) بول و براز خارج کرنے اور (۲۳) افزائشِ نسل کے اعضا بنائے۔ آخری چیز یا بنیادی اُصول جو خودشعوری نے پیدا کیا وہ دنیا کا سب سے بڑا اور اساسی جزو مَنَس ہے اسے دل و دماغ یا مائنڈ کہہ لیجئے۔ سانکھیہ مکتبِ فکر والے اسے چھٹی حِس سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ یہ سب سے بڑا اُصول مذکورہ بالا دس عناصر یعنی ۱۴ تا ۲۳ اور خارجی دنیا کے درمیان "واسطے" کے

طور پر عامل رہتا ہے ۔ چوبیس رکنی تکوینی ارتقاء کے اس عجیب و غریب اور اہم اعتقاد کو سادہ اور آسان زبان میں مختصراً بیان کیا جائے تو اس کا مرکزی نکتہ یہ ہوگا کہ یہ اجسام بلکہ سارے کا سارا نظامِ تکوین " ایغو " یعنی اَہنکار کی پیداوار ہے لیکن یہ ایغو یا اَہنکار بنیادی طور پہ مادّی ہے

لیکن ابھی ایک اور پچیسواں تتوَ (بنیادی اُصول) بھی تو ہے جسے پُرش کہا گیا ہے اس کے لفظی معنی " شخص " کے ہیں یا اسے رُوح یا سول سمجھ لیجئے ۔ جَین مت کی طرح سانکھیہ مکتبِ فکر میں بھی یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ کائنات کے اندر لاتعداد روحیں ہیں ۔ یہ سب برابر اور ایک جیسی ہیں اور پراکرتی کے عمل ارتقا کا ابدًا لیکن غیر فعال رہ کر نظارہ کرتی رہتی ہیں ۔ پُرُش کا انحصار پراکرتی پر نہیں ہے اور نہ ہی پراکرتی کا انحصار پُرُش پر ہے ۔ کائنات مکمل طور پر ، بے رُوح ہے لیکن اس کے باوجود ، جیسا کہ ہمارا مشاہدہ ہے ، یہ ارتقاء کی طرف رَواں دَواں ہے ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ذہانت ، شخصیّت اور دل و دماغ یا مائینڈ رُوح کے اجزاء یا حصّے نہیں ہے ۔ روحیں کسی نہ کسی طرح مادّے کے ساتھ چمٹ جاتی ہیں اور اس وقت تک اس سے چھٹکارا حاصل نہیں کرسکتیں جب تک یہ اپنی اس حقیقت کو اچھی طرح سے جان اور پہچان نہ لیں کہ وہ مادّے سے مختلف ہیں ۔

سانکھیہ مکتبِ فکر کے مابعد الطّبیعاتی تصوّرات میں ایک اور عقیدہ بھی شامل ہے ۔ اسے تین گُنُ (اَوصاف) کے اجزائے ترکیبی کا عقیدہ کہتے ہیں ۔ ان اوصاف کے نام یہ ہیں :

(۱) سَتوَ (نیکی) ، (۲) رَجَسَ (جذبات) اور (۳) تمَسَ (جمود یا مسکنت) ۔ غیر ترقی یافتہ تکوینی مادّے کے اندر یہ تینوں اَوصاف ایک توازن اور تناسب کے اعتبار سے موجود رہتے ہیں

لیکن جوں جوں دنیا ارتقا کی طرف بڑھتی رہتی ہے ان اوصاف میں سے کوئی ایک مختلف بے جان یا جاندار چیزوں پر چھاجاتا ہے ۔ جب یہ گُنُ اس طرح موجودات پر غالب آجاتے ہیں تو اس تناسب کے نتیجے میں کائنات کے اندر " قدریں " پیدا ہوجاتی ہیں ۔ تین مذکورہ اَوصاف کا تغلّب اس طرح سے ہے کہ :

(۱) سَتوَ گُنُ (نیکی کی صفت) ہر اس چیز کے اندر موجود ہے جو صداقت ، حکمت ، حُسن اور خیر کی طرف رجحان رکھتی ہیں ۔

(۲) جذبات کی صفت ان تمام چیزوں میں ہے جو وحشتناک، شدت پسند، قوّت والی، جابر یا فعّال ہیں۔

(۳) جمود اور مسکنت اُن چیزوں میں ہے جو اندھیری ہیں، احمقانہ ہیں، اُداسی پیدا کرنے والی ہیں، بدبخت اور ناخوشگوار ہیں۔

تین پہلوؤں والی اس جماعت بندی نے ہندوؤں کی زندگی اور اُنکے فکر کے بہت سے زاویوں کو متاثر کیا ہے۔ تینوں اوصاف کا یہ عقیدہ سانکھیہ مکتبِ فکر سے نکل کر دوسرے مکاتب میں بھی رہ چکا ہے۔

روح اور مادے کی ثنویت اور انکارِ خدا کے عقیدے میں سانکھیہ مکتبِ فکر نے ازمنۂ وسطیٰ ہی میں کسی حد تک ترمیم کر دی تھی کیونکہ اردگرد میں خدا پرستی اور واحدنیت کا دَور دَورہ تھا ترمیم یہ ہوئی کہ پُرش کا تصوّر جواب تک غیر واضح اور غیر فعّال پڑا تھا اسے اپنے دبستانِ فکر میں لایا گیا۔ پُرش کے معنے شخص یا آدمی کے ہیں، پراکرتی کا صیغہ مؤنث ہے۔ پس اسے متشخص کر کے پُرش کی بیوی بنا دیا گیا۔ سابقہ نظام میں پُرش کا کوئی کام نہیں تھا اب یہ تولید کرنے والا بن گیا۔ اس ترمیم کے نتیجے میں سانکھیہ مکتبِ فکر جو پہلے کسی قدر خشک اور اصطلاحات میں الجھا ہوا تھا اب ہندو مت کا مشترکہ اور مقبول مذہب بن گیا۔

۴۔ **یوگا**: انگریزی کے لفظ یوک کا، جس کے معنی پنجالی یا پنجالی میں جوتنا ہیں، اور یوگا کا ماخذ ایک ہی ہے۔ یہیں سے اس کا مفہوم نظم و ضبط لیا جاتا ہے۔ مذہبی نقطۂ نظر سے یہ روحانی نظم و ضبط ہے جسے رُوح کی تربیت کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے۔ ہندو مت میں خود اذیتی کی جتنی مشقیں یا طور طریقے رائج ہیں ان سب کو یوگا کہا جاتا ہے۔ جو لوگ ان مشقوں پر پوری تن دہی سے عمل کرتے ہیں وہ یوگی کہلاتے ہیں۔ وسیع تر معنوں میں تو یہ ہر ہندو فرقے کی تعلیمات کا حصّہ تھا لیکن بعد میں یہ ایک مخصوص مکتبِ فکر کا تربیتی نصاب بن گیا۔ کیونکہ اس مکتبِ فکر نے اسی تربیت کو ہی "نجات" کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھ لیا۔ اس مکتب کی بڑی کتاب کا نام پاتنجلی کا یوگ سوتر ہے۔ روایۃً پاتنجلی دوسری صدی عیسوی کا مشہور سنسکرتی قواعددان تھا۔ تاہم جو سوتر اُس وقت موجود ہیں۔ وہ صدیوں

بعد کی تصنیف معلوم ہوتے ہیں۔

یوگا اور سانکھیہ مکاتب فکر ایک دوسرے کے مماثل ہیں تاہم ان دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ یوگا نے اپنے فلسفے کے اندر ایک اُلوہیاتی وجود کو داخل کر دیا ہے۔ یوگا کا خدا (ایشور) خالق نہیں ہے بلکہ ایک خاص بلند مرتبہ رُوح ہے جو ہمیشہ سے موجود ہونے کے باوجود مادّے سے ملوّث نہیں ہوا۔ گویا یوگا کا خدا بدھ مت کے چھوٹی گاڑی والے بدھ اور جین مت کے تِرتھنکر کے مشابہ تھا جو اپنے پجاریوں سے تو کوئی رابطہ نہ رکھتا تھا لیکن مثال اور نمونہ یا آئیڈیل ہونے کی حیثیت سے واجب احترام و تکریم تھا۔ اس خدا کو لفظ "اوم" کے اندر خاص علامت کے طور پر متصوّر کر لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مقدّس لفظ یوگا مکتبِ فکر میں بہت زیادہ محترم سمجھا جاتا ہے۔ یہ روح کی لطافت اور پاکیزگی کو بصیرت عطا کرتا ہے اور اس طرح مراقبے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ یوگا کی خدا پرستی آگے بڑھتی رہی تا آنکہ مابعد کے یوگا کا خدا دوسرے مکاتب کے خداؤں سے کچھ زیادہ مختلف نہ رہا۔

یوگا کے تربیتی نصاب کو مندرجۂ ذیل آٹھ شقوں میں تقسیم کیا گیا۔ یہ ہمیں بدھ مت کے آٹھ راستوں کی یاد دلاتے ہیں گو وہ یوگا کے نصاب کی طرح عملی نہیں تھے۔

۱۔ یَمْ یعنی خود ضبطی جو پانچ اخلاقی قوانین کی پابندی سے حاصل ہوتی ہے۔ عدم تشدّد، حق گوئی، چوری سے نفرت، تحفّظ عصمت اور لالچ سے بچ کر رہنا۔

۲۔ نیام یعنی مندرجۂ بالا پانچ اخلاقی قوانین کو سختی سے زیرِ عمل لانا۔

۳۔ آسن یعنی نشست کے خاص طریقے۔ ان میں سے بعض طریقوں پر خاصی مشق کے بغیر عمل کرنا مشکل ہے۔ خیال یہ تھا کہ اس طرح کی مخصوص نشستیں مراقبے کے لئے لازمی ہیں۔ ان نشستوں میں سب سے زیادہ مشہور پدم آسن ہے جس میں پاؤں سامنے والی رانوں پر رکھے جاتے ہیں جیسا کہ تصویروں میں دیوتاؤں اور رشی مُنیوں کو بیٹھا دکھایا جاتا ہے۔

۴۔ پَران آیاما یا حبسِ دَم یعنی سانس پر کنٹرول حاصل کرنا۔ مشقیں کر کر کے سانس کچھ وقت کیلئے روک لی جاتی ہے۔ پھر رکی ہوئی سانس کے وقفوں کو اتنا طویل کر لیا جاتا ہے۔ کہ دس بارہ دن تک سانس رُکی رہتی ہے۔ بعض مشقوں کے ذریعے دل کی دھڑکنوں کو

بھی کنٹرول کر لیتے ہیں اور ہر دھڑکن کے بعد جسم سے پسینہ مقرّرہ وقفے کی تال کے ساتھ خارج کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سانس کے روک لینے سے جسمانی اور روحانی ارتقاء حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے عمر بڑھ جاتی ہے۔ دلیل اسکی یہ دی جاتی ہے کہ انسان کی زندگی کی سانسیں گنی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان میں نہ ایک سانس کی کمی ہو سکتی ہے۔ اگر سانسیں تیزی کے ساتھ لی جائیں گے تو انکی مقرّرہ تعداد جلدی ختم ہو جائے گی اور اگر ہر سانس کے درمیانی وقفے کو طویل کر لیا جائے تو چونکہ سانسوں کو تو اپنی مقرّرہ تعداد پر ختم ہونا ہے اس لئے وقفوں کی وجہ سے عمر بڑھ جائیگی۔

۵۔ **پرتیاہارا** : اس کے لفظی معنی روک لینا ہیں۔ اس مشق کے ذریعے تمام حواس کے اعمال کو معطّل کر دیا جاتا ہے۔ طبّی اعتبار سے حواس کے تمام اعضا بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے ہیں لیکن کان سن نہیں سکتے، آنکھیں دیکھتی نہیں ہیں، ناک سونگھنا چھوڑ دیتی ہے، وغیرہ۔

۶۔ **دھارنا** : یعنی دل و دماغ کو استقلال دینا۔ اس مشق کے ذریعہ توجّہ کو کسی ایک چیز پر مرکوز کر دیا جاتا ہے، مثلاً ناک کی تھوتھنی پر، ناف پر، کسی بت پر، کسی مقدّس علامت پر، یا کسی دیوار یا آئینے پر لگائے گئے کسی نقطے پر۔ ارتکازِ توجہ سے بعض غیر معمولی نفسیاتی قوتّوں میں حیرت انگیز اضافہ ہو جاتا ہے۔

۷۔ **دھیان** (استغراق)۔ یہ استغراق کی وہ آخری منزل ہے جس میں ارتکازِ توجہ والی چیز پورے دل و دماغ کو بھر دیتی ہے اور دل و دماغ اس چیز کی محویت میں ہر دوسری چیز سے غافل ہو جاتا ہے۔

۸۔ **سمادھی** : یہ گہرے استغراق کے بعد کی وہ حالت ہے جس میں ساری کی ساری شخصیت تحلیل ہو جاتی ہے۔

یوگا کو ازمنہ وسطیٰ میں تنترک مکتبِ فکر نے خاص لیکن کسی قدر مبہم طریقوں سے ترقی دی۔ اُوپر جس نظام کا خاکہ دیا گیا ہے اسے راجہ یوگا کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی یوگا طریقے ہیں مثلاً منتر یوگا جس میں کچھ ساحرانہ الفاظ یا جملے ہزاروں لاکھوں مرتبہ بار بار پڑھے جاتے ہیں یہاں تک کہ شعور سے رابطہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح ہٹھ یوگا ایک اور طریقہ ہے [illegible] جسمانی ورزشوں پر زور دیتا ہے، مثلاً بازی گروں کی مشقیں یا اذیّت ناک طریقہائے نشست وغیرہ۔ بعض اوقات

تو جنسی ملاپ کو بھی یوگا میں شامل کر کے اسے ذریعۂ نجات سمجھ لیا جاتا ہے۔ ہتھ یوگا کی طرح کا ایک اور یوگا کیا یوگا کہلاتا ہے جس کی بنیاد ہندوؤں کے قدیم طبیعاتی تصوّرات پر رکھی گئی ہے ذیل کی سطور میں اس کی تفصیل دی جاتی ہے جو بڑی دلچسپ ہے۔

جسم کے اندر ایک شہ رگ ہے جسے سُوشُمنا کہتے ہیں۔ یہ ریڑھ کی ہڈی میں سے گزرتی ہے اس کے مختلف مقامات پر چھ چکر واقع ہیں جن کے مرکز میں نفسیاتی قوتیں جمع رہتی ہیں۔ سُوشُمنا کی چوٹی پر کھوپڑی کے اندر سہسں رار واقع ہے جو خاص الخاص طاقتوں والا سب سے بڑا مرکز ہے اسے کنول کے پھول سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ سب سے نچلے چکّر میں جو خصیّوں کے پیچھے واقع ہے کنڈالینی یا سانپ کی قوتوں والا ایک چکّر ہے جو عام طور پر خاموش اور بے حرکت رہتا ہے کیا یوگا کی مشقوں کے ذریعے پہلے اس کنڈالینی کو بیدار کیا جاتا ہے، بیدار ہو جانے کے بعد یہ سُوشُمنا رگ کے ذریعے اُوپر اٹھنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر یہ نفسیاتی قوتوں والے چھ چکروں میں سے گزرتا ہوا سب سے اُونچے مقام سہسں رار تک پہنچ کر اس کے ساتھ مل جاتا ہے یوگی کو کنڈالینی کو بیدار کر کے اور اسے ارتقائی مدارج طے کرا کر بڑی حیرت انگیز روحانی طاقتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اور جب یوگی اپنے کنڈالینی کو سہسں رار کے ساتھ ملحق کر لیتا ہے تو اسے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

بیدار شدہ کنڈالینی یوگی کو فوق البشر قوّتیں اور علم عطا کرتا ہے۔ بہت سے یوگی نجات حاصل کرنے کے مقصد کی بجائے فوق البشر قوّتیں حاصل کرنے کے لئے کیا یوگا کی مشقیں کرتے ہیں۔ اس طریقے میں جن بعض لوگوں نے خاص مہارتیں حاصل کر رکھی ہیں انکی چشم دید قوّتوں کی تشریح یورپ کی طبی سائنس نہیں کر سکتی۔ ان کے حیرت انگیز مظاہر کو موضوعی یعنی سبجیکٹو کہہ کر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم کیا یوگا اور ہتھ یوگا کی بنیاد جو علم الابدان کے مفروضات پر رکھی گئی ہے بدیہی طور پر غلط ہے۔ نہ کہیں کسی کنڈالینی کا وجود ہے، نہ کوئی سُوشُمنا ہے اور نہ سہسں رار ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوؤں نے علم الابدان سے متعلّق جو قدیم زمانے سے پُراسرار قسم کے نظریات قائم کر رکھے ہیں اُن کا از سرِ نو بغور مطالعہ کیا جائے۔ یہ کام ماہرین حیاتیات و نفسیات دونوں کے مل کر کرنے کا ہے تا کہ یوگیوں کے سربستہ راز و اسرار تک سائینٹفک طریقوں سے پہنچا جا سکے

یوگی روحانی قوّتوں کے حاصل ہو جانے کے جو دعوے کرتے ہیں ان سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو بھی انکے شعبدے کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہیں۔ مثلاً مشّاق جوگی طویل مدّت تک سانس روک لیتے ہیں اور ان کو کوئی گزند نہیں پہنچتا، اپنے دل کی دھڑکنوں کو اپنے کنٹرول میں لے لیتے ہیں انتہائی گرمی اور انتہائی سردی برداشت کر لیتے ہے۔ فاقے کی حد تک کم خوراک کھانے کے باوجود انکی صحت ٹھیک رہتی ہے بلکہ لمبی عمر پاتے ہیں اور انکے حواس بھی صحیح رہتے ہیں حالانکہ عام آدمی ذرا سی کمی بیشی سے اپنے جسمانی نظام کو تباہ کر لیتا ہے۔ مسمریزم، نفسیات، یوگی اور روحانیات کے دعویدار ماہرین مل کر ریسرچ کریں تو علمِ انسانی میں بیش بہا اضافے ہو سکتے ہیں۔

۵۔ میمانسا۔ (تفتیش و دریافت)۔ یہ مکتبِ فکر دوسرے مکاتب سے اس لئے مختلف تھا کہ اس کے پیشِ نظر "نجات" کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ ویدوں کی تشریح و توضیح کرنا تھا۔ یہ گویا براہمنیت کو زندہ رکھنے اور اسے تقویت دینے کی ایک منظم کوشش تھی۔ اس مکتب کا سب سے پرانا ادب دوسری صدی عیسوی کے سوتر ہیں جو جیمنی کے نام سے منسوب ہیں۔ ان سوتر کے ذریعے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ وید ابدی ہیں، قائم اور مستقل ہیں اور انکا ہر لفظ سند ہے ویدوں کو اعتراضات کی زد سے بچانے کے لئے اس مکتبِ فکر نے علم الکلام، منطق اور علم الالفاظ کو ترقی دی۔ میمانسا کے بہت بڑے دانشور "شَبَر سوامِن" نے چھٹی صدی عیسوی میں قانون پر قابلِ قدر کام کیا ہے۔ پھر ساتویں آٹھویں صدی کے دوران "نجات" کا مسئلہ بھی داخل کر دیا اور اس کے بارے میں ایک مکمل فلسفہ وضع کر لیا گیا۔ اس فلسفے کے مطابق نجات کے راستے پر چلنے والوں کے لئے ویدوں کے احترام اور انکے احکامات کی پیروی کو پہلا اور ضروری قدم قرار دے دیا گیا۔ پھر آٹھویں صدی میں یعنی کُمارِلا کے زمانے میں میمانسا مکتبِ فکر نے ویدانت کے اندر ضم ہونا شروع کر دیا۔

۶۔ ویدانت:- اسے اُتّر میمانسا بھی کہا گیا ہے۔ یہ جملہ چھ مکاتبِ فکر میں سب سے زیادہ اہم نظام ہے۔ اس کے تحت جو اور چھوٹے چھوٹے مکاتب ہیں انھوں نے جدید عقلی ہندو مت کے خدوخال واضح کئے ہیں۔ اس نظامِ فکر کی بنیادی کتاب کا نام برہما سوتر ہے جسے بادرآین نے سنِ عیسوی کے ابتدائی زمانے میں مرتب کیا تھا۔ پھر ہر عہد کے دانشوروں نے اس کی

وضاحتیں کیں، یہاں تک کہ موجودہ دَور میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس اعتبار سے ویدانت کو اہم زندہ مکتبِ فکر کہہ سکتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے مذہبی دانشور اور اساتذۂ تصوّف مثلاً وِدیکا نندا، آرو بندو گھوشؔ، اور سرایس رادھا کرشنن جیسے فلسفی سب کے سب ویدانتی ہیں۔ ویدانتؔ کے عقیدوں کی بنیاد اُپنشدوں پر رکھی گئی تھی۔ اُپنشدوں نے ویدانت کے اکثر باطنی، پُراسرار اور ظنّی علوم کو منطقی اور مرتّب صورت عطا کی۔ کلاسیکل ویدانت عظیم فلسفی شنکرؔ (۷۸۸ء تا ۸۲۰ء) کا مرتب کردہ ہے۔ اس نے اپنی تھوڑی سی عمر ہی میں برہما سوترؔ کی طویل شرحیں لکھ ڈالیں، سارے ملک کا دَورہ کر کے اپنے نظریات و عقائد کی تبلیغ کی اور ہندو راہبوں کی ایک تنظیم کی بنا ڈالی۔

شنکرؔ کٹّر براہمن تھا۔ وہ تمام کے تمام ویدک لٹریچر کو مقدّس اور شک و شبہ سے بالاتر سمجھتا تھا۔ اس لٹریچر کی ایسی باتوں کو ہم آہنگ کرنے کے لئے جو بظاہر متضاد لیکن درحقیقت صحیح تھیں شنکر کے ہاتھ میں ایک اصول آگیا جسے اصولِ مصلحت کہنا چاہیئے۔ بدھ مت میں صداقت کے دوہرے معیارات کا اُصول پہلے سے موجود تھا۔ مثلاً صداقت کی عوامی سطح پر یہ کہا گیا تھا کہ دنیا کو برہما نے تخلیق کیا ہے اور پھر یہ ارتقاء کے مدارج طے کرتی رہی ہے۔ یہ عمل ارتقا اسی قسم کا ہے جس قسم کا سانکھیہ مکتبِ فکر نے اپنی تعلیمات میں پیش کیا تھا اور پھر اسی شنکرؔ نے تین گُنوں کا اعتقاد وضع کر لیا تھا۔ یہ سب کچھ صداقت کے عوامی سطح کے معنوں کی بنیاد پر ہوا تھا۔ اب صداقت کی بلند تر سطح پر یہ کہا گیا کہ تمام کی تمام کائنات، بشمول دیوتا، غیر حقیقی ہے اور یہ جو ہماری دنیا ہے یہ "مایا" ہے یعنی فریبِ نظر ہے، خواب ہے، سراب ہے اور محض تخیّل کی شعبدہ کاری ہے۔ آخرالامر صرف ایک ہی حقیقت باقی رہ جاتی ہے اور وہ برہمن یعنی اُپنشدوں کی غیر شخصی رُوح دنیا (ورلڈ سول) ہے جس کے ساتھ ہر انفرادی رُوح ہو بہو وہی کچھ ہے جو کچھ یہ ہے۔ جس طرح اُپنشدوں میں ہے اسی طرح اس مکتبِ فکر میں بھی ہے کہ "نجات" حاصل کرنے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ مراقبے کے ذریعے اسی حقیقت کو پہچانا جائے اصل میں شنکرؔ کا "برہمن" بھی مہایانا بدھ مت کے نِروان یا خلا (وائڈ) سے مختلف نہیں ہے شنکرؔ کے مخالفین کو بھی اس کے فلسفے کی کمزوری کا علم تھا اور اسی لئے انہوں نے اسے "درپردہ بدھ مت کا پیروکار" ہونے کا طعنہ دیا۔

شنکر کی عظمت اس کے درخشاں علم الکلام میں ہے۔ منطقی دلائل کے ماہرانہ استعمال سے اور بعض جملوں کی استعاراتی تشریحات سے اس نے اپنشدوں کے بظاہر متضاد جملوں کو مربوط و منظم بنا دیا۔ اس کے مخالفین نے اس پر بہت اعتراضات کئے ہیں لیکن ابھی تک اسی کا مرتّب کردہ فلسفہ ہندومت کے دانشوروں کا معیاری فلسفہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

شنکرَ کے عقیدے کو اکثر اوقات اَدَویتَ کہا جاتا ہے جس کے معنے ہیں ایسا عقیدہ جس میں ثنویت کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ گویا وحدانیت کا تصوّر ہے۔ اسے کیوَل آدویتَ بھی کہتے ہیں جس کے معنے ہیں خالص یا شدید توحید پرستی۔

عیسوی سن کے آغاز سے کم از کم ایک سَو سال پہلے ایک بڑا فعّال قسم کا فرقہ تھا جس کے اراکین بھاگوَت کہلاتے تھے۔ یہ لوگ واسو دیَو کی پرستش کرتے تھے لیکن اسے اور کرشنَ کو اور وشنو کو یعنی تینوں کو ایک مانتے تھے۔ کچھ مدّت کے بعد شِوا یا پاسوپتی کے پجاریوں کا ایک اور فرقہ اُبھرا جو اپنے آپ کو پاسوپتی کہلاتا تھا۔ ہمیں ان فرقوں کی اِبتدائی تاریخ کے بارے میں بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ تاہم یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یہ دونوں فرقے خدا کی ہستی کے قائل تھے۔ اور یہ قربانی کی بجائے پرستش کی خوبیوں پر زور دیتے تھے۔

ازمنۂ وسطیٰ میں ان کے عقائد کو فلسفے میں ڈھال لیا گیا۔ ان کے ایک مقبول عام وِشنو پرست مکتبِ فکر نے جو پانچارا تڑا (یا پانچ راتیں) کے نام سے مشہور تھا واسو دیو۔ کرشنَ، اور اس کنبے کے افراد کو اُلوہیاتی جوہر سے پیدا ہونے والی ہستیاں قرار دیدیا اور پھر اس طرح گویا ارتقار کا ایک نظام قائم کر لیا جو زیادہ کٹّر قسم کے چھ نظاموں کے مشابہ تھا ان میں سے ایک مثالی نظام سانکھیہ کی تفصیل اُوپر دی جاچکی ہے۔ واسو دیَو سے، جو دَراصل شخصی دیوتا وِشنو ہی تھا، شنکرشنَ ظہور پذیر ہوا۔ یہ کرشنَ کے بھائی بالرام کا دوسرا نام ہے۔ اس ظہور کو "پراکرتی" یعنی اَولین مادہ تصوّر کر لیا گیا۔ پھر ان دونوں نے پَرَدُمنا (کرشنَ کے بیٹے) کو پیدا کیا جسے "مَنَس" یعنی مائینڈ یا دل و دماغ سمجھ لیا گیا۔ پھر اس سے اَنی رُدّھا (کرشنَ کا پوتا) پیدا ہوا اور اسے خود شعوری یعنی اَہنکار کے طور پر پہچانا گیا۔ اس کے بعد تین گُن ارتقا پا کر ظاہر ہوئے اور انکے ساتھ ہی برہما یعنی خالق وجود میں آ گیا۔

پانچارا ترَ نظام میں شنکرشن۔ پرَ دیمنا اور آنی رُدّھا صرف اُلوہیاتی کردار ہی نہیں بلکہ اپنی جگہ پر دیوتا بھی ہیں جیساکہ یہ ابتدائی بھاگوتوں کے ہاں تھے۔ اس اعتبار سے دیوتا بیک وقت "ایک اور کئی" بن جاتے ہیں۔ شنکر کے نظام کی طرح یہاں صداقت کی مختلف سطحیں نہیں ہیں، اس لئے یہاں ایک اور کئی ہونے کا تضاد اَبدی ہے۔ رُوحیں خدا کے ساتھ مل کر ایک بھی ہیں اور علیحدہ علیحدہ بے شمار بھی ہیں۔ جب رُوح کو مکتی یا نجات حاصل ہو جاتی ہے تو یہ خدا کے ساتھ واصل ہو جاتی ہے لیکن اپنی انفرادیت پھر بھی قائم رکھتی ہے کیونکہ اپنے اس وصال کی لذّت سے محظوظ ہوتی رہتی ہے۔ گویا ایک ہی وقت میں "واحد اور متعدد" کی بات پھر بھی قائم رہتی ہے۔

اِبتدائی بھاگوتوں کی پرستش (بھگتی) جسے بھگوت گیتا میں بطورِ مثال پیش کیا گیا ہے، اپنے اظہار میں کچھ رُکی رُکی سی رہی ہے۔ وہ پُجاری جو روحانی طور پر کم ترقی یافتہ تھا "دیوتا" کو موجود بہ ہر زمان اور دل کے اندر بسنے والے جوہر کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا بلکہ اُسے بہت بڑی طاقت والا اور دُور دراز کے فاصلے قائم رکھنے والے بادشاہ کے طور پر جانتا تھا جسے دور ہی سے سلام کیا جانا چاہیئے۔ مثلاً سورج دیوتا کی تعریف میں گیتا دَور کا جو بھجن ہے بلکہ خود بھگوت گیتا کی جو عمومی فضا ہے وہ اسی عقیدے کی تائید کرتے ہیں۔ بھگوت گیتا میں جب کرشن اپنے آپ کو خدائے اعلیٰ و برتر کے طور پر ظاہر کرتا ہے اور اپنی ماورائی صورت دکھاتا ہے تو ارجن خوف کے مارے زمین پر گر پڑتا ہے اور خدا کے "انسان کے رُوبرو" آجانے کی باہیبت درخشندگی اور عظمت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ خدا یہ بات بھی تسلیم کرتا ہے کہ وہ تمام ہستیوں کے دلوں میں موجود ہے، اپنے پجاریوں کو تناسخ کے سمندر سے نکال لاتا ہے کیونکہ پجاری اُسے بہت عزیز ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ ماورا ہے، قریب یا محیط نہیں ہے۔ اَرجن اپنے اور اس کے متعلقات کا موازنہ کرتے ہوئے ان تعلقات کا ذکر کرتا ہے جو دوست کے دوست کے ساتھ، باپ کے بیٹے کے ساتھ، عاشق کے معشوق کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن کرشن کے اظہارِ اُلوہیت کے بعد اس کے ہر موازنے پر خوف اور دہشت کا احساس غالب رہتا ہے دیکھئے بھگوت گیتا سے لیا گیا یہ اقتباس:

> "تم کائنات کے باپ ہو، اور ان سب کے بھی جو متحرک ہیں یا جو ساکن ہیں ـــــ تم کائنات کے قابلِ پرستش اور محترم استاد ہو۔ تمہاری برابری کا کوئی نہیں ہے ـــــ کون ہے جو تمہاری طاقت کا مقابلہ کرسکے؟ تینوں دنیاؤں میں کوئی تمہارا مدِمقابل نہیں ہے۔ پس میں نہایت اَدب اور احترام کے ساتھ اپنے جسم کو تمہارے حضور، سجدے میں گراتا ہوں اور تمہاری عنایات کا طلبگار ہوں۔ اَے متبرک آقا و مالک! میرے ساتھ وہی تعلقات قائم کرلو جو باپ بیٹے کے ساتھ، دوست دوست کے ساتھ، اور عاشق معشوق کے ساتھ رکھتا ہے۔ اَے خُدا۔ (بھگوت گیتا XI - ۴۲ تا ۴۵)
>
> میں خوش ہوں کہ میں نے اُسے دیکھ لیا ہے جسے پہلے کسی نے نہیں دیکھا! تاہم میرا دل خوف سے کانپتا ہے۔ مہربان ہوکر مجھے اپنی ارضی صورت ایک بار پھر بھی دکھائیو، اَے خداوندوں کے آقا اور مالک! اَے دنیا کے ملجاو ماوا!" (مذکورہ حوالہ)

ظاہر ہے کہ بھگتی کی تہ میں بندگی کا اُبھارنے والا جذبہ احترام کا جذبہ تھا محبت کا جذبہ نہ تھا۔ الوہیت کی جلوہ پاشی بھی ایک صاحبِ اقتدار و قوّت سخت اور سنجیدہ مزاج ہستی کی تشریف آوری تھی اور اسکی عظمت و شان و شوکت بھی ایک شہنشاہ کی عظمت و شان و شوکت تھی جسے کوئی عام فانی انسان تصور میں بھی نہیں لاسکتا۔

بُدھ مَت نے بودھی سَتّو کا جو تصوّر پیش کیا تھا اس سے ہندو مت کا تصوّرِ پرستش بھی متاثر ہوا۔ بودھی انسانوں سے محبت اور ہمدردی کرنے والی ایسی ہستی تھی جو مخلوقات کے غم اور دکھ درد مٹانے کے لئے دل و جان سے مصروفِ عمل رہتی تھی اور اپنے جذبۂ محبت و ہمدردی میں اتنی سرشار تھی کہ جب تک مخلوقات کے آخری فرد کے دکھ درد کا مداوا نہ ہو جائے اپنے حاصل شدہ ذاتی نِروان تک کو قبول نہ کرتی تھی۔ مخلوق کے ساتھ خدا کے پیار کا یہ تصوّر بودھی سَتّو کے تصوّر کے تصوّرِ ہمدردی و معاونت کے بعد تامل علاقے میں پروان چڑھنے لگا۔

ساتویں صدی عیسوی تک اس علاقے میں جو مناجاتیں تصنیف ہوئی ہیں ان میں اگرچہ دیوتاؤں کو حسبِ سابق آوارہ مزاج اور قدیم غیر ترقی یافتہ لوگوں کی طرح دکھایا گیا ہے تاہم اب پجاری اس کے ساتھ دوبدو ملاقات بھی کر سکتا ہے۔ یہ گویا قدیم اور جدید تصوّرات کے درمیان ایک طویل کشمکش کا نتیجہ تھا کہ اب اُلوہیاتی وجود انسانوں سے محبت کرنے لگ گیا تھا بلکہ اپنے پجاریوں سے بھی جوابی محبّت کا طالب تھا۔ تامل علاقے کے بھجنوں میں کسی ماورائی خدا کا ذکر نہیں ہے بلکہ ایک مشفق، ہمدرد اور محبت کرنے والے خدا کا ذکر ہے جو پجاری کے بالکل قریب ہے۔ جب پجاری اس خدا سے محبت کرنے لگ جاتا ہے تو پھر وہ خدا سے ہی نہیں بلکہ اسکی مخلوق سے بھی محبّت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ تامل پجاری پرستش کے دوران جب اپنے خدا کے روبرو بیٹھتا ہے تو دل میں اپنی گناہ گاری اور بے بسی کا شدید احساس لے کر بیٹھتا ہے۔ یہ چیز اس وقت کے آریائی اَدب میں نہیں مِلتی بلکہ ان سے اُن بھجنوں کی یاد تازہ ہوتی ہے جو ویدک دور میں وَرُنا کی تعریف میں کہے گئے تھے۔

پرستش کے اس جدید تصوّر کو اُپنشدوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی ضرورت تھی تاکہ اسے باضابطہ اور مستند سمجھا جا سکے۔ یہ ضرورت شنکرؔ کے بعد آنے والے دراوڑی دانشوروں نے پوری کر دی۔ ان دانشور مفکّروں میں سرِ فہرست رامانُج کا نام آتا ہے جو سری رنگم کے مندر میں تعلیم دیتا تھا۔ اس کا زمانہ غالباً ۱۰۱۷ء تا ۱۱۳۷ء ہے۔ شنکرؔ کی طرح اس نے بھی اندرونِ ملک بہت سے دَورے کئے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے اپنے عقائد کی بنیاد قدیم مذہبی کتابوں پر رکھی ہے۔ اس نے برہما سُوترؔ، بھگوت گیتا اور اُپنشد کی طویل شرحیں لکھیں۔ اس کا پیش کردہ نظام پانچا راتڑی کے نظام کی اساس پر مرتّب کیا گیا تھا لیکن ان دونوں میں تھوڑا سا فرق تھا۔ مذہبی رسوم کی پابندی کو یہ بھی مفید اور ضروری خیال کرتا تھا لیکن کہتا تھا کہ صرف ایک خاص حد کے اندر رہ کر ان رسوم کی پابندی کی جانی چاہیئے۔ اسی طرح وہ شنکرؔ کے اس عقیدے کا بھی قائل تھا کہ نجات علم کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔ تاہم اس نے اس عقیدے میں یہ ترمیم کر دی کہ اس طرح سے حاصل کی ہوئی نجات اور مسرت کمتر درجے کی ہوگی۔ اعلیٰ درجے کی نجات وہ ہے جو پرخلوص پرستش کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ بہترین یوگا بھگتی یوگا

ہے۔ یہ وشنو کی ایسی گہری چال ہے کہ اس میں پجاری اپنے آپ کو خدا کا ایک جزو سمجھ کر یہ باور کرنے لگ جاتا ہے کہ اس کا انحصار کلیتہً اور بہر وجوہ اُسی پر ہے۔ نجات کا ایک اور ذریعہ پرَپتی بھی تھا جس کے معنے ہیں ترکِ خودی یا اپنے وجود، رُوح یا ذات کو مکمل کر کے خدا کے سپرد کر دینا۔ اور رضائے خداوندی پر اعتماد کر کے پورے تیقّن کے ساتھ اس کے لطف و کرم سے اُمیدیں باندھ لینا۔

رامانجُ کا خدا شخصی خدا یعنی "وجود بالذّات" تھا جو اپنی مخلوق سے محبت کرتا اور رحم و کرم سے پیش آتا تھا پچھتانے والے گنہگاروں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے وہ کرمَ کے بُرے نتائج کو زائل کرنے کی قوّت بھی رکھتا تھا۔ شنکرَ نے خدا کا جو تصوّر دیا تھا کہ یہ غیر شخصی روح دنیا ہے اس نے کائنات کو محض کھیل تماشا اور فریبِ نظر بنا ڈالا تھا۔ اس کے برعکس رامانج کے خدا کو آدمیوں کی اور آدمیوں کو خدا کی ضرورت تھی۔ اپنی اس بات پر زور دینے کیلئے لامانجُ نے کرشنَ کے ان الفاظ کی کہ " دانا آدمی میں اپنی ہی ذات کو سمجھتا ہوں" (بھگوت گیتا VII - ۱۸) یوں تشریح کی کہ جس طرح انسان خدا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح خدا بھی انسان کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہر انفرادی رُوح جسے خدا نے اپنے ہی جوہر سے بنایا ہے اپنے بنانے والے کے پاس واپس چلی جاتی ہے اور اس کے ساتھ مکمل طور پر واصل ہو کر ہمیشہ کے لئے زندہ رہتی ہے لیکن اس کی انفرادیت پھر بھی قائم رہتی ہے۔ اُلوہیت کی صفتِ علیمی اور مسرّت میں حصّہ دار رہتی ہے مگر برائی اس کو نہیں چھو سکتی۔ یہ "میں" کی حیثیت سے اپنا شعور رکھتی ہے چونکہ یہ اُلوہیت کا ایک حصّہ بھی تھی اس لئے اَبدی ہے۔ اگر یہ اپنی خود شعوری کو ضائع کر دے تو یہ اپنا وجود کھو دیگی۔ یہ خدا کے ساتھ یکذات بھی ہے اور اس سے جدا بھی ہے۔ اس عقیدے کی بنا پر رامانج کے نظامِ فلسفہ کو وِشِشٹت اَدوَیتَ یا صاف شدہ واحدیت کہتے ہیں۔

رامانج کے بعد اسکی تعلیمات پر مزید غور و فکر ہوا تو تامل علاقے میں دو فرقے پیدا ہو گئے ایک نے کہا کہ جس طرح بندر اپنے بچوں کو جسم کے ساتھ چمٹا کر مقامِ محفوظ پر لے جاتا ہے اس طرح خدا بھی روحوں کو بچا لیتا ہے اور "نجات" تک پہنچا دیتا ہے۔ البتہ خدا پر ایمان رکھنے

والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود بھی کچھ نہ کچھ نہ کچھ کوشش ضرور کریں۔ دوسرے فرقے نے کہا کہ جس طرح بلّی اپنے بلونگڑوں کو دانتوں میں پکڑ کر اٹھا لیتی ہے اسی طرح خدا بھی جس کو چاہے بچا لیتا ہے، مخلوق کی اپنی کوشش کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

رامانج کی تعلیم کو ترقی دینے والا تیرہویں صدی عیسوی کا ایک اور شخص مدھو نامی مشہور ہے اس نے اُپنشدوں والے اس عقیدے کو مسترد کر دیا جس میں انسانی رُوح خدا کے اندر ضم ہو کر ایک ہو جاتی ہے۔ اس نے دُوَیت کی تعلیم دے کر یہ کہا کہ وِشنو، انفرادی روحیں اور مادّہ تینوں ایک دوسرے سے ابدی طور پہ بالکل الگ الگ ہیں۔ وِشنو کو رُوحوں اور مادے پر مکمّل اختیار حاصل ہے، وہ جس کو چاہے اپنی مرضی سے نجات عطا کرتا ہے تاہم نیکی اور پاکیزہ زندگی نجات کے لئے ضروری ہے۔ بداعمال روح کیلئے ہمیشہ کا عذاب مقدّر ہو چکا ہے اور اسکی صورت خدا سے لامحدود دُوری ہے۔ وہ روحیں جن کے نیک اور بداعمال برابر ہیں یعنی نہ وہ نیک ہیں نہ بد ہیں انکے لئے تناسخ کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا وشنو کا بیٹا وایو (ہوا کا دیوتا) اس دنیا میں اس کا ایجنٹ ہے۔ (واضح رہے کہ عبرانی، شامی اور عربی میں بھی رُوح کے معنے ہَوا، سانس اور سپرٹ کے ہیں)

شِوا کے پجاریوں نے بھی تامل علاقے میں اپنی تعلیمات کو آگے بڑھایا۔ تامل شِوائیت تین زمروں میں حقیقت کی تعلیم دیتا ہے:

(۱)۔ خدا (پتی یعنی آقا و مالک) (۲)۔ روحیں (پشو یعنی حیوانات) اور (۳)۔ مادّہ (پاس یعنی بندھن)۔ نجات حاصل ہونے پر رُوح خدا کے ساتھ واصل تو ہو جاتی ہے لیکن خدا کے اندر ضم ہو کر ایک نہیں ہو جاتی یہ مذہب رامانج کے مذہب واحدانیت سے ہٹ کر ثنویت کا قائل تھا البتہ اس نے قدیم شِوا کی تلوّن مزاجی، تیزی اور تندی اور بے اخلاقی کی صفات کو ختم کر کے اسے کرم کے عطا کرنے میں عادل بنا دیا اور پھر اس کے عدل کو مخلوقات کی محبّت سے جوڑ دیا۔ اب وہ پجاریوں کی پکار سننے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے اور جس صورت میں بھی پجاری اسکی پرستش کرتا ہے یہ اسی صورت میں اُسے اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔

> "اس کی صورت محبّت ہے، اس کی صفات محبّت ہیں، اس
> کا علم محبّت ہے، اس کے ہاتھ اور پاؤں محبّت ہیں، اسکی
> تمام خاصیتیں محبّت ہیں۔" (شِوانان اَسِدّھی یَر ا-۴۷)

تامل شِوا مَت ہندوؤں کے تمام فرقوں کی نسبت واحدانیت کے زیادہ قریب پہنچا ہے

> "جس کسی کو تم خدا مانو وہ ہی خدا ہوگا۔ دوسرے خدا پیدا
> ہوتے ہیں، بیمار پڑ جاتے ہیں، مرتے ہیں اور وہ کوئی صلہ
> نہیں دے سکتے۔ لیکن وہ تمہاری پرستش کو دیکھے گا تو اس
> کا صلہ دیگا۔
> ہم کسی نہ کسی خدا یا دیوتا کی پرستش ضرور کرتے ہیں، مثلاً اپنے
> ماں باپ کی۔ لیکن یہ ہمیں صلۂ پرستش نہیں دیتے، حالانکہ
> بظاہر وہ مہربانیوں کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے
> کہ یہ دوسرے تمام خدا اس قادرِ مطلق کے حکم کے تابع ہیں
> اور وہ انہی کی معرفت ہماری دعائیں منظور کرتا ہے۔
> پھر جب شِوا ہی ہمیں صلہ دیتا ہے تو اس سے محبّت کرنا
> بہت بڑی بات ہے اور دوسرے خداؤں کی پرستش بے فائدہ
> ہے۔ دھرمَ اسی کی مرضی اور منشا کا نام ہے۔ بھلائی کرنے
> کے سِوا اس کی اور کوئی خواہشات نہیں ہیں۔
>
> (مذکورہ کتاب۔ از۔ ۲۵ تا ۲۷)

کشمیر میں بھی شِوا مَت کا ایک فرقہ پیدا ہوا جو تِرِکا کہلاتا تھا کیونکہ اس کے پاس تین مذہبی کتابیں تھیں۔ یہ فرقہ وحدانیت کا قائل تھا لیکن شنکر کے اس نظریئے کی بھی تائید کرتا تھا کہ دنیا غیر حقیقی تھی۔ اس کا وجود صرف اس وجہ سے ہے کہ انسانی رُوح اپنی حقیقت کے پہچاننے میں ناکام رہی ہے۔ نیز انکا عقیدہ یہ بھی تھا کہ "نجات" اچانک روشن ضمیری حاصل ہو جانے سے یا اچانک شناخت پیدا ہو جانے سے ملتی ہے۔

شِوا ئیت کا ایک اور فرقہ لِنگا یَت یا وِیَر شیوا کے نام سے مشہور ہوا ہے۔ اس فرقے کا بانی بَسَو ہے۔ یہ فرقہ بھی واحدانیت کا قائل تھا لیکن اس مذہب کے اصل مذہب سے زیادہ سماجی طور طریقے سے تعلق رکھتے تھے۔ بَسَو نے بتوں کی پوجا کی ممانعت کی تاہم اس فرقے نے ایک علامت شِو لِنگ برقرار رکھی۔ اس نے ویدوں کو مکمل طور پہ مسترد کر دیا اور براہمن طبقے کے اختیارات کا انکار کر دیا۔ اس نے قربانی اور یاترا کی بھی مخالفت کی اور اپنے پیروکاروں کے اندر مساوات قائم کر دی عورتوں کو بھی مساوی درجہ دیکر بیواؤں کو دوسری شادی کی اجازت دے دی۔ اس نے مردوں کو جلانے کی رسم بھی ختم کر دی۔ چنانچہ اس کے پیروکار اب بھی دفن کئے جاتے ہیں۔ یہ فرقہ حیدرآباد اور میسور میں ہے۔ اگرچہ بہت سی باتوں میں روایتی کٹّر مذہب ان پہ حاوی ہو گیا ہے تاہم اس نے ابھی تک اپنی انفرادیت قائم رکھی ہوئی ہے۔ ان کا مذہبی ادب کنڑی اور تیلگو زبان میں ہے۔

فلسفہ ہمیشہ نظریات کی بنیاد بنتا ہے اور نظریات پہ عقائد کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ پھر یہ سب مل کر اخلاقیات اور سماجی رویوں کو جنم دیتے ہیں۔ ہندوؤں کے تمام مکاتبِ فکر میں تین مقاصد کو بہر صورت پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ یعنی:

۱۔ دھرمَ یعنی قوانینِ تخلیق کی پابندی
۲۔ ارتھَ یا جائز طریقوں سے دولت کمانا
۳۔ کامَ یا ہر طرح کی مسرتیں حاصل کرنا

اس طرح طبقاتی تقسیم میں مختلف ذات پات اور عمر کے اعتبار سے افراد کے مختلف فرائض اور ذمہ داریوں کو بھی اخلاقیات کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ بادشاہوں کے فرائض اور دلچسپیوں کے بارے میں ایک کتاب مان سُلاّس لکھی گئی تھی۔ پھر گوتم کی کتاب قوانین میں بھی آریاؤں کے مذہبی رہنماؤں نے چالیس مذہبی رسمیں مقرر کر دی تھیں۔ ایک جگہ یہ کہا گیا ہے کہ "روح کی نیکیاں آٹھ ہیں۔ تمام زندہ مخلوق کیلئے رحم، صبر، شکر، پاکیزگی، سعی و کوشش، نیک خیالات لالچ سے پرہیز، حسد سے بچنا۔ تم مذکورہ چالیس مذہبی رسوم ادا کرو لیکن ان آٹھ نیکیوں میں سے کوئی ایک بھی رہ جائے تو برہما اور اسکی بہشت کا قرب نصیب نہیں ہوگا۔

اگرچہ ہندو مت کا عام اخلاقی نظریہ رواداری اور درگزر کی طرف میلان رکھتا تھا لیکن اس میں مساوات کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ ہندو معاشرہ جن چار طبقات میں بٹا ہوا ہے ان کے حقوق و فرائض اس قدر سختی کے ساتھ الگ الگ متعین کئے گئے ہیں کہ ان میں باہمی اختلاط یا مفاہمت کی کہیں ذرا بھر بھی گنجائش نہیں نکلتی۔ ہر ذات کو مختلف فرائض سونپے گئے ہیں۔ ان فرائض کا پورا کرنا انکی پیدائشی ذمہ داری ہے جسے تناسخ ارواح کے عقیدے نے اور بھی پختہ کر رکھا ہے۔ لہٰذا اٹوٹ طبقات میں منقسم معاشرے کا مذہب بھی انہی طبقات کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اس مذہب میں کہا گیا ہے کہ انسان کے تعلقات اپنے سماجی کم مرتبہ لوگوں کے ساتھ ان تعلقات سے قدرتی طور پر مختلف ہونے چاہئیں جو اس کے اپنے سے بہتر اور برتر لوگوں کے ساتھ ہیں۔ پھر ہر شخص کے کردار کے معیارات بھی اس کے سماجی طبقے کی نوعیت کے مطابق ہونا لازمی ہیں۔ مثلاً براہمن کی مراعات (ویدوں کا پڑھنا) شودر کے لئے بہت بڑا گناہ تھا۔ تاہم جن باتوں کی شودروں کو اجازت تھی (شراب خوری) تو اس کی براہمن کے لئے سخت ممانعت تھی۔ اسی طرح بچے کے لئے، طالب علم کے لئے، گھر کے منتظم کے لئے، تارک الدنیا کے لئے، غرض ہر ایک کے لئے الگ الگ قوانین اور الگ الگ معیارات تھے۔ طبقاتی تقسیم کی وجہ سے معاشرتی معاملات میں بھی تمام انسانوں کے لئے ایک جیسا قانون نہیں تھا ایک ہی جرم کی سزا، برہمن، کھشتری، ویش اور شودر کے لئے الگ الگ تھی اگر کوئی اچھوت کسی اونچی ذات والے کو چھو بھی لیتا تو وہ موت کی سزا کا مستوجب ہو جاتا تھا لیکن برہمن کسی کو قتل بھی کر ڈالے تو اسے موت کی سزا نہیں دی جا سکتی تھی۔ لین دین تک کے معاملات میں یہ حالت تھی کہ اگر برہمن قرض لے تو اس سے چوبیس فیصد سود لیا جاتا تھا۔ کھشتری سے ۳۶ فیصد، ویش سے ۴۸ فیصد اور شودر سے ۶۰ فیصد وصول کیا جاتا تھا رگ وید کا ایک حکم دیکھئے: اگر کسی عورت کے پہلے دس غیر برہمن خاوند موجود ہوں اور کوئی برہمن اس کا ہاتھ پکڑ لے تو وہ اکیلا اس کا خاوند سمجھا جائیگا، کیونکہ براہمن ہی عورتوں کا مالک یا خاوند ہے نہ کہ کھشتری اور ویش وغیرہ،، ذات پات کی یہ تقسیم پیدائشی تھی جس پر کسی کو کچھ اختیار نہیں تھا۔ اور نہ ہی یہ بعد میں کسی حسن تدبیر یا نیک عملی سے مٹائی جا سکتی تھی۔

بعض موٹے موٹے قوانین سب پر مشترکہ طور پر لاگو تھے لیکن کوئی ایسا اخلاق ضابطہ نہیں تھا جسے عالمگیر یا آفاقی سطح کا یا کم از کم ملک گیر کہا جا سکتا پھر رواجات بھی ہر گروہ کے اپنے اپنے تھے اور انہیں بھی قانون ہی کا درجہ حاصل تھا۔ اس سے رسومات اور رواجات کے تنوّع اور انکی وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مختلف طبقات میں پیدائش کی بنا پر جو معیاراتِ اخلاق مقرر کئے گئے تھے انہیں انسانی فطرت کا لازمی جزو تصوّر کر لیا گیا۔ اِسے اس طبقے کا دھرمَ کہہ دیا گیا۔ دھرمَ ایک وسیع المعنی لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی تو ہیں سہارا دینا، برقرار رکھنا، یا وہ چیز جو دوسری چیزوں کو مجتمع رکھتی ہے۔ لیکن مذہبی لٹریچر میں یہ لفظ جن معنوں میں استعمال ہوا ہے وہ یہ ہیں :

قانون، رسم و رواج کی پابندی، ذات پات کا اُٹوٹ بندھن، مذہب، فرض وغیرہ

ہندومت کے مطابق کائنات کا بھی ایک دھرمَ ہے۔ یعنی وہ غیر مبدّل نظام جس کے تحت کارخانۂ قدرت چل رہا ہے۔ اس دھرمَ کے اندر مداخلت کے معنے کائناتی نظام کو درہم برہم کرنا ہے۔ اسی طرح جو شخص جس طبقے میں پیدا ہوا ہے وہ اسی طبقے کے قوانینِ اخلاقیات پر کاربند رہے گا تو اس کا یہ عمل دھرمَ کے مطابق ہوگا۔ اگر اس طبقے کے مقررہ ضوابط سے انحراف کرے گا تو گویا وہ دھرمَ کو توڑ کر نظامِ معاشرت کو تہ و بالا کرنے کے جرم کا مرتکب ہوگا دھرمَ کا مابعد الطبیعاتی تصوّر یہ ہے کہ جب انسانی دنیا خرابیوں کی انتہا تک پہنچ جاتی ہے تو اسے ٹھیک کرنے کے لئے یعنی واپس دھرمَ پر لانے کے لئے وِشنو دیوتا انسانی صورت اختیار کر کے آسمان سے زمین پر اُتر آتا ہے۔

اب اگر اس پس منظر کو سامنے رکھ کر بھگوت گیتا کا مطالعہ کیا جائے تو قدیم ہندومت کے اخلاقیات کا جائزہ اور بھی بہتر طریقے سے لیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ بھگوت گیتا میں مذہبی باتیں بھی بہت سی ہیں لیکن اس کتاب کا مغز اخلاقی ہے۔ اسکی تعلیمات کو بھی اخلاقی مسائل کے حل کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ ارجن اپنی رتھ میں بیٹھا لڑائی شروع ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔ کرشن اس کا رتھبان ہے۔ ارجن کے سامنے دشمن کی جو فوج ہے اس میں اس کے اپنے پرانے دوست ہیں، رشتے دار ہیں، اساتذہ ہیں اور ایسے لوگ ہیں

جن سے وہ عمر بھر پیار کرتا رہا ہے اسے یہ تو یقین ہے کہ جس مقصد کے لئے وہ لڑ رہا ہے وہ بالکل درست ہے لیکن خویش و اقارب کے خلاف موت کا کھیل کھیلنے سے اس کا دل ڈوب جاتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ نہیں لڑ سکے گا۔ وہ کرشن سے مشورہ طلب کرتا ہے۔ کرشن اُسے سمجھاتا ہے کہ جسم کی موت سے روح کی موت واقع نہیں ہو جاتی۔ جسم کوئی اہم چیز بھی نہیں ہے پھر وہ کہتا ہے کہ انسانی زندگی کا صحیح راستہ مراقبوں میں مستغرق رہ کر بے عمل اور غیر فعّال رشیوں والا راستہ نہیں ہے کیونکہ دنیا کے کاروبار کو ایک طرف رکھ دینا ناممکن بھی ہے اور فضول بھی ہے۔ خود خدا مسلسل اور متواتر فعّال ہے لہذا انسان کو بھی مصروف عمل رہنا چاہیئے، بے عملی اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔ تاہم جو عمل بھی کیا جائے بالکل بے لوث ہو۔ اس میں انسان کی نہ تو ذاتی خواہشات کو کوئی دخل ہو اور نہ اس کے بلند عزائم اس کے پیشِ نظر ہوں۔ اُسے صرف اس طبقے کے فرائض سرانجام دینا چاہئیں جس کا وہ پیدائشی رکن ہے۔ ہر کام خدا کی شان و عظمت کو بلند کرنے والا ہو۔

> There is more joy in doing one's duty badly than in doing another man's duty well. It is joy to die in doing one's duty, but doing another man's duty brings dread. (Bhagwat Geeta iii__35)

(ترجمہ) "اس کی بجائے کہ اپنا فرض چھوڑ کر دوسروں کا کام عمدگی سے کیا جائے یہ بہتر ہے کہ اپنا فرض خرابی سے ہی ادا کر لیا جائے۔ اپنے فرض کی ادائیگی میں جان دے دینے سے مسرّت حاصل ہوتی ہے لیکن دوسرے آدمی کے فرائض ادا کرنے سے خوف طاری ہو جاتا ہے۔

(بھگوت گیتا iii - ۳۵)

بھگوَت گیتاَ کا ساری تعلیمات کا نچوڑ اس جملے میں ہے "کہ تمہارا فرض اپنے کام کو نبھانا اور سنبھالنا ہے، نتیجے کو سامنے رکھنا نہیں ہے۔

ہندومَت کا بنیادی اصول جس پر بہت زور دیا جاتا ہے یہ ہے کہ برہمن کا منصب دانائی ادر حکمت ہے، کھشتری کا شجاعت ہے، ویشَ کا محنت اور مشقّت ہے اور شودر کا خدمت ہے ہر طبقہ اپنا اپنا منصب پوری دیانتداری سے خدا کی رضامندی کے مطابق پورا کرے۔ اس میں ذاتی خواہشات اور عزائم کی آلودگی نہ ہو تو ہر شخص کو خواہ وہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو، نجات مل جائیگی۔

کتابیات

(اُردو)

۱۔ آئینِ اکبری .... ابوالفضل
۲۔ قدیم ہندوستانی فلسفہ ...... فریدالدین۔ آگاہی پبلی کیشنز حیدرآباد (سندھ)

(انگریزی)

1. The Makers of Civilization in Race and History
L.A.Wandell, S. Chand and Co. Ramnagar, New Delhi
2. Hindu Mythology: W.J.Wilkins, Roman and Littlefield, Totown, New Jersy.
3. Hindu Mythology: Kennedy
4. Chambers Cyclopaedia
5. Pears Cyclopaedia
6. The History of ancient India, Dr. Hans Raj, New Delhi (1985)
7. Ramayana: Griffith
8. Dictionary of Hindu Mythology; Dowson.
9. The Light of Asia; Sir Edwin Arnold.
10. Hinduism: Govindass.
11. The Wonder that was India, A.L.Basham.
12. Indian Antiquities, Morris

اِشاریہ

الف

آدتی ۴۵
آدتی کے بیٹے ۴۶
اگنی کے نام کا بھجن ۵۳ تا ۵۶
اوم ۵۹
انسانی قربانی ۶۷
اَسون۔ دیوتاؤں کا طبیب ۷۱
اَسون کے دو پہلو ۷۳
اُوشا کے نام کا بھجن ۷۴
اِندرا کی صفات ۷۹
اندرا اور کرشن ۸۴
اندرا کی ہوسناکی ۸۴
اندرا کا آسمان ۸۵
اِندرا کا گھر ۸۶
اندرا کے نام ۸۶
اندرانی ۸۶
اندرجیت۔ راون کا بیٹا ۲۱۱
اوتاریت ۱۴۳-۱۴۴
اگستیا ۲۰۱
اوما ۲۸۶
اوما کی دوبارہ پیدائش ۱۶۰
اوما کی تخلیق ۲۹۰
اَنّ پورنا ۳۱۵
انگیرس ۳۳۳ تا ۳۳۹
اتری ۳۳۲ تا ۳۴۰
آواگون اور کَرَم ۵۳۵-۵۳۶
اَسورہ ۳۹۹ تا ۴۰۱

ب

بت پرستی ۳۹-۴۰
بھیم ۸۹
بَرہما ۱۱۹
برہَم کے تین مظاہر ۱۱۹-۱۲۱
بَرہَم کے لفظ کا مادہ ۱۲۰
برہما ۱۲۳
برہما دنیاؤں کا مورث اعلیٰ ۱۲۴
برہمانے بیٹی کو بیوی بنالیا. ۱۲۵
برہما اور وشنو کا تنازعہ ۱۲۶
برہما اور تخلیق کی اقسام ۱۲۸
برہما کا آسمان ۱۳۰
برہما کی چار صورتیں ۴۴۶
برہما کے مولودۂ ذہن بیٹے ۴۵۰
بونے کے تین قدم ۱۷۸ تا ۱۸۰
بھرت ۱۹۳
بالرام کی قوتیں
بالی ۲۰۶
بالی نے رام کو ملامت ۳۶۳
بھرگو ۳۳۳-۳۳۴
بھرگو نے اندرا کو سراپ دیا ۳۳۴-۳۳۵
بھرگو نے اگنی کو سراپ دیا ۳۳۵-۳۳۶
بھرگو نے کھشتری کو براہمن بنادیا ۳۳۶

بدھ ہندوؤں کا دیوتا ۲۴۱ تا ۲۴۷
بدھ (مہاتما گوتم بدھ) کی زندگی کے حالات ۲۴۸ تا ۲۵۲
بدھ کے آٹھ نکات ۴۸۰
بدھ مت کی رُو سے بارہ برائیاں ۴۸۲-۴۸۳
بدھ مت میں داخل ہونے کیلئے دس اقرار ۵۰۱
بودھی ستوا ۴۹۱ تا ۴۹۳
بھیشم تیروں کے کھٹولے پر ۲۸۷ - ۲۸۸

(پ)
پرتھوی ۴۲
پرانوں کی جماعت بندی ۸۶
پجاری کا انہماک ۳۸
پرہلاد کی کہانی ۱۷۱ تا ۱۷۵
پرشورام کی پیدائش ۱۸۲ تا ۱۸۴
پاروتی کی ابتداء ۲۹۲
پاروتی اور شِو کے ملاپ کی کہانی ۲۹۳
پرت نیگرا ۳۱۳
پلاستا ۳۳۲ - ۳۳۸
پُروشس ۴۴۲ - ۴۴۴
پرجاپتی ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴

(ت)
توَستری ۹۹
توستری کا مقام ۱۰۱
تریمورتی ۱۳۹
تارا ۱۸۳
تخلیق سے پہلے کی حالت کا نقشہ ۴۴۱-۴۴۲
تخلیق کے بارے میں منو کی تفصیل ۴۴۴

(ج)
جگن ناتھ ۲۵۶
جگن ناتھ پوری کا تقدس ۲۵۷
جگن ناتھ کی روایتیں ۲۵۸ - ۲۵۹
جگن ناتھ کی پوجا کی خصوصیت ۲۶۰
جگ دھاتری ۳۰۷
جگد گوری ۳۱۴

(چ)
چار جاتیاں ۱۸۱
چیتنیا ۲۶۱
چیتنیا کے حالاتِ زندگی ۲۶۲

(خ)
خانقاہیت ۴۷۰ - ۴۷۱

(د)
دیوتا سب ہم رتبہ ہیں ۳۸
دَیَ اوس ۴۱ - ۴۲
دیوتاؤں کی جماعت بندی ۴۸
دیومالا کے مآخذ ۱۱۵
دتاتریا کے معنی ۱۸۵
دکشا کا سراپ ۱۸۹
دُرگا ۲۹۶
درگا کے نام کی وجہ ۲۹۶
دُرگا کی اصلیت ۲۹۸
درگا کی صورت ۲۹۹

درگاکے رُوپ ۲۰۱
درگاکے نام ۲۰۵
دکش ۳۲۳ - ۳۴۲ - ۳۴۳
دکشانے تخلیق کو آگے بڑھایا ۳۴۸
درویدی ۲۸۲ تا ۲۸۴

(ر)
رامایَن کی تاریخ تصنیف ۱۱۵
ردرا کی پیدائش ۱۲۸
رام چندر پرشو رام سے افضل ۱۸۷
رام چندر کے مختصر حالات زندگی ۱۸۹ تا ۲۱۵
راجہ وسرتھ ۱۸۹ - ۱۹۰
رام کی اوتاریت ۱۹۰ تا ۱۹۳
راجہ جَنک ۱۹۶
رامؔ کے معاونین ۱۹۴
رامؔ کا بیاہ ۱۹۹
رامؔ کا بن باس ۱۹۹ - ۱۲۰
رامؔ نے چھپ کر بالی پر تیر چلایا ۲۰۷
رامؔ کا سیتا سے سرد مہری کا سلوک ۲۱۳
رامؔ کا انجام ۲۱۶
راون ۱۹۰
راون کی بہن سروپ نکھا ۲۰۱
راون سیتا کو اٹھا کر لے گیا ۲۰۳ - ۲۰۴
رشی ۳۳۳
رُدرا کا نام ۲۷۱
راکشش کام روپ ۲۸۴

رامانج ۵۵۴ تا ۵۵۶
(س)
سوریہ۔ سوتری ۵۹ تا ۶۲
سوریہ کے نام ۶۲ - ۶۳
سوم رس ۸۰
سوما ۹۳ - ۹۴
سوما کی قوتیں ۹۶
سوما کی کہانی وشنو پُران میں ۹۷
سوما کا پراچتیس کو ماریشا کا واقعہ سنانا ۳۴۵ تا ۳۴۸
سَوتری (ایک شہزادی) کی محبت ۱۰۸ - ۱۰۹
سَوتری برہما کو چھوڑ گئی ۱۳۳ - ۱۳۴
سوتری کی لکشمی کو بد دعا ۱۳۵
سوَیمبھوؔ (منو یا ویرج) پہلا آدمی ۱۲۶
سَرسوتی دیوی بن گئی ۱۳۳
سیتا کی پیدائش ۱۹۷
سیتا آگ میں کود گئی ۲۱۴ - ۲۱۵
سیتا زمین میں سما گئی ۲۱۴
سگریو ۲۰۶ - ۳۶۱
سمندر کے دیوتا کا رامؔ سے خطاب ۳۷۰ - ۳۷۱
سمندر بلونے کا قصہ ۱۵۰ تا ۱۵۴ - ۱۶۵
سُمبھا ۳۰۳
سُمبھا کی درگا سے لڑائی ۳۰۴
سنگھا داہنی ۳۰۳
سوشینؔ ۳۷۳
سنگھا (بدھ مبلغینؔ کے) ۱۷۴

(ش)
شوا ۱۳۹
شوا کا خصوصی فریضہ ۲۶۹
شوا کی خصوصیات ۲۷۱
شوا کا گھر ۲۷۲
شوا کے نام ۲۸۴
شوا کا بیوی سے جھگڑا ۲۷۷
شوا گداگر بن گیا ۲۷۸
شوا کی تیسری آنکھ ۲۸۰
شوا کا راکشش پر حملہ ۱۸۲
شوا کی سواری ۲۷۹
شترو گھن ۱۹۳
(ک)
کامَ دیو ۲۶۳
کام دیو کو شوا نے بھسم کر دیا ۲۶۴
کام دیو کی دوسری پیدائش ۲۶۶
کرِتو ۳۳۳ - ۳۳۹
کویرا ۳۵۵
کویرا کے باغات ۳۵۷ - ۳۵۸
کرتی کیا ۳۲۴ تا ۳۳۰
کرشن کی اوتاریت کا مقصد
کرشن کے ابتدائی حالات
کرشن نے گوردھن پہاڑ اٹھا لیا
کرشن کی گوپیاں
کرشن اور رادھا
کرشن اور شوا کا جھگڑا
کرشن اور مہابھارت
(گ)
گاتیری ۵۹ - ۶۰
گائے جس کا بچھڑا بادشاہ چرا لے گیا ۱۸۵ - ۱۸۶
گوتم کی بیوی اہلیا ۱۹۶
گنیش ۳۱۶ تا ۳۲۲
(ل)
لکشمی ۱۴۹
لکشمی ہمیشہ وشنو کے ساتھ رہی ۱۵۰
لکشمی (سری دیوی) کے حالات ۱۵۴ - ۱۵۵
لکشمن ۱۹۳
لکشمن اور سیتا کے زیور ۲۰۶
لنگا پوجا ۲۸۳
(م)
منتروں کے جاپ کی مخفی قوت ۵۸
مترا ۶۰
ماروت ۹۰ - ۹۱
مہابھارت کی تاریخ تصنیف ۱۱۵
مثالی پران کی تعریف ۱۱۷
مہاکال ۱۲۷
مچھلی (وشنو اوتار) اور منو کی کشتی ۱۵۸ - ۱۵۹
مچھلی اور ستیا ورات کا قصہ ۱۶۱ تا ۱۶۴
مہادیو ۲۷۹ "
مہیش ماردنی ۳۰۲

مہالکشمی ۳۱۱
مکتا کیشی ۳۱۴
مریچی ۳۳۳۔ ۳۳۹
مہابھارت کی مختصر مگر جامع کہانی ۳۷۷ تا ۳۹۲

(ن)

نارائن ۶۷۔ ۱۲۶۔ ۱۴۲۔ ۱۶۸
نارَد ۳۵۱ تا ۳۵۴
نَل ۳۷۰ تا ۳۷۲
نیلا ۳۷۲

(و)

وید کیا ہے؟ ۳۳
ویدوں کی تعداد اور انکے نام ۳۳
ویدوں کا زمانہ تصنیف ۳۶
ویدوں کے تین دیوتا ۳۷
وَرونا ۶۵۔ ۶۶۔ ۷۰
وَرِترا ۸۱
وایو ۸۸۔ ۹۰
وِسوکرم ۹۹
ویدوں اور پُرانوں کا فرق ۱۱۵
وِشنو پُران ۱۱۷
وشنو اور برہما کا تنازعہ ۱۲۶
وِشنو کی برتری کی کہانی ۱۴۱
وشنو کو خوش رکھنے والی اخلاقی قدریں ۱۴۶
وِشنو کے نام ۱۴۸۔ ۱۴۹
وشنو کی حکمتِ عملی امرت حاصل کرنے کیلئے ۱۵۲
وشنو نے بُدھ بن کر لوگوں کو غلط تعلیم دی ۲۴۳۔ ۲۴۴
وشنو نے جلندھر کی بیوی کو پھسلا لیا ۴۰۷
وَرَہ زمین کو پانی سے نکال لایا ۱۶۸
وامن اوتار ۱۷۷
ورادھا ۲۰۰
وانر ۲۰۵
وَبھیشن ۲۱۲
وشستھ ۳۳۳
ویدانت ۵۴۹ تا ۵۵۱

(ہ)

ہنومان ۸۹۔ ۲۰۶۔ ۲۰۹۔ ۳۶۷
ہنومان نے لنکا کو آگ لگا دی ۲۱۰
ہنومان پہاڑی اکھاڑ لایا ۲۱۱
ہری (ہر ہری) ۲۷۹
ہندوؤں کا فلسفہ اخلاقیات ۵۵۸ تا ۵۶۱

(ی)

یَم اور یمی ۱۰۳
یَم موت کا ذائقہ چکھنے والا پہلا شخص ۱۰۴
یَم اور مردہ روحیں ۱۰۴۔ ۱۰۵
یَم کا بیاہ ۱۰۶۔ ۱۰۷
یَم کی رحمدلی کا قصہ ۱۰۸
یَم کے نام ۱۱۰
یدھشٹر کا کردار ۳۸۹ تا ۳۹۲
یوگا ۵۴۵ تا ۵۴۹

پروفیسر خلیل صدیقی
ریسرچ لائبریری شعبہ اردو
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان